تفسیر نور

جلد دوم

مؤلف

حجۃ الاسلام والمسلمین الحاج آقائے شیخ محسن قرائتی (مدظلہ)

مترجم

مولانا سید مجیب الحسن نقوی

ناشر

مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور پاکستان

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں۔

نام کتاب	تفسیر نور
جلد	دوم
مصنف	حجۃ الاسلام والمسلمین الحاج آقائے شیخ محسن قرائتی (مدظلہ)
مترجم	مولانا سید مجیب الحسن نقوی
ڈیزائننگ وسیٹنگ	قلب علی سیال
کمپوزنگ	فضل عباس سیال (الحمد گرافکس لاہور)
سال اشاعت	2015ء
ناشر	مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور
ہدیہ	

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ ناشر

قارئین کرام!۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ! مصباح القرآن ٹرسٹ۔۔۔۔۔عہدِ حاضر کی بعض عظیم ترین تفاسیر وتالیفات کی نشر واشاعت کے سلسلہ میں ایک عظیم اور پُر وقار مرکز کی حیثیت سے اُمت مسلمہ کیلئے اپنی عاجزانہ خدمات انجام دے رہا ہے۔ادارہ ھذا کی یہ شہرت اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور آپ حضرات کی تائید واعانت کا ثمرہ ہے۔

زیرِ نظر تفسیری مجموعہ ''تفسیر نور جلد دوم'' حجۃ الاسلام والمسلمین الحاج آقائے شیخ محسن قرائتی (مدظلہ) کی سعیٔ جمیلہ کا ثمر عظیم ہے۔جس کا اُردو میں ترجمہ مولانا سید مجیب الحسن نقوی نے کیا ہے۔تفسیر ہذا میں درج خصوصیات واضح طور پر عیاں ہیں۔

① ۔اس تفسیر میں فنی، ادبی، فقہی، کلامی اور فلسفی اصطلاحات جن کا سمجھنا ایک خاص گروہ کے کیلئے مخصوص ہوتا ہے، پرہیز کیا گیا ہے۔قرآن سے صرف ایسے نکات ذکر کیے گئے ہیں جن کا ترجمہ دنیا کی موجودہ زبانوں میں کرنا آسان ہو اور ان کے اندر ایک پیغام وراہنمائی پائی جائے۔ بلکہ آیت کی تفاسیر کو نکات اور پیغام کے عنوانات میں تقسیم کر کے انتہائی خوبصورت انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

② ۔تفسیر بہ رائے سے پرہیز کیا گیا ہے۔لہٰذا صرف آیات یا اہل بیت رسول علیہم السلام کی روایات میں ذکر ہونے والے متن سے استفادہ کیا گیا ہے۔

③ ۔زیادہ تر معتبر شیعہ، سنی تفاسیر سے حامل پیغام اور سبق آموز درس اخذ کیے گئے ہیں۔

قارئین کی خدمت میں اس عظیم تفسیری مجموعہ کی جلد دوم پیشِ خدمت ہے ہمیں اُمید ہے کہ صاحبانِ علم وتحقیق حسبِ سابق ''مصباح القرآن ٹرسٹ'' کی اس کوشش کو بھی پسندیدگی کی نظر سے دیکھیں گے اور اس گوہرِ نایاب سے بھرپور علمی وعملی استفادہ فرمائیں گے۔اور ادارہ کو اپنی قیمتی تجاویز وآراء سے ضرور مستفید فرمائیں گے

مزید برآں آپ ہماری تمام کتب بشمول تفسیر نور ''مصباح القرآن ٹرسٹ'' کی ویب سائٹ کے ذریعے گھر بیٹھے پڑھ سکتے ہیں۔''www.misbahulqurantrust.com''۔۔۔والسلام

اراکین

مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور پاکستان

فہرست مضامین

عنوانات	صفحات
سُوۡرَةُ النِّسَآءِ	32
سورہ نساء کا تعارف	32
آیت نمبر ۱	32
نکات	33
پیغام	33
آیت نمبر ۲	34
پیغام	34
آیت نمبر ۳	34
نکات	35
پیغام	36
آیت نمبر ۴	36
نکات	37
پیغام	37
آیت نمبر ۵	38
نکات	38
پیغام:	38
آیت نمبر ۶	39
نکات	40
پیغام	40
مال یتیم کی واپسی کیلئے قوانین	40
آیت نمبر ۷	41
پیغام	42
آیت نمبر ۸	42
نکات	42
پیغام	42
آیت نمبر ۹	43
نکات	43
پیغام	44
آیت نمبر ۱۰	44
نکات	45
پیغام	45
آیت نمبر ۱۱	45
نکات	46
پیغام	47
آیت نمبر ۱۲	48
نکات	49
پیغام	49
آیت نمبر ۱۳	50
پیغام	50
آیت نمبر ۱۴	51
پیغام	51
آیت نمبر ۱۵	52
نکات	52
پیغام	52

آیت نمبر ١٦	53
نکات	53
آیت نمبر ١٧	54
نکات	55
پیغام	55
آیت نمبر ١٨	55
پیغام	56
آیت نمبر ١٩	56
نکات	57
پیغام	57
آیت نمبر ٢٠	58
نکات	58
پیغام	58
آیت نمبر ٢١	59
پیغام	59
آیت نمبر ٢٢	60
نکات	60
پیغام	60
آیت نمبر ٢٣	61
نکات	62
پیغام	62
آیت نمبر ٢٤	63
نکات	64
یہاں ہمارا جواب یہ ہے	65
چند سوال اور اس کے جواب	65
پیغام	66
پانچواں پارہ	67
آیت نمبر ٢٥	67
نکات	68
پیغام	68
آیت نمبر ٢٦	69
پیغام	70
آیت نمبر ٢٧	70
نکات	70
پیغام	71
آیت نمبر ٢٨	71
نکات	72
پیغام	72
آیت نمبر ٢٩	72
نکات	73
پیغام	73
آیت نمبر ٣٠	74
نکات	74
پیغام	74
آیت نمبر ٣١	75
نکات	75

پیغام	75
آیت نمبر ۳۲	76
نکات	76
پیغام	78
آیت نمبر ۳۳	79
نکات	79
پیغام	80
آیت نمبر ۳۴	80
نکات	81
پیغام	82
آیت نمبر ۳۵	83
نکات	84
پیغام	84
آیت نمبر ۳۶	86
نکات	86
پیغام	87
آیت نمبر ۳۷	88
نکات	88
پیغام	88
آیت نمبر ۳۸	89
نکات	89
پیغام	89
آیت نمبر ۳۹	90
پیغام	90
آیت نمبر ۴۰	91
نکات	91
پیغام	91
آیت نمبر ۴۱	92
نکات	92
پیغام	93
آیت نمبر ۴۲	93
نکات	93
پیغام	94
آیت نمبر ۴۳	94
نکات	95
پیغام	95
آیت نمبر ۴۴	96
پیغام	97
آیت نمبر ۴۵	97
پیغام	97
آیت نمبر ۴۶	98
نکات	98
پیغام	99
آیت نمبر ۴۷	99
نکات	100
پیغام	100

آیت نمبر ۴۸	100
نکات	101
پیغام	101
آیت نمبر ۴۹	102
نکات	102
پیغام	102
آیت نمبر ۵۰	103
نکات	103
پیغام	103
آیت نمبر ۵۱	103
نکات	104
پیغام	104
آیت نمبر ۵۲	105
پیغام	105
آیت نمبر ۵۳	105
نکات	105
پیغام	106
آیت نمبر ۵۴	106
نکات	107
پیغام	107
آیت نمبر ۵۵۔۵۶	108
نکات	108
پیغام	109
آیت نمبر ۵۷	109
نکات	110
پیغام	110
آیت نمبر ۵۸	110
نکات	111
امامت تین طرح کی ہے	111
پیغام	111
آیت نمبر ۵۹	112
نکات	113
پیغام	114
آیت نمبر ۶۰	115
نکات	116
پیغام	116
آیت نمبر ۶۱	117
پیغام	117
آیت نمبر ۶۲	118
نکات	118
پیغام	119
آیت نمبر ۶۳	119
پیغام	119
آیت نمبر ۶۴	120
نکات	120
پیغام	121

آیت نمبر ۶۵	122
نکات	122
پیغام	123
سچے ایمان کی تین علامتیں ہیں	123
آیت نمبر ۶۶	123
نکات	124
پیغام	124
آیت نمبر ۶۷۔۶۸	124
پیغام	125
آیت ۶۹۔۷۰	125
نکات	126
پیغام	126
آیت نمبر ۷۱	127
نکات	127
پیغام	127
آیت نمبر ۷۲	128
نکات	128
پیغام	128
آیت نمبر ۷۳	129
نکات	129
پیغام	129
آیت نمبر ۷۴	130
پیغام	130
آیت نمبر ۷۵	131
نکات	132
پیغام	132
آیت نمبر ۷۶	132
نکات	133
پیغام	133
آیت نمبر ۷۷	134
نکات	134
پیغام	135
آیت نمبر ۷۸	137
نکات	137
پیغام	137
آیت نمبر ۷۹	138
نکات	138
پیغام	139
آیت نمبر ۸۰	139
پیغام	140
آیت نمبر ۸۱	140
پیغام	141
آیت نمبر ۸۲	141
نکات	142
پیغام	142
آیت نمبر ۸۳	143

نکات	144
پیغام	144
آیت نمبر ۸۴	145
نکات	146
پیغام	146
آیت نمبر ۸۵	147
نکات	147
پیغام	148
آیت نمبر ۸۶	148
نکات	148
پیغام	149
آیت نمبر ۸۷	149
پیغام	150
آیت نمبر ۸۸	150
نکات	151
پیغام	151
آیت نمبر ۸۹	152
نکات	152
پیغام	153
آیت نمبر ۹۰	153
پیغام	154
آیت نمبر ۹۱	155
نکات	156
پیغام	156
آیت نمبر ۹۲	157
نکات	158
دیت ادا کرنے کے کئی فائدے ہیں	158
پیغام	159
آیت نمبر ۹۳	160
نکات	161
پیغام	161
آیت ۹۴	162
نکات	162
پیغام	163
آیت نمبر ۹۵	165
نکات	166
پیغام	166
آیت نمبر ۹۶	167
پیغام	168
آیت نمبر ۹۷	168
نکات	169
پیغام	169
آیت نمبر ۹۸۔۹۹	170
نکات	170
پیغام	170
آیت نمبر ۱۰۰	171

نکات	171
پیغام	172
آیت نمبر ۱۰۱	172
نکات	172
پیغام	173
آیت نمبر ۱۰۲	173
نکات	175
پیغام	175
آیت نمبر ۱۰۳	177
نکات	177
پیغام	178
آیت نمبر ۱۰۴	178
نکات	178
پیغام	179
آیت نمبر ۱۰۵۔۱۰۶	180
نکات	180
پیغام	181
آیت نمبر ۱۰۷	182
نکات	183
پیغام	183
آیت نمبر ۱۰۸	184
پیغام	184
آیت نمبر ۱۰۹	184
نکات	185
پیغام	185
آیت نمبر ۱۱۰	185
نکات	186
پیغام	186
آیت نمبر ۱۱۱	186
نکات	187
پیغام	187
آیت نمبر ۱۱۲	187
نکات	188
پیغام	188
آیت نمبر ۱۱۳	188
نکات	189
پیغام	189
آیت نمبر ۱۱۴	190
نکات	190
پیغام	191
آیت نمبر ۱۱۵	191
نکات	192
پیغام	192
آیت نمبر ۱۱۶	193
نکات	194
پیغام	194

آیت نمبر ۱۱۷	194
نکات	195
پیغام	195
آیت نمبر ۱۱۸۔۱۱۹	195
نکات	196
پیغام	197
آیت نمبر ۱۲۰۔۱۲۱	198
نکات	198
پیغام	199
آیت نمبر ۱۲۲	199
پیغام	200
آیت نمبر ۱۲۳	200
نکات	200
پیغام	201
آیت نمبر ۱۲۴	202
نکات	202
پیغام	202
آیت نمبر ۱۲۵	203
نکات	203
پیغام	204
آیت نمبر ۱۲۶	204
نکات	205
پیغام	205
آیت نمبر ۱۲۷	205
پیغام	206
آیت نمبر ۱۲۸	207
نکات	207
پیغام	208
آیت نمبر ۱۲۹	209
نکات	209
پیغام	210
آیت نمبر ۱۳۰	210
پیغام	210
آیت نمبر ۱۳۱۔۱۳۲	211
نکات	212
پیغام	212
آیت نمبر ۱۳۳	213
نکات	213
پیغام	213
آیت نمبر ۱۳۴	214
نکات	214
پیغام	214
آیت نمبر ۱۳۵	215
نکات	216
انسان کی گواہی چند طرح کی ہے	216
پیغام	216

آیت نمبر ۱۳۶	217
نکات	218
پیغام	218
آیت نمبر ۱۳۷	218
نکات	219
پیغام	220
آیت نمبر ۱۳۸۔۱۳۹	220
نکات	220
پیغام	221
آیت نمبر ۱۴۰	221
نکات	221
پیغام	222
آیت نمبر ۱۴۱	223
نکات	223
پیغام	224
آیت نمبر ۱۴۲	224
نکات	225
پیغام	225
آیت نمبر ۱۴۳	226
نکات	226
پیغام	226
آیت نمبر ۱۴۴	227
نکات	227
پیغام	227
آیت نمبر ۱۴۵	228
نکات	228
پیغام	228
آیت نمبر ۱۴۶	228
پیغام	229
آیت نمبر ۱۴۷	230
پیغام	230
چھٹا پارہ	231
آیت نمبر ۱۴۸	231
نکات	231
پیغام	232
آیت نمبر ۱۴۹	233
نکات	233
پیغام	233
آیت نمبر ۱۵۰۔۱۵۱	234
نکات	234
پیغام	234
آیت نمبر ۱۵۲	235
پیغام	235
آیت نمبر ۱۵۳	236
نکات	236
پیغام	237

آیت نمبر ۱۵۴	237
نکات	238
پیغام	238
آیت نمبر ۱۵۵	238
نکات	239
پیغام	239
آیت نمبر ۱۵۶	239
نکات	240
پیغام	240
آیت نمبر ۱۵۷۔۱۵۸	240
نکات	241
پیغام	242
آیت نمبر ۱۵۹	242
نکات	243
پیغام	243
آیت نمبر ۱۶۰	243
نکات	243
پیغام	244
آیت نمبر ۱۶۱	244
نکات	245
پیغام	245
آیت نمبر ۱۶۲	245
نکات	246
پیغام	246
آیت نمبر ۱۶۳	247
نکات	247
پیغام	248
آیت نمبر ۱۶۴	248
نکات	248
پیغام	248
آیت نمبر ۱۶۵	249
نکات	249
پیغام	250
آیت نمبر ۱۶۶	250
نکات	250
پیغام	251
آیت نمبر ۱۶۷۔۱۶۸۔۱۶۹	251
نکات	252
پیغام	252
آیت نمبر ۱۷۰	253
نکات	253
پیغام	253
آیت نمبر ۱۷۱	254
نکات	254
پیغام	255
آیت نمبر ۱۷۲	256

نکات	257
پیغام	257
آیت نمبر ۱۷۳	258
نکات	258
پیغام	258
آیت نمبر ۱۷۴	259
نکات	259
پیغام	259
آیت نمبر ۱۷۵	260
نکات	260
پیغام	260
آیت نمبر ۱۷۶	261
نکات	261
پیغام	262
سُوۡرَۃُ الۡمَآئِدَۃِ	263
سورہ مائدہ کا تعارف	263
آیت نمبر ۱	264
نکات	264
پیغام	265
آیت نمبر ۲	266
نکات	267
نیکی اور پاکیزگی میں مدد	267
پیغام	268
آیت نمبر ۳	269
نکات	270
قرآن میں غدیر	271
اسلام میں کھانے کے احکام	273
پیغام	274
آیت نمبر ۴	275
نکات	276
پیغام	276
آیت نمبر ۵	277
نکات	278
پیغام	279
آیت نمبر ۶	280
نکات	281
پیغام	282
آیت نمبر ۷	283
نکات	284
پیغام	284
آیت نمبر ۸	285
نکات	285
پیغام	286
آیت نمبر ۹۔۱۰	286
نکات	287
پیغام	287

آیت نمبر ۱۱	287
نکات	288
پیغام	288
آیت نمبر ۱۲	289
نکات	289
پیغام	290
آیت نمبر ۱۳	291
نکات	292
پیغام	292
آیت نمبر ۱۴	292
نکات	293
پیغام	293
آیت نمبر ۱۵	294
نکات	294
پیغام	294
آیت نمبر ۱۶	295
نکات	295
پیغام	295
آیت نمبر ۱۷	296
نکات	297
پیغام	297
آیت نمبر ۱۸	298
نکات	299
پیغام	299
آیت نمبر ۱۹	299
نکات	300
پیغام	300
آیت نمبر ۲۰	301
نکات	301
پیغام	301
آیت نمبر ۲۱	302
نکات	302
پیغام	303
آیت نمبر ۲۲	303
نکات	303
پیغام	304
آیت نمبر ۲۳	304
نکات	305
پیغام	305
آیت نمبر ۲۴	306
نکات	306
پیغام	307
آیت نمبر ۲۵	307
نکات	307
پیغام	308
آیت نمبر ۲۶	308

نکات	309
پیغام	310
آیت نمبر ۲۷	310
نکات	310
پیغام	311
آیت نمبر ۲۸	312
نکات	312
پیغام	312
آیت نمبر ۲۹۔۳۰	312
نکات	313
پیغام	313
آیت نمبر ۳۱	314
نکات	315
پیغام	315
آیت نمبر ۳۲	316
نکات	316
پیغام	318
آیت نمبر ۳۳	319
نکات	319
پیغام	321
آیت نمبر ۳۴	321
نکات	321
پیغام	322
آیت نمبر ۳۵	322
نکات	323
پیغام	323
آیت نمبر ۳۶۔۳۷	323
نکات	324
پیغام	324
آیت نمبر ۳۸	325
نکات	325
پیغام	326
آیت نمبر ۳۹	327
نکات	327
پیغام	327
آیت نمبر ۴۰	328
پیغام	328
آیت نمبر ۴۱	329
نکات	330
پیغام	330
آیت نمبر ۴۲	331
نکات	332
پیغام	332
آیت نمبر ۴۳	333
نکات	334
پیغام	334

آیت نمبر ۴۴	334
نکات	335
پیغام	335
آیت نمبر ۴۵	337
نکات	338
پیغام	338
آیت نمبر ۴۶	339
نکات	339
پیغام	340
آیت نمبر ۴۷	340
نکات	340
پیغام	341
آیت نمبر ۴۸	341
نکات	342
پیغام	342
آیت نمبر ۴۹	343
نکات	344
پیغام	344
آیت نمبر ۵۰	345
نکات	345
پیغام	346
آیت نمبر ۵۱	346
نکات	347
پیغام	347
آیت نمبر ۵۲۔۵۳	348
نکات	349
پیغام	349
آیت نمبر ۵۴	350
نکات	351
پیغام	352
آیت نمبر ۵۵	353
نکات	353
پیغام	355
آیت نمبر ۵۶	356
نکات	356
پیغام	357
آیت نمبر ۵۷	357
پیغام	358
آیت نمبر ۵۸	358
نکات	358
پیغام	358
آیت نمبر ۵۹	359
نکات	359
پیغام	360
آیت نمبر ۶۰	360
نکات	361

پیغام	361
آیت نمبر ۶۱	361
پیغام	362
آیت نمبر ۶۲	362
نکات	362
پیغام	363
آیت نمبر ۶۳	363
نکات	364
پیغام	364
آیت نمبر ۶۴	365
نکات	366
پیغام	367
آیت نمبر ۶۵	368
پیغام	368
آیت ۶۶	368
نکات	369
پیغام	370
آیت نمبر ۶۷	371
نکات	371
پیغام	374
آیت نمبر ۶۸	375
نکات	375
پیغام	375
آیت نمبر ۶۹	376
نکات	376
پیغام	377
آیت نمبر ۷۰	377
نکات	378
پیغام	378
آیت نمبر ۷۱	379
نکات	379
پیغام	380
آیت نمبر ۷۲	380
نکات	381
پیغام	381
آیت نمبر ۷۳	382
نکات	382
پیغام	382
آیت نمبر ۷۴	383
پیغام	383
آیت نمبر ۷۵	384
نکات	384
پیغام	385
آیت نمبر ۷۶	385
نکات	385
پیغام	386

آیت نمبر ۷۷	386
نکات	386
پیغام	387
آیت نمبر ۷۸	387
نکات	388
پیغام	388
آیت نمبر ۷۹	388
نکات	389
پیغام	389
آیت نمبر ۸۰	389
نکات	390
پیغام	390
آیت نمبر ۸۱	390
نکات	391
پیغام	391
آیت نمبر ۸۲	392
نکات	392
پیغام	393
ساتواں پارہ	394
آیت نمبر ۸۳	394
نکات	394
پیغام	394
آیت نمبر ۸۴۔۸۵۔۸۶	395
نکات	396
پیغام	396
آیت نمبر ۸۷	396
نکات	397
پیغام	397
آیت نمبر ۸۸	398
نکات	398
پیغام	399
آیت نمبر ۸۹	399
نکات	400
پیغام	401
آیت نمبر ۹۰	402
نکات	402
پیغام	404
آیت نمبر ۹۱	404
نکات	404
پیغام	405
آیت نمبر ۹۲	406
پیغام	406
آیت نمبر ۹۳	407
نکات	407
پیغام	408
آیت نمبر ۹۴	408

نکات	408
پیغام	409
آیت نمبر ۹۵	410
نکات	411
پیغام	411
آیت نمبر ۹۶	412
نکات	413
پیغام	413
آیت نمبر ۹۷	413
نکات	414
پیغام	415
آیت نمبر ۹۸۔۹۹	415
نکات	416
پیغام	416
آیت نمبر ۱۰۰	416
نکات	417
پیغام	417
آیت نمبر ۱۰۱۔۱۰۲	417
نکات	418
مثالیں اور مصادیق	419
پیغام	419
آیت نمبر ۱۰۳	420
نکات	420
پیغام	421
آیت نمبر ۱۰۴	421
نکات	422
پیغام	422
آیت نمبر ۱۰۵	423
نکات	423
پیغام	423
آیت نمبر ۱۰۶	424
نکات	425
پیغام	425
آیت نمبر ۱۰۷	427
نکات	427
پیغام	428
آیت نمبر ۱۰۸	428
نکات	428
پیغام	429
آیت نمبر ۱۰۹	429
نکات	429
پیغام	430
آیت نمبر ۱۱۰	430
نکات	431
پیغام	431
آیت نمبر ۱۱۱	433

نکات	433
پیغام	433
آیت نمبر ۱۱۲۔۱۱۳	434
نکات	434
پیغام	435
آیت نمبر ۱۱۴	435
نکات	435
پیغام	436
آیت نمبر ۱۱۵	436
نکات	437
پیغام	437
آیت نمبر ۱۱۶	438
نکات	438
پیغام	439
آیت نمبر ۱۱۷	439
نکات	440
پیغام	440
آیت نمبر ۱۱۸	441
نکات	441
پیغام	441
آیت نمبر ۱۱۹۔۱۲۰	442
نکات	442
پیغام	443
سُوۡرَۃُ الۡاَنۡعَامِ	444
سورہ انعام کا تعارف	444
آیت نمبر ۱	444
نکات	445
پیغام	445
آیت نمبر ۲	446
نکات	446
پیغام	447
آیت نمبر ۳	447
نکات	447
پیغام	448
آیت نمبر ۴۔۵	448
نکات	448
پیغام	448
آیت نمبر ۶	449
نکات	449
پیغام	450
آیت نمبر ۷	451
نکات	451
پیغام	451
آیت نمبر ۸	452
نکات	452
پیغام	452

آیت نمبر ۹	453
نکات	453
پیغام	454
آیت نمبر ۱۰	454
نکات	454
پیغام	454
آیت نمبر ۱۱	455
نکات	455
پیغام	455
آیت نمبر ۱۲	456
نکات	456
پیغام	457
آیت نمبر ۱۳	458
نکات	458
پیغام	458
آیت نمبر ۱۴	458
نکات	459
پیغام	459
آیت نمبر ۱۵	460
نکات	460
پیغام	460
آیت نمبر ۱۶	461
نکات	461
پیغام	461
آیت نمبر ۱۷۔۱۸	462
نکات	462
پیغام	462
آیت نمبر ۱۹	463
نکات	463
پیغام	464
آیت نمبر ۲۰	465
نکات	465
پیغام	465
آیت نمبر ۲۱	466
نکات	466
پیغام	466
آیت نمبر ۲۲	467
نکات	467
پیغام	467
آیت نمبر ۲۳۔۲۴	468
نکات	468
پیغام	469
آیت نمبر ۲۵	469
نکات	470
پیغام	470
آیت نمبر ۲۶	471

نکات	472
پیغام	473
آیت نمبر ۲۷	473
نکات	473
پیغام	474
آیت نمبر ۲۸	474
نکات	475
پیغام	475
آیت نمبر ۲۹۔۳۰	475
نکات	476
پیغام	477
آیت نمبر ۳۱	477
نکات	478
پیغام	478
آیت نمبر ۳۲	479
نکات	479
پیغام	480
آیت نمبر ۳۳	481
نکات	481
پیغام	481
آیت نمبر ۳۴	482
نکات	482
پیغام	483
آیت نمبر ۳۵	484
نکات	484
پیغام	485
آیت نمبر ۳۶	485
نکات	486
پیغام	486
آیت نمبر ۳۷	486
نکات	487
پیغام	487
آیت نمبر ۳۸	488
نکات	488
جانوروں کا شعور	489
پیغام	490
آیت نمبر ۳۹	491
نکات	491
پیغام	492
آیت نمبر ۴۰	492
نکات	492
پیغام	493
آیت نمبر ۴۱	493
نکات	493
پیغام	493
آیت نمبر ۴۲	494

نکات	494
پیغام	495
آیت نمبر ۴۳	495
پیغام	496
آیت نمبر ۴۴	496
نکات	497
پیغام	498
آیت نمبر ۴۵	498
نکات	498
پیغام	498
آیت نمبر ۴۶	499
نکات	500
پیغام	500
آیت نمبر ۴۷	501
نکات	501
پیغام	502
آیت نمبر ۴۸۔۴۹	502
نکات	503
پیغام	503
آیت نمبر ۵۰	504
نکات	504
پیغام	505
آیت نمبر ۵۱	506
نکات	506
پیغام	506
آیت نمبر ۵۲	507
نکات	507
پیغام	507
آیت نمبر ۵۳	508
نکات	509
پیغام	509
آیت نمبر ۵۴۔۵۵	510
نکات	510
پیغام	511
آیت نمبر ۵۶	512
پیغام	512
آیت نمبر ۵۷	512
نکات	513
پیغام	513
آیت نمبر ۵۸	514
پیغام	514
آیت نمبر ۵۹	515
نکات	515
پیغام	516
آیت نمبر ۶۰	516
نکات	517

پیغام	517
آیت نمبر ۶۱	517
نکات	518
پیغام	518
آیت نمبر ۶۲	519
نکات	519
پیغام	520
آیت نمبر ۶۳ ـ ۶۴	520
نکات	521
پیغام	521
آیت نمبر ۶۵ ـ ۶۶	522
نکات	522
پیغام	523
آیت نمبر ۶۷	524
نکات	524
پیغام	524
آیت نمبر ۶۸	525
نکات	525
پیغام	526
آیت نمبر ۶۹	527
نکات	527
پیغام	528
آیت نمبر ۷۰	528
نکات	529
پیغام	529
آیت نمبر ۷۱ ـ ۷۲	530
نکات	531
پیغام	531
آیت نمبر ۷۳	532
نکات	532
پیغام	533
آیت نمبر ۷۴	533
نکات	533
پیغام	534
آیت نمبر ۷۵	535
نکات	535
پیغام	536
آیت نمبر ۷۶	536
نکات	537
پیغام	537
آیت نمبر ۷۷	538
نکات	538
پیغام	538
آیت نمبر ۷۸	539
نکات	539
پیغام	539

آیت نمبر ۷۹	540
نکات	540
پیغام	540
آیت نمبر ۸۰	541
پیغام	541
آیت نمبر ۸۱	542
نکات	543
پیغام	543
آیت نمبر ۸۲۔۸۳	543
نکات	544
پیغام	544
آیت نمبر ۸۴	545
نکات	545
پیغام	546
آیت نمبر ۸۵۔۸۶۔۸۷	546
نکات	547
آیت نمبر ۸۸	547
پیغام	547
آیت نمبر ۸۹	548
نکات	548
پیغام	549
آیت نمبر ۹۰	549
نکات	550
پیغام	550
آیت نمبر ۹۱	550
نکات	551
پیغام	551
آیت نمبر ۹۲	552
نکات	553
پیغام	553
آیت نمبر ۹۳	553
نکات	554
پیغام	554
آیت نمبر ۹۴	555
نکات	556
پیغام	556
آیت نمبر ۹۵	556
نکات	557
پیغام	557
آیت نمبر ۹۶	557
نکات	558
پیغام	558
آیت نمبر ۹۷	559
نکات	559
پیغام	560
آیت نمبر ۹۸	560

نکات	561
پیغام	561
آیت نمبر ۹۹	562
نکات	562
پیغام	563
آیت نمبر ۱۰۰	563
نکات	564
پیغام	564
آیت نمبر ۱۰۱۔۱۰۲	564
نکات	565
پیغام	565
آیت نمبر ۱۰۳	566
نکات	566
پیغام	567
آیت نمبر ۱۰۴	568
نکات	568
پیغام	568
آیت نمبر ۱۰۵	569
نکات	569
پیغام	569
آیت نمبر ۱۰۶	570
نکات	570
پیغام	571

آیت نمبر ۱۰۷	571
نکات	571
پیغام	571
آیت نمبر ۱۰۸	572
نکات	573
پیغام	573
آیت نمبر ۱۰۹	574
نکات	575
پیغام	575
آیت نمبر ۱۱۰	575
پیغام	576
آٹھواں پارہ	577
آیت نمبر ۱۱۱	577
نکات	577
پیغام	578
آیت نمبر ۱۱۲	579
نکات	579
پیغام	580
آیت نمبر ۱۱۳	580
نکات	581
پیغام	581
آیت نمبر ۱۱۴	581
نکات	582

پیغام	582
آیت نمبر ۱۱۵	583
نکات	583
پیغام	583
آیت نمبر ۱۱۶	584
نکات	584
پیغام	585
آیت نمبر ۱۱۷	585
نکات	586
پیغام	586
آیت نمبر ۱۱۸	586
نکات	586
پیغام	587
آیت نمبر ۱۱۹	587
نکات	587
پیغام	588
آیت نمبر ۱۲۰	589
نکات	589
پیغام	589
آیت نمبر ۱۲۱	590
نکات	590
پیغام	591
آیت نمبر ۱۲۲	591
نکات	592
پیغام	593
آیت نمبر ۱۲۳	593
نکات	594
پیغام	594
آیت نمبر ۱۲۴	594
نکات	595
پیغام	595
آیت نمبر ۱۲۵	596
نکات	596
پیغام	597
آیت نمبر ۱۲۶	598
نکات	598
پیغام	598
آیت نمبر ۱۲۷	598
پیغام	599
آیت نمبر ۱۲۸	599
نکات	600
پیغام	600
آیت نمبر ۱۲۹	601
نکات	601
پیغام	601
آیت نمبر ۱۳۰	602

نکات	602
پیغام	603
آیت نمبر ۱۳۱	603
نکات	604
پیغام	604
آیت نمبر ۱۳۲	604
نکات	604
پیغام	605
آیت نمبر ۱۳۳۔۱۳۴	605
پیغام	605
آیت نمبر ۱۳۵	606
پیغام	607
آیت نمبر ۱۳۶	607
نکات	608
پیغام	608
آیت نمبر ۱۳۷	608
نکات	609
پیغام	609
آیت نمبر ۱۳۸	610
نکات	610
پیغام	611
آیت نمبر ۱۳۹	612
نکات	612
پیغام	612
آیت نمبر ۱۴۰	613
نکات	613
پیغام	613
آیت نمبر ۱۴۱	614
نکات	614
پیغام	615
آیت نمبر ۱۴۲	616
نکات	617
پیغام	617
آیت نمبر ۱۴۳۔۱۴۴	618
نکات	619
پیغام	619
آیت نمبر ۱۴۵	620
نکات	620
پیغام	621
آیت نمبر ۱۴۶	622
نکات	622
پیغام	623
آیت نمبر ۱۴۷	623
پیغام	624
آیت نمبر ۱۴۸	624
نکات	625

پیغام	625
آیت نمبر ۱۴۹	626
نکات	627
پیغام	627
آیت نمبر ۱۵۰	628
نکات	628
پیغام	628
آیت نمبر ۱۵۱	629
نکات	630
پیغام	630
آیت نمبر ۱۵۲	631
نکات	632
پیغام	632
آیت نمبر ۱۵۳	633
نکات	633
پیغام	634
آیت نمبر ۱۵۴	634
نکات	635
پیغام	635
آیت نمبر ۱۵۵-۱۵۶	636
نکات	636
پیغام	636
آیت نمبر ۱۵۷	637
نکات	637
پیغام	638
آیت نمبر ۱۵۸	638
نکات	639
پیغام	639
آیت نمبر ۱۵۹	639
نکات	640
پیغام	641
آیت نمبر ۱۶۰	641
نکات	641
پیغام	642
آیت نمبر ۱۶۱	643
نکات	643
پیغام	643
آیت نمبر ۱۶۲-۱۶۳	644
نکات	644
پیغام	645
آیت نمبر ۱۶۴	646
نکات	646
پیغام	647
آیت نمبر ۱۶۵	647
نکات	648
پیغام	648

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

خدا کے نام سے جو بہت بخشنے والا اور مہربان ہے

سُوْرَةُ النِّسَآءِ

پارہ: ۴ تا ۶: آیات: ۱۷۶

سورہ نساء کا تعارف

اس سورت کی ۱۷۶ آیات ہیں اور یہ مدینہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس میں ایمان اور عدالت کی طرف دعوت، گذشتہ امتوں سے عبرت، خدا کے دشمنوں سے تعلقات منقطع کرنا اور یتیموں کی حمایت کا تذکرہ ہے۔ شادی بیاہ اور وراثت کے مسائل بھی بیان کئے گئے ہیں نیز خدائی راہبر کی اطاعت اور راہ خدا میں ہجرت اور جہاد کا حکم دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے امور کو بیان کیا گیا ہے۔

چونکہ اس کی پہلی ۳۵ آیتیں گھریلو مسائل پر مشتمل ہیں لہٰذا اسے ''نساء'' کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مہربان بخشنے والے خدا کے نام سے

آیت نمبر ۱

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ۝۱

ترجمۃ الآیات

اے لوگو! اپنے اس پروردگار سے ڈرو جس نے تم سب کو ایک ہی جان سے پیدا کیا ہے اور اسی سے اس کی بیوی کو پیدا کیا اور (صرف) انہی دو (میاں بیوی) سے بہت سے مرد اور

عورتیں روئے زمین پر پھیلا دیئے ۔ اس خدا سے ڈرو کہ جس کے نام پر آپس میں ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو۔ (تم سب اس کی عظمت کا اعتراف کرتے ہو اور جب چاہتے ہو ایک دوسرے سے کسی چیز کا سوال کرتے اور کوئی چیز مانگتے ہو تو اس کے مقدس نام کا واسطہ دیتے ہو مثلاً کہتے ہو: خدا کے لیے، اور اپنے رشتہ داروں کے بارے میں بھی ڈرو کہ مبادا قطع رحمی کرو) بے شک خدا تم پر نگران ہے۔

نکات:

☆ امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے فرمایا: صلہ رحمی کرو خواہ ایک سلام کرنے سے ہی کیوں نہ ہو، خدا تعالیٰ نے فرمایا: ''وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیۡ تَسَآءَلُوۡنَ بِهٖ وَالۡاَرۡحَامَ ؕ ۔۔۔'' (کافی، ج ۲، ص ۱۵۰)

پیغام:

۱۔ خاندانی مسائل پر مشتمل سورت کا آغاز تقوا کی سفارش کے ساتھ ہو رہا ہے، یعنی خاندان کی بنیاد تقوا پر ہونی چاہیے اور سب کیلئے ضروری ہے کہ اس کا خیال رکھیں۔ ''یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوۡا''

۲۔ انسان کی خلقت اور تربیت دونوں خدا کے ہاتھ میں ہیں لہٰذا اسی کی اطاعت کرنی چاہیے اور اسی سے ڈرنا چاہیے۔ ''اتَّقُوۡا رَبَّکُمُ الَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ''

۳۔ سارے انسان ایک ہی نوع سے ہیں اس لیے کسی بھی طرح کا نسلی، لسانی، گروہی اختلاف کرنا ممنوع ہے۔ ''خَلَقَکُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَةٍ''

۴۔ عورت اور مرد کی خلقت بھی ایک طرح سے ہے، کوئی بھی جنس کے لحاظ سے دوسرے پر برتری نہیں رکھتا۔ ''وَّخَلَقَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا''

۵۔ تاریخ میں سارے انسان ایک ہی ماں باپ سے ہیں۔ ''وَبَثَّ مِنۡهُمَا رِجَالًا ۔۔۔'' جناب آدمؑ کے بیٹوں کی شادی سے متعلق دو طرح کی روایات ہیں، قرآن پاک سے ہم آہنگ روایت وہ ہے جس میں آدم کے بیٹوں کی شادی آپس میں ہوئی۔ (المیزان)

۶۔ تربیتی مسائل میں تکرار ایک بنیادی اصل ہے۔ ''اتَّقُوۡا رَبَّکُمُ ۔۔۔ اتَّقُوا اللّٰهَ''

۷۔ اپنے قریبیوں اور خاندان کے حقوق کا پاس رکھنے میں تقوا ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے۔ ''اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیۡ تَسَآءَلُوۡنَ بِهٖ وَالۡاَرۡحَامَ ؕ'' امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: پیامبر اکرمؐ کے قرابتداروں سے مودت رکھنی چاہیے۔

(بحار، ج ۲۳، ص ۲۵۷)

آیت نمبر ۲

وَاٰتُوا الۡيَتٰمٰۤى اَمۡوَالَهُمۡ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الۡخَبِيۡثَ بِالطَّيِّبِ ۖ وَلَا تَاۡكُلُوۡۤا اَمۡوَالَهُمۡ اِلٰٓى اَمۡوَالِكُمۡ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حُوۡبًا كَبِيۡرًا ۞۲

ترجمۃ الآیات

اور یتامیٰ (جب اپنے شعور کی حد تک پہنچ جائیں تو ان) کا مال انہیں دے دو اور (اپنے) برے مال کو (ان کے) اچھے مال کے ساتھ تبدیل نہ کرو اور نہ ہی ان کے مال کو اپنے مال کے ساتھ کھاؤ کہ یقیناً یہ (ظالمانہ تصرف) بہت بڑا گناہ ہے۔

پیغام:

۱۔یتیموں کو ان کا مال دے دینا چاہیے خواہ وہ اپنے مال کی خبر رکھتے ہوں یا نہ رکھتے ہوں اور خواہ وہ اسے بھلا کر چکے ہیں۔''اٰتُوا الۡيَتٰمٰۤى اَمۡوَالَهُمۡ''

۲۔اسلام، محروم اور غریب و کمزور طبقے کا حامی ہے۔''الۡيَتٰمٰۤى''

۳۔یتیم بچے اپنے مال پر مالکیت کا حق رکھتے ہیں۔''اَمۡوَالَهُمۡ''

۴۔یتیم کو اس کے مال سے روکنا، اس کے مال کو خراب کرنا اور اسے کم کرنا، گناہ کبیرہ ہے۔''اِنَّهٗ كَانَ حُوۡبًا كَبِيۡرًا ۞۲''

۵۔گناہ، کبیرہ بھی ہیں اور صغیرہ بھی ہیں۔''حُوۡبًا كَبِيۡرًا ۞۲''

آیت نمبر ۳

وَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا تُقۡسِطُوۡا فِى الۡيَتٰمٰى فَانْكِحُوۡا مَا طَابَ لَـكُمۡ مِّنَ النِّسَآءِ مَثۡنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا تَعۡدِلُوۡا فَوَاحِدَةً اَوۡ مَا مَلَـكَتۡ اَيۡمَانُكُمۡ ؕ ذٰ لِكَ اَدۡنٰٓى اَلَّا تَعُوۡلُوۡا ۞۳

ترجمة الآیات

اور اگر (یتیم لڑکیوں کے ساتھ شادی کرتے وقت) تمہیں یہ خوف ہو کہ ان کے بارے میں عدالت کی رعایت نہیں کرسکو گے تو (ان کے ساتھ ازدواج سے باز رہو اور دوسری) پسندیدہ عورتوں سے نکاح کرو، دو یا تین یا چار عورتوں تک۔ پس اگر اس بات سے ڈرو کہ (عورتوں کے درمیان) عدالت پر عمل نہیں کرسکو گے تو پھر ایک ہی زوجہ کافی ہے۔ یا پھر (دوسری عورت کی بجائے) کنیز (سے استفادہ کرو) جو تمہارا مال ہے۔ (اگرچہ کنیز کے بھی کچھ حقوق ہیں جن کا خیال کرنا ضروری ہے) یہ کام تمہیں ظلم اور بے راہروی سے بہتر طور پر روک سکے گا۔

نکات:

☆ بعض لوگ یتیم بچیوں کی کفالت اور سرپرستی کے لیے انہیں اپنے گھر لے جاتے، پھر کم حق مہر پر ان سے نکاح کر لیتے اور بعد میں بڑی آسانی کے ساتھ انہیں طلاق دے دیتے تھے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اگر تمہیں عدالت کی راہوں سے ہٹنے کا خوف ہو تو دوسری عورتوں سے ازدواج کرلیا کرو۔ اس سے پہلی آیت یتیموں کے مال کے بارے میں عدالت سے کام لینے کا حکم دے رہی ہے اور یہ آیت یتیم لڑکیوں کے ساتھ شادی کے بارے میں فرمان عدالت صادر کررہی ہے۔

☆ تعدد ازدواج کے بارے میں حکمت یہ ہوسکتی ہے کہ

الف: جنگوں اور حادثات میں زیادہ تر مردوں کی ہلاکت ہوتی ہے اور عورتیں بیوہ ہوجاتی ہیں۔

ب: نوجوان حضرات بیوہ عورتوں سے شادی کرنے پر تیار نہیں ہوتے۔

ج: ساری بیوہ عورتیں اور شوہر کے بغیر والی عورتیں ضروری حد تک تقویٰ اور کنٹرول نہیں رکھتیں۔

د: ہر مہینے عورتیں کچھ دنوں کیلئے بیمار رہوتی ہیں جس کی وجہ سے ہمبستری نہیں کرسکتیں۔

نتیجہ یہ ہے کہ بیوہ کے حقوق کی حفاظت کیلئے شرائط کے مطابق مرد دوسری بیوی کرسکتا ہے تا کہ دونوں طرف کی مشکل حل ہوجاسکے۔

سوال: اس آیت میں ناانصافی والا مسئلہ مشکوک انداز میں کیوں بیان کیا گیا ہے؟ ''اِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا '' جبکہ اسی سورت کی آیت ۱۲۹ میں فرماتا ہے: ''لَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا '' یعنی تمہاری اتنی قدرت و طاقت نہیں ہے، ان دو آیتوں کو کس طرح جمع کیا جاسکتا ہے؟

جواب: یہاں یہ بات سمجھائی گئی ہے کہ مادی مسائل جیسے لباس، رہائش، خوراک اور ہمبستری والے معاملات میں عادل

رہو اور اگر ڈرتے ہو کہ عدل نہ کر سکو گے تو اپنے لیے کوئی اور پروگرام بناؤ۔ لیکن آیت ۱۲۹ میں فرمایا ہے کہ تم عدل کرنے پر ہرگز قدرت نہیں رکھتے۔ یہاں عدل کرنے سے مراد دلی رجحانات اور میلان قلبی ہے، کیونکہ دل کی خواہشات انسان کے اختیار میں نہیں رہتیں تاکہ وہ انہیں ایک جیسا تقسیم کر سکے۔ یہ جواب امام صادق علیہ السلام سے منقول حدیث کے مطابق ہے۔

(وسائل، ج ۲۱، ص ۳۴۵)

پیغام:

۱۔ اسلام محروم طبقات بالخصوص یتیموں کے حقوق اور خصوصی طور پر یتیم لڑکیوں کے حقوق کا حامی ہے نیز عفت، نکاح اور ان سے ناجائز مفاد حاصل کرنے کے سلسلے میں بھی ان کا مددگار ہے۔ ''۔۔۔فِي الْيَتٰمٰى''

۲۔ ضروری نہیں ہے کہ یتیم لڑکیوں کے ساتھ ترک ازدواج کے بارے میں تمہیں بے عدالتی کا یقین ہو بلکہ اس بے عدالتی کا احتمال اور خوف بھی کافی ہے۔ ''اِنْ خِفْتُمْ''

۳۔ بیوی کا انتخاب یتیم افراد میں سے بھی کیا جا سکتا ہے، مگر یہ کہ عدل نہ کر پانے کا خوف ہو۔ ''وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا''

۴۔ زوجہ کے انتخاب میں قلبی رجحان اور دلی میلان ہی ایک اصل ہے۔ ''طَابَ لَكُمْ''

۵۔ مرد کیلئے تعدد ازدواج کو اسلام شرائط کے ساتھ قبول کرتا ہے۔ ''فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً''

۶۔ بیویوں کی تعداد چار تک محدود بھی ہے اور ان کے درمیان عدل قائم رکھنے کی شرط بھی ہے۔ ''فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً''

(تفسیر نور الثقلین، ج ۱، ص ۴۳۹؛ کافی، ج ۵، ص ۳۶۳)

آیت نمبر ۴

وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ؕ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓـًٔا مَّرِيْٓـًٔا ④

ترجمۃ الآیات

عورتوں کو ان کا حق مہر رضا و رغبت کے ساتھ ادا کرو اور اگر انہوں نے اپنی خوشی اور رضا کے ساتھ اس سے تمہیں کچھ بخش دیا تو اسے حلال اور گوارا سمجھ کر کھاؤ۔

نکات:

☆ لفظ ''نِحْلَةٍ''، راغب اصفہانی کے بقول ''نحل'' سے لیا گیا ہے جس کے معنی ہیں ''شہد کی مکھی''، چونکہ شہد کی مکھی کسی قسم کی توقع اور لالچ کے بغیر لوگوں کو شہد کا عطیہ دیتی ہے'' اسی لیے اسے ''نحل اور ہدیہ'' کو ''نحلہ'' کہتے ہیں۔

جبکہ بعض مفسرین نے ''نحلۃ'' کا معنی ''قرض'' کیا ہے، یعنی مہر یہ مرد پر یقینی طور سے ایک قرض اور اُدھار ہے۔

☆ حدیث شریف میں ہے ''اپنا بہترین مال تین چیزوں میں خرچ کرو: ۱۔ حق مہر میں، ۲۔ حج میں اور ۳۔ کفن میں، اگر اپنا بہترین مال حق مہر میں دو گے تو تمہاری اولاد نیک اور صالح ہوگی۔ (تفسیر اطیب البیان)

☆ جاہلیت میں اور بعض اقوام، عورت کا حق مہر باپ یا ان کے رشتہ دار وصول کرتے تھے۔ قرآن میں خدا تعالیٰ نے پہلے وصول کرنے والے کا نام ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے: ''وَاٰتُوا النِّسَآءَ'' حق مہر خود عورت کو دیں۔ یہ نہیں فرمایا: 'واتوا اصدقات النساءٔ عورتوں کے حق مہر کو ادا کرو، تاکہ اس طرح کوئی بھی حق مہر وصول کرلے۔

پیغام:

۱۔ حق مہر کی ادائیگی خود اسی عورت کو کرنی ضروری ہے۔ ''وَاٰتُوا النِّسَآءَ۔۔۔''

۲۔ حق مہر عورت کا بھاؤ نہیں بلکہ یہ مرد کی طرف سے اپنی بیوی کیلئے محبت اور دوستی کی علامت ہے۔ ''صَدُقٰتِهِنَّ''

۳۔ عورت اپنے حق مہر کی مالک ہے، اس کی موجودگی میں عورت کا باپ یا دوسرے رشتہ دار حق مہر وصول کرنے کے مجاز نہیں ہیں۔ ''اٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ''

۴۔ حق مہر عورت کی قیمت نہیں بلکہ مرد کی طرف سے اپنی بیوی کیلئے ایک تحفہ ہے۔ ''نِحْلَةً ط''

۵۔ عورت کو حق حاصل ہے کہ وہ مہر وصول کرلے یا بخش دے۔ ''فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ''

۶۔ گوارا اور مبارک مال وہی ہوتا ہے جسے اس کا مالک اپنی خوشی، رضا اور رغبت سے بخش دے۔ ''فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓـًٔا''

۷۔ ظاہری اور زبانی رضامندی کافی نہیں بلکہ دلی، رضا اور رغبت ضروری ہے۔ لہٰذا جبر و اکراہ کے تحت یا شرم میں آکر

کوئی بخشش کرنا نا قابل اعتبار ہے۔''طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا''

۸۔مہر اور ہبہ، ملکیت کے اسباب میں سے ہے۔''صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ؕ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ''

۹۔عورتوں کو چاہیے کہ جذبات میں آ کر اپنا سارا حق مہر نہ بخش دیں۔''شَيْءٍ مِّنْهُ''

آیت نمبر ۵

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِيْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿۵﴾

ترجمۃ الآیات

اور اپنا مال کہ جسے اللہ نے تمہاری زندگی کا سہارا قرار دیا ہے، بے وقوفوں کے ہاتھ میں نہ دو (لیکن) انہیں کھانے کی چیزیں اور دوسرے اخراجات دو اور انہیں لباس پہناؤ اور ان سے شائستہ اور بہتر انداز میں بات کرو۔ (تاکہ وہ ازدکھی خاطرہ نہ ہوں اور اپنی حقارت کا احساس نہ کریں۔)

نکات:

☆ روایات میں شرابی اور بے اعتماد قسم کے لوگوں کو سفیہ (بیوقوف) کہا گیا ہے لہٰذا ذاتی اور عمومی قسم کے اموال بے اعتبار لوگوں کے ہاتھوں میں نہیں دینا چاہئیں۔ کیونکہ مال ہی معاشرے کے قائم رہنے کا ایک سہارا ہے۔ پس فاسق لوگوں کو مقام و منصب عطا کرنا اور کسی قسم کا اہم عہدہ ان کے سپرد کرنا معاشرے کے ساتھ خیانت کے مترادف ہوگا۔ (کافی، ج ۵، ص ۲۹۹)

☆ امام صادق علیہ السلام نے کسی شخص سے فرمایا: اپنے مال کی حفاظت کرو کیونکہ وہ تمہارے دین کا سہارا ہے۔ پھر اس آیت کی تلاوت فرمائی: ''وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِيْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا ۔۔۔'' (وسائل، ج ۷، ص ۱۲۶)

☆ امام باقر علیہ السلام، السُّفَهَآءَ کے معنی بتاتے ہیں کہ اس سے مراد ایسا شخص ہے جس پر اعتماد نہ کیا جا سکے۔ (وسائل، ج ۱۶، ص ۳۶۹)

پیغام:

۱۔سفیہ اپنے مال میں تصرف کا حق نہیں رکھتا۔''لَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ''

۲۔ ایسا مال جس پر معاشرے کی بقا ہے وہ بیوقفوں کے اختیار میں نہیں ہونا چاہیے۔ ''اَمْوَالَكُمُ الَّتِيْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا''

۳۔ سفیہ شخص اگر اپنے ہی مال پر حاکم ہو تب بھی وہ معاشرے کیلئے ایک اقتصادی نقصان ہے۔ افراد کے ذاتی اموال پر بھی معاشرے کا حق ہوتا ہے اس لیے ''اَمْوَالَكُمُ'' کا جملہ استعمال ہوا اور ''اَمْوَالَهُمْ'' نہیں کہا گیا۔

۴۔ میل ملاقات اور تعلقات قائم کرنے میں بھی معاشرے کی اقتصادی مصلحتوں اور فکری ترقی کو پیش نظر رکھا جائے، وقتی اور عارضی قسم کے ترس اور رحم سے کام نہ لیا جائے۔ ''لَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ''

۵۔ مال و دولت، زندگی اور اقتصاد کا سہارا اور معاشرتی نظام کا ایک اہم عنصر ہے۔ ''جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا''

۶۔ سرمایہ کو منجمد نہیں رہنا چاہیے، یتیموں اور سفیہوں کا مال بھی مصنوعات اور دیگر منافع بخش کاروبار میں لگا دینا چاہیے تاکہ اس کے منافع سے ان کی گذر بسر ہوتی رہے اور اصل زر محفوظ رہے۔ اسی لیے ''وَّارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا'' کہا ہے ''منھا'' نہیں کہا۔

۷۔ معاشرے کے محروم طبقے کی روحانی نفسیاتی کیفیت، ان کی شخصیت اور وقار کو بھی ملحوظ خاطر رکھا جائے۔ ''وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا۝۵''

۸۔ انسانی افراد کو اگر ان کے مال میں تصرف کرنے سے روک دیا جائے تو اس کا ردعمل ضرور ہوتا ہے، جس کا علاج احسن و شیرین انداز میں گفتگو کرنا ہے۔ ''قَوْلًا مَّعْرُوْفًا۝۵''

آیت نمبر ۶

وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰٓى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ۚ وَلَا تَاْكُلُوْهَآ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا ۭ وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا۝۶

ترجمة الآيات

اور یتیموں کو آزماتے رہو یہاں تک کہ وہ (سن) بلوغ واز دواج کی حد کو پہنچ جائیں۔ پس اگر ان میں کافی سوجھ بوجھ پاؤ تو ان کا مال انہیں لوٹا دو اور اسے اس (اندیشہ) کی وجہ سے فضول خرچی اور جلدی میں خرچ نہ کر ڈالو کہ وہ بڑے ہو جائیں گے۔ جو (ولی یا سر پرست) دولت مند ہے تو اسے (یتیم کے مال سے حق زحمت لینے سے) چشم پوشی کرنا چاہیے اور جو ضرورت مند ہو وہ (یتیم کے مال کی نگرانی کرنے کے عوض) دستور کے مطابق کھا سکتا ہے۔ جب (ان کے سن بلوغ تک پہنچنے کے بعد) ان کا مال انہیں واپس کرو تو (کچھ لوگوں کو اس پر) گواہ اور شاہد بھی بنالو۔ (گواہی ظاہری طور پر یتیموں کے حقوق کی حفاظت کے لیے ہے) ورنہ حساب لینے کے لیے تو اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے۔

نکات:

☆ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا" سے مراد یہ ہے کہ یتیم افراد میں اتنی صلاحیت ہو کہ وہ اپنے مال کی حفاظت کر سکیں۔ (من لایحضرہ الفقیہ، ج ۴، ص ۲۲۳)

ایسا ہی فرمایا: "فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ" سے مراد اتنا ہے کہ اس کا شکم سیر ہو جائے۔ (کافی، ج ۵، ص ۱۳۰)

پیغام:

مال یتیم کی واپسی کیلئے قوانین

۱۔ یتیموں کو بالغ ہونے سے پہلے اقتصادی سوجھ بوجھ کے لیے آزماؤ اور ان میں سوجھ بوجھ پیدا کرنے کے لیے تربیت دو۔ "وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى ---"

۲۔ یتیم فرد اپنے ولی کے زیر نظر رہتے ہوئے اپنے مال میں تصرف کا حق رکھتا ہے۔ "وَابْتَلُوْا" پر عمل کا لازمہ یہ ہے کہ یتیم اپنے ولی کے زیر نظر مال میں تصرف کرے تاکہ اس کی آزمائش ہو سکے۔

۳۔ سرمائے کو ان کے اختیار میں دینے کے لیے جہاں سن کے لحاظ سے بلوغ ضروری ہے وہاں اقتصادی اور اجتماعی و معاشرتی بلوغ بھی لازمی ہے۔ "اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا"

۴۔ یتیم کا مال اس کے سپرد کرنے کے لیے خیال اور گمان کا ہونا کافی نہیں ہے بلکہ احتیاط کے پیش نظر ان میں سوجھ بوجھ

کی موجودگی کا پورا پورا اطمینان ہونا چاہیے۔ ''اٰنَسۡتُمۡ مِّنۡهُمۡ رُشۡدًا ''

۵۔ملکیت کیلئے تصرف کا جائز ہونا ہی کافی نہیں ہے، یتیم مالک ہے لیکن جب تک اس میں رشد فکری و عملی نہ آجائے وہ تصرف کا حق نہیں رکھتا۔ ''فَاِنۡ اٰنَسۡتُمۡ مِّنۡهُمۡ رُشۡدًا ''

٦۔دولت مند افراد کو معاشرتی و اجتماعی خدمات انجام دیتے ہوئے لوگوں کی تعریف و تمجید کی پروا نہیں کرنی چاہیے۔ ''مَنۡ كَانَ غَنِيًّا فَلۡيَسۡتَعۡفِفۡ ۚ ''

۷۔حق زحمت لینے کے لیے ضرورت اور معمول کے مطابق رائج اصولوں کو پیش نظر رکھا جائے۔ ''فَلۡيَاۡكُلۡ بِالۡمَعۡرُوۡفِ ؕ ''

۸۔یتیموں کے مال کی بھی حفاظت کرو اور اپنی آبرو کو بھی بچاؤ۔انہیں مال واپس کرتے وقت گواہ ضرور ٹھہرا لیا کرو تا کہ اس طرح سے آئندہ کے لیے پیش آنے والے اختلافات اور تہمتوں سے تمہاری آبرو محفوظ رہے۔ ''فَاَشۡهِدُوۡا عَلَيۡهِمۡ ؕ ''

۹۔انسانوں کی گواہی دنیاوی عزت و آبرو کو بچانے کے لیے ہے جبکہ خدا کی گواہی آخرت کے لیے ہے۔ ''وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيۡبًا ۞ ''

۱۰۔گواہوں کا مقرر کرنا معاشرے میں لڑائی جھگڑوں سے بچاتا ہے لیکن قیامت کا حساب اپنی جگہ باقی ہے۔ ''وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيۡبًا ۞ ''

آیت نمبر ۷

لِلرِّجَالِ نَصِيۡبٌ مِّمَّا تَرَكَ الۡوَالِدٰنِ وَالۡاَقۡرَبُوۡنَ ۖ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيۡبٌ مِّمَّا تَرَكَ الۡوَالِدٰنِ وَالۡاَقۡرَبُوۡنَ مِمَّا قَلَّ مِنۡهُ اَوۡ كَثُرَ ؕ نَصِيۡبًا مَّفۡرُوۡضًا ۞

ترجمۃ الآیات

ماں باپ اور قرابتداروں کے (مرنے کے بعد ان کے) مال سے کچھ حصہ تو خاص مردوں کا ہے اور (اسی طرح) ماں باپ اور قرابتداروں کے ترکہ سے کچھ خاص حصہ عورتوں کا بھی ہے خواہ ترکہ کی مقدار کم ہو یا زیادہ یہ حصہ مقرر شدہ اور قطعی ہے۔

پیغام:

۱۔عورتیں بھی مردوں کی طرح حق وراثت رکھتی ہیں اور دین ان کے حقوق کا محافظ ہے۔''لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ۪ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيبٌ ''

۲۔ارث ملکیت کے اسباب میں سے ہے۔''لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ ''

۳۔جو رشتہ دار نسب کے اعتبار سے قریب تر ہیں، وراثت میں حق اولویت رکھتے ہیں۔''الْاَقْرَبُوْنَ ''

۴۔اصل چیز وراثت کی عادلانہ تقسیم ہے اس کی مقدار ثانوی حیثیت رکھتی ہے۔''قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ ؕ''

۵۔وراثت میں مقرر کردہ حصے تبدیل نہیں کیے جاسکتے۔''نَصِيبًا مَّفْرُوْضًا ۝۷''

آیت نمبر ۸

وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝۸

ترجمۃ الآیات

اگر (وراثت کی) تقسیم کے وقت (ایسے) قریبی رشتہ دار (جو وراثت نہیں لے سکتے) اور یتیم اور مسکین موجود ہوں تو انہیں بھی اس مال سے کچھ دے دو۔ اور ان کے ساتھ شائستہ اور اچھی پسند گفتگو کرو۔

نکات:

☆ ''اُولُوا الْقُرْبٰى'' کو ''الْيَتٰمٰى اور الْمَسٰكِيْنُ'' کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد ایسے قریبی رشتہ دار ہیں جو غریب ہیں اور قانون قاعدے کے مطابق وہ وراثت میں حصہ دار نہیں ہیں۔ آیت کا آخری حصہ کی سفارش بھی اس بات کی تائید کر رہی ہے۔

پیغام:

۱۔محروم طبقہ کی نظروں، ان کی موجودگی اور فطری توقعات کو مدنظر رکھو۔''وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ ''

۲۔ وراثت کے مال کو چھپ چھپا کر تقسیم نہ کرو بلکہ جتنا ممکن ہو سکے دوسروں کی موجودگی میں ایسا کرو۔ ''حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى''

۳۔ وراثت کی تقسیم میں اُن افراد کے علاوہ جن کا معین حصہ ہے، فقرا، محروم افراد اور یتیموں کا بھی خیال رکھنا چاہیے۔ ''نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا۝ ۔ ۔ ۔ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ''

۴۔ مالی تحائف اور شیرین زبانی کے ذریعے حسد اور کینوں کا راستہ روکو اور خاندانی رشتوں کو مزید مستحکم کرو۔ ''فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَقُوْلُوْا''

۵۔ مادی تحائف معنوی اور قلبی مہربانی، محبت اور نرمی کے ہمراہ ہوں۔ ''قُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا۝۸''

آیت نمبر ۹

وَلْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَيْهِمْ ۖ فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَلْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا۝۹

ترجمۃ الآیات

یہ لوگ خیال کریں کہ اگر وہ اپنے پیچھے کمزور و ناتواں اولاد چھوڑ کر جائیں تو انہیں ان کے مستقبل کے بارے میں کتنا اندیشہ ہوگا پس انہیں (دوسرے لوگوں کے یتیموں کے بارے میں) ڈرنا چاہیے، خدا کی مخالفت سے پرہیز کرنا چاہیے اور صاف سیدھی بات کرنی چاہیے۔

نکات:

☆ روایات کے مطابق یتیموں کا مال کھانے کا ردعمل دنیا میں بھی ہوتا ہے اور آخرت میں بھی ہوتا ہے۔ دنیا میں تو اولاد کو نقصان پہنچتا ہے، جو اسی آیت میں مذکور ہے اور آخرت میں دوزخ کا عذاب ہے جو اس کے بعد والی آیت میں بیان ہو رہا ہے۔ (تفسیر نور الثقلین)

☆ ممکن ہے کہ اس آیت کے معنی غیر معتدل قسم کے خرچ اور وصیت ہوں کہ جس سے مراد یہ ہو سکتی ہے کہ مبادا کمسن اور ناتواں اولاد کے ہوتے ہوئے سارا مال خدا کے لیے وقف کر دو یا اسے خرچ کر ڈالو اور مرنے کے بعد اپنی اولاد کو افلاس، بدبختی اور فقر و فاقہ میں چھوڑ جاؤ۔ (تفسیر مجمع البیان)

یہ بھی ممکن ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں ہو جن کی اولاد ذہنی یا جسمانی پسماندگی کا شکار ہے تا کہ وہ ان کے مستقبل کے بارے میں بہتر زندگی کا منصوبہ تیار کریں۔(تفسیر کبیر، فخر رازی)

☆ خیر یا شر تک پہنچنے میں نسلوں کا تعلق ہے کیونکہ اعمال کے اثرات ہماری زندگی تک محدود نہیں ہوتے۔باپ کی برائی اولاد تک پہنچے گی، اسی طرح باپ کی نیکیوں کے اچھے اثرات سے بھی اولاد فائدہ اٹھائے گی۔حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضرؑ کی کہانی میں یتیموں کیلئے اس دیوار کی مرمت کرنا جس کے نیچے خزانہ تھا، اس کی ایک مثال ہے۔قرآن فرماتا ہے:"کَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا"(کھف۔۸۲)

پیغام:

۱۔اپنے آپ کو دوسروں کی جگہ پر سمجھنا چاہیے تا کہ درد وغم کا بہتر ادراک ہو سکے، ہمیں دوسروں کے یتیموں کے ساتھ بھی وہی سلوک کرنا چاہیے جس قسم کے سلوک کی توقع اپنے یتیموں کے بارے میں رکھتے ہیں۔"تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا"

۲۔جو کوئی آگ جلاتا ہے اس کا دھواں بھی اسی کی آنکھوں میں جاتا ہے(جو کسی کے ساتھ جیسا سلوک کرے گا اس کے ساتھ بھی ویسا ہی سلوک ہوگا۔) آج اگر ہم دوسروں کے یتیموں پر ظلم کریں گے تو ایک معاشرتی رسم کی صورت میں کل ہمارے یتیموں کے ساتھ ظلم کی صورت اختیار کرے گی۔"وَلْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا ---"

۳۔تبلیغ کے لیے انسانی ہمدردی اور فطری تقاضوں سے استفادہ کرنا چاہیے۔"ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا"

۴۔یتیموں کے بارے میں خیال رکھنا چاہیے کہ نہ تو ان کے مال میں خیانت کی جائے اور نہ گفتگو میں سختی سے کام لیا جائے۔"فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَلْيَقُوْلُوْا ---"

۵۔یتیموں کو جہاں لباس اور خوراک کی ضرورت پڑتی ہے وہاں محبت، ہمدردی اور تربیت بھی ان کے لیے نہایت ضروری ہے۔"وَلْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ⑨"

آیت نمبر ۱۰

اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِىْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ؕ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ⑩

ترجمۃ الآیات

یقیناً جو لوگ ظلم کے ساتھ یتیموں کا مال کھاتے ہیں درحقیقت وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے

ہیں اور عنقریب بھڑکائی ہوئی آگ میں ڈالے جائیں گے۔

نکات:

☆ علامہ طباطبائی نے اس آیت کو قیامت کے دن تجسم اعمال پر دلیل کے طور پر پیش کیا ہے۔ کیونکہ قرآن نے فرمایا: یتیموں کا مال آگ بن جائے گا اور جو اسے کھائے گا وہ اسے جلا دے گا۔

پیغام:

۱۔ دنیا میں یتیموں کے مال کو کھانے کی حقیقی شکل قیامت میں آگ کھانے کی صورت میں ظاہر ہوگی۔ ''يَأْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَأْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ؕ''

۲۔ یتیموں کے گھر میں رہنا اور ان کا مال کھانا اگر ظلم کے دائرے میں نہ آئے، ان کیلئے کسی نقصان کا باعث نہ بنے ہوتو کوئی حرج نہیں ہے۔ (وہاں رہنے والا ان کے بارے میں کوئی بری نیت بھی نہ رکھتا ہو۔) ''يَأْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا''

آیت نمبر ۱۱

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ ۗ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۚ فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۚ وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ؕ وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗٓ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهٗٓ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ؕ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ؕ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۱﴾

ترجمۃ الآیات

خدا تمہاری اولاد کے حق میں تم سے وصیت کرتا ہے کہ لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے اور اگر تمہاری اولاد میں سے صرف دو (یا دو) سے زیادہ لڑکیاں ہوں تو ان کا مقرر حصہ کل ترکہ کا دو تہائی ہے اور اگر ایک لڑکی ہے تو آدھا اس کا ہے اور (میت کے) ماں باپ میں سے ہر ایک کے لیے مال متروکہ میں سے چھٹا حصہ ہے جب میت کی کوئی اولاد موجود ہو۔ اگر کوئی اولاد نہ ہو اور (صرف) ماں باپ ہی اس کے وارث ہوں تو ماں کیلئے ایک تہائی ہے (اور باقی حصہ باپ کا ہے) اور اگر میت کے بھائی بھی ہوں تو اس وقت ماں کا چھٹا حصہ ہوگا (اور باقی پانچواں۔ چھٹا حصہ باپ کا اور یہ سب) اس کی تعمیل اور (ادائے) قرض کے بعد ہے جس کے بارے میں میت نے وصیت کی ہے۔ تم یہ نہیں جانتے کہ تمہارے ماں باپ یا تمہاری اولاد میں سے کون تمہارے لیے زیادہ سودمند ہے، یہ احکام خدا کی طرف سے تم پر واجب کیے جا چکے ہیں یقیناً خدا دانا اور حکمت والا ہے۔

نکات:

☆ وراثت میں اگرچہ عورت کا حصہ مرد سے آدھا ہے، لیکن اس کا فائدہ مرد کے حصے سے دگنا ہے۔ فرض کریں موجودہ مقدار کے تیس حصے ہیں، جس میں سے دس لڑکی کے اور بیس لڑکے کیلئے ہیں، لڑکی کا کوئی خرچہ نہیں ہے اس لیے وہ اپنے حصہ کو محفوظ کر لیتی ہے اور زندگی کے اخراجات کیلئے لڑکے کے حصہ جو کہ بیس حصے تھا، اس میں سے استعمال کرتی ہے یعنی اپنی ضرورت کو مرد کے حصے سے پورا کرتی ہے جبکہ اپنے حصے کو بچت میں رکھ لیتی ہے لہٰذا لڑکی حصہ تو آدھا وصول کرتی ہے لیکن اس کے تمام اخراجات کوئی اور پورے کرتا ہے۔

☆ امام جواد علیہ السلام سے روایت ہے کہ عورت کے ذمے کسی قسم کا انفرادی یا اجتماعی خرچہ نہیں ہے، اس کے علاوہ وہ شادی کے بعد حق مہر لینے کی مجاز ہے جبکہ مرد اس کا حق مہر بھی ادا کرتا ہے اور اس کی زندگی کے اخراجات بھی ادا کرنے کا پابند ہے۔ عورت بغیر کسی ذمہ داری کے وراثت میں سے حصہ لیتی ہے، جسے بچت کرنے اور محفوظ کرنے کا حق رکھتی ہے اور دوسری طرف اپنے اخراجات کیلئے مرد کے حصے سے فائدہ اٹھاتی ہے۔ (تفسیر نور الثقلین)

☆ وراثت کے احکام تورات میں بھی بیان ہوئے ہیں۔ (تورات، سفر اعداد، باب ۲۷، آیہ ۸۔۱۱)

انجیل میں ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا: میں اس لیے نہیں آیا کہ احکام تورات میں ردو بدل کروں۔

☆ زمانہ جاہلیت کے عرب عورتوں اور بچوں کو وراثت سے محروم کر دیتے تھے لیکن اسلام نے وراثت سے اولاد میں سے ہر ایک کیلئے اور بیوی کیلئے اس کی ضرورت کے مطابق حصہ مقرر فرمایا ہے۔

☆ اولاد کے لیے ماں باپ کی وراثت کا حصول والدین کے تحرک کا سبب بنتا ہے۔ اگر انسان کو اس بات کا یقین ہو جائے کہ اس کا مال اس کی اولاد کو نہیں ملے گا تو وہ کسی خاص قسم کے تحرک کا مظاہرہ نہیں کرے گا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ جب فرانس میں وراثت کے قانون کو ختم کیا گیا تو ملک بھر میں اقتصادی معاشی معاملات کم ہو گئے، جس کی وجہ سے تجارت بیٹھنے لگی۔

☆ وفات پا جانے والے شخص کے والدین کو زیادہ حصہ دینے کی ایک وجہ شاید یہ ہے کہ جب والدین اپنی زندگی کے آخری ایام گذار رہے ہوتے ہیں تو ان کی ضروریات زندگی کم ہوتی ہیں، اگر فوت ہونے والے فرد کا بھائی نہ ہو تو اس کی والدہ کو ایک تہائی حصہ ملے گا اور اگر بھائی موجود ہو تو چھٹا حصہ ملے گا اور باقی والد کے حصہ میں آئے گا۔ اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ وفات پانے والے شخص کے بھائیوں کے اخراجات عام طور پر والد کے ذمے ہوتے ہیں، والدہ کے ذمے نہیں ہوتے۔

☆ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: مرنے والے کا قرض ادا کرنا اس کی وصیت پر عمل کرنے پر ترجیح رکھتا ہے۔ (تفسیر نور الثقلین) لہٰذا اگر اس کی وصیت شرعی قوانین کے خلاف ہو تو اس کی وصیت پر عمل نہ کیا جائے۔ (بحار، ج ۱۰۰، ص ۲۰۱، وتفسیر قمی)

☆ ایک آدمی اس لیے پریشان تھا کہ اس کی بیوی نے لڑکی کو جنم دیا تھا، امام صادق علیہ السلام نے اس کیلئے آیت کا یہ حصہ تلاوت فرمایا: ''لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ؕ'' (تفسیر نور الثقلین)

پیغام:

۱۔ اسلام دین فطرت ہے، اولاد والدین کے وجود کا تسلسل ہے اور جس طرح والدین کی جسمانی اور روحانی صفات و خصوصیات اولاد کو منتقل ہوتی ہیں اسی طرح ان کا مال بھی اولاد ہی کو منتقل ہوگا۔ ''يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ ۚ''

۲۔ وصیت انسان کا حق ہے جو کہ ورثا کے حقوق پر مقدم ہے۔ ''مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ''

۳۔ لوگوں کے حقوق، قریبیوں اور وارثوں کے حقوق پر مقدم ہیں۔ ''مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ؕ''

۴۔ رشتہ داروں کی وراثت کے حصوں کو معین کرنے میں اور ان کے درمیان موجود فرق کے اندر کئی طرح کی حکمت پوشیدہ ہے، جسے ہم نہیں سمجھ سکتے۔ وراثت کا مقرر کردہ حصہ انسانیت کی حقیقی مصلحتوں کی بنیاد پر استوار ہے ہر چند کہ خود انسان انہیں نہ سمجھ پائے۔ ''لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ؕ''

۵۔ قانون بنانے اور اس کے نفاذ کیلئے علم و حکمت دو بنیادی شرطیں ہیں، اسی طرح وراثت کے احکام، الٰہی علم و حکمت کی اساس پر استوار ہیں۔ ''فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ⑪''

آیت نمبر ۱۲

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَإِنْ
كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِينَ
بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۗ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ ۚ
فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ
تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۗ وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَالَةً أَوِ امْرَأَةٌ وَلَهُ
أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَإِنْ كَانُوا أَكْثَرَ
مِنْ ذَٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصَىٰ بِهَا أَوْ
دَيْنٍ ۙ غَيْرَ مُضَارٍّ ۚ وَصِيَّةً مِنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَلِيمٌ ﴿١٢﴾

ترجمۃ الآیات

اور جو کچھ تمہاری بیویاں چھوڑ کر (مر) جائیں پس اگر ان کے کوئی اولاد نہ ہو (خواہ اور شوہر سے بھی) تو تم (مردوں) کے لیے آدھا حصہ ہے اور اگر ان کے ہاں کوئی اولاد ہو تو جو کچھ وہ ترکہ چھوڑیں اس میں سے تمہارا چوتھائی حصہ ہے اور وہ بھی عورت نے جس کی وصیت کی ہو اور ادائے قرض کے بعد ہے اور تمہارے ترکہ میں سے تمہاری بیویوں کا بعض چیزوں میں سے ایک چوتھائی حصہ ہے لیکن اگر تمہاری کوئی اولاد ہو (چاہے دوسری بیوی سے ہی ہو) تو تمہارے ترکہ میں سے ان کا خاص چیزوں میں آٹھواں حصہ ہے۔ (یہ تقسیم) وصیت پر عمل کرنے یا قرض کے ادا کرنے کے بعد ہوگی۔ اور اگر مرد یا عورت جو اس سے وراثت پائیں کلالہ (اخیافی بہن بھائی) ہوں (یعنی نہ اس کے والدین ہوں اور نہ ہی اولاد ہو) اور اس کے بھائی یا بہن ہوں تو ان میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا اور اگر یہ (بہن بھائی) ایک

سے زیادہ ہوں تو وہ سب ایک تہائی میں شریک ہیں۔ (البتہ یہ) میت کی وصیت پر عمل کرنے یا اس کا قرض ادا کرنے کے بعد ہوگا اور اس کی وصیت کسی وارث کو ضرر پہنچانے کے لیے نہ ہو یہ خدا کی طرف سے سفارش ہے اور خدا جاننے والا بردبار ہے۔

نکات:

☆ اس سے پہلی والی آیت میں اولاد اور والدین کی میراث کا ذکر تھا اور اس آیت میں زن و شوہر اور مادری بہن بھائیوں کی میراث کی بات ہو رہی ہے۔ البتہ احکام وراثت پر روایات کی روشنی میں عمل درآمد کرنا چاہیے۔ کیونکہ ان کی بہت زیادہ فروعات اور شاخیں ہیں جن کا قرآن پاک کی آیات میں ذکر نہیں ہوا۔

☆ قرآن پاک میں ''كَلٰلَةً'' کا لفظ دو مرتبہ استعمال ہوا ہے، ایک تو اسی آیت میں اور دوسرا اسی سورت کی آخری آیت میں آیا ہے۔ لغت میں اس کا معنی احاطہ ہے، یعنی ایسا رشتہ جس میں وہ فرد اور اس کا بیٹا شامل ہے۔ ''اکلیل'' ایک تاج ہے جو پورے سر کو ڈھانپ لیتا ہے۔ ''کل'' ایسا لفظ ہے جس نے تمام اعداد کا احاطہ کر رکھا ہے۔

وراثت کی بحث میں اس لفظ کے دو معنی ہیں:

۱۔ میت کے مادری بھائی اور بہنیں، یہ وہ معنی ہے جو اس آیت میں استعمال ہوا ہے۔

۲۔ مرنے والے کے پدری مادری بھائی بہن یا صرف پدری، یہ وہ معنی ہے جو دوسری آیت میں استعمال ہوا ہے۔

☆ اگرچہ قرض کی ادائیگی، وصیت پر عمل کرنے سے مقدم ہے لیکن کیونکہ عمل کے وقت وصیت کو انجام دینا مشکل ہے اس لیے خدا تعالیٰ نے آیت میں پہلے وصیت پر عمل کو ذکر کیا ہے اور پھر قرض کی ادائیگی کا ذکر کیا ہے۔ (تفسیر صافی)

☆ حدیث میں ہے کہ ثلث مال کی وصیت کرنا، زیادہ ہے۔ کوشش کرو کہ تمہارے ورثا میراث سے زیادہ فائدہ اٹھا سکیں تا کہ سب بے نیاز ہو جائیں۔ وصیت میں کسی کو تکلیف پہنچانا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ ایسی وصیت پر عمل کرنا ضروری نہیں ہے جو وارث کو نقصان پہنچا سکتی ہو۔ (تفسیر کبیر، فخر رازی)

☆ اگر کسی مرد کی ایک سے زائد بیویاں ہوں تو ان کے درمیان ایک چہارم یا آٹھواں حصہ برابر تقسیم ہوگا۔

☆ مرنے والے کے قرض اور ادائیگیوں میں اللہ کا قرض بھی شامل ہے، جیسے حج، خمس، زکوٰۃ اور کفارہ وغیرہ۔ اسی طرح عوامی قرض بھی شامل ہیں۔ (تفسیر کبیر، فخر رازی)

پیغام:

۱۔ لوگوں کے قرض کی ادائیگی اتنی اہم ہے کہ ان دو آیتوں میں اس کا چار مرتبہ ذکر آیا ہے۔ ''مِنۡۢ بَعۡدِ وَصِيَّةٍ يُّوۡصِيۡنَ بِهَاۤ اَوۡ دَيۡنٍ ؕ'' احادیث میں ہے کہ قیامت میں شہید کے تمام گناہ بخش دیے جائیں گے سوائے اس کے قرض اور

ادائیگی کے۔(میزان الحکمۃ، حدیث ۹۷۷۶)

۲۔ اولاد کا ہونا، خواہ دوسری بیوی یا شوہر سے ہو، مرد اور عورت دونوں کے حصوں کو آدھا کر دیتا ہے۔ تاکہ مرنے والے کے دوسرے بچے بھی حصہ حاصل کر سکیں، ان بچوں میں خواہ لڑکی ہو یا لڑکا۔ ''فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ ''

۳۔ وصیت کرتے وقت ورثا کے حالات کو مدنظر رکھنا چاہیے تاکہ انہیں کوئی نقصان نہ پہنچے۔ ''غَيْرَ مُضَآرٍّ ''

۴۔ اسلام صرف دنیاوی زندگی میں ہی دوسروں کو نقصان پہنچانے کی نفی نہیں کرتا بلکہ موت کے بعد بھی دوسروں کو نقصان پہنچانے (کی منصوبہ بندی) سے منع کرتا ہے۔

۵۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے وراثت کی تقسیم پورے علم اور عمل کے ساتھ ہے لہٰذا اگر تم نے اس کی خلاف ورزی کی تو یاد رکھو کہ خدا بڑا حلیم ہے سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا۔ ''وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۲﴾''

آیت نمبر ۱۳

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۳﴾

ترجمۃ الآیات

(جو کچھ بتایا گیا ہے) یہ خدا کی مقرر کردہ حدود اور قوانین ہیں اور جو شخص خدا اور رسولؐ کی اطاعت کرے گا خداوند عالم اسے (جنت کے) باغات میں داخل کرے گا، جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں وہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔

پیغام:

۱۔ وراثت کے احکام خدائی حدود ہیں لہٰذا ان حدود سے تجاوز نہیں کرنا چاہیے۔ ''تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ ''

۲۔ رسول خدا کی اطاعت، خدا کی اطاعت کے زمرے میں آتی ہے۔ ''وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ''

۳۔ خدائی راستے پر رہنے اور چلنے میں ہی کامیابی اور سعادت ہے نہ کہ وراثت کو نگل جانے میں۔ ''ذٰلِكَ الْفَوْزُ ''

آیت نمبر ۱۴

وَمَنۡ یَّعۡصِ اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ وَیَتَعَدَّ حُدُوۡدَہٗ یُدۡخِلۡہُ نَارًا خَالِدًا فِیۡہَا ۪ وَلَہٗ عَذَابٌ مُّہِیۡنٌ ﴿۱۴﴾

ترجمۃ الآیات

اور جو شخص خدا اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور خدا کی حدود سے تجاوز کرے گا تو خدا تعالیٰ اسے جہنم میں بھیج دے گا۔ وہ ہمیشہ کے لیے اس میں رہے گا اور وہ اس کے لیے رسوا کن عذاب ہوگا۔

پیغام:

۱۔ جو لوگ وصیت نامہ پر عمل نہیں کرتے یا متوفی کے قرضہ جات ادا نہیں کرتے، یا اسناد میں ردوبدل کر کے یا بعض دوسرے وارثوں کے حقوق پر ڈاکہ ڈال کر مال غصب کر لیتے ہیں وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خدا کے قہر و عذاب میں رہیں گے۔ ''تِلۡکَ حُدُوۡدُ اللّٰہِ ؕ ۔ ۔ ۔ وَیَتَعَدَّ حُدُوۡدَہٗ''

۲۔ سعادت اور بدبختی کا معیار خدا اور اس کے رسول کی اطاعت یا نافرمانی ہے کچھ اور نہیں۔ ''وَمَنۡ یُّطِعِ اللّٰہَ ۔ ۔ ۔ وَمَنۡ یَّعۡصِ اللّٰہَ''

۳۔ رسول خدا کی نافرمانی، خدا تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔ ''یَّعۡصِ اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ''

۴۔ مسلسل نافرمانی کرنا، ہیشگی کا باعث ہے۔ ''وَمَنۡ یَّعۡصِ اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ وَیَتَعَدَّ حُدُوۡدَہٗ یُدۡخِلۡہُ نَارًا خَالِدًا فِیۡہَا ۪'' یہاں ''یَّعۡصِ'' فعل مضارع ہے اور یہ استمرار و تسلسل کی علامت ہے۔

۵۔ دوسروں کے حقوق پر ڈاکہ ڈالنے والوں کا شمار کفار کی فہرست میں ہوتا ہے جو ہمیشہ کے عذاب میں گرفتار رہیں گے۔ ''خَالِدًا فِیۡہَا ۪''

۶۔ خدا کا قہر، جسمانی عذاب بھی رکھتا ہے اور روحی ذلت و خواری بھی ہے۔ ''عَذَابٌ مُّہِیۡنٌ ﴿۱۴﴾''

آیت نمبر ۱۵

وَالّٰتِیۡ یَاۡتِیۡنَ الۡفَاحِشَۃَ مِنۡ نِّسَآئِکُمۡ فَاسۡتَشۡہِدُوۡا عَلَیۡہِنَّ اَرۡبَعَۃً مِّنۡکُمۡ ۚ فَاِنۡ شَہِدُوۡا فَاَمۡسِکُوۡہُنَّ فِی الۡبُیُوۡتِ حَتّٰی یَتَوَفّٰہُنَّ الۡمَوۡتُ اَوۡ یَجۡعَلَ اللّٰہُ لَہُنَّ سَبِیۡلًا ﴿۱۵﴾

ترجمۃ الآیات

تمہاری عورتوں میں سے جو بھی زنا کی مرتکب ہوتی ہیں تو چاہیے کہ تم اپنے مردوں میں سے چار افراد کو ان پر گواہ ٹھہراؤ، پس اگر وہ (عورتوں کے زنا پر) گواہی دیں تو ایسی عورتوں کو (اپنے) گھر میں روکے رکھو یہاں تک کہ انہیں موت آ جائے یا خداوند عالم ان کے لیے کوئی طریقہ نکالے۔ (یا کوئی نیا قانون لے آئے۔)

نکات:

☆ امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: دوسرا راستہ جو خدا تعالیٰ قرار دیتا ہے اس سے مراد حدود الٰہی وسنگسار اور کوڑے ہیں۔ (تفسیر برہان، ج۱، ص ۳۵۳)

☆ بعض افراد نے اس آیت کے مفہوم میں مساحقہ اور عورتوں کی ہم جنس بازی کو بھی شامل کیا ہے۔ مجمع البیان میں پیامبر اکرمؐ سے روایت نقل کرتے ہیں جو اس بات کی تائید کرتی ہے۔ (تفسیر راہنما)

☆ ایک روایت میں ہم پڑھتے ہیں کہ زنا کار عورتوں کو گھر میں بند کر دینے والی رسم جاہلیت کے دور میں بھی تھی، اسلام نے شروع میں ہی اسے قبول کر لیا تھا لیکن بعد میں جب اسلامی حکومت کے پاؤں مضبوط ہو گئے تو اس مسئلہ یعنی قید کر دینے کو حد جاری کر دینے کی طرف موڑ دیا گیا۔ (وسائل، ج ۲۸، ۶۱)

پیغام:

۱۔ اسلام نے لوگوں کے شرف اور ان کی آبرو کی حفاظت کے لیے زنا جیسے گناہ کے لیے چار گواہ مقرر فرمائے ہیں، اگر تین گواہ گواہی دیں تو انہیں کوڑے مارے جائیں گے۔ لیکن قتل کے لیے صرف دو گواہ کافی ہیں۔ ''اَرۡبَعَۃً مِّنۡکُمۡ ۚ''

۲۔زنا کے گواہ مرد بھی ہوں اور مسلمان بھی ہوں تاکہ جرم کے ثابت کرنے کے لیے ضروری اور پوری دقت کو پیش نظر رکھا جائے۔''اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ''

۳۔زنا کیلئے گواہی دینا واجب نہیں ہے۔''فَاِنْ شَهِدُوْا'

۴۔فیصلہ کرنے میں اپنے علم پر اکتفا نہیں کرنا چاہیے بلکہ گواہی ضروری ہے۔''فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ ''

۵۔زنا کار عورت کی سزا یہ ہے کہ اسے گھر میں بند کر دیا جائے حکومتی یا عمومی قید خانوں میں بند نہیں کرنا چاہیے۔کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ عمومی قید خانوں میں گناہ کے زیادہ طریقے سیکھ لیں۔''فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِي الْبُيُوْتِ''

۶۔عورت کو گھر میں قید کرنے کا حکم اس لیے ہے تاکہ وہ معاشرے کے دوسرے افراد کے اخلاق کو نہ بگاڑے، شادی سے محروم رہے اور اپنے لیے لذت کا سامان پیدا نہ کرسکے۔''فَاَمْسِكُوْهُنَّ ''

۷۔معاشرے کو صحیح وسالم اور صاف ستھرا رکھنے کے لیے مجرم کو قید کرنا ضروری ہے۔''فَاَمْسِكُوْهُنَّ ''

۸۔عمر قید ان عورتوں کی سزا تھی جو شوہر دار ہونے کے باوجود زنا کا ارتکاب کرتیں۔''حَتّٰى يَتَوَفّٰىهُنَّ الْمَوْتُ'' البتہ یہ حکم عارضی تھا اور اس وقت تک تھا جب تک کہ کوڑے اور سنگسار کرنے کا حکم نہیں آیا تھا۔''اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا ۝۱۵''

آیت نمبر ۱۶

وَالَّذٰنِ يَاْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا ۚ فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۝۱۶

ترجمۃ الآیات

اور وہ دو افراد کہ جو تم میں سے برائی کا ارتکاب کرتے اور زنا کاری کرتے ہیں۔(غیر شادی شدہ مرد یا عورت) تو دونوں کو ایذا پہنچاؤ (اور ان پر حد جاری کرو) پس اگر انہوں نے توبہ کی اور اپنی اصلاح کر لی تو ان سے درگزر کرو (کیونکہ) اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

نکات:

☆ تفاسیر میں اس آیت کے مختلف معنی بیان ہوئے ہیں لیکن مذکورہ معنی تفسیر نمونہ سے لیا گیا ہے جو زیادہ رواں اور

مناسب معلوم ہوتا ہے۔ البتہ دوسرا معنی بھی ذہن میں آتا ہے اور وہ یہ ہے:

جب دو مرد (لواط جیسی) برائی کا قصد کر لیتے ہیں لیکن صرف ابتدائی کام انجام دیں اور گناہ سے آلودہ نہ ہوں، اور آئندہ ان کی طرف سے ایسا گناہ انجام دیے جانے پر یقین ہو تو آپ کو چاہیے کہ نہی عن المنکر کے حوالے سے ان کو تنبیہ کریں، تعزیر کے مطابق سزا دیں اور آئندہ کیلئے خبردار کریں۔ اگر وہ شرمندہ ہو جائیں، گناہ سے ہاتھ کھینچ لیں اور اپنے کیے کا ازالہ کر لیں تو آپ بھی اس کے بعد انہیں معاف کر دیں کیونکہ خدا تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

اسی معنی کے پیش نظر "الَّذٰنِ" کا کلمہ دو مردوں کے لیے ہوگا نہ کہ ایک مرد اور ایک عورت کے لیے اور تغلیب کی صورت میں "آذوھما" کا معنی تعزیر و تنبیہہ ہوگا نہ کہ حد کا اجرا ہوگا۔ توبہ اور اصلاح کا معنی بھی حقیقی طور پر اپنے منصوبے سے دستبرداری ہوگا نہ کہ قاضی کا فیصلہ صادر ہو جانے سے پہلے توبہ کرنا۔ "یَأْتِیٰنِهَا" کا معنی بھی اس طرح کیا جا سکتا ہے کہ برائی کو انجام دینے سے پہلے اس کے مقدمات فراہم کرنا۔ اس طرح کے معنی عرف عام میں بھی رائج ہیں اور وہ یوں کہ کام کی نسبت ایسے شخص کی طرف دے دی جاتی ہے جو اس کے انجام دینے کے لیے بالکل تیار ہو۔ مثلاً ایک شخص کسی کو مہمانی کے لیے بلاتا ہے اور پھر اس مہمانی کے مقدمات انجام دینے میں مشغول ہو جاتا ہے تو اس لیے کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص میزبانی کر رہے ہیں یا آج اس کے ہاں مہمان آئے ہیں۔ "واللہ العالم"

☆ زنا کار کی توبہ اور اس پر حد جاری نہ کرنے کا حکم اس وقت ہوگا جب تک کہ معاملہ عدالت میں نہیں پہنچتا اور گواہی کی بنیاد پر فیصلہ نہیں ہو جاتا۔ ورنہ فیصلہ صادر ہو جانے کے بعد کی ہوئی توبہ حکم پر عملدرآمد نہیں روک سکتی۔

آیت نمبر ۱۷

اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۷﴾

ترجمۃ الآیات

خداوند عالم توبہ تو صرف ان لوگوں کی قبول کرتا ہے جو نہ جاننے کی وجہ سے برائی کرتے ہیں اور پھر جلد ہی اس سے توبہ کر لیتے ہیں تو خدا بھی انہی کی توبہ کو قبول فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ دانا

اور حکمت والا ہے۔

نکات:

☆ یہ آیت توبہ کی قبولیت کے شرائط میں سے ایک حصے کو بیان کر رہی ہے اور وہ یہ ہے:

الف: گناہ نادانی، گناہ کے برے انجام سے بے خبری اور نفسانی خواہشات کی پیروی کی وجہ سے انجام دیا جائے نہ کہ کفر وعناد کی بنا پر۔

ب: گناہکار کو چاہیے کہ فوری توبہ کرے، قبل اس کے کہ گناہ اسے اپنے گھیرے میں لے لے یا اس کی خصلت بن جائے یا خدا کا قہر وغضب آن پہنچے۔

☆ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: انسان جو بھی گناہ کرتا ہے خواہ وہ اس سے آگاہ ہو، حقیقت میں وہ اس سے جاہل ہے، کیونکہ وہ خود کو غضب الٰہی کے خطرے میں گرفتار کر لیتا ہے۔ (تفسیر برہان، ج ۱، ص ۳۵۴)

پیغام:

۱۔ حقیقی اور واقعی توبہ کی قبولیت خدا کا کام ہے جسے خدا نے اپنے ذمہ لیا ہوا ہے۔ ''اَلتَّوۡبَةُ عَلَى اللّٰهِ''

۲۔ وہ علم جو نفسانی خواہشات اور مادی غرائز کا مقابلہ نہ کر سکے، وہ جہالت ہے۔ ''يَعۡمَلُوۡنَ السُّوۡٓءَ بِجَهَالَةٍ''

۳۔ جب تک گناہ زیادہ نہ ہوئے ہوں، توبہ آسان ہے۔ اس آیت میں ہم پڑھتے ہیں: ''يَعۡمَلُوۡنَ السُّوۡٓءَ'' جس سے مراد ایک گناہ کا انجام دینا ہے۔ لیکن بعد والی آیت میں پڑھتے ہیں کہ ''يَعۡمَلُوۡنَ السَّيِّاٰتِ'' جس سے مراد زیادہ گناہ ہیں کہ جن سے توبہ کرنا مشکل ہے۔

۴۔ خدا تعالیٰ گنہکاروں کو فوری توبہ کرنے کی ترغیب دلاتا ہے۔ ''يَتُوۡبُوۡنَ مِنۡ قَرِيۡبٍ''

۵۔ توبہ میں جلدی، اس کی قبولیت کی چابی ہے۔ ''يَتُوۡبُوۡنَ مِنۡ قَرِيۡبٍ''

۶۔ توبہ سچی ہونی چاہیے۔ اگر دکھاوے کیلئے توبہ کریں گے تو خدا تعالیٰ حقیقت کو جانتا ہے۔ ''كَانَ اللّٰهُ عَلِيۡمًا حَكِيۡمًا ﴿۱۷﴾''

۷۔ بغیر عناد کے گناہ انجام دینے والوں کی توبہ کو قبول کرنا، عین حکمت ہے۔ ''عَلِيۡمًا حَكِيۡمًا ﴿۱۷﴾''

آیت نمبر ۱۸

وَلَيۡسَتِ التَّوۡبَةُ لِلَّذِيۡنَ يَعۡمَلُوۡنَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الۡمَوۡتُ قَالَ اِنِّىۡ تُبۡتُ الۡـٰٔنَ وَلَا الَّذِيۡنَ يَمُوۡتُوۡنَ وَهُمۡ

كُفَّارٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعۡتَدۡنَا لَهُمۡ عَذَابًا اَلِيۡمًا ﴿۱۸﴾

ترجمۃ الآیات

جو لوگ مرتے دم تک برے کام کرتے رہتے ہیں پھر کہتے ہیں کہ اب ہم توبہ کرتے ہیں اور وہ لوگ جو کافر ہو کر مرجاتے ہیں تو ان کی توبہ نا قابل قبول ہے، ان لوگوں کے لیے ہم نے درد ناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

پیغام:

۱۔اس توبہ کی قدر و قیمت ہوتی ہے جو اختیار اور آزادی کی حالت میں کی جائے، جو توبہ مجبوری یا خطرات کے درپیش آنے کی بنا پر کی جائے اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی۔''اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الۡمَوۡتُ قَالَ اِنِّىۡ تُبۡتُ الۡـٰٔنَ ''

۲۔گناہوں پر اصرار انسان سے توبہ کی توفیق کو سلب کر لیتا ہے۔''يَعۡمَلُوۡنَ ''استمرار کی علامت ہے اور''السَّيِّاٰتِ ۚ'' تعدد اور گناہ کے تکرار پر دلالت کرتا ہے۔

۳۔توبہ میں دیر نہیں کرنی چاہیے کیونکہ موت کا کوئی وقت معین نہیں ہے اور موت کے پہنچ جانے کے بعد توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔''اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الۡمَوۡتُ۔۔۔''

۴۔موت کے وقت اور خطرات کے احساس کے موقع پر انسان کی خداشناسی کی فطرت ظاہر ہو کر سامنے آجاتی ہے۔''اِنِّىۡ تُبۡتُ الۡـٰٔنَ ''

۵۔کفر کی حالت میں موت اور برا انجام تمام نیک اعمال مجملہ توبہ تک کو تباہ و برباد کر کے حبط اور ضائع کر دیتا ہے۔''يَمُوۡتُوۡنَ وَهُمۡ كُفَّارٌ ؕ ''

آیت نمبر ۱۹

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا يَحِلُّ لَـكُمۡ اَنۡ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرۡهًا ؕ وَلَا تَعۡضُلُوۡهُنَّ لِتَذۡهَبُوۡا بِبَعۡضِ مَاۤ اٰتَيۡتُمُوۡهُنَّ اِلَّاۤ اَنۡ يَّاۡتِيۡنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَعَاشِرُوۡهُنَّ بِالۡمَعۡرُوۡفِ ۚ فَاِنۡ كَرِهۡتُمُوۡهُنَّ

فَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ﴿۱۹﴾

ترجمۃ الآیات

اے ایماندارو! تمہارے لیے حلال نہیں ہے کہ تم عورتوں سے نفرت اور لاتعلقی کے باوجود ان کے وارث بنو، اسی طرح یہ حلال نہیں کہ سختی اور دباؤ کے ساتھ ایسا کام کرو کہ تمہاری عورتیں اس بات کے لیے آمادہ ہو جائیں کہ جو مہر تم نے انہیں دیا ہے اس میں سے کچھ تمہیں واپس دیں مگر یہ کہ وہ کھلم کھلا کوئی برا کام کریں اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور اگر تم اپنی بیویوں سے راضی نہیں ہو تو ہوسکتا ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو لیکن اللہ نے اس میں بہت سی بھلائی مقرر کر دی ہو۔

نکات:

☆ جاہلیت کے دور میں عورتوں کو بھی وراثت میں تقسیم کیا جاتا تھا، اس کے خلاف ممکن ہے کہ یہ آیت اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہو کہ صرف مال ہی وراثت کے قابل ہے اور متوفی شخص کی بیوی وراثت کے عنوان سے کسی کا حق نہیں ہے۔ وہ اپنی مرضی کی مالک ہے اور اسے یہ حق حاصل ہے کہ شوہر کی وفات کے بعد کسی اور سے نکاح کر لے۔

پیغام:

۱۔ اسلام، عورتوں کے حقوق کا مدافع ہے۔ ''لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ؕ''

۲۔ زبردستی حق مہر واپس لینا حرام ہے۔ ''لَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَاۤ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ''

۳۔ جب عورت بے حیائی کی طرف بڑھ رہی ہو، صرف اس وقت ہی مرد کو سختی کرنے کا حق ہے۔ ''لَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَاۤ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّاۤ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ''

۴۔ عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے۔ ''عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ''

۵۔ مرد زندگی کی چکی کا نچلا پاٹ ہے، اسے حسن سلوک کرنا چاہیے اور سختیوں پر صبر سے کام لینا چاہیے۔ (آیت میں مردوں سے خطاب ہے) ''لَا تَعْضُلُوْهُنَّ ۔۔۔ وَعَاشِرُوْهُنَّ''

۶۔ بہت سی نیکیاں، زندگی کی مشکلات میں کہیں ڈھکی چھپی ہوتی ہیں۔ ''يَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا ۔۔۔''

۷۔ اولاد کی خوشبختی کیلئے خاندان کی مشکلات کو حل کرنا، حلم و بردباری رکھنا، علیحدگی اور طلاق سے بہتر ہے۔ ''اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا''

۸۔ ہمیشہ خیر وشر ہماری خواہشات کے مطابق انجام نہیں پاتے، کیونکہ ایسا ہوسکتا ہے کہ ہم کسی چیز کو ناپسند کررہے ہوں جبکہ خدا تعالیٰ نے اسی میں بہت زیادہ خیر وبھلائی رکھی ہو، اس لیے کہ انسان اپنے تمام تر فائدوں سے آگاہ نہیں ہے۔ ''فَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ﴿۱۹﴾''

آیت نمبر ۲۰

وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ ۙ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْـًٔا ؕ اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۲۰﴾

ترجمۃ الآیات

اور اگر تم اپنی بیوی کی جگہ اپنے لیے دوسری بیوی منتخب کرنا چاہتے ہو اور اسے (مہر کے عنوان سے) بہت سا مال دے چکے ہو تو اس سے کچھ بھی واپس نہ لو۔ کیا تم بہتان اور واضح گناہ کے ذریعے عورتوں کا مہر واپس لینا چاہتے ہو؟

نکات:

☆ لفظ ''قِنْطَارًا'' زیادہ مال کے معنی میں ہے جیسے قنطرہ اور پل جو بہرہ مندی کا ایک ذریعہ ہے۔

☆ جاہلیت کے زمانہ میں جب کوئی شخص دوسری شادی کرنا چاہتا تھا تو وہ اپنی پہلی بیوی پر تہمت لگانا شروع کردیتا تاکہ وہ نفسیاتی دباؤ کا شکار ہوجائے اور اپنا حق مہر معاف کردے، جس کے بعد اس کا شوہر اسے طلاق دے دیتا تھا۔ پھر اسی واپس وصول کیے گئے مہر کے عوض دوسری شادی رچالیتا اور ایک دوسری بیوی گھر لے آتا۔ آیت میں اس جاہلانہ رسم اور طریقہ کی مذمت کی گئی ہے۔

پیغام:

۱۔ دوبارہ شادی کرنا اسلام کی نظر میں جائز ہے۔ ''اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ ۙ''

۲۔ طلاق کا اختیار مرد کے ہاتھ میں ہے۔ ''اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ''

۳۔ حق مہر زیادہ مقرر کرنے میں کوئی حرج نہیں اگرچہ روایات میں کم حق مہر کی سفارش کی گئی ہے۔ ''وَّاٰتَيْتُمْ

اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا ''

۴۔الٰہی قوانین کے اندر رہتے ہوئے انسان کی ملکیت محدود نہیں ہے۔''قِنْطَارًا ''

۵۔اسلام خواتین کے حقوق کا حامی ہے لہٰذا پہلی بیوی کے حقوق برباد کرنے کے عوض دوسری شادی کی اجازت نہیں دیتا۔''فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْـًٔا ط ''

۶۔عورت بھی حق ملکیت رکھتی ہے اور مہر کا مال بغیر کسی کٹوتی وغیرہ کے اس کے حوالے کیا جانا چاہیے۔''فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْـًٔا ط ''

۷۔اگر کوئی شخص کسی مال کا مالک بن جائے، اگرچہ وہ مال کتنا ہی زیادہ کیوں نہ ہوتو وہ اس سے نہیں لیا جا سکتا۔''لَا تَاْخُذُوْا ۔۔۔''

۸۔ظلم کی ایک بدترین قسم یہ ہے کہ لوگوں کے مال پر قبضہ کیا جائے اور ساتھ ہی اس کی توجیہ کی خاطر ان پر تہمت لگا کر ان کی آبرو برباد کی جائے۔''اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا ''

آیت نمبر ۲۱

وَكَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّاَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴿۲۱﴾

ترجمۃ الآیات

اور کیونکر تم اس مال کو واپس لو گے حالانکہ تم میں سے ہر ایک دوسرے سے خلوت کر چکا ہے اور اپنا حق لے چکا ہے (علاوہ ازیں) تمہاری عورتوں نے (نکاح کے وقت مہر کی ادائیگی کا) تم سے پکا اقرار لے رکھا ہے۔

پیغام:

۱۔نہی عن المنکر کرتے وقت انسانی احساسات کو کام میں لانا چاہیے۔ایک عرصے تک تمہارا اپنی بیویوں سے مکمل رابطہ رہا اور ان سے بہرہ مند ہوتے رہے تو اب کیوں ان کا حق مہر ان سے ناجائز طریقے سے واپس لے رہے ہو؟''قَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ ''

۲۔ پریشانی کے دنوں میں گذری ہوئی خوشیوں کو بھی یاد کرلیا کرو۔ ''قَدْ اَفْضٰی''

۳۔خاندانی زندگی کے مسائل کو بیان کرتے ہوئے ادب کا خیال رکھیں۔ ''اَفْضٰی''

۴۔مہر عورت کا حق ہے جو کہ ہمبستری کے بدلے قرار دیا گیا ہے۔ ''قَدْ اَفْضٰی''

۵۔عقد ازدواج ایک پکا اقرار ہوتا ہے۔ ''مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴿۲۱﴾''

۶۔حق مہر واپس لینا پیمان شکنی ہے۔ ''وَكَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّاَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴿۲۱﴾''

آیت نمبر ۲۲

وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقْتًا ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ﴿۲۲﴾

ترجمۃ الآیات

جن عورتوں کے ساتھ تمہارے باپ داداؤں نے نکاح کیا ہے تم ان سے نکاح نہ کرو مگر (اس حکم کے نازل ہونے سے پہلے) جو ہو چکا (سو ہو چکا تاہم) وہ بدکاری، خدا کا ناپسندیدہ اور بہت برا طریقہ تھا۔

نکات:

☆ زمانہ جاہلیت کی رسومات میں سے ایک رسم یہ بھی تھی کہ جب کوئی شخص وفات پا جاتا تو اس کے بیٹے اپنی سوتیلی ماں سے نکاح کر لیتے۔ چنانچہ ''ابوقیس'' نامی ایک انصاری فوت ہوئے تو ان کے بیٹے نے اپنی سوتیلی ماں کو اپنے ساتھ نکاح کی پیش کش کی اس عورت نے کہا کہ اس بارے میں رسولخداؐ سے حکم پوچھنا چاہیے۔ جب اس نے آنحضرتؐ سے یہ مسئلہ پوچھا تو یہ آیت نازل ہوئی اور ''باپ کی زوجہ'' سے نکاح حرام قرار دے دیا گیا۔

پیغام:

۱۔اسلام دین فطرت ہے۔ چونکہ انسان کو طبعی طور پر اپنی حقیقی اور سوتیلی ماں سے نکاح کرنے سے نفرت ہوتی ہے اس لیے اسلام نے بھی اسے حرام قرار دیا ہے۔ ''لَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ''

۲۔ ''باپ کی بیوی'' (سوتیلی) ماں کی حیثیت رکھتی ہے لہٰذا اسے بھی چاہیے کہ اپنے شوہر کی اولاد سے کینہ یا بغض و دشمنی کی بجائے ''ماں ہونے'' کا ثبوت دے۔ ''لَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ''

۳۔ اولاد کو چاہیے کہ ''باپ کی بیوی'' (سوتیلی ماں) کا عزت و احترام ملحوظ رکھے۔ ''وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ''

۴۔ اولاد کو چاہیے کہ اپنی سوتیلی ماں کو بھی حقیقی ماں کی طرح دیکھیں۔ ''مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ''

۵۔ اسلام گذشتہ غلطیوں سے چشم پوشی کرتا ہے اس حکم کے نازل ہونے سے پہلے سوتیلی ماں کے ساتھ نکاح کو معاف کرتا ہے۔ ''اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ'' جیسا کہ ہم پڑھتے ہیں ''الاسلام یجب ما قبله'' اسلام گذشتہ کو ڈھانپ دیتا ہے۔

۶۔ گفتگو کے دوران اجمالی یا تفصیلی طور پر دلیل اور برہان کو بیان کیا جائے۔ ''اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقْتًا ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ﴿۲۲﴾''

۷۔ سوتیلی ماں سے شادی، انتہائی برا راستہ اور دوسرے تمام حرام متعلقات کیلئے راستہ کھولتی ہے۔ ''وَسَآءَ سَبِيْلًا ﴿۲۲﴾''

آیت نمبر ۲۳

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ ۫ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ ۫ وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ ۙ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۲۳﴾

ترجمۃ الآیات

(نکاح کے سلسلے میں) تم پر حرام قرار دیا گیا ہے تمہاری ماؤں، تمہاری بیٹیوں، تمہاری بہنوں، تمہاری پھوپھیوں، تمہاری خالاؤں، بھتیجیوں، بھانجیوں اور ان ماؤں کو جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہے، تمہاری رضاعی (دودھ شریک) بہنوں، تمہاری بیویوں کی ماؤں (ساسوں) اور تمہاری بیویوں کی (ان) بیٹیوں سے (جوان کے پہلے شوہر سے ہیں) کہ جنہوں نے تمہارے دامن میں تربیت حاصل کی ہے بشرطیکہ تم ان لڑکیوں کی ماؤں سے ہم بستر ہو چکے ہو اور اگر ہم بستری نہیں کر چکے تو پھر کوئی حرج نہیں ہے اور (اسی طرح ان عورتوں کے ساتھ بھی نکاح حرام ہے) جو تمہارے صلبی بیٹوں کی بیویاں (تمہاری بہوئیں) ہیں اور ایک ہی وقت میں دو بہنوں کے ساتھ بھی (نکاح حرام ہے) مگر جو اس سے پہلے ہو چکا (سو ہو چکا) یقیناً اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

نکات:

☆ اس آیت میں ان عورتوں کا ذکر ہے جن کے ساتھ نکاح کرنا حرام ہے اور وہ انسان کی محرم کہلاتی ہیں۔ نکاح کی حُرمت اور محرم ہونا، تین طرح سے ہے:

۱۔ ولادت (نسبی رابطہ) ۲۔ ازدواج (سببی رابطہ) ۳۔ دودھ میں شراکت (رضاعی رابطہ)

☆ محرم کے ساتھ شادی کی حُرمت سابقہ ادیان میں بھی تھی۔ (تورات، سفر لاویان، باب ۱۸، آیہ ۶ ۔ ۲۳)

☆ غیر محرم کے ساتھ ازدواج و نکاح خاندانوں میں روابطہ کے بڑھنے کا موجب ہے۔

☆ دو بہنوں کو بیک وقت ایک ہی شوہر کے رشتہ ازدواج میں منسلک کرنا، ان میں ذاتی اور جنسی رقابت پیدا کر دیتا ہے اور ان کا باہمی تعلق عداوت اور دشمنی میں بدل جاتا ہے، شاید اسی لیے اس کی ممانعت ہے۔ ''وَاَنۡ تَجۡمَعُوۡا بَيۡنَ الۡاُخۡتَيۡنِ...''

پیغام:

۱۔ تمام چیزوں کی حلیت و حرمت یعنی حلال اور حرام قرار دینے کا اختیار صرف اور صرف خدا کو ہی حاصل ہے، ان چیزوں میں جو کھائی جانے والی ہوں، پی جانے والی ہوں یا معاملات اور نکاح کی باتیں ہوں۔ ''حُرِّمَتۡ عَلَيۡكُمۡ''

۲۔ ماں کا دودھ، ماں سے پیدا ہونے کی طرح محرم ہونے کا سبب ہے، اس لیے دایہ کے انتخاب میں توجہ اور دقت کرنی چاہیے۔ ''اُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِىۡۤ اَرۡضَعۡنَكُمۡ وَاَخَوٰتُكُمۡ مِّنَ الرَّضَاعَةِ''

۳۔ جولڑکیاں تمہاری بیوی کے پہلے شوہر سے ہوتی ہیں اور تمہارے گھروں میں لائی جاتی ہیں انہیں اپنی بیٹی کی حیثیت سے دیکھو اور ان کی تربیت کرو، کیونکہ وہ تمہاری ''ربیبہ'' ہیں، تمہارے دامن میں پرورش پاتی ہیں اور تم ان کے باپ ہو۔'' وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ ''

۴۔ قانون عطف گذشتہ سے تعلق نہیں رکھتا۔ ''اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ط ''

(جن افراد نے اس حُرمت کے آنے سے پہلے دو بہنوں سے شادی کر رکھی تھی ان کیلئے گناہ نہیں ہے اگرچہ ضروری ہے کہ اس اعلان کے بعد وہ ان دو میں سے کسی ایک کو رکھیں اور دوسری کو آزاد کر دیں۔)

آیت نمبر ۲۴

وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۚ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۚ وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ط فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ط وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۲۴﴾

ترجمۃ الآیات

اور شوہر دار عورتوں سے (نکاح بھی تم پر حرام ہے) مگر (حکم خدا سے کفار کے ساتھ جنگ میں) جن عورتوں کے تم مالک بنے ہو۔ (یہ احکام) خدا کی طرف سے تم پر لکھوائے گئے ہیں اور قانون کی حیثیت سے تم پر واجب ہیں اور ان (مذکورہ) عورتوں کے علاوہ دیگر عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں کہ اپنے مال (مہر) کے بدلے (نکاح کے لیے) ان کو تلاش کرو (بشرطیکہ قانون خدا اور عفت اور) پاکدامنی کی غرض سے ہو اور زنا اور بدکاری سے بچنے کے لیے۔ پس جن عورتوں سے متعہ (نکاح منقطع) کرنا چاہو تو ان کا حق مہر ایک الٰہی فریضہ سمجھ کر ادا کرو، اور اگر حق مہر کے معین کرنے کے بعد آپس میں (کم وبیش پر) راضی ہو جاؤ تو تم پر

کچھ گناہ نہیں ۔ یقیناً اللہ تعالیٰ دانا اور حکمت والا ہے۔

نکات:

☆ لفظ ''اَلْمُحْصَنٰتُ '' لغت کے اعتبار سے اس کیلئے ہے جو حصار میں یا کسی حریم میں ہو اور دوسروں کی پہنچ سے باہر ہو۔ اس لفظ کا مادہ قرآن پاک میں تین گروہوں کے بارے میں استعمال ہوا ہے:

۱۔ عفت و پاکدامنی رکھنے والی عورتیں، جیسا کہ خدا تعالیٰ نے جناب مریم علیہا السلام کے بارے میں فرمایا: ''الَّتِیۡۤ اَحۡصَنَتۡ فَرۡجَهَا ''(تحریم ۔ ۱۲)

۲۔ شوہر رکھنے والی عورتیں، کیونکہ شوہر عورت کی عفت کا محافظ ہوتا ہے۔ اس آیت میں ''الْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ '' سے مراد یہی معنی ہے۔

۳۔ وہ آزاد عورتیں جو جنگی قیدی نہیں ہیں اور کنیز نہیں ہیں۔ قید ہونا عورت کی عفت و حیا کو پارہ پارہ کر دیتا ہے۔ کنیز عورتوں میں عفت کا نہ ہونا عام تھا۔ اس آیت میں ''الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ '' سے یہی مراد ہے۔

☆ لفظ ''مُسٰفِحِیۡنَ ؕ '' سفاح سے ہے جس کے معنی زنا کے ہیں۔

☆ کافر عورتوں کیلئے جنگ میں قیدی ہونا، ان کے شوہروں سے طلاق کے مترادف ہے۔ جیسے کسی عورت کا شوہر کافر رہے اور وہ خود مسلمان ہو جائے تو اس کا ایمان لانا باعث بنتا ہے کہ وہ اپنے شوہر سے آزاد ہو جائے۔

اسلامی نقطہ نظر اور شرعی لحاظ سے شوہر دار عورت کے ساتھ نکاح حرام ہے۔ خواہ اس کا تعلق کسی بھی مذہب اور ملت سے ہو لیکن کافر عورتوں کا جنگ میں قید ہو جانا ان کی طلاق کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور اس قید میں ایک مرتبہ حیض آ جانے کے بعد ان کی عدت پوری ہو جائے گی۔ اگر ایسی عورت حاملہ ہے تو وضع حمل تک اس کو عدت میں رہنا ہو گا لہٰذا عدت کے دوران اس سے کسی قسم کا جنسی رابطہ جائز نہیں ہے۔ شادی کا یہ طریقہ کار جو اسے کسی مسلمان کی کنیز یا بیوی بناتا ہے اسے کفار کی طرف واپس لوٹا دینے، آزاد کر دینے یا اسے کسی سرپرست کے بغیر چھوڑ دینے سے کہیں بہتر ہے۔

☆ لفظ ''متعہ '' کے معنی بھی حج، صلاۃ، ربا اور غنیمت کی طرح صرف لغوی نہیں بلکہ شرعی حیثیت رکھتے ہیں۔ تفسیر المیزان میں علامہ طباطبائی کے قول کے مطابق اس میں شک نہیں ہے کہ ''اسْتَمْتَعْتُمْ '' سے مراد مُتعہ ہے۔

☆ ''اٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ '' میں عوض ادا کرنا متعہ میں استمتاع (لذت حاصل کرنے) سے متعلق ہے۔ ''فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ ''۔ اگر اس سے مراد نکاح دائم ہوتا تو اس میں عقد پڑھتے ہی حق مہر واجب ہو جاتا ہے چاہے استمتاع ہو یا نہ ہو۔ اس صورت میں اگر ہمبستری سے پہلے طلاق ہو جائے تو نصف حق مہر ادا کرنا ضروری ہے۔

☆ ''فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ' کا جملہ ائمہ اہل بیت علیہم السلام اور اہل سنت کی اکثر تفسیروں کے مطابق ''عقد غیر دائم (متعہ) سے متعلق ہے۔ (کافی، ج ۵، ص ۴۴۸؛ وسائل، ج ۲۱، ص ۵)

اسے خلیفہ دوم نے حرام کر دیا تھا جبکہ خدا کے حکم کو حرام قرار دینے کا حق کسی کو حاصل نہیں ہے۔ اگر اسے حرام قرار نہ دیا جاتا تو روایات کی رو سے ''بدبخت افراد کے سوا کوئی بھی زنا اور بدکاری کا مرتکب نہ ہوتا۔'' (تفسیر کبیر، فخر رازی)

متعہ ایک صحیح اور شرعی طریقہ ہے اور اس کے رائج نہ ہونے کی وجہ سے دنیا والوں نے زنا کو آزاد کر دیا ہے۔ غیر دائمی ازدواج ایک معاشرتی ضرورت ہے۔ اہل سنت کی روایات میں ہم پڑھتے ہیں کہ متعہ کا جائز قرار دیا جانا، بیویوں سے دوری اور جنگوں میں شرکت کی وجہ سے تھا، تو آج بھی وہ کیفیت موجود ہے۔

متعہ، معاشرتی مشکلات کا ایک حل اور فحاشی و بدکاری کو روکنے کا ایک اہم ذریعہ ہے جو قیامت تک شرعی اور قانونی حیثیت کا حامل ہے۔

☆ بعض افراد جو متعہ کا انکار کرتے ہیں ان کی واحد دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں بیوی کی عدت، وراثت، شرم گاہ کی حفاظت اور ازدواج کا تذکرہ ہے جبکہ متعہ ازدواج نہیں ہے۔

یہاں ہمارا جواب یہ ہے:

اولاً: متعہ کو بھی ازدواج کہا جاتا ہے۔

ثانیاً: متعہ میں بھی عدت رکھنا ضروری ہے۔

تیسرے یہ کہ اس میں صرف قانون وراثت کا استثنا ہے کہ عورت مرد سے اور مرد عورت سے وراثت حاصل نہیں کر سکتے۔

چند سوال اور اس کے جواب

۱۔ کیا متعہ برائیوں اور بدکاریوں کے چہرے پر نقاب نہیں؟

جواب: نہیں، کیونکہ

الف: متعہ کے ایام میں عورت صرف ایک مرد کے اختیار میں ہوتی ہے۔

ب: متعہ کے اختتام پر عورت کو کم از کم پینتالیس دن عدت میں رہنا ہوتا ہے۔

جواب: متعہ سے پیدا ہونے والا بچہ دائمی شوہر کی اولاد کی مانند ہوتا ہے۔

۲۔ کیا ہوس پرست مرد اس قانون سے ناجائز فائدہ نہیں اٹھائیں گے؟

جواب: کیوں نہیں! ایسے افراد تو ہر مفید اور ضروری قانون سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں۔ کیا وہ انگور سے شراب نہیں بناتے؟ کیا حج جیسے مقدس سفر سے کچھ لوگ ناجائز مفاد نہیں حاصل کرتے؟ تو کیا اس وجہ سے فریضہ حج کا انکار کر دیا جائے؟

۳۔متعہ سے پیدا ہونے والی اولاد کا کیا بنے گا؟

جواب: متعہ سے پیدا ہونے والی اولاد اور دائمی نکاح سے پیدا ہونے والی اولاد کے حقوق اور وارثت وغیرہ میں کوئی فرق نہیں ہے۔

پیغام:

۱۔شادی کیلئے شوہر دار عورتوں کے پیچھے نہیں جانا چاہیے۔''وَّالْمُحْصَنٰتُ''

۲۔کفار کے ساتھ جنگ میں قیدی بنائی جانے والی عورتوں کو سرپرست کے بغیر نہیں رہنا چاہیے، یا تو انہیں کفار کی طرف پلٹا دینا چاہیے یا پھر کنیز یا بیوی کی حیثیت سے اسے کسی مسلمان کے گھر میں شرعی حیثیت سے رہنا چاہیے۔''اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۚ''

۳۔محرم عورتوں، شوہر دار عورتوں اور دو بہنوں کے ساتھ اکٹھے ازدواج کا حرام ہونا، حتمی طے شدہ اور نا قابل تغیر الٰہی احکام میں سے ہے۔''حُرِّمَتْ۔۔۔ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۚ''

۴۔ بے غیرتی ، بے حیائی اور فحش کاموں کیلئے رقم خرچ کرنا حرام ہے۔''تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ؕ''

۵۔غیر دائمی ازدواج شرعی حیثیت رکھتا ہے، اس میں عورت کا حق مہر ضرور ادا ہونا چاہیے۔''فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ''

۶۔حق مہر کے تعین میں طرفین کی رضایت شرط ہے۔''فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ''

۷۔غیر دائم ازدواج کی مدت کے اختتام پر اس کی مدت اور حق مہر میں طرفین کی رضایت کے ساتھ اضافہ کیا جا سکتا ہے۔''فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ ؕ''

۸۔غیر دائم ازدواج، اور دائم ازدواج کے احکام وقوانین، خدا تعالیٰ کے علم وحکمت کی بنیاد پر ہیں۔''علیماً حکیماً''

۹۔قانون بنانے اور اسے نافذ کرنے کیلئے علم اور حکمت دو بنیادی وضروری شرطیں ہیں۔''كِتٰبَ اللّٰهِ ۔۔۔ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۲۴''

پانچواں پارہ

آیت نمبر ۲۵

وَمَنۡ لَّمۡ يَسۡتَطِعۡ مِنۡكُمۡ طَوۡلًا اَنۡ يَّنۡكِحَ الۡمُحۡصَنٰتِ الۡمُؤۡمِنٰتِ فَمِنۡ مَّا مَلَكَتۡ اَيۡمَانُكُمۡ مِّنۡ فَتَيٰتِكُمُ الۡمُؤۡمِنٰتِ ؕ وَاللّٰهُ اَعۡلَمُ بِاِيۡمَانِكُمۡ ؕ بَعۡضُكُمۡ مِّنۡۢ بَعۡضٍ ۚ فَانۡكِحُوۡهُنَّ بِاِذۡنِ اَهۡلِهِنَّ وَاٰتُوۡهُنَّ اُجُوۡرَهُنَّ بِالۡمَعۡرُوۡفِ مُحۡصَنٰتٍ غَيۡرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخۡدَانٍ ۚ فَاِذَاۤ اُحۡصِنَّ فَاِنۡ اَتَيۡنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيۡهِنَّ نِصۡفُ مَا عَلَى الۡمُحۡصَنٰتِ مِنَ الۡعَذَابِ ؕ ذٰلِكَ لِمَنۡ خَشِىَ الۡعَنَتَ مِنۡكُمۡ ؕ وَاَنۡ تَصۡبِرُوۡا خَيۡرٌ لَّكُمۡ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ۧ﴿۲۵﴾

ترجمة الآیات

اورتم میں سے جوشخص مالی استطاعت نہیں رکھتا کہ آزاد اور پاکدامن ایماندار عورتوں کے ساتھ نکاح کرے تو اسے چاہیے کہ ان ایماندار کنیزوں سے (نکاح کرے) کہ جن کے تم مالک بن چکے ہو اور اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان کو اچھی طرح جانتا ہے۔تم لوگ ایک دوسرے (کی جنس) سے ہو، پس (نہ کہو کہ میں آزاد ہوں اور تم کنیز ہو) پس ان کنیزوں کے مالکوں کی اجازت سے ان کے ساتھ نکاح کرو اور ان کا حق مہر اچھے اور شائستہ طریقہ سے انہی کنیزوں کو ادا کرو، بشرطیکہ وہ پاکدامن ہوں۔ وہ نہ تو کھلم کھلا برائی کرتی ہوں اور نہ ہی چھپ چھپا کر آشنا بناتی ہوں۔ پس اگر وہ لونڈیاں جو پابند ہو چکی تھیں، زنا کی مرتکب ہوں تو ان کی سزا

آزاد عورتوں سے آدھی ہے۔اس قسم کی ازدواج تم میں سے ان لوگوں کے لیے (جائز) ہے جن کو (عورت کے بغیر اور کنوارے پن کی وجہ سے) گناہ میں پڑ جانے کا خطرہ ہو اور تمہارا صبر کرنا (اور لونڈیوں سے نکاح نہ کرنا) تمہارے لیے بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

نکات:

☆ جیسا کہ گذشتہ آیت کے نکات میں بیان ہوا ہے کہ اس آیت میں ''الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ'' سے مراد آزاد عورتیں ہیں، کیونکہ ''فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ط'' کے مقابلہ میں یہ آیت ذکر ہوئی ہے، جس کا معنی کنیزیں ہے۔قرآن پاک میں ایک دوسری جگہ کنیزوں کے بارے میں ''فَتَيٰتِ'' کا لفظ آیا ہے اور فرمایا: ''لَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ'' اپنی کنیزوں کو زنا پر مجبور مت کرو۔(نور۔۳۳)

☆ لفظ ''اَخْدَانٍ'' جمع ہے ''خِدْن'' کی، اور دوست و رفیق کے معنی میں ہے۔لیکن عام طور پر ایسے افراد کیلئے استعمال ہوتا ہے جن کے رابطے خفیہ اور غیر شرعی امور کیلئے ہوتے ہیں۔یہ لفظ ''مُسٰفِحٰتٍ'' کے مقابلہ میں آیا ہے، جس کا معنی ایسے افراد ہیں جو آشکارا اور کھلم کھلا زنا کرتے ہیں۔

☆ لفظ ''طَوْلًا'' توانائی اور وسائل ہونے کے معنی میں آتا ہے اور لفظ ''عَنَتَ'' سختی، غم اور مشکلات کے معنی میں آتا ہے۔

☆ جو کوئی کسی کنیز کا مالک بن جاتا ہے اس کے لیے کنیز کے ساتھ عقد ازدواج کے بغیر ہمبستری کرنا جائز ہے۔لہٰذا اس آیت میں کنیزوں کے ساتھ ازدواج کا جو ذکر آیا ہے اس سے مراد دوسروں کی کنیزیں ہیں، جس کیلئے ان کے مالکوں سے اجازت لینا ضروری ہے۔

☆ کنیزوں کے ساتھ شادی کرنا اگرچہ پسندیدہ عمل نہیں ہے لیکن ان کے درمیان بعض انتہائی پاکدامن اور باکمال عورتیں تھیں جس کی وجہ سے بعض اولیا نے انہیں اپنی زوجہ کے طور پر انتخاب کیا، جن میں سے بہت بلند مرتبہ شخصیات نے جنم لیا۔

پیغام:

۱۔اسلام میں ازدواج کے مسئلہ پر راستے بند نہیں ہیں۔''وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ''

۲۔قانون بنانے والے کو چاہیے کہ وہ ایک طرف معاشرے کے افراد کی فطری ضرورتوں اور دوسری طرف ان کی معاشی مشکلات کو پیش نظر رکھے۔''وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ ۔۔۔''

۳۔لونڈیوں سے نکاح کرنا قبول کر لو لیکن اپنے پاکیزہ دامن پر گناہ کا دھبہ ہرگز نہ آنے دو۔''فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ''

۴۔ آزاد عورت کے ساتھ نکاح کرنے کو نظر انداز کیا جا سکتا ہے لیکن ایمان کی شرط کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ''فَتَیٰتِکُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ''

۵۔ ہر ازدواج کی بنیادی شرط ایمان ہے۔''الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ .فَتَیٰتِکُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ''

۶۔ نکاح کیلئے ظاہری ایمان ہونا کافی ہے۔ ہمیں باطن پر مامور نہیں کیا گیا۔''وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِیْمَانِکُمْ ؕ''

۷۔ کنیز کے ساتھ نکاح کرنا حقیر یا گھٹیا کام نہیں۔''بَعْضُکُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ''

۸۔ کنیز کے نکاح کیلئے اس کے مالک کی رضایت ایسے ہی ضروری ہے جیسے باپ کی اجازت اس کی بیٹی کے نکاح کیلئے ضروری ہے۔''بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ''

۹۔ مالکان کو آگاہ رہنا چاہیے کہ ان کی کنیزیں بھی خود انہی میں سے ہیں۔''اَهْلِهِنَّ''

۱۰۔ کنیزوں کو بھی آزاد عورتوں کی طرح اچھا اور مناسب حق مہر ادا کیا جانا چاہیے۔''اٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ''

۱۱۔ حق مہر خود اسی کنیز کو دیا جائے۔ غلاموں کے معاشرتی و معاشی حقوق کا پورا خیال رکھا جائے۔''اٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ''

۱۲۔ حق مہر کی مقدار معمول کے مطابق اور عورت کی منزلت کے مطابق ہونی چاہیے۔''بِالْمَعْرُوْفِ''

۱۳۔ نکاح کے بقا کیلئے شرط، پاکدامنی، برائی اور غیر شرعی روابط سے دوری ہے۔''مُحْصَنٰتٍ غَیْرَ مُسٰفِحٰتٍ---''

۱۴۔ اگر کنیز کو سزا دینی ہو تو اس کے کنیز ہونے کی وجہ سے اور اس کی محرومیتوں کی وجہ سے آدھی ہو جائے گی۔''فَعَلَیْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَی الْمُحْصَنٰتِ''

۱۵۔ معاشرے میں شادی کو آسان بنانا، جنسی و اخلاقی برائیوں کو روکنے کا ایک راستہ ہے۔''ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِیَ الْعَنَتَ''

۱۶۔ نفسیاتی طور پر صحت مند رکھنا، اسلام کے مقاصد میں سے ایک ہے۔''ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِیَ الْعَنَتَ''

۱۷۔ کبھی صبر کرنا اور خود پر قابو رکھنا، بعض شادیوں سے بہتر ہے۔''وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَیْرٌ لَّکُمْ ؕ''

آیت نمبر ۲۶

یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُبَیِّنَ لَکُمْ وَیَهْدِیَکُمْ سُنَنَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ وَیَتُوْبَ عَلَیْکُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ ﴿۲۶﴾

ترجمۃ الآیات

اللہ چاہتا ہے کہ (ایسے دستورات کے ذریعے سعادت کی راہیں) تمہارے لیے واضح کر دے اور تم سے پہلے گذر جانے والے لوگوں کے طور طریقوں کی طرف تمہاری راہنمائی کرے اور تمہیں سابقہ گناہوں سے پاک کر دے اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

پیغام:

۱۔ خدائی طریقہ جو ازل سے چلا آ رہا ہے وہ ہدایت، بیان اور تبلیغ ہے۔ ''لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ''

۲۔ گذشتہ لوگوں کے اچھے طور طریقوں کی پیروی اور تقلید کرنی چاہیے۔ ''سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ''

۳۔ ازدواج کے بارے میں اسلام کے احکام وقوانین، گذشتہ آسمانی ادیان کی طرح ہیں۔ ''سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ''

۴۔ اللہ تعالیٰ اپنا لطف وکرم انسانوں کی طرف پلٹا دیتا ہے۔ ''يَتُوْبَ عَلَيْكُمْ ؕ''

۵۔ نکاح کی اجازت یا ممنوعیت، علم وحکمت اور ابدی مصلحت پر مبنی ہے۔ ''وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۲۶''

آیت نمبر ۲۷

وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ ۣ وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا ۝۲۷

ترجمۃ الآیات

اور اللہ چاہتا ہے کہ تمہیں بخش دے (اور گناہ کی آلودگیوں سے پاک صاف کر دے لیکن) جو خواہشات نفسانی کے پیروکار ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تمہیں مکمل طور پر منحرف کر دیں اور بڑی گمراہی کی طرف کھینچ کر لے جائیں۔

نکات:

☆ بادی النظر میں جنسی آزادی ایک طرح کی لذت اور جنسی خواہشات کی تکمیل ہوتی ہے، لیکن جب اس کے انفرادی

اور اجتماعی نقصانات کو دیکھا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ تو ایک بہت بڑی تباہی اور بہت بڑا انحراف ہے۔ اس لیے کہ مادری و پدری آزادی کے نام پر جنسی خواہشات کی تکمیل ہی نہیں ہورہی ہوتی بلکہ انسانی جسم گھل گھل کر موت کی وادی کی طرف جارہا ہوتا ہے۔ مال و دولت تباہ، اطمینان وسکون غارت، خاندان کی تشکیل کی رغبت ختم اور معاشرے کو ناجائز اولاد مل رہی ہوتی ہے۔ پھر جنسی اور نفسیاتی بیماریاں اس کے علاوہ ہوتی ہیں تو گویا جنسی آزادی کا ایک لفظ ہزار قسم کی قید و بند اور مصائب و مشکلات کو اپنے ہمراہ لاتا ہے۔

پیغام:

ا۔ عقد و ازدواج کے لیے جو حدود و قیود مقرر کی گئی ہیں وہ انسان اور انسانی معاشرے پر خدا کے لطف و کرم کی دلیل ہیں۔ ''وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ ''

۲۔ شہوت پرست لوگوں کے راستے پر نہ چلو، ان کی پیروی نہ کرو کیونکہ وہ تمہارے دشمن ہیں۔ ''وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ۔۔۔''

۳۔ ہوس کے پجاری، بے مادی پدری آزاد افراد تمہیں شہوت کے سمندر کی اتھاہ گہرائیوں میں غرق کردینے کے سوا کسی اور چیز پر اکتفا نہیں کریں گے۔ وہ چاہتے ہیں کہ تم بھی ان کے رفیق سفر بن جاؤ۔ ''اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا ﴿۲۷﴾''

۴۔ اسلام میں جنسی اخلاق معتدل اور افراط و تفریط سے دور ہے۔ لیکن ہوس باز لوگ تمہارے لیے افراط کا راستہ چاہتے ہیں۔ ''مَيْلًا عَظِيْمًا ﴿۲۷﴾''

۵۔ راستے کے انتخاب میں انتہائی توجہ کرنی چاہیے۔ آیت میں دو مرتبہ کلمہ ''يُرِيْدُ'' استعمال ہوا ہے؛ ایک خدا علیم و حکیم کے ارادے کیلئے اور ایک مرتبہ ہوس باز برا چاہنے والے کے ارادے کیلئے استعمال ہوا۔ اب ہم کس کے ارادے کے پیچھے جائیں۔ ''وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ''

آیت نمبر ۲۸

يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ ۚ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا ﴿۲۸﴾

ترجمۃ الآیات

(لونڈیوں کے ساتھ نکاح کی اجازت دے کر) اللہ یہ چاہتا ہے کہ تم سے (گناہ کا) بوجھ ہلکا کرے اور انسان تو کمزور پیدا کیا گیا ہے۔

نکات:

☆ ان آخری تین آیات میں ازدواج کے حوالے سے خداوند عالم کے لطف و کرم کو پے در پے نقل کیا گیا ہے: خدا تعالیٰ تمہارے لیے اپنے احکام بیان فرماتا ہے ''لِيُبَيِّنَ لَكُمۡ '' راستہ دکھاتا ہے ''يَهۡدِيَكُمۡ '' اپنے لطف و کرم کو تمہاری طرف پلٹاتا ہے ''يَتُوۡبَ عَلَيۡكُمۡ '' تمہارے لیے آسانیاں پیدا کرتا ہے ''يُّخَفِّفَ عَنۡكُمۡ ۚ '' یہ سب اس لیے ہے کہ انسان اپنی خواہشات کے طوفان کے سامنے کمزور ہے اور صبر و بچاؤ کی طاقت نہیں رکھتا۔

پیغام:

۱۔ اسلام ایک آسان وسہل دین ہے اور اس میں کہیں بھی بند راستے نہیں ہیں۔ ''يُرِيۡدُ اللّٰهُ اَنۡ يُّخَفِّفَ عَنۡكُمۡ ۚ ''

۲۔ دینی فرائض، انسان کی قدرت وطاقت کے مطابق ہیں۔ ''يُرِيۡدُ اللّٰهُ اَنۡ يُّخَفِّفَ عَنۡكُمۡ ۚ ''

۳۔ شادی کو مشکل بنانا، خدا کی چاہت کے خلاف ہے۔ ''يُرِيۡدُ اللّٰهُ اَنۡ يُّخَفِّفَ ''

۴۔ شادی، نکاح کے احکام پر پابندی اور ان کی پیروی میں معاشرے کیلئے آسانیاں ہیں اور مشکلات ومصائب سے بچاؤ وتحفظ ہے۔ ''يُرِيۡدُ اللّٰهُ اَنۡ يُّخَفِّفَ عَنۡكُمۡ ۚ ''

۵۔ انسان اپنی نفسانی خواہشات کے مقابلہ میں کمزور ہے۔ ''خُلِقَ الۡاِنۡسَانُ ضَعِيۡفًا ۲۸ ''

۶۔ انسان کی بناوٹ، تخلیق اور الٰہی احکام وقانون سازی میں ہم آہنگی ہے۔ ''يُّخَفِّفَ عَنۡكُمۡ ۚ وَخُلِقَ الۡاِنۡسَانُ ضَعِيۡفًا ۲۸ ''

آیت نمبر ۲۹

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَاۡكُلُوۡۤا اَمۡوَالَـكُمۡ بَيۡنَكُمۡ بِالۡبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنۡ تَكُوۡنَ تِجَارَةً عَنۡ تَرَاضٍ مِّنۡكُمۡ ۚ وَلَا تَقۡتُلُوۡۤا اَنۡفُسَكُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمۡ رَحِيۡمًا ۲۹

ترجمۃ الآیات

اے وہ لوگو جو ایمان لے آئے ہو تم ایک دوسرے کا مال غلط (طور طریقوں) کے ساتھ نہ کھاؤ

، مگر یہ کہ لین دین اور تجارت کی بنیادوں پر (اور) مکمل رضا مندی کے تحت ہو اور اپنے آپ کو (اور دوسروں کو) قتل نہ کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ تم پر ہمیشہ مہربان ہے۔

نکات:

☆ "لَا تَقْتُلُوْا" کے تحت قتل سے نہی کا حکم "لَا تَاْكُلُوْا" یعنی غلط طور طریقوں سے مال کھانے سے نہی کے حکم کے ساتھ شاید اس لیے آیا ہو کہ غلط اقتصادی نظام معاشرے کو قتل کرنے یا اسے تباہ کرنے کی راہیں ہموار کرتا ہے نیز پیسہ جوڑنے والوں کے خلاف محروموں کے قیام کیلئے راہ ہموار کرتا ہے۔

☆ اس آیت کی تلاوت کرتے ہوئے امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: اگر کوئی قرض لے لے جبکہ وہ جانتا ہو کہ وہ قرض واپس نہیں کرسکتا تو اس نے غلط مال کھایا ہے۔ (کافی، ج ۵ ص ۹۵)

اس آیت کے ذیل میں امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: سود، جوا، کم ناپ تول اور ظلم، باطل کے مصادیق میں سے ہیں ۔(تفسیر نور الثقلین)

☆ ایسے ٹھنڈے پانی کے ساتھ وضو یا غسل کرنا جس میں جانی نقصان کا خطرہ ہو، اس بارے میں رسولخداؐ فرماتے ہیں: "وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا۝۲۹" (تفسیر نور الثقلین)

☆ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: اگر مسلمان اکیلا کفار کے علاقے میں داخل ہو جائے، اور اس کی وجہ سے قتل کر دیا جائے تو اس نے خودکشی کی ہے۔ (تفسیر برہان)

☆ معصوم راہبروں کو قتل کرنا بھی خودکشی کے مصادیق میں سے ہے اور معاشرے کو ہلاکت کی طرف دھکیلنے کے مترادف ہے۔ امام صادق علیہ السلام نے "لَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ" کے بارے میں فرمایا: یعنی اپنے پیغمبر کے اہلبیت کو قتل نہ کرو۔ (تفسیر فرات کوفی)

پیغام:

۱۔ ذاتی ملکیت قابل احترام ہے اور صحیح معاملات، کاروبار اور باہمی رضا مندی کی بنا پر لین دین کے علاوہ اس میں کسی قسم کا تصرف حرام ہے۔ "لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ"

۲۔ معاشرے کی ایک روح اور اس کا ایک ہی انجام ہوتا ہے۔ لہٰذا دوسروں کے مال کو اپنے مال کی طرح قابل احترام سمجھو۔ "اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ"

۳۔ ہر طرح کا تصرف جو حق کی بنیاد پر نہ ہو، حرام ہے۔ "لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ"

۴۔ لین دین طرفین کی رضایت کے ساتھ ہونا چاہیے، زور زبردستی کے ساتھ نہیں ہونا چاہیے۔ "عَنْ تَرَاضٍ

مِّنۡكُمۡ ۚ“

۵۔ انسانی جان قابل احترام ہے لہٰذا خودکشی بھی حرام ہے اور دوسروں کو قتل کرنا بھی گناہ ہے۔ ”لَا تَقۡتُلُوۡۤا اَنۡفُسَكُمۡ ؕ“

۶۔ اسلامی احکامات اور قوانین، خدا تعالیٰ کی رحمت کا ایک پہلو ہیں۔ ”كَانَ بِكُمۡ رَحِيۡمًا ۝۲۹“

آیت نمبر ۳۰

وَمَنۡ يَّفۡعَلۡ ذٰلِكَ عُدۡوَانًا وَّظُلۡمًا فَسَوۡفَ نُصۡلِيۡهِ نَارًا ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيۡرًا ۝۳۰

ترجمۃ الآیات

اور جو شخص تجاوز اور ظلم کی وجہ سے ایسا کرے گا (اور لوگوں کے جان و مال کی طرف دست درازی کرے گا، خودکشی یا خونریزی کرے) ہم اسے بہت جلد جہنم میں ڈالیں گے اور یہ کام اللہ تعالیٰ کے لیے بہت آسان ہے۔

نکات:

☆ شاید ”عُدۡوَانًا“ اور ”ظُلۡمًا“ میں فرق یہ ہو کہ عدوان دوسروں پر تجاوز کرنے کو کہتے ہیں اور ظلم میں انسان کا اپنے اوپر ستم کرنا بھی ظلم شمار ہوتا ہے۔

☆ ”صَلو“ کا معنی رحمت میں داخل ہونا ہے، ”صَلَی“ کے معنی جہنم میں داخل ہونے کے ہیں۔ اس لیے ”نُصۡلِيۡهِ“ کے معنی ہیں کہ ہم اسے آگ میں داخل کریں گے۔

☆ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص جان بوجھ کر خودکشی کرے، ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ پھر آپؑ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ (من لایحضر، ج ۳، ص ۳۶۴)

پیغام:

۱۔ انسان کے وہ کام جو ظلم و عدوان کی بنا پر انجام نہ پائے ہوں، ان کے بارے قہر الٰہی نہیں ہے۔ ”وَمَنۡ يَّفۡعَلۡ ذٰلِكَ عُدۡوَانًا وَّظُلۡمًا ۔۔۔“

۲۔ جزا یا سزا میں اصل کردار انسان کے ارادے اور نیت کا ہے۔ ”وَمَنۡ یَّفۡعَلۡ ذٰلِکَ عُدۡوَانًا وَّظُلۡمًا“

آیت نمبر ۳۱

اِنۡ تَجۡتَنِبُوۡا کَبَآئِرَ مَا تُنۡهَوۡنَ عَنۡهُ نُکَفِّرۡ عَنۡکُمۡ سَیِّاٰتِکُمۡ وَنُدۡخِلۡکُمۡ مُّدۡخَلًا کَرِیۡمًا ﴿۳۱﴾

ترجمۃ الآیات

اگر تم ان کبیرہ گناہوں سے پرہیز کرو کہ جن سے تمہیں روکا گیا ہے تو ہم تمہارے (چھوٹے) گناہوں کو معاف کر دیں گے اور تمہیں عزت دار بنا دیں گے۔

نکات:

☆ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ گناہ کی دو قسمیں ہیں: ۱۔ صغیرہ اور ۲۔ کبیرہ۔ سورہ کہف کی آیت ۴۹ میں ہم پڑھتے ہیں کہ قیامت کے دن جب مجرم لوگ اپنے اعمالنامہ کو دیکھیں گے تو کہیں گے ”یہ کیسا اعمال نامہ ہے؟ جس نے کوئی چھوٹا اور بڑا گناہ نہیں چھوڑا ہے۔ ”لَا یُغَادِرُ صَغِیۡرَۃً وَّلَا کَبِیۡرَۃً“

☆ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ اس آیت میں خدا تعالیٰ نے صغیرہ گناہ کی مغفرت کا وعدہ اس صورت میں کیا ہے کہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کیا جائے، تو پھر شفاعت کہاں کیلئے ہے؟ امامؑ نے فرمایا: شفاعت اُمت کے ان افراد کیلئے ہے جن سے کبیرہ گناہ انجام پاتے رہے۔ (توحید صدوق، ص ۴۰۷)

☆ روایات کے مطابق ”گناہ کبیرہ“ اس گناہ کو کہا جاتا ہے جس کی انجام دہی پر اللہ تعالیٰ نے جہنم بھیجنے کا وعدہ کیا ہے۔ (کافی، ج ۲، ص ۲۷۶) گذشتہ آیت میں قتل، خودکشی اور لوگوں کے مال پر تجاوز پر آگ کا وعدہ شاید اسی لیے تھا کہ جس کبیرہ گناہ پر عذاب کا وعدہ کیا گیا ہے اس کا ایک نمونہ لوگوں کی جان و مال پر تجاوز ہے۔

☆ روایات کی رو سے گناہان کبیرہ کی تعداد میں اختلاف ہے اور اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ کبیرہ گناہوں کے بھی مختلف درجات ہیں اور بعض گناہوں کو اکبرالکبائر بھی کہا جاتا ہے۔

پیغام:

۱۔ جن افراد کے فکری و عملی اصول صحیح ہوتے ہیں، ان کی چھوٹی چھوٹی غلطیاں قابل معافی ہوتی ہیں۔ ”اِنۡ تَجۡتَنِبُوۡا

كَبَآئِرَ مَا تُنۡهَوۡنَ عَنۡهُ نُكَفِّرۡ عَنۡكُمۡ سَيِّاٰتِكُمۡ ''

۲۔ جو لوگ کبیرہ گناہوں کے ارتکاب سے اجتناب کرتے ہیں انہیں اس کا یہ صلہ ملتا ہے کہ ان کے صغیرہ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ ''اِنۡ تَجۡتَنِبُوۡا كَبَآئِرَ مَا تُنۡهَوۡنَ عَنۡهُ نُكَفِّرۡ عَنۡكُمۡ سَيِّاٰتِكُمۡ ''

۳۔ جب تک کبیرہ وصغیرہ گناہوں سے پاک نہ ہوں گے جنت میں نہ جائیں گے۔ ''نُكَفِّرۡ عَنۡكُمۡ سَيِّاٰتِكُمۡ وَنُدۡخِلۡكُمۡ مُّدۡخَلًا كَرِيۡمًا﴿۳۱﴾ ''

آیت نمبر ۳۲

وَلَا تَتَمَنَّوۡا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعۡضَكُمۡ عَلٰى بَعۡضٍ ؕ لِلرِّجَالِ نَصِيۡبٌ مِّمَّا اكۡتَسَبُوۡا ؕ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيۡبٌ مِّمَّا اكۡتَسَبۡنَ ؕ وَسۡـَٔلُوا اللّٰهَ مِنۡ فَضۡلِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمًا﴿۳۲﴾

ترجمة الآیات

اور اللہ نے جو تم میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت اور برتری کا سبب قرار دیا ہے اس کی آرزو نہ کرو، مردوں کے لیے اپنے کیے کا حصہ ہے اور عورتوں کے لیے اپنے کیے کا حصہ ہے۔ (آرزو وحسد کرنے کے بجائے) خدا سے اس کے فضل وکرم کا سوال کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے۔

نکات:

☆ گذشتہ آیات نے حرام خوری سے منع فرمایا ہے۔ یہ آیت حرام خوری کی اصل وجہ کی طرف اشارہ کر رہی ہے جو کہ لالچ، آرزوؤں اور مقابلہ بازی ہے۔

☆ عدل دوسری چیز ہے اور مساوات اور چیز ہے۔ عدل ہر جگہ پسندیدہ ہے جبکہ مساوات کبھی پسندیدہ ہے اور کبھی ظلم ہے۔ مثلاً اگر ڈاکٹر سب بیماروں کو ایک جیسی دوا دے دے، یا استاد سب شاگردوں کو ایک جیسے نمبر دے، یہ مساوات تو ہے لیکن عدل نہیں ہے۔ عدل یہ ہے کہ ہر ایک کو اس کے حق کے مطابق دیں، چاہے اس میں فرق پایا جاتا ہو۔ کیونکہ صلاحیت اور کمال کی بنیاد پر فرق کا قائل ہونا حق ہے۔ لیکن تبعیض غلط ہے، کیونکہ تبعیض یہ ہے کہ بغیر کسی دلیل کے اور ہوائے نفس کی بنیاد پر کسی کو کسی

دوسرے پر ترجیح دینا۔ اسی طرح فرق وتفاوت کا قائل ہونا یہ ہے کہ معیارات کی بنیاد پر کسی کو کسی دوسرے پر ترجیح دی جائے۔ لہٰذا عدل کی تمنا تو مناسب ہے لیکن ہر چیز اور ہر شخص کے بارے میں مساوات کی آرزو نا مناسب ہے۔ ایک بدن کے اعضا اور ایک مشین کے پرزے چھوٹے بھی ہوتے ہیں اور بڑے بھی ہوتے ہیں، اسی طرح جنس، شکل اور کام کے لحاظ سے بھی مختلف ہوتے ہیں۔ یہ فرق حکمت پر مبنی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے افکار، مخلوقات، وارثت کے حصوں اور تمام دنیا کو ایک جیسا خلق نہیں فرمایا تو یہ اس کی حکمت اور عدالت کے عین مطابق ہے۔ اس لیے وہ چیزیں جو ہمارے اختیار سے باہر ہیں مثلاً حسن وزیبائی، استعداد ولیاقت، بیان وکلام، ہوش وذکا، مقام ومنزلت اور طول عمر وغیرہ تو ان باتوں میں ہمیں خدا کی تقسیم اور تقدیر پر راضی رہنا چاہیے اور مذکورہ صفات کے حامل افراد پر حسد نہیں کرنا چاہیے۔

ہم جو خدا کو عادل اور حکیم جانتے ہیں، اگر ہم کسی جگہ کسی بات کی دلیل اور حکمت کو نہ سمجھ سکیں تو ہم جلد بازی میں، جہالت اور لاعلمی کی بنیاد پر، بُرا سوچنے کی وجہ سے کوئی غلط فیصلہ کردیں یا خدا تعالیٰ وحکیم سے غلط توقع کرنے لگیں یا اس نعمت کے رکھنے والوں سے حسد کرنے لگیں، کیونکہ ہر نعمت کے زیادہ ہونے سے اس کی مسئولیت اور ذمہ داری میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ ہر نعمت کے ساتھ اس کے کھوجانے کا غم بھی ہوتا ہے اور یہ حقیقت نہج البلاغہ میں بیان ہوئی ہے۔

وہ امور جو ہمارے اپنے اختیار میں ہیں، ان کے بارے میں سعی وکوشش کرنی چاہیے اور سستی وکاہلی کو چھوڑ کر انہیں اپنانا چاہیے۔ صحیح سمت میں مقابلہ ورقابت کرکے قوت، کثرت اور استقلال حاصل کرنا چاہیے اور کسی کو استثمار اور استعمار کی اجازت نہیں دینی چاہیے۔

وہ امور جو ہمارے اختیار میں نہیں ہیں، وہاں موجود اس فرق کو ترقی، آزمائش، تحرک، تعاون اور معاشرے کی ہم آہنگی کیلئے ایک دلیل قرار دیں، کیونکہ اگر تمام انسانوں کے پاس ایک جیسی سہولیات ہوں تو انسانی صفات جیسے سخاوت، شجاعت اور ایثار نہیں بڑھیں گی۔ ان صفات کو انسان اپنی زندگی کی اونچ نیچ میں کام میں لاتا ہے، انسان متحرک رہتا ہے اور اپنی ضروریات کی بنیاد پر معاشرے سے جڑا رہتا ہے۔

☆ امام صادق علیہ السلام نے آیت کے بارے میں سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: کوئی دوسرے کی بیوی بچوں پر نظر نہ رکھے لیکن ان کی طرح کو خدا تعالیٰ سے چاہے۔ (وسائل، ج ۱۲، ص ۲۴۱)

☆ جب یہ آیت نازل ہوئی تو پیغمبر اکرمؐ کے صحابہ نے پوچھا آیت ''وَسْـَٔلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ'' میں فضل سے کیا مراد ہے؟ طے پایا کہ علیؑ یہ سوال پیغمبر اکرمؐ سے پوچھیں۔ آپؐ نے فرمایا: خدا تعالیٰ نے رزق کو لوگوں کے درمیان حلال ذریعے سے تقسیم کیا ہے، حرام کو بھی سامنے رکھا ہے اگر کوئی حرام میں سے کچھ اٹھالے تو اسی قدر اس کے حلال رزق میں سے کم کردیا جاتا ہے جبکہ حرام کے بارے میں اس سے حساب لیا جائے گا۔ (تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۲۱۵)

پیغام:

۱۔ خدائی عطیات پر راضی رہنا چاہیے اور حسد کی بنا پر دوسروں پر برتری اور فضیلت کی آرزو نہیں کرنی چاہیے۔ ''وَلَا تَتَمَنَّوْا ''

۲۔ اسلام میں اقتصادی اور اخلاقی مسائل آپس میں جڑے ہوئے ہیں۔ ''لَا تَأْكُلُوْا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ ۔۔۔ وَلَا تَتَمَنَّوْا''

۳۔ سامراجی اور ظالمانہ تفریق و امتیاز اور برتری کا معیار اور ہوتا ہے جبکہ خدا کی عطا کردہ فضیلت و برتری کا حساب اور ہوتا ہے جو آزمائش اور امتحان کی بنا پر عطا کی جاتی ہے یا واپس لی جاتی ہے۔ ''فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ ''

۴۔ مرد اور عورت کے درمیان خلقت و فطرت کے اعتبار سے فرق، خدا تعالیٰ کی طرف سے خلقت میں برتری دینے کی ایک مثال ہے۔ ''فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ؕ وَلِلنِّسَآءِ ''

۵۔ مرد اور عورت میں سے ہر ایک اپنے ہاتھوں کی کمائی کے خود مالک ہیں۔ ''لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ؕ وَلِلنِّسَآءِ ''

۶۔ دوسروں کے پاس موجود نعمتوں پر نظریں گاڑنے کی بجائے خدا کے فضل و کرم کی طرف آنکھیں لگانی چاہیں۔'' نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ؕ ۔۔''

۷۔ انسان اپنی کمائی میں سے کچھ کا خود مالک ہے ''مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ؕ '' کچھ حصہ اسلامی حکومت اور فقراء کیلئے ہے۔

۸۔ کوشش بھی کرو اور خدا سے دعا بھی کرو۔ ''اكْتَسَبُوْا ؕ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ؕ وَسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ ''

۹۔ دوسروں کے مال و منال پر نظر رکھنے کی بجائے خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے امید رکھو۔ ''وَلَا تَتَمَنَّوْا ۔۔۔ وَسْئَلُوا اللّٰهَ ''

۱۰۔ عادات و صفات کو صحیح سمت چلائیں، انسان میں آرزو ہے، اس آرزو کا رخ ایسا موڑ دیں کہ انسان خدا تعالیٰ سے نعمت کی آرزو رکھے، دوسروں کے پاس موجود نعمات کے ختم ہونے کی آرزو نہ کرے۔ ''لَا تَتَمَنَّوْا ۔۔۔ وَسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ ''

۱۱۔ اگر اللہ نے کسی کو کچھ دیا یا کسی سے کوئی چیز واپس لے لی تو یہ اس کا حکمت پر مبنی اور عالمانہ فعل ہے۔ ''بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۳۲﴾ '' (خدا تعالیٰ کے علم پر ایمان کی وجہ سے انسان طمع، لالچ و حرص سے دور رہتا ہے۔)

آیت نمبر ۳۳

وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ؕ وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ﴿۳۳﴾

ترجمۃ الآیات

اور ہم نے ہر شخص کے لیے وراث مقرر کر دیئے ہیں کہ وہ اپنے ماں باپ اور قرابتداروں سے میراث پائیں اور جن لوگوں کے ساتھ تم نے پیمان باندھا ہے ان کا حصہ بھی انہیں ادا کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر شاہد اور ناظر ہے۔

نکات:

☆ ''مَوَالِيَ'' جو کہ ''مولی'' کی جمع ہے اس کے مختلف معنی ہیں لیکن یہاں مراد ورثا ہیں۔

☆ ''عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ'' کا جملہ اس عہد و پیمان کی طرف اشارہ ہے جو زمانہ قبل از اسلام میں رائج تھا اور دو آدمیوں کے درمیان ایک معاہدہ طے پا جاتا تھا۔ اسلام نے ایسے معاہدے کو قدرے تبدیلی کے ساتھ قبول کرلیا اور فقہی کتب میں اس کا نام ''ضمان جریرہ'' ہے۔ معاہدے کا متن اس طرح ہوا کرتا تھا کہ دو آدمی آپس میں معاہدہ کرتے کہ زندگی میں ایک دوسرے کی مدد کریں گے، تاوان اور نقصان وغیرہ کی ادائیگی میں ایک دوسرے کے مددگار رہوں گے اور ایک دوسرے کی میراث بھی حاصل کریں گے۔ یہ دور حاضر میں بیمہ کی طرز کا معاہدہ ہوا کرتا تھا کہ اگر کسی شخص کو کوئی نقصان پہنچے تو دوسرا فریق اس کی دیت ادا کرے گا۔

اسلام نے اس قسم کے معاہدے کو تسلیم کیا لیکن وراثت پانے کے بارے میں یہ شرط لگا دی کہ اگر مرنے والے کا کوئی وارث نہ ہو تو پھر وہ شخص اس کا وراث بنے گا۔

☆ امام رضا علیہ السلام نے ''وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ'' کے بارے میں فرمایا: اس سے مراد وہ عہد و پیمان ہے جو لوگوں نے الٰہی و معصوم راہبروں کے ساتھ کیا ہے۔ (وسائل، ج ۱۲، ص ۲۴۱)

پیغام:

۱۔وراثت کے حصوں کا تعین، حکم خدا سے ہوا ہے۔ ''لِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ''

۲۔قریبی رشتہ دار وراثت حاصل کرنے میں ترجیح رکھتے ہیں۔ ''وَالْاَقْرَبُوْنَ ''

۳۔انسان کو حق حاصل ہے کہ بعض شرائط کے تحت اور کسی معاہدے کے ذریعے اپنی ملکیت دوسرے کو دیدے۔'' عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ ''

۴۔انسان کی زندگی میں کیے گئے معاہدے، اس کی موت کے بعد بھی محترم شمار کیے جائیں گے۔ ''وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ ؕ''

۵۔عہد و پیمان اور معاہدے پر عملدر آمد واجب ہے۔ ''فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ ؕ''

۶۔قرض داروں کو چاہیے کہ قرض ادا کرنے کیلئے قرض دینے والوں کے پاس جائیں۔ ''فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ ؕ''

۷۔خدا تعالیٰ کی ہمیشہ موجودگی پر ایمان، تقویٰ کا راز ہے اور ان افراد کیلئے آگاہی ہے جو اپنے وعدوں کو وفا نہیں کرتے۔ ''اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ۟ ۳۳''

آیت نمبر ۳۴

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ وَالّٰتِيْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ۳۴

ترجمۃ الآیات

مرد عورتوں پر تسلط رکھتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بعض لوگوں کو بعض پر فضیلت اور برتری عطا کی ہے (اور مردوں میں جسمانی اور تولیدی قوت اور ارادہ زیادہ ہوتا ہے۔) اور وہ اپنے مال

سے خرچ بھی دیتے ہیں ۔ پس نیک سیرت عورتیں فرائض کی ادائیگی میں تواضع کرتی ہیں اور اپنے شوہروں کی عدم موجودگی میں ان کے حقوق اور اسرار کی حفاظت کرتی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ بھی اسرار کی حفاظت کرتا ہے ۔ لیکن جن عورتوں کے طغیان اور سرکشی کا تمہیں خوف ہے تو تم انہیں نصیحت کرو (اگر اس پر انہوں نے تمہاری اطاعت نہ کی تو) ان کے ساتھ سونا چھوڑ دو (اور اگر نصیحت اور روٹھ جانا کارگر نہ ہو تو) انہیں مارو (اور جسمانی سزا دو) پس اگر وہ تمہاری اطاعت کریں تو تم بھی ان سے زیادتی کی راہ تلاش نہ کرو، بے شک اللہ تعالیٰ سب سے برتر اور بزرگ ہے۔

نکات:

☆ ''قَوّام '' اسے کہتے ہیں جس کے ذمے کسی دوسرے کے تمام امور اور تربیت کی ذمہ داری ہو۔

☆ ''نُشُوۡزَ '' کا لفظ ''نشز '' سے لیا گیا ہے جس کے معنی اونچی زمین ہے، سرکشی اور اونچا اڑنے کو بھی کہتے ہیں۔

☆ سرپرستی اور مدیریت کیلئے ضروریات کو پورا کرنے اور زندگی کو منظم طور پر چلانے کی صلاحیت کا ہونا ضروری ہے۔ صرف گھریلو معاملات میں ہی نہیں بلکہ معاشرتی، عدالتی اور جنگی معاملات میں بھی مردوں کو عورتوں پر فوقیت حاصل ہے۔ ''بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعۡضَهُمۡ عَلٰى بَعۡضٍ وَّبِمَاۤ اَنۡفَقُوۡا '' اسی لیے نہیں فرمایا: ' قَوّٰامُوۡنَ عَلٰٓى اَزۡوَاجِهِمۡ ' کیونکہ زوجیت کا مسئلہ صرف عائلی زندگی سے متعلق ہے لہٰذا خدا تعالیٰ نے اس برتری کو صرف گھریلو زندگی کیلئے قرار نہیں دیا۔

☆ اگرچہ بعض عورتیں جسمانی اور مالی لحاظ سے برتر ہوتی ہیں لیکن عمومی قاعدہ کلیہ اور قانون کو پیش نظر رکھا جائے گا اور شاذ و نادر مثالوں کو نظر انداز کر دیا جائے گا۔

☆ جملہ ''حٰفِظٰتٌ لِّلۡغَيۡبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ '' کیلئے کئی ایک معنی بیان ہوئے ہیں:

الف: ایسی عورتیں جن سے خدا جس چیز کی حفاظت چاہتا ہے وہ حفاظت کرتی ہیں۔

ب: وہ عورتیں جو اپنے شوہر کے حقوق کی حفاظت کرتی ہیں، بالکل اُسی طرح جب خدا تعالیٰ مردوں پر بعض فرائض عائد کرنے کے ذریعے عورتوں کے حقوق کی حفاظت کرتا ہے۔

ج: عورتیں حفاظت کرنے والی ہیں لیکن یہ توفیق خدا تعالیٰ کے حفظ کرنے کی وجہ سے ہے۔

☆ جب صلح آمیز راہیں کوئی فائدہ نہ دے سکیں اور وہ اپنے فرائض سے کوتاہی کرے یا نصیحت اور غصہ کو قبول نہ کرتے ہوئے سخت رویہ کا مظاہرہ کرے، اس صورت میں بعض نفسیات کے ماہرین کہتے ہیں کہ ایسے افراد مازوشیسم (بے جا آزادی کی

شدید خواہش) کی حالت میں چلے جاتے ہیں تو پھر معمولی ترش روئی سے کام لیا جائے اور پھر جسمانی سزا ہے جو کہ اس کیلئے ایک مرہم کا کام کرتی ہے۔ تاہم اس میں بھی اسلام نے یہ سفارش کی ہے کہ جسمانی سزا اس قدر زیادہ نہ ہو کہ جسم نیلا ہو جائے یا زخمی ہو جائے۔ علاوہ ازیں بعض اوقات غلط رو مرد کو بھی قاضی شریعت کی طرف سے جسمانی سزا ملتی ہے۔

☆ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عورت کو تمہارا مارنا ایسا نہیں ہونا چاہیے جس سے عورت کے جسم پر کوئی نشان بن جائے، یا مردانہ طاقت یا اپنے آپ کو دیکھانے کی خاطر نہ ہو کہ جس سے وہ دوسروں کی نظروں میں آ جائے۔'' ضرباً غیر مبرّح '' (تفسیر طبری، ج ۵، ص ۶۸ اور تفسیر در المنثور، ج ۲، ص ۵۲۲)

☆ امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: عورت کا نشوز کرنا یہ ہے کہ وہ شوہر کے ساتھ ہمبستر ہونے سے انکار کرے اور'' اضْرِبُوْهُنَّ '' سے مراد مسواک جتنی چھڑی یا مسواک جیسی چیز سے مارنا ہے، ایسا مارنا جو دوستی و پیار کی بنا پر ہو۔ (من لا یحضرہ الفقیہ، ج ۳، ص ۵۲۱)

پیغام:

۱۔ اگر کسی معاشرے میں صرف دو افراد ہوں تو ان میں سے ایک کو مسئول اور سرپرست ہونا چاہیے، اسی طرح گھر کی کیفیت ہے وہاں مرد سرپرست ہے۔'' اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا ''

۲۔ احساسات اور جذبات پر عقلمندی اور تدبر و تدبیر حکم فرما ہونی چاہیے۔'' اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا '

۳۔ اسلام کا حقوقی نظام، کائنات اور خلقت کے ساتھ ہم آہنگ ہے۔ مرد کو سرپرستی کا حق اس کی جسمانی اور روحی بناوٹ کی وجہ سے ہے۔'' اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا ''

۴۔ فطری طور پر کسی کی برتری فضل الٰہی ہے۔'' بِمَا فَضَّلَ ''

۵۔ زندگی کے اخراجات پورے کرنا مرد کے ذمہ ہیں۔'' بِمَآ اَنْفَقُوْا '

۶۔ قانون بنانے والے کو قانون بناتے وقت مرد اور عورت کی فطری خلقت کے فرق کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے۔'' اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ ''

۷۔ ایک اچھی عورت کی نشانی یہ ہے کہ وہ اپنے شوہر کی اطاعت کرتی ہے اور اس کے سامنے متواضع ہوتی ہے۔'' قٰنِتٰتٌ ''

۸۔ شائستہ بیوی کی علامت یہ ہے کہ وہ اپنے شوہر کی عدم موجودگی میں اپنی حفاظت کرتی ہے۔'' حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ ''

۹۔ عورت کی طرف سے شوہر کی اطاعت اور اس کے حقوق کی حفاظت کرنا، اس بات پر موقوف ہے کہ شوہر اس کی زندگی کے ضروری اخراجات کو پورا کرے۔'' بِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ۭ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ ''

۱۰۔ کسی مسئلہ کا حل اس کے پیدا ہونے سے پہلے کر لینا چاہیے، اس سے پہلے کہ عورت نافرمان ہو اس کا حل تلاش کر لینا چاہیے۔ ''تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ''

۱۱۔ مرد کو کوئی حق نہیں ہے کہ وہ اپنی مطیع بیوی کو تکلیف پہنچائے۔ ''فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ''

۱۲۔ عورت کو مطیع بنانے کیلئے نصیحت کے تین مرحلے ہیں، وعظ ونصیحت، ترک ہمخوابی اور پھر جسمانی سزا دینا۔ اگر عورت ان تین طریقوں کے علاوہ کسی اور طرح سے مطیع ہو جائے تو مرد کو حق حاصل نہیں ہے کہ وہ کوئی سخت طریقہ استعمال کرے۔ ''فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ'' کا جملہ بتاتا ہے کہ مقصد اطاعت ہے، خواہ کسی بھی مناسب ذریعہ سے ہو۔

۱۳۔ عورت کا متواضع ہونا، اس کیلئے کمزوری یا چھوٹا ہونا نہیں بلکہ اس کی قدر و اہمیت میں اضافہ کا باعث ہے۔ ''فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ''

۱۴۔ نیک سیرت بیوی کا کردار یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے شوہر کی عدم موجودگی میں اس کے رازوں کی امین اور اس کے مال، عزت وآبرو اور ناموس کی محافظ ہوتی ہے۔ ''فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ''

۱۵۔ منکرات اور برائی سے مقابلہ قدم بقدم اور مرحلہ وار ہونا چاہیے، پہلے نصیحت، پھر کچھ سختی اور پھر سزا۔ ''فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ ---''

۱۶۔ جب تک نصیحت کارگر ہو، غصہ اور سختی ممنوع ہے، اور جب تک جدائی وعلیحدگی موثر ہے، جسمانی سزا ممنوع ہے۔ ''فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ''

۱۷۔ سختی اور سزا صرف فرائض کی انجام دہی کیلئے ہے، انتقام، کینہ اور بہانہ بنا لینے کے لیے نہیں۔ ''فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ''

۱۸۔ عورتوں پر مردوں کی برتری اور فضیلت ان کے مغرور بن جانے کا سبب نہیں بنی چاہیے کیونکہ خدا تعالٰی تمام کائنات سے بالا اور برتر ہے۔ ''اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ﴿۳۴﴾'

۱۹۔ خدا تعالٰی کی برتری پر توجہ رکھنا توجہ کی کلید اور بیویوں پر ستم کرنے سے روکتی ہے۔ ''اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا''

آیت نمبر ۳۵

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ

عَلِيْمًا خَبِيْرًا ﴿۳۵﴾

ترجمۃ الآیات

اور اگر تمہیں ان دونوں (زن و مرد) کے درمیان ناسازگاری اور جدائی کا اندیشہ ہو تو ایک ثالث (پنچ) مرد کے خاندان سے اور ایک ثالث عورت کے کنبہ سے مقرر کرو (تاکہ وہ ان کے اختلافات دور کرنے کی کوشش کریں) اگر دونوں ثالثوں کا قصد اصلاح کرنا ہو تو اللہ تعالیٰ ان دونوں کے درمیان اس کا اچھا بندوبست کر دے گا کیونکہ یقیناً اللہ تعالیٰ (سب کی نیتوں سے) باخبر اور آگاہ ہے۔

نکات:

☆ یہ آیت مندرجہ ذیل امتیازات اور خصوصیات کے ساتھ ایک گھریلو عدالت تشکیل دینے کی دعوت دیتی ہے:

۱۔ ثالث مرد اور عورت کے خاندانوں سے ہونے چاہیں تاکہ زیادہ سے زیادہ ہمدردی، ذمہ داری اور غیر جانبداری کا مظاہرہ کرسکیں۔

۲۔ اس قسم کی عدالت کے لیے کسی قسم کے خرچے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

۳۔ اس قسم کی عدالت میں نہ تو سرکاری عدالتوں کی طرح کام کا بوجھ ہوتا ہے، نہ زیادہ وقت لگتا ہے اور فیصلہ بھی جلدی ہو جاتا ہے۔

۴۔ اس عدالت کے اسرار غیروں تک نہیں پہنچتے اور اختلافی مسائل خود فریقین کے درمیان ہی محفوظ رہتے ہیں۔

۵۔ چونکہ ثالثوں کا تعلق اپنے اپنے خاندانوں سے ہوتا ہے لہٰذا طرفین کے لیے قابل اعتماد ہوتے ہیں۔

☆ مشکلات کے حل کیلئے ثالث کا انتخاب کرنا جائز ہے۔ حضرت علی علیہ السلام کا صفین میں حکمیت کو قبول کر لینے پر ایک اعتراض کے جواب میں امام باقر علیہ السلام نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ (تفسیر نور الثقلین و احتجاج طبرسی، ج ۲، ص ۵۸)

☆ ''فَابْعَثُوْا حَكَمًا'' کے بارے میں امام صادق علیہ السلام سے سوال کیا گیا تو امامؑ نے فرمایا: ثالث افراد کو علیحدگی اور طلاق کے بارے میں فیصلہ نہیں کرنا چاہیے، مگر یہ طرفین کی طرف سے اس بات کی اجازت وصول کر چکے ہوں۔ (کافی، ج ۶، ص ۱۴۶)

پیغام:

۱۔ جھگڑے کے رونما ہونے سے پہلے ہی اس کا سدباب کر دینا چاہیے یعنی اختلاف اور ناسازگاری کا خطرہ محسوس

کرتے ہی فوراً ثالثوں کے انتخاب کا سلسلہ شروع کردینا چاہیے۔''اِنْ خِفْتُمْ''

۲۔جدائی ہوجانے کے خطرے سے پہلے کسی کے گھریلو معاملات میں مداخلت نہیں کرنی چاہیے۔''وَاِنْ خِفْتُمْ''

۳۔طلاق اور علیحدگی کے بارے میں خوف اور پریشانی ہونی چاہیے۔''خِفْتُمْ شِقَاقَ''

۴۔مرد اور عورت اصل میں دو وجود میں ایک روح کی طرح ہیں۔کیونکہ'' شِقَاقَ '' کا لفظ وہاں استعمال ہوتا ہے جہاں ایک ہی حقیقت کو دو حصوں میں تقسیم کیا جائے۔

۵۔شوہر اور بیوی کے درمیان صلح کیلئے جلد اقدام کرنا چاہیے۔''فَابْعَثُوْا' میں فاء سے مراد جلدی ہے۔

۶۔گھریلو اختلافات کی صورت میں معاشرے کے لوگوں پر بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔''وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا''

۷۔قریبی رشتہ دار گھریلو اختلافات کو ختم کرانے کے سلسلے میں زیادہ اہم ذمہ داری کے حامل ہیں۔'' مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ''

۸۔مرد اور عورت ثالث کے انتخاب میں ایک جیسا حق رکھتے ہیں۔''حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا''

۹۔معاشرے میں بعض لوگوں پر اعتماد کیا جانا چاہیے اور ان کی ثالثی کو قبول کیا جانا چاہیے۔''فَابْعَثُوْا حَكَمًا ۔۔۔''

۱۰۔لوگوں کی مشکلات کو حل کرنے کیلئے لوگوں کو اس میں شامل کیا جائے۔''فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ''

۱۱۔مایوس اور ناامید افراد کے درمیان صلح کروانے کیلئے اور ان کے معاملات سے لاتعلق نہ رہیں۔''فَابْعَثُوْا''

۱۲۔کسی خطرے سے پہلے خود ہی فضا تیار نہیں کرنی چاہیے نیز ایک ثالث دونوں طرف کیلئے کافی ہے۔''حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا''

۱۳۔اسلام معاشرے کے مسائل کو مل بانٹ کر حل کرنے پر تاکید کرتا ہے۔کچھ لوگ آگے بڑھ کر اپنی ذمہ داریاں ادا کریں۔''حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا''

۱۴۔ہر مسئلہ کو جج یا عدالت تک نہیں لے جانا چاہیے، پہلے آپ خود اپنے درمیان ہی مسائل حل کرنے کی کوشش کریں۔''فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ''

۱۵۔جہاں کہیں حق اور حقوق کی بات ہو، طرفین کو موجود ہونا چاہیے۔''حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا''

۱۶۔بیوی اور شوہر کو چاہیے کہ انتخاب شدہ ثالث کے فیصلے کو قبول کریں۔(کسی کو ثالث انتخاب کرنے کی شرط یہ ہے کہ اس کے حکم کی اطاعت کی جائے۔)

۱۷۔ثالث کے انتخاب میں ہمدردی، حالات سے آگاہی، رازداری اور اصلاح طلبی کی صفات کو پیش نظر رکھا جائے۔''اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا''

۱۸۔ جہاں اصلاح اور نیک نیتی کا عنصر ہوتا ہے وہاں الٰہی امداد فوراً پہنچ جاتی ہے۔ ''اِنْ یُّرِیْدَآ اِصْلَاحًا یُّوَفِّقِ اللّٰہُ بَیْنَہُمَا ط''

۱۹۔ دل خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہیں۔ ''یُّوَفِّقِ اللّٰہُ بَیْنَہُمَا ط''

۲۰۔ اپنی عقل اور تدبیر پر مغرور نہ ہو جاؤ، توفیق کو خدا تعالیٰ کی طرف سے سمجھنا چاہیے۔ ''یُّوَفِّقِ اللّٰہُ''

۲۱۔ خاندان کی اصلاح کیلئے قرآنی منصوبہ، الٰہی علم وحکمت پر مبنی ہے۔ عَلِیْمًا خَبِیْرًا ﴿۳۵﴾''

۲۲۔ نیک نیتی ضروری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا اور سمجھتا ہے۔ ''اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیْمًا خَبِیْرًا ﴿۳۵﴾''

آیت نمبر ۳۶

وَاعْبُدُوا اللّٰہَ وَلَا تُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْـًٔا وَّبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ۙ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ ط اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ مَنْ کَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ﴿۳۶﴾

ترجمۃ الآیات

اور تم سب خدا کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ نیکی کرو اور قریبی رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، اپنے اور بیگانے ہمسایوں اور نزدیک والے ضرورت مند دوستوں اور مسافروں اور اپنے غلاموں اور کنیزوں کے ساتھ (بھی نیکی کرو) یقیناً اللہ تعالیٰ اس شخص کو دوست نہیں رکھتا جو متکبر اور فخر کرنے والا ہو۔

نکات:

☆ یہ آیت حقوق اللہ ''وَاعْبُدُوا اللّٰہَ'' سے لے کر حقوق العباد ''مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ ط'' حتی کہ غلاموں اور کنیزوں تک کے حقوق کو بیان کر رہی ہے اور یہ اسلام کے جامع ہونے کی دلیل ہے۔

☆ ''وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ'' کا اطلاق اپنے رشتہ دار اور غیر رشتہ دار، ہم عقیدہ اور غیر ہم عقیدہ

والے ہمسایہ پر ہوتا ہے۔ روایات کے مطابق ہر طرف سے چالیس گھر تک ہمسایہ ہوتے ہیں۔ یعنی چھوٹے علاقوں میں سارے لوگ ہی ہمسایہ میں شامل ہوتے ہیں۔ (وسائل، ج ۱۲، ص ۱۳۱)

☆ ''وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ'' نزدیکی دوست سے مراد دائمی اور عارضی دوست، رفیق سفر اور وہ لوگ ہوتے ہیں جو کسی فائدے کی امید کے ساتھ انسان کے پاس آتے ہیں۔

☆ ''ابْنِ السَّبِيْلِ'' ممکن ہے کہ اپنے وطن میں متمول اور ثروت مند ہو اور ہمیں اس کی اور اس کے قوم وقبیلہ کی پہچان نہ ہو بلکہ صرف اتنا جانتے ہوں کہ سفر میں پریشان ہو چکا ہے اور راستے کا خرچ نہیں رکھتا پس اس کی حمایت کرنی چاہیے۔

☆ ''مُخْتَالًا'' وہ ہوتا ہے جو خیالوں کی دنیا میں خود کو بڑا سمجھتا ہو اور تکبر کرتا ہے، اگر گھوڑے کو ''خیل'' کہتے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ متکبرانہ انداز میں چلتا ہے۔

☆ ماں باپ سے احسان میں محبت، خدمت، معاشی مدد، علمی مدد، ہمدردی اور ان کے ساتھ مشورہ کرنا بھی شامل ہے۔

☆ احسان کرنے کیلئے ماں باپ کا نیک اور اچھا ہونا ضروری نہیں ہے، لیکن والدین کی اطاعت اس صورت میں ہے جب وہ خدا کی مرضی کے خلاف حکم نہ دیں۔

☆ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ پیغمبرؐ اور علیؑ اس امت کے باپ ہیں، کیونکہ قرآن میں آیا ہے ''وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا'' (تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۲۴۱)

پیغام:

۱۔ صرف خدا کی عبادت ہی کافی نہیں بلکہ ہر قسم کے شرک، غیر اللہ کی طرف توجہ اور ریا کاری سے اجتناب بھی ضروری ہے۔ ''وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا ---''

۲۔ والدین کے ساتھ نیکی کا حکم خدا کی عبادت اور توحید کے ساتھ ساتھ بیان ہوا ہے۔ ''وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا''

۳۔ حقیقی خدا پرست اپنے عزیزوں، رشتہ داروں، معاشرے کے محروم افراد اور ہمسایوں کا بھی خاص خیال رکھتا ہے اور اس بارے میں اپنے آپ کو مسئول اور ذمہ دار سمجھتا ہے۔ ''وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى''

۴۔ دور کے ہمسائیوں کا بھی انسان پر حق ہوتا ہے۔ ''الْجَارِ الْجُنُبِ''

۵۔ احسان کرنے میں ترجیحات کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے، والدین کا نام رشتہ داروں سے پہلے ذکر ہوا ہے اور رشتہ داروں کا نام یتیموں سے پہلے ذکر کیا گیا ہے۔

۶۔ والدین، رشتہ داروں، یتیموں، معاشرے کے محروم افراد پر توجہ نہ کرنا، تکبر اور غرور کی علامت ہے۔ ''اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا ﴿٣٦﴾''

۷۔ احسان کرنا تواضع کے ساتھ ہونا چاہیے۔ آیت کے شروع میں احسان کی تاکید ہے اور آخر میں تکبر سے منع کیا گیا ہے۔ ''لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا ﴿٣٦﴾''

آیت نمبر ۳۷

الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿٣٧﴾

ترجمۃ الآیات

(متکبر اور فخر کرنے والے لوگ) وہ ہیں جو بخل (کنجوسی) سے کام لیتے ہیں اور لوگوں کو بھی بخل کرنے کا حکم دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انہیں جو فضل عطا فرمایا ہے اسے چھپاتے ہیں اور ہم نے کافروں کے لیے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔

نکات:

☆ بخل کا اطلاق مال، علم اور عزت و آبرو کے بارے میں کنجوسی کرنے پر ہوتا ہے کہ ان چیزوں کو اپنے پاس رکھا جائے اور دوسروں کے لیے انہیں خرچ نہ کیا جائے۔

پیغام:

۱۔ انسان کے روحانی عیوب بڑھتے اور پھیلتے رہتے ہیں۔ بخیل لوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ دوسروں میں بھی بخل پیدا ہو جائے۔ ''يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ''

۲۔ بخیل شخص خدا کی محبت سے محروم رہتا ہے۔ ''لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا ﴿٣٦﴾ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ''

۳۔ تکبر اور غرور کی علامت میں سے بخل (کنجوسی) کرنا ہے۔ ''مُخْتَالًا فَخُوْرًا ﴿٣٦﴾ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ''

۴۔ الٰہی نعمتوں کا اظہار ایک طرح کا شکر ہے اور انہیں چھپانا ایک قسم کی ناشکری اور کفران نعمت ہے۔ ''يَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ''

۵۔بخیل شخص احسان نہ کرنے کی خاطر خود کو فقیر ظاہر کرتا ہے۔''يَبْخَلُوْنَ وَيَكْتُمُوْنَ''

۶۔نعمتیں خداوند عالم کے فضل و کرم سے ملتی ہیں، انسانی تدبیر و کوششوں سے نہیں ملتیں۔''اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ''

۷۔اگر ہم جانتے ہوں کہ نعمتیں اس کی طرف سے ہیں تو ہم بخل نہیں کریں گے۔''اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ''

۸۔بخل (کنجوسی) کبھی کفر کیلئے راہ ہموار کرتا ہے۔''يَبْخَلُوْنَ ... كٰفِرِيْنَ''دوسری آیت میں آیا ہے:''وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۙ﴿۶﴾ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ''(فصلت۔۷۔۸)

۹۔تکبر کرنے کی سزا دنیا میں بھی ہے اور آخرت میں بھی ذلت ہے۔''مُخْتَالًا ... مُّهِيْنًا ﴿۳۷﴾''

آیت نمبر ۳۸

وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَمَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ قَرِيْنًا ﴿۳۸﴾

ترجمۃ الآیات

اور (متکبر اور فخر کرنے والے لوگ) وہ ہیں جو اپنے مالوں کو لوگوں کے دکھاوے کے لیے خرچ کرتے ہیں اور اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے اور جس شخص کا ساتھی شیطان ہو تو وہ بہت ہی برا ساتھی ہے۔

نکات:

☆ شیطان انسان کے دل میں کبھی دور سے اور کبھی نزدیک سے وسوسے ڈالتا ہے اور مومنین شیطانی وسوسوں سے دور بھاگتے ہیں اور بعض اوقات شیطان کچھ لوگوں کا دائمی دوست اور ہمدم بن جاتا ہے اور اس وقت وہ اس شخص کا ساتھی بن جاتا ہے۔ جیسا کہ سورہ زخرف کی آیت ۳۶ میں ہم پڑھتے ہیں:''مَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ﴿۳۶﴾''یعنی جو شخص خدا کی یاد سے منہ موڑتا ہے ہم اس کے واسطے ایک شیطان کو مقرر کر دیتے ہیں تو وہی ہر دم اس کا ساتھی ہوتا ہے۔

پیغام:

۱۔کنجوسی اور راہ خدا میں خرچ نہ کرنا بھی بری بات ہے اور دکھاوے کے طور پر خرچ کرنا بھی اچھی بات نہیں، اس سے

پہلی آیت میں بخل کی مذمت کی گئی ہے اور یہاں ریا کاری کے طور پر خرچ کرنے کی مذمت کی گئی ہے۔ ''یَبۡخَلُوۡنَ، یُنۡفِقُوۡنَ۔۔۔رِئَآءَ النَّاسِ''

۲۔ ریا کاری کا اصل موجب خدا اور قیامت پر صحیح معنوں میں ایمان نہ رکھنا ہے۔ ''رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ ؕ''

۳۔ راہ خدا میں خرچ کرنے کا مقصد صرف یہ نہیں ہوتا کہ بھوکوں کو سیر کر یا جائے کیونکہ یہ مقصد تو ریا کاری سے بھی حاصل ہو جاتا ہے بلکہ اصل مقصد راہ خدا میں خرچ کرنے والے کی معنوی ترقی اور باطنی ہدایت ہوتی ہے۔ ''یُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَهُمۡ رِئَآءَ النَّاسِ''

۴۔ ریا کار افراد کو خدا تعالیٰ دوست نہیں رکھتا۔ ''لَا یُحِبُّ مَنۡ کَانَ مُخۡتَالًا فَخُوۡرَا ۙ﴿۳۶﴾۔۔۔وَالَّذِیۡنَ یُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَهُمۡ رِئَآءَ النَّاسِ''

۵۔ جو دل خدا سے خالی ہو جائے وہ ہمیشہ کیلئے شیطان کی آماجگاہ بن جاتا ہے۔ ''لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ ؕ وَمَنۡ یَّکُنِ الشَّیۡطٰنُ لَهٗ قَرِیۡنًا فَسَآءَ قَرِیۡنًا ﴿۳۸﴾''

آیت نمبر ۳۹

وَمَاذَا عَلَیۡهِمۡ لَوۡ اٰمَنُوۡا بِاللّٰهِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَاَنۡفَقُوۡا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَکَانَ اللّٰهُ بِهِمۡ عَلِیۡمًا ﴿۳۹﴾

ترجمۃ الآیات

اگر وہ خدا اور آخرت کے دن پر ایمان لے آتے اور جو کچھ اللہ نے انہیں دیا ہے اس میں سے (دوسروں پر) خرچ کرتے تو ان پر کونسی آفت آجاتی اور اللہ تعالیٰ تو انہیں جانتا ہی ہے۔

پیغام:

۱۔ راہ راست سے ہٹے ہوئے افراد پر افسوس کا اظہار بھی تنبیہ اور تبلیغ کا ایک ذریعہ ہے۔ ''وَمَاذَا عَلَیۡهِمۡ۔۔۔''

۲۔ خدا پر ایمان کا لازمی نتیجہ محروموں کے بارے انفاق کرنے کی صورت میں نکلتا ہے۔ ''اٰمَنُوۡا بِاللّٰهِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَاَنۡفَقُوۡا''

۳۔ انفاق صرف اموال میں نہیں ہے بلکہ ہر اس چیز میں ہے جو خدا تعالیٰ نے نعمت عطا کی ہے جیسے علم، آبرو، مقام و منزلت سب میں پسندیدہ عمل ہے۔ ''مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ ؕ''

۴۔ اگر ہم یہ جانتے ہوں کہ نعمات خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں تو ہمارے اندر انفاق کرنے کی قوت میں اضافہ ہو جائے گا۔ ''رَزَقَهُمُ اللّٰهُ ؕ''

۵۔ بخیل اور ریاکار افراد کو جان لینا چاہیے کہ وہ آگاہ خدا کے زیر نظر ہیں۔ ''كَانَ اللّٰهُ بِهِمۡ عَلِيۡمًا ۝۳۹''

آیت نمبر ۴۰

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظۡلِمُ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنۡ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفۡهَا وَيُؤۡتِ مِنۡ لَّدُنۡهُ اَجۡرًا عَظِيۡمًا ۝۴۰

ترجمۃ الآیات

یقیناً اللہ تعالیٰ کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم و ستم نہیں کرتا اور اگر کوئی نیک کام ہو تو (اس کو) دگنا کر دیتا ہے اور اپنی طرف سے بہت بڑا اجر عطا کرتا ہے۔

نکات:

☆ عام طور پر ظلم یا تو جہالت اور نادانی کی وجہ سے کیا جاتا ہے یا خوف و ڈر کی وجہ سے یا ضرورت اور حرص وغیرہ کی بنا پر کیا جاتا ہے۔ خداوند عالم چونکہ بے نیاز، دانا اور ہر عیب سے پاک ہے لہٰذا ظلم نہیں کرتا۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود ہی عدل و انصاف کا حکم دیا ہے تو وہ دوسروں پر کیونکر ظلم کر سکتا ہے!!

خدا تعالیٰ کی طرف سے پاداش (اجر) کئی برابر ہے (دس سے ستر برابر)۔ یہ اس کا احسان اور لطف ہے۔

پیغام:

۱۔ خدا تعالیٰ عادل ہے اور یہ سزائیں ہمارے ہی اعمال کا ردعمل ہیں۔ ''اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظۡلِمُ ۔۔۔''

۲۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے سزا ہمارے اعمال کے مطابق ہے جبکہ اجر و پاداش کئی برابر ہے۔ ''يُّضٰعِفۡ''

۳۔ نیکیوں میں اضافہ کے علاوہ خدا تعالیٰ اپنی طرف سے اجر عظیم بھی عطا فرمائے گا۔ ''مِنۡ لَّدُنۡهُ اَجۡرًا عَظِيۡمًا ۝۴۰''

آیت نمبر ۴۱

فَكَيۡفَ اِذَا جِئۡنَا مِنۡ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيۡدٍ وَّجِئۡنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَاۤءِ شَهِيۡدًا ۞

ترجمۃ الآیات

پس کس طرح کا ہوگا وہ دن کہ جس میں ہم ہر امت سے ایک گواہ (خود انہی میں سے) لے آئیں گے اور (اے رسولؐ!) آپ کو ان پر گواہ بنا کر لے آئیں گے؟

نکات:

☆ اس آیت کا مضمون کہ جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو امت کے اعمال پر گواہ بتا رہا ہے، قرآن مجید کے کئی دوسرے مقامات پر بھی بیان ہوا ہے۔ (بقرہ۔ ۱۴۳؛ نحل۔ ۸۹؛ حج۔ آخری آیت)

جب عبداللہ ابن مسعود نے قرآن مجید کی تلاوت کے دوران یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پڑھی تو آنجنابؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ (تفاسیر کبیر، فخر رازی و مراغی)

☆ اگرچہ خداوند عالم کو گواہوں کی ضرورت نہیں ہے لیکن انسان کی فطرت ہی کچھ اس قسم کی ہے کہ وہ جس قدر گواہوں کی موجودگی کا زیادہ احساس کرے گا اسی قدر اس کی تربیت اور تقویٰ کے لیے یہ بات زیادہ موثر ہوگی۔ جو شخص ٹی وی پر گفتگو کر رہا ہوتا ہے اسے معلوم ہوتا ہے کہ مجھے لاکھوں انسان دیکھ رہے ہیں تو چھینکتے وقت یا غلط گفتگو کرتے وقت بہت شرم محسوس کرتا ہے۔

☆ قرآنی آیات کی رو سے قیامت کے دن بہت سے گواہ موجود ہوں گے: منجملہ

۱۔ خداوند ''اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ شَهِيۡدٌ ۞'' (حج۔ ۱۷)

۲۔ انبیاء کرام ''جِئۡنَا مِنۡ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيۡدٍ'' (نساء۔ ۴۱)

۳۔ فرشتے ''وَجَآءَتۡ كُلُّ نَفۡسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيۡدٌ ۞'' (ق۔ ۲۱)

۴۔ زمین ''يَوۡمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخۡبَارَهَا ۞'' (زلزال۔ ۴)

۵۔ وقت'' حدیث میں ہے کہ ہر نیا دن انسان سے خطاب کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ''انا یوم جدید و انا علیك لشهید، اشهد به یوم القیامة'' (تفسیر نور الثقلین، ج ۵، ص ۱۱۲)

۶۔انسان کے اعضاء ''تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ ''(نور۔۲۴)

۷۔قیامت ''سب گواہوں کے اکٹھا ہونے کا دن ہے،''يَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ''(غافر۔۵۱)

☆ خدائی طریقہ کار یہ ہے کہ ہر امت کا پیغمبر ان لوگوں پر گواہ ہو۔لہٰذا رحلت پیغمبر اسلامؐ کے بعد ایسے افراد کا ہونا ضروری ہے جو پیغمبری اوصاف کے حامل ہوں اور لوگوں پر گواہ ہوں۔امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: ہم اہل بیت میں سے ہر دور میں اس امت پر ایک امام اس کا گواہ چلا آ رہا ہے جبکہ حضرت رسول خداؐ ہم پر گواہ ہیں۔(نورالثقلین، ج۱،ص ۳۹۹)

☆ حضرت علی علیہ السلام اس آیت کی تلاوت کے بعد فرماتے ہیں:''هو ۔ محمد ۔ شهيد على الشهداء و الشهداء هم الرسل ''(تفاسیر برہان وعیاشی)

پیغام:

۱۔انبیا دنیا میں لوگوں کیلئے نمونہ عمل ہیں اور آخرت میں ان پر گواہ ہیں۔''جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۢ بِشَهِيْدٍ''

۲۔گواہ ہونے کیلئے علم ہونا ضروری ہے، لہٰذا انبیا ہمارے کاموں سے آگاہ ہیں۔''بِشَهِيْدٍ''

۳۔پیغمبر اسلام اشرف الانبیا ہیں، کیونکہ انبیا اپنی امت کے اعمال پر گواہ ہیں جبکہ پیغمبر اسلامؐ تمام انبیا کے اعمال پر گواہ ہیں۔''جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَاۗءِ شَهِيْدًا ﴿٤١﴾''

آیت نمبر ۴۲

يَوْمَىِٕذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ؕ وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا ﴿٤٢﴾

ترجمۃ الآیات

اس دن (انسان کے گناہوں پر انبیا اور گواہوں کی گواہی کے دن) وہ لوگ جنہوں نے کفر اختیار کیا تھا اور پیغمبر کی نافرمانی کی تھی، وہ یہ آرزو کریں گے کہ اے کاش وہ زمین میں دب جاتے اور وہ برابر ہو جاتی اور وہ خدا سے کوئی بات چھپا نہیں سکیں گے۔

نکات:

☆ معصیت کار کفر گواہوں کے پیش ہونے سے پہلے اپنے گناہوں اور اپنی برائیوں کا انکار کریں گے اور راہ فرار

اختیار کرتے ہوئے کہیں گے: ''وَاللّٰہِ رَبِّنَا مَا کُنَّا مُشْرِکِیْنَ۝۲۳'' یعنی ہمیں اپنے رب اللہ کی قسم ہم مشرک نہیں تھے۔ (انعام ۔ ۲۳) لیکن جب گواہ حقائق کو پوری طرح بیان کریں گے تو ان کے لیے کسی بات کے چھپانے کی گنجائش باقی نہیں رہ جائے گی۔

☆ گنہکاروں کی حسرت بھری آرزوں کو قرآن پاک کی آیات میں یوں بیان کیا گیا ہے:

کاش میں مٹی ہوتا، کاش میں مٹی میں مل گیا ہوتا، کاش میں فلاں کے ساتھ دوست نہ ہوتا، کاش دنیا میں عقل اور فکر کرنے والوں میں سے ہوتا، کاش میں اُسی موت کے ساتھ فانی ہو گیا ہوتا۔۔۔

پیغام:

۱۔ پیغمبر کی حکومت کے قوانین کی نافرمانی خدا سے کفر کے زمرے میں آتی ہے۔ ''کَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ''

۲۔ قیامت کا دن حسرت اور آرزو کا دن ہوگا۔ ''یَوَدُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰی''

۳۔ قیامت کے دن کوئی بات اور کوئی مقصد مخفی نہیں رہے گا۔ ''لَا یَکْتُمُوْنَ اللّٰہَ حَدِیْثًا۝۴۲''

آیت نمبر ۴۳

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِیْ سَبِیْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآىٕطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَیَمَّمُوْا صَعِیْدًا طَیِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَیْدِیْكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا۝۴۳

ترجمۃ الآیات

اے ایماندارو! مدہوشی کی حالت میں نماز کے نزدیک نہ جاؤ جب تک کہ یہ نہ جان سکو کہ کیا کہہ رہے ہو، اور نہ ہی جنابت کی حالت میں (مقام نماز یعنی مسجد کے نزدیک جاؤ) مگر

گذرتے ہوئے اور ٹھہرے بغیر جب تک کہ غسل نہ کرلو۔ اور اگر بیمار ہو یا مسافر یا تم میں سے کوئی ایک نشیبی جگہ (قضائے حاجت) سے واپس آئے یا عورتوں کو ہاتھ لگائے (اور ان سے جنسی ملاپ پیدا کرو) اور (ان مواقع پر) پانی نہ پاؤ تو پاک اور صاف ستھری مٹی پر تیمم کرو (اس طرح کہ اپنے دونوں ہاتھ مٹی پر مارو اور پھر) اس سے اپنے چہرے اور ہاتھوں کا مسح کرو یقیناً خداوند عالم بخشنے والا مہربان ہے۔

نکات:

☆ ابتدائے اسلام میں شراب کو کیونکہ تدریجی طور پر حرام قرار دیا گیا، اس لیے پہلے تو شراب کو ناپسندیدہ اور نا مطلوب مشروب کے طور پر ذکر کیا گیا ''وَمِنۡ ثَمَرٰتِ النَّخِيۡلِ وَالۡاَعۡنَابِ تَتَّخِذُوۡنَ مِنۡهُ سَكَرًا وَّرِزۡقًا حَسَنًا ؕ'' (سورہ نحل۔ ۶۷) پھر یہ آیت نازل ہوئی (تفسیر عیاشی) اور مدہوشی کی حالت میں نماز کی ادائیگی سے روکا گیا۔ اس کے بعد سورہ بقرہ کی آیت ۲۱۹ ''يَسۡـَٔلُوۡنَكَ عَنِ الۡخَمۡرِ وَالۡمَيۡسِرِ ؕ قُلۡ فِيۡهِمَآ اِثۡمٌ كَبِيۡرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثۡمُهُمَآ اَكۡبَرُ مِنۡ نَّفۡعِهِمَا ؕ'' نے اس کے فائدہ کی نسبت اس کے زیادہ نقصان دہ ہونے کی جانب متوجہ کیا اور آخر میں سورہ مائدہ۔ ۹۰ ''اِنَّمَا الۡخَمۡرُ وَالۡمَيۡسِرُ وَالۡاَنۡصَابُ وَالۡاَزۡلَامُ رِجۡسٌ مِّنۡ عَمَلِ الشَّيۡطٰنِ'' نے اس کے استعمال کو نجاست، پلیدی اور شیطانی کام قرار دیا۔

☆ روایات کی رو سے نیند کے غلبہ، سستی اور تھکن کی کیفیت میں نماز ادا کرنے سے منع کیا گیا ہے (کافی، ج ۳، ص ۳۷۱) کیونکہ قرآن مجید کی ایک اور آیت میں سستی کی حالت میں نماز کی بجا آوری کو منافقین کی علامت قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو، سورہ نساء آیت ۱۴۲ اور سورہ توبہ آیت ۵۴۔

☆ ''غَآئِطِ'' کے معنی ہیں ''نشیبی اور پست جگہ'' چونکہ زمانہ قدیم میں قضائے حاجت کے لیے زمین کی نشیبی جگہ تلاش کر کے اسے بیت الخلا کے طور پر استعمال کرتے تھے لہٰذا ''غَآئِطِ'' کے لفظ کو پاخانہ جانے کے معنی میں بطور کنایہ استعمال کیا گیا ہے۔

☆ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ''صَعِيۡدًا'' اونچی جگہ ہے جہاں سے پانی نکلتا ہے۔ (بحار، ج ۶۷، ص ۳۴۷)

☆ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: ''لٰمَسۡتُمُ'' سے مراد جماع اور جنسی ملاپ ہے۔ لیکن کیونکہ خدا تعالیٰ ستار (پردہ پوشی کرنے والا) ہے اس لیے پردہ ڈالنے کو پسند کرتا ہے۔ (وسائل، ج ۲۰، ص ۱۳۳)

پیغام:

۱۔ نماز کا مقام اس قدر بلند ہے کہ شراب خور شخص کو اس کے قریب نہیں جانا چاہیے۔ ''لَا تَقۡرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنۡتُمۡ سُكٰرٰى''

۲۔ نماز میں صرف الفاظ اور نشست و برخاست ہی کافی نہیں اس میں توجہ اور شعور بھی ضروری ہے۔ ''حَتّٰى تَعۡلَمُوۡا مَا

تَقُوْلُوْنَ۔۔۔''

۳۔ بے شعوری میں کی جانے والی عبادت کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے، اگر چہ فرض کی ادائیگی ہو جاتی ہے۔''حَتّٰی تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ''

۴۔ مسجد میں جنابت کی حالت میں داخل نہیں ہونا چاہیے۔''وَلَا جُنُبًا ۔۔۔''

۵۔ غسل میں سارے بدن کو دھونا ضروری ہے کیونکہ آیت میں کسی خاص عضو کا نام نہیں لیا گیا۔''تَغْتَسِلُوْا ''

۶۔ خطرے یا نقصان کا احتمال (گمان) انسان سے فرض کو ساکت کر دیتا ہے یا فرض میں کچھ چھوٹ دے دیتا ہے۔''وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى ۔۔۔فَتَيَمَّمُوْا''

۷۔ مطالب کی ادائیگی اور گفتگو میں ادب کو پیش نظر رکھا جائے۔''مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ''(نشیبی جگہ سے واپسی کی تعبیر قضائے حاجت کے لیے اور عورتوں کو چھونے کی تعبیر جنسی ملاپ کے لیے مذکور ہے۔) (تہذیب الاحکام، ج ۱، ص ۲۲)

۸۔ احکام خدا میں رعایت اور سہولت ہے لیکن چھٹی نہیں ہے۔ اگر پانی نہ ملے تو تیمم کر کے نماز پڑھ لی جائے۔''فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا''

۹۔ نماز کے ذریعے خدا سے رابطہ قائم کرنے کے لیے طہارت اور پاکیزگی کی شرط ہے، خواہ وہ وضو کے ذریعے حاصل ہو خواہ تیمم کے ذریعے سے ہو۔''فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا''

۱۰۔ احکام میں رعایت، خدا تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت کی ایک نشانی ہے۔''فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا ۔۔۔عَفُوًّا غَفُوْرًا﴿۴۳﴾''

آیت نمبر ۴۴

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ تَضِلُّوا السَّبِيْلَ ﴿۴۴﴾

ترجمة الآیات

(اے رسولؐ) تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا کہ جنہیں کتاب کا ایک حصہ عطا کیا گیا تو انہوں نے (اپنے اور دوسروں کے لیے ہدایت حاصل کرنے کی بجائے) گمراہی خریدنا شروع کر

دی اور اب تمہیں بھی گمراہ کرنا چاہتے ہیں۔

پیغام:

۱۔ ہدایت کیلئے صرف آسمانی کتاب کا علم کافی نہیں ہے۔ ''اُوۡتُوۡا نَصِیۡبًا مِّنَ الۡکِتٰبِ یَشۡتَرُوۡنَ الضَّلٰلَۃَ''

۲۔ اہل کتاب کے علماء کی الٰہی تعلیمات ناقص ہیں اور یہی نقص ان کے انحراف کا باعث ہے۔ '' نَصِیۡبًا مِّنَ الۡکِتٰبِ یَشۡتَرُوۡنَ الضَّلٰلَۃَ''

۳۔ گمراہ اور بے راہروی کا شکار علما اور دانشمند اپنے علم اور مقام سے غلط استفادہ کرتے ہیں نیز دوسروں کو بھی گمراہ کرنے کے درپے رہتے ہیں۔ ''وَیُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ تَضِلُّوا السَّبِیۡلَ ﴿۴۴﴾''

آیت نمبر ۴۵

وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ بِاَعۡدَآئِکُمۡ ؕ وَ کَفٰی بِاللّٰہِ وَلِیًّا ٞ۫ وَّ کَفٰی بِاللّٰہِ نَصِیۡرًا ﴿۴۵﴾

ترجمۃ الآیات

اور اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کو خوب جانتا ہے (اور دشمن تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکیں گے کیونکہ) خدا کی سرپرستی اور خدا کی نصرت تمہارے لیے کافی ہے۔

پیغام:

۱۔ ہم اپنے دشمن کو پہچاننے میں غلطی کرسکتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ ہمارے حقیقی دشمنوں کو ہم سے بہتر طور پر جانتا ہے۔ ''وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ بِاَعۡدَآئِکُمۡ ؕ''

۲۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے ساتھ نصرت، مدد اور سرپرستی کا وعدہ کیا ہے اس کے ہوتے ہوئے نہ کسی سازش سے گھبرانا چاہیے اور نہ کسی دشمن سے خوف کھانا چاہیے۔ ''وَ کَفٰی بِاللّٰہِ وَلِیًّا ٞ۫'

۳۔ ولایت، قدرت اور نصرت کے ساتھ ہونی چاہیے۔ ''وَلِیًّا ٞ۫ وَّ کَفٰی بِاللّٰہِ نَصِیۡرًا ﴿۴۵﴾''

آیت نمبر ۴۶

مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَيًّا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِي الدِّيْنِ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَقْوَمَ ۙ وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۴۶﴾

ترجمۃ الآیات

بعض یہودی ایسے بھی ہیں جو خدا کے کلام کو اپنی جگہ سے تحریف کرتے ہیں (اور بجائے اس کے کہ کہیں ہم نے سنا اور اطاعت کی) کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور نافرمانی کی اور (رسول سے بے ادبی کرتے ہوئے) کہتے ہیں کہ سنو! خدا تمہیں نہ سنوائے اور ہمیں بے وقوف بناؤ وہ ایسا اس لیے کہتے ہیں تاکہ اپنی زبان سے حقائق کو توڑ مروڑ کر بیان کریں اور اس طرح سے تمہارے دین میں طعنہ زنی کریں۔ اگر وہ یہ کہتے کہ ہم نے خدا کے کلام کو سنا اور اطاعت کی اور (اے پیغمبر!) تم سنو! اور ہمیں مہلت دو (تاکہ ہم حقائق کو اچھی طرح معلوم کرسکیں) تو یہ بات ان کے لیے بہتر اور زیادہ مناسب تھی۔ لیکن خداوند عالم نے ان کے کفر اور ضد کی وجہ سے ان پر لعنت کی ہے لہٰذا ان میں تھوڑے لوگوں کے علاوہ کسی کو ایمان لانے کی توفیق نہیں ہوئی۔

نکات:

☆ ''سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا'' کی تعبیر ایسی ہے جس طرح کسی کے ساتھ مذاق کرتے ہوئے اسے کہا جاتا ہے، تم بولتے جاؤ ہم سنیں گے ہی نہیں۔

☆ مسلمان حضرت رسول خداؐ سے کہتے تھے ''رَاعِنَا'' جس کے معنی ہیں کہ آپؐ ہماری طرف توجہ فرمائیں۔ لیکن یہودی لوگ اس کلمہ میں تحریف کرکے اس کے غلط اور ناروا معنی لیتے تھے۔ کیونکہ اگر ''رَاعِنَا'' کو 'رعی' مصدر سے لیا جائے تو

اس کے معنی ہوں گے ''ہماری رعایت فرما'' اور اگر اسے ''رعونیت'' مصدر سے لیا جائے اور نون کی شد سے ''رَاعِنَّا'' پڑھا جائے تو اس کا معنی ہوگا ''ہمیں احمق بنا'' چنانچہ بدبخت یہودی اپنی زبان کو الٹ پھیر کر اور حروف وکلمات کو اپنی جگہ سے ردوبدل کر کے مسلمانوں کی تحقیر کرتے اور پیغمبر اسلامؐ کا مذاق اڑاتے تھے۔

پیغام:

۱۔ کچھ لوگوں کے گناہ کو سب لوگوں کے کھاتے میں نہیں ڈالنا چاہیے۔ ''مِنَ الَّذِيْنَ۔۔۔''

۲۔ لغت اور الفاظ کی بنیاد میں تحریف کرنا، گناہوں اور خطاؤں کیلئے راہ کھولنا ہے، دوسروں کو گناہ کی طرف دھکیلنا اور مکتب ومذہب کو کمزور کرنا ہے۔ ''لَيًّا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِي الدِّيْنِ ؕ''

۳۔ دین ومذہب کے مقدسات کی توہین اور قابل احترام حدود کو توڑنا کافروں کا ایک دائمی حربہ چلا آ رہا ہے۔ ''وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ''

۴۔ انبیا کی دعوت پر لبیک کہنے میں خیر وخوبی، پائیداری اور عقل مندی شامل ہوتی ہے۔ ''خَيْرًا لَّهُمْ وَاَقْوَمَ ۙ''

۵۔ انسان کا انجام اور اس کی سرنوشت اس کے اپنے انتخاب اور اعمال کا نتیجہ ہوتی ہے۔ ''لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ''

آیت نمبر ۴۷

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰٓى اَدْبَارِهَآ اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّآ اَصْحٰبَ السَّبْتِ ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ۴۷

ترجمۃ الآیات

اے وہ لوگو (یہود ونصاریٰ) کہ جنہیں (آسمانی) کتاب دی جاچکی ہے، اس پر بھی ایمان لے آؤ جو ہم نے نازل کیا ہے جو تمہاری کتاب (تورات وانجیل) کی تصدیق کرنے والی اور اس سے ہم آہنگ ہے قبل اس کے کہ ہم چہروں کو بگاڑ کر محو یا اندھا کر دیں اور ان کو پیچھے کی طرف موڑ دیں یا ان پر بھی لعنت کریں جس طرح ہم نے اصحاب سبت (ہفتہ کے دن خلاف ورزی کے مرتکب یہودیوں) پر لعنت کی ہے اور خدا کا فرمان نافذ ہو کر رہنے والا ہے۔

نکات:

☆ چہروں کے بگاڑ سے مراد یا تو آیات الٰہی کے مقابلے میں ہٹ دھرمی اور ضد کی وجہ سے دل، سالم فطرت اور عقل و ہوش کا سعادت اور نیک بختی کی راہوں سے ہٹ جانا ہے کہ وہ ایک قدم آگے کی طرف بڑھانے کی بجائے دو قدم پیچھے کی طرف ہٹ جاتے ہیں جس سے ان کا انسانی اور عقلی چہرہ مسخ اور محو ہو جاتا ہے یا پھر اس سے ان کے ظاہری چہروں کا پیچھے کی طرف مڑ جانا اور بگڑ جانا مراد ہے اور یا پھر قیامت کے دن چہروں کا تبدیل ہو جانا مراد ہے۔

☆ اصحاب سبت سے مراد وہ یہودی ہیں جو ہفتے کے دن مچھلی کا شکار سے منع کیے جانے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ایک شرعی حیلہ اختیار کر کے مچھلی کا شکار کرتے تھے جس کی وجہ سے وہ خدائی قہر و غضب میں گرفتار ہوئے اور ان کے چہرے مسخ ہو کر بندروں کے چہروں کی مانند ہو گئے۔ (سورہ اعراف۔ ۱۶۳)

پیغام:

۱۔ اسلام دوسرے ادیان کے پیروکاروں کو بھی دین خدا کی دعوت دیتا ہے۔ ''یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡكِتٰبَ اٰمِنُوۡا''

۲۔ صاحبان علم وخرد اور معاشرے کے آگاہ افراد پر ہی سب سے زیادہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور وہی افراد زیادہ تر خداوند کے مخاطب قرار پاتے ہیں۔ ''یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡكِتٰبَ اٰمِنُوۡا''

۳۔ دعوت اور تبلیغ کا طریقہ کار اختیار کرنے کے لیے ضروری ہے کہ دوسرے لوگوں کے حق پر مبنی عقائد اور مشترکات کا احترام کیا جائے۔ ''مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمۡ''

۴۔ تمام انبیا کے اصلاحی سلسلے اور کلی اصول ہم آہنگ ہیں۔ ''مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمۡ''

۵۔ ہٹ دھرم اور ضدی افراد کو ڈرانے دھمکانے سے کام لیا جائے۔ ''مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ نَّطۡمِسَ''

۶۔ دھمکیوں کو موثر بنانے کے لیے اس کے عینی اور عملی نمونوں کو بیان کیا جانا چاہیے۔ ''كَمَا لَعَنَّاۤ اَصۡحٰبَ السَّبۡتِ ؕ''

۷۔ ہٹ دھرم اور ضدی افراد کے حوالے سے تاریخ میں قہر و غضب الٰہی ایک جیسا چلا آ رہا ہے۔ ''كَمَا لَعَنَّاۤ اَصۡحٰبَ السَّبۡتِ ؕ''

۸۔ فرمان الٰہی قطعی ہے، اس میں تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ ''وَكَانَ اَمۡرُ اللّٰهِ مَفۡعُوۡلًا ﴿۴۷﴾''

آیت نمبر ۴۸

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغۡفِرُ اَنۡ يُّشۡرَكَ بِهٖ وَيَغۡفِرُ مَا دُوۡنَ ذٰلِكَ لِمَنۡ يَّشَآءُ ۚ

وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا ۴۸

ترجمۃ الآیات

اللہ تعالیٰ شرک کے گناہ کو قطعاً معاف نہیں کرتا، لیکن شرک کے علاوہ جس کا جو گناہ چاہے (اور لائق سمجھے) معاف کر دے گا اور جس شخص نے خدا کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا تو اس نے گناہ کا بڑا طوفان باندھا۔

نکات:

☆ قرآن مجید میں شرک کا بیان سینکڑوں بار ہوا ہے اور غیر اللہ کی طرف رخ کرنے جیسے بت پرستی، ریا کاری، مادہ پرستی اور غیر خدا کی طرف میلان وغیرہ پر سخت تنقید کی گئی ہے۔ اس آیت کا مضمون بعینہ اسی سورت کی ۱۱۶ ویں آیت میں بھی دہرایا گیا ہے اور تکرار ہدایت کا موجب ہوتا ہے۔

☆ چونکہ شرک حق کے مدار سے نکل جانے اور خدا سے کٹ کر غیر خدا سے مل جانے کا نام ہے لہٰذا ناقابل بخشش ہے اس لیے کہ مشرک خود ہی قصوروار ہوتا ہے، جو توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوگا۔ لیکن اگر مشرک بھی شرک سے دست کشی کر کے حقیقی توبہ کر لے تو خدا اسے بھی معاف کر دے گا۔ سورہ زمر کی آیت ۵۴ میں ہے کہ ''اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو بخش دے گا پس اس کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرو''

☆ چونکہ یہ بات تو کسی کو معلوم نہیں کہ خدا تعالیٰ کی حکیمانہ نگاہ کس کی طرف رخ کرتی ہے لہٰذا کسی کے لیے غرور اور گناہ کی جرات کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی۔

☆ بخشش اور معافی کے چند عوامل واسباب ہیں: ۱۔ توبہ، ۲۔ نیک کاموں کی بجا آوری، ۳۔ گناہان کبیرہ سے دوری، ۴۔ شفاعت، ۵۔ خدا کی مغفرت اور بخشش۔

☆ ''يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ'' کے بارے میں امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اس سے مراد کبیرہ گناہ اور دوسرے گناہ ہیں۔ (کہ جنہیں اگر خدا تعالیٰ چاہے تو بغیر توبہ کے بھی معاف کر سکتا ہے۔) (کافی، ج ۲، ص ۲۸۴)

پیغام:

۱۔ شرک سب سے زیادہ قابل نفرت گناہ ہے اور خدا کی طرف سے مغفرت و بخشش میں رکاوٹ ہے۔ ''لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ''

۲۔ گناہوں کی بخشش خدا کے حکیمانہ ارادے پر منحصر ہے۔ ''لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ''

۳۔ شرک بغیر دلیل کے ایک دعویٰ اور بہت بڑا جھوٹ ہے۔ ''فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا ۝٤٨''

آیت نمبر ۴۹

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ ؕ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ۝٤٩

ترجمۃ الآیات

کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو (اپنے منہ میاں مٹھو بنتے اور) اپنی پاکیزگی بیان کرتے ہیں اور خود کو بے عیب سمجھتے ہیں؟ (جبکہ ایسا نہیں ہے) بلکہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے عیب سے پاک کرتا اور ان پر کھجور کی گٹھلی کے درمیان موجود دھاگے کے برابر بھی ظلم نہیں ہونے دیتا۔

نکات:

☆ خودستائی یا اپنے منہ میاں مٹھو بننے اور خود کو ہر عیب سے پاک سمجھنے، خود کو منتخب شدہ اور دوسروں سے ممتاز خیال کرنے کی مذمت قرآن پاک میں متعدد جگہ بیان ہوئی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: ''فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ۝٣٢'' اپنی پاکیزگی خود بیان نہ کرو کیونکہ اللہ جانتا ہے کہ کون متقی ہے؟ (نجم۔ ۳۲)

حضرت علی علیہ السلام نے خطبہ ہمام میں متقین کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی بتائی ہے کہ جب ان کی تعریف کی جاتی ہے تو وہ ڈر جاتے ہیں۔

پیغام:

۱۔ خودستائی اور خودثنائی جس کا سرچشمہ غرور اور تکبر ہوتا ہے اور دوسروں کو حقیر سمجھا جاتا ہے، جائز نہیں ہے۔ ''يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ ؕ''

۲۔ وہ تزکیہ نفس اہمیت کا حامل ہے جو الٰہی دستورات کے مطابق ہو، بشری ارشادات کے مطابق نہ ہو۔ ''بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ''

۳۔ خدائی عذاب درحقیقت انسان کے اپنے ناپسندیدہ اور غلط اعمال کا نتیجہ ہوتا ہے، یہ بندوں پر خدا کا ظلم نہیں ہوتا۔

''لَا یُظْلَمُوْنَ فَتِیْلًا ﴿۴۹﴾''

آیت نمبر ۵۰

اُنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ وَ كَفٰى بِهٖۤ اِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۵۰﴾

ترجمۃ الآیات

دیکھو! وہ کس طرح خدا پر جھوٹ باندھتے ہیں! اور یہی آشکارا گناہ ان کے (عذاب) کے لیے کافی ہے۔

نکات:

☆ یہودیوں کا تکبر، ان کی خودستائی (کہ وہ اپنے آپ کو اعلیٰ نسل اور خدا کے مقرب اور اس کی اولاد سمجھتے ہیں) خدا پر بہت بڑا افترا اور جھوٹ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو اپنا بیٹا نہیں بنایا اور سب لوگ اس کے نزدیک برابر ہیں، صرف ایمان اور تقویٰ ہی سے کسی کو کسی پر فوقیت حاصل ہوتی ہے۔

☆ افترا میں جھوٹ کے علاوہ تہمت، ایذا، ظلم اور ہتک حرمت بھی شامل ہے۔ خدا پر افترا روزے کو باطل کر دیتا ہے۔

☆ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں ''جھوٹ، شراب خوری سے بدتر ہے اور افترا جھوٹ سے بھی زیادہ سخت ہے۔''

پیغام:

۱۔ اہل کتاب کے اعمال اور عقائد کی شناخت اور ان کے صحیح یا غلط ہونے کے بارے میں پوچھنا و خبر رکھنا، انبیا کی ذمہ داریوں میں سے ہے۔ ''اُنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ ۔۔۔''

۲۔ خواہ مخواہ نفس کا تزکیہ اور خود کو خدا کی بارگاہ میں مقرب سمجھنا، خدا پر افترا باندھنا انسانی ترقی و ہدایت میں رکاوٹ ہے۔ ''اِثْمًا'' لغت میں ایسی چیز کو کہا جاتا ہے جو انسان کو صلاح اور ثواب سے روک دے۔ ''وَ كَفٰى بِهٖۤ اِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۵۰﴾''

آیت نمبر ۵۱

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ

وَالطَّاغُوتِ وَيَقُولُونَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا هٰؤُلَاءِ أَهْدٰى مِنَ الَّذِينَ اٰمَنُوا سَبِيلًا ﴿۵۱﴾

ترجمۃ الآیات

کیا تم نے ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھا جنہیں (خدا کی) کتاب کا کچھ حصہ دیا گیا ہے وہ "بت" اور "طاغوت" پر ایمان لے آتے ہیں اور کفار کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ ان لوگوں سے زیادہ ہدایت یافتہ ہیں جو (اسلام اور محمدؐ پر) ایمان لے آئے ہیں۔

نکات:

☆ جنگ اُحد کے بعد کچھ یہودی مدینہ سے مکہ گئے تا کہ مسلمانوں کے خلاف مشرکین کے ساتھ ہم پیمان ہوں اسی لیے انہوں نے مشرکین کو خوش کرنے اور انہیں اطمینان دلانے کے لیے ان کے بتوں کے سامنے سجدے کرنے شروع کر دیئے اور کہنے لگے "تمہاری بت پرستی مسلمانوں کے اسلام سے بہتر ہے۔"

☆ "جِبْتِ" بت، جادوگر اور کاہن کو کہا جاتا ہے اور یہ لفظ قرآن میں صرف ایک بار استعمال ہوا ہے۔ مگر طاغوت، طغیان سے مشتق ہے اور قرآن مجید میں آٹھ بار استعمال ہوا ہے اور یہاں جِبْتِ اور طاغوت سے مراد شاید وہ دو بت ہیں جن کے آگے یہودیوں نے سجدہ کیا یا شاید جِبْتِ سے مراد بت ہو اور طاغوت سے مراد بت پرست اور ان کے حامی ہوں۔

پیغام:

۱۔ کبھی دین سے مکمل آگاہ نہ ہونا انحراف کا باعث بن جاتی ہے۔ "نَصِيبًا مِّنَ الْكِتٰبِ"

۲۔ اسلام دشمنی میں دشمنان اسلام اپنے عقائد تک سے دستبردار ہو سکتے ہیں (یہودیوں نے مشرکین کو خوش کرنے اور مسلمانوں کے خلاف ان سے ہم آہنگ ہونے کی خاطر بتوں کو سجدہ کیا۔) "يُؤْمِنُونَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوتِ"

۳۔ ضد اور ہٹ دھرمی کا مادہ انسان کو صحیح فیصلہ کرنے سے روک دیتا ہے اور حق کے چھپانے کا موجب بن جاتا ہے۔ "يُؤْمِنُونَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوتِ وَيَقُولُونَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا هٰؤُلَاءِ أَهْدٰى۔۔۔"

آیت نمبر ۵۲

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ ۖ وَمَنْ يَلْعَنِ اللَّهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ نَصِيرًا ﴿٥٢﴾

ترجمۃ الآیات

یہی وہ لوگ ہیں کہ جن پر اللہ نے لعنت کی ہے اور اللہ جس پر لعنت کرتا ہے تم اس کے لیے ہرگز کوئی مددگار نہیں پاؤ گے۔

پیغام:

۱۔ حق کے خلاف کسی بھی قسم کا اتحاد لعنت کا حقدار ہے۔ ''لَعَنَهُمُ اللَّهُ ۖ''

۲۔ دشمنانِ حق کا حق کے خلاف ناپاک سمجھوتہ ہرگز کسی خاطر خواہ نتیجے تک نہیں پہنچتا۔ خدا تعالیٰ کے ارادے کے مقابلے میں آنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ ''فَلَنْ تَجِدَ لَهُ نَصِيرًا ﴿٥٢﴾''

۳۔ جو خدا کے ہاں منفور رہتا ہے وہ ہمیشہ مغلوب ہوتا ہے۔ ''وَمَنْ يَلْعَنِ اللَّهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ نَصِيرًا ﴿٥٢﴾''

آیت نمبر ۵۳

أَمْ لَهُمْ نَصِيبٌ مِنَ الْمُلْكِ فَإِذًا لَا يُؤْتُونَ النَّاسَ نَقِيرًا ﴿٥٣﴾

ترجمۃ الآیات

کیا ان (یہودیوں) کے لیے حکومت سے کچھ حصہ ہے؟ پس (یہودیوں کو معلوم ہو جانا چاہیے کہ) وہ اپنے علاوہ کسی کو ذرہ سی چیز بھی نہیں دیں گے۔

نکات:

☆ ''نَقِيرًا'' کھجور کی گٹھلی کی پشت پر موجود گہرائی کو کہتے ہیں جو معمولی اور ناچیز سی شے کے لیے کنایہ کے طور پر استعمال

ہوتا ہے۔ یا اس چیز کو کہتے ہیں جیسے پرندے اپنے چونچ سے اٹھاتے ہیں یعنی یہ لفظ بہت چھوٹی اور کم چیز کیلئے استعمال ہوتا ہے۔

☆ ''نَصِيبٌ مِّنَ الْمُلْكِ'' کے بارے امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اس سے مراد امامت وخلافت ہے اور'' النَّاسَ'' سے مراد ہم اہلبیت ہیں۔یعنی اگر بعض افراد قدرت وطاقت حاصل کر لیں تو ہم اہلبیت پر کھجور کے اس باریک ونازک دھاگے کے برابر بھی قدرت نہ رکھ سکیں گے۔(کافی، ج۱،ص ۲۰۵)

☆تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ یہودی اس قدر خود پسند ہیں اگر ان کے ہاتھ میں کوئی قدرت وطاقت آجائے تو دوسروں کو ہرگز اس میں شامل نہیں کریں گے۔ یہ معنی یہودیوں کی کنجوسی اور تنگ نظری کے ساتھ میل کھاتا ہے، ان کی نفسیات کے عین مطابق ہے۔

پیغام:

۱۔ اپنے دین کے بارے میں دشمنوں کے غلط فیصلوں سے گھبراؤ نہیں، وہ لوگ کچھ بھی نہیں ہیں۔'' اَمْ لَهُمْ نَصِيبٌ''

۲۔ لامحدود حکومت صرف خدا تعالیٰ کی ہے۔کوئی بھی شخص یا قوم اس حکومت میں سے چند دن کیلئے کچھ حصہ پاتے ہیں۔ ''نَصِيبٌ مِّنَ الْمُلْكِ''

۳۔ اپنے دشمنوں کو پہچانئے کہ اگر انہیں قدرت یا حکومت مل جائے تو تمہیں مکمل طور پر نظر انداز کر دیں گے۔'' لَّا يُؤْتُونَ النَّاسَ۔۔۔''

۴۔جس کسی کے ہاتھ میں قدرت وحکومت آجائے تو اسے چاہیے کہ لوگوں کی فلاح وبہبود کے بارے میں فکر کرے۔'' نَصِيبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَإِذًا لَّا يُؤْتُونَ''

آیت نمبر ۵۴

أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَىٰ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ ۖ فَقَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَآتَيْنَاهُم مُّلْكًا عَظِيمًا ﴿٥٤﴾

ترجمۃ الآیات

کیا وہ (یہودی) مسلمانوں کے ساتھ اس وجہ سے حسد کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں

(مسلمانوں) کو اپنے فضل و کرم سے عطا کیا ہے؟ ہم نے آل ابراہیم (کو جن کی نسل سے تم لوگ بھی ہو) آسمانی کتاب، حکمت اور عظیم سلطنت عطا کی ہے۔ (تو پھر کیوں اب آل محمد علیھم السلام کو نہ دیں؟)

نکات:

☆ اس سے پہلی والی آیت میں یہودیوں کے بخل کی طرف اشارہ تھا اور اس آیت میں ان کے حسد کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور حسد بخل سے بدتر ہے کیونکہ بخل میں تو کسی کو مال نہیں دیا جاتا لیکن حسد میں دوسروں کی نعمت سے خود کو رنج و غم میں مبتلا کرتا ہے۔

جب خود یہودیوں کو خدا کی نعمتیں ملیں اور ان پر بھی خدا کا لطف و کرم ہوا تو پھر انہیں کیا حق حاصل ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی اور کو نعمت اور قدرت عطا کرے تو وہ اس پر حسد کریں؟ آخر کیا وجہ ہے کہ آل ابراہیمؑ تو نعمتوں سے بہرہ مند ہوں اور آل محمدؐ اور بنی ہاشم اس سے محروم رہیں؟

روایات بتاتی ہیں کہ اہل بیتؑ فرماتے ہیں کہ ''جن لوگوں کے ساتھ حسد برتا گیا وہ ہم اہلبیتؑ ہی ہیں۔''

(کافی، ج ۱، ص ۱۸۶)

☆ امام صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: ''کتاب'' سے مراد نبوت اور ''حکمت'' سے مراد فہم و قضاوت جبکہ ''ملک عظیم'' سے مراد لوگوں کی اطاعت ہے۔ (کافی، ج ۱، ص ۳۰۶)

امام محمد باقر علیہ السلام ''ملک عظیم'' کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اس سے مراد یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے ان کے درمیان برحق اماموں کو بھیجا۔ (کافی، ج ۱، ص ۳۰۶)

ایک اور روایت میں حضرت علی علیہ السلام سے پڑھتے ہیں کہ آپؑ نے فرمایا: آل ابراہیم سے مراد ہم اہلبیتِ پیغمبر ہیں (بحار، ج ۲۸، ص ۲۷۵)

پیغام:

۱۔ حاسد، ارادہ خداوندی کے مقابلے میں کھڑا ہوتا ہے۔ ''يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ''

۲۔ تمام نعمتوں کا منشا اور بہرہ مندی فضل خدا تعالیٰ ہے۔ ''مِنْ فَضْلِهٖ'' کا معنی یہ ہے کہ کسی کو عطا شدہ نعمت کے زائل ہونے کی آرزو کرنے کی بجائے خدا سے اس کے فضل و کرم کی آرزو کرنی چاہیے۔

۳۔ اہل کتاب کا مشرکین کی طرف ہاتھ بڑھانا اور یہ فیصلہ سننا کہ تمہارا شرک مسلمانوں کی توحید سے بہتر ہے، حسد کی وجہ سے ہے۔ گذشتہ آیات میں ہم نے پڑھا کہ یہودیوں نے مشرکین سے کہا: ''هٰۤؤُلَآءِ اَهْدٰى ۔۔۔'' جبکہ اس آیت میں ہم

پڑھتے ہیں کہ ''اَمۡ یَحۡسُدُوۡنَ''

۴۔تمام طرح کا الطاف وکرم اسی کی طرف سے ہے۔(کلمہ ''اٰتَیۡنَاۤ'' تین بار تکرار ہوا ہے۔)

۵۔الٰہی حکومت ایسے افراد کے ہاتھ میں ہونی چاہیے جن کے پاس حکومت سے پہلے علمی، معنوی روحانی مقام اوراعلیٰ سطح کی آگاہی وہوشیاری ہونی چاہیے۔کتاب وحکمت کا نام ملک عظیم سے پہلے آیا ہے۔(جی ہاں! روحانی نعمات مادی نعمات پر مقدم ہیں۔)''اٰتَیۡنَاۤ۔۔۔الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَۃَ وَاٰتَیۡنٰہُمۡ مُّلۡکًا عَظِیۡمًا﴿۵۴﴾''

آیت نمبر ۵۵۔۵۶

فَمِنۡہُمۡ مَّنۡ اٰمَنَ بِہٖ وَمِنۡہُمۡ مَّنۡ صَدَّ عَنۡہُ ؕ وَکَفٰی بِجَہَنَّمَ سَعِیۡرًا ﴿۵۵﴾

اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِاٰیٰتِنَا سَوۡفَ نُصۡلِیۡہِمۡ نَارًا ؕ کُلَّمَا نَضِجَتۡ جُلُوۡدُہُمۡ بَدَّلۡنٰہُمۡ جُلُوۡدًا غَیۡرَہَا لِیَذُوۡقُوا الۡعَذَابَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَزِیۡزًا حَکِیۡمًا ﴿۵۶﴾

ترجمۃ الآیات

پس ان میں سے بعض یہودی اس (پیغمبر اسلامؐ) پر ایمان لے آئے اور وہ لوگ (نہ صرف ایمان نہیں لائے بلکہ) ایمان لانے سے روکتے رہے اور جہنم کا جلانے والا شعلہ ان کے عذاب کے لیے کافی ہے۔

بے شک جن لوگوں نے ہماری آیات کے ساتھ کفر کیا تو بہت جلد ہم انہیں جہنم کی آگ میں ڈالیں گے جب بھی ان کے بدن کی جلد جل جائے گی تو اس کی جگہ دوسری جلد پیدا کر دیں گے تاکہ وہ سزا (کا ذائقہ) چکھیں یقیناً خداوند عالم غالب اور حکمت والا ہے۔

نکات:

☆ چونکہ وہ لوگ ہر لحہ ضد اور ہٹ دھرمی سے کام لیا کرتے تھے لہٰذا انہیں ہر لحہ ایک نئی جلد کے ساتھ عذاب ملے گا۔

جیسا کہ تفسیر صافی میں ہے کہ دین کے مخالفین میں سے ایک شخص 'ابن ابی العوجاء' نے ائمہ کے دور میں امام صادق علیہ السلام سے پوچھا: نئی جلد کا گناہ کیا ہے؟ تو امامؑ نے فرمایا: نئی جلد، پرانی جلد کے جلے ہوئے حصوں سے بنائی جائے گی، جیسے کوئی اینٹ پرانی ہو کر ٹوٹ جاتی ہے اور اسی سے پھر ایک نئی اینٹ بنا دی جاتی ہے۔

پیغام:

۱۔ کفار کی سزا دائمی ہے۔ ''بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا''

۲۔ نئی جلد اس لیے ہوگی تاکہ وہ شدید عذاب سے دوچار رہیں۔ (چونکہ جلنے میں سب سے زیادہ درد اور سوزش جلد کو ہوتی ہے، اگر ہڈیوں تک آگ پہنچ جائے تو درد کم ہو جاتا ہے۔) ''بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا''

۳۔ معاد جسمانی ہے۔ ''بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا''

۴۔ کافروں کو ملنے والا مسلسل عذاب ہرگز معمول کے مطابق نہ ہوگا بلکہ اس کا ذائقہ ہر روز نیا ہوگا۔ ''لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ؕ''

۵۔ کفار کو عذاب دینا حکمت کے مطابق ہے اور کوئی طاقت دوزخ میں قہر خداوندی سے نہیں روک سکتی۔ ''عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝۵۶''

آیت نمبر ۵۷

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ لَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۫ وَّنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا ۝۵۷

ترجمة الآيات

اور جو لوگ ایمان لے آئے اور نیک اعمال انجام دیئے بہت جلد ہم انہیں بہشت کے ان باغات میں پہنچائیں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہیں گے ان کے لیے پاک و پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور ہم انہیں پائیدار سائے میں پہنچائیں گے۔ (جس میں نہ سردی ہوگی نہ گرمی اور طوفان)

نکات:

☆ تربیت میں خوف ورجا (اُمید) دونوں پہلو ہونے چاہئیں۔ گذشتہ آیت میں خوف کا پہلو تھا اور اس آیت میں اُمید ہے۔

☆ ''ظَلِيلًا'' طویل اور لمبے سایہ کو کہتے ہیں۔

☆ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: پاک بیویوں سے مراد ایسی عورتیں ہیں جو حیض و حدث سے پاک ہونگی۔ (من لایحضرہ الفقیہ، ج ۱، ص ۵۰)

پیغام:

۱۔ بہشت میں داخل ہونے کیلئے دو بنیادی شرط ایمان اور عمل صالح ہیں۔ ''اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ''

۲۔ قہر خدا سے زیادہ تیز رفتار لطف الٰہی ہے۔ (گذشتہ آیت میں جہنمیوں کیلئے ''سوف'' کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کا مطلب مستقبل بعید ہے، لیکن اس آیت میں ''س'' ''سَنُدْخِلُهُمْ'' استعمال ہوا ہے جس کا مطلب مستقبل قریب ہے۔)

۳۔ بہشت میں بیویوں کی پاکیزگی جسمانی اور روحانی دونوں ہیں۔ ''مُّطَهَّرَةٌ'' ایسے فرد کیلئے استعمال ہوتا ہے جو جسمانی اور روحانی طور پر پاک و منزہ ہوں۔

آیت نمبر ۵۸

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ۙ وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا ﴿۵۸﴾

ترجمۃ الآیات

یقیناً اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے (اصل) مالکوں تک پہنچاؤ اور جب بھی لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے مطابق فیصلہ کرو، اللہ تمہیں بہترین نصیحت کرتا ہے یقیناً اللہ تعالیٰ سننے اور دیکھنے والا ہے۔

نکات:

☆ دیانتداری، عادلانہ سلوک اور امتیاز برتے بغیر عدل وانصاف پر مبنی فیصلے کرنا ایمان کی اہم ترین علامتوں میں سے ایک ہے۔ بددیانتی اور امانت میں خیانت نفاق کی علامت ہے۔ حدیث میں ہے ''لوگوں کے لمبے لمبے رکوع اور سجود کو نہ دیکھو بلکہ ان کی صداقت اور دیانتداری کو دیکھو'' (کافی، ج ۲ ص ۱۰۵)

☆ کئی ایک روایات میں امانت سے مراد معاشرے کی راہبری کو لیا گیا ہے، جس کے لائق صرف اہلبیتؑ ہیں۔ اس آیت پر عمل کرنے کیلئے اہل بیت اطہار علیھم السلام کی راہبری اور قیادت کو تسلیم کرکے ہی واضح مصداق پر عمل ہوسکتا ہے۔

جی ہاں! معاشرے کی خوش بختی کا راز لائق اور شائستہ افراد کا برسر اقتدار آنا اور ان کا عدل وانصاف پر مبنی سلوک ہے جبکہ اجتماعی ناہمواری اور معاشرتی تباہی کا سبب نااہل لوگوں کا اقتدار پر قابض ہونا اور ان کے ظالمانہ فیصلے ہوتے ہیں۔

امیرالمؤمنین علیہ السلام نے فرمایا: ''**من تقدّم علی قوم و هو یری فیهم من هو افضل، فقد خان الله و رسوله و المؤمنین**'' اگر کوئی معاشرے میں دوسروں سے آگے آجائے اور قیادت سنبھال لے جبکہ وہ جانتا ہو کہ اس منصب کیلئے اس سے زیادہ اہل افراد موجود ہیں تو یقیناً اس نے خدا، رسولؐ اور مومنین کے ساتھ خیانت کی ہے۔ (الغدیر، ج ۸)

☆ شاید یہ کہا جاسکتا ہے کہ امانت میں خیانت کے موارد میں کئی امور شامل ہیں مثلاً علم، حرفت اور حق کو چھپانا بھی خیانت ہے۔ لوگوں کے مال پر قابض ہوجانا، خدا کے مقرر نہ کیے ہوئے راہبروں کی اطاعت بھی خیانت ہے۔ نااہل شوہر یا نااہل بیوی کا انتخاب بھی خیانت کے زمرے میں آتا ہے اور اسی طرح اولاد کے لیے نااہل استاد کا انتخاب بھی خیانت شمار کی جاتی ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

☆ امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: الٰہی اوامر اور نواہی، خدا کی امانت ہیں۔ (تفسیر نور الثقلین)

☆ اس آیت کی تفسیر میں امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: خدا تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ ہر امام کے پاس جو کچھ ہے وہ اپنے بعد والے امام کے سپرد کرے۔ (کافی، ج ۱ ص ۲۷۷)

امامت تین طرح کی ہے:

الف: خدا اور بندے کے درمیان (اللہ کی طرف سے عائد کیے گئے فرائض وواجبات) (تفسیر مجمع البیان)

ب: ایک انسان اور دوسرے انسانوں کے درمیان حقوق وفرائض۔

ج: انسان اور اس کی ذات کے درمیان (جیسے علم، عمر، قدرت جو کہ سب ہمارے ہاتھ میں امانت ہیں۔)

پیغام:

۱۔ کام جاننے والوں کو ان ہی کا کام سپرد کرنا اور عادلانہ فیصلے کرنا، عمل صالح کا مصداق اور ایمان کی علامت ہے۔ (

گذشتہ آیت کے لحاظ سے)

۲۔ ہر امانت کا کوئی مالک ہوتا ہے اور اسی طرح ہر شخص میں کسی نہ کسی کام کے کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے اور کسی مقام و منصب کی اہلیت ہوتی ہے۔ ''اَهۡلِهَا''

۳۔ امانت کی ادائیگی اور حکومت میں عدل و انصاف کرنے کیلئے ایمان کی شرط نہیں ہے بلکہ ساری عوام کے لیے امین اور عادل ہونا چاہیے۔ ''اَهۡلِهَا ، النَّاسِ''

۴۔ جج اور حاکم کو عادل ہونا چاہیے۔ ''تَحۡكُمُوۡا بِالۡعَدۡلِ ؕ ''

۵۔ تشکیل حکومت ضروری ہے۔ اگر ذمہ داریوں کو ایسے افراد کے حوالے کیا جائے جو اس کے لائق ہیں، اور عدل کی بنیاد پر فیصلے کیے جائیں تو اس کا حتمی نتیجہ حکومت کا استحکام اور الٰہی حکومت کا قیام ہے۔ ''تُؤَدُّوا الۡاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهۡلِهَا ۙ وَاِذَا حَكَمۡتُمۡ بَيۡنَ النَّاسِ اَنۡ تَحۡكُمُوۡا بِالۡعَدۡلِ ؕ ''

۶۔ اچھا موعظہ اور وعظ و نصیحت وہ ہے جس میں اخلاقی نصیحتوں کے علاوہ معاشرتی مسائل اور قضاوت کے مسائل بھی بیان کیے جائیں۔ ''نِعِمَّا يَعِظُكُمۡ بِهٖ ؕ ''

۷۔ اگر عوام الناس کو امانت میں خیانت کا علم نہ ہو سکے یا انہیں فیصلوں میں ظلم و ستم کی سمجھ نہ آئے تو بھی خدا جو دیکھنے سننے والا ہے وہ اسے ضرور جانتا ہے۔ ''اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيۡعًۢا بَصِيۡرًا ۝۵۸''

آیت نمبر ۵۹

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَاَطِيۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَاُولِى الۡاَمۡرِ مِنۡكُمۡ‌ ۚ فَاِنۡ تَنَازَعۡتُمۡ فِىۡ شَىۡءٍ فَرُدُّوۡهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوۡلِ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ‌ ؕ ذٰلِكَ خَيۡرٌ وَّاَحۡسَنُ تَاۡوِيۡلًا ۝۵۹

ترجمۃ الآیات

اے وہ لوگ جو ایمان لے آئے ہو! خدا کی اطاعت کرو اور رسولؐ کی اور ان صاحبان امر (جانشین پیغمبر) کی اطاعت کرو جو تم میں سے ہیں۔ پس اگر کسی چیز میں جھگڑا کرو تو اسے اللہ

اور رسول کی طرف پلٹا دو اگر تم خدا اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو، یہ بات (اختلافات کو حل کرنے کے لیے قرآن اور سنت کی طرف تمہارا رجوع کرنا) بہتر اور اس کا انجام بہت اچھا ہے۔

نکات:

☆ اس سے پہلی والی آیت فیصلہ کرنے والے حکام کے بارے میں تھی کہ وہ فیصلہ کرتے وقت عدل و انصاف اور دیانتداری سے فیصلہ کریں۔ اس آیت میں خدا اور اس کے رسول کے سامنے لوگوں کا فریضہ بیان کرتے ہوئے بتایا جا رہا ہے کہ تین طرح کے مراجع خدا اور رسولؐ اور اولی الامر کے ہوتے ہوئے لوگ کبھی پریشانی کا شکار نہیں ہوتے۔

اطاعت کے لیے ان تین مراجع کا ہونا قرآنی توحید کے قطعاً منافی نہیں ہے کیونکہ پیغمبرؐ اور اولی الامر کی اطاعت بھی خدائی اطاعت کے زمرے میں آتی ہے اور یہ اطاعت طول میں ہے عرض میں نہیں اور خدا کے حکم کے مطابق ان دونوں کی اطاعت لازمی ہے۔

☆ تفسیر نمونہ میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنگ تبوک کی طرف جا رہے تھے اور حضرت علی علیہ السلام کو اپنی جگہ پر مدینہ میں چھوڑ رہے تھے تو اس وقت آپؐ نے جناب علیؑ سے فرمایا: انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ 'یعنی تم کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی۔ پس اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

☆ گذشتہ آیت میں تاکید کی گئی ہے کہ امانتیں ان کے مالکان کے حوالے کرنی چاہیں۔ اس آیت میں ظاہراً یہ کہا جا رہا ہے کہ امانتوں کی واپسی خدا، رسول یا اولی الامر کی اطاعت کے سایہ میں ہونی چاہیے۔

☆ ''اَطِيْعُوا'' کے حکم کا تکرار احکام کی مختلف قسموں کی طرف اشارہ ہے۔ حضرت پیغمبر اکرمؐ بعض اوقات احکام الٰہی بیان فرماتے اور بعض اوقات سرکاری احکام صادر فرماتے تھے کیونکہ آپؐ کے پاس دونوں منصب تھے یعنی آپؐ منصب رسالت اور حکومتی منصب کے حامل تھے۔

قرآن پاک میں بعض جگہوں پر پیغمبر اکرمؐ سے خطاب میں فرمایا گیا ''اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ ''جو کچھ ہم نے نازل کیا ہے اسے لوگوں کیلئے بیان کریں۔ (نحل۔ ۴۴) اور کبھی فرمایا: ''لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ ط ''لوگوں کے درمیان الٰہی قوانین کی بنیاد پر حکومت اور فیصلے کریں۔ (نساء۔ ۱۰۵)

☆ قرآن مجید مفسدین، مسرفین، گمراہوں، جاہلوں اور جابروں وغیرہ کے بارے میں ''لاتطع'' اور ''لاتتبع'' کا حکم دیتا ہے، اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ ''اَطِيْعُوا'' کے مصداق وہ لوگ ہوں گے جن کی اطاعت سے روکا نہیں گیا۔ ان کی اطاعت کرنا خدا اور رسول کے احکام کی مخالفت نہیں ہے۔

☆ آیت میں اولی الامر کی اطاعت کا حکم آیا ہے لیکن جھگڑے کی صورت میں اس کی طرف رجوع کرنے کا ذکر نہیں ہے بلکہ لڑائی جھگڑے میں حل کیلئے واحد مرجع خدا اور رسول کو بتایا گیا ہے۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ اگر اولی الامر کی پہچان اور مصداق کے بارے میں شک اور جھگڑا ہو جائے تو خدا و رسول کی طرف رجوع کرنا چاہیے، لہٰذا احادیث نبویؐ میں اولی الامر کے مصداق کے طور پر اہلبیتؑ پیغمبر کو پیش کیا گیا ہے، اور ان کی پہچان کروائی گئی ہے۔ (کمال الدین، صدوق، ص ۲۲۲)

☆ حسین بن ابی العلاء کہتے ہیں: میں نے امام صادق علیہ السلام کے سامنے اوصیائے پیغمبر کے بارے اپنے عقیدے کا اظہار کیا اور یہ کہا کہ میں سمجھتا ہوں کہ ان کی اطاعت واجب ہے۔ امامؑ نے فرمایا: بالکل ایسا ہی ہے، یہی وہی ہیں جن کے بارے میں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''''اَطِيْعُوا اللّٰهَ۔۔۔'' یہ وہی ہیں جن کے بارے میں فرمایا: ''اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ۔۔ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ'' (کافی، ج ۱، ص ۱۸۷)

☆ نہج البلاغہ کے خطبہ ۱۲۵ اور مالک اشتر کے نام خط میں حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: خدا و رسولؐ کی رجوع کرنے سے مراد محکم آیات کی طرف رجوع اور اس طریقہ کار کی طرف رجوع ہے جس پر سب کا اتفاق ہو۔

☆ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: جو حاکم، پیغمبرؐ کی معصوم اہلبیتؑ کی رائے کے علاوہ فیصلہ سنائے وہ طاغوت ہے۔ (دعائم الاسلام، ج ۲، ص ۵۳۰)

پیغام:

۱۔ عوام الناس کا فرض بنتا ہے کہ وہ اسلامی نظام کو دل و جان سے قبول کریں اور الٰہی راہبروں اور پیشواؤں کے قول و عمل کی اتباع اور حمایت کرنے سے ان کی طاقت میں اضافہ کریں۔ ''اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ''

۲۔ اسلام ایک ایسا مکتب ہے جس کے عقائد اور اس کی سیاست آپس میں ملے ہوئے ہیں۔ رسول اور اولی الامر کی اطاعت جو کہ ایک سیاسی مسئلہ ہے، ایک طرف اور دوسری طرف خدا و قیامت پر ایمان ہے جو کہ اعتقادی مسئلہ ہے، ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں۔ ''اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ''

۳۔ اطاعت میں سلسلہ مراتب کا خاص خیال رکھا جائے۔ ''اللّٰهَ، الرَّسُوْلَ وَاُولِي''

۴۔ اولی الامر کو بھی رسول کی طرح معصوم ہونا چاہیے تاکہ رسول کی اطاعت کی طرح ان کی اطاعت کرنا بھی ضروری اور بغیر حجت کے ہو۔ ''اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ''

۵۔ اس حاکم کی اطاعت واجب ہے جو خود مومن ہو اور باایمان لوگوں میں سے ہو۔ ''اَطِيْعُوا۔۔۔مِنْكُمْ ۚ''

۶۔ لڑائی جھگڑا بڑھنے کی صورت میں خدا و رسول کی طرف رجوع کرنا سچے ایمان کی علامت ہے، عام اور پرسکون

حالات میں اطاعت کرنا کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا ہے۔ ''فَاِنۡ تَنَازَعۡتُمۡ ''

۷۔ اسلامی حکومت کے فرائض میں سے ایک وحدت قائم کرنا اور جھگڑوں کو حل کرنا ہے۔ ''فَاِنۡ تَنَازَعۡتُمۡ ۔۔۔''

۸۔ دین کامل وہ ہوتا ہے جس کے پاس تمام تر اختلافات کے حل کے لیے راہ حل موجود ہو۔ ''فِیۡ شَیۡءٍ فَرُدُّوۡہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوۡلِ''

۹۔ غیر الٰہی اور طاغوتی حکومتوں کے احکامات کو قبول کرنا حرام ہے۔ ''فَرُدُّوۡہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوۡلِ''

۱۰۔ اگر تمام فرقے قرآن وسنت کو اپنا مرجع قرار دیں تو سارے اختلافات حل ہو جائیں گے، وحدت اور ہم آہنگی ایجاد ہو جائے گی۔ ''فَرُدُّوۡہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوۡلِ''

۱۱۔ خدا، رسول اور الٰہی راہبروں کے احکام کی خلاف ورزی کرنے والے اپنے ایمان پر شک کریں۔ ''اِنۡ کُنۡتُمۡ تُؤۡمِنُوۡنَ ۔۔۔''

۱۲۔ اسلام کا تمام عملی لائحہ عمل اس کے اعتقادی پروگرام کے مطابق ہے۔ ''اَطِیۡعُوا ۔۔۔ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُؤۡمِنُوۡنَ''
دوسرے الفاظ میں خدا اور قیامت پر ایمان، اس چیز کا باعث ہے کہ اسلام کے احکام پر عمل ہو اور خدا اور رسول کی نافرمانی سے بچا جائے۔

۱۳۔ دور اندیشی اور لمبی مدت کی مصلحت و بہتری کو پیش نظر رکھنا اقدار کا حقیقی معیار ہے۔ ''اَحۡسَنُ تَاۡوِیۡلًا ﴿۵۹﴾''

آیت نمبر ۶۰

اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِیۡنَ یَزۡعُمُوۡنَ اَنَّہُمۡ اٰمَنُوۡا بِمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ وَمَاۤ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِکَ یُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یَّتَحَاکَمُوۡۤا اِلَی الطَّاغُوۡتِ وَقَدۡ اُمِرُوۡۤا اَنۡ یَّکۡفُرُوۡا بِہٖ ؕ وَیُرِیۡدُ الشَّیۡطٰنُ اَنۡ یُّضِلَّہُمۡ ضَلٰلًۢا بَعِیۡدًا ﴿۶۰﴾

ترجمۃ الآیات

(اے رسولؐ!) کیا تم نے ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھا جو یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ اس پر ایمان لے آئے ہیں جو کچھ تم پر نازل ہوا ہے اور تم سے پہلے (پیغمبروں) پر نازل ہوا۔ یہ چاہتے ہیں کہ فیصلہ کرانے کے لیے طاغوت (اور باطل حکام) کے پاس جائیں جبکہ انہیں یہ

حکم دیا جا چکا ہے کہ وہ طاغوت کا قطعی انکار کریں اور شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ انہیں دور دراز کی گمراہی میں ڈال دے۔

نکات:

☆ اس پہلی آیت میں جھگڑے اور تنازعہ کے موقعہ پر خدا اور اس کے رسولؐ کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اس آیت میں ان لوگوں کی مذمت کی گئی ہے جو اپنے جھگڑوں اور تنازعوں میں طاغوت کی طرف رخ کرتے ہیں۔

☆ ایک ظاہری مسلمان منافق اور ایک یہودی کے درمیان لڑائی ہوگئی۔ جس کیلئے کسی کو ثالث بنانے کا فیصلہ کیا گیا، یہودی نے پیغمبرؐ کی امانتداری اور عدل کی وجہ سے پیغمبر اکرمؐ کو بطور ثالث قبول کیا لیکن اس مسلمان نے کہا میں (یہودیوں کے ایک بزرگ) کعب بن اشرف کو بطور ثالث قبول کرنے پر راضی ہوں۔ کیونکہ وہ یہ سمجھتا تھا کہ کعب کو رشوت وغیرہ دے کر اس سے اپنے حق میں فیصلہ کرالے گا۔ یہ آیت اسی کی مذمت میں نازل ہوئی ہے۔

☆ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: ''طاغوت وہ ہوتا ہے جو حق پر مبنی فیصلہ نہ کرے، فرمان الٰہی کے مقابلے میں اپنے احکام جاری کرے اور اپنی اطاعت کا طلب گار ہو'' (تفسیر نمونہ)

پیغام:

۱۔ طاغوت سے دوری اور نفرت کا اظہار کیے بغیر ایمان، ایمان نہیں ہے بلکہ محض ایک خیال ہے۔ ''يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ''

۲۔ تمام ادیان کے اہداف و مقاصد ایک جیسے ہیں، تمام انبیا کے احکام وقوانین پر ایمان ضروری ہے۔ ''اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ''

۳۔ طاغوت کے ساتھ سازگاری حرام ہے۔ ''اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ ط''

۴۔ پہلے حق کا راستہ دکھاؤ پھر باطل راہوں کی نفی کرو۔ ''فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ۔۔۔ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ''

۵۔ طاغوت کے بارے سوچنے اور اس کی طرف رجوع کرنے پر بھی تنقید کی گئی ہے۔ ''يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ''

۶۔ شیطان اس وقت کامیاب ہوجاتا ہے جب لوگ طاغوت کی اطاعت کرتے ہیں۔ ''يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ ۔۔۔ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ''

۷۔ منافق، طاغوت اور شیطان تینوں ایک ہی راہ کے راہی اور ان کے مقابلے میں انبیائے الٰہی ہیں۔ ''اَلَّذِيْنَ

يَزْعُمُوْنَ ۔۔۔يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ ۔۔۔وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ‘‘

۸۔طاغوت کا انکار اور طاغوتی عدالتوں کی طرف رجوع کا حرام ہونا، تمام آسمانی ادیان کا دستور ہے۔’’اَلَمْ تَرَ۔۔۔ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ‘‘

۹۔اندرونی اختلافات کو حل کرنے کیلئے غیروں کے پاس جانا، شیطان کی مرضی اور ممنوع ہے۔’’يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ ۔۔۔‘‘

۱۰۔منافقین، شیطانی ارادوں کے تحت ہوتے ہیں، شیطان کے پھندے اور آلہ کار طاغوت ہیں۔’’يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ‘‘

۱۱۔طاغوت کی طرف رجوع اور اس کی پناہ حاصل کرنے کا نتیجہ ہولناک گڑھوں میں جا گرنے کے مترادف ہے۔’’ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ﴿۶۰﴾‘‘

آیت نمبر ۶۱

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا ﴿۶۱﴾

ترجمۃ الآیات

جب انہیں کہا جاتا ہے کہ خدا نے جو کتاب نازل کی ہے (فیصلے کیلئے) اس کی طرف اور پیغمبر کی طرف آؤ تو تم منافقوں کو دیکھو گے کہ وہ لوگوں کو تمہاری دعوت کے قبول کرنے سے سختی کے ساتھ روکتے ہیں۔

پیغام:

۱۔منافقین، خدا کے قانون اور پیغمبر خدا کے فرمان کو تسلیم نہیں کرتے پھر بھی ہمیں چاہیے کہ ہم انہیں اس بات کی دعوت دیتے رہیں۔’’قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا‘‘

۲۔انبیا کی دعوت کو قبول کرنے میں ہدایت اور ترقی ہے۔(’’تَعَالَوْا‘‘ آگے بڑھنے کی دعوت ہے۔)

۳۔کتاب وسنت ایک دوسرے سے ہم آہنگ ہیں ورنہ لوگوں کو دو متضاد و مخالف چیزوں کی طرف بھیجنا حکیمانہ فعل نہیں ہے۔’’اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ‘‘

۴۔ طاغوت کی طرف رجوع کرنا اور غیروں سے فیصلہ چاہنا، منافقین کی خصلت اور عادت ہے تاکہ وہ الٰہی راہبر کی مخالفت کریں اور راہ حق سے ہٹ جائیں۔ (''یَصُدُّوۡنَ'' کا لفظ اس خصلت اور استمرار کی علامت ہے۔)

۵۔ منافقین جہاں خود روگردانی کرتے ہیں وہاں دوسروں کو بھی راہ حق سے روکتے ہیں۔ ''یَصُدُّوۡنَ''

۶۔ جو چیز منافقین کے چہرے سے اسلام کا پردہ اتار کر ان کے چہرے کی حقیقت کو ظاہر کرتی ہے وہ خدائی راہبر کی مخالفت ہے۔ ''عَنۡكَ''

۷۔ منافقین کو لوگوں کے خدا پر قلبی ایمان سے کوئی حساسیت نہیں ہوتی بلکہ انہیں اس بات کی زیادہ تکلیف اس سے ہوتی ہے کہ لوگ خدائی راہبر کے گرد کیوں اکٹھے ہوتے ہیں۔ ''یَصُدُّوۡنَ عَنۡكَ صُدُوۡدًا ﴿۶۱﴾''

آیت نمبر ۶۲

فَکَیۡفَ اِذَاۤ اَصَابَتۡہُمۡ مُّصِیۡبَۃٌۢ بِمَا قَدَّمَتۡ اَیۡدِیۡہِمۡ ثُمَّ جَآءُوۡکَ یَحۡلِفُوۡنَ ٭ۖ بِاللّٰہِ اِنۡ اَرَدۡنَاۤ اِلَّاۤ اِحۡسَانًا وَّ تَوۡفِیۡقًا ﴿۶۲﴾

ترجمۃ الآیات

پھر جب ان کے کرتوتوں کی وجہ سے ان پر کوئی مصیبت آن پڑتی ہے اور کسی مشکل میں گرفتار ہو جاتے ہیں تو (اس مصیبت سے نکلنے کے لیے) کیونکر تمہارے پاس قسمیں کھاتے ہوئے آتے ہیں کہ (طاغوت کی طرف رجوع سے) ہمارا مقصد تو نیکی اور (فریقین کے درمیان) میل ملاپ کے سوا کچھ نہ تھا۔

نکات:

☆ طاغوت کے پاس جانے اور انہیں اپنا ثالث و حاکم بنانے کی منافقین کے پاس توجیہ و دلیل یہ تھی کہ ہمارا مقصد تو صرف تنازعہ کے فریقین کے درمیان صلح و آشتی قائم کرنا تھا۔ اگر ہم پیغمبرؐ کے پاس جاتے تو وہ یقیناً کسی ایک فریق کے حق میں فیصلہ کرتے جس سے دوسرا فریق آنحضرتؐ سے ناراض ہو جاتا اس پر ایک ہنگامہ کھڑا ہو جاتا جو پیغمبر کی شان کے قطعاً خلاف ہے اس لیے ہم نے رسول خدا کی آبرو، شان، عظمت اور محبوبیت کو بچانے کے لیے ان کی طرف رجوع نہیں کیا۔

پیغام:

۱۔خطرات میں پڑ جانے کا موجب خود انسان کے اپنے کرتوت ہوتے ہیں۔''مُّصِيبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ''

۲۔منافق لوگ جب اپنے لیے مشکل اور خطرے کا احساس کرتے ہیں اور خود کو مشکلات میں گھرا ہو پاتے ہیں تو خدائی راہبروں کی طرف رجوع کرتے ہیں اور ان سے اپنی مشکل کشائی چاہتے ہیں۔''جَآءُوْكَ''

۳۔طاغوت کی طرف رجوع کرنے میں کئی خطرات، مشکلات اور مصائب مضمر ہیں۔''اَصَابَتْهُمْ مُّصِيبَةٌۢ'' لہٰذا انبیا کے راستہ پر گامزن ہونا ہی بہتر ہے۔''جَآءُوْكَ''

۴۔منافقین اپنی خلاف کاریوں کی توجیہ کرتے اور بوگس دلیلیں پیش کرتے ہیں۔''اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّآ اِحْسَانًا''

۵۔منافقین اپنے اہداف و مقاصد کے لیے خدا کے نام کی قسموں کو آڑ بناتے ہیں۔''يَحْلِفُوْنَ ۖ بِاللّٰهِ''

۶۔بعض اوقات غلط قسم کے لوگ مقدس الفاظ سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں۔''اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّآ اِحْسَانًا وَّتَوْفِيْقًا ۝۶۲''

آیت نمبر ۶۳

اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ يَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۗ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَّهُمْ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًۢا بَلِيْغًا ۝۶۳

ترجمۃ الآیات

یہی وہ لوگ ہیں کہ خدا جانتا ہے جو کچھ ان کے دلوں میں ہے پس (اے پیغمبرؐ) تم ان (کو سزا دینے) سے منہ پھیر لو اور انہیں نصیحت کرو اور ان کے دل میں اتر جانے والی بروقت بات کرو۔

پیغام:

۱۔منافقین کی سرگرمیاں اور ان کی سعی و کوشش فضول ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کے باطن اور نیتوں سے آگاہ ہے اور موقع محل کے مطابق ان کے راز بھی فاش کرتا رہتا ہے۔''يَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۗ''

۲۔منافقین کی معذرت خواہی سچی اور صدق دل سے نہیں ہوتی ورنہ ان سے روگردانی کا حکم صادر نہ ہوتا۔''يَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۗ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ''

۳۔ منافقین کے ساتھ راہبر کا برتاؤ درگذر اور وعظ و نصیحت ہی ہونا چاہیے۔ ''فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ''

۴۔ وعظ و نصیحت کے وقت منافقین کو دوٹوک الفاظ میں ان کے انجام اور نتائج سے متنبہ کر دینا چاہیے۔ ''فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًاۢ بَلِيْغًا ۞''

آیت نمبر ۶۴

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۞

ترجمة الآيات

ہم نے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر یہ کہ حکم خدا سے اس کی اطاعت کی جائے اور وہ لوگ جب اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں (اے رسولؐ!) وہ اپنی راہوں سے پلٹ کر) اگر آپ کے پاس آجائیں اور خدا سے مغفرت طلب کریں اور پیغمبر بھی ان کے لیے مغفرت طلب کرے تو یقیناً خدا کو توبہ قبول کرنے اور رحم کرنے والا پائیں۔

نکات:

☆ کسی صحیح وسالم اور صاف ستھرے معاشرے کی صورت یہ ہے کہ اس کے افراد مومن، اس کا راہبر و راہنما آسمانی، لوگوں پر ان کی فرمانروائی مؤثر، لوگوں کی اس کے لیے اطاعت وفرمانبرداری مضبوط اور اس سے منہ پھیرے ہوئے لوگ پشیمان لیکن استغفار کرنے والے جبکہ ان کا راہبر ان کی خطاؤں کو معاف کرنے والا اور مہربان ہوتا ہے۔

☆ جس طرح انبیا کی دعا مومنین کے حق میں مستجاب ہوتی ہے، ''اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ'' اسی طرح نیک افراد اور فرشتوں کی دعا بھی ان کے حق میں اثر رکھتی ہے۔ ایک جگہ لوگوں کیلئے فرشتوں کا استغفار کرنا بیان ہوا ہے ''وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ ؕ '' (شوریٰ۔۵) دوسری جگہ مومنین کے بارے میں ہے ''وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ '' (غافر۔۷)

پیغام:

۱۔انبیا کی بعثت کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگ انبیا کی اطاعت کر کے ہدایت پا جائیں۔''اِلَّا لِیُطَاعَ''

۲۔اطاعت صرف خدا ہی کے ساتھ مختص ہے حتیٰ کہ انبیا کی اطاعت بھی اذن الٰہی کے ساتھ ہوتی ہے، بغیر اذن خدا کسی کی اطاعت کرنا شرک ہے۔''لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ''

۳۔راہبر کی اطاعت ترک کرنے کی توبہ یہ ہے کہ راہبر کی اطاعت کی جانب پلٹ جائیں۔''لِیُطَاعَ۔جَآءُوْكَ''

۴۔انبیا کی اطاعت کو چھوڑ کر طاغوت کی طرف چلے جانا، اپنے انسانی مقام کے ساتھ ظلم ہے۔''ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ'' (اس آیت کا گذشتہ آیات کے ساتھ ربط کو دیکھتے ہوئے۔)

۵۔رسول اللہ کے ساتھ تمام لوگوں کا رابطہ مضبوط اور پختہ ہونا چاہیے خواہ وہ لوگ مومن ہوں یا فاسق۔اگر مومن ہیں تو یہ تعلق فیض حاصل کرنے کے لیے ہے اور اگر فاسق ہیں تو شفاعت کے حصول کے لیے ہوگا۔''جَآءُوْكَ''

۶۔واپسی کا راستہ اور خطا کاروں کی توبہ کا راستہ سب کیلئے کھلا ہے حتی منافقین کیلئے بھی کھلا ہے۔''فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ'' (گذشتہ آیات کو دیکھتے ہوئے جو کہ منافقین سے متعلق تھیں۔)

۷۔آسمانی وخدائی راہبروں کی زیارت، ان سے امداد طلبی اور توسل اختیار کرنے کی تصدیق وتائید قرآن بھی کر رہا ہے۔''جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ''

۸۔پیغمبر گناہ معاف نہیں کرتا بلکہ صرف خدا ہی گناہ معاف کرتا ہے البتہ پیغمبر خدا کی طرف سے معافی ملنے کا واسطہ اور وسیلہ ضرور ہے۔''اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ''

۹۔گنہگار کو چاہیے کہ پہلے اپنے کیے پر نادم ہو اور حق کی طرف پلٹ آئے پھر خدا سے اپنا رابطہ مستحکم کرنے کیلئے مقام رسالت سے مدد طلب کرے۔''فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ''

۱۰۔گنہگاروں کو مایوس نہیں ہونا چاہیے، استغفار، توبہ اور اولیائے خدا کی زیارت ان کی روحانی تعمیر نو کا ایک وسیلہ ہے۔''جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ۔۔۔''

۱۱۔رسول خدا کی زیارت کرنے اور گناہ کے اقرار نیز استغفار کرنے سے انسان کیلئے گناہ کے بوجھ سے نجات کا احساس حاصل ہوتا ہے۔''لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا''

۱۲۔اگر خطا کاروں کو معاف کردو تو ان سے محبت وشفقت بھی کرو۔''تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿۶۴﴾''

۱۳۔گناہ، انسان اور رحمت الٰہی کے درمیان ایک حجاب ہے جونہی وہ حجاب ہٹتا ہے، رحمت کا سلسلہ پھر سے شروع ہو جاتا ہے۔''اسْتَغْفَرُوا۔۔۔لَوَجَدُوا اللّٰهَ''

۱۴۔ اولیائے خدا کے سامنے گناہ کا اقرار و اعتراف کرنا اور استغفار کرنا، عفو الٰہی کا وسیلہ ہے۔ ''جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا ۔۔۔ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿۶۴﴾''

آیت نمبر ۶۵

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۶۵﴾

ترجمة الآیات

تو (اے رسولؐ!) ایسی بات نہیں ہے اور تیرے رب کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک (صحیح معنوں میں) ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ اپنے جھگڑوں میں (صرف) تمہیں اپنا حاکم نہیں بنائیں گے اور پھر جو فیصلہ تم کرو وہ اس کے بارے میں اپنے دل میں کسی قسم کی ناراضگی کا احساس بھی نہ کریں اور تمہارے فیصلے کے آگے مکمل طور پر سر تسلیم خم کر دیں۔

نکات:

☆ مہاجرین میں سے حضرت زبیر بن عوام اور ایک انصاری کے درمیان کسی نخلستان کی آبپاشی کے سلسلے میں جھگڑا ہو گیا اور اس کا فیصلہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوں کیا کہ باغ کا بالائی حصہ چونکہ زبیر کا ہے لہٰذا پہلے وہ آبپاشی کریں گے۔ یہ سن کر انصاری ناراض ہوا اور فوراً بول اٹھا کہ زبیر چونکہ آپ کی پھوپھی کا بیٹا ہے لہٰذا آپ نے اسی کے حق میں فیصلہ کیا ہے! آنحضورؐ کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور اس پر یہ آیت نازل ہوئی جو کہہ رہی ہے کہ ''تعجب کی بات ہے کہ انہوں نے خود ہی آنحضرتؐ کو اپنا حاکم مقرر کیا لیکن خود ہی ان کے فیصلے سے منہ موڑ کر رہے ہیں۔''

☆ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: ''جو لوگ نمازی، حاجی اور زکوٰۃ دہندہ ہونے کے باوجود پیغمبر خدا کے کاموں میں بدگمانی کریں گے وہ حقیقی معنوں میں مومن نہیں ہیں۔'' پھر آپؑ نے اسی آیت کو تلاوت فرمایا۔ (تفسیر نور الثقلین؛ کافی، ج ۱، ص ۳۹۰)

پیغام:

سچے ایمان کی تین علامتیں ہیں

الف: فیصلہ کرانے کے لیے طاغوت کے پاس جانے کی بجائے پیغمبر خدا کی خدمت میں حاضر ہونا۔ ''یُحَکِّمُوۡکَ''

ب: آنحضرتؐ کے کیے ہوئے فیصلے پر کسی قسم کی بدگمانی نہ کرنا ''لَا یَجِدُوۡا فِیۡۤ اَنۡفُسِہِمۡ حَرَجًا''

ج: پیغمبر کے فرمان کو دل وجان سے تسلیم کرنا اوران کے آگے سر جھکا دینا۔ ''وَیُسَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا﴿۶۵﴾''

۱۔اسلام، ظاہری طور پر تسلیم ہونے کے علاوہ روحانی اور قلبی طور پر بھی تسلیم ہونے پر پوری توجہ رکھتا ہے۔ ''لَا یَجِدُوۡا فِیۡۤ اَنۡفُسِہِمۡ حَرَجًا''

۲۔فیصلہ کرنا رسالت اور ولایت کا منصب ہے۔ ''مِّمَّا قَضَیۡتَ''

۳۔پیغمبر خدا کے فیصلوں کو دل وجان سے قبول کرنے کا وجوب، پیغمبر کی عصمت پر دلیل ہے۔ ''یُسَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا﴿۶۵﴾''

آیت نمبر ٦٦

وَلَوۡ اَنَّا کَتَبۡنَا عَلَیۡہِمۡ اَنِ اقۡتُلُوۡۤا اَنۡفُسَکُمۡ اَوِ اخۡرُجُوۡا مِنۡ دِیَارِکُمۡ مَّا فَعَلُوۡہُ اِلَّا قَلِیۡلٌ مِّنۡہُمۡ ؕ وَلَوۡ اَنَّہُمۡ فَعَلُوۡا مَا یُوۡعَظُوۡنَ بِہٖ لَکَانَ خَیۡرًا لَّہُمۡ وَاَشَدَّ تَثۡبِیۡتًا ﴿ۙ۶۶﴾

ترجمة الآيات

اور اگر ہم انہیں حکم دیتے کہ اپنے آپ کو قتل کر دو (اور ہمارے فرمان کے مطابق ایک دوسرے کو قتل کرو) یا اپنے گھر واپنی سرزمین سے باہر نکل جاؤ تو تھوڑے سے لوگوں کے علاوہ اس پر کوئی بھی عمل نہ کرتا اور اگر وہ اس بات پر عمل کرتے جس کی انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو ان کے لیے بہتر ہوتا اور اس سے ان کا ایمان زیادہ پختہ ہو جاتا۔

نکات:

☆ یہ آیت سابقہ امتوں پر عائد شدہ سخت فرائض کی طرف اشارہ کر رہی ہے مثلاً ایک دوسرے کو قتل کرنے کا فرمان بچھڑے کی پوجا کے کفارہ میں بنی اسرائیل کے لیے صادر ہوا تھا کیونکہ بت پرستی جیسے عظیم گناہ کی تلافی ایک دوسرے کو قتل کرنے اور اپنی سرزمین اور شہر سے باہر نکل جانے جیسے عظیم کفارے ہی سے ہو سکتی ہے۔

پیغام:

۱۔ مومنین اپنے دل میں یہ موازنہ کریں کہ اگر اس سے بھی سخت فرمان صادر ہوتا تو کیا بنتا؟ ''وَلَوۡ اَنَّا كَتَبۡنَا عَلَيۡهِمۡ''

۲۔ آزمائش کے وقت بہت کم لوگ انجام فرائض اور اثبات مدعا سے عہدہ برآ ہوتے ہیں۔ ''مَّا فَعَلُوۡهُ اِلَّا قَلِيۡلٌ''

۳۔ طاغوت سے انکار، پیغمبر کی طرف رجوع، پیغمبر کے فرمان اور فیصلے کے آگے سر تسلیم خم کرنے کا حکم اللہ کی طرف سے ایک تو تمہارے لیے وعظ و نصیحت ہے اور دوسرے تمہارے لیے خیر خواہی ہے۔ ''مَا يُوۡعَظُوۡنَ بِهٖ لَـكَانَ خَيۡرًا لَّهُمۡ''

۴۔ نیکی اور خوبی و خوشبختی انسان کے عمل میں منحصر ہے۔ ''فَعَلُوۡا مَا يُوۡعَظُوۡنَ بِهٖ لَـكَانَ خَيۡرًا''

۵۔ الٰہی احکام (امر و نہی) خدا تعالیٰ کا موعظہ ہیں۔ ''فَعَلُوۡا مَا يُوۡعَظُوۡنَ بِهٖ''

۶۔ خدا کی راہ میں جس قدر قدم آگے بڑھتے جائیں گے، ثبات قدم اور ایمان میں اسی قدر اضافہ ہوتا جائے گا۔ ''فَعَلُوۡا مَا يُوۡعَظُوۡنَ بِهٖ لَـكَانَ خَيۡرًا لَّهُمۡ وَاَشَدَّ تَثۡبِيۡتًا ۙ﴿۶۶﴾''

۷۔ اعمال کا روح و نفسیات پر اثرات ہوتے ہیں لہٰذا احکام پر عمل کرنے سے ایمان میں پائیداری آتی ہے۔ ''فَعَلُوۡا مَا يُوۡعَظُوۡنَ بِهٖ لَـكَانَ خَيۡرًا لَّهُمۡ وَاَشَدَّ تَثۡبِيۡتًا ۙ﴿۶۶﴾''

۸۔ الٰہی فرائض چاہے ظاہر میں ناپسندیدہ اور مشکل نظر آتے ہوں لیکن انسان کی بھلائی اور اصلاح کیلئے ہوتے ہیں۔ ''وَلَوۡ اَنَّهُمۡ فَعَلُوۡا مَا يُوۡعَظُوۡنَ بِهٖ لَـكَانَ خَيۡرًا لَّهُمۡ''

آیت نمبر ۶۷۔ ۶۸

وَّاِذًا لَّاٰتَيۡنٰهُمۡ مِّنۡ لَّدُنَّاۤ اَجۡرًا عَظِيۡمًا ۙ﴿۶۷﴾

وَّلَهَدَيۡنٰهُمۡ صِرَاطًا مُّسۡتَقِيۡمًا ﴿۶۸﴾

ترجمۃ الآیات

اور اس صورت میں ہم انہیں اپنی طرف سے بہت بڑی جزا عطا کرتے،
اور انہیں سیدھے راستے کی بھی ضرور ہدایت کرتے۔

پیغام:

۱۔ نیکی تک پہنچنا، ثابت قدم رہنا، اجر عظیم پانا، راہ مستقیم کا حصول، یہ سب کچھ وعظ و نصیحت پر عمل کرنے سے اور ڈٹے رہنے سے ملتا ہے۔ ''فَعَلُوْا مَا یُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَیْرًا لَّهُمْ وَاَشَدَّ تَثْبِیْتًا۝۶۶ - اَجْرًا - مُّسْتَقِیْمًا۝۶۸''

۲۔ نیکی اور خیر کے راستے پر قدم رکھنا، مزید نیکیوں اور خیر کثیر کا موجب ہوتا ہے۔ ''فَعَلُوْا - اَشَدَّ تَثْبِیْتًا۝۶۶ - اَجْرًا عَظِیْمًا۝۶۷ - صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا۝۶۸''

آیت ۶۹ ـ ۷۰

وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓىِٕكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓىِٕكَ رَفِیْقًا۝۶۹

ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَكَفٰی بِاللّٰهِ عَلِیْمًا۝۷۰

ترجمۃ الآیات

جو لوگ خدا اور رسول کی اطاعت کرتے ہیں وہ (قیامت میں) ان لوگوں کے رفیق اور ہمدم ہوں گے جنہیں خدا نے نعمتوں سے نوازا ہے جیسے انبیا ہیں، صدیق ہیں، شہید ہیں اور نیک و صالح لوگ ہیں اور یہ لوگ کس قدر اچھے رفیق اور ساتھی ہیں۔

یہ سب خدا کی طرف سے فضل و کرم ہے اور علم و آگاہی میں خدا ہی کافی ہے۔

نکات:

☆ سورہ حمد میں ''الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝'' کے ساتھ ''اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ'' قسم کے لوگوں کا ذکر آچکا ہے۔ اور یہ دوسرا مقام ہے جہاں ''الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝'' کے ساتھ ''اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ'' قسم کے لوگوں کا ذکر آیا ہے۔ گویا انبیا، شہدا، صدیقین اور صالحین کے علاوہ باقی سب لوگ بے راہروی کا شکار اور صراط مستقیم سے ہٹے ہوئے ہیں جبکہ صراط مستقیم کا تعلق بس ان چار قسم کے لوگوں کی راہ کے ساتھ ہے۔

☆ روایات کی رو سے صدیقین کا بہترین نمونہ حضرات ائمہ معصومین علیہم السلام اور صدیقہ کا بہترین نمونہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو بتایا گیا ہے۔ شہدا سے مراد بھی یا تو وہ لوگ ہیں جو میدان جہاد میں مارے گئے ہیں یا پھر قیامت کے دن اعمال کے گواہ حضرات مراد ہیں۔

☆ دنیا میں انبیا کے ساتھ ہمنشینی ان کے تمام سچے پیروکاروں کیلئے بھی ممکن نہیں ہے لہٰذا آیت کی مراد آخرت میں ہم نشینی ہے۔

پیغام:

۱۔ انبیا اور شہدا کی راہوں پر گامزن رہنے کی سعادت اور اچھے اور خدائی رفقا کا ساتھ اس وقت حاصل ہوتا ہے جو انسان خدا اور اس کے رسول کے فرامین کی اطاعت کرتا ہے۔ ''وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ ---''

۲۔ چونکہ اچھے رفیق اور ساتھی انبیا، شہدا، صدیقین اور صالحین ہیں لہذ دنیا میں بھی رفقا کو انہی خصائل کا حامل ہونا چاہیے۔ ''حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝''

۳۔ رسول کی اطاعت، خدائی اطاعت کا پرتو ہے اور اسی کے طول میں ہے لہٰذا توحید کے منافی نہیں ہے۔ ''وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ''

۴۔ اطاعت رسول کی جزا، تمام انبیا کی ہم نشینی کی صورت میں ملتی ہے کیونکہ تمام انبیا ایک ہی نور سے ہیں اور سب کا مقصد اور ہدف بھی ایک ہی ہے لہٰذا ان میں سے کسی ایک کی اطاعت سب کی رفاقت حاصل ہونے کا موجب ہوتی ہے۔ ''وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ''

۵۔ علم الٰہی فرائض کی ادائیگی کی ترغیب کے لیے بہترین عامل ہے۔ ''بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ۝''

۶۔ نبوت کا مقام، صدیقین، شہدا اور صالحین کے مقام سے بالاتر ہے۔ (کیونکہ انبیا کا نام ان سے پہلے ذکر کیا گیا ہے۔) ''مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ ---''

آیت نمبر ۷۱

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا خُذُوا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوا ثُبَاتٍ أَوِ انْفِرُوا جَمِيعًا ﴿٧١﴾

ترجمۃ الآیات

اے وہ لوگو! جو ایمان لے آئے ہو (مکمل ہوشیاری کے ساتھ) اپنے اسلحہ کو اٹھالو (اور ہمیشہ تیار رہو) پس نامنظم اور متفرق گروہوں کی صورت میں یا اجتماعی صورت میں (ایک منظم فوج کی طرح) دشمن کی طرف چل پڑو۔

نکات:

☆ اس سے پہلی آیت میں خدا اور معصوم راہبر کی اطاعت اور پیغمبر کی حاکمیت کا تذکرہ تھا۔ اس آیت میں امت مسلمہ اور راہبر برحق کو خبردار کیا جارہا ہے کہ ہمیشہ اور ہر وقت اپنے دشمن سے لڑنے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔

☆ ''حِذۡرَ'' کے معنی ہیں ''ہر وقت تیار رہنا'' ''بیدار رہنا'' اور ''دفاع کے وسائل اور ان کو آمادہ رکھنا'' جبکہ ''ثُبَاتٍ'' جمع ہے ''ثُبہ'' کی جس کے معنی ہیں ''منتشر گروہ'' (جس میں گوریلا جنگ لڑنے والے گروہ بھی شامل ہوتے ہیں جو دشمن کو پریشان کردیتے ہیں اور اس کی قوت تدبیر کو سلب کر لیتے ہیں۔)

☆ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ مالک کی سرحدوں کی حفاظت کریں۔ اس آیت پر عمل کرنے میں عزت ہے اور اس سے غفلت برتنے میں مسلمانوں کی شکست اور زوال ہے۔

پیغام

۱۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ ہر وقت آمادہ و تیار رہیں اور دشمن کے منصوبوں، تعداد، اسلحہ کی اقسام، حوصلے، اس کے اندرونی بیرونی تعلقات اور مراسم سے آگاہ رہیں اور ان چیزوں کا مناسب توڑ کریں، منصوبہ بندی کریں اور اس کے مطابق عمل کریں۔ ''يَاأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا خُذُوا حِذْرَكُمْ''

۲۔ مسلمانوں کو فوجی تربیت حاصل کرنا چاہیے۔ ''الَّذِينَ اٰمَنُوا خُذُوا حِذْرَكُمْ''

۳۔ مسلمانوں کو دشمن سے مقابلے کے لیے منصوبہ بندی کرنی چاہیے۔ ''انْفِرُوا جَمِيعًا ﴿٧١﴾''

۴۔ مسلمانوں کو دشمن کے ساتھ مقابلہ کرنے کے لیے مختلف تدبیروں سے کام لینا چاہیے۔ ''ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا﴿۷۱﴾''

۵۔ خود کو منظم کرنے اور مقابلہ کرنے کے طریقے خود تلاش کریں۔ ''ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا﴿۷۱﴾''

آیت نمبر ۷۲

وَاِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ ۚ فَاِنْ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالَ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ اِذْ لَمْ اَكُنْ مَّعَهُمْ شَهِيْدًا﴿۷۲﴾

ترجمۃ الآیات

البتہ تم میں سے بعض لوگ ایسے ہیں جو (خود بھی سست ہیں اور) دیگر مجاہدین کی سستی اور بے ہمتی کا موجب (بھی) بنتے ہیں۔ پھر اگر تمہیں کسی قسم کی مصیبت درپیش آتی ہے تو کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے مجھے نعمت بخشی ہے کہ میں ان (جنگجو مجاہدین) کے ساتھ نہیں تھا (کہ میدان جنگ کی ناگواریوں کا مشاہدہ نہیں کیا یا ان کے ساتھ شہید نہیں ہوا)

نکات:

☆ گذشتہ آیت میں مسلمانوں کے خارجی دشمن کا تذکرہ تھا اور اس آیت میں ان کے داخلی دشمنوں، منافقوں اور دشمن کے گماشتوں کی بات ہو رہی ہے۔

☆ ''يُبَطِّئَنَّ'' لفظ ''بطو'' سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں ''سستی'' ہے اور صاحبان لغت کے بقول ''بطؤ'' سے مراد سست رفتاری اور دوسروں کو سست رفتاری اختیار کرنے کی دعوت دینا ہے۔

پیغام:

۱۔ میدان جنگ، منافقین اور کمزور ایمان والوں کی پہچان کا بہترین ذریعہ ہوتے ہیں۔ ''وَاِنَّ مِنْكُمْ ---''

۲۔ خداوند، منافقین کے افکار اور گفتار سے پردہ اٹھاتا ہے۔ ''وَاِنَّ مِنْكُمْ ---''

۳۔ منافقین بعض اوقات مومنین کا رنگ کچھ یوں اختیار کرتے ہیں کہ خود ان کا جز نظر آنے لگتے ہیں۔ ''مِنْكُمْ''

۴۔ پیغمبر کے تمام اصحاب عادل اور حضور کے راستے پر نہ تھے۔ ''مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ ۚ''

۵۔منافقین مسلمانوں کے حوصلے پست کرنے کا موجب ہوتے ہیں "لَّيُبَطِّئَنَّ" لہٰذا ان کی شناخت بہت ضروری ہے اور انہیں محاذ جنگ پر نہیں بھیجنا چاہیے۔

۶۔ جنگ میں شرکت نہ کرنا، محاذ جنگ سے فرار کرنا اور موت سے بچے رہنے کی کوشش کرنا، منافقین کی نگاہ میں سعادت اور کامیابی کی دلیل ہے۔"اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ"

۷۔ ہر آسائش، خدا کی نعمت اور اس کی مہربانی نہیں ہوا کرتی۔"اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ"

۸۔مومنین کے اندر رہ کر سختیاں جھیلنا نعمت ہے لیکن ان سے جدا رہ کر آسائش کا حصول نعمت نہیں ہے۔"اَصَابَتۡكُمۡ مُّصِيۡبَةٌ قَالَ قَدۡ اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ اِذۡ لَمۡ اَكُنۡ مَّعَهُمۡ"

آیت نمبر ۷۳

وَلَئِنۡ اَصَابَكُمۡ فَضۡلٌ مِّنَ اللّٰهِ لَيَقُوۡلَنَّ كَاَنۡ لَّمۡ تَكُنۡۢ بَيۡنَكُمۡ وَبَيۡنَهٗ مَوَدَّةٌ يّٰلَيۡتَنِىۡ كُنۡتُ مَعَهُمۡ فَاَفُوۡزَ فَوۡزًا عَظِيۡمًا ﴿۷۳﴾

ترجمۃ الآیات

اور اگر خدا کی طرف سے تمہیں اس کا فضل یا کوئی غنیمت حاصل ہو جائے تو ایسا ہے جیسے تمہارے اور اس کے درمیان کوئی دوستی تھی ہی نہیں، تب وہ کہتا ہے اے کاش میں (جہاد میں) ان کے ساتھ ہوتا اور بہت بڑی کامیابی (فتح اور غنیمتوں) تک جا پہنچتا۔

نکات:

☆فضل اور غنیمت تک رسائی میں خدا کا ذکر ہے"فَضۡلٌ مِّنَ اللّٰهِ" لیکن مشکلات سے دوچار ہونے میں، جس طرح کہ گذشتہ آیت میں ہے، خدا کا نام مذکور نہیں ہے اور صرف "اَصَابَتۡكُمۡ مُّصِيۡبَةٌ" آیا ہے۔ یہ گویا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خدا کی طرف سے ہمیں صرف فضل اور رحمت ہی حاصل ہوتی ہے۔

پیغام:

۱۔ جنگ میں کامیابی اور اس کے غنائم، خدا تعالیٰ کا فضل ہے۔"اَصَابَكُمۡ فَضۡلٌ مِّنَ اللّٰهِ"

۲۔ دنیاوی مفادات کی خاطر منافق لوگ دامن محبت کو بھی ہاتھ سے چھوڑ دیتے ہیں۔" كَاَنۡ لَّمۡ تَكُنۡۢ بَيۡنَكُمۡ

وَبَيْنَهٗ مَوَدَّةٌ''

۳۔منافقین کی آرزو سچی وصادقانہ نہیں ہوتیں۔''لَئِنۡ اَصَابَكُمۡ فَضۡلٌ مِّنَ اللّٰهِ۔۔۔يٰلَيۡتَنِىۡ''

۴۔منافقین ابن الوقت ہوتے ہیں، مشکلات کے موقع پر کہتے ہیں کہ''اللہ نے ہم پر احسان کیا ہے کہ ہم موجود نہیں تھے''''اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَىَّ'' پھر فتح اور غنیمت کے موقع پر کہتے ہیں کہ''اے کاش ہم موجود ہوتے''''يٰلَيۡتَنِىۡ كُنۡتُ مَعَهُمۡ''

۵۔جو لوگ مومنین کے غم میں شریک نہیں لیکن چاہتے ہیں کہ فائدوں میں شریک رہیں، یہ منافقین کی خصلت ہے۔''لَئِنۡ اَصَابَكُمۡ فَضۡلٌ۔۔۔يٰلَيۡتَنِىۡ كُنۡتُ مَعَهُمۡ''

۶۔منافقین کی نگاہ میں دنیا کا حصول بہت بڑی کامیابی ہے۔''فَوۡزًا عَظِيۡمًا﴿۷۳﴾''

آیت نمبر ۷۴

فَلۡيُقَاتِلۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ الَّذِيۡنَ يَشۡرُوۡنَ الۡحَيٰوةَ الدُّنۡيَا بِالۡاٰخِرَةِ ؕ وَمَنۡ يُّقَاتِلۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ فَيُقۡتَلۡ اَوۡ يَغۡلِبۡ فَسَوۡفَ نُؤۡتِيۡهِ اَجۡرًا عَظِيۡمًا﴿۷۴﴾

ترجمۃ الآیات

پس راہ خدا میں وہ لوگ جنگ کریں جن لوگوں نے دنیاوی زندگی کے بدلے آخرت کو خرید لیا ہے اور جو شخص راہ خدا میں لڑتا ہوا مارا جائے یا فتح حاصل کرے تو ہم اسے بہت بڑا اجر عطا کریں گے۔

پیغام:

۱۔اسلام میں جنگ کا مطلوب ومقصود صرف اللہ ہوتا ہے، نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی اور نہ تعصب نہ استثمار، نہ انتقام اور نہ کچھ اور ہوتا ہے۔''فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ''

۲۔جہاد، اللہ کی طرف سے ایک توفیق ہوتی ہے جو ہر ایک کو نہیں ملتی۔''فَلۡيُقَاتِلۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ الَّذِيۡنَ يَشۡرُوۡنَ الۡحَيٰوةَ الدُّنۡيَا'' دنیا طلب افراد محاذ پر جانے کی اہلیت وصلاحیت نہیں رکھتے۔

۳۔جہاد اکبر اور دنیا پرستی سے مقابلہ جہاد اصغر اور دشمن کے ساتھ مقابلے کا پیش خیمہ ہوتا ہے۔''فَلۡيُقَاتِلۡ فِىۡ

سَبِیۡلِ اللّٰہِ الَّذِیۡنَ ۔۔۔‘‘

۴۔مجاہد فی سبیل اللہ کبھی مغلوب نہیں ہوسکتا۔ یُغلب کی بجائے فرمایا:’’یُقۡتَلۡ‘‘

۵۔حق کے محاذ پر فرار اور شکست کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا بلکہ یہاں حصول شہادت کی تمنا یا پھر کامیابی اور فتح کی آرزو ہے۔’’فَیُقۡتَلۡ اَوۡ یَغۡلِبۡ‘‘

۶۔منافق فقط’’غنیمت کے حصول‘‘ کو بہت بڑی کامیابی سمجھتا ہے۔(جیسا کہ اس سے پہلی آیت میں ذکر ہوا ہے) لیکن قرآن’’فتح‘‘ کے لیے بھی اور’’شہادت‘‘ کے لیے بھی بہت بڑا اجر قرار دیتا ہے۔

۷۔’’اَجۡرًا عَظِیۡمًا‘‘ کا وعدہ محاذ جنگ کی طرف جانے کے لیے ترغیب اور تشویق کا باعث ہے۔

۸۔آخرت کی زندگی، دنیا کی زندگی سے برتر ہے۔دنیا کو آخرت کی خاطر فروخت کر دینا بہت بڑا کام ہے۔’’یَشۡرُوۡنَ الۡحَیٰوۃَ الدُّنۡیَا بِالۡاٰخِرَۃِ ؕ ۔۔۔اَجۡرًا عَظِیۡمًا‘‘

۹۔شہید مجاہد اور کامیاب مجاہد کا ثواب برابر ہے۔’’فَیُقۡتَلۡ اَوۡ یَغۡلِبۡ فَسَوۡفَ نُؤۡتِیۡہِ اَجۡرًا عَظِیۡمًا‘‘

آیت نمبر ۷۵

وَمَا لَکُمۡ لَا تُقَاتِلُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَالۡمُسۡتَضۡعَفِیۡنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالۡوِلۡدَانِ الَّذِیۡنَ یَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَاۤ اَخۡرِجۡنَا مِنۡ ہٰذِہِ الۡقَرۡیَۃِ الظَّالِمِ اَہۡلُہَا ۚ وَاجۡعَلۡ لَّنَا مِنۡ لَّدُنۡکَ وَلِیًّا ۚۙ وَّاجۡعَلۡ لَّنَا مِنۡ لَّدُنۡکَ نَصِیۡرًا ﴿ؕ۷۵﴾

ترجمۃ الآیات

تمھیں کیا ہوگیا ہے کہ تم راہ خدا میں اور ان مستضعفین (کمزور و بے بس) مردوں، عورتوں اور بچوں (کو نجات دلانے) کے لیے جہاد نہیں کرتے، جو کہتے ہیں پروردگار! ہمیں اس بستی سے نکال کہ جس کے باشندے ظالم ہیں اور اپنی طرف سے کسی کو ہمارا راہبر و سرپرست بنا اور تو ہی کسی کو اپنی طرف سے ہمارا مددگار مقرر فرما۔

نکات:

☆ یہ آیت ان مسلمانوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو مشرکین مکہ کے دباؤ اور ان کے مظالم کا شکار بنے ہوئے تھے۔ یہ ان لوگوں کی مذمت کر رہی ہے جو جہاد کو ترک کر چکے تھے۔

☆ امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: ظالم حکومت میں مستضعفین سے مراد ہم ہیں۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس سوال کے جواب میں کہ مستضعفین کون ہیں؟ فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو نہ مومن ہیں نہ کافر۔ (تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۲۵۷)

پیغام:

۱۔ مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے اندر ایک دوسرے کیلئے غیرت رکھتے ہوں، مذہبی غیرت ان کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہو اور وہ مظلوم لوگوں کے نالہ و فریاد کے سلسلے میں بے پروائی کا مظاہرہ نہ کریں۔ ''مَا لَكُمْ ۔۔۔''

۲۔ اسلامی جہاد کی خصوصیات میں سے ہے کہ ستمگروں کے تسلط سے مستضعفین کی نجات کیلئے کوشش کی جائے۔ ''فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِیْنَ''

۳۔ ایسے امور میں اسلام سرحدوں کو نہیں مانتا کیونکہ جہاں کہیں بھی مستضعفین ہونگے، جہاد ضروری ہے۔ ''وَالْمُسْتَضْعَفِیْنَ''

۴۔ اسلامی فوج کو اس حد تک طاقتور ہونا چاہیے کہ دنیا کے جس خطے میں بھی کوئی محروم و مستضعف شخص موجود ہو وہ اس کی داد کو پہنچ جائے اور اسے غموں سے نجات دلائے۔ ''مَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ''

۵۔ دعوت اور تبلیغ کے فریضے کو اپنانے کے لیے عوامی ہمدردی سے مدد حاصل کرنی چاہیے۔ ''وَالْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ ۔۔۔''

۶۔ مسلمانوں کی ولایت اور سرپرستی خدا کی طرف سے ہونی چاہیے۔ ''مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّا ۚ''

آیت نمبر ۷۶

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِیَآءَ الشَّیْطٰنِ ۚ اِنَّ كَیْدَ الشَّیْطٰنِ كَانَ ضَعِیْفًا ﴿٧٦﴾

ترجمۃ الآیات

جو لوگ ایمان لے آئے ہیں وہ خدا کی راہ میں جہاد کرتے ہیں اور جو کافر ہیں وہ طاغوت کی راہ میں جنگ کرتے ہیں پس تم (اے اہل ایمان) شیطان کے دوستوں سے جنگ کرو (اور گھبراؤ نہیں کیونکہ) شیطان کے حیلے بہانے قطعاً کمزور ہیں۔

نکات:

☆ اگرچہ کفار کے نیرنگ اور حیلے بہت بڑے ہوتے ہیں، ''وَمَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا ﴿۲۲﴾'' (نوح۔۲۲) اور نزدیک ہے کہ کفار کی نیرنگیوں سے پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ہل جائیں، ''وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ ﴿۴۶﴾'' (ابراہیم۔۴۶) لیکن یہ سب ارادہ الٰہی کے سامنے ہیچ خالی، کمزور اور بوگس ہیں۔

پیغام:

۱۔ ایمان کا لازمی نتیجہ کفار سے جہاد ہے۔ ''اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ''

۲۔ اسلامی جہاد، راہ خدا میں اور دین کی حفاظت کیلئے ہوتا ہے، کشور کشائی یا انتقام لینے کیلئے نہیں ہوتا۔ ''يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ''

۳۔ الٰہی معاشرے کو اور الحادی معاشرے کو ان کی جنگی نوعیت سے پہچانا جا سکتا ہے۔ ''فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ، فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ''

۴۔ جنگ اور تضاد ہمیشہ سے چلے آ رہے ہیں اور چلتے رہیں گے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ ان کا ہدف اور راستہ کیا ہوتا ہے؟ ''فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ ---''

۵۔ کفر، طاغوت اور شیطان کی مثلث کے درمیان مضبوط اور مستحکم ہم بستگی ہے۔ ''كَفَرُوْا ، الطَّاغُوْتِ، الشَّيْطٰنِ''

۶۔ دونوں قسم کی جنگوں اور اہداف کا آپس میں موازنہ نہ کرو، پھر اپنے کاموں کے بارے میں سوچو اور جنگ میں حصہ لو ''فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِيَآءَ الشَّيْطٰنِ ۚ''

۷۔ اگرچہ دشمنوں کے پاس منصوبے اور چالیں ہوتی ہیں لیکن تم ہرگز نہ گھبراؤ کیونکہ ان کے تمام منصوبے اور چالیں کمزور ہیں۔ ''اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا ﴿۷۶﴾''

۸۔ طاغوتی اور شیطانی طاقتوں کا انجام ناکامی اور نامرادی ہے۔ ''اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا ﴿۷۶﴾''

آیت نمبر ۷۷

اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ قِيۡلَ لَهُمۡ كُفُّوۡۤا اَيۡدِيَكُمۡ وَاَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۚ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيۡهِمُ الۡقِتَالُ اِذَا فَرِيۡقٌ مِّنۡهُمۡ يَخۡشَوۡنَ النَّاسَ كَخَشۡيَةِ اللّٰهِ اَوۡ اَشَدَّ خَشۡيَةً ۚ وَقَالُوۡا رَبَّنَا لِمَ كَتَبۡتَ عَلَيۡنَا الۡقِتَالَ ۚ لَوۡلَاۤ اَخَّرۡتَنَاۤ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيۡبٍ ؕ قُلۡ مَتَاعُ الدُّنۡيَا قَلِيۡلٌ ۚ وَالۡاٰخِرَةُ خَيۡرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى ۞ وَلَا تُظۡلَمُوۡنَ فَتِيۡلًا ۝۷۷

ترجمۃ الآیات

(اے رسولؐ!) کیا آپ نے ان لوگوں کونہیں دیکھا کہ (جو ہجرت سے پہلے کہا کرتے تھے کہ آپؐ ہمیں جنگ کی اجازت دیں مگر) انہیں کہا جاتا تھا کہ اپنے ہاتھوں کو روکے رکھو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو۔ لیکن جب (مدینہ میں) جہاد کا حکم آ گیا تو ان میں سے کچھ افراد ان لوگوں (مشرکین مکہ) سے اس طرح ڈرنے لگے گویا خدا سے ڈر رہے ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ (کفار سے) ڈر رہے ہیں اور (اعتراض کرتے ہوئے) کہنے لگے: پروردگارا! تو نے ہم پر جنگ کیوں فرض کی ہے؟ اور تو نے ہمیں نزدیکی زمانے (ہماری طبعی موت) تک مہلت کیوں نہیں دی؟ تو آپؐ (ان سے) کہہ دیں کہ دنیا کا سرمایہ بہت کم اور ناچیز ہے اور آخرت ان لوگوں کے لیے بہتر ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور وہاں پر (کھجور کی گٹھلی کے درمیانی شگاف میں موجود) بال کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔

نکات:

☆ نئے مسلمان مکہ کے سخت ایام میں پیغمبر اسلام سے مشرکین کے ساتھ جنگ کرنے کی اجازت طلب کیا کرتے تھے

اور کہتے تھے: ''ہم اسلام سے پہلے بہت معزز تھے اور اب اسلام کی وجہ سے سختیوں میں گھر چکے ہیں۔ آپؐ ہمیں اجازت دیں تا کہ ہم مشرکین کے ساتھ جنگ کر کے اپنی کھوئی ہوئی عزت واپس لوٹا ئیں۔'' چونکہ رسالتمآبؐ کو اس وقت جنگ کرنے کا حکم نہیں ملا تھا اس لیے آپؐ انہیں اس کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ لیکن جب ہجرت کے بعد جہاد کا حکم آ گیا تو انہی جہاد طلب لوگوں میں سے کچھ لوگ اعتراض اور بہانہ سازی پر اتر آئے۔ کفار مکہ کو بڑا خیال کرنے لگے اور ان سے سخت ڈرنے لگے۔

☆ ''خَشۡيَةً'' ایسے ڈر کو کہا جاتا ہے جو کسی دوسرے کی عظمت و بڑائی کی وجہ سے ہو۔

☆ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: ''كُفُّوۡۤا اَيۡدِيَكُمۡ'' سے مراد ''كُفُّوۡۤا اَلۡسِنَتَكُمۡ'' ہے۔ یعنی وہ خالی نعرے بازی کر رہے تھے کہ آیت نازل ہوئی: اپنے ہاتھ روک لو۔ (تفسیر نور الثقلین؛ کافی، ج ۲، ص ۱۱۴)

☆ امام محمد باقر علیہ السلام نے ایک نمونہ کے طور پر امام حسن علیہ السلام کی صلح کو پیش کیا اور فرمایا کہ یہ صلح امت اسلام کیلئے ہر اس چیز سے بہتر ہے جس پر سورج کی کرنیں پڑتی ہیں۔ (کافی، ج ۸، ص ۳۳۰)

جی ہاں! معصوم راہبر کبھی امام حسن علیہ السلام کی طرح جنگ بندی کا اعلان کرتے ہیں اور کبھی امام حسین علیہ السلام کی طرح جنگ اور شہادت کو ضروری قرار دیتے ہیں۔

☆ کئی ایک روایات میں ہم پڑھتے ہیں کہ ''اَجَلٍ قَرِيۡبٍ'' جس کے بارے میں لوگوں کی خواہش ہے جہاد میں تاخیر ہو جائے، اس سے مراد یہ ہے کہ وہ چاہتے ہیں کہ حضرت مہدی علیہ السلام کے قیام کے زمانہ تک جہاد میں تاخیر ہوتی رہے۔ یعنی کچھ لوگ کہتے ہیں کہ امام زمانہ علیہ السلام کے قیام تک جہاد کا حکم نہ آئے۔ (تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۲۵۷)

پیغام:

۱۔ تاریخ پر نگاہ اور اس پر توجہ تعمیری نتائج کی حامل ہوتی ہے۔ ''اَلَمۡ تَرَ۔۔۔''

۲۔ ہر انقلاب کے آغاز میں مشکلات کی برداشت اور سینے کی کشادگی ضروری ہے۔ ''كُفُّوۡۤا اَيۡدِيَكُمۡ''

۳۔ جلد پیدا ہونے والے جذبات اور اندر سے خالی نعروں کو قابو میں رکھنا چاہیے۔ ''كُفُّوۡۤا اَيۡدِيَكُمۡ''

۴۔ خدائی احکام حقیقی مصلحتوں کے پیش نظر واجب ہوتے ہیں، عوام الناس کے تقاضوں کے مطابق نہیں۔ ''كُفُّوۡۤا اَيۡدِيَكُمۡ'' (آیت کے شان نزول کے مطابق)

۵۔ ہمیشہ اور ہر جگہ تلوار ہی کام نہیں آتی۔ جب حالات سخت ہوں اور آمادگی بھی نہ ہو تو تلوار اٹھا کر اپنے سے طاقتور دشمن کو بہانے کا موقع نہیں دینا چاہیے۔ ''كُفُّوۡۤا اَيۡدِيَكُمۡ'

۶۔ رسول خدا اور فرمان خدا سے آگے بڑھنے کی کوشش نہ کرو اور دینی امور میں اپنی ذاتی رائے کو داخل نہ ہونے دو۔ ''كُفُّوۡۤا اَيۡدِيَكُمۡ''

۷۔ نماز جو خدا کی یاد ہے، اس سے اندرونی سکون حاصل کرو اور زکوٰۃ کی ادائیگی سے اقتصادی خلا کو پُر کرو۔'' وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ ''

۸۔ اسلام کے عبادی مسائل اور اس کے اقتصادی مسائل آپس میں گہرا ربطہ رکھتے ہیں۔'' الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ ''

۹۔ عبادات میں نماز اور زکوٰۃ کا خاص مقام ہے۔'' وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ ''

۱۰۔ نماز کا حکم زکوٰۃ کے حکم پر مقدم ہے۔ (جہاں کہیں بھی ان دو کا ذکر ہوا ہے پہلے نماز کا ذکر کیا گیا ہے۔)

۱۱۔ نماز اور زکوٰۃ کا حکم جہاد کے حکم سے پہلے نازل ہوا اور شرعی احکام کا حصہ بنا۔'' کُفُّوْٓا اَیْدِیَکُمْ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ ۔۔۔''

۱۲۔ معاشرہ سازی سے پہلے خودسازی ضروری ہے۔ جو شخص نماز ادا نہیں کرتا اور زکوٰۃ نہیں نکالتا وہ اپنے اعمال و کردار میں مخلص نہیں ہوسکتا اور ایثار و قربانی کا مظاہرہ نہیں کرسکتا۔'' وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ ''

۱۳۔ جو لوگ بہت جلد گرم ہو جاتے ہیں اتنی ہی جلدی ٹھنڈے بھی ہو جاتے ہیں۔ جی ہاں! ہر گرم چیز ٹھنڈی ہو جاتی ہے لیکن کوئی بھی پختہ چیز خام نہیں ہوتی۔'' کُفُّوْٓا اَیْدِیَکُمْ ۔۔۔ فَلَمَّا کُتِبَ ۔۔۔ لِمَ کَتَبْتَ ''

۱۴۔ انقلابی ہونا اتنا اہم نہیں جتنا انقلابی رہنا ضروری ہے۔ کبھی کبھی نعرے سے عمل تک بہت زیادہ فاصلہ ہوتا ہے۔ '' فَلَمَّا کُتِبَ عَلَیْہِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِیْقٌ مِّنْہُمْ یَخْشَوْنَ ''

۱۵۔ جہاد کا حکم لوگوں کی آزمائش کا ایک ذریعہ ہے۔'' کُتِبَ عَلَیْہِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِیْقٌ مِّنْہُمْ یَخْشَوْنَ ''

۱۶۔ جہاد کے حکم پر اعتراض اصل میں خوف کی وجہ سے ہے۔'' یَخْشَوْنَ ۔۔۔ لِمَ کَتَبْتَ ''

۱۷۔ جہاد اور محاذ کو چھوڑنے کا اہم ترین عنصر دنیا اور دنیاوی چیزوں سے گہری محبت ہے۔'' لَوْلَآ اَخَّرْتَنَآ اِلٰٓی اَجَلٍ ''

۱۸۔ خدائی فرامین اور ان کے صادر ہونے کے اوقات پر اعتراض نہ کرو اور احکام الٰہی کے مقابلے میں اپنے زمانی اور مکانی حساب کو اپنے سے دور رکھو۔'' لَوْلَآ اَخَّرْتَنَآ اِلٰٓی اَجَلٍ قَرِیْبٍ ''

۱۹۔ فرمان خدا پر اعتراض کرنا انسان کا تقویٰ سے دوری اور خالی ہونے کی علامت ہے۔'' لِمَ کَتَبْتَ ۔۔۔ خَیْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰی ''

۲۰۔ اگر اپنی نگاہوں کو اس مادی دنیا سے آگے لے جاؤ تو دنیا کے اس قلیل سے مال پر فریفتہ نہ ہو گے۔'' وَالْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ ''

۲۱۔ آخرت میں کامیابی صرف اہل تقویٰ کو حاصل ہوسکتی ہے۔'' خَیْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰی ''

آیت نمبر ۷۸

اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ؕ وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ ؕ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا ﴿۷۸﴾

ترجمۃ الآیات

تم جہاں بھی ہو تمہیں موت آ کر رہے گی خواہ تم مضبوط قلعوں (یا ستاروں) میں ہی کیوں نہ ہو اگر ان (منافقین) کو کوئی اچھائی یا فتح نصیب ہوتی ہے تو کہنے لگتے ہیں کہ یہ خدا کی طرف سے (مہربانی) ہے اور اگر انہیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو کہنے لگتے ہیں کہ (اے پیغمبر) یہ تمہاری وجہ سے آئی، تو (اے پیغمبرؐ! آپؐ ان سے) کہہ دیں کہ سب کچھ خدا کی طرف سے ہے، اس قوم کو کیا ہو گیا ہے کہ کسی بات کو سمجھ ہی نہیں پاتے۔

نکات:

☆ یہ آیت دشمن کے مقابلے میں محاذ جنگ میں نہ ڈرنے اور جہاد کرنے کی تشویق و ترغیب کے لیے ہے اور منافقین کے بدفالی لینے کا جواب ہے۔ جو مسائل کا صحیح طریقہ سے تجزیہ کرنے اور انہیں اچھی طرح سے سمجھنے کی بجائے تمام مصائب و مشکلات اور سختی و ناگواری کو پیغمبر اسلام کی گردن پر ڈال کر انہی کو ان مصائب و آلام کا موجب قرار دیتے ہیں۔

پیغام:

۱۔ موت کے حتمی اور قطعی ہونے کی صورت میں جنگ سے فرار کیوں؟ ''اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا ۔۔۔''

۲۔ راہبر و راہنما کو بدنام کرنا منافقین کا طریقہ ہوتا ہے۔ ''هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ''

۳۔ اپنی ذمہ داریوں سے پہلو تہی اور اپنی لغزشوں اور ناکامیوں کی توجیہ کر کے اپنا گناہ دوسروں کے سر نہیں تھوپنا چاہیے۔ ''يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ''

۴۔ فتح وشکست، موت وحیات اور تلخی وشیرینی، غرض سب کچھ خدا کی حکیمانہ تقدیر کے مدار میں محو گردش ہے۔ ''کُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰہِ ؕ''

۵۔ تمام تلخ وشیرین واقعات کا منشاء ومنبع خدا تعالیٰ ہے، سب کچھ اُسی کی طرف سے ہوتا ہے۔ ثنویت یعنی اہریمن و یزدان (دوخداؤں) کے ماننے والے جو کچھ کہتے ہیں وہ سب غلط ہے، ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔ ''کُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰہِ ؕ''

۶۔ منافقین کو دشمنی ہے اور وہ حق بات کو قبول نہیں کرتے۔ ''لَا یَکَادُوْنَ یَفْقَهُوْنَ حَدِیْثًا ﴿۷۸﴾''

۷۔ ہر چیز کا محور خدا تعالیٰ کو قرار دینا (توحید افعالی) اس میں بہت زیادہ غور وفکر کی ضرورت ہے۔ ''یَفْقَهُوْنَ''

۸۔ جو توحید اور خدا کی مرکزیت ومحوریت کو نہ سمجھتا ہو وہ کسی اور معرفت کو نہیں جان سکتا۔ ''یَفْقَهُوْنَ حَدِیْثًا ﴿۷۸﴾''

آیت نمبر ۷۹

مَآ اَصَابَکَ مِنْ حَسَنَۃٍ فَمِنَ اللّٰہِ ۫ وَمَآ اَصَابَکَ مِنْ سَیِّئَۃٍ فَمِنْ نَّفْسِکَ ؕ وَاَرْسَلْنٰکَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ؕ وَکَفٰی بِاللّٰہِ شَهِیْدًا ﴿۷۹﴾

ترجمۃ الآیات

(اے انسان!) جو نیکی تمہیں پہنچتی ہے وہ خدا کی طرف سے ہے اور جو برائی تمہیں پہنچتی ہے وہ خود تمہاری طرف سے ہوتی ہے اور (اے پیغمبرؐ!) ہم نے آپؐ کو تمام لوگوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا اور اس بارے میں خدا کی گواہی کافی ہے۔

نکات:

☆ خدائی نقطہ نظر سے تمام چیزیں خدا کی مخلوق ہیں۔ ''اَللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ ۫'' (زمر۔ ۶۲) اور اللہ ہی نے ہر چیز کو نیک اور زیبا خلق فرمایا ہے۔ ''اَحْسَنَ کُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ'' (سجدہ۔ ۷) جو چیز خدا کے ساتھ تعلق رکھتی ہے وہ تخلیق ہے اور وہ ''حسن'' سے جدا نہیں ہے۔ اب رہی ہماری ناپسندیدگی اور پریشانیاں یہ ان کمالات کے فقدان کا نام ہے جو خدا کی مخلوق نہیں ہیں نیز جو چیز خدا کی طرف سے آنے والی اچھائیوں سے محرومی کا سبب بنتی ہے وہ خود افراد یا معاشرے کا اپنا کردار ہوتا ہے۔

☆ ایک عالم نے اس کی خوبصورت تعبیر کی ہے اور وہ یوں کہ زمین جو اپنے اور سورج کے محور کے گرد گھومتی ہے تو اس کا جو حصہ سورج کی طرف ہوتا ہے وہ روشن ہوتا ہے اور اس کا جو حصہ سورج کی طرف پشت کیے ہوتا ہے وہ تاریک ہوتا ہے۔ جبکہ

سورج ہر وقت روشنی عطا کرتا رہتا ہے اور زمین کی جو روشنی ہوتی ہے وہ سورج ہی کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اس لیے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اے زمین! تمہاری جو جگہ روشن ہے وہ سورج کی وجہ سے ہے اور جو جگہ تاریک ہے وہ تمہاری اپنی وجہ سے ہے۔ اس آیت میں انسان سے خطاب ہو رہا ہے کہ انسانی کمالات بھی خدا کی طرف سے ہوتے ہیں اور اس کے نقائص خود اس کی اپنی طرف سے ہوتے ہیں۔

☆ قرآن پاک میں رسول اللہؐ کی بہت زیادہ تعریف و توصیف ہے اس کے باوجود ''من نفسک'' سے مراد انسان کا نفس ہے، پیغمبر اکرمؐ کی ذات نہیں ہے۔ واللہ العالم

☆ گذشتہ آیت میں ہم نے پڑھا کہ تمام اچھائیاں، خوبیاں اور برائیاں سب اسی کی طرف سے ہے جبکہ اس آیت میں ہم پڑھتے ہیں کہ صرف اچھائیاں خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور برائیاں خود انسان کی اپنی طرف سے ہیں۔ یہ اس لیے ہے کہ برائیاں انسان کی طرف سے انجام پاتی ہیں اس لیے انسان کے ساتھ نسبت دی جا رہی ہیں اور کیونکہ انسان اور اس کا ارادہ، خدا تعالیٰ کے تسلط میں ہے اس کے دائرہ قدرت میں ہے لہٰذا خدا سے نسبت دی جاتی ہے۔ جیسے اگر حکومت کا کوئی کارندہ غلطی کرے تو وہ غلط کام خود اس سے بھی نسبت دیا جاتا ہے اور اس وجہ سے کہ وہ اس حکومت کا کارندہ ہے حکومت سے بھی نسبت دی جائے گی۔

☆ امام علی رضا علیہ السلام فرماتے ہیں: خدا تعالیٰ انسان سے خطاب کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ تیرا ارادہ اور خواہش بھی ہمارے اختیار میں ہے۔ (تفسیر عیاشی، ج ۱ ص ۲۵۸) جی ہاں! انسان خدا کے اذن کے ساتھ ارادہ کر سکتا ہے۔

پیغام:

۱۔ الٰہی آئیڈیالوجی میں ہر نیکی اور خوبصورتی خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ ''مِنۡ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ۫''

۲۔ جب مخالفین کی طرف سے حوصلے پست کیے جا رہے ہوں تو اس وقت حوصلوں کو بڑھانا چاہیے۔ منافقین تمام تکلیفوں کا سبب رسول خدا کو جانتے تھے پس اس کی تلافی کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مِنۡ سَيِّئَةٍ فَمِنۡ نَّفۡسِكَ ؕ''

۳۔ پیغمبر اسلامؐ کی رسالت عالمی ہے۔ ''اَرۡسَلۡنٰكَ لِلنَّاسِ''

۴۔ انبیا تمام لوگوں کیلئے خیر کا وسیلہ ہیں۔ ''لِلنَّاسِ''

آیت نمبر ۸۰

مَنۡ يُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنۡ تَوَلّٰى فَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ عَلَيۡهِمۡ حَفِيۡظًا ؕ‏ ﴿۸۰﴾

ترجمۃ الآیات

جو شخص رسول کی اطاعت کرتا ہے بے شک وہ خدا کی اطاعت کرتا ہے اور جو شخص اس سے روگردانی کرتا ہے تو ہم نے (اے رسولؐ!) آپ کو ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔

پیغام:

۱۔ پیغمبر اسلامؐ کی تمام رفتار و گفتار قرآن مجید کی طرح تمام لوگوں پر حجت اور قابل اعتماد ہے، جس پر عمل کرنا ضروری ہے۔ ''مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ۔۔۔''

۲۔ پیغمبر کے حکومتی فرمان کی اطاعت بھی واجب ہے۔ (رسول کی اطاعت سے مراد ان کے حکومتی فرامین کی اطاعت ہے ورنہ خدا کی اطاعت کے فرامین تو رسول کی زبان مبارک سے بیان ہوتے رہے، اور انہی پر عمل کرنا خدا کی اطاعت ہے رسول کی نہیں۔) ''مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ''

۳۔ تمام انبیا معصوم ہیں۔ ''مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰہَ ۚ''

۴۔ انبیا کے احکام فرامین الٰہی کا پرتو ہوتے ہیں، اور خدائی احکام کے طول میں واقع ہوتے ہیں۔ '' یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰہَ ۚ '

۵۔ انسان آزاد اور خود مختار ہے، مجبور نہیں ہے۔ ''مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ۔۔۔ وَمَنۡ تَوَلّٰی فَمَاۤ'

۶۔ انبیائے کرام کا فریضہ تبلیغ ہے کسی کو زبردستی منوانا ان کے ذمہ نہیں ہے۔ ''وَمَنۡ تَوَلّٰی فَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ عَلَیۡہِمۡ حَفِیۡظًا ﴿۸۰﴾ ''

آیت نمبر ۸۱

وَیَقُوۡلُوۡنَ طَاعَۃٌ ۫ فَاِذَا بَرَزُوۡا مِنۡ عِنۡدِکَ بَیَّتَ طَآئِفَۃٌ مِّنۡہُمۡ غَیۡرَ الَّذِیۡ تَقُوۡلُ ؕ وَاللّٰہُ یَکۡتُبُ مَا یُبَیِّتُوۡنَ ۚ فَاَعۡرِضۡ عَنۡہُمۡ وَتَوَکَّلۡ عَلَی اللّٰہِ ؕ وَکَفٰی بِاللّٰہِ وَکِیۡلًا ﴿۸۱﴾

ترجمۃ الآیات

اور (منافقین دن کے وقت اور آپؐ کی موجودگی میں تو) کہتے ہیں کہ ہم فرمانبردار ہیں لیکن جب آپ کے پاس سے چلے جاتے ہیں تو ان میں سے ایک گروہ اپنی رات کی محفلوں میں تمہارے کہنے کے خلاف کام کرتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ ان باتوں کو لکھ لیتا ہے جو وہ ان رات کی محفلوں میں کرتے ہیں۔ آپؐ ان کی پراوہ نہ کریں اور خدا پر توکل کریں اور کارسازی کے لیے اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے۔

پیغام:

۱۔ ہر اظہار وفا اور اظہار ایمان پر خوش نہیں ہونا چاہیے کیونکہ منافقین اپنی چرب زبانی سے خود کو مطیع اور فرمانبردار ظاہر کرتے ہیں۔ ''وَيَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ ۡ''

۲۔ منافقین رات کو خفیہ محفلیں جماتے اور اپنا جتھا تیار کرتے رہتے ہیں۔ ''بَيَّتَ طَآئِفَةٌ''

۳۔ دشمن ایسے نقاط سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتا ہے جو اندھے اور تاریک ہوتے ہیں۔ ''بَيَّتَ''

۴۔ قرآن پاک تنقید کرتے ہوئے سب کو ایک جیسا قرار نہیں دیتا۔ ''طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ''

۵۔ اللہ تعالیٰ منافقین کی سازشوں اور ان کی شیطنت کا خود ہی حساب لے گا۔ ''يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُوْنَ ۚ''

۶۔ منافقین کی مخفیانہ سازشوں کے مقابلے میں صرف خدا پر ہی توکل کیا جانا چاہیے اور توکل ہی کامیابی کا موجب ہے۔ ''تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ''

۷۔ اللہ تعالیٰ ہی مسلمانوں اور رسول اسلامؐ کا حامی ہے اور منافقین کی ناپاک سازشوں کو غیبی امداد سے بے نقاب کرتا ہے۔ ''وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۸۱﴾''

آیت نمبر ۸۲

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ؕ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ﴿۸۲﴾

ترجمۃ الآیات

کیا وہ قرآن کے بارے میں (فکر و) تدبر نہیں کرتے؟ (حالانکہ) اگر یہ قرآن غیر خدا کی طرف سے ہوتا تو وہ اس میں بہت زیادہ اختلافات پاتے۔

نکات:

☆ پیغمبر اسلامؐ پر جو تہمتیں لگائی جاتی تھیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ ''یُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ'' (نحل۔ ۱۰۳) یعنی پیغمبر اسلامؐ کو کوئی اور شخص قرآن سکھا تا ہے لہٰذا یہ آیت ان کے اعتراض کا جواب ہے۔

☆ عموماً یہ ہوتا ہے کہ لوگوں کی معمول کی گفتگو یا تحریر میں ایک عرصے کے بعد تبدیلی، ارتقا یا پھر تضاد پیدا ہو جاتا ہے، لیکن قرآن مجید کے ۲۳ سالہ نزولی دورانیہ کے درمیان اس میں کسی قسم کا اختلاف اور تضاد پیدا نہیں ہوا۔ حالانکہ اس دوران میں جنگ و صلح، غربت و شہرت اور قوت و ضعف کے کئی نشیب و فراز پیدا ہوئے اور یہ سب کچھ ایک ایسے شخص کی زبان سے بیان ہوا جو درس ناخواندہ تھا، اس کے باوجود اس میں کوئی اختلاف یا تضاد پیدا نہیں ہوا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلام خدا ہے اور کسی بشر کا سکھایا ہوا کلام نہیں ہے۔

☆ قرآن پاک میں غور و فکر کرنے کا حکم ہر ایک کیلئے، ہر زمانے میں ہر نسل کیلئے ہے جس کا راز یہ ہے کہ ہر زمانہ میں سوچ سمجھ رکھنے والے افراد بعض نکات کی طرف متوجہ ہوتے رہیں گے۔ حضرت علی علیہ السلام نے قرآنی مفاہیم کے لامتناہی ہونے پر فرمایا: ''بحراً لا یُدرك قعره'' قرآن، ایک ایسا دریا ہے جس کی آخری تہ معلوم نہیں ہو سکتی۔ (نہج البلاغہ۔ خطبہ ۱۹۸)

پیغام:

۱۔ قرآن پاک میں غور و فکر نہ کرنے پر خدا تعالیٰ کی طرف سے سرزنش اور مذمت ہے۔ ''اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ''

۲۔ قرآن پاک میں تدبر نفاق کیلئے دوا ہے جو نفاق جیسے موذی مرض سے شفا دیتا ہے۔ ''وَیَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ ۡ فَاِذَا ۔۔ ۔اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ۔۔۔''

۳۔ اسلام و قرآن کی طرف آنے کا ذریعہ غور و فکر اور تدبر ہے، تقلید نہیں۔ ''اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ''

۴۔ قرآن مجید نے سب کو تدبر کی طرف دعوت دی ہے لہٰذا عقل انسانی اس کے معارف تک رسائی حاصل کر سکتی ہے۔ ''اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ؕ''

۵۔ قرآن مجید میں تضاد و اختلاف کی سوچ رکھنا، سطحی نگاہ، عدم تدبر اور فکری ناپختگی کی وجہ سے ہے۔ ''اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ''

۶۔ قرآن پاک، پیغمبر اسلامؐ کی رسالت کے حق سچ ہونے پر دلیل ہے۔ ''وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ۔۔۔''

۷۔ قرآن کریم کی آیات کا یکسان ہونا اور اس میں کسی قسم کے اختلاف کا نہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ اس کا سرچشمہ ایسی ذات ہے جس میں کسی قسم کی تبدیلی واقع نہیں ہوتی۔ ''وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ''

۸۔ جو کچھ خدا کی طرف سے ہے وہ حق اور مستحکم ہے، اس میں تضاد اور ٹوٹ پھوٹ نہیں، اس کی ایک بات دوسری کی نقیض نہیں ہے۔ ''وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا۔۔۔''

۹۔ غیر الٰہی قوانین میں ہر جگہ تضاد اور ناہماہنگی ہر جگہ نظر آتی ہے۔ ''وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا۔۔۔''

۱۰۔ انسانی نظریات کی خصوصیات میں اختلاف، تغیر وتبدل اور تکامل پایا جاتا ہے۔ ''لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا''

۱۱۔ ہر مکتب ومذہب کے بطلان کا بہترین اور عمومی ذریعہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے تضادات وتناقضات کو بیان کیا جائے۔ ''لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ﴿۸۲﴾''

آیت نمبر ۸۳

وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ؕ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ؕ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۸۳﴾

ترجمۃ الآیات

اور جب ان (منافقین) کے پاس امن یا خوف (فتح یا شکست) کی کوئی خبر آتی ہے تو اسے فوراً فاش کر دیتے ہیں حالانکہ اگر وہ اسے (فاش کرنے سے پہلے) رسولؐ یا اپنے میں سے صاحبان امر تک پہنچاتے تو بے شک جو لوگ صاحبان تحقیق اور اہل تحلیل ہیں وہ اس کی حقیقت کو سمجھ لیتے اور اگر تم پر خدا کا فضل (وکرم) اور مہربانی نہ ہوتی تو چند آدمیوں کے سوا تم سب کے سب شیطان کی پیروی کرنے لگتے۔

نکات:

☆ مسلمانوں کو ہمیشہ محرمانہ خبروں کے افشا اور افواہوں نے نقصان پہنچایا ہے۔ عام طور پر مخفی خبریں ان وجوہات کی بنا پر فاش ہوتی ہیں: سادہ لوحی، انتقام، نقصان پہنچانا، کسی کا آلہ کار بننا، مادی لالچ، خودنمائی اور معلومات کا اظہار وغیرہ۔ اسلام نے اپنے جامع ہونے کی وجہ سے اس بات پر سختی سے توجہ دی ہے اور اس آیت میں فوجی رازوں کو افشا کرنے کی مذمت کی جا رہی ہے۔ وہ حکام اور ذمہ دار لوگوں کو آگاہ کرنے سے پہلے ہی فتح یا شکست کی خبریں فاش کرنے کا سبب غرور و خود پسندی یا موہوم دشمن سے بے جا خوف کو قرار دیتا ہے اگر خداوند عالم کی تنبیہہ و عنایت اور رحم و کرم نہ ہوتا تو بہت سے مسلمان (افشائے راز کے) اس شیطانی راستے پر گامزن ہو جاتے۔

☆ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: جو کوئی ہمارے راز افشا کرے وہ ایسے ہی ہے جیسے اس نے ہم پر تلوار نکالی ہو۔ (وسائل، ج ۲۷، ص ۱۹۷)

☆ امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: اس آیت میں اہل استنباط (اہل تجزیہ و تحلیل) سے مراد ائمہ معصومین ہیں۔ (وسائل، ج ۲۷، ص ۲۰۰)

پیغام:

۱۔ راز داری اور فوجی و ملکی امن و سلامتی کے بارے معلومات کی حفاظت مسلمانوں پر فرض ہے، ان رازوں کو افشا کرنا حرام ہے۔ ''وَإِذَا جَآءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ ۖ''

۲۔ افواہیں پھیلانا منافقین کا حربہ ہے۔ ''أَذَاعُوا بِهِ'' (گذشتہ کو دیکھتے ہوئے۔)

۳۔ فوجی راز اور محاذ جنگ کی خبریں پہلے تو ایک مرکزی مقام پر پہنچنی چاہیں اور وہاں پوری طرح جانچ پڑتال کے بعد مصلحت کے مطابق منظر عام پر آنی چاہیں۔ ''رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ''

۴۔ عوام الناس کو چاہیے کہ اہل استنباط کی طرف رجوع کریں۔ ''رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ۔۔۔''

۵۔ اولی الامر کو خود مومنین میں سے ہونا چاہیے۔ ''أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ''

۶۔ مسلمانوں کے پاس بھی حکومت، وسایل اور راہبری ہونی چاہیے۔ اولی الامر کے پاس حکومت، قدرت و طاقت ہوتی ہے۔ ''إِلَىٰ أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ''

۷۔ فوجی، سیاسی اور اجتماعی رازوں کو کنٹرول کرنا و حفاظت کرنا، خبروں کو اکٹھا کرنے اور ان کی پڑتال کرنے کیلئے خبری ادارے بنانا، پھر اس میں عوام کو شامل کرنا، قوم کی تقدیر سازی میں اہم کردار ادا کرتا ہے جو کہ ایک راہبر کا کام ہے۔ ''لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنبِطُونَهُ''

۸۔ ولایت اور فقاہت کے درمیان گہرا رابطہ ہے، سیاست میں صاحبان امر اہل استنباط ہی ہوتے ہیں۔ ''اُولِی الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ''

۹۔ استنباط صرف فقہی احکام کے ساتھ ہی مخصوص نہیں ہے۔ ''اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ ۔۔۔ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ''

۱۰۔ خبروں کی تحقیق و اشاعت میں باصلاحیت اور ذمہ دار افراد کی طرف رجوع کرنا اور اس کے ذریعے دشمن کی سازشوں کو ناکام بنانا، خدا کے فضل و رحمت کا مصداق ہیں۔ ''رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ ۔۔۔ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ''

۱۱۔ مرجع الخلائق کے عنوان سے رسول اللہ اور اولی الامر کی تعیین اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل اور اس کی عظیم رحمت ہے۔ اسی طرح شیطان کی پیروی سے لوگوں کو دور کرنا بھی خدا تعالیٰ کا عظیم فضل و کرم ہے۔ ''وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ ۔۔۔''

۱۲۔ صحیح مرکزیت ہر قسم کی کجروی اور انحراف سے روکتی ہے اور جو معاشرہ مرکزیت و راہبریت سے عاری ہوتا ہے وہ شیطان کے جال میں پھنس جاتا ہے۔ ''وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ''

۱۳۔ فوجی خبروں کو نشر کرنا اور الٰہی راہبروں کی طرف رجوع نہ کرنا ہی شیطان کی پیروی ہوتی ہے۔ ''لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ''

۱۴۔ اکثر لوگ افواہوں کے جال میں پھنس جاتے ہیں اور دھوکہ کھا جاتے ہیں۔ ''لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۸۳﴾''

آیت نمبر ۸۴

فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّكُفَّ بَاْسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَاللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّاَشَدُّ تَنْكِيْلًا ﴿۸۴﴾

ترجمۃ الآیات

پس (اے رسولؐ!) تم خدا کی راہ میں جہاد کرو اور تمہارے سوا کسی کو اس کا حکم نہیں دیا گیا اور مومنین کو (جہاد کی) ترغیب دو، امید ہے کہ خدا کافروں کی طاقت کو روک دے گا خدا کی طاقت سب سے زیادہ اور اس کی سزا سب سے زیادہ دردناک ہے۔

نکات:

☆ جنگ احد میں کفار کی کامیابی کے بعد ابوسفیان نے بڑے گھمنڈ سے کہا: ''ہم ایک بار پھر بدر صغریٰ کے موسم (ماہ ذی قعدہ میں سرزمین بدر میں بازار قائم ہونے کے مقام) میں مسلمانوں سے لڑیں گے۔'' جب مذکورہ وقت قریب آ گیا تو حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو جہاد کی دعوت دی لیکن کچھ لوگ احد کی شکست کی وجہ سے ہمت ہار چکے تھے اس لیے وہاں جانے پر تیار نہ ہوئے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور آنحضورؐ نے ایک بار پھر مسلمانوں کو جہاد کے لیے بلایا۔ آپؐ کی اس دعوت پر ستر افراد تیار ہو گئے لیکن جنگ واقع نہ ہوئی اور تمام مسلمان صحیح وسالم مدینہ واپس آ گئے۔

☆ ''نَكُوْل'' سے مراد خوف کی وجہ سے رک جانا ہے جبکہ ''تَنْكِيْلًا'' کا مطلب ہے ایسا کام کرنا جس سے دوسرا فریق اپنے ارادے سے باز آ جائے۔ جیسے بدلہ لینے یا سزا دینے سے باز آ جائے۔

☆ امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے: کسی دوسرے پیغمبر کو یہ حکم نہیں آیا کہ اگر اکیلے رہ جاؤ تب بھی جہاد کرو۔ (تفسیر صافی)

ہمارے زمانے میں امام خمینیؒ نے کہا: دنیا کی سپر طاقتیں جان لیں کہ اگر خمینی بالکل اکیلا و تنہا رہ جائے تو پھر بھی اپنے راستے کو، شرک و کفر سے لڑائی کو جاری رکھے گا۔

☆ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اس آیت کے نزول کے بعد تمام جنگوں میں پیغمبر اکرمؐ نے خود قیادت کی۔ (تفسیر برہان، ج۱، ص ۳۹۸؛ تفسیر عیاشی، ج۱، ص ۲۶۱)

پیغام:

۱۔ خطرناک اور خوفناک مواقع پر راہبر کو سب سے پہلے پیش قدم ہونا چاہیے۔ ''فَقَاتِلْ''

۲۔ اگر مستضعفین کی فریاد سن کر بھی مسلمان اس پر کسی قسم کا ردعمل ظاہر نہ کریں تو راہبر کو چاہیے کہ ان کی فریاد رسی کیلئے اکیلے ہی روانہ ہو جائے۔ ''اِلَّا نَفْسَكَ''

۳۔ قائد کو اس قدر مستقل مزاج اور دھن کا پکا ہونا چاہیے کہ جہاد کے معاملے میں اس کے ساتھ عوام کی شمولیت یا عدم شمولیت سے کوئی فرق نہ پڑ سکے۔ ''اِلَّا نَفْسَكَ''

۴۔ ہر کوئی اپنے کام (اور اس کے نتائج) کا ذمہ دار ہے۔ ''لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ''

۵۔ دل کو خدا سے وابستہ کرنا چاہیے، لوگوں سے نہیں۔ ''اِلَّا نَفْسَكَ''

۶۔ انبیا کا فریضہ صرف دعوت اور تبلیغ ہے، کسی کو مجبور کرنا نہیں۔ ''حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ''

۷۔ محاذ اور میدان جنگ کے لیے زبردست پروپیگنڈے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ''حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ''

۸۔ ہمارا فرض قیام اور جہاد کرنا ہے، دشمن کو شکست دینا خدا تعالیٰ کا کام ہے۔ ''فَقَاتِلۡ ۔۔۔ عَسَى اللّٰهُ اَنۡ يَّكُفَّ''

۹۔ خدا کی قوت عظیم ترین قوت ہے اور مومنین کیلئے جوش و جذبہ کا باعث ہے جبکہ نافرمانوں کیلئے ایک تہدید آمیز دھمکی ہے۔ ''وَاللّٰهُ اَشَدُّ بَاۡسًا''

آیت نمبر ۸۵

مَنۡ يَّشۡفَعۡ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنۡ لَّهٗ نَصِيۡبٌ مِّنۡهَا ۚ وَمَنۡ يَّشۡفَعۡ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنۡ لَّهٗ كِفۡلٌ مِّنۡهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ مُّقِيۡتًا ﴿۸۵﴾

ترجمۃ الآیات

جو شخص (نیک کام کے لیے) اچھی شفاعت اور سفارش کرے گا اس کے لیے بھی ثواب کا کچھ حصہ ہوگا اور جو شخص برے کام کی دعوت اور شفاعت کرے گا اس کے لیے بھی سزا کا کچھ حصہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر نگہبان اور حساب کرنے والا ہے۔ (نیکیوں اور بدیوں کی مناسب جزا اور سزا دیتا ہے۔)

نکات:

☆ ''مُّقِيۡتًا'' کے معنی ہیں 'وہ جو کسی کو طاقت عطا کرے اور اس کی جان کا محافظ ہو' اور عمومی طور پر محافظ اور حساب کرنے والے، کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

☆ اس سے پہلی آیت میں بتایا گیا ہے کہ ہر شخص اپنے کیے کا جوابدہ ہے لیکن اس آیت میں نیک کام یا برے کام کی دعوت دینے اور اس کی سفارش کرنے میں اس کے ثواب و عذاب میں شریک ہونے کا تذکرہ ہے۔

☆ نصیحت کرنا، صلح کروانا، سبق پڑھانا اور تربیت کرنا، محاذ کی رغبت دلانا، نیک کام میں مدد، یہ سب ''شَفَاعَةً حَسَنَةً'' کے مصادیق ہیں۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ دوسروں کے حق میں دعا، امر بالمعروف، نیکی کی طرف ہدایت حتیٰ اشارے کا بھی ''شَفَاعَةً حَسَنَةً'' کے مصادیق میں ذکر ہے۔ (تفسیر صافی)

غیبت، چغلی، نافرمانی، تہمت، فتنہ، محاذ پر جانے سے ڈرانا، وسوسہ اور سازش ''شَفَاعَةً سَيِّئَةً'' کے مصادیق میں

سے ہیں۔

پیغام:

۱۔اسلام میں انفرادیت اور گوشہ نشینی ممنوع ہے۔''يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً''

۲۔نیکی اور بدی کی دعوت دینا اور سفارش کرنا جزا اور سزا میں شرکت کا موجب ہے۔''نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ''

۳۔محدودیت کی وجہ سے ہر کام میں دخل نہیں دیا جا سکتا، لیکن نیکی کی سفارش کرکے اور اس کی طرف دعوت دے کر اس میں حصہ دار بنا جا سکتا ہے۔''نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ''

۴۔رابطے کا کام کرنے والے شخص کو بھی اس کا حق ادا کیا جانا چاہیے۔ جو لوگ خیریہ امور میں یا تجارت میں رابطے کا کام کرتے ہیں ان کا بھی حق ہوتا ہے۔''يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ''

۵۔شفاعت کرنے اور واسطہ بننے میں خدا کو مدنظر رکھنا چاہیے۔''كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا ﴿۸۵﴾''

آیت نمبر ۸۶

وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا ﴿۸۶﴾

ترجمۃ الآیات

اور جب بھی تمہیں سلام کیا جائے تو جواب میں تم بھی اس سے بہتر طور پر سلام کرو یا (کم از کم) وہی الفاظ کہہ دو یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز کا حساب کرنے والا ہے۔

نکات:

☆''تحیّت'' سے مراد سلام یا کوئی دوسرا تحفہ ہے خواہ زبان کے ساتھ ہو یا عمل کے ساتھ کہ جس میں دوسرے شخص کی زندگی، خوشی اور سلامتی کی آرزو پائی جاتی ہو۔ ہر ایک ہدیہ کے بدلے میں اس سے بہتر ہدیہ دینا چاہیے حتیٰ کہ سلام کو سنا جائے تو اس کا جواب بھی بہتر انداز میں دینا چاہیے۔ (تفسیر قمی، ج ۱ ص ۱۴۵)

جب امام حسن علیہ السلام کو ان کی کنیز نے ایک پھول ہدیہ میں پیش کیا تو امام علیہ السلام نے جواب میں اسے آزاد کر دیا اور پھر یہ آیت تلاوت فرمائی۔

اسلام میں دوسروں کو سلام کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے، خواہ انہیں جانتے پہچانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں۔ کنجوس اسے کہا گیا ہے جو سلام کرنے میں کنجوسی کرے۔ پیغمبر اکرمؐ جس سے بھی ملتے سلام کرتے حتیٰ بچوں کو بھی سلام کیا کرتے تھے۔

☆ اسلام کے تربیتی نظام میں یہ ضروری نہیں ہے کہ چھوٹا بڑے کو سلام کرے بلکہ خدا، انبیا اور فرشتے بھی مومنین کو سلام کرتے ہیں۔

خدا کا سلام ''سَلٰمٌ عَلٰی نُوْحٍ فِی الْعٰلَمِیْنَ﴿۷۹﴾'' (صافات۔ ۷۹)

پیغمبر کا سلام ''وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ'' (انعام۔ ۵۴)

فرشتوں کا سلام ''تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَیِّبِیْنَ ۙ یَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَیْكُمُ ۙ'' (نحل۔ ۳۲)

(سلام کے آداب وفضائل کے بارے میں روایات واحادیث کی کتابوں کی طرف رجوع کیا جائے۔)

پیغام:

۱۔ اپنے درمیان الفت ومحبت کے تعلق کو زیادہ سے زیادہ بڑھاؤ۔ ''فَحَیُّوْا بِاَحْسَنَ''

۲۔ لوگوں کے احسان کو قبول نہ کرنا اور ٹھکرا دینا مناسب نہیں ہے، ہاں اسے قبول کرو اور اچھے انداز میں اس کا جواب دو۔ ''فَحَیُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ''

۳۔ محبتوں اور تحفوں کا بدلہ دینے میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔ ''فَحَیُّوْا'' میں 'فاء' جلدی کرنے کی علامت ہے۔

۴۔ اسلام میں اچھائی کا جواب بہتر اچھائی سے دینا مستحب ہے۔ ''فَحَیُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ''

۵۔ نیکی کا جواب پہلے تو بہتر انداز میں دینا چاہیے اگر ایسا نہ ہو سکے تو اس جیسا جواب تو دینا ہی چاہیے۔ ''بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا ؕ''

۶۔ اگر تمہیں سلام کا جواب نہ ملے تو پریشان مت ہو جانا کیونکہ اگر لوگ جواب نہ دیں تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اللہ کے پاس اس کا حساب موجود ہے لوگوں کی الفت اور اظہار محبت کو جواب کے بغیر مت چھوڑو ورنہ خدا تمہارا محاسبہ بھی کرے گا۔ ''اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ حَسِیْبًا﴿۸۶﴾''

آیت نمبر ۸۷

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَیَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ لَا رَیْبَ فِیْهِ ؕ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِیْثًا﴿۸۷﴾

ترجمۃ الآیات

اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی بھی لائق عبادت نہیں، یقیناً وہ تم سب کو قیامت کے دن جمع کرے گا وہ ایسا دن ہے جس کے بارے میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں ہے اور خدا سے بڑھ کر کون بات کرنے میں سچا ہے؟

پیغام:

۱۔ مبدا اور معاد دونوں خدا تعالیٰ وحدہ لا شریک کے اختیار و قبضہ قدرت میں ہیں ۔"اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ط لَیَجْمَعَنَّکُمْ ..."

۲۔ قیامت کا دن تمام لوگوں کے لیے حساب و کتاب کی خاطر جمع ہونے کا دن ہے لہٰذا خدا کی رضا اور خوشنودی کے لیے کوشش کرنی چاہیے اور صرف اسی کی عبادت کرنی چاہیے۔"لَیَجْمَعَنَّکُمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ"

۳۔ معاد اور قیامت پر اس قدر دلائل (مثلاً خدا کی عدالت، حکمت، عالم طبیعت میں دوبارہ جی اٹھنے اور موسم بہار و سرما میں زندہ ہو جانے کی نشانیاں دکھلا کر، نیند اور بیداری کی مثالیں دے کر اور بدن کے خلیوں کی تجدید وغیرہ) کے ہوتے ہوئے قیامت کے بارے میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی ۔"لَا رَیْبَ"

۴۔ جہاں انسان کی غفلت زیادہ ہوتی ہے وہاں تربیت کرنے والا زیادہ سے زیادہ خبردار کرتا ہے۔ (آیت میں لام تاکید، نون تاکید ثقلیہ، لَا رَیْبَ اور اَصْدَقُ حَدِیْثًا ﴿۸۷﴾ جیسے کلمات استعمال کر کے غافل انسان کو زیادہ سے زیادہ خبردار کیا جا رہا ہے۔)

آیت نمبر ۸۸

فَمَا لَکُمْ فِی الْمُنٰفِقِیْنَ فِئَتَیْنِ وَاللّٰہُ اَرْکَسَھُمْ بِمَا کَسَبُوْا ط اَتُرِیْدُوْنَ اَنْ تَھْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰہُ ط وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰہُ فَلَنْ تَجِدَ لَہٗ سَبِیْلًا ﴿۸۸﴾

ترجمۃ الآیات

(مسلمانو!) تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ تم منافقین کے بارے میں دو گروہ بن گئے ہو؟ (ایک گروہ ان کے اسلام کا قائل ہے اور دوسرا ان کے کفر کا۔ جبکہ منافق لوگ باطنی طور پر کافر ہیں) حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان (کے افکار) کو ان کے کرتوتوں کے سبب الٹ دیا ہے، کیا تم یہ چاہتے ہو کہ جن لوگوں کو خدا نے گمراہی میں چھوڑ دیا ہے تم انہیں راہ راست پر لے آؤ؟ (کیا تم یہ نہیں جانتے کہ) جسے خدا گمراہی میں چھوڑ دے اس کے لیے تم میں سے کوئی شخص نجات کا کوئی راستہ نکال ہی نہیں سکتا۔

نکات:

☆ ''اَرْكَسَ'' کے لفظ کا مطلب الٹا کر دینا ہے۔ آیت میں ''اَرْكَسَهُمْ'' سے مراد منافقین کی کج فکری ہے۔

☆ چند آیات پہلے ہم نے اچھے اور برے کاموں میں واسطہ بننے اور شفاعت کرنے کے حوالے سے آیت پڑھی، یہ آیت منافقین کی ایک طرح سے شفاعت اور حمایت کے بارے میں بیان کر رہی ہے۔

☆ مکہ میں کچھ لوگ ظاہری طور پر تو ایمان لے آئے لیکن ہجرت نہیں کی اور عمل کے لحاظ سے مشرکین کے ساتھ تھے اور جب بعد میں (شاید جاسوسی کی غرض سے) ہجرت کی تو مومنین ان کے بارے میں دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے۔ ایک گروہ کہنے لگا چونکہ یہ لوگ توحید اور معاد (قیامت) کی گواہی دیتے ہیں لہٰذا ہمیں ان کے ساتھ بھائیوں جیسا سلوک کرنا چاہیے۔ دوسرا گروہ کہنے لگا چونکہ انہوں نے ہجرت ترک کر دی تھی اور کفار کے آلہ کار بن گئے تھے لہٰذا ان کے ساتھ منفی سلوک کرنا چاہیے۔ اسی بنا پر آیت نازل ہوئی۔

☆ قرآن کے جملوں کو ایک دوسرے کے ساتھ رکھ کر معنی کریں۔ اس آیت میں ''ضْلِلِ اللهُ'' کا جملہ بھی ہے اور ''يُّضْلِلِ اللهُ'' کے جملے کے علاوہ ''بِمَا كَسَبُوْا ؕ'' بھی ہے۔ یعنی خدا کا گمراہ کرنا اصل میں خود ہمارے اعمال کی وجہ سے ہے۔

پیغام:

۱۔ پیغمبر اسلامؐ جیسے عظیم الشان راہبر کے ہوتے ہوئے مختلف آرا کا اظہار ناپسندیدہ فعل ہے۔ ''فَمَا لَكُمْ ---''

۲۔ منافقین کے ساتھ میل ملاقات کے لیے دوٹوک فیصلہ اور باہمی اتحاد ضروری ہے۔ ''فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ''

۳۔ انسان کی تنزلی اور زوال کا باعث خود اس کے اپنے اعمال ہیں۔ ''اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا ؕ''

۴۔ بچے کے ساتھ ماں سے زیادہ مہربان دایہ بننے کی کوشش نہ کرو۔ جولوگ اپنے ہاتھوں سے ہی اپنی تباہی و بربادی کے سامان فراہم کرتے ہیں ان کے لیے ہمدردی کی کیا ضرورت ہے؟''بِمَا كَسَبُوْا ؕ اَتُرِيْدُوْنَ''

۵۔ جب گناہ کا پیمانہ لبریز ہو جاتا ہے تو خدا کا قہر وغضب بھی حتمی ہو جاتا ہے۔ نجات کی تمام راہیں بند ہو جاتی ہیں، تباہی یقینی ہو جاتی ہے اور قدرت خداوندی کے آگے تمام وسائل واسباب ناکارہ ہو جاتے ہیں۔''وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿۸۸﴾''

۶۔ قانون کے مطابق چلنے والے خدائی نظام کے اندر اگر کوئی اپنے کردار کی وجہ سے دائرے سے باہر نکل جائے، حتی اگر وہ پیغمبر ہی کیوں نہ ہو اس کی نجات کا کوئی راستہ نہیں ہے۔''فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿۸۸﴾''

آیت نمبر ۸۹

وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ ۪ وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۙ﴿۸۹﴾

ترجمۃ الآیات

وہ (منافقین) تو یہ بات پسند کرتے ہیں کہ تم بھی ان جیسے کافر ہو جاؤ۔ اور ان ہی کے برابر ہو جاؤ، لہٰذا تم انہیں اپنا دوست نہ بناؤ، جب تک کہ وہ (توبہ نہ کریں اور) راہ خدا میں ہجرت نہ کریں۔ پس اگر وہ ہجرت سے روگردانی کریں (اور کفار کے ساتھ تعاون جاری رکھیں) تو انہیں جہاں پر پاؤ گرفتار کر لو اور قتل کر ڈالو اور ان میں سے کسی کو بھی اپنا دوست اور مددگار نہ بناؤ۔

نکات:

☆ منافقین کے ساتھ برتاؤ کے کئی مراتب ہیں، اس طرح کے سخت احکام جو اس آیت میں بیان ہوئے ہیں وہ منافقین

کے اس گروہ کے بارے میں ہیں جنہوں نے ہجرت نہیں کی تھی بلکہ مکہ میں رہ گئے تھے اور کفار و مشرکین کی سازشوں میں ان کے معاون بنے رہے تھے۔

پیغام:

۱۔ خدا تعالیٰ منافقین کے اندرونی رازوں اور ارادوں سے پردہ اٹھاتا ہے۔ ''وَدُّوۡا ۔۔۔''

۲۔ منافقین اور دشمنوں کو ضرورت ہوتی ہے کہ وہ تمہارے افکار اور عقائد کو بدل دیں۔ ''وَدُّوۡا لَوۡ تَكۡفُرُوۡنَ''

۳۔ اسلامی معاشرے کو منافقین کے وجود سے پاک ہونا چاہیے اور ان کے ساتھ کسی قسم کے دوستانہ تعلقات نہیں ہونے چاہیں۔ ''فَلَا تَتَّخِذُوۡا مِنۡهُمۡ اَوۡلِيَآءَ''

۴۔ کفر، شرک اور سازش والے علاقوں سے ہجرت کر جانا چاہیے۔ ''حَتّٰى يُهَاجِرُوۡا''

۵۔ حقیقی ایمان کی علامت اور ظاہری ایمان سے اس کا امتیاز، راہ خدا میں ہجرت ہے۔ ''حَتّٰى يُهَاجِرُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ؕ''

۶۔ توبہ کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا ہے۔ ''حَتّٰى يُهَاجِرُوۡا''

۷۔ قانون شکنی کرنے والے اور سازشیں کرنے والے منافقین کو پھانسی دی جانی چاہیے، ان کا قلع قمع کر دینا چاہیے اور اس مقصد کیلئے اسلامی معاشرے کو طاقتور اور مضبوط ہونا چاہیے۔ ''خُذُوۡهُمۡ وَاقۡتُلُوۡهُمۡ''

۸۔ اسلام دشمن کے ساتھ جنگ کرنے اور مفسدین کو انجام تک پہنچانے میں کسی جغرافیائی حد کو تسلیم نہیں کرتا۔ ''خُذُوۡهُمۡ وَاقۡتُلُوۡهُمۡ حَيۡثُ وَجَدْتُّمُوۡهُمۡ ص''

۹۔ منافقین کی فوجی قوت اور ان کے وسائل پر نظریں نہیں ہونی چاہئیں۔ ان کی مدد سے پرہیز ہی کرنا بہتر ہے۔ ''وَلَا تَتَّخِذُوۡا مِنۡهُمۡ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيۡرًا ۙ﴿۸۹﴾''

۱۰۔ منافقین کے ساتھ ہر قسم کا قلبی، سیاسی، فوجی، اقتصادی اور ثقافتی رابطہ ہر سطح اور ہر مرحلے پر حرام ہے۔ (خواہ فرد کا رابطہ فرد سے ہو، یا معاشرے کا رابطہ معاشرے کے ساتھ ہو، یا فرد کا معاشرے کے ساتھ یا معاشرے کا فرد کے ساتھ ہو۔) ''وَلَا تَتَّخِذُوۡا مِنۡهُمۡ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيۡرًا ۙ﴿۸۹﴾''

آیت نمبر ۹۰

اِلَّا الَّذِيۡنَ يَصِلُوۡنَ اِلٰى قَوۡمٍۢ بَيۡنَكُمۡ وَبَيۡنَهُمۡ مِّيۡثَاقٌ اَوۡ

جَآءُوْکُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ اَنْ یُّقَاتِلُوْکُمْ اَوْ یُقَاتِلُوْا قَوْمَهُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَیْکُمْ فَلَقٰتَلُوْکُمْ ۚ فَاِنِ اعْتَزَلُوْکُمْ فَلَمْ یُقَاتِلُوْکُمْ وَاَلْقَوْا اِلَیْکُمُ السَّلَمَ ۙ فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَکُمْ عَلَیْهِمْ سَبِیْلًا ﴿۹۰﴾

ترجمة الآیات

مگر (منافقین میں سے) جولوگ ان لوگوں کے ساتھ مل گئے ہیں جن کے ساتھ تمہارا کوئی معاہدہ ہے یا جولوگ تمہارے پاس آتے ہیں اوران کے سینے تمہارے ساتھ جنگ کرنے یا اپنی قوم کے ساتھ جنگ کرنے سے تھک کر حوصلہ ہار چکے ہیں ۔ (اوران میں کسی فریق کے ساتھ لڑنے کی قوت نہیں ہے تو ان کا حوصلہ ہار جانا بھی اللہ کی طرف سے ایک لطف ہے) کیونکہ اگر اللہ چاہتا تو انہیں تم پر مسلط کر دیتا اور وہ تم سے جنگ کرتے ۔ پس اگر وہ تم سے کنارہ کش ہو جائیں، تمہارے ساتھ نہ لڑیں اور تمہیں صلح کی پیش کش کریں تو تمہیں بھی ان کے ساتھ متعرض ہونے اور جنگ کرنے کی اجازت نہیں ہے ۔

پیغام:

۱۔ کفار کے ساتھ فوجی معاہدوں نیز بین الاقوامی معاہدوں کا احترام کرنا چاہیے ۔ ''بَیْنَکُمْ وَبَیْنَهُمْ مِّیْثَاقٌ''

۲۔ جنگوں میں ان لوگوں سے مت الجھو جو غیر جانبداری کا اعلان کرتے ہیں ۔ ''حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ اَنْ یُّقَاتِلُوْکُمْ اَوْ یُقَاتِلُوْا قَوْمَهُمْ ؕ''

۳۔ مسلمانوں کو اس قدر قوی ہونا چاہیے کہ مخالفین کبھی جارحیت کے ارتکاب کا سوچ بھی نہ سکیں ۔ ''حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ اَنْ یُّقَاتِلُوْکُمْ ا''

۴۔ قدرت خداوندی کو ہمیشہ مدنظر رکھو تا کہ مغرور نہ بن جاؤ، اور تمہارے جذبات بھی حد اعتدال میں رہیں ۔ ''وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَسَلَّطَهُمْ''

۵۔ خدا کے ارادے اور مشیئت کے ساتھ دشمن آپ سے جنگ کرنے سے فرار ہو گئے ۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم اسے اپنی

قدرت وطاقت شمار کرلو۔"وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ"

۶۔اسلامی جہاد تسلط قائم کرنے اور اپنے عقیدہ کو ٹھونسنے کیلئے نہیں ہے۔ بلکہ شر کو دور کرنے اور مشکلات کو ختم کرنے کیلئے ہے، پس جب انہوں نے آپ سے ہاتھ کھینچ لیا ہے تو آپ بھی ان سے مت الجھو۔ اگر تم متعرض ہو گے تو ہوسکتا ہے کہ خدا تعالیٰ انہیں طاقت عطا فرما دے اور تمہارا قلع قمع کردے۔"وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ ۔۔۔"

۷۔صلح کی خواہش اور جنگ بندی کی درخواست کو نہ ٹھکراؤ بلکہ اس کا احترام کرو کیونکہ اسلام میں اصل تو صلح ہی ہے اور جنگ ایک استثنائی کیفیت ہوتی ہے۔"فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ وَاَلْقَوْا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ ۙ فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيْلًا ۝۹۰"

۸۔دشمن کی طرف سے صرف صلح کی تجویز کافی نہیں ہے بلکہ اطمینان کی خاطر جنگ بندی اور پیغام سلامتی بھی ضروری ہے۔"فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ وَاَلْقَوْا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ ۙ"

۹۔ جنگ وصلح کا معیار، اصول وقواعد کو صرف خدا تعالیٰ ہی تعیین کرسکتا ہے۔"فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيْلًا ۝۹۰"

آیت نمبر ۹۱

سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِيْنَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّاْمَنُوْكُمْ وَيَاْمَنُوْا قَوْمَهُمْ ؕ كُلَّمَا رُدُّوْٓا اِلَى الْفِتْنَةِ اُرْكِسُوْا فِيْهَا ۚ فَاِنْ لَّمْ يَعْتَزِلُوْكُمْ وَيُلْقُوْٓا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ وَيَكُفُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ ؕ وَاُولٰٓئِكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ۝۹۱

ترجمۃ الآیات

بہت ہی جلد تم کچھ اور لوگوں کو بھی پاؤ گے جو چاہتے ہیں کہ تمہیں مطمئن کریں (کہ وہ مسلمان ہیں) اور اپنی قوم کو بھی مطمئن رکھیں (کہ وہ بت پرست ہیں) وہ جب بھی فتنہ (اور بت پرستی

) کی طرف لوٹ جاتے ہیں اس میں جا گرتے ہیں۔ پس اگر وہ تمہارے ساتھ جنگ کرنے سے کنارہ کش نہ ہوں اور نہ ہی صلح کی پیش کش کر کے تمہارے ساتھ جنگ سے دستبرداری اختیار کریں تو پھر انہیں بھی جہاں پاؤ پکڑ لو اور قتل کر دو، یہی وہ لوگ ہیں جن پر ہم نے تمہیں واضح غلبہ اور تسلط عطا فرمایا ہے۔

نکات:

☆ اہل مکہ میں سے کچھ لوگ اپنی جان بچانے کی غرض سے پیغمبر اسلامؐ کے پاس آ کر منافقانہ طور پر اسلام کا اظہار کرتے اور جب مکہ واپس جاتے تو بت پرستی شروع کر دیتے تاکہ وہ کفار کی اذیتوں سے محفوظ رہیں۔ اس طرح سے وہ دونوں فریقوں سے مفاد حاصل کرتے رہتے اور دونوں گروہوں کے خطرات سے بچے رہتے تھے البتہ ان کا زیادہ جھکاؤ کفر کی طرف تھا۔

پیغام:

۱۔ خدا تعالیٰ مسلمانوں کو دشمن کی آئندہ کی سوچوں اور منصوبوں سے آگاہ فرماتا ہے۔ ''سَتَجِدُوْنَ''

۲۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے مختلف قسم کے دشمنوں کو پہچانیں اور ہر ایک سے اس کے مناسب حال سلوک کریں۔ ''سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِيْنَ۔۔۔''

۳۔ ہر کسی کی ہر ظاہری بات پر اعتبار نہ کرو۔ ''يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّاْمَنُوْكُمْ''

۴۔ منافقین کا ہدف پرسکون اور آسودہ حال زندگی کے علاوہ کچھ نہیں۔ ''يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّاْمَنُوْكُمْ وَيَاْمَنُوْا قَوْمَهُمْ ؕ''

۵۔ مناسب اور سازگار ماحول انسان کے اندرونی خصائل کو ظاہر کر دیتا ہے۔ ''كُلَّمَا رُدُّوْٓا اِلَى الْفِتْنَةِ اُرْكِسُوْا فِيْهَا ۚ''

۶۔ منافقین کی روح اور ان کے قلب میں کفر اور کفار کا عشق سمایا ہوا ہے، وہ جب بھی ماحول کو سازگار دیکھتے ہیں تو اس میں جا گرتے ہیں۔ ''كُلَّمَا رُدُّوْٓا اِلَى الْفِتْنَةِ اُرْكِسُوْا فِيْهَا ۚ''

۷۔ سخت رویہ اور شدید گرفت ایسے منافقوں کیلئے ہے جو اسلامی نظام کو تباہ و برباد کر دینا چاہتے ہیں۔ ''لَمْ يَعْتَزِلُوْكُمْ وَيُلْقُوْٓا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ وَيَكُفُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ''

۸۔ منافقین کی پہچان کے لیے علم، تحقیق اور گہری معلومات کی ضرورت ہوتی ہے۔ ''ثَقِفْتُمُوْهُمْ ؕ'' کا لفظ ''ثقافة'' سے ہے جس کے معنی تہذیب اور علم ہے۔

۹۔ مسلمانوں کو عقل، فکر اور قوت ہر لحاظ سے کفار پر تسلط حاصل ہے۔ ''سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ۝۹۱''

۱۰۔ اسلامی حکومت کو خطرناک اور سازشی منافقین کی سرکوبی کا پورا اختیار ہے۔ اس بارے میں اسے ان پر اقتدار و غلبہ

حاصل ہے۔ ''جَعَلۡنَا لَكُمۡ عَلَيۡهِمۡ سُلۡطٰنًا مُّبِيۡنًا﴿۹۱﴾''

آیت نمبر ۹۲

وَمَا كَانَ لِمُؤۡمِنٍ اَنۡ يَّقۡتُلَ مُؤۡمِنًا اِلَّا خَطَـئًا ‌ۚ وَمَنۡ قَتَلَ مُؤۡمِنًا خَطَـئًا فَتَحۡرِيۡرُ رَقَبَةٍ مُّؤۡمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهۡلِهٖۤ اِلَّاۤ اَنۡ يَّصَّدَّقُوۡا‌ ؕ فَاِنۡ كَانَ مِنۡ قَوۡمٍ عَدُوٍّ لَّـكُمۡ وَهُوَ مُؤۡمِنٌ فَتَحۡرِيۡرُ رَقَبَةٍ مُّؤۡمِنَةٍ‌ ؕ وَاِنۡ كَانَ مِنۡ قَوۡمٍۭ بَيۡنَكُمۡ وَبَيۡنَهُمۡ مِّيۡثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهۡلِهٖ وَتَحۡرِيۡرُ رَقَبَةٍ مُّؤۡمِنَةٍ‌ ۚ فَمَنۡ لَّمۡ يَجِدۡ فَصِيَامُ شَهۡرَيۡنِ مُتَتَابِعَيۡنِ تَوۡبَةً مِّنَ اللّٰهِ‌ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيۡمًا حَكِيۡمًا‏ ﴿۹۲﴾

ترجمۃ الآیات

کسی مومن کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ کسی اور مومن کو قتل کر دے، مگر غلطی کی بنا پر اور جو شخص کسی مومن کو غلطی سے قتل کرے تو اسے چاہیے کہ ایک مومن غلام کو آزاد کرے اور مقتول کی دیت (خون بہا) بھی اس کے خاندان والوں کو ادا کرے۔ مگر یہ کہ (مقتول کے خاندان والے خون بہا معاف کر دیں) اور اگر مقتول مومن ہے اور ایسی قوم سے ہے جو تمہاری دشمن ہے تو (اس کا جرمانہ) ایک مومن غلام کو آزاد کرنا ہے اور اگر مقتول ایسے خاندان سے ہے کہ اس کے اور تمہارے درمیان عہد و پیمان ہو چکا ہے تو اس کی دیت اس کے اہل خاندان کو ادا کرے اور ایک مومن غلام بھی آزاد کرے مگر یہ کہ اسے صدقہ کر دیں۔ پس جب کوئی قاتل (آزاد کرنے کے لیے) غلام نہ پائے (اور نہ ہی غلام خریدنے کے لیے رقم اس کے پاس ہو) تو لگاتار دو مہینے کے روزے رکھے۔ یہ خدا کی طرف سے لوگوں کے لیے ایک قسم کی

تخفیف اور توبہ ہے اور خداوند عالم دانا اور حکمت والا ہے۔

نکات:

☆ عیاش بن ابی ربیعہ نامی ایک مسلمان جو سالہا سال تک مکہ میں حارث نامی ایک شخص کے ہاتھوں اذیتیں جھیلتا رہا، جب مسلمانوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو ایک دن اس نے حارث کو مدینہ میں دیکھا لیکن اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ مسلمان ہو چکا ہے لہٰذا اس نے اسے ایک اذیت رسان کافر سمجھ کر قتل کر ڈالا، یہ خبر رسول اکرمؐ تک پہنچی اور اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

دیت ادا کرنے کے کئی فائدے ہیں

الف: مقتول کے ورثا کے زخموں کے لیے مرہم کا کام دیتی ہے۔

ب: لوگوں کی بے پروائی کو روکتی ہے تاکہ وہ یہ نہ سمجھیں کہ قتل خطا کی کوئی سزا نہیں ہے۔

ج: عوام الناس کی جان کا احترام اور معاشرتی امن وسکون کی حفاظت ہوتی ہے۔

د: قتل کی وجہ سے پیدا ہونے والے اقتصادی خلا کو پر کیا جا سکتا ہے۔

☆ مقتول کے ورثا دشمنان اسلام ہوں تو دیت انہیں نہیں ملے گی تاکہ دشمنان دین کی مالی بنیادیں مستحکم نہ ہو پائیں۔ اس کے علاوہ یہ بھی ہے کہ اسلام نے کافر خاندان سے مقتول مومن کا تعلق بھی منقطع کر رہا ہے لہٰذا اس کی تلافی کی ضرورت نہیں ہے۔

☆ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: غلام کو آزاد کرنا خدا کے حق کو ادا کرنا ہے اور دیت کا ادا کرنا مقتول کے ورثا کا حق ہے۔ (نور الثقلین، ج ۱ ص ۵۳۰)

☆ ایک دیت اور کامل خون بہا، ایک معمولی شخص کی متوسط آمدن کے مطابق ہے، جو کہ ایک ہزار مثقال سونا، یا سو اونٹ یا دو سو گائے ہیں۔ (تفسیر المیزان)

☆ آیت میں دیت کی مقدار بیان نہیں ہوئی تاکہ قرآن پاک اور سنت پیغمبرؐ کے حقیقی مفسرین اہلبیتؑ کی ضرورت کا زیادہ احساس ہو سکے۔

☆ مسلمان مقتول کے گھر والوں کو دیے جانے والی دیت، پہلے ایک غلام کا آزاد کرنا بیان ہوئی، پھر خون بہا کا ذکر ہوا ''تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ'' لیکن کافر کے گھر والوں کے لیے پہلے خون بہا اور پھر غلام آزاد کرنے کا ذکر ہوا ہے۔ ''فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖ وَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ'' شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ غیر مسلم مقتول کے رشتہ داروں کی نظریں مادی مسائل کی طرف زیادہ ہوگی، دیت کی ادائیگی پر نہیں۔ یہ سلسلہ عہد و پیمان کی حفاظت اور بقا کیلئے مؤثر ہے۔

پیغام:

۱۔کسی کو بے جرم وخطا قتل کرنا حرام ہے۔''وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ''

۲۔قتل اور ایمان کا آپس میں کوئی جوڑ نہیں ہے۔''وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ''

۳۔مؤمن سے خطا ہوسکتی ہے لہٰذا اسے خبردار رہنا چاہیے۔''وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا''

۴۔مسلمان کی جان کا احترام اس حد تک ہے کہ اس کے قتل خطا سے بھی آسانی کے ساتھ معاف نہیں کی جاسکتی۔''وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ''

۵۔خطا ایک ایسی چیز ہے جس سے ذمہ داری رفع ہوسکتی ہے یا جس کی سزا میں تخفیف ہوسکتی ہے۔''فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ''

۶۔ایک مومن کے فقدان کا ازالہ یوں کیا جاسکتا ہے کہ اس کے بدلے میں ایک مومن کو آزاد کرایا جائے۔''تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ''

۷۔آزادی ایک طرح کی زندگی ہے، جب ایک شخص کی زندگی ختم کردی جاتی ہے تو اس کی تلافی میں ایک انسان کو آزاد کردینا چاہیے۔''تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ''(تفسیر المیزان)

۸۔غلاموں کی آزادی کو اسلام کے منصوبوں میں بہت اہمیت دی گئی ہے۔''فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ''

۹۔دیت کی ادائیگی کے لیے مقتول کے خاندان کی طرف سے کسی درخواست کی ضرورت نہیں۔ بلکہ یہ قاتل کے فرائض میں سے ہے۔''مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ''

۱۰۔ہر کسی کو دیت نہیں دینی چاہیے۔صرف مقتول کے گھر والوں کو دینی چاہیے تاکہ حق صرف حقدار تک پہنچے۔''مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ''

۱۱۔مقتول کے گھر والے خون بہا کے مالک ہوجائیں گے۔''مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ''

۱۲۔خطا کار کیلئے دیت کا تعین کرنا، اسلامی نظام میں جرمانے کے وجود کا راز ہے۔''دِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ''

۱۳۔پریشانی والے حالات میں بھی الفت ومحبت اور رحم کرنا نہیں بھولنا چاہیے، خطا کار کو معاف کردینا ایک پسندیدہ صدقہ ہے۔''اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ۭ''

۱۴۔معاہدے کی پابندی کی اس قدر اہمیت رکھتی ہے کہ بعض اوقات مومن کے برابر کافر کا بھی ذکر کیا جاتا ہے۔جو کافر معاہدے میں شامل ہے خون بہا اسے ادا کرنا ہوگا۔''فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖ وَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ''

۱۵۔جرمانوں کی نوعیت ایسی ہونی چاہیے کہ اس کا ایک پہلو مومن افراد کے فائدے میں ہو۔''فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۭ''اور دوسری طرف سے کفار معاشرے کی تقویت نہ ہو، لہٰذا دیت اور خون بہا کو دشمن حربی کے حوالے کرنا ممنوع ہے۔''

فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ؕ ‘‘

۱۶۔غلام کے آزاد کرنے میں اس کے ایمان کی شرط ایک طرح کی ترغیب دلانا ہے کہ غلام زیادہ سے زیادہ اسلام کو قبول کرنے کی طرف رغبت کریں۔’’رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ؕ ‘‘

۱۷۔اسلام اوراس کے قوانین میں کہیں بھی پریشانی اور بند راہیں نہیں ہیں۔اسلامی احکام معطل نہیں ہوتے لیکن ان میں تخفیف ضرور پائی جاتی ہے۔’’فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ ‘‘

۱۸۔اسلام میں حکم انسان کی جسمانی اور مالی توانائی کے مطابق ہے۔’’فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ ۔۔۔‘‘

۱۹۔لگا تار دوماہ کے روزوں کا حکم روح کو پاکیزہ کرنے کے لیے ہے۔’’فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ ۫ ‘‘

۲۰۔اسلام کی نگاہ انسان کے ایمانی جوانب پر ہے، غلام کا آزاد کرنا اور دیت کا ادا کرنا دکھائی دینے والی چیزیں ہیں جبکہ روزہ ایک نظر نہ آنے والا امر ہے اوراسی کے ذریعے انسان اپنے دینی اور اخلاقی ضمیر کو جرمانہ کرتا ہے۔فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ ۫ ‘‘

۲۱۔مومن کی جان بہت قیمتی ہے، اس لیے کفارے ایک طرح کی تخفیف اور خدا تعالیٰ کی طرف سے چھوٹ ہے۔’’ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ ‘‘

۲۲۔قتل غیر عمدی بھی انسان کو خدا تعالیٰ سے دور کر دیتا ہے۔دیت کا دینا یا غلام کا آزاد کرنا، قاتل کو الطاف الٰہی کی طرف واپس لانا ہے۔’’تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ ‘‘

۲۳۔الٰہی قوانین علم وحکمت کی بنیاد پر ہیں، جن میں تمام جوانب کو نگاہ میں رکھا گیا ہے۔’’كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۹۲﴾ ‘‘

آیت نمبر ۹۳

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ﴿۹۳﴾

ترجمة الآيات

اور جو شخص کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کر دے تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، اللہ تعالیٰ اس پر غضب اور لعنت کرتا ہے اور اس نے اس قاتل کے لیے بہت بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

نکات:

☆ جنگ احد کے بحرانی حالات میں ایک مسلمان نے دوسرے مسلمان کو زمانہ جاہلیت کی ذاتی دشمنی کی وجہ سے قتل کر دیا۔ آنحضرتؐ کو وحی کے ذریعے اس بات کی اطلاع ملی تو آپؐ نے جنگ سے واپس آ کر محلہ قُبا میں قتل مومن کے قصاص کا حکم دیا کہ اس مسلمان قاتل کو قتل کر دیا جائے اور آنجنابؐ نے اس قاتل کی پشیمانی کی طرف کوئی توجہ نہ فرمائی۔ (المغازی، ج ۱ ص ۳۰۴ ؛منقول از 'پیامبری و جہاد' ص ۳۲۷)

☆ اسلام ایک مومن کی جان اور پھر افراد کی جان کی حفاظت کو بہت اہمیت دیتا ہے لہٰذا اس نے ایک مومن کے قتل کی سزا ہمیشہ کے لیے جہنم مقرر فرمائی ہے تاکہ اس طرح سے قتل وغارت اور دیگر سنگین جرائم کا راستہ روکا جائے، اس آیت میں ''مومن کے قتل عمد'' کے لیے جو تعبیر پیش کی گئی ہے وہ کسی اور گناہ کے لیے نہیں ہوئی۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے اس کی توبہ قصاص ہے۔ (تفسیر نور الثقلین؛ کافی، ج ۷، ص ۲۷۶)

☆ ''مُّتَعَمِّدًا'' کا لفظ ''عمد'' سے ماخوذ ہے۔ ایسے کام جن کی بنیاد اس کی نیت ہے اور ایسے کام جن کیلئے پہلے سے کوئی محرک موجود ہو اُسے عمدی کام کہا جاتا ہے۔

☆ متعدد روایات میں قتل کو بڑا گناہ قرار دیا گیا ہے، منجملہ:

۱۔ قیامت میں بے گناہ افراد کو قتل کیے جانے کے بارے میں پہلا سوال کیا جائے گا۔

۲۔ سب سے بڑا باغی شخص وہ ہے جو کسی انسان کو قتل کرے یا کسی انسان کی بغیر خطا کے پٹائی کرے۔

۳۔ قتل کے گناہ کے ساتھ، مقتول کے تمام گناہ بھی قاتل کے ذمہ آ جائیں گے۔

۴۔ اگر اہل آسمان و زمین کسی مومن کے قتل میں شریک ہوں تو سب کو عذاب کیا جائے گا۔

۵۔ ساری دنیا فنا ہو جائے وہ ایک طرف اور ایک بے گناہ کو قتل کرنا ایک طرف ہے۔ (وسائل، ج ۱۹، ص ۲ کے بعد سے)

پیغام:

۱۔ اسلامی نظام میں کسی بڑی سے بڑی شخصیت کو بھی یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ کسی کو بے گناہ قتل کرے یا موت کی سزا دے۔ وَمَنۡ يَّقۡتُلۡ مُؤۡمِنًا مُّتَعَمِّدًا (لیکن طاغوتی نظام میں اَنَا اُحۡیٖ وَاُمِيۡتُ'' (بقرہ۔ ۲۵۸) میں مارتا اور جلاتا ہوں، کا نعرہ لگایا جاتا ہے۔)

۲۔ انسان کی قدر و قیمت اس کے صحیح عقائد اور افکار کی وجہ سے ہے۔ ''مُؤۡمِنًا''

۳۔ جان بوجھ کر ارتکاب جرم کی سزا کا حساب کچھ اور ہے۔ "مُّتَعَمِّدًا"

۴۔ قتل اور خونریزی گناہ کبیرہ ہے۔ "فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ"

۵۔ سخت ترین سزائیں معاشرے میں فتنہ وفساد کے پیدا ہونے میں رکاوٹ کا سبب اور اجتماعی امن وامان قائم رکھنے کا موجب ہوتی ہیں۔ "وَمَنۡ يَّقۡتُلۡ مُؤۡمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ"

آیت ۹۴

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا ضَرَبۡتُمۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوۡا وَلَا تَقُوۡلُوۡا لِمَنۡ اَلۡقٰٓى اِلَيۡكُمُ السَّلٰمَ لَسۡتَ مُؤۡمِنًا‌ ۚ تَبۡتَغُوۡنَ عَرَضَ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا ۖ فَعِنۡدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيۡرَةٌ ‌ؕ كَذٰلِكَ كُنۡتُمۡ مِّنۡ قَبۡلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيۡكُمۡ فَتَبَيَّنُوۡا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِيۡرًا ﴿۹۴﴾

ترجمۃ الآیات

ایماندارو! جب تم خدا کی راہ میں جہاد کے لیے سفر کرو تو (دشمن کے کاموں کے بارے میں) تحقیق کیا کرو اور کوئی شخص اسلام اور صلح کا اظہار (کسی بات سے یا کسی عمل سے یا سلام کرنے سے یا کوئی تجویز دینے سے) کرے تو (اس سے) یہ نہ کہو کہ تو مومن نہیں ہے تا کہ اس طرح سے تم دنیاوی زندگی کے لیے مال ومتاع اور غنیمت حاصل کرو کیونکہ بہت سی غنیمت تو اللہ کے پاس ہیں۔ اس سے پہلے تم بھی ایسے ہی تھے اور خدا نے تم پر احسان کیا ہے (کہ ایمان تمہارے جان و دل میں نفوذ کر چکا ہے) پس تحقیق کر لیا کرو (اور جلدی سے اسلحہ کی طرف ہاتھ نہ بڑھایا کرو) کیونکہ جو کچھ تم انجام دیتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے بخوبی آگاہ ہے۔

نکات:

☆ جنگ خیبر کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسامہ بن زید کو ایک لشکر دے کر فدک کی ایک بستی کے

یہودیوں کی طرف روانہ کیا تا کہ وہ انہیں اس بات کی دعوت دیں کہ یا تو اسلام قبول کریں یا پھر ذمی بن کر جزیہ ادا کیا کریں۔ جب یہودیوں کو سپاہ اسلام کی آمد کا پتہ چلا تو ان میں سے ایک شخص مرداس نے توحید و رسالت کا کلمہ پڑھا اور اپنے مال اور افراد خانہ کو ایک پہاڑ کی اوٹ میں چھپا کر مسلمانوں کے استقبال کے لیے آگے بڑھا اور وہ کلمہ توحید پڑھ رہا تھا۔ اسامہ نے سمجھا کہ یہ شخص ڈر کر اپنے اسلام کا اظہار کر رہا ہے۔ اس لیے انہوں نے اس کو قتل کر دیا اور اس کا مال غنیمت کے طور پر حاصل کر لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ خبر سن کر سخت غمگین ہو گئے کہ ایک مسلمان کی جان چلی گئی۔

☆ جہاد میں صرف مادی رجحانات اور غنیمت کی جمع آوری ایک ایسی چیز ہے جس کی اسلام نے مذمت کی ہے اور انقلابی جذبے اور لگن کے عنوان سے کسی کو جلد بازی اور بغیر تحقیق کے قتل کرنے کو سخت ناپسندیدہ قرار دیا ہے اور اس پر تنقید کی ہے۔

☆ آیت کا یہ جملہ کہ ''كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ'' ہوسکتا ہے کہ اس بات کی طرف اشارہ ہو کہ ''تم بھی ابتدا میں اسلام کا ظاہری دعویٰ کیا کرتے تھے'' اور شاید اس بات کی طرف بھی اشارہ ہو (جیسا کہ تفسیر المیزان میں ہے) کہ ''تم زمانہ جاہلیت میں مادی رجحانات اور غنیمت کے حصول کے لیے جنگ کیا کرتے تھے اور اسلام نے اس رجحان کی حوصلہ شکنی کی ہے۔''

☆ ممکن ہے کہ ''اَلْقٰۤى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ'' سے مراد اسلام کا اظہار اور شہادتین کہنا ہو، جو کہ شان نزول سے موافقت رکھتا ہے۔ دوسرا القی سلام سے یہ مطلب ہوسکتا ہے کہ جنگ بندی کی تجویز دی گئی، جنگ کو نہ کرنے کی رائے رکھی گئی یا تسلیم ہو جانے کا اشارہ ہے لیکن اسلام قبول کرنے کی بات نہیں ہے۔ آیت کا معنی یہی دوسرا معنی ہے: جو کوئی نہ الجھنے کی تجویز دے رہا ہے، تسلیم ہونے کا اظہار کر رہا ہے، جنگ نہ کرنے کی خواہش کر رہا ہے اسے یہ مت کہو کہ تمہیں اپنے زور بازو پر یقین نہیں اور تم جھوٹ بول رہے ہو۔ ایسا مت کہو اور اس بہانے سے انہیں قتل نہ کرو اور ان کے غنائم کو اپنے قبضہ میں نہ کرو۔ (تفسیر راہنما)

☆ آیت کے آخر میں ''تَبَيَّنُوْا'' کے جملے سے مراد یہ ہوسکتی ہے کہ تاریخ جاہلیت میں تحقیق ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تاریخ میں اس بات کی تحقیق کرو کہ تم اسلام سے پہلے دنیا کیلئے لڑا کرتے تھے لیکن کس طرح اسلام نے تمہاری تربیت کی، تمہاری ہدایت کی اور اب تم پہلے جیسے نہیں ہو۔ اس بات سے یہ بھی مراد ہے کہ تازہ مسلمان ہونے والے شخص بڑی توقع نہیں رکھنی چاہیے۔ (تفسیر راہنما)

پیغام:

۱۔ جہاد کیلئے ضروری ہے کہ آپ کے پاس دشمن کے بارے تمام تر معلومات ہوں، ان کی موجودہ تمام صورت حال ہو، دشمن کے اہداف واضح ہوں۔ ''فَتَبَيَّنُوْا''

۲۔ جو لوگ اسلام کا اظہار کریں انہیں کھلے دل سے قبول کر لو۔ ''لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰۤى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ''

۳۔ جہاد کے محاذ پر بھی اپنی طاقت سے غلط فائدہ نہیں اٹھانا چاہیے۔ ''لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰی اِلَیْکُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ''

۴۔ لوگوں کے بارے میں بدگمانی، ان کے اظہار اسلام کے بارے میں شکوک وشبہات اور مشکوک افراد پر فوراً کفر کا ٹھپہ لگا دینا ممنوع ہے۔ ''لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰی اِلَیْکُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ''

۵۔ ہم افراد کے ظاہر پر حکم لگانے کے پابند ہیں نہ کہ ان کے باطن پر حکم لگائیں۔ اگر ہم ان کی بات کو قبول نہیں کرتے تو اسے فوراً ٹھکرا بھی نہیں دینا چاہیے۔ ''لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰی اِلَیْکُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ''

۶۔ صرف دعوے کے ساتھ دلیل ضروری نہیں ہوتی بلکہ کسی بات کو رد کرنے کیلئے بھی دلیل لازمی ہوتی ہے۔ ''لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰی اِلَیْکُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ''

۷۔ مادی لالچ میں آ کر یا کسی کے مادی رجحانات کی وجہ سے اس کو کافر کا عنوان نہ دیں۔ ''تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا''

۸۔ جنگ وجہاد میں مادی مقاصد کو اپنے سے دور رکھو اور جہاد کے تقدس کو غنیمت طلبی کے ذریعے ختم نہ کرو۔ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا''

۹۔ دنیا کی کشش، جان برکف مجاہدین کو بھی نہیں چھوڑتی۔ ''اِذَا ضَرَبْتُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ۔۔۔ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا''

۱۰۔ جہاد کا مقصد دوسروں کو اسلام میں داخل کرنا ہے، غنائم اکٹھے کرنا نہیں۔ لہٰذا غنائم کی خاطر دوسروں بے دینی کا الزام نہ دیں۔ ''لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰی اِلَیْکُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا ''

۱۱۔ جہاد میں رجحانات کی تبدیلی کا خطرہ بہت اہم ہوتا ہے۔ ''تَبْتَغُوْنَ''

۱۲۔ دنیا عارضی، ناپائیدار اور جلد ختم ہو جانے والی ہے۔ ''عَرَضَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا''

۱۳۔ زہد اور دنیا سے بے اعتنائی، مومن مجاہد کے اخلاق کا حصہ ہونا چاہیے۔ ''تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا ''

۱۴۔ تم لوگ تحقیق کے بغیر اور لاپروائی کی حالت میں کوئی قدم نہ اٹھاؤ، خداوند مادی مسائل خود حل کر دے گا۔ ''فَعِنْدَ اللّٰہِ مَغَانِمُ کَثِیْرَۃٌ ''

۱۵۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے ملنے والی جزا کی یاد انسان کی نظر میں دنیا کو حقیر بنا دیتی ہے۔ ''فَعِنْدَ اللّٰہِ مَغَانِمُ کَثِیْرَۃٌ ''

۱۶۔ مادی نعمات کو بھی خدا تعالیٰ سے چاہیں۔ ''فَعِنْدَ اللّٰہِ مَغَانِمُ '

۱۷۔ انسان فطری طور پر فائدے کی تلاش میں رہتا ہے چاہے جس طرح بھی حاصل ہو۔ تو کیا یہ اچھی بات نہیں کہ یہ

فائدہ خدا کے بتائے ہوئے راستوں سے حاصل کیا جائے؟ کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ اچھی اقدار کو پہچان کر اور اپنی فطری خواہشات کو مثبت جہت دے کر تھوڑے اور ناجائز فائدے سے بچا جائے؟ ''فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ؕ''

۱۸۔ دنیا کی طرف میدان اور رجحان جاہلیت کی ایک خصلت ہے۔ ''كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ''

۱۹۔ خود کو دوسروں کی جگہ پر رکھو پھر فیصلہ کرو۔ آپ بھی ایک دن ایسے ہی تھے۔ ''كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ''

۲۰۔ غرور کی ہوا سر سے نکال دو کیونکہ یہ ایمان کی نعمت تمہیں خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوئی ہے۔ ''فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ''

۲۱۔ اللہ تعالیٰ کی ہدایات درحقیقت ہم پر خدا تعالیٰ کا احسان ہے۔ ''فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ''

۲۲۔ نعمتوں کے بدلے میں ذمہ داریاں بھی آتی ہیں۔ ''فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ؕ''

۲۳۔ ناروا قتل کا خطرہ دشمن کی طرف سے نفاق کے احتمال اور غنائم کے ہاتھ نہ لگنے سے بھی زیادہ ہوتا ہے۔ جن لوگوں کے ذمہ عوام کے مال، جان اور عزت و آبرو کی حفاظت ہوتی ہے انہیں چاہیے کہ احتیاط اور تحقیق کے اصولوں کو ہرگز نظر انداز نہ کریں۔ ''فَتَبَيَّنُوْا ... فَتَبَيَّنُوْا''

۲۴۔ نہ زیادہ سادہ اندیش ہونا چاہیے، نہ جلدی یقین کر لینا چاہیے، نہ کسی کے بارے بُرا سوچنا چاہیے اور نہ کسی کے بارے کینہ رکھنا چاہیے۔ ''فَتَبَيَّنُوْا''

۲۵۔ جنگی حادثات میں بے گناہوں کے قتل کا زیادہ موقع اور بہانہ ہوتا ہے لہٰذا عقل اور حوصلے سے کام لیتے ہوئے جذبات کو قابو میں رکھا کرو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ جانتا اور دیکھتا ہے۔ ''اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۹۴﴾''

آیت نمبر ۹۵

لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ۙ﴿۹۵﴾

ترجمۃ الآیات

جو مومنین کسی عذر، بیماری اور تکلیف کے بغیر جہاد سے منہ چھپا کر بیٹھ جاتے ہیں وہ ان مجاہدین کے برابر نہیں ہو سکتے جو خدا کی راہ میں اپنی جان و مال کے ساتھ جہاد کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی جان و مال کے ساتھ جہاد کرنے والوں کو (جہاد سے منہ چھپا کر) بیٹھ جانے والوں پر درجہ کے اعتبار سے بڑی فضیلت عطا کی ہے۔ (اگرچہ) خدا نے سب (ایمانداروں) سے (خواہ وہ جہاد کریں یا نہ کریں) بھلائی اور نیک جزا کا وعدہ کر لیا ہے (لیکن) مجاہدین کو گھر میں بیٹھ رہنے والوں پر عظیم اجر کے اعتبار سے خدا نے بڑی فضیلت دی ہے۔

نکات:

☆ عام طور پر مندرجہ ذیل قسم کے لوگ جہاد میں شریک ہونے سے جی چراتے ہیں:

۱۔ بے ایمان منافق

۲۔ ڈرپوک و بزدل مسلمان

۳۔ آسائش طلب

۴۔ شکی مزاج اور دوسروں کو شک میں ڈالنے والے

۵۔ غلط قسم کی تاویلیں کرنے والے جو کہتے ہیں کہ ہم مال، زبان، قلم اور دعا کے ذریعہ مجاہدین کو دعائیں دیتے اور ان کی حمایت کرتے ہیں، لیکن جہاد ہم پر واجب عینی نہیں ہے۔

یہ آیت اس قسم کی تاویل کرنے والے افراد سے متعلق ہے اور ان پر تنقید کر رہی ہے۔ کیونکہ دوسرے کئی گروہوں پر متعدد موقعوں پر شدید تنقید کی گئی ہے۔ وہ کوئی مقام و منزلت نہیں رکھتے جو وہ ان مجاہدین سے ایک درجہ بالاتر ہو جائیں۔

☆ روایات میں آیا ہے کہ جو لوگ بیماری کی وجہ سے جنگ میں شرکت نہیں کر سکتے لیکن ان کے دل مجاہدین کے ساتھ ہیں وہ لوگ جہاد کے ثواب میں برابر کے شریک ہیں۔ (تفسیر صافی)

☆ یہ آیت جہاد کفائی سے متعلق ہے کیونکہ اگر جہاد عینی سے متعلق ہوتی تو گھر بیٹھ جانے والے افراد قانون شکن اور مخالفت کرنے والوں میں شمار ہونگے۔

پیغام:

۱۔ تبلیغ اور تشویق مرحلہ وار اور تدریجی ہونی چاہیے پہلے فرمایا: ''لَا يَسْتَوِي'' پھر فرمایا: ''دَرَجَةً'' اس کے بعد فرمایا:

اَجْرًا عَظِيْمًا ۙ﴿۹۵﴾ ''

۲۔ ہر شخص کے ساتھ اس کی حالت کے مطابق بات کرنی چاہیے۔قرآن نے میدان جنگ میں شرکت نہ کرنے والے مومنین کے بارے میں نرم رویہ اختیار کیا ہے اور ان کے لیے ''قٰعِدِيْنَ '' (گھر میں بیٹھ جانے والے افراد) کا لفظ استعمال کیا ہے جبکہ منافقین، ڈرپوک اور آسائش طلب افراد کے بارے میں سخت الفاظ استعمال کر کے ان پر کڑی تنقید کی ہے اور مختلف رویہ رکھا ہے۔

۳۔جنہیں جسمانی معذوریت ہے ان سے جہاد معاف ہے۔''غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ ''

۴۔ جانی جہاد کے ساتھ ساتھ مالی جہاد کا تذکرہ بھی ہوتا ہے کیونکہ مالی مدد کے بغیر محاذ جنگ کمزور ہو جاتا ہے۔'' بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ ''

۵۔عوام کی رضا کارانہ امداد میں دفاعی بجٹ کو پورا کرنا بھی شامل ہے۔''بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ ''

۶۔ جہاں یہ احتمال ہوتا ہے کہ کم ہی لوگ اس بات کو باور کریں گے وہاں اصرار اور تکرار ضروری ہو جاتا ہے۔(اس آیت میں اور بعد والی آیت میں جملہ ''فَضَّلَ اللّٰهُ ''اور''دَرَجَةً '' تکرار ہوا ہے۔)

۷۔کسی شخص کی جس قدر خدمات اور سعی و کوشش ہوتی ہے وہ اسی قدر قابل قدر ہوتی ہے، اگر کوئی شخص میدان جنگ میں شریک ہوتا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ باقی لوگوں کی اور طرح کی امداد اور تعاون کو نظر انداز کر دیا جائے۔مجاہدین کی خدمات یقیناً قابل قدر اور موجب فضیلت ہیں لیکن باقی لوگوں کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔''وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ ''

۸۔ یہ ٹھیک ہے کہ ہر شخص کی خدمات قابل قدر اور لائق تحسین و آفرین ہیں لیکن سب کو جان لینا چاہیے کہ مخلص مجاہدین کا رتبہ و مقام ان سے بالاتر ہے۔''فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ ''

۹۔اگر خداوند نے مجاہدین کو فضیلت اور برتری عطا فرمائی ہے تو معاشرے کا بھی فرض بنتا ہے کہ وہ ان مجاہدین اور شہدا کے لیے ہر مقام اور موقع پر ان کے ساتھ برتری اور بہتری کا سلوک کرے۔(البتہ اس شرط کے ساتھ کہ مجاہدین کے لیے بے جا توقعات پیدا نہ ہو جائیں کہ جن سے وہ برے انجام سے دوچار ہو جائیں۔)''فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ ''

آیت نمبر ۹۶

دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۹۶﴾

ترجمة الآيات

ان میں (عظیم اجر) درجات (اہم اور متعدد) ہیں، ساتھ ہی خدا کی بخشش اور رحمت بھی ہے

۔اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور مہربان ہے۔

پیغام:

۱۔ جہاد کرنے والوں اور گھر میں بیٹھ جانے والوں کا باہمی فرق معمولی نہیں بلکہ بہت بڑا فرق ہے اور ان کے درمیان بہت بڑا فاصلہ ہے۔ ''دَرَجٰتٍ''

۲۔اللہ کی رحمت کے حصول کی شرط پاک ہونا اور پاک رہنا ہے۔ پہلے مغفرت کا لفظ ''مَّغْفِرَةً'' آیا ہے اور بعد میں ''رَحْمَةً'' کا لفظ آیا ہے۔

۳۔اللہ تعالیٰ بے شک غفور رحیم ہے لیکن اس غفران اور رحمت کے حصول کی شرط محاذ جنگ پر جانا اور جہاد کرنا ہے۔'' وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۹۶﴾''

آیت نمبر ۹۷

اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ ؕ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ ؕ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا ؕ فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿۹۷﴾

ترجمۃ الآیات

بے شک جن لوگوں کی روح فرشتے اس حالت میں قبض کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہوتا ہے تو وہ (فرشتے) ان سے پوچھتے ہیں کہ تم کس حالت میں تھے؟ تو وہ کہیں گے کہ ہم تو زمین میں مستضعف تھے (کہ ناچار کافروں کے ساتھ محاذ جنگ میں شامل تھے) تو (فرشتے جواب میں) کہیں گے کیا خدا کی زمین وسیع نہیں تھی کہ اس میں ہجرت کر جاتے؟ تو ایسے لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔

نکات:

☆ جنگ بدر سے پہلے کفار مکہ نے شہر کے لوگوں کو مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے بلایا اور کہا کہ سب لوگوں کو اس محاذ میں شرکت کرنی چاہیے اور ساتھ ہی یہ دھمکی بھی دی کہ جو شخص اس میں شریک نہیں ہوگا اس کا گھر تباہ و برباد کر دیا جائے گا اور مال لوٹ لیا جائے۔ کچھ مسلمان جو مکہ میں سکونت پذیر تھے اور اس وقت تک ہجرت نہیں کی تھی، جان کے خوف سے کفار کے ہمراہ مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے میدان بدر میں پہنچ گئے اور اسی جنگ میں مارے گئے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور ان لوگوں کی سخت سرزنش کی جو کفر کے ماحول میں رکے رہے اور ہجرت نہیں کی، ایسے لوگوں نے اپنے اوپر ظلم کیا اور آیت انہیں قصوروار ٹھہرا رہی ہے۔

☆ روایات میں آیا ہے کہ جو کوئی اپنے دین کو بچانے کی خاطر حتیٰ ایک قدم ہجرت کرے وہ اہل جنت میں سے ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وحضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہم نشین ہوگا۔ (تفسیر صافی)

پیغام:

۱۔ فرشتے انسانوں کے افعال سے آگاہ ہوتے ہیں۔ ''الۡمَلٰٓئِکَۃُ ظَالِمِیۡۤ اَنۡفُسِہِمۡ قَالُوۡا فِیۡمَ کُنۡتُمۡ ؕ قَالُوۡا''

۲۔ ہجرت کا ترک کر دینا اور ہدف اور عقیدے کو چھوڑ دینا اپنے اوپر ظلم ہوتا ہے۔ (یہ نعرہ کہ ''خواہی نشوی رسوا، ہمرنگ جماعت شو'' یعنی اگر رسوائی سے بچنا چاہتے ہو تو خود کو معاشرے کے ماحول میں ڈھال لو، قرآن کی نظر میں مردود اور قابل نفرت ہے۔) ''ظَالِمِیۡۤ اَنۡفُسِہِمۡ''

۳۔ ترک ہجرت کے گناہ کی جواب طلبی سب سے پہلے ہوگی۔ روح قبض کرنے والے فرشتے جب روح قبض کرنے آئیں گے اسی وقت سے ترک ہجرت کی جواب طلبی شروع ہو جائے گی۔ ''فِیۡمَ کُنۡتُمۡ ؕ''

۴۔ کفر کے ماحول اور جگہ سے ہجرت واجب ہے اور لشکر کفار کا ساتھ دینا حرام ہے۔ ''کُنَّا مُسۡتَضۡعَفِیۡنَ فِی الۡاَرۡضِ ؕ قَالُوۡۤا اَلَمۡ تَکُنۡ اَرۡضُ اللّٰہِ وَاسِعَۃً''

۵۔ اگر آپ اس ماحول کو بدل سکتے ہیں یا اس پر اثر انداز ہو سکتے ہیں تو پھر ٹھیک ہے ورنہ وہاں سے ہجرت کر جائیں تاکہ آپ کی جواب طلبی نہ ہو جائے۔ ''اَلَمۡ تَکُنۡ اَرۡضُ اللّٰہِ وَاسِعَۃً فَتُہَاجِرُوۡا فِیۡہَا ؕ''

۶۔ گناہ کی توجیہ اور دلیلیں پیش کرنا، کسی بھی طرح سے قابل قبول نہیں۔ ''کُنَّا مُسۡتَضۡعَفِیۡنَ ۔۔۔''

۷۔ اکثریت کا ماحول اور فضا انسان میں بڑی حد تک اثر انداز ہوتی ہے لیکن جبر کی حد تک نہیں، لہٰذا انسان ہجرت کر کے ماحول اور تاریخ کے جبر کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ ''فَتُہَاجِرُوۡا فِیۡہَا ؕ''

۸۔ اصل خدا پرستی ہے، وطن پرستی نہیں۔ ''اَلَمۡ تَکُنۡ اَرۡضُ اللّٰہِ وَاسِعَۃً فَتُہَاجِرُوۡا''

۹۔فکری وعقیدتی پستی ضعف کا علاج ہجرت ہے۔''کُنَّا مُسْتَضْعَفِیْنَ۔۔۔اَلَمْ تَکُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا''

آیت نمبر ۹۸۔۹۹

اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ حِیْلَةً وَّلَا یَهْتَدُوْنَ سَبِیْلًا ﴿۹۸﴾

فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ یَّعْفُوَ عَنْهُمْ ط وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿۹۹﴾

ترجمة الآیات

سوائے ان مستضعف (بے بس کیے ہوئے) مردوں،عورتوں اور بچوں کے جن کے پاس نہ تو کوئی چارہ (ہجرت کا راستہ) ہے اور نہ ہی کوئی راستہ جانتے ہیں (صرف یہ لوگ ہی مستضعف ہیں)۔

اورشاید اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو بخش دے اور اللہ تو ہے ہی بخشنے والا اور مغفرت کرنے والا۔

نکات:

☆ جو نہ تو کفر کو روکنے کی کوئی تدبیر کر سکتے ہیں اور نہ ہی حق کو تسلیم کرنے کی راہ جانتے ہیں وہ مستضعف ہیں اور ان پر سے شرعی تکلیف اٹھالی گئی ہے۔(تفسیر صافی)

☆ امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: ایسے مرد اور عورتیں جن کی عقل بچوں کی طرح ہے وہ مستضعف ہیں۔(نور الثقلین، ج۱،ص ۵۳۷؛ معانی الاخبار،ص ۲۰۱)

پیغام:

۱۔شرعی تکلیف کیلئے قدرت وطاقت (استطاعت) کا ہونا ضروری شرط ہے۔''اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِیْنَ۔۔۔''

۲۔ایسی عورتیں اور بچے جو کفر کے دائرہ کار میں ہیں اور ہجرت کی قدرت بھی رکھتے ہیں ان کیلئے ہجرت واجب ہے۔''وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ''

۳۔ حقیقی مستضعف وہ ہے جو ہجرت کی قدرت نہ رکھتا ہو اور کفار و مشرکین کے تسلط سے فرار نہ کر سکتا ہو۔ ''لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ حِیْلَۃً وَّلَا یَهْتَدُوْنَ''

۴۔ دینی علوم و معارف کو سیکھنے کا امکان ہونے کے باوجود، اگر نہ سیکھے جائیں تو یہ گناہ اور اپنے اوپر ظلم ہے۔ ''ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِهِمْ ۔۔۔ اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِیْنَ ۔۔۔ وَّلَا یَهْتَدُوْنَ سَبِیْلًا ﴿۹۸﴾''

۵۔ صحیح اور حقیقی عذر تو قابل قبول ہوتا ہے لیکن بہانہ سازی اور حیلہ گری ہرگز قابل قبول نہیں۔ ''لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ حِیْلَۃً وَّلَا یَهْتَدُوْنَ''

۶۔ ہجرت کو ترک کرنا اتنا بڑا گناہ ہے کہ مذکورہ افراد کے بخشے جانے کے لیے ''شاید'' کا لفظ استعمال ہوا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات قطعی اور یقینی نہیں ہے۔ ''عَسَی اللّٰهُ''

آیت نمبر ۱۰۰

وَمَنْ یُّهَاجِرْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ یَجِدْ فِی الْاَرْضِ مُرٰغَمًا کَثِیْرًا وَّسَعَۃً ؕ وَمَنْ یَّخْرُجْ مِنْۢ بَیْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَی اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ یُدْرِکْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَی اللّٰهِ ؕ وَکَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴿۱۰۰﴾

ترجمۃ الآیات

اور جو شخص خدا کی راہ میں ہجرت کرے وہ زمین میں امن کے بہت سے مقام اور وسعت پائے گا اور جو شخص اپنے گھر سے خدا اور رسول کی طرف ہجرت کے عنوان سے باہر نکلے پھر (راہ میں) اسے موت آلے تو اس کا اجر خدا پر ہے اور خدا بخشنے والا مہربان ہے۔

نکات:

☆ مکہ کا ایک مسلمان بیمار ہوا اور اس نے کہا: ''مجھے مکہ سے باہر لے چلو تا کہ میں بھی مہاجرین میں شمار ہو جاؤں، جونہی اسے باہر لے جایا گیا تو وہ راستے ہی میں چل بسا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

☆ ہر مقدس ہجرت، جہاد، تحصیل علم، تبلیغ وغیرہ کیلئے کی گئی ہجرت کی طرح ہے۔ یہ اس آیت کا مصداق ہے۔

☆ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص اپنے زمانے کے امامؑ کی معرفت حاصل کرنے کیلئے اپنے گھر یا شہر سے نکلے لیکن موت اُسے مہلت نہ دے تو وہ اس آیت کے مصادیق میں سے ہے۔ (کافی، ج ۱، ص ۳۷۸)

پیغام:

۱۔ ہجرت گشائش اور وسعت کا باعث ہے۔ ''وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا'' تکلیف اٹھانے ہی سے خزانہ حاصل ہوتا ہے۔

۲۔ ہم اپنے فرائض کو ادا کرنے کے پابند ہیں، نتائج کے ذمہ دار نہیں ہیں۔ گھر سے نکلنا اہم ہے، منزل تک پہنچ جانا ضروری نہیں ہے۔ ''وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ''

۳۔ خدا اور رسول کے راستے پر چلو، موت اور زندگی کی پرواہ نہ کرو۔ ''ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ''

۴۔ مہاجر کا اجر خدا کے پاس ہے اور وہ بہشت سے بالاتر ہے۔ ''وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ''

آیت نمبر ۱۰۱

وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ ۖ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ اِنَّ الْكٰفِرِيْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ﴿۱۰۱﴾

ترجمۃ الآیات

اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر کوئی حرج نہیں کہ نماز کو قصر کرو، اگر تمہیں خوف ہو کہ کفار تمہیں فتنہ اور خطرہ میں ڈال دیں گے۔ یقیناً کفار تمہارے کھلے دشمن ہیں۔

نکات:

☆ جہاد اور ہجرت کی بات کرنے کے بعد یہ آیت مسافر کی نماز کا حکم بیان کر رہی ہے۔

☆ ''ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ'' کا جملہ سفر سے کنایہ ہے کیونکہ مسافر جب سفر کرتا ہے تو اپنے پاؤں زمین پر مارتا ہے۔

(مفردات راغب، مادہ ضرب)

☆ قرآن مجید میں بعض مقامات پر ''وجوب'' کے بجائے ''کوئی حرج نہیں'' کی تعبیر اختیار کی گئی ہے، جیسا کہ اس آیت میں بھی یہ تعبیر استعمال کی گئی ہے۔ گویا صدر اسلام کے مسلمان نماز سے اس قدر محبت کرتے تھے کہ اسے قصر کرنا گناہ سمجھتے تھے۔

☆ قصر نماز صرف خوف کے مقامات کے ساتھ خاص نہیں ہے لیکن چونکہ عام طور پر سفر میں ڈر اور پریشانی لاحق رہتی ہے یا یہ کہ قصر نماز کا قانون ابتدا میں خوف کے مواقع کے لیے تھا اور بعد میں ہر سفر کے لیے عمومی ہو گیا لہٰذا ''اِنۡ خِفۡتُمۡ'' کا جملہ ذکر ہوا ہے۔

☆ جس سفر سے نماز قصر ہو جاتی ہے اس کی مقدار کے بارے میں روایات میں ایک دن کا سفر (آٹھ فرسخ) معین کیا گیا ہے۔ (تہذیب الاحکام، ج ۳، ص ۲۰۷)

☆ مسافر کی تمام نمازیں سوائے نماز مغرب کے، سب دو رکعتی ہیں۔ نماز کو قصر کرنے سے مراد چار رکعتی نماز کو دو رکعتی پڑھنا ہے۔ (من لا یحضرہ الفقیہ، ج ۱، ص ۲۷۹)

پیغام:

۱۔ خدائی قوانین میں حقیقت بینی اور نرمی بھی ایک اصل ہے۔ ''اَنۡ تَقۡصُرُوۡا مِنَ الصَّلٰوۃِ ٭ۖ اِنۡ خِفۡتُمۡ ۔۔۔''

۲۔ نماز کی حالت میں بھی دشمن سے غافل نہ رہو، سیاست، دین، عبادت اور ذہانت ایک دوسرے سے جدا نہیں ہیں۔ ''اِنۡ خِفۡتُمۡ اَنۡ یَّفۡتِنَکُمُ''

۳۔ ہر جگہ یقین پر قائم رہنا ضروری نہیں ہے بلکہ سازش اور فتنہ کا شک ہونے پر آپ اپنا ارادہ اور منصوبہ تبدیل کر سکتے ہیں۔ ''اِنۡ خِفۡتُمۡ اَنۡ یَّفۡتِنَکُمُ''

۴۔ خطرات کے باوجود نماز کا ادا کرنا واجب ہے۔ ''اِنۡ خِفۡتُمۡ اَنۡ یَّفۡتِنَکُمُ ۔۔۔''

۵۔ کفر و ایمان ہمیشہ آپس میں تضاد رکھتے ہیں۔ ''اِنَّ الۡکٰفِرِیۡنَ کَانُوۡا لَکُمۡ عَدُوًّا''

۶۔ کفار کی تعداد کا زیادہ ہونا تمہاری دشمنی میں گویا ''ایک قوت'' ہیں اس لیے ''عَدُوًّا'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، اعداء نہیں کہا گیا۔ (یعنی مفرد کا صیغہ استعمال ہوا ہے، جمع کا نہیں)

۷۔ کفار کی تمہارے ساتھ دشمنی جڑ پکڑے ہوئے ہے، بہت پرانی اور ہمیشہ کیلئے ہے۔ ''کَانُوۡا لَکُمۡ عَدُوًّا''

آیت نمبر ۱۰۲

وَاِذَا كُنۡتَ فِيۡهِمۡ فَاَقَمۡتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلۡتَقُمۡ طَآئِفَةٌ مِّنۡهُمۡ

مَّعَكَ وَلْيَأْخُذُوٓا أَسْلِحَتَهُمْ ۚ فَإِذَا سَجَدُوا فَلْيَكُونُوا مِن
وَرَآئِكُمْ ۖ وَلْتَأْتِ طَآئِفَةٌ أُخْرَىٰ لَمْ يُصَلُّوا فَلْيُصَلُّوا مَعَكَ
وَلْيَأْخُذُوا حِذْرَهُمْ وَأَسْلِحَتَهُمْ ۗ وَدَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ
تَغْفُلُونَ عَنْ أَسْلِحَتِكُمْ وَأَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيلُونَ عَلَيْكُم مَّيْلَةً
وَّاحِدَةً ۚ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِن كَانَ بِكُمْ أَذًى مِّن مَّطَرٍ أَوْ
كُنتُم مَّرْضَىٰ أَن تَضَعُوٓا أَسْلِحَتَكُمْ ۖ وَخُذُوا حِذْرَكُمْ ۗ إِنَّ
اللَّهَ أَعَدَّ لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًا ﴿١٠٢﴾

ترجمۃ الآیات

(اے رسولؐ!) جب تم (جہاد کے سفر میں) لشکر اسلام کے درمیان ہو اور انہیں نماز پڑھاؤ تو چاہیے کہ ان میں سے ایک گروہ تمہارے ساتھ (نماز کے لیے) کھڑا ہو جائے اور وہ اپنا اسلحہ اپنے ساتھ رکھیں۔ پس جب سجدہ کرلیں (اور قیام کر کے دوسری رکعت کو فرادیٰ پڑھ لیں اور پیچھے چلے جائیں) تو تمہارے پیچھے نگہبان بن جائیں۔ اب دوسرا گروہ جس نے نماز نہیں پڑھی وہ آ جائے اور (دوسری رکعت میں) تمہارے ساتھ نماز پڑھیں اور دفاع کے وسائل اور اسلحہ اپنے ساتھ رکھیں۔ (یہ اس لیے ہے کہ تم غفلت کا شکار نہ ہو جاؤ کیونکہ) کفار تو اس بات کو دوست رکھتے ہیں کہ تم اپنے اسلحہ اور دوسرے ساز و سامان سے غافل ہو جاؤ اور وہ اچانک تم پر حملہ کر دیں، اور تمہارے اوپر کوئی گناہ نہیں ہے کہ اگر بارش کی وجہ سے تمہیں کوئی تکلیف پہنچے یا بیمار اور زخمی ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ تم اپنے اسلحہ کو زمین پر رکھ دو۔ (لیکن ہر حالت میں) اپنی احتیاط کے طور پر (جنگ کے وسائل) اپنے ساتھ ضرور رکھو، یقیناً خدا نے کافروں کے لیے رسوا کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

نکات:

☆ ہجرت کے چھٹے سال پیغمبر اسلامؐ ایک لشکر کے ساتھ مکہ کی جانب روانہ ہوئے اور مقام ''حدیبیہ'' پر خالد بن ولید جو دوسو کے لشکر کے ساتھ موجود تھا، کے ساتھ ان کا آمنا سامنا ہوا۔ خالد بن ولید، آنحضورؐ کو آگے بڑھنے سے روکنے کیلئے مورچہ بند ہوگیا، اتنے میں نماز (ظہر) کا وقت ہوگیا۔ حضرت بلالؓ نے اذان دی اور سرکار رسالت مآبؐ کی اقتدا میں نماز باجماعت ادا کی گئی۔ خالد بن ولید نے موقع کو مناسب سمجھا اور انتظار کرنے لگا کہ جب آپؐ نماز عصر پڑھائیں گے تو ان پر اچانک حملہ کر کے سب کا کام تمام کردے گا۔

اسی مناسبت سے یہ آیت نازل ہوئی اور آنحضورؐ کو اس کی سازش سے باخبر کردیا گیا۔ وحی کا یہ معجزہ دیکھ کر خالد بن ولید مسلمان ہوگیا۔ (تفسیر مجمع البیان)

اس نماز (نماز خوف) میں پہلا گروہ پہلی رکعت کے بعد کھڑا ہو جائے اور باقی نماز کو از خود مکمل کرے اور امام جماعت اس حد تک صبر کرے کہ دوسرا گروہ جماعت سے آن ملے اور اسلحہ سمیت جماعت کے ساتھ نماز ادا کرے۔

پیغام:

۱۔ میدان جنگ میں بھی نماز سے رخصت نہیں ہے اور مجاہد تو بے نماز نہیں ہوتا۔ ''فَاَقَمۡتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلۡتَقُمۡ طَآٮِٕفَةٌ مِّنۡهُمۡ مَّعَكَ وَلۡيَاۡخُذُوۡۤا اَسۡلِحَتَهُمۡ‌ ''

۲۔ نماز جماعت کی اہمیت کے لیے یہی بات کافی ہے کہ محاذ جنگ میں دشمن کے سامنے ایک رکعت بھی جماعت کے ساتھ ادا کی جاتی ہے۔ ''وَلۡتَاۡتِ طَآٮِٕفَةٌ اُخۡرٰى لَمۡ يُصَلُّوۡا فَلۡيُصَلُّوۡا''

۳۔ دو فریضوں (جہاد اور نماز) کے باہم پیش آجانے سے کسی ایک کو دوسرے پر قربان نہیں کیا جا سکتا۔ ''فَلۡتَقُمۡ ... وَلۡيَاۡخُذُوۡا''

۴۔ ہوشیاری ہر حالت میں ضروری ہے حتیٰ کہ نماز جیسی عبادت بھی مسلمانوں کو دشمن کے خطرے سے غافل نہ کردے۔ ''وَلۡيَاۡخُذُوۡۤا اَسۡلِحَتَهُمۡ‌ ''

۵۔ راہبر ہمیشہ وحدت اور عبادت کا محور ہوتا ہے۔ ''كُنۡتَ فِيۡهِمۡ فَاَقَمۡتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ''

۶۔ تقسیم کار، ایک دوسرے سے تعاون، نفرت اور کدورت پیدا کرنے والے امور کی پیش بندی اور نیکی کے کاموں میں حتیٰ کہ حساس ترین مواقع پر بھی دوسروں کو شریک کرنا معاشرے میں الفت، محبت زیادہ کرنے کے اسباب وعوامل ہیں۔ اس آیت میں نماز جماعت کو دو گروہوں میں تقسیم کیا گیا ہے تاکہ کسی کے دل میں کدورت پیدا نہ ہو اور نہ ہی کسی سے امتیازی سلوک کا شائبہ آنے پائے بلکہ سب مل کر کار خیر میں شریک ہوں۔ ''وَلۡتَاۡتِ طَآٮِٕفَةٌ اُخۡرٰى ...''

۷۔ خدائی فرامین ضرورت اور حالات کی مناسبت سے مختلف ہوتے ہیں۔ (یہ آیت دشمن کے سامنے نماز خوف پڑھنے سے متعلق ہے۔) ''فَلْتَقُمْ طَآىِٕفَةٌ مِّنْهُمْ''

۸۔ محاذ جنگ میں نماز باجماعت کی ادائیگی اپنے مقصد، خدا اور راہبر سے الفت و محبت کا ثبوت اور اقدار کی پاسداری کی عمدہ مثال ہے۔ ''وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ''

۹۔ میدان جنگ میں فوجوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کا درمیانی وقفہ اتنا ہونا چاہیے جتنا ایک رکعت نماز کا وقفہ ہوتا ہے۔ ''وَلْتَاْتِ طَآىِٕفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا''

۱۰۔ محاذ جنگ میں جس قدر نماز کی مدت طویل ہوگی، دشمن کو حملے کی اتنی ہی زیادہ فرصت ملتی جائے گی۔ لہٰذا حفاظت کا بندوبست بھی زیادہ سے زیادہ کرنا چاہیے۔ پہلی رکعت میں صرف اسلحہ اپنے پاس رکھنے کی بات ہوئی ہے اور دوسری رکعت میں اسلحہ اور دوسرے ساز و سامان کا بھی ذکر ہوا ہے۔ ''وَلْيَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَهُمْ۔۔۔ وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ''

۱۱۔ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کو دشمن کی اندرونی سازشوں اور چالوں سے آگاہ فرماتا ہے۔ (یہ بات آیت کے شان نزول سے بھی ظاہر ہو رہی ہے، جس میں ہے کہ خالد بن ولید نے ارادہ کیا تھا کہ نماز کے دوران حملہ کرے، اس کی یہ نیت خدا تعالیٰ نے اس آیت کے ذریعے افشا کر دی اور اس کا منصوبہ ناکام بنا دیا۔)

۱۲۔ تمہارے خلوص کی بنا پر انجام پانے والا تحرک، ضرورت کے وقت خدا تعالیٰ کی طرف سے غیبی امداد کا موجب بن جاتا ہے۔ (اس آیت کا نزول اور نماز خوف کا حکم اس سازش اور چال کے مقابلے میں ایک الٰہی امداد ہے۔)

۱۳۔ محاذ جنگ میں عبادت کے مراسم زیادہ طویل نہیں ہونے چاہیں وہاں ہوشیاری میں مانع امور ممنوع ہیں۔ ''وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ''

۱۴۔ دشمن کی آرزوؤں اور منصوبوں سے ہر وقت آگاہ رہو۔ ''وَدَّ الَّذِيْنَ''

۱۵۔ عبادت کبھی بھی غفلت اور دوسری غیر ضروری سرگرمیوں کا سبب نہ بننے پائے۔ ''تَغْفُلُوْنَ''

۱۶۔ حقیقی مسلمانوں میں غفلت کا احتمال بہت کم ہوتا ہے۔ (جملہ ''لَوْ تَغْفُلُوْنَ'' میں 'لَوْ' اس بات پر دلالت کرتا ہے۔)

۱۷۔ فوجی اور اقتصادی وسائل و ذرائع کی حفاظت بڑی ہوشیاری سے کرنی چاہیے۔ ''اَسْلِحَتِكُمْ وَاَمْتِعَتِكُمْ''

۱۸۔ اسلامی امت کی غفلت اس بات کا موجب بن سکتی ہے کہ کفار مسلمانوں پر شب خون ماریں۔ ''مَّيْلَةً وَّاحِدَةً''

۱۹۔ مسلمانوں کو ان کے اصل مسائل سے غافل کرنے والے لوگ نادان ہیں اور کوئی ایسی بات، منصوبہ یا تحرک انجام دینا، حقیقت میں دشمن کے اہداف و مقاصد کو آگے بڑھانا ہے۔ ''وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ''

۲۰۔ فوجی بھرتی اور محاذ جنگ میں شرکت سے معافی کا سبب بیماری اور کوئی تکلیف ہی ہو سکتی ہے۔ ''بِكُمْ اَذًى مِّنْ

مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى''

۲۱۔ایسی بارش کی وجہ سے اسلحہ زمین پر رکھا جا سکتا ہے جس سے تکلیف اور ضرر کا اندیشہ ہو، بے ضرر بارش میں مجاہد اپنا اسلحہ زمین پر نہیں رکھ سکتا۔''بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ''

۲۲۔مجاہد کو کسی بھی حالت میں اپنے حفاظتی وسائل اور ساز وسامان سے دور نہ رہنا چاہیے۔حتیٰ اگر اس کے پاس اسلحہ نہیں ہے تو زرہ پہنے رہے۔''وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ ط''

۲۳۔کفار کو جھڑک اور دھمکی اور مومنین کی ساتھ ہمدردی قرآن کا شیوہ ہے۔''اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا﴿۱۰۲﴾''

۲۴۔مستقبل میں ذلت ورسوائی کافروں کا مقدر ہے۔''لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا﴿۱۰۲﴾''

آیت نمبر ۱۰۳

فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ ۚ فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۚ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا﴿۱۰۳﴾

ترجمۃ الآیات

پس جب نماز کو مکمل کرلو تو ہر حال میں، کھڑے ہو کر، بیٹھ کر اور پہلو کے بل لیٹ کر خدا کو یاد کرو اور جب اطمینان حاصل کرلو اور خوف کی حالت ختم ہو جائے تو نماز کو (معمول کی صورت میں پورا) قائم کرو، یقیناً نماز مومنین پر مقررہ اوقات میں ایک مستقل اور حتمی فریضہ ہے۔

نکات:

☆''قِيٰمًا'' کا کلمہ لفظ''قَآئِمٌ'' کی جمع ہے۔اس کے معنی کھڑے ہونے کے ہیں۔''قُعُوْدًا''جمع ہے لفظ''قَاعِدٌ'' جس کے معنی بیٹھنے کے ہیں، اور''جُنُوْبِ''جمع ہے لفظ''جَنب'' کی، جس کے معنی پہلو ہے ہیں جو لیٹ جانے پر کنایہ ہے۔اسی طرح''كِتٰبًا'' کے معنی لکھی ہوئی اور واجب بات ہے، کلمہ 'مَّوْقُوْتًا' کے معنی وقت معین پر کام انجام دینا ہے۔

☆''فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ ۚ'' کے بارے حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے: صحیح وسالم شخص کھڑے ہو کر اور بیمار بیٹھ کر اور جو بیٹھ کر نہیں پڑھ سکتا وہ لیٹ کر نماز پڑھے۔(وسائل، ج ۵،ص ۴۸۸)

☆''کِتٰبًا مَّوۡقُوۡتًا۝۱۰۳'' کے بارے میں امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: اس کا مطلب فرض اور واجب ہے۔ (کافی، ج ۳، ص ۲۹۴)

پیغام:

۱۔ نماز خوف میں جو کمی رہ جائے اس کو ذکر الٰہی سے پورا کیا جا سکتا ہے۔ ''فَاِذَا قَضَيۡتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذۡكُرُوا اللّٰهَ''

۲۔ نماز اور خدا کی یاد ہر حال میں ضروری ہے، محاذ جنگ ہو یا بستر بیماری۔ ''قِيَامًا وَّقُعُوۡدًا وَّعَلٰى جُنُوۡبِكُمۡ‌ ۚ''

۳۔ نماز خوف ایک استثنائی حالت میں ادا کی جاتی ہے اور خوف و مجبوری کے ختم ہو جانے پر نماز کو معمول کی صورت میں پڑھا جائے گا۔ ''فَاِذَا اطۡمَاۡنَنۡتُمۡ فَاَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ‌ ۚ''

۴۔ نماز، خدا کے قطعی اور حتمی واجبات میں سے ہے جو ہر زمانے اور ہر دور کی نسل کے لیے ہے۔ ''كَانَتۡ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ كِتٰبًا''

۵۔ ہر نماز کا وجوب اس کے اپنے مخصوص وقت میں ہوتا ہے۔ ''مَّوۡقُوۡتًا۝۱۰۳''

آیت نمبر ۱۰۴

وَلَا تَهِنُوۡا فِى ابۡتِغَآءِ الۡقَوۡمِ‌ ؕ اِنۡ تَكُوۡنُوۡا تَاۡلَمُوۡنَ فَاِنَّهُمۡ يَاۡلَمُوۡنَ كَمَا تَاۡلَمُوۡنَ‌ ۚ وَتَرۡجُوۡنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرۡجُوۡنَ‌ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيۡمًا حَكِيۡمًا۝۱۰۴

ترجمۃ الآیات

دشمن کا پیچھا کرنے میں سستی نہ کرو، اگر تمہیں تکلیف پہنچتی ہے تو وہ بھی تمہارے جیسی تکلیف اٹھاتے ہیں۔ لیکن جو (غیبی امداد اور جنت کی) امیدیں تم خدا سے وابستہ رکھتے ہو وہ نہیں رکھتے اور اللہ تعالیٰ صاحب علم و حکمت ہے۔

نکات:

☆ جنگ اُحد کے بعد ابوسفیان نے کوہ احد کی چوٹی پر کھڑے ہو کر مسلمانوں سے مخاطب ہو کر نعرہ لگایا: ''ہماری یہ فتح

گذشتہ سال جنگ بدر میں ہماری شکست کے بدلے میں ہے'' یہ سن کر اصحاب رسول نے کہا: ہمارے شہدا بہشت میں اور تمہارے مقتول جہنم میں ہیں۔

انہوں نے نعرہ لگایا: ''انّ لنا العزّی ولا عزّی لکم'' ہمارے پاس عزیٰ بت ہے اور تمہارے پاس وہ نہیں ہے۔ مسلمانوں نے جواب دیا: ''اللہ مولانا ولا مولی لکم'' اللہ ہمارا مولا ہے جبکہ تمہارا کوئی مولا نہیں ہے۔

اس پر کفار نے ''ہبل'' نامی بت کا نعرہ لگایا اور کہا: ''اُعلُ ھُبَل'' یعنی زندہ باد ہبل۔ اس پر مسلمانوں نے یہ نعرہ لگایا: ''اللہ اعلیٰ و اجل'' خداوند عالم ہی سب سے بالا اور جلیل القدر ذات ہے۔

اس آیت کے نزول کے بعد پیغمبر خداؐ نے عمومی صف بندی کا حکم جاری فرمایا (حتی کہ زخمیوں کو بھی اس میں شامل ہونے کا حکم صادر فرمایا تاکہ اس طرح سے کفار کے دماغ سے دوبارہ واپسی کی سوچ نکال دیں۔

پیغام:

۱۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ حوصلے بلند رکھیں اور (جنگ احد جیسی) عارضی شکست انہیں سست نہ بنا دے۔ ''وَلَا تَهِنُوْا''

۲۔ دفاعی طریق کے بجائے جارحانہ طرز اختیار کیے رکھو اور دشمن کا پیچھا کرنے میں کوتاہی نہ کرو۔ لَا تَهِنُوْا فِي ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ ؕ''

۳۔ مومنین کے حوصلے بلند رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ ان کے دکھوں اور تکلیفوں کا موازنہ دشمن کے دکھوں اور تکلیفوں سے کیا جائے اور اس پر اضافی بات یہ ہے کہ مومنین کی توجہ خداوند عالم کی غیبی امداد کی طرف مبذول کرائی جائے۔ ''فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ ۚ''

۴۔ جنگ کی تمام تکلیفوں اور مشکلات کے باوجود تم کامیاب اور فاتح ہو کیونکہ تم خدا تعالیٰ کے الطاف و کرم کی امید رکھتے ہو۔ ''تَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ''

۵۔ مسلمان اپنے رب سے گوناگوں امیدیں رکھتے ہیں، غیبی امداد کی امید، کامیابی اور فتح و کامرانی کی امید، دشمن کے مرعوب ہونے کی امید، معنوی اجر و جزا کی امید وغیرہ۔ (آیت میں امید کے مواقع بیان نہیں ہوئے لہٰذا اس میں ہر امید شامل ہے۔) ''تَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ''

۶۔ امید، مجاہد کے لیے تحرک کا بہت بڑا ہتھیار اور عظیم روحانی سرمایہ ہوتی ہے یعنی یا شہادت کہ جس میں سعادت ہوتی ہے یا پھر فتح و کامرانی۔ ''تَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُوْنَ ؕ''

۷۔ جنگوں میں مومنین کا رنج و الم اور دکھ و درد، سب خدا تعالیٰ کے علم و حکمت کے مدار میں ہے، لہٰذا اسے نہیں روکتا۔

"عَلِیۡمًا حَکِیۡمًا ﴿۱۰۴﴾"

آیت نمبر ۱۰۵۔ ۱۰۶

اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکَ الۡکِتٰبَ بِالۡحَقِّ لِتَحۡکُمَ بَیۡنَ النَّاسِ بِمَاۤ اَرٰىکَ اللّٰہُ ؕ وَ لَا تَکُنۡ لِّلۡخَآئِنِیۡنَ خَصِیۡمًا ﴿۱۰۵﴾

وَّ اسۡتَغۡفِرِ اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا ﴿۱۰۶﴾

ترجمۃ الآیات

بے شک ہم نے یہ کتاب تم پر حق نازل کی ہے تا کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے (وحی کے ذریعے) تمہیں سکھایا اور دکھایا ہے اس کے ساتھ لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو اور خیانت کرنے والوں کے حق میں دشمنی نہ کرو۔

اللہ سے مغفرت طلب کرو کہ یقیناً اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

نکات:

☆ ایک مشہور قبیلہ کے کسی شخص نے چوری کا ارتکاب کیا اور جب بات رسول خداؐ تک پہنچی تو اس شخص نے اپنا گناہ ایک اور دشمن "لبید" کے سر تھوپ دیا جو اس کے گھر میں رہ رہا تھا۔ جب لبید پر یہ تہمت لگی تو اس نے اس پر اپنی تلوار نکال لی اور اس سے دعوے کا ثبوت مانگا۔ لوگوں نے اسے اپنے قابو میں لے لیا اور کچھ لوگوں کو رسولخداؐ کی خدمت میں بھیجا تا کہ آپؐ اس کا فیصلہ کریں۔ اس شخص نے قبیلہ کی طرف سے بات کرنے والے شخص کے ہمراہ چند افراد کو پیغمبر کی خدمت میں بھیجا تا کہ وہ سب اس کی حمایت میں بات کر سکیں۔

پیغمبر خدا نے ظواہر کے مطابق اور گواہوں کی گواہی پر اصل چور کو بری قرار دے دیا اور چوری کی خبر لانے والے شخص "قتادہ" کو سرزنش کی۔ لیکن چونکہ قتادہ جانتا تھا کہ لوگوں نے جھوٹی گواہی دی ہے لہٰذا وہ سخت پریشان ہوا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور قتادہ کی مظلومیت، فرضی داستان اور چور کی جھوٹی گواہی اور گواہوں کے جھوٹ کو واضح کر دیا۔

☆ اس آیت کے شان نزول میں ایک اور روایت بھی ہے کہ کسی جنگ میں ایک مسلمان نے ایک زرہ چوری کر لی۔ جب اسے پتہ چلا کہ اس کی چوری ظاہر ہونے والی ہے اور وہ رسوا ہوگا تو اس نے وہ زرہ ایک یہودی کے گھر میں پھینک دی پھر

لوگوں کو اکٹھا کر کے انہیں اس پر گواہ ٹھہرایا کہ وہ نہیں بلکہ یہ یہودی چور ہے۔

پیغمبر اسلامؐ نے ظاہر کے مطابق اس مسلمان کو بری قرار دے دیا لیکن اس آیت کے نزول نے یہودی پر لگنے والے الزام کو صاف کر دیا۔

☆ ''خَصِيْمًا'' ایسے شخص کو کہتے ہیں جو دعوے کرنے والے کی حمایت کرے اور ''خائن'' اسے کہتے ہیں جو قاضی کے سامنے کسی باطل بات کا دعویٰ کرے۔ (تفسیر راہنما)

☆ رسولخداؐ نے فرمایا: میں ظاہر کے مطابق حکم کرتا ہوں۔ لیکن چونکہ تم جانتے ہو کہ تمہارا حق نہیں ہے صرف میرے فیصلے کی وجہ سے کسی سے کوئی چیز نہ چھینو کیونکہ وہ جہنم کا ایک ٹکڑا ہے۔

☆ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: پیغمبر اکرمؐ کے حقیقی جانشینوں کو بھی چاہیے کہ وہ آنحضورؐ کی طرح قرآن کے مطابق فیصلے کریں۔ (کافی، ج۱، ص ۲۶۸)

پیغام:

۱۔ لوگوں کے درمیان فیصلے کرنے اور عدالت قائم کرنے کیلئے قرآن ایک بنیاد ہے۔ ''اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ''

۲۔ قاضی کو قرآنی قانون سے مکمل آگاہی ہونی چاہیے۔ ''اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ''

۳۔ قاضی ہونے کیلئے شرط ہے کہ وہ قرآن وسنت سے آگاہی رکھتا ہو۔ ''اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ ط''

۴۔ چونکہ قرآن کا نزول حق کی بنیاد پر ہوا ہے لہٰذا فیصلے بھی حق ہی کی بنیاد پر کیے جائیں گے، کسی قسم کی وابستگی کی بنیاد پر نہیں، خواہ وہ وابستگی حزب کی ہو یا گروہ کی اور علاقے کی ہو یا نسلی بنیاد پر ہو۔ ''بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ ط''

۵۔ عدل کے مطابق سلوک کرنا اچھا ہے حتیٰ غیر مسلموں کے ساتھ بھی عدل کے مطابق سلوک کرنا ضروری ہے۔ (آیت کی دوسری شان نزول کو ملحوظ رکھتے ہوئے۔) ''لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ ط''

۶۔ فیصلہ کرنا انبیا علیہم السلام کی ذمہ داریوں میں شامل ہے۔ صرف تبلیغ ہی کافی نہیں بلکہ اجرائے احکام بھی ان کا ایک فرض ہے۔ ''لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ''

۷۔ کسی شخص کا کفر باعث نہیں بنتا کہ اس پر تہمت لگائی جائے۔ (یہ بات آیت کی شان نزول سے ظاہر ہے۔)

۸۔ پیغمبر، قانون اور کتاب کے علاوہ الٰہی امداد سے بھی بہرہ مند ہوتے ہیں؟۔ ''اَرٰىكَ اللّٰهُ ط''

۹۔ خدا تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو قرآن کے علاوہ کئی دوسری چیزیں بھی دکھائی اور کئی دوسرے منصوبوں سے آگاہ فرمایا۔ ''اَرٰىكَ اللّٰهُ ط'' یہاں یہ نہیں فرمایا: ''لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ''

۱۰۔ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کی حفاظت کرتا ہے اور لوگوں کی سازشوں اور چالوں کو فاش کرتا ہے۔ ''اَرٰىكَ اللّٰهُ ؕ''

۱۱۔ قانون یقیناً قابل احترام ہے لیکن اس سے ناجائز فائدہ اٹھانے والوں کے بارے میں بھی ایسا طریقہ اختیار کرنا چاہیے کہ جس سے ان کی ہمت ٹوٹ جائے اور یہاں خدائی امداد چارہ گر ثابت ہوئی ہے۔ ''بِمَاۤ اَرٰىكَ اللّٰهُ ؕ''

۱۲۔ خائن کی حمایت اور دفاع کرنا ممنوع ہے۔ ''وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآىِٕنِيْنَ خَصِيْمًا ۝۱۰۵''

۱۳۔ خائن افراد کو دینی راہبروں سے حمایت کی توقع نہیں رکھنی چاہیے۔ ''وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآىِٕنِيْنَ خَصِيْمًا ۝۱۰۵''

۱۴۔ قضاوت ایک ایسا عہدہ ہے کہ اگر اس پر معصوم بھی فائز ہو تو اسے بھی ہر وقت خدا سے مغفرت طلب کرنی چاہیے۔ ''وَّاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ ؕ''

۱۵۔ اسلام کے قابل فخر کارناموں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اگر کسی یہودی پر بھی ظلم ہو جائے تو اس کے بارے میں برا ارادہ کرنے والے مسلمانوں کے لیے اسلام کی اولین شخصیت کو مغفرت کی دعا کرنی ہوتی ہے۔ ''وَّاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ ؕ''

۱۶۔ اگر قرآن خود پیغمبر اسلامؐ کی طرف سے گھڑا ہوا اور تیار کیا ہوا ہوتا تو اس کی آیات میں ہرگز ہرگز رسول خداؐ کو استغفار کا حکم نہ ہوتا۔ ''وَّاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ ؕ''

۱۷۔ قاضی کو فیصلے کرنے کیلئے ہمیشہ کوشش کرتے رہنا چاہیے کہ وہ اپنے نفس کی پیروی سے دور رہے۔ ''وَّاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ ؕ''

۱۸۔ استغفار کرنے والا، خدا کی مغفرت و رحمت سے بہرہ مند ہوتا ہے۔ ''غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝۱۰۶''

۱۹۔ خدا تعالیٰ بخشنے والا ہونے کے علاوہ بہت مہربان بھی ہے۔ ''غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝۱۰۶''

آیت نمبر ۱۰۷

وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِيْمًا ۝۱۰۷ۙ

ترجمۃ الآیات

اور جو لوگ خود اپنے ساتھ خیانت کرتے ہیں تم ان کا دفاع نہ کرو کیونکہ یقیناً اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو دوست نہیں رکھتا جو خیانت کرنے والے گنہگار رہیں۔

نکات:

☆ لوگوں پر ظلم اور ان سے خیانت اپنے آپ سے ہی خیانت ہے کیونکہ اس کے برے آثار ہوتے ہیں:

الف: روح کی پاکیزگی اور عدل خواہی ختم ہو جاتی ہے۔

ب: ایسے مظلوم افراد کو ان کے حق سے محروم کرنا ہے جو آئندہ اٹھ کھڑے ہوں گے۔

ج: الٰہی قہر اور جہنم کو اپنے لیے آمادہ کرنا ہے۔

د: معاشرے کو فاسد کرتا ہے اور یہ فساد خود اس خائن کے دامن تک بھی پہنچ جاتا ہے۔

پیغام:

۱۔ خیانت کار کا دفاع حرام ہے یہ اس کے جرم میں شرکت اور اس پر راضی ہونے کے مترادف ہے۔ ''لَا تُجَادِلْ ...''

۲۔ مسلمان حکمران کو مظلوموں کا حامی ہونا چاہیے نہ کہ ظالم کا ساتھی۔ ''وَلَا تُجَادِلْ ...''

۳۔ اقتدار، دھونس، پروپیگنڈا اور عوامی رائے وغیرہ میں سے کوئی بھی بات خیانت کار کے ساتھ تعاون کرنے کا جواز نہیں بن سکتی۔ ''وَلَا تُجَادِلْ ...''

۴۔ معاشرے کے راہبر اور قاضی کو خائنوں کی شناخت ہونی چاہیے اور اسے ان کے مذموم منصوبوں سے باخبر رہنا چاہیے تاکہ مناسب اقدام کر سکے۔ ''وَلَا تُجَادِلْ''

۵۔ گذشتہ کاموں کے بارے میں استغفار کرنی چاہیے (گذشتہ آیت) اور دوسرے یہ کہ آئندہ سے متعلق ہوشیار رہنا چاہیے۔ ''لَا تُجَادِلْ ...''

۶۔ قرآنی تہذیب و ثقافت میں معاشرے کے تمام افراد ایک جسم کی مانند ہیں لہٰذا معاشرے سے خیانت اصل میں اپنے ساتھ خیانت ہے۔ ''یَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَھُمْ ط''

۷۔ جزوی اور لاعلمی و سادگی کی بنا پر کی جانے والی خیانت اور ہے جبکہ فساد برپا کرنے والوں اور سازشی عناصر کی خیانت زیادہ خطرناک ہے۔ ''یَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَھُمْ، خَوَّانًا اَثِیْمًا''

۸۔ جو شخص خیانت کر کے لوگوں کے دلوں سے اپنی محبت مٹا دیتا ہے خدا کی محبت بھی اس سے منقطع ہو جاتی ہے۔ ''اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ''

۹۔ انسان کے اندر مشہور ہونے اور محبوب ہونے کی خواہش ہوتی ہے، اس خواہش سے اصلاح و تربیت کیلئے استفادہ کرنا چاہیے۔ ''اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ''

۱۰۔ خدا تعالیٰ کی محبت اور نفرت، رسولخداؐ اور مومنین کیلئے تحرک و اقدام کی وجہ اور معیار بنتی ہے۔ ''اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ ...''

آیت نمبر ۱۰۸

يَّسۡتَخۡفُوۡنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسۡتَخۡفُوۡنَ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمۡ اِذۡ
يُبَيِّتُوۡنَ مَا لَا يَرۡضٰى مِنَ الۡقَوۡلِ‌ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعۡمَلُوۡنَ
مُحِيۡطًا ۝۱۰۸

ترجمۃ الآیات

(خیانت کار افراد) اپنی بات لوگوں سے تو چھپاتے ہیں (تاکہ ان کے عیب ظاہر نہ ہوں) لیکن خدا سے نہیں چھپا سکتے حالانکہ خدا اس وقت بھی ان کے ساتھ ہوتا ہے جب وہ رات کے وقت ایسی باتیں کرتے (اور چھپ چھپا کر سازشیں کرتے) ہیں جو خدا کو پسند نہیں اور اللہ تعالیٰ ان کاموں پر احاطہ رکھتا ہے جو وہ انجام دیتے ہیں۔

پیغام:

۱۔ سازش کیلئے رات میں خفیہ جلسے کرنا خائن اور منافقین کا طریقہ کار ہے۔ ''يَّسۡتَخۡفُوۡنَ، يُبَيِّتُوۡنَ''

۲۔ تقویٰ کا ایک اہم ترین عامل یہ ہے کہ انسان کا اس بات پر ایمان ہو کہ خدا حاضر و ناظر ہے اور اس کا علم ہر طرح کی رفتار، گفتار اور کردار پر حاوی ہے۔ ''هُوَ مَعَهُمۡ، مُحِيۡطًا ۝۱۰۸''

۳۔ خداوند بہت قریب سے ہمارے اعمال پر ناظر ہے۔ ''هُوَ مَعَهُمۡ''

۴۔ گفتار بھی عمل ہے، اعمال کا حصہ ہے۔ اس کے باوجود کہ آیت میں ناپسندیدہ گفتار کا ذکر ہو رہا ہے لیکن ''بِمَا يَعۡمَلُوۡنَ'' کی تعبیر استعمال کی گئی ہے۔

آیت نمبر ۱۰۹

هٰۤاَنۡتُمۡ هٰۤؤُلَاۤءِ جٰدَلۡتُمۡ عَنۡهُمۡ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا فَمَنۡ يُّجَادِلُ

اللّٰهَ عَنۡهُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ اَمۡ مَّنۡ يَّكُوۡنُ عَلَيۡهِمۡ وَكِيۡلًا ﴿۱۰۹﴾

ترجمۃ الآیات

(تعجب تو اس بات پر ہے کہ) تم دنیاوی زندگی میں تو ان (خائنوں) کی حمایت کرتے ہو (لیکن) کل قیامت کے دن کون ان کا دفاع کرے گا؟ یا (اس دن) ان کا کون وکیل ہوگا؟

نکات:

☆ تین آیات میں ۱۰۷ تا ۱۰۹ میں تین گروہوں کو تین طرح سے خبردار کیا ہے:

الف: قاضی سے کہا گیا کہ محتاط رہو کہیں حق کی حدود سے آگے نہ بڑھ جاؤ۔ ''بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ ط''

ب: خیانت کار سے کہا گیا کہ تمہارے تمام کاموں پر خدا تعالیٰ ناظر ہے۔ ''هُوَ مَعَهُمۡ''

ج: خائن کی حمایت کرنے والے سے کہا گیا کہ تمہاری کوشش قیامت میں کام نہ آئی گی۔ ''فَمَنۡ يُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنۡهُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ''

پیغام:

۱۔ خیانت کار لوگوں کو اپنے آج کے حامیوں سے خوش نہیں ہو جانا چاہیے کیونکہ ابھی آئندہ وقت ہے۔ خائن لوگوں کی حمایت جلد ختم ہو جانے والی اور موقتی ہے۔ ''فَمَنۡ يُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنۡهُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ''

۲۔ دنیا میں عدالت کا حکم نافذ ہوتا ہے لیکن مجرم کو اپنا حساب آخرت کے لیے کرنا چاہیے کیونکہ وہاں وہ اکیلا ہوگا۔ ''فَمَنۡ يُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنۡهُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ''

۳۔ خیانت کار شخص کا دفاع کرنے والے نہ بنو، اس کی طرف سے ملنے والے وکالت کے حق سے دھوکہ نہ کھا جانا۔ ''فَمَنۡ يُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنۡهُمۡ''

۴۔ ایسے مظلوم افراد جو دنیا میں اپنا حق وصول نہ کر سکیں، انہیں پر امید رہنا چاہیے کہ قیامت میں اپنے حمایتی رکھتے ہیں اور وہاں ظالم کو حساب دینا ہوگا۔ ''فَمَنۡ يُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنۡهُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ۔۔۔''

آیت نمبر ۱۱۰

وَمَنۡ يَّعۡمَلۡ سُوۡٓءًا اَوۡ يَظۡلِمۡ نَفۡسَهٗ ثُمَّ يَسۡتَغۡفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ

غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿١١٠﴾

ترجمۃ الآیات

اور جو شخص برے کام کرے یا اپنے اوپر ظلم کرے لیکن پھر خدا سے مغفرت کی دعا کرے تو وہ خدا کو بخشنے والا مہربان پائے گا۔

نکات:

☆ گذشتہ آیت میں خیانت کار شخص کو خبردار کیا گیا ہے اور اس آیت میں اس کیلئے توبہ کی راہ کھلی ہونے کی بشارت دی گئی ہے۔

☆ آیت میں ''سُوْٓءًا'' کے ایک معنی ''دوسروں کو نقصان پہنچانا'' بھی ہیں تو اس لحاظ سے آیت میں دوسروں پر اور اپنے اوپر ظلم کی بات ہو رہی ہے۔ بعض نے ''سُوْٓءًا'' سے مراد صغیرہ گناہ لی ہے اور ''نفس پر ظلم'' سے مراد کبیرہ گناہ لی ہے۔ (تفسیر راہنما)

پیغام:

۱۔ انسان کو یہ حق بھی حاصل نہیں ہے کہ اپنے اوپر ظلم کرے۔ حقیقت میں گناہ اپنے اوپر ظلم ہے۔ ''يَظْلِمْ نَفْسَهٗ''

۲۔ خطا کاروں کیلئے واپسی کا راستہ کھلا ہوا ہے۔ ''يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ''

۳۔ بندے کے حقیقی استغفار اور خالق کی مغفرت کے درمیان کوئی فاصلہ نہیں۔ ''يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿١١٠﴾''

۴۔ حقیقی توبہ اس قدر شریں ہے کہ ہر توبہ کرنے والا انسان اپنے باطن میں رحمت الٰہی کا احساس کرتا ہے۔ ''يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿١١٠﴾''

۵۔ خدا تعالیٰ صرف برائیوں کو ہی معاف نہیں کرتا بلکہ بہت مہربان بھی ہے۔ ''غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿١١٠﴾''

آیت نمبر ۱۱۱

وَمَنْ يَّكْسِبْ اِثْمًا فَاِنَّمَا يَكْسِبُهٗ عَلٰى نَفْسِهٖ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا

حَكِيۡمًا ۝۱۱۱

ترجمۃ الآیات

اور جو شخص کسی گناہ کا مرتکب ہوتا ہے تو (حقیقت میں) وہ اپنے آپ ہی کو نقصان پہنچاتا ہے اور اللہ تعالیٰ صاحب علم و حکمت ہے۔

نکات:

☆ گناہ جو الٰہی قوانین کی حدود سے تجاوز کا نام ہے، وہ دل کی پاکیزگی، روح کے تقویٰ اور عدالت کو انسان کے اندر سے ختم کر دیتا ہے اور یہی بہت بڑا خسارہ ہے۔ کائنات کے نظام میں خدائی قوانین ایسے ہیں کہ لوگوں پر ڈھائے گئے مظالم کا نتیجہ جلد یا بدیر خود ہمیں ہی بھگتنا پڑتا ہے۔ ''فَاِنَّمَا يَكۡسِبُهٗ عَلٰى نَفۡسِهٖ ''

پیغام:

۱۔ ہر گناہ انسان کے جسم و روح پر براہ راست اثر کرتا ہے۔ ''يَكۡسِبُهٗ عَلٰى نَفۡسِهٖ ؕ ''

۲۔ انسان گناہ کرنے پر مجبور نہیں ہے بلکہ وہ اپنے ارادے اور اختیار سے گناہ کا ارتکاب کرتا ہے۔ ''يَّكۡسِبۡ ''

۳۔ گنہگار کی طرف اس کے گناہ کے برے اثرات پہنچنے میں کوئی غلطی نہیں ہوتی اور یہ کام حکمت پر مبنی ہے۔ ''عَلِيۡمًا حَكِيۡمًا ۝۱۱۱ ''

۴۔ حکیمانہ کام کیلئے علم و آگاہی کا ہونا ضروری ہے۔ ''عَلِيۡمًا حَكِيۡمًا ۝۱۱۱ ''

آیت نمبر ۱۱۲

وَمَنۡ يَّكۡسِبۡ خَطِيۡٓـئَةً اَوۡ اِثۡمًا ثُمَّ يَرۡمِ بِهٖ بَرِيۡٓـئًـا فَقَدِ احۡتَمَلَ بُهۡتَانًا وَّاِثۡمًا مُّبِيۡنًا ۝۱۱۲

ترجمۃ الآیات

اور جو شخص کسی خطا یا گناہ کا مرتکب ہوتا ہے پھر اسے کسی بے گناہ کی طرف منسوب کر دیتا ہے تو

یقیناً وہ تہمت اور آشکارا گناہ کا بوجھ اپنے اوپر اٹھاتا ہے۔

نکات:

☆ ''خطا'' کے معنی ''لغزش'' ہیں، ابتدا میں اس کا اطلاق غیر ارادی لغزشوں پر ہوتا تھا مگر رفتہ رفتہ ہر ارادی و غیر ارادی گناہ پر ہونے لگا اور اب دونوں طرح کی لغزشوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے لیکن ''اِثْمًا'' کا اطلاق جان بوجھ کر کیے جانے والے گناہ پر ہوتا ہے۔

☆ تہمت، بہت بڑے گناہ کو کہا جاتا ہے جو ایمان کے خاتمے، عدل اور معاشرے میں اعتماد کے محو ہونے اور اُخروی عذاب کا باعث ہے۔ امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ بے گناہ شخص پر تہمت لگانا، بلند ترین پہاڑ کے بوجھ سے زیادہ سنگین ہے۔ (سفینۃ البحار، مادہ ''بہت''؛ کافی، ج ۲، باب التہمۃ)

☆ ''بُہتان'' ایسے جھوٹ کو کہتے ہیں جس کے سننے سے انسان حیران رہ جائے۔

☆ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: غیبت وہ ہے کہ جس کو خدا تعالیٰ نے اس کے برادر دینی سے چھپایا ہو جبکہ وہ اسے افشا کر دے۔ لیکن اگر اس کے بارے میں ایسی چیز کہے جو اس میں نہیں ہے تو وہ بُہتان ہے۔ (وسائل، ج ۱۳، ص ۲۸۶)

پیغام:

۱۔ تہمت درحقیقت لوگوں کی عزت و آبرو پر تیر چلانے کا نام ہے۔ ''یَرْمِ بِہٖ''

۲۔ بے گناہ کا تعلق خواہ کسی قوم و مذہب سے ہو اور وہ کسی بھی سن و سال کا ہو اور کسی بھی حالت میں ہو، اس پر تہمت لگانا حرام ہے۔ ''یَرْمِ بِہٖ بَرِیْٓـًٔا''

۳۔ تہمت لگانے والا گناہ کا بہت بڑا بوجھ اپنے اوپر اٹھاتا ہے۔ ''فَقَدِ احْتَمَلَ'' (دو کلمے ''بُهْتَانًا'' اور ''اِثْمًا'' میں تنوین کا ہونا، گناہ کے بڑے ہونے کو بتا رہا ہے۔)

آیت نمبر ۱۱۳

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَيْءٍ ؕ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ

تَعۡلَمُ ؕ وَكَانَ فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَيۡكَ عَظِيۡمًا ﴿۱۱۳﴾

ترجمة الآيات

اور (اے پیغمبرؐ!) اگر تم پر خدا کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو ان میں سے ایک گروہ کے لوگ تمہیں حق کے راستے سے (ہٹانے اور) گمراہ کرنے کا قصد کر چکے تھے لیکن یہ لوگ اپنے آپ کے سوا کسی کو گمراہ نہیں کرتے اور تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے اور اللہ تعالیٰ نے تم پر کتاب اور حکمت کو نازل کیا اور جو چیز تم نہیں جانتے تھے تمہیں اس کی تعلیم دی اور تم پر خدا کا بہت بڑا فضل ہے۔

نکات:

☆ ممکن ہے کہ اس آیت کا تعلق ۱۰۵ آیت کی طرح چوری کے اس معاملے سے ہو جس میں ایک بے گناہ پر جھوٹی تہمت لگا کر اس کے خلاف جھوٹے گواہ پیش کر دیے گئے تھے جس کی تفصیل آیت ۱۰۵ میں گذر چکی ہے اور رسول خداؐ نے اس ظاہری گواہی کی بنا پر فیصلہ دیا تھا۔

یا پھر بعض مفسرین کے بقول اس کا تعلق ان کافر لوگوں سے ہے جو وفد کی صورت میں آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آ کر یہ پیش کش کی کہ ''دو شرطوں کے ساتھ ہم حاضر ہیں کہ آپؐ کی بیعت کریں:

۱۔ ہم بتوں کو اپنے ہاتھوں سے نہ توڑیں۔

۲۔ ہم ایک سال تک ''عزیٰ'' نامی بت کی پوجا کرتے رہیں۔

اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی اور ان کی مکاریوں کا پردہ چاک کر دیا۔

پیغام:

۱۔ دشمن تو اس حد تک چالاکی اور مکاری سے کام لیتا ہے کہ پیغمبر عظیم الشان جیسی شخصیت کو بھی ان کے موقف سے ہٹانے کی تدبیریں سوچتا رہتا ہے لہٰذا مسلمان راہنماؤں کو خبردار اور ہوشیار رہنا چاہیے۔ ''يُّضِلُّوۡكَ''

۲۔ دوسروں کو راہ راست سے ہٹانے کا قصد درحقیقت خود کو گمراہ کرنے کا قصد ہوتا ہے۔ ''وَمَا يُضِلُّوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡفُسَهُمۡ''

۳۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح قرآن مجید کی حفاظت اپنے ذمہ لی ہے ''اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ ﴿۹﴾''

(حجر-۹) اسی طرح اپنے پیغمبر سے ''وَمَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَيْءٍ ؕ'' کہہ کر ان کو بھی ہمیشہ کے لیے محفوظ کر لیا ہے۔

۴۔ خدائی تعلیم اور کتاب و حکمت کا نزول پیغمبر اسلامؐ کی عصمت، ان کے لیے خدا کی امداد اور ان پر خدا کے فضل و کرم کی واضح دلیل ہے۔ ''اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ''

۵۔ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کو غیب کا علم عطا کرتا ہے اور انہیں اپنے راز و اسرار سے آگاہ فرماتا ہے۔ ''عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ''

۶۔ قرآن مجید اور پیغمبر خدا کی حقانیت کی ایک واضح دلیل یہی آیت ہے کہ جس میں کہا گیا ہے '' آپؐ الٰہی تعلیم کے بغیر مسائل سے آگاہی حاصل نہیں کر سکتے تھے۔ جی ہاں! اگر قرآن مجید پیغمبر کا بنایا ہوا ہوتا تو وہ کبھی بھی اپنے ساتھ جہل کی نسبت نہ دیتے۔ ''عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ''

۷۔ چونکہ اللہ تعالیٰ خود ہی اپنے پیغمبر کا معلم ہے لہٰذا ان کی تعلیم میں کسی قسم کی غلطی اور خطا کا شائبہ تک نہیں ہو سکتا۔ ''عَلَّمَكَ''

۸۔ بشری علم کا دائرہ محدود ہے حتیٰ کہ پیغمبر خدا کا علم بھی ایسا ہی ہے۔ ''مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ''

آیت نمبر ۱۱۴

لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۭ بَيْنَ النَّاسِ ؕ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۱۴﴾

ترجمۃ الآیات

ان کے بہت سے مخفی (اجلاسوں اور) باتوں میں کوئی بھلائی نہیں ہے مگر جو شخص صدقہ دینے یا ایک کام کرنے یا لوگوں کے درمیان میل ملاپ اور صلح و آشتی کرانے کا حکم دے (اور مخفی طور پر کام کرے) اور جو شخص خدا کی رضا کے حصول کے لیے ایسا کرے گا تو ہم اسے جلد ہی بہت بڑا اجر عطا کریں گے۔

نکات:

☆ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: اس آیت میں ''معروف'' سے مراد قرض الحسنہ دینا ہے۔ (کافی، ج ۴،

ص ۳۴)

☆ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: افراد کے درمیان خوش بینی ایجاد کرنا اور صلح قائم کرنا، خواہ جھوٹ کے ذریعے ہو، ایک پسندیدہ عمل ہے۔ (کافی، ج ۲، ص ۳۴۱)

پیغام:

۱۔ ''نَجْوٰی'' (سرگوشی) سوائے چند استثنائی صورتوں کے ناپسندیدہ ہے کیونکہ سرگوشی سے مومنین کے درمیان بدگمانی پیدا ہوتی ہے۔ ''لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ''

۲۔ اپنے نظریے کے اظہار کے لیے انصاف کو مدنظر رکھنا چاہیے۔ ہر طرح کی سرگوشی کو برا نہیں سمجھنا چاہیے۔ ''فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ''

۳۔ بعض اوقات لوگوں کے درمیان صلح کرانے کے لیے اس بات کی ضرورت ہوتی ہے کہ ایک علیحدہ نشست میں یا طرفین میں سے کسی ایک فریق کے ساتھ تنہائی میں گفتگو کی جائے۔ ''اِصْلَاحٍۭ بَيْنَ النَّاسِ ۭ''

۴۔ بعض اوقات کھلم کھلا امر بالمعروف کرنے سے یا آشکار صدقہ دینے سے مخاطب کو شرمندگی محسوس ہوتی ہے یا ایسا کرنا اس کی ہٹ دھرمی کا موجب بن جاتا ہے لہٰذا اسے تنہائی میں نجویٰ کے طور پر سمجھایا جائے یا الگ جا کر صدقہ دیا جائے۔ ''اَوْ مَعْرُوْفٍ''

۵۔ انسانی آبرو کی حفاظت اس قدر اہم ہے کہ نجویٰ جو ناپسندیدہ چیز ہے وہ پسندیدہ بن جاتی ہے۔ اسی طرح چھپا کر صدقہ دینا اور مخفی طور پر امر بالمعروف کرنا نجویٰ کی خرابی کو اپنے تحت الشعاع (میں پوشیدہ) قرار دے دیتے ہیں۔ ''اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ ۔۔۔''

۶۔ ہر کام کی قدر و قیمت خلوص کی وجہ سے ہوتی ہے۔ ''ابْتِغَاۗءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ''

۷۔ ہر مخفی اور چھپا کر کیا جانے والا کام خلوص کی علامت نہیں ہوتا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ کوئی سازش، فریب یا دکھاوا ہو۔ ''وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَاۗءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ''

۸۔ معاشرے کی خدمت، نیکی کی دعوت اور مل جل کر صلح کے ساتھ رہنا، خدا تعالیٰ کی طرف سے اجر عظیم کے دریافت کا موجب بنتا ہے۔ ''نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝۱۱۴''

آیت نمبر ۱۱۵

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ

سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿۱۱۵﴾

ترجمۃ الآیات

اور ہدایت کے واضح ہو جانے کے باوجود بھی جو شخص رسول کی مخالفت کرے گا اور مومنین کی راہ کے علاوہ کوئی اور راستہ اختیار کرے گا، ہم اسے اسی شخص کے سپرد کر دیں گے جسے اس نے خود اپنا ولی قرار دیا ہو گا اور اسے دوزخ میں پھینک دیں گے اور وہ (اس کے لیے) بہت برا ٹھکانا ہو گا۔

نکات:

☆ یہ آیت ایسے افراد کے بارے میں ہے جو اسلام اور پیغمبر کی رسالت کو قبول کرنے کے بعد، کھلم کھلا آپؐ کے دستورات کی مخالفت کرتے ہیں اور اپنے راستے کو عام مسلمانوں کے راستے سے جدا کرتے ہیں۔

☆ ''مُشاقة رسول'' یعنی خود کو ایک طرف ایک شق قرار دینا اور دوسری طرف رسول اکرمؐ کو ایک شق قرار دینا۔ قانون شکنی کرنا اور جانتے بوجھتے ہوئے، دشمنی کی بنیاد پر مخالفت کرنا۔

☆ شقاق اور پیغمبر خدا کے ساتھ مخالفت مختلف طرح کی ہے: جیسے پورے دین کا انکار، بعض چیزوں پر ایمان لے آنا اور بعض چیزوں سے کفر کرنا، تحریف، توجیہ اور شرعی حیلہ بازی کرنا ہے۔

پیغام:

۱۔ علم اور شناخت ذمہ داری کا موجب بنتا ہے۔ پیغمبر کے مخالفین کو کیفر کرنا اس وقت صحیح ہے جب وہ حقانیت پیغمبر کو جان چکے ہوں۔ ''وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ''

۲۔ مسلمانوں کی عملی سیرت اس وقت حجت ہوتی ہے جب وہ سنت وطریقہ رسول اللہ کی مخالفت نہ کریں۔ ''وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ''

۳۔ پیغمبر اسلام اور مومنین ایک ہی محاذ پر ہیں، دونوں ایک ہی ہیں لہٰذا اسلامی معاشرے کی مخالفت، پیغمبر اکرم کی مخالفت شمار ہو گی۔ ''يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ''

۴۔رسول خدا کی اطاعت اور ان کے آگے سر تسلیم خم کر دینا واجب ہے اور آپ کی مخالفت حرام ہے۔ ''وَمَنۡ یُّشَاقِقِ الرَّسُوۡلَ ''

۵۔مسلمانوں کی صفوں میں انتشار پھیلانا اور تفرقہ ایجاد کرنا، دوزخ میں جانے کا موجب ہے۔ ''یَتَّبِعۡ غَیۡرَ سَبِیۡلِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصۡلِہٖ جَہَنَّمَ ؕ ''

۶۔اللہ تعالیٰ اتمام حجت کیے بغیر کسی کو جہنم میں نہیں ڈالتا۔ ''بَعۡدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُ الۡہُدٰی ''

۷۔ان قاصر اور مستضعف افراد کی بات اور ہے جو حق کی بات کو نہیں سن سکتے یا (سن تو سکتے ہیں لیکن) ان میں تشخیص کرنے کی اہلیت نہیں ہوتی۔ مگر ان ہٹ دھرم لوگوں کی بات اور ہے جو اپنی ضد پر اڑے رہتے ہیں۔ ''بَعۡدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُ الۡہُدٰی ''

۸۔انسان کے زوال اور تباہی کے اسباب خود اس کے اپنے ہاتھ میں ہیں۔ ''وَمَنۡ یُّشَاقِقِ الرَّسُوۡلَ ۔۔۔ وَنُصۡلِہٖ جَہَنَّمَ ؕ ''

۹۔حقیقی مومنوں کی راہ کے علاوہ دوسرا ہر راستہ جہنم تک جا پہنچتا ہے۔ ''یَتَّبِعۡ غَیۡرَ سَبِیۡلِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصۡلِہٖ جَہَنَّمَ ؕ ''

۱۰۔غیر الٰہی حکومتوں اور افراد کے کہنے پر یا ان کے اشاروں پر رسولخدا اور امت اسلامی کی مخالفت کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان جہنم میں پھونک دیا جاتا ہے۔ ''نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی ''

۱۱۔اللہ تعالیٰ گمراہ لوگوں سے اپنی نعمتیں اور سہولیات نہیں چھینتا اور جو شخص جس راہ کو انتخاب واختیار کرتا ہے اسی راہ میں اس کی امداد کرتا ہے۔ ''نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی ''

آیت نمبر ۱۱۶

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغۡفِرُ اَنۡ یُّشۡرَکَ بِہٖ وَیَغۡفِرُ مَا دُوۡنَ ذٰلِکَ لِمَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَمَنۡ یُّشۡرِکۡ بِاللّٰہِ فَقَدۡ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِیۡدًا ﴿۱۱۶﴾

ترجمۃ الآیات

یقیناً اللہ تعالیٰ (توبہ کے علاوہ) اس بات کو معاف نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے اور اس کے علاوہ اس سے کمتر یا نچلے درجے کا جو گناہ ہو تو وہ جسے چاہے (اور لائق جانے) معاف کر دے گا اور جو شخص خدا کے لیے کوئی شریک بنائے تو وہ بہت دور کی

گمراہی میں جا پڑے گا۔

نکات:

☆ یہ آیت تھوڑے سے فرق کے ساتھ اس سے پہلے اسی سورت میں آیت ۴۸ میں گذر چکی ہے۔ ہدایت اور تربیت کے مسائل میں تکرار ضروری ہوتا ہے۔

☆ جب تک شرک کی بیخ کنی نہ کی جائے کہ جو ایک گہری روحانی بیماری ہے، اخلاق اور نیک اعمال کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ خالص توبہ شرک کا علاج ہے اور مشرک کو شرک کے مدار سے نکلنا ہوگا تاکہ خدا کی مغفرت اور رحمت اس کے شامل حال ہو سکے۔

(اللہ تعالیٰ کی بخشش کی راہوں سے مراد گناہوں سے معافی مانگنا، کارِ خیر انجام دینا اور کبیرہ گناہوں سے اجتناب اور ان سے توبہ کرنا ہے۔)

☆ یہ آیت قرآن مجید کی آیات میں سب سے زیادہ اُمید دینے والی ہے۔ (تفسیر اطیب البیان)

پیغام:

۱۔ رسولِ خدا کی مخالفت اور مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ کرنا (جس کا ذکر گذشتہ آیت میں ہوا ہے۔) ایک طرح سے شرک ہے۔ ''وَمَنۡ یُّشَاقِقِ ۔۔۔ لَا یَغۡفِرُ اَنۡ یُّشۡرَکَ بِہٖ''

۲۔ شرک سب سے بڑا اور ناقابل بخشش گناہ ہے۔ ''لَا یَغۡفِرُ اَنۡ یُّشۡرَکَ بِہٖ''

۳۔ انسان کو چاہیے کہ خدا کی طرف سے مغفرت کے بارے میں خوف و امید کے درمیان درمیان رہے۔ ''لِمَنۡ یَّشَآءُ ؕ''

۴۔ شرک، حق اور کمال سے گمراہ ہو جانے، اور اس گمراہی میں ہر طرح کے کمال سے دور جا گرنے کا نام ہے۔ ''ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِیۡدًا ﴿۱۱۶﴾''

آیت نمبر ۱۱۷

اِنۡ یَّدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِہٖۤ اِلَّاۤ اِنٰثًا ۚ وَاِنۡ یَّدۡعُوۡنَ اِلَّا شَیۡطٰنًا مَّرِیۡدًا ﴿۱۱۷﴾

ترجمۃ الآیات

وہ (مشرکین) خدا کی بجائے بس ان مؤنث معبودوں کو پکارتے ہیں (جن کے نام عورتوں کے ناموں پر ہیں جیسے لات ومناۃ وعزیٰ) اس طرح وہ صرف راندہ درگاہ، سرکش شیطان ہی کو پکارتے ہیں۔

نکات:

☆ اس سے پہلی آیت میں مشرکین کو ضلالت اور گمراہی میں قرار دیا گیا ہے اور اس آیت میں اس کی وجہ بتائی جارہی ہے کہ مشرکین مکہ اپنے باطل گمان کے تحت بتوں کی پوجا کیا کرتے تھے اور شیطان کی پیروی کرتے تھے۔

☆ آیت ''اِنٰثًا'' میں مؤنث معبودوں سے مراد ایسے بت ہیں جن کا نام مشرکین نے مؤنث ناموں پر رکھا تھا جیسے لات ومناۃ وعزیٰ، یا ان کے باطل گمان میں ایسے وہ فرشتے تھے جو خدا تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ شاید آیت میں ''اناث'' سے مراد ایسا موجود ہے جو اثر کو قبول کرتا ہے اور کمزور ہے اس لیے وہ قابل پرستش نہیں ہے۔

پیغام:

۱۔ غیر الٰہی معبود یا کمزور ہیں یا سرکش ہیں۔ ''اِلَّآ اِنٰثًا ۚ وَاِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا ﴿۱۱۷﴾''

۲۔ معبود برحق سے فرار کرکے باطل معبودوں اور شیطان کے پاس پناہ لینے کے علاوہ ان کے پاس کوئی حل نہیں ہے۔ ''اِلَّآ اِنٰثًا ۚ وَاِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا ﴿۱۱۷﴾''

۳۔ تمام گمراہ کن راستے ایک راستے یعنی شیطان کی پیروی پر جا کر ختم ہوتے ہیں۔ ''وَاِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا ﴿۱۱۷﴾''

۴۔ خدا تعالیٰ کے علاوہ کسی معبود کی پرستش حقیقت میں شیطان پرستی ہے۔ ''مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اِنٰثًا ۚ وَاِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا ﴿۱۱۷﴾''

آیت نمبر ۱۱۸۔ ۱۱۹

لَّعَنَهُ اللّٰهُ ۘ وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ﴿۱۱۸﴾

وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ

وَلَاٰمُرَنَّهُمۡ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلۡقَ اللّٰهِ ؕ وَمَنۡ يَّتَّخِذِ الشَّيۡطٰنَ وَلِيًّا مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ فَقَدۡ خَسِرَ خُسۡرَانًا مُّبِيۡنًا ﴿۱۱۹﴾

ترجمۃ الآیات

خدا نے شیطان کو رحمت سے دور کیا! اس نے کہا کہ یقیناً میں تیرے بندوں میں سے ایک حصہ ضرور لوں گا (اور انہیں حق کی راہ سے ہٹا دوں گا۔)

اور انہیں ضرور گمراہ کروں گا اور انہیں حتماً ان کی آرزوؤں میں سرگرم رکھوں گا اور انہیں حکم دوں گا کہ چوپایوں کے کانوں کو چیریں اور ان میں شگاف ڈالیں (تاکہ یہ علامت ہو کہ یہ جانور بتوں کا حصہ ہے) اور انہیں یہ حکم بھی ضرور دوں گا کہ خدا کی تخلیق کو بگاڑ ڈالیں اور جو شخص خدا کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا دوست اور سرپرست بنائے گا تو یقیناً وہ کھلم کھلا خسارہ اٹھائے گا۔

نکات:

☆ ''لَاُمَنِّيَنَّهُمۡ'' کے معنی خالی اور بے جا قسم کی آرزوؤں کی تاکید کرنا ہے۔

☆ جانوروں کے کانوں کو چیرنا یا ان میں چھید ڈالنا زمانہ جاہلیت کے خرافاتی طریقوں میں شامل تھا اور وہ یوں کہ لوگ جانور کے کانوں کو چیرنے کے بعد اس پر سوار ہونا یا اسے ذبح کرنا یا اس سے کسی قسم کا کام لینا حرام سمجھتے تھے۔

☆ ان دو آیات میں لوگوں کو گمراہ کرنے کے بارے میں شیطان کی طرف سے تاکید بتائی گئی ہے۔ صاحبان ایمان کو خبردار رہنا چاہیے۔

☆ ''مِنۡ عِبَادِكَ نَصِيۡبًا مَّفۡرُوۡضًا ﴿۱۱۸﴾'' کو دو طرح معنی کیا جاسکتا ہے:

الف: بندوں میں سے بعض کو گمراہ کروں گا۔

ب: ہر بندے کے کچھ وقت کو شیطانی بنا دوں گا۔

☆ روایت میں ہے کہ ''فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلۡقَ اللّٰهِ ؕ'' کے جملے میں دین خدا کے اندر تبدیلی کرنا بھی شامل ہے۔ (تفسیر برہان وعیاشی)

☆ کسی جانور کا بغیر کسی فائدے اور استعمال کے رہنا یا رکھنا، اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا، تو کس طرح ممکن ہے کہ

اسلام کسی انسان کو اجازت دے کہ وہ بغیر مقصد اور بے مصرف زندگی گذارے۔ ''فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ ''

پیغام:

۱۔ شرک کرنا شیطان کے جال میں پھنسنا ہے۔ ''اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اِنٰثًا ۔۔۔ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ ''

۲۔ شیطان، انسان کا دیرینہ دشمن ہے لہٰذا اپنے ہوش ٹھکانے میں رکھو تاکہ اس کے جال میں نہ پھنس جاؤ۔ ''لَاَتَّخِذَنَّ ''

۳۔ شیطان، انسان کی گمراہی کے لیے اپنے تمام حیلے اور حربے آزماتا ہے اور آخری دم تک کوشش کرتا رہتا ہے۔ (وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ﴿١١٩﴾)

۴۔ شیطان سب کو گمراہ نہیں کرسکتا۔ ''لَاَتَّخِذَنَّ ''

۵۔ شیطان، خدا کی خالقیت کو قبول کرتا ہے۔ ''فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ''

۶۔ وسوسوں کا خطرہ، سنجیدہ اور دائمی ہے لہٰذا ہمیں اپنے دشمن کو پہچاننا چاہیے۔ (تمام افعال کے شروع میں حرف لام کا آنا خطرے کا سنجیدہ ہونا ہے۔) ''لَاَتَّخِذَنَّ ۔۔۔''

۷۔ شیطان ہر شخص کو مختلف انداز میں گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ کسی کو بدعت کا مرتکب کر دیتا ہے، کسی کو تخلیق میں تبدیلی پیدا کرنے کا حکم دیتا ہے۔ ''لَاُمَنِّيَنَّهُمْ ،فَلَيُبَتِّكُنَّ، فَلَيُغَيِّرُنَّ ''

۸۔ لمبی لمبی آرزوئیں شیطان کی طرف سے دل میں ڈالے ہوئے وسوسے ہوتے ہیں۔ ''لَاُمَنِّيَنَّهُمْ ''

۹۔ شیطان پہلے انسان کی فکر اور روح پر اثر انداز ہوتا ہے پھر اسے اپنے سامنے تسلیم کر لیتا ہے۔ (گمراہ کرنے والے اور طویل آرزوں والے جملے پہلے آئے ہیں اور حکم دینے والے جملے بعد میں آئے ہیں۔) ''لَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ ''

۱۰۔ انسان فطری طور پر حق کے راستے پر ہے۔ ''اضلال'' ایسی جگہ استعمال ہوتا ہے جہاں شخص پہلے حق کے راستے پر ہوتا ہے۔ ''لَاُضِلَّنَّهُمْ ''

۱۱۔ شیطان، لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی حلال چیزوں کو حرام کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ ''فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ ''

۱۲۔ آرزوئیں انسان کو شیطان کی پیروی پر آمادہ کرتی ہیں۔ ''وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ ''

۱۳۔ خرافات، شیطانی وسوسے ہوتے ہیں۔ ''فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ ''

۱۴۔ مخلوقات میں تبدیلی کرنا حرام اور شیطانی کام ہے۔ (جیسے عورت کو مرد کا روپ دینا یا مرد کو عورت کا روپ دینا۔) '' فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ۭ ''

اس آیت کے بارے میں امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ خدا و دین کے احکام میں ردو بدل کرتے ہیں۔

۱۵۔ شیطان کی اطاعت کرنا حقیقت میں اس کی ولایت کو قبول کرنا ہے۔ ''يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا''

۱۶۔ صرف خدا تعالیٰ انسانوں پر ولایت کا حق رکھتا ہے اور وہی ہمارا ولی ہونے کے لائق ہے۔ ''مَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ۱۱۹''

آیت نمبر ۱۲۰ ـ ۱۲۱

يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيْهِمْ ۭ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ۱۲۰

اُولٰۗىِٕكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۡ وَلَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا ۱۲۱

ترجمۃ الآیات

(شیطان) ان سے وعدے کرتا ہے اور انہیں امیدیں دلاتا ہے اور شیطان ان سے جو وعدے کرتا ہے وہ فریب کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہیں۔

اور ان لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے وہ اس سے بھاگنے کی راہ نہیں پائیں گے۔

نکات:

☆ ''مَحِيْصًا'' کا لفظ ''حیص'' سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں پلٹ جانا اور صرف نظر کر لینا۔

☆ جب خدا کی طرف سے بخشش کی آیت (آل عمران ـ ۱۳۵) نازل ہوئی تو ابلیس نے چیخ کر اپنے ساتھیوں کو بلایا اور ان سے کہا کہ انسان کی توبہ سے ہماری تمام تر کوششیں رائیگاں ہو جائیں گی اس بارے میں کوئی تجویز پیش کرو۔ ہر ایک نے اپنی اپنی رائے پیش کی لیکن ایک شیطان نے کہا: جب بھی کوئی شخص توبہ کا ارادہ کرے گا تو میں اسے آرزوؤں اور وعدوں میں گرفتار کر لوں گا تاکہ وہ توبہ کو تاخیر میں ڈال دے۔ یہ سن کر ابلیس نے اس کی بات مان لی اور اس سے راضی ہو گیا۔ (تفسیر صافی)

☆ خدا نے بھی وعدہ کیا ہے اور شیطان نے بھی کیا ہے لیکن خدا کا وعدہ سچا اور برحق ہے۔ ''وَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ ۭ'' (حج ـ ۴۷) یعنی خدا تعالیٰ ہرگز وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ جبکہ شیطانی وعدے جھوٹ اور فریب پر مبنی ہوتے ہیں اور اس کے علاوہ کچھ نہیں۔ ''وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ۱۲۰''

☆ شیطانی وعدے کی علامت تنگ نظری اور فساد ہے۔ ایک آیت میں ہم پڑھتے ہیں: ''اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ'' (بقرہ۔ ۲۶۸) یعنی شیطان تم سے فقر کا وعدہ کرتا ہے اور تمہیں برائیوں کا حکم دیتا ہے۔

پیغام:

۱۔ آرزوؤں کے ساتھ دل لگالینا، شیطان کے جال میں جاگرنا ہے۔ ''يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيْهِمْ ؕ''

۲۔ جو لوگ دوسروں سے حتیٰ کہ کمسن بچوں سے بھی جھوٹے وعدے کرتے ہیں، وہ شیطانی فعل انجام دیتے ہیں۔ ''يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيْهِمْ ؕ ---''

۳۔ ایک گروہ کیلئے جہنم ابدی اور دائمی ٹھکانا ہے۔ ''مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۫ ---''

۴۔ سزا کی دھمکی، فساد اور برائیوں سے روکنے کا ایک انداز ہے۔ ''مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ''

۵۔ دنیا کی ہر مصیبت اور پریشانی سے گریز ممکن ہے لیکن آخرت کے عذاب سے ہرگز فرار ممکن نہیں۔ ''لَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا ﴿۱۲۱﴾''

۶۔ آخرت میں واپسی کا کوئی امکان نہیں ہے، لہٰذا جب تک دنیا میں ہیں برائیوں سے پلٹ آئیں۔ ''لَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا ﴿۱۲۱﴾''

آیت نمبر ۱۲۲

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ﴿۱۲۲﴾

ترجمۃ الآیات

اور جو لوگ ایمان لے آئے اور نیک اعمال انجام دیے ہیں ہم انہیں بہت جلد ایسے باغات میں داخل کریں گے کہ جن کے (درختوں کے) نیچے نہریں بہہ رہی ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، خدا کا وعدہ برحق ہے اور خدا سے بڑھ کر اور کون سچی بات کہتا ہے؟

پیغام:

۱۔ایمان، عمل سے الگ نہیں ہے۔''اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا''

۲۔اگر تمام اعمال نیک ہوں تو بہت کام آئیں گے۔''الصّٰلِحٰتِ''اس لفظ میں جو'الف لام' ہے اس کا معنی تمام (نیک کام) ہے۔

۳۔رغبت پیدا کرنے کے ساتھ تنبیہ کرنا، قرآن کے تربیتی اصولوں میں سے ہے۔(اس سے پہلی آیت میں تنبیہ تھی اور اس آیت میں تشویق و ترغیب ہے۔)''مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۔۔۔سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ''

۴۔دنیا کی لذتوں کے ساتھ ان کے ختم ہو جانے کا ڈر ہوتا ہے لیکن بہشت کی نعمتیں ہمیشہ باقی رہنے والی ہیں۔''خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ''

۵۔خدا کے سچے وعدوں اور شیطان کے جھوٹے وعدوں کا باہمی موازنہ کر کے خدا کے سچے وعدوں پر قلبی یقین کر لینا چاہیے۔''وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ''

آیت نمبر ۱۲۳

لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ؕ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۱۲۳﴾

ترجمۃ الآیات

(سزا، جزا اور برتری) تمہاری آرزوؤں کے مطابق نہیں اور نہ ہی اہل کتاب کی آرزوؤں کے مطابق ہے۔ جو شخص برائی کرے گا اسے اس کی سزا ملے گی اور وہ خدا کے علاوہ نہ تو کسی کو اپنا سرپرست اور نہ ہی کسی کو اپنا مددگار پائے گا۔

نکات:

☆ اہل اسلام حضرت رسولخدا کی خاتمیت اور اپنے بہترین امت ہونے پر فخر کرتے تھے۔(آل عمران۔۱۱۰) اہل کتاب بھی اپنے سابقہ اعزازات کی بنا پر فخر کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے: ہم گنتی کے چند دنوں کے علاوہ جہنم میں زیادہ دیر نہیں رہیں گے۔(بقرہ۔۸۰) یہ آیت دونوں گروہوں کے افکار کی تصحیح کیلئے نازل ہوئی ہے اور معیار''عمل''کو قرار دیا ہے۔

☆ اس سے پہلی دو آیتوں میں ''اَمَانِیّ'' آرزوؤں کو شیطان کی پیداوار کہا گیا اور اس آیت میں آرزوؤں کو مسترد کر دیا گیا ہے۔

☆ ''یُجْزَبِہٖ'' کا اطلاق دنیاوی جزا، اخروی جزا یا دونوں پر ہوتا ہے۔ روایات میں مومن کی خلاف ورزیوں کی سزا دنیا میں اس کی پریشانیوں اور سختیوں اور برزخ کی پریشانیوں اور سختیوں کو قرار دیا گیا ہے۔ (تفسیر اطیب البیان)

☆ بعض مسلمانوں کو یہ انتظار تھا کہ اہل کتاب کے ساتھ ان کی لڑائی میں پیغمبر اکرمؐ ان کا ساتھ دیں گے۔ جبکہ اصل تو عدالت ہے، حمایت نہیں۔ (تفسیر المیزان)

☆ ''مَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا یُّجْزَبِہٖ'' کے جملے سے ایک شخص بہت ڈر گیا تھا، پیغمبر اکرمؐ نے اس کیلئے فرمایا: جسمانی امراض اور مختلف قسم کی پریشانیاں، انسانی برے اعمال کیلئے ایک طرح کی سزا ہے۔ (مستدرک، ج ۲، ص ۶۰)

پیغام:

۱۔ بے بنیاد خیالات اور آرزوؤں سے پرہیز کریں کیونکہ ان کا کوئی فائدہ نہیں۔ ''لَیْسَ بِاَمَانِیِّکُمْ''

۲۔ ہر گروہ اور ہر جماعت میں توقع رکھنے والے اور اپنی حیثیت کو نمایاں بنانے کی کوشش کرنے والے مل جائیں گے۔ ''لَیْسَ بِاَمَانِیِّکُمْ وَلَآ اَمَانِیِّ اَھْلِ الْکِتٰبِ''

۳۔ گفتار اور فیصلے میں انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑو اور اگر تنقید کر رہے ہو تو سب کی کمزوریاں بیان کرو۔ ''لَیْسَ بِاَمَانِیِّکُمْ وَلَآ اَمَانِیِّ اَھْلِ الْکِتٰبِ''

۴۔ تنقید کرتے وقت اور برائی کو دور کرتے وقت، سب سے پہلے اپنے سے شروع کرنا چاہیے۔ ''لَیْسَ بِاَمَانِیِّکُمْ'' کا جملہ ''اَمَانِیِّ اَھْلِ الْکِتٰبِ'' سے پہلے آیا ہے۔

۵۔ بودے اور غلط قسم کی امتیاز طلبی کے سامنے ڈٹ جانا اور دوٹوک الفاظ میں فیصلہ دینا، تربیت کے بہترین اصولوں میں سے ہے۔ ''لَیْسَ بِاَمَانِیِّکُمْ''

۶۔ اسلام کی بنیاد حقائق پر ہے، افراد کے خیالات اور ان کی خواہشات پر نہیں ہے۔ ''لَیْسَ بِاَمَانِیِّکُمْ۔۔۔''

۷۔ خدا تعالیٰ عادل ہے لہٰذا جزا و سزا عمل کی بنیاد پر ہے۔ ''مَنْ یَّعْمَلْ''

۸۔ وحی کے مکتب میں قانون کے سامنے سب برابر ہیں۔ ''مَنْ یَّعْمَلْ'' (نام اور مقام سے غلط استفادہ اور امتیاز طلبی ممنوع ہے۔)

۹۔ اصل عمل ہے نعرے نہیں۔ ضابطہ اصل ہے رابطہ نہیں۔ ''مَنْ یَّعْمَلْ''

آیت نمبر ۱۲۴

وَمَنۡ يَّعۡمَلۡ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنۡ ذَكَرٍ اَوۡ اُنۡثٰى وَهُوَ مُؤۡمِنٌ
فَاُولٰٓئِكَ يَدۡخُلُوۡنَ الۡجَنَّةَ وَلَا يُظۡلَمُوۡنَ نَقِيۡرًا ﴿۱۲۴﴾

ترجمۃ الآیات

اور جو شخص خواہ مرد ہو یا عورت نیک اعمال بجالائے گا اور مومن بھی ہوگا تو ایسے افراد بہشت میں داخل ہوں گے اور ان پر ذرہ بھر ظلم بھی نہیں کیا جائے گا۔

نکات:

☆ ''نَقِيۡرًا'' کا لفظ گویا چونچ مارنے سے لیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ کھجور کی گٹھلی کے اس داغ کو نقیر کہتے ہیں جو چونچ کے لگنے سے نشان کی طرح ہوتی ہے۔

☆ گذشتہ آیت میں ''مَنۡ يَّعۡمَلۡ سُوۡٓءًا'' تھا اور اس آیت میں ''يَّعۡمَلۡ مِنَ الصّٰلِحٰتِ'' ہے، اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ سزا اور جزا کا دارومدار عمل پر ہے۔

☆ اس آیت میں بہشت کا ذکر ہے جبکہ سورہ نحل کی آیت ۹۷ میں اس کے علاوہ ''حیات طیبہ'' کا بھی ذکر آیا ہے۔
''مَنۡ عَمِلَ صَالِحًا مِّنۡ ذَكَرٍ اَوۡ اُنۡثٰى وَهُوَ مُؤۡمِنٌ فَلَنُحۡيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجۡزِيَنَّهُمۡ اَجۡرَهُمۡ بِاَحۡسَنِ مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ﴿۹۷﴾''

پیغام:

۱۔ بہشت میں جانے کا واحد عامل، ایمان اور عمل صالح ہے۔ قومیت یا دعوے اور آرزوئیں نہیں۔ (سابقہ آیت میں مذکور ہے) ''لَيۡسَ بِاَمَانِيِّكُمۡ ۔۔۔ وَمَنۡ يَّعۡمَلۡ مِنَ الصّٰلِحٰتِ ۔۔۔''

۲۔ تمام نسلیں، قومیں، ذاتیں اور طبقے خداوند عالم کے لطف و کرم سے بہرہ مند ہونے میں برابر ہیں۔ ''مَنۡ يَّعۡمَلۡ''

۳۔ تھوڑے سے اعمال صالح کے بجالانے سے بھی بہشت کی امید رکھو کیونکہ کمال کی کوئی حد و انتہا نہیں ہے جبکہ انسانی قدرت محدود ہے۔ ''مِنَ الصّٰلِحٰتِ''

۴۔ معنوی کمالات تک رسائی میں زن و مرد برابر کے شریک ہیں۔ ''مِنۡ ذَكَرٍ اَوۡ اُنۡثٰى'' یہ بات بعض یہود و نصاریٰ

کے عقائد کے خلاف ہے کہ وہ عورت کو کچھ بھی اہمیت نہیں دیتے۔ (تفسیر فرقان)

۵۔ ایمان، اعمال کی قبولیت کے لیے شرط ہے۔ بے ایمان لوگوں کی خدمات کا صلہ انہیں اسی دنیا میں دے دیا جاتا ہے اور آخرت میں انہیں کچھ نہیں ملے گا۔ (تفسیر المیزان) ''مَنْ يَّعْمَلْ ۔۔۔ وَهُوَ مُؤْمِنٌ''

۶۔ نیک اعمال انجام دینے والے مومن کی جزا بہشت ہے۔ ''فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ''

۷۔ نیک اعمال خواہ کم ہوں لیکن اہمیت رکھتے ہیں۔ ''وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ﴿۱۲۴﴾''

آیت نمبر ۱۲۵

وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۭ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ﴿۱۲۵﴾

ترجمۃ الآیات

اور کس شخص کا دین و آئین اس شخص سے بہتر ہوسکتا ہے جو خود کو خدا کے آگے جھکا دے جبکہ وہ نیکوکار بھی ہو اور خالص، معتدل اور حق کی طرف مائل ابراہیمؑ کی ملت کا پیروکار ہو؟ اور اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کو تو اپنا خاص دوست بنالیا ہے۔

نکات:

☆ پہلے کی دو آیات میں عمل کو اصل قرار دیا گیا ہے، اسلام یا مسیحیت کی طرف نسبت کو نہیں۔ اس آیت میں اس توہم کو دور کیا جارہا ہے کہ کہیں یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ تمام ادیان اور عقائد یکساں ہیں۔

☆ یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ خدا تعالیٰ کے سامنے تسلیم ہونا اس کی قضا پر راضی ہونے سے بالاتر ہے۔ مقام رضا پر جو شخص راضی ہوتا ہے وہ اپنے آپ کو کچھ سمجھتا ہے جبکہ تسلیم ہوجانے والا شخص خدا تعالیٰ کے سامنے اپنی کسی حیثیت کا قائل نہیں ہوتا۔ (تفسیر اطیب البیان)

☆ ''حَنِيْفًا'' اسے کہتے ہیں جو باطل اور گمراہی سے دامن بچا کر حق کی طرف جھک جائے جبکہ اس کے برعکس ''جنیف'' کے معنی ہیں کہ حق سے منہ موڑ کر باطل کی طرف جھکاؤ پیدا کرے۔

☆ ''خَلِيْلًا'' یا تو ''خُلّت'' کے مادہ سے لیا گیا ہے جس کے معنی ہیں ''دوستی'' اور یا پھر ''خَلِت'' سے لیا گیا ہے جس

کے معنی ہیں ''ضرورت اور احتیاج''، لیکن پہلے معنی زیادہ مناسب ہیں۔

☆ روایات کے مطابق حضرت ابراہیمؑ کا خلیل الٰہی کا مقام ان کے طویل سجدوں، مساکین کو کھانا کھلانے، تہجد پڑھنے، سائل کو خالی نہ لوٹانے اور مہمان نوازی کی وجہ سے تھا۔ (تفسیر نور الثقلین)

☆ پیغمبر اسلامؐ بھی جناب ابراہیمؑ کے آئین کے تابع تھے۔ ''اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ط'' (نحل۔ ۱۲۳)

☆ ابراہیمؑ خلیل اللہ ہیں اور محمدؐ حبیب اللہ ہیں۔ (در المنثور، ج ۲، ص ۲۳۰)

☆ جو لوگ اپنا ''وجہ'' (چہرہ) خدا کی طرف کرلے اور اس کی توجہ خدا کی طرف ہو تو وہ کامیاب ہے کیونکہ ''كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ط'' یعنی وجہ اللہ کے علاوہ ہر چیز فنا ہو جائے گی۔ (قصص۔ ۸۸)

پیغام:

۱۔ بلند ترین و بہترین آئین، دین ابراہیم کی پیروی ہے۔ ''وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا''

۲۔ خدا تعالیٰ کے سامنے تسلیم ہونا اور عوام پر احسان کرنا، ادیان الٰہی کے اصولوں میں سے ہے۔ ''اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ''

۳۔ کوئی بھی مذہب، ایمان و عمل دونوں پر استوار ہوتا ہے، ان میں سے ہر ایک دوسرے کے بغیر ناقص ہے۔ ''اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ''

۴۔ لوگوں کیلئے بہترین نمونہ عمل وہ افراد ہیں جنہیں خدا تعالیٰ نے خود اپنے لیے انتخاب کیا ہے۔ ''وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ط وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ﴿۱۲۵﴾''

۵۔ جو کوئی باطل سے منہ موڑتا ہے وہ مقام خلیل الٰہی کیلئے اپنے آپ کو تیار کرلے۔ ''حَنِيْفًا ط وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ﴿۱۲۵﴾''

آیت نمبر ۱۲۶

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ط وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا ﴿۱۲۶﴾

ترجمۃ الآیات

اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے صرف خدا ہی کے لیے ہے اور خداوند عالم ہر چیز کو اپنے احاطہ میں لیے ہوئے ہے۔

نکات:

☆ خدا تعالیٰ تمام مخلوقات پر کامل تسلط اور احاطہ رکھتا ہے۔ خواہ قہر و غلبہ اور تسخیر کا احاطہ ہو یا علم و تدبیر کا یا پھر خلق اور تغییر کا احاطہ ہو۔

پیغام:

۱۔ چونکہ ہر چیز خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے لہٰذا صرف اسی کے حکیمانہ ارادے کے آگے ہی سر تسلیم خم کرنا چاہیے۔ (گذشتہ آیت کے پیش نظر) ''مِّمَّنۡ اَسۡلَمَ وَجۡهَهٗ لِلّٰهِ ... وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ''

۲۔ دوست کے عنوان سے جناب ابراہیمؑ کا انتخاب (گذشتہ آیت) اس لیے نہیں تھا کہ اللہ کو کسی کی ضرورت ہے کیونکہ برگزیدہ انسان بھی اسی کے مملوک ہیں۔ ''اِبۡرٰهِیۡمَ خَلِیۡلًا ﴿۱۲۵﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ ...''

۳۔ علم اور مکمل احاطے سمیت مالکیت مطلقہ صرف خدا ہی کے ساتھ خاص ہے۔ ''بِكُلِّ شَیۡءٍ مُّحِیۡطًا ﴿۱۲۶﴾''

آیت نمبر ۱۲۷

وَيَسۡتَفۡتُوۡنَكَ فِی النِّسَآءِ ؕ قُلِ اللّٰهُ يُفۡتِيۡكُمۡ فِيۡهِنَّ ۙ وَمَا يُتۡلٰى عَلَيۡكُمۡ فِی الۡكِتٰبِ فِیۡ يَتٰمَى النِّسَآءِ الّٰتِیۡ لَا تُؤۡتُوۡنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرۡغَبُوۡنَ اَنۡ تَنۡكِحُوۡهُنَّ وَالۡمُسۡتَضۡعَفِيۡنَ مِنَ الۡوِلۡدَانِ ۙ وَاَنۡ تَقُوۡمُوۡا لِلۡيَتٰمٰى بِالۡقِسۡطِ ؕ وَمَا تَفۡعَلُوۡا مِنۡ خَيۡرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِيۡمًا ﴿۱۲۷﴾

ترجمۃ الآیات

تم سے عورتوں کے (احکام وراثت کے) بارے میں فتویٰ طلب کرتے ہیں تو تم کہہ دو کہ ان کے بارے میں خدا تمہیں فتویٰ دیتا ہے اور قرآن کی وہ آیات بھی جو تم پر تلاوت کی جاتی ہیں، یتیم لڑکیوں کے بارے میں کہ جن کا حق نہیں دیتے ہو اور ان سے نکاح کی رغبت رکھتے ہو اور مستضعف بچوں کے بارے میں بھی (اللہ تعالیٰ اپنا حکم بیان فرما چکا ہے کہ) یتیموں سے عدل کا سلوک کرو اور تم جو بھی نیکی کا کام انجام دیتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے آگاہ ہے۔

پیغام:

۱۔صدر اسلام کے مسلمانوں کے درمیان عورتوں کے حقوق پر بحث و گفتگو رہتی تھی۔ ''وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ ؕ''

۲۔عورتوں، بچوں اور یتیموں کے حقوق کے دفاع کی بات ایک دوسرے کے ساتھ اکٹھے بیان کیے جانا، اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ تاریخی میں پران پرظلم اور زیادتی ہوتی چلی آرہی ہے۔ ''النِّسَآءِ، يَتٰمَى، الْوِلْدَانِ ۙ''

۳۔عورتوں کے حقوق کی حمایت، خدا تعالیٰ کے اٹل احکام میں سے ہے۔ ''قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ''

۴۔احکام کا بنانا اور تشریع کرنا خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور ان کو بیان کرنا پیغمبر کی ذمہ داری ہے۔ ''قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ''

۵۔جاہلیت کی رسوم کو واضح فتویٰ کے ساتھ توڑ دینا چاہیے۔ ''قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ''

۶۔جہالت پر مبنی تفکر کی وجہ سے عورتوں کو میراث سے محروم نہ کرو۔ ''لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ''

۷۔خدا تعالیٰ نے عورتوں کو مالک قرار دیا ہے اور ان کیلئے وراثت میں سے حصہ رکھا ہے۔ ''كُتِبَ لَهُنَّ''

۸۔یتیموں کے حقوق کی حفاظت کرنا سب کا فرض ہے۔ ''وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى''

۹۔اسلامی معاشرے کو یتیموں کے ساتھ عدل و انصاف کرنے کے لیے اٹھ کھڑے ہونا چاہیے۔ ''تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ ؕ''

۱۰۔یتیم کے ساتھ عادلانہ برتاؤ کار خیر کا بہترین نمونہ ہے۔ ''وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ''

۱۱۔معاشرے کے محروم طبقے کی حمایت اور خدمت کا عمل بھلایا نہیں جائے گا۔ ''فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِيْمًا ۝۱۲۷''

۱۲۔علم الٰہی پر ایمان، کار خیر انجام دینے کی ترغیب میں بہترین وجہ ہے۔ ''كَانَ بِهٖ عَلِيْمًا ۝۱۲۷''

۱۳۔خدا تعالیٰ کا علم، واقعات کے وقوع پذیر ہونے سے پہلے ہے۔ ''تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِيْمًا ۝۱۲۷''

آیت نمبر ۱۲۸

وَاِنِ امۡرَاَةٌ خَافَتۡ مِنۡۢ بَعۡلِهَا نُشُوۡزًا اَوۡ اِعۡرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡهِمَاۤ اَنۡ يُّصۡلِحَا بَيۡنَهُمَا صُلۡحًا ؕ وَالصُّلۡحُ خَيۡرٌ ؕ وَاُحۡضِرَتِ الۡاَنۡفُسُ الشُّحَّ ؕ وَاِنۡ تُحۡسِنُوۡا وَتَتَّقُوۡا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِيۡرًا ﴿۱۲۸﴾

ترجمۃ الآیات

اور اگر عورت کو اپنے شوہر سے ناسازگاری یا منہ پھیر لینے کا خوف ہو تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ ایک دوسرے کے ساتھ صلح کر لیں۔ (اگرچہ اپنے بعض حقوق سے چشم پوشی ہی کیوں نہ کرنا پڑے) اور صلح اچھی چیز ہے۔ لیکن بخل اور تنگ نظری نے انسانوں کو اپنے گھیرے میں لے رکھا ہے (جو صلح میں رکاوٹ ہے۔) اور اگر تم نیکی کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو یقیناً خداوند عالم تمہارے اعمال سے آگاہ ہے۔

نکات:

☆ ''نُشُوۡزًا'' کا لفظ ''نشز'' سے لیا گیا ہے جس کے معنی ہیں ''بلند زمین'' اور ''نُشُوۡزًا'' کے معنی ہیں ''سرکشی اور ناسازگاری'' آیت ۳۴ میں عورت کے نشوز کی بات ہو چکی ہے۔ ''تَخَافُوۡنَ نُشُوۡزَهُنَّ'' اور اس آیت میں مرد کے نشوز و سرکشی کی بات ہو رہی ہے۔

☆ عورت کیلئے ''شُحّ'' (بخل و تنگ نظری) کے معنی ہیں کہ عورت کا اچھا لباس نہ پہننا اور اپنی آرائش و زیبائش کو ترک کر دینا۔ مرد کیلئے اس کے معنی ہیں کہ حق مہر و نان نفقہ ادا نہ کرنا اور محبت کا اظہار نہ کرنا۔

☆ رافع بن خدیج کی دو بیویاں تھیں کہ ان میں سے ایک بوڑھی اور دوسری جوان تھی۔ اس نے بوڑھی بیوی کو بعض اختلافات کی وجہ سے طلاق دے دی اور عدت کے مکمل ہونے سے پہلے اسے کہا: اگر تم راضی ہو تو میں ایک شرط پر تم سے صلح کر سکتا ہوں ورنہ عدت ختم ہونے کے بعد ہم ایک دوسرے سے الگ ہو جائیں گے؟ اور وہ شرط یہ ہے کہ اگر میں اپنی جوان بیوی کو تجھ پر

ترجیح دوں تو تجھے صبر کرنا پڑے گا۔

اس عورت نے رافع کی اس پیش کش کو قبول کرلیا تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

☆ امام جعفر صادق علیہ السلام اس آیت کے ذیل میں فرماتے ہیں: یہ آیت اس سے متعلق ہے جس کو اپنی بیوی سے لذت حاصل نہ ہوتی ہو اور وہ اس بنا پر طلاق دینا چاہتا ہو۔ جبکہ عورت یہ کہتی ہو کہ مجھے طلاق نہ دو اور اگر تم دوسری شادی کرنا چاہتے ہو تو کرلو لیکن مجھے بھی اپنے ساتھ رکھو۔ (کافی، ج ۶، ص ۱۴۵؛ وسائل، ج ۲۱، ص ۳۵۱)

پیغام:

۱۔ عقل مندی کا تقاضا یہ ہے کہ کسی واقعہ کے رونما ہونے سے پہلے ہی اس کا بندوبست کر لینا چاہیے۔ گھریلو معاملات میں طلاق تک نوبت پہنچنے سے پہلے اس کا کوئی حل تلاش کر لینا چاہیے۔ ''خَافَتْ''

۲۔ خاندانی ماحول کو صحیح و سالم رکھنے کے لیے اور بہترین مصلحت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اگر اپنے حق سے دستبردار ہونا پڑے تو کوئی حرج نہیں ہے بلکہ اپنا حق وصول کرنے پر اصرار کرنے سے بہتر ہے۔ ''فَلَا جُنَاحَ''

۳۔ خاندانی مسائل میں پہلے مرحلے پر خود زوجین (زن و مرد) کے درمیان کسی اور کی مداخلت کے بغیر باہم صلح و اصلاح ہونی چاہیے، اگر مسئلہ حل نہ ہو رہا ہو تو پھر دوسرے لوگ اس میں مداخلت کریں۔ ''اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا''

۴۔ زوجین کا باہمی استفادہ ایک ایسا حق ہے جس سے درگذر کیا جا سکتا ہے اور یہ کوئی ایسا حکم نہیں ہے کہ تبدیل نہ ہو سکے۔ ''فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا''

۵۔ خاندانی نظام کا حق عورت یا مرد کے ذاتی حق سے زیادہ اہم ہے اور خاندانی نظام کو بچانے کے لیے بہتر ہے کہ اپنے ذاتی حقوق سے چشم پوشی کر لی جائے۔ ''وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ط''

۶۔ ہر موقع پر مال دے کر ہی صلح نہیں ہوتی، بعض اوقات حق سے دستبردار ہو کر بھی صلح و آشتی قائم کی جا سکتی ہے جبکہ دوسری طرف بخل و کنجوسی اس میں رکاوٹ کا باعث ہے۔ ''وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ط''

۷۔ بہت سے خاندانوں میں تزلزل اور شگاف کا سبب تنگ نظری، بخل اور لالچ ہے، جو انسان کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔ ''وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ط''

۸۔ مرد کا اپنی نفسانی خواہشات سے صرف نظر کرنا اور دو بیویوں کے درمیان عدالت کو برقرار رکھنا اس کے تقویٰ اور احسان کا ایک نمونہ ہوتا ہے۔ ''وَاِنْ تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا''

۹۔ اسلام کے حقوقی نظام اور اخلاقی نظام کا آپس میں گہرا رابطہ ہے۔ ''صُلْحًا... تُحْسِنُوْا''

۱۰۔ اپنے حق سے دستبردار ہونا یا اپنی بیوی کے حق میں نیکی کرنا، سب خدا تعالیٰ کے سامنے ہے۔ ''فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا

تَعۡمَلُوۡنَ خَبِیۡرًا﴿۱۲۸﴾ ‘‘

۱۱۔ ہوس پرست مرد جان لے کہ اگر وہ اپنی دنیاوی خواہشات کی خاطر اپنی پہلی بیوی کو دباؤ میں رکھے گا اور وہ مجبور ہو کر اس کی شرائط کو مان لے گی تو خدا تعالیٰ اس کے تمام اعمال کو دیکھ رہا ہے اور وہ سب کچھ جاننے والا ہے۔ ’’کَانَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِیۡرًا﴿۱۲۸﴾ ‘‘

آیت نمبر ۱۲۹

وَلَنۡ تَسۡتَطِیۡعُوۡۤا اَنۡ تَعۡدِلُوۡا بَیۡنَ النِّسَآءِ وَلَوۡ حَرَصۡتُمۡ فَلَا تَمِیۡلُوۡا کُلَّ الۡمَیۡلِ فَتَذَرُوۡهَا کَالۡمُعَلَّقَةِ ؕ وَاِنۡ تُصۡلِحُوۡا وَتَتَّقُوۡا فَاِنَّ اللّٰهَ کَانَ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا﴿۱۲۹﴾

ترجمۃ الآیات

اور تم (قلبی تعلق کے لحاظ سے) اپنی عورتوں کے درمیان ہرگز عدالت قائم نہیں کر سکتے خواہ اس کے لیے جتنی بھی کوشش کرو۔ لہٰذا (کم از کم) اپنا تمام تعلق ایک ہی جانب نہ رکھو تاکہ اس (دوسری) کو درمیان میں معلق (لٹکی ہوئی) چھوڑ دو اور اگر تم صلح و آشتی اور تقویٰ کی راہ اختیار کرو تو یقیناً اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

نکات:

☆ خدا کا آسمانی قانون، فطرت انسانی سے متضاد نہیں ہے۔ انسان کا بوڑھی بیوی کی نسبت اپنی جوان اور خوبصورت بیوی سے زیادہ پیار ہوتا ہے لہٰذا عدل کرنے کا حکم صرف ان دونوں کے ساتھ اچھے سلوک کے بارے میں ہے، دلی تعلق اور قلبی پیار کے بارے میں نہیں ہے۔

چونکہ قلبی عدالت برقرار نہیں رہ سکتی لہٰذا عمل میں عدالت کو بحال رکھو۔ یعنی اگر سب کچھ حاصل نہیں ہو سکتا تو سب کچھ کو ضائع بھی نہیں کر دینا چاہیے۔ (تفسیر نور الثقلین، ج ۱، ص ۵۵۸؛ کافی، ج ۵، ص ۳۶۲)

اسلام میں ہمت سے زیادہ فریضہ عائد نہیں ہوتا۔ انسان محبت میں عدالت قائم نہیں رکھ سکتا لیکن رفتار اور سلوک میں تو قائم رکھ سکتا ہے۔ لہٰذا اسے کوشش کرنی چاہیے کہ اپنے عمل میں توازن قائم کرے۔

☆ روایات میں آیا ہے کہ پیغمبر اکرمؐ اپنی زندگی کے آخری ایام میں بیماری کی حالت میں بھی عدالت قائم رکھنے کی خاطر اپنا بستر باری باری اپنی بیویوں کے گھر منتقل کروالیا کرتے تھے۔ اسی طرح حضرت علیؑ کے بارے میں ہے کہ جس دن جس بیوی کے گھر رہنے کی باری ہوتی، تو وہ دوسری بیوی کے گھر وضو تک نہیں کیا کرتے تھے۔ (تفسیر نمونہ وتفسیر تبیان)

پیغام:

۱۔ عورت کو معلق (بغیر فیصلے کے) رکھنا، حرام ہے۔ ''فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ط''

۲۔ صلح وآشتی اور تقویٰ اختیار کرنے سے گذشتہ خامیاں معاف ہو جاتی ہیں اور موجودہ خامیاں نیز غفلت و لاعلمی بھی بخش دی جاتی ہیں۔ ''وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۲۹﴾''

آیت نمبر ۱۳۰

وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ط وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيْمًا ﴿۱۳۰﴾

ترجمۃ الآیات

اور اگر وہ دونوں (زن وشوہر) ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اپنے کرم اور وسعت کے ذریعے بے نیاز کردے گا اور اللہ تعالیٰ (بڑی) وسعت والا اور صاحب حکمت ہے۔

پیغام:

۱۔ اسلام میں مسائل کو حل کرنے کیلئے کوئی بندش نہیں ہے خاص طور پر گھریلو و خاندانی مسائل کو حل کرنے کیلئے تمام راستے کھلے ہوئے ہیں۔ چنانچہ اگر فریقین کے درمیان معاف کردینے یا صلح کرلینے کی کوئی صورت پیدا نہیں ہوسکتی تو پھر حدود کا اجرا اور تنبیہ موجود ہے اگر یہ بھی کارگر نہ ہو تو پھر طلاق تو ہے ہی۔ ''وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا۔۔۔''

۲۔ اگر زندگی کے کسی موڑ پر کسی قسم کی رکاوٹ پیدا ہو جائے تو مایوس نہیں ہونا چاہیے بلکہ راستہ تبدیل کر لینا چاہیے۔ ''وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ۔۔۔''

۳۔ پہلا قدم اصلاح اور تقویٰ ہے۔ (سابقہ آیت میں) اور آخری قدم طلاق اور جدائی ہے۔ ''وَاِنْ يَّتَفَرَّ''

۴۔طلاق اور جدائی ہر جگہ بری نہیں ہوتی، کبھی مشکل کو حل کرنے میں معاون بھی ثابت ہوتی ہے ورنہ بات خودکشی اور غیر شرعی رابطوں تک جا پہنچے۔ایسی صورت حال میں طلاق، امید و توکل اور نئی زندگی کی تشکیل کی خوشخبری بھی دیتی ہے۔''یُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ط''

۵۔خدا تعالیٰ ہی حقیقی مشکل کشا ہے۔''یُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ط''

۶۔ہر شخص کیلئے زندگی میں وسعت کی راہ الگ ہے، کبھی از دواج کے ساتھ زندگی میں وسعت پیدا ہوتی ہے جیسا کہ قرآن کہتا ہے:''اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ''(نور۔۳۲) کبھی طلاق کے ساتھ:''وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ''صرف دیکھنا یہ چاہیے کہ اس وقت فریضہ کیا ہے۔

لہٰذا نہ تو از دواج سے ڈرنا چاہیے کیونکہ خدا نے غنی بنانے کا وعدہ کیا ہے اور نہ ہی طلاق سے خائف ہونا چاہیے کہ خدا نے اس میں بھی وسعت رزق کا وعدہ کیا ہے۔''یُغْنِ اللّٰهُ'

۷۔رزق و روزی خدا کے ہاتھ میں ہے۔''وَاسِعًا حَكِيْمًا ﴿۱۳۰﴾''

۸۔طلاق کا قانون بنانا، خدا کی طرف سے فضل اور حکمت پر مبنی ہے۔''وَاسِعًا حَكِيْمًا ﴿۱۳۰﴾''

۹۔وسعت اور قدرت سے بہرہ مند ہونا اگر حکمت کے ساتھ ہو تو فائدہ مند ہے ورنہ خطرناک ہے۔''وَاسِعًا حَكِيْمًا ﴿۱۳۰﴾''

آیت نمبر ۱۳۱۔۱۳۲

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ط وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ط وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ط وَكَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيْدًا ﴿۱۳۱﴾

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ط وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۱۳۲﴾

ترجمۃ الآیات

اور جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے وہ سب خدا ہی کے لیے ہے اور یقیناً ہم نے

ان لوگوں کو جو تم سے پہلے آسمانی کتاب رکھتے تھے اور خاص کر تمہیں اس بات کی تاکید ہے کہ خدا سے ڈرو اور اگر تم نے کفر اختیار کیا تو (اس سے خدا کا کچھ نہیں بگاڑ لو گے کیونکہ) جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے وہ سب خدا ہی کے لیے ہے اور خداوند عالم بے نیاز اور لائق ستائش ہے۔

اور جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے وہ خدا ہی کے لیے ہے اور اللہ تعالیٰ کارسازی کے لیے کافی ہے۔

نکات:

☆ گذشتہ آیت میں خدا تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے کہ عورت اور شوہر کی جدائی کی صورت میں وہ دونوں کو اپنی عظیم رحمت کے ساتھ بے نیاز کر دے گا۔

☆ آیات میں ''وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ'' کے جملے کا تکرار اس گمان کو دور کرنے کیلئے ہے کہ کوئی یہ خیال نہ کرے: خدا تعالیٰ مطلقہ عورتوں کا سرپرست نہیں رہا، یا تقویٰ کی تاکید شاید خدا کے فائدے میں ہے، یا خدا مجبور ہے کہ تمہیں باقی رکھے۔ کیونکہ جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے وہ سب خدا تعالیٰ کا ہے اگر وہ چاہے تو تمہیں اٹھالے گا اور دوسروں کو تمہاری جگہ لے آئے گا۔

☆ حضرت علی علیہ السلام، انسان اور خدا کے درمیان رابطے کے بارے میں فرماتے ہیں: 'غنیاً عن طاعتھم لانہ لا تضرہ معصیۃ مَن عصاء و لا تنفعہ طاعۃ من اطاعہ' نہ گناہ کرنے والوں کا گناہ اسے کچھ نقصان پہنچاتا ہے اور نہ عبادت کرنے والوں کی عبادت اسے کچھ فائدہ دیتی ہے۔ (نہج البلاغہ، خطبہ ۱۹۳)

پیغام:

۱۔ خدا تعالیٰ کی قدرت اور مالکیت اس کی طرف سے وعدے پورے ہونے کی ضامن ہے۔ ''وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ''

۲۔ تقویٰ اختیار کرنے کی تاکید، تمام انبیا کی طرف سے ہے اور اس نصیحت کا تکرار تمام ادیان میں موجود ہے، یہ بات تربیت کے اہم اصولوں میں سے ہے۔ ''وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ''

۳۔ تمام ادیان میں خدائی احکام ایک جیسے ہونے کی وجہ سے ان پر عمل درآمد کرنا آسان کر دیتا ہے۔ ''وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ط''

۴۔ جو آسمانوں اور زمین کا مالک ہے اسی کی پروا کرنی چاہیے کسی اور کی نہیں۔ ''وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ۔۔۔ اتَّقُوا اللّٰهَ ط''

۵۔ خدا سے نہ ڈرنا اور اس کا تقویٰ اختیار نہ کرنا، کفر کی راہیں ہموار کرتا ہے۔ ''اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ط وَاِنْ تَكْفُرُوْا''

۶۔خدا تعالیٰ کی ذات غنی مطلق ہے۔آسمانوں اور زمین کی مالکیت رکھنے کے بعد اسے ہماری عبادت اور ہمارے ایمان کی ضرورت نہیں ہے۔''وَاِنۡ تَكۡفُرُوۡا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ''

۷۔کفر،لوگوں کو خدا تعالیٰ کی قدرت وحاکمیت سے خارج نہیں کرتا۔''وَاِنۡ تَكۡفُرُوۡا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ''

۸۔چونکہ خدا تعالیٰ مطلق بے نیاز ہے لہٰذا اسی کی ستائش کی جانی چاہیے۔''غَنِيًّا حَمِيۡدًا ﴿۱۳۱﴾''

۹۔اس کی بے نیازی دائمی ہے۔''وَكَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيۡدًا ﴿۱۳۱﴾''

۱۰۔خدا تعالیٰ کو لوگوں کے ایمان اور تقویٰ کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَاِنۡ تَكۡفُرُوۡا ۔۔۔وَكَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيۡدًا ﴿۱۳۱﴾''

۱۱۔ایسی ہستی پر توکل کرنا چاہیے جو آسمان وزمین کی مالک ہے۔''وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيۡلًا ﴿۱۳۲﴾''

آیت نمبر ۱۳۳

اِنۡ يَّشَاۡ يُذۡهِبۡكُمۡ اَيُّهَا النَّاسُ وَيَاۡتِ بِاٰخَرِيۡنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِكَ قَدِيۡرًا ﴿۱۳۳﴾

ترجمۃ الآیات

(اے لوگو!) اگر خدا چاہے تو تم سب کو ختم کر دے اور دوسروں کو لے آئے اور خدا اس بات پر قدرت رکھتا ہے۔

نکات:

☆ جب یہ آیت نازل ہوئی تو سرکار رسالت مآبؐ نے اپنا دست مبارک سلمان فارسیؓ کی پشت پر مار کر فرمایا: وہ لوگ جنہیں خدا تعالیٰ لائے گا وہ ایرانی (عجم، فارس) ہوں گے۔(تفسیر مجمع البیان) پیغمبر خداؐ نے اپنے اس بیان کے ساتھ ایرانیوں کے مسلمان ہو جانے کی پیش گوئی فرمائی اور اسلام کے بارے میں ان کی خدمات کی اطلاع دی۔

پیغام:

۱۔کافروں کو خدا تعالیٰ کی طرف سے مہلت دینا، اس کی عجز و ناتوانی نہیں بلکہ اس کی رحمت ہے۔''اِنۡ يَّشَاۡ يُذۡهِبۡكُمۡ''

۲۔جن آسائشوں اور سہولتوں سے بہرہ مند ہو رہے ہو یہ ہمیشہ رہنے والی نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے ارادہ و اختیار کی محتاج ہیں لہٰذا مغرور نہ ہو۔''اِنۡ یَّشَاۡ یُذۡهِبۡكُمۡ اَیُّهَا النَّاسُ وَیَاۡتِ بِاٰخَرِیۡنَ ؕ''

آیت نمبر ۱۳۴

مَنۡ كَانَ یُرِیۡدُ ثَوَابَ الدُّنۡیَا فَعِنۡدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَةِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِیۡعًۢا بَصِیۡرًا ﴿۱۳۴﴾

ترجمۃ الآیات

جو شخص دنیا میں بدلہ چاہتا ہو تو (وہ جان لے کہ) خدا کے پاس دنیا اور آخرت (دونوں) کی جزا ہے اور اللہ تعالیٰ سننے دیکھنے والا ہے۔

نکات:

☆ جو لوگ خدا سے دنیا اور آخرت کی درخواست کر سکتے ہیں اور دونوں جہانوں کی نعمتوں سے بہرہ مند ہو سکتے ہیں، اگر وہ صرف دنیا کی نعمتوں پر ہی اکتفا کر لیں اور جہاد اور دوسرے نیک کاموں کی بجا آوری میں بھی ان کا مقصد دنیا اور اس کے مادی فوائد ہوں تو ایسے لوگ زبردست غلطی پر ہوں گے۔

☆ کفر کرنے اور پرہیزگاری نہ کرنے کی وجہ، دنیا حاصل کر لینے کی امید ہے، جسے یہ آیت رد کر رہی ہے۔

پیغام:

۱۔انسان کے اندر نفع حاصل کرنے کی خواہش موجود ہے، قرآن مجید اس خواہش کو انسان کی تربیت کیلئے استفادہ کرتا ہے۔''مَنۡ كَانَ یُرِیۡدُ ثَوَابَ الدُّنۡیَا''

۲۔اسلام ایک جامع دین ہے اور وہ لوگوں کیلئے دنیا و آخرت دونوں میں سعادت و کامیابی کی ضمانت دیتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ دونوں جگہ کی کامیابیاں انسان کو مل جائیں۔''فَعِنۡدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَةِ ؕ''

۳۔دنیا و آخرت اسی ذات کے ہاتھ میں ہیں لہٰذا اپنی نگاہوں کو وسیع کریں اور مادیات اور تنگ نظری کے خول سے نکل کر دونوں جہانوں کو مدنظر رکھیں۔''فَعِنۡدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَةِ ؕ''

۴۔اگر دنیا ہی چاہتے ہو تو بھی خدا تعالیٰ سے چاہو کیونکہ سب کچھ اسی کے دست قدرت میں ہے۔''فَعِنۡدَ اللّٰهِ ثَوَابُ

الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ ؕ ''

۵۔ جو مومنین خدا سے دنیا اور آخرت دونوں کی درخواست کرتے ہیں وہ کامیاب ہیں ۔ (رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً ، بقرہ ۔ ۲۰۱ کو پیش نظر رکھتے ہوئے ۔) ''فَعِنْدَ اللّٰہِ ثَوَابُ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ ؕ ''

۶۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے جزاوسزا، ہمارے اعمال پر اس کے علم و آگاہی کی بنیاد پر ہے ۔ ''فَعِنْدَ اللّٰہِ ثَوَابُ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ ؕ وَکَانَ اللّٰہُ سَمِیْعًۢا بَصِیْرًا ﴿۱۳۴﴾ ''

۷۔ صحیح معنوں میں مومن بننا چاہیے صرف ظاہری طور پر نہیں کیونکہ خدا وند تعالیٰ سن بھی رہا ہے اور دیکھ بھی رہا ہے ۔ ''کَانَ اللّٰہُ سَمِیْعًۢا بَصِیْرًا ﴿۱۳۴﴾ ''

آیت نمبر ۱۳۵

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ ۚ اِنْ یَّكُنْ غَنِیًّا اَوْ فَقِیْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۫ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰۤى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَاِنْ تَلْوٗۤا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا ﴿۱۳۵﴾

ترجمۃ الآیات

اے وہ لوگو جو ایمان لے آئے ہو! ہمیشہ عدالت کو قائم رکھنے والے بنو اور خدا ہی کے لیے گواہی دو خواہ یہ تمہارے ہی نقصان میں ہو یا تمہارے والدین اور رشتہ داروں کے نقصان میں ہو، (جس پر گواہی دے رہے ہو) چاہے وہ مالدار یا فقیر ہو کیونکہ خداوند عالم ان کی نسبت زیادہ حقدار ہے ۔ پس نفسانی خواہشات کی اتباع نہ کرو تا کہ عدل کرسکو اور اگر (عدل و انصاف میں رکاوٹ بنتے ہوئے) گھما پھرا کر بات کرو گے یا حق سے روگردانی کرو گے تو (یاد رکھو) خداوند تعالیٰ اس سے آگاہ ہے جو تم انجام دیتے ہو۔

نکات:

☆ ممکن ہے ''فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا '' کا مطلب یہ ہو کہ اپنی ہوائے نفس (نفسانی خواہشات) کی پیروی نہ کرو کیونکہ اس کے نتیجہ میں تم حق سے منحرف اور برگشتہ ہو جاؤ گے۔

☆ ''تَلْوٗٓا اَوْ '' کا لفظ ''لیّ'' سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں ''بل دینا اور تہہ کرنا'' ہے، اس آیت میں اس سے مراد زبان کو غیر حق کیلئے گھمانا یا گواہی میں غلط بیانی کرنا ہے یا عدالتی عمل کو منحرف کرنا اور اسے التوا میں ڈالنا ہے۔

☆ اس آیت کے تمام جملے اور کلمات مسئلہ عدالت پر زور دیتے ہوئے تاکید کر رہے ہیں۔ عدل کا قیام، عدالت میں صحیح گواہی، ہر طرح کی فردی یا گروہی جانبداری سے دوری، کسی کو کمزور قرار دے کر اس کی طرفداری نہ کرنا، حق و عدل کا معیار ہے۔ اس میں فقیر اور غنی یا اپنا اور رشتہ داروں کا کوئی تعلق اور کوئی فرق نہیں۔

انسان کی گواہی چند طرح کی ہے:

الف: کبھی استکباری قوتوں کے خلاف نفرت کی وجہ سے دولتمندوں کے خلاف ہوتی ہے۔

ب: کبھی مال و دولت اور مقام و منزلت پانے کی لالچ میں دولتمندوں کے حق میں ہوتی ہے۔

ج: کبھی فقیر پر توجہ نہ دینے کی وجہ سے اس کے خلاف ہوتی ہے۔

د: کبھی فقیر کے ساتھ ہمدردی کی بنیاد پر اس کے حق میں ہوتی ہے۔

اس آیت میں ان تمام رویوں کو باطل قرار دیا گیا ہے اور صرف عدل کے قیام کو حق قرار دیا گیا ہے۔

☆ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: مومن کے مومن پر سات حق ہیں۔ جس میں سے اہم ترین حق بات کرنا ہے، خواہ اس کام کا نتیجہ اس کے اپنے خلاف ہو یا اس کے رشتہ داروں کے خلاف ہو۔ (تفسیر المیزان)

پیغام:

۱۔ عدل کا قیام واجب بھی ہے اور ایمان کا جزو بھی ہے۔ ''یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ ''

۲۔ عدالت کو قائم کرنا مومن کی خو اور خصلت ہونی چاہیے۔ ''قَوّٰمِیْنَ '' کا مطلب عدل و انصاف کو ہمیشہ قائم کرنے والے ہے۔

۳۔ عدالت ہمیشہ قائم ہو خواہ غیر مسلمین کے بارے میں بھی کیوں نہ ہو۔ ''كُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ '' کے اطلاق کو ملحوظ رکھتے ہوئے۔

۴۔ عدل کا قیام زندگی کے ہر شعبے میں ہونا چاہیے کیونکہ عدل کے قیام میں کسی خاص نام کا ذکر نہیں کیا گیا۔ ''قَوّٰمِیْنَ

بِالۡقِسۡطِ ‘‘

۵۔گواہ بننا اور حق بات کی گواہی دینا، واجب ہے۔’’كُوۡنُوۡا قَوّٰمِيۡنَ بِالۡقِسۡطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ ‘‘

۶۔گواہی دینے میں دنیاوی اغراض ومقاصد کا حصول نہیں ہونا چاہیے۔’’شُهَدَآءَ لِلّٰهِ ‘

۷۔انسان کا اپنے خلاف اقرار قابل قبول ہے۔’’شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوۡ عَلٰٓى اَنۡفُسِكُمۡ ‘‘

۸۔ضوابط کو روابط پر ترجیح حاصل ہے۔’’وَلَوۡ عَلٰٓى اَنۡفُسِكُمۡ اَوِ الۡوَالِدَيۡنِ وَالۡاَقۡرَبِيۡنَ ‌ۚ ‘‘

۹۔اپنے اور اپنے رشتہ داروں اور فقیروں کے مفاد کا دفاع، حق اور رضائے خدا کے مطابق ہونا چاہیے۔’’شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوۡ عَلٰٓى اَنۡفُسِكُمۡ ۔۔۔‘‘

۱۰۔غریبوں اور امیروں کا حقیقی نفع اور فائدہ، ناحق گواہی دینے سے کبھی پورا نہ ہوگا۔’’اِنۡ يَّكُنۡ غَنِيًّا اَوۡ فَقِيۡرًا فَاللّٰهُ اَوۡلٰى بِهِمَا‌ ۖ ‘‘

۱۱۔قانون کے سامنے سب برابر ہیں۔’’غَنِيًّا اَوۡ فَقِيۡرًا ‘

۱۲۔نفس کی پیروی عدل کے قیام میں رکاوٹ ہوتی ہے، اس لیے خاندان کا لحاظ کرنا، امیر اور غریب کے فرق کو ملحوظ رکھنا، نفس پرستی کی علامت ہے۔’’فَلَا تَتَّبِعُوا الۡهَوٰٓى اَنۡ تَعۡدِلُوۡا‌ ۚ ‘‘

۱۳۔گواہی دینا واجب ہے اور اسے چھپانا یا تحریف کرنا ممنوع ہے۔’’اِنۡ تَلۡوٗۤا اَوۡ تُعۡرِضُوۡا ‘‘

۱۴۔عدالت کے اجرا و قیام میں ہر قسم کی تخریب، رخنہ اندازی اور تاخیری حربوں کا استعمال حرام اور ممنوع ہے۔’’وَاِنۡ تَلۡوٗۤا ‘‘

۱۵۔علم الٰہی پر ایمان رکھنا اجرائے عدالت کا ضامن ہے۔’’فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِيۡرًا ۝۱۳۵ ‘‘

آیت نمبر ۱۳۶

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اٰمِنُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَالۡكِتٰبِ الَّذِىۡ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوۡلِهٖ وَالۡكِتٰبِ الَّذِىۡۤ اَنۡزَلَ مِنۡ قَبۡلُ‌ؕ وَمَنۡ يَّكۡفُرۡ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ فَقَدۡ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيۡدًا ۝۱۳۶

ترجمۃ الآیات

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! خدا، اس کے رسول اور اس کتاب پر جو اللہ نے اپنے رسول پر نازل کی ہے اور ان کتابوں پر جو اس سے پہلے نازل کی ہیں (ان سب پر صحیح معنوں میں) ایمان لے آؤ اور جو شخص خدا، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے پیغمبروں اور قیامت کے دن کے ساتھ کفر کرے گا تو وہ گمراہی میں دور جا پڑے گا۔

نکات:

☆ممکن ہے اس آیت کے معنی یوں ہوں: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اس سے ایک قدم اور آگے بڑھو، اس سے بالاتر درجات کو حاصل کرنے کی کوشش کرو یا اپنے ایمان پر ہمیشہ کے لیے برقرار رہو اور ذرہ برابر بھی اس سے پیچھے نہ ہٹنا۔

☆ایمان کے درجے ہیں جیسا کہ دوسری آیات میں بھی فرمایا: ''وَالَّذِیْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى'' (محمد۔۱۷) جو لوگ ہدایت حاصل کر چکے ہیں خدا تعالیٰ ان کی ہدایت میں اضافہ کرتا ہے۔ پھر فرمایا: ''لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ ؕ'' تا کہ وہ اپنے ایمان پر ایمان کو زیادہ کریں۔ (فتح۔۴)

پیغام:

۱۔ ہر مومن کو چاہیے کہ وہ خود کو ایمان کے بالاتر مرتبہ تک پہنچائے۔ ''يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا'' (تفسیر قمی، ج۱، ص۱۳۱)

۲۔ تمام آسمانی ادیان کے اہداف و مقاصد اور حقیقت ایک ہوتی ہے، جیسے کسی مدرسہ کی مختلف جماعتیں ہوتی ہیں لیکن ان کا مدیر ایک ہوتا ہے۔ ''وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ؕ''

۳۔ تمام پیغمبروں اور تمام آسمانی کتابوں پر ایمان ضروری ہے۔ ''اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ۝۱۳۶''

آیت نمبر ۱۳۷

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا

كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا ﴿١٣٧﴾

ترجمة الآيات

یقیناً جو لوگ ایمان لے آئے پھر کافر ہو گئے اور پھر ایمان لے آئے اور دوبارہ کافر ہو گئے اور پھر اپنے کفر میں اضافہ کیا، اللہ تعالیٰ انہیں ہرگز نہیں بخشے گا اور نہ ہی انہیں راہ حق کی ہدایت کرے گا۔

نکات:

☆ ابتدائے اسلام میں اہل کتاب میں سے ایک گروہ نے مسلمانوں کے سامنے ایمان کا اظہار کیا اور پھر شک و تردید پیدا کرنے کی خاطر دوبارہ کافر ہو گئے اور اسلام کے صحیح نہ ہونے کو اپنے کفر کی دلیل بنا کر پیش کرنے لگے، جیسے قوم یہود پہلے جناب موسیٰ پر ایمان لے آئے اور پھر گوسالہ پرست ہو گئے، اس کے بعد پھر سے توبہ کر کے خدا پرست بن گئے۔ اس کے بعد جناب عیسیٰ کا انکار کیا اور پھر پیغمبر اسلامؐ کا انکار کرنے سے انہوں نے اپنے کفر میں اضافہ کر لیا۔

☆ اس سے ملتی جلتی آیت پہلے بھی گذر چکی ہے کہ مذکورہ صفات کے حامل افراد کی توبہ قبول نہیں ہے اور یہی لوگ حقیقی معنوں میں گمراہ ہیں۔ ''اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الضَّآلُّوْنَ ﴿٩٠﴾'' (آل عمران۔ ۹۰)

☆ ہر روز نیا رنگ بدلنا یا تو حق اور دین کے بارے میں تحقیق نہ کرنے کا نتیجہ ہوتا ہے یا مومنین کے عقیدوں کو ڈانواں ڈول کرنے کی سازش ہوتی ہے، چنانچہ سورہ آل عمران کی آیت ۷۲ میں اس منصوبہ سے پردہ اٹھایا جا چکا ہے کہ ''وہ صبح کے وقت ایمان لے آتے ہیں اور دن کے آخر میں کافر ہو جاتے ہیں تا کہ مسلمانوں کو ڈانواں ڈول کر دیں''

☆ اس آیت کے واضح ترین مصداق میں سے ''شَبَث بن ربعی'' ہے، جس کے بارے میں تاریخ میں آیا ہے کہ وہ پیغمبر اکرم کے زمانے میں مسلمان ہوا اور پیغمبر اکرم کی رحلت کے بعد مرتد ہو گیا۔ اس کے بعد پھر توبہ کر لی اور حضرت علیؑ کے ساتھ مل گیا لیکن بعد میں خوارج کا سربراہ بن گیا اور نہروان کی جنگ کا باعث بنا۔ اس جنگ میں بچ جانے کے بعد اس نے پھر توبہ کر لی اور امام حسنؑ و امام حسینؑ کے ساتھیوں میں شامل ہو گیا۔ وہ ان لوگوں میں سے تھا جس نے امام حسینؑ کو دعوت نامہ لکھا تھا، پھر کوفہ میں سفیر حسینؑ جناب مسلم کے ساتھ بے وفائی کی اور کربلا میں یزید کے لشکر میں شامل ہو گیا۔ اس بدبخت نے امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد شکرانہ کے طور پر کوفہ میں ایک مسجد بنوائی۔ (کتاب: مسلم بن عقیل، آیۃ اللہ کمرہ ای، ص ۱۷۸؛ قاموس الرجال تستری؛ معجم رجال الحدیث آیۃ اللہ خوئی)

پیغام:

۱۔ارتداد اور دین سے برگشتہ ہوجانے کا خطرہ، ہر مومن کے سر پر لٹک رہا ہے۔"اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا"

۲۔عقیدے میں بے ثباتی گمراہی کی آخری حدوں تک پہنچا دیتی ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے کبھی معاف نہیں کی جاتی۔"اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا۔۔۔لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ"

آیت نمبر ۱۳۸۔۱۳۹

بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۳۸﴾

الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ

اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ﴿۱۳۹﴾

ترجمۃ الآیات

منافقین کو خوشخبری دے دو کہ ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

وہ لوگ جو مومنین کو چھوڑ کر کفار کو اپنا سرپرست اور ہمدست بناتے ہیں کیا یہ لوگ کافروں کے پاس عزت تلاش کرتے ہیں؟ جبکہ یقینی بات ہے کہ ہر قسم کی عزت تو صرف خدا ہی کے پاس ہے۔

نکات:

☆ اس آیت کا مضمون سورہ آل عمران کی آیت ۲۷ میں گذر چکا ہے، جس میں کفار کو دوست اور سرپرست بنانے کی شدید مذمت کی گئی ہے۔

☆ ابتدائے اسلام میں منافقین، مدینہ کے یہودیوں اور مکہ کے مشرکوں کے ساتھ رابطہ میں تھے تاکہ اگر مسلمانوں کو شکست ہوتی ہے تو انہیں کوئی نقصان نہ ہو اور اپنی حیثیت کو گنوا نہ دیں۔

☆ عزت صرف خدا تعالیٰ کے دست قدرت میں ہے کیونکہ وہ عزت، علم اور قدرت کا سرچشمہ ہے جبکہ دوسرے افراد علم وقدرت سے بے بہرہ ہیں۔مناجات شعبانیہ میں ہے:"الهی بيدك لا بيد غيرك زيادتی و نقصی" خدایا! میری لیے

کمی یا زیادتی سب تیرے ہاتھ میں ہے کسی دوسرے کے اختیار میں نہیں ہے۔

پیغام:

۱۔ کفار کے ساتھ وابستہ رہنا اور اس کو اپنی عزت سمجھنا منافقانہ خصلت ہے۔ ''اَلَّذِیْنَ یَتَّخِذُوْنَ الْکٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ۔ ''

۲۔ کفار کے ساتھ ہر طرح کا رابطہ ممنوع ہے۔ ''یَتَّخِذُوْنَ الْکٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ''

۳۔ خارجہ سیاست میں اپنی عزت کفار کے ساتھ وابستگی میں تلاش کرنے کی بجائے، اسلامی ممالک کے ساتھ روابط بڑھانے کی فکر کرنی چاہیے۔ ''یَتَّخِذُوْنَ الْکٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ ط''

آیت نمبر ۱۴۰

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَیْکُمْ فِی الْکِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰیٰتِ اللّٰہِ یُکْفَرُ بِهَا وَیُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰی یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِهٖۤ ۖ اِنَّکُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ط اِنَّ اللّٰہَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِیْنَ وَالْکٰفِرِیْنَ فِیْ جَهَنَّمَ جَمِیْعًا ۙ﴿۱۴۰﴾

ترجمۃ الآیات

اور یقیناً اللہ تعالیٰ نے قرآن میں تم پر (یہ حکم) نازل کر دیا ہے کہ جب بھی تم سنو کہ خدا کی آیات کا کفر کیا جا رہا ہے یا ان کا مذاق اڑایا جا رہا ہے تو ان لوگوں کے ساتھ مت بیٹھو! یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں مشغول ہو جائیں ورنہ تم بھی ان کی مانند ہو جاؤ گے، یقیناً اللہ تعالیٰ منافقوں اور کافروں کو جہنم میں جمع کر دے گا۔

نکات:

☆ اس سے ملتی جلتی ایک آیت سورہ انعام کی ۶۸ ویں آیت ہے جس میں حضرت رسولخداؐ سے خطاب ہے کہ ''وَاِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰی یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِهٖ ط'' یعنی اگر تم ان لوگوں کو دیکھو کہ ہماری آیات کے بارے میں یاوہ گوئی کر رہے ہیں تو ان سے منہ موڑ لو یہاں تک کہ ان کی بحث کا موضوع تبدیل ہو جائے۔

پیغام:

۱۔ انسان کو چاہیے کہ دوسرے لوگوں کی باتوں کے بارے میں لاپروائی کا مظاہرہ نہ کرے۔ ''اِذَا سَمِعۡتُمۡ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكۡفَرُ بِهَا وَيُسۡتَهۡزَاُ بِهَا فَلَا تَقۡعُدُوۡا مَعَهُمۡ ''

۲۔ گناہ کی محفل میں گناہ کے خلاف کوئی بات نہ کرنا یا اس کے خلاف کوئی اظہار نہ کرنا بھی گناہ ہے۔ '' يُكۡفَرُ بِهَا وَيُسۡتَهۡزَاُ بِهَا فَلَا تَقۡعُدُوۡا ''

۳۔ یا تو خراب اور فاسد ماحول کو تبدیل کر دیا پھر اس ماحول سے نکل جاؤ۔ ''فَلَا تَقۡعُدُوۡا مَعَهُمۡ ''

۴۔ صرف گناہ نہ کرنا اور سیدھے رہنا ہی کافی نہیں ہے بلکہ گناہ کی بساط کو لپیٹنا بھی ضروری ہے، دوسروں کی کجی کو سیدھا کرنا بھی ضروری ہوتا ہے۔ ''فَلَا تَقۡعُدُوۡا مَعَهُمۡ حَتّٰى يَخُوۡضُوۡا فِىۡ حَدِيۡثٍ غَيۡرِهٖ ''

۵۔ بیان کی آزادی، وسعت قلبی، چشم پوشی، خوش اخلاقی، خاطر مدارات، حیا اور لوگوں کے ساتھ رہنے، کے بہانے اور عنوان سے گناہ اور دین سے مذاق کرنے کی صورت میں خاموشی اختیار کرنا جرم ہے۔ ''سَمِعۡتُمۡ ۔ ۔ ۔ يُسۡتَهۡزَاُ بِهَا فَلَا تَقۡعُدُوۡا مَعَهُمۡ ''

۶۔ دینی غیرت اور حمیت کا مظاہرہ اور اپنے مؤقف پر ڈٹے رہنا، حقیقی ایمان کی شرط ہے۔ ''فَلَا تَقۡعُدُوۡا مَعَهُمۡ ''

۷۔ کفر کی ترغیب و تقویت کا سبب بننا اور دین کا مذاق اڑانے میں شریک ہونا خواہ کسی بھی عنوان سے ہو اگر چہ منحرف گروہ میں صرف اضافے کی صورت میں ہی کیوں نہ ہو حرام ہے۔ ''فَلَا تَقۡعُدُوۡا مَعَهُمۡ ''

۸۔ دوسروں کے ساتھ دوستی کی شرط یہ ہے کہ وہ تمہیں نہ تو فکری اور مذہبی نقصان پہنچائیں اور نہ ہی تمہارے مذہب کے خلاف باتیں کریں۔ ''سَمِعۡتُمۡ ۔ ۔ ۔ يُسۡتَهۡزَاُ بِهَا فَلَا تَقۡعُدُوۡا مَعَهُمۡ ''

۹۔ موقع و محل کے مطابق مناسب رابطہ رکھنا بھی ضروری ہے اور رابطے کا منقطع کرنا بھی لازمی ہے یعنی جاذبہ بھی ہونا چاہیے اور دافعہ بھی ہونا چاہیے۔ ''فَلَا تَقۡعُدُوۡا مَعَهُمۡ ''

۱۰۔ جو دوسروں کے گناہ پر راضی ہوتا ہے وہ ان کے ساتھ برابر کا شریک ہے۔ ''اِنَّكُمۡ اِذًا مِّثۡلُهُمۡ ؕ ''

۱۱۔ کافروں کی یاوہ گوئی کے سامنے سکوت اختیار کرنا ایک قسم کا نفاق ہے۔ ''اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الۡمُنٰفِقِيۡنَ ''

۱۲۔ دنیا میں اختیار کی جانے والی ہم نشینی کی جزا آخرت میں ملنے والی ہم نشینی ہوتی ہے۔ ''اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الۡمُنٰفِقِيۡنَ وَالۡكٰفِرِيۡنَ فِىۡ جَهَنَّمَ ''

آیت نمبر ۱۴۱

الَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْٓا اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۖ وَاِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ ۙ قَالُوْٓا اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا ﴿۱۴۱﴾

ترجمة الآیات

(منافقین) وہ لوگ ہیں جو ہمیشہ تمہاری تاڑ میں رہتے ہیں، پس اگر خدا کی طرف سے تم کو کوئی فتح حاصل ہوتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہیں تھے؟ (لہٰذا ہمیں بھی اس اعزاز اور غنیمت میں شریک ہونا چاہیے) اور اگر کفار کو کوئی حصہ ملتا ہے تو وہ (انہیں) کہتے ہیں کہ کیا ہم جنگ میں تمہیں تشویق نہیں دلاتے تھے اور تمہیں مومنین کے آگے (ہتھیار ڈالنے) سے نہیں روکتے تھے؟ پس اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمہارے درمیان فیصلہ کرے گا اور اللہ تعالیٰ نے کفار کے لیے مسلمانوں پر تسلط کا کوئی راستہ قرار نہیں دیا۔

نکات:

☆ قرآن مجید نے مسلمانوں کی کامیابی کو ''فتح'' کے لفظ سے اور کفار کی کامیابی کو ''نصیب'' کے لفظ سے ذکر کیا ہے۔ تا کہ اس سے یہ بات ذہن نشین کرائی جائے کہ کفر کی چمک دمک عارضی اور جلد ختم ہو جانے والی ہے اور نیک انجام اور حقیقی فتح و کامیابی حق کے لیے ہے۔

☆ ''نَسْتَحْوِذْ'' کا لفظ ''حوذ'' سے نکلا ہے جس کے معنی ''سواری کو پیچھے سے ہنکانا'' ہیں کیونکہ ساربان اونٹ کو تیز چلانے کے لیے اسے پیچھے سے مارتا ہے اور یہاں مراد یہ ہے کہ کافروں کو مسلمانوں کے خلاف جنگ کی تشویق و ترغیب دلانا۔

☆ فقہا مختلف فقہی مسائل میں مسلمانوں پر کفار کے عملی طور پر عدم تسلط کو اس جملہ ''لَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ'' کے ساتھ استناد کرتے ہیں۔ البتہ اگر رفت و آمد، معلومات کا حصول، علم حاصل کرنا اور ثقافتی و معاشی لین دین، مسلمانوں پر کفار کے تسلط کا باعث

نہ ہو اور مسلمانوں کیلئے ذلت کا باعث نہ بنے تو کوئی حرج نہیں۔ اس لئے کہ ہم روایات میں پڑھتے ہیں: علم حاصل کرو خواہ تمہیں چین جانا پڑے۔ جیسا کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: 'جو کافر قیدی دس مسلمانوں کو تعلیم دے گا اسے آزاد کر دیا جائے گا۔' معصومینؑ کے زمانے میں مسلمانوں اور دوسروں کے درمیان ایسے معاملات ہوا کرتے تھے۔

پیغام:

۱۔ منافقین ابن الوقت ہوتے ہیں اور موقع سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں لہٰذا مومنین کو خبردار رہنا چاہیے کہ ان کی فتوحات سے منافقین ناجائز مفاد حاصل نہ کر پائیں۔ ''یَتَرَبَّصُوْنَ بِکُمْ ۚ ۔۔۔''

۲۔ منافقین کفار کے جاسوس ہوتے ہیں اور خفیہ طور پر انہیں مسلمانوں کے خلاف جنگ کی تشویق وترغیب دلاتے ہیں۔ ''نَسْتَحْوِذْ''

۳۔ قیامت کے دن خدا کے برحق فیصلے سے تمام نیرنگیاں آشکار اور نفاق کے پردے چاک ہو جائیں گے۔ ''فَاللّٰهُ یَحْكُمُ بَیْنَكُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ''

۴۔ مومنین کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ کفار کے تسلط کو قبول کر لیں۔ تسلط کو قبول کرنا حقیقی ایمان کے نہ ہونے کی علامت ہے۔ ''لَنْ یَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِیْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ سَبِیْلًا ۟﴿۱۴۱﴾''

۵۔ کوئی ایسا کام کرنا چاہیے جس سے مسلمانوں پر تسلط قائم کرنے سے کافر مایوس ہو جائیں۔ ''لَنْ یَّجْعَلَ اللّٰهُ ۔۔۔''

۶۔ ہر وہ تجویز، منصوبہ، معاہدہ اور آمد و رفت کے فیصلے کہ جس سے مسلمانوں پر کفار کے غلبہ اور تسلط کی راہیں کھلتی ہوں حرام ہے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ سیاسی، فوجی، اقتصادی اور ثقافتی غرض ہر لحاظ سے مستحکم استقلال کے مالک بنیں۔ ''لَنْ یَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِیْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ سَبِیْلًا ۟﴿۱۴۱﴾''

آیت نمبر ۱۴۲

اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَاِذَا قَامُوْۤا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ یُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِیْلًا ۟ۙ﴿۱۴۲﴾

ترجمۃ الآیات

یقیناً منافق لوگ خدا کے ساتھ مکر وحیلہ کرتے ہیں اور خدا بھی ان کے ساتھ (ان کے اعمال کے نتیجہ میں) حیلہ کرتا ہے اور جب بھی وہ نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو سستی اور کاہلی کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں لوگوں کے دکھاوے کے لیے نماز پڑھتے ہیں اور خدا کو یاد نہیں کرتے مگر تھوڑا سا۔

نکات:

☆ منافق، ظاہر میں احکام دینی بجالاتا ہے لیکن اس کی نیت خدا کیلئے نہیں ہوتی۔ نماز پڑھتا ہے لیکن دکھاوے کیلئے، سستی اور غفلت کے ساتھ پڑھتا ہے۔ وہ خیال کرتا ہے کہ اس طریقہ سے خدا تعالیٰ کو فریب دے رہا ہے جبکہ وہ نہیں جانتا کہ وہ خود کو دھوکہ دے رہا ہے اور خدا تعالیٰ تو اس کے اندرونی حالات سے آگاہ ہے اور وہ اس کی فریبکاریوں کا بدلہ دے گا۔

☆ حضرت امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں: چونکہ اللہ تعالیٰ ان منافقین کو ان کے مکر وفریب کا بدلہ دیتا ہے لہٰذا خدا کی اس سزا کو بھی مکر وحیلہ کہا گیا ہے۔ (تفسیر نور الثقلین)

☆ مومن کیلئے نماز مطلوب، عشق اور خلوص ہے جسے وہ ہمیشہ ادا کرتا ہے۔ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: جو لوگ نماز کو آخر وقت تک تاخیر کرتے ہیں، مختصر اور جلدی میں پڑھتے ہیں وہ منافقین جیسی نماز پڑھتے ہیں۔ (درالمنثور، ج ۲، ص ۲۳۷)

☆ قرآن مجید مومنین کی نماز کے بارے میں ''اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ'' کا جملہ استعمال کرتا ہے لیکن منافقین کے بارے میں کہتا ہے: ''قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوۃِ'' ان دو جملوں 'اقاموا' اور قاموا' میں بہت زیادہ فرق ہے۔ پہلے کا مطلب قائم کرنا اور دوسرے کا مطلب قیام کرنا ہے۔

پیغام:

۱۔ فریب دہی، نماز میں سستی وکاہلی، ریاکاری اور یاد خدا سے غفلت، نفاق کی علامتیں ہیں۔ ''اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ، يُرَآءُوْنَ، لَا يَذْكُرُوْنَ''

۲۔ منافقین کو معلوم ہونا چاہیے کہ ان کا مدمقابل خدا تعالیٰ ہے۔ ''وَهُوَ خَادِعُهُمْ ''

۳۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے کیفر، عمل سے متناسب ہوتا ہے۔ ''يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ''

۴۔ منافقین کی نماز روح کی سستی اور ریاکاری پر مبنی ہوتی ہے۔ اس کے اندر نہ روحانیت ہوتی ہے، نہ مقصد اور نہ ہی مقدار۔ ''كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ ۔ قَلِيْلًا''

آیت نمبر ۱۴۳

مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ۖ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿۱۴۳﴾

ترجمة الآیات

(منافقین) اس (کفر وایمان) کے درمیان کشمکش میں ہیں نہ تو اس (مومن) گروہ کی طرف ہیں اور نہ ہی اس (کافر) گروہ کی طرف ہیں اور (اے رسولؐ!) جسے اللہ گمراہی میں چھوڑ دے، تم اس کے لیے نجات کی راہ ہرگز نہیں پا سکتے۔

نکات:

☆ ''تَذَبْذُب'' کسی ایسی چیز کی حرکت کو کہتے ہیں جو فضا میں لٹکی ہوئی ہو۔ زمین میں اس کی کوئی محکم اور استوار جگہ نہیں۔

پیغام:

۱۔ منافقین میں فکر اور عقیدے کے لحاظ سے استقلال نہیں پایا جاتا، ہر واقعہ کے ساتھ گھوم جاتے ہیں، حالات کے مطابق اپنی رائے بنا لیتے ہیں۔ ان کا وجود دوسروں کے ساتھ وابستہ رہتا ہے اور بے مقصد بھٹکتے پھرتے ہیں۔ ''مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ۖ''

۲۔ منافق کو قلبی سکون نصیب نہیں ہوتا کیونکہ اسے ہمیشہ گرگٹ کی طرح رنگ بدلنا پڑتا ہے اور وہ جلدی میں اقدام کرتا رہتا ہے۔ ''مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ۖ''

۳۔ اعتقادی مقامات اور فکری مواقع پر مستقل مزاجی اور یقینی کیفیت کی ضرورت ہے، شک و تردید نقصان دہ ہے۔ ''مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ۖ''

۴۔ منافق، قہر خداوندی کا سزاوار ہے۔ ''وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ''

۵۔ نفاق لاعلاج بیماری ہے۔ ''فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿۱۴۳﴾''

آیت نمبر ۱۴۴

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۱۴۴﴾

ترجمة الآیات

اے وہ لوگو جو ایمان لے آئے ہو! مومنین کو چھوڑ کر کفار کو اپنا ولی اور سرپرست نہ بناؤ۔ کیا تم چاہتے ہو کہ خدا کے نزدیک اپنے خلاف کھلم کھلا حجت اور سند قرار دے دو؟

نکات:

☆ مومنین کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ کفار کی ولایت اور سرپرستی کو قبول کریں لیکن منافق لوگ کفار کے ساتھ نہایت گہرے تعلقات رکھتے ہیں۔ قرآن مجید نے کفار کو ''منافقین کے شیطان'' قرار دیا ہے جیسا کہ ارشاد پروردگار ہے ''اِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ'' (بقرہ۔ ۱۴)، منافقوں کا بھائی بھی کہا ہے، ارشاد رب العزت ہے: ''الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا'' منافق لوگ اپنے کافر بھائیوں سے کہتے ہیں۔ (حشر۔ ۱۱)

اسی سورہ نساء کی آیات ۱۳۹ اور ۱۴۱ میں بھی ان کے کفار کے ساتھ رابطے اور اسی قسم کی کیفیت کی نشاندہی کی گئی ہے۔

پیغام:

۱۔ کافروں کی سرپرستی کو قبول کرنا، ایمان کے ساتھ سازگار نہیں ہے۔ ایک دل سے دو طرح کے فیصلے ایک ہی مرتبہ میں نہیں ہو سکتے۔ ''يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا ...''

۲۔ تولّی و تبرّی، مومنوں کے ساتھ دوستی اور کافروں سے دوری ہے جو کہ ایمان کا حتمی نتیجہ ہے۔ ''لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ''

۳۔ ایسے ہر قسم کے میل جول، دوستی اور معاہدوں سے پرہیز کرنا چاہیے جن کا نتیجہ مسلمانوں کا نقصان ہو۔ ''لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ''

۴۔ خارجہ سیاست، سیاسی، اقتصادی اور تجارتی تعلقات، سرکاری عہدوں پر تقرری اور عزل و نصب، غرض کوئی بھی اقدام جس سے مسلمانوں پر کفار کا تسلط قائم ہوتا ہو، وہ حرام اور قابل مذمت ہے۔ ''لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ''

۵۔ ذلت کو قبول کرنے والے مسلمان کے پاس خدا کے پیش کرنے کے لیے کوئی دلیل نہیں ہوگی ۔ ''اَتُرِیْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ ۔۔۔''

آیت نمبر ۱۴۵

اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِیْرًا ﴿۱۴۵﴾

ترجمۃ الآیات

یقیناً منافقین جہنم کے پست ترین درجے میں ہیں اور تم ان کے لیے کوئی مددگار نہیں پاؤ گے۔

نکات:

☆ سمندر کے سب سے گہرے حصے کو ''درک'' کہتے ہیں۔ کسی مطلب کی گہرائی سمجھ میں آجائے تو کہتے ہیں: یہ مطلب درک ہو گیا۔ اس کے علاوہ نیچے کی طرف جانے والی سیڑھی کو ''درک'' اور اوپر کی طرف جانے والی سیڑھی کو ''درجہ'' کہتے ہیں۔ لہٰذا بہشت کے درجات ہیں اور اسی طرح جہنم کے درکات ہیں۔

پیغام:

۱۔ جہنم میں منافقین کا ٹھکانا کفار سے بھی بدتر ہوگا۔ ''فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ''

۲۔ جہنم کے کئی مرحلے اور مرتبے ہیں۔ ''فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ''

۳۔ قیامت میں منافقین کی نجات کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ ''وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِیْرًا ﴿۱۴۵﴾'

۴۔ منافقوں کو شفاعت نصیب نہ ہوگی۔ ''وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِیْرًا ﴿۱۴۵﴾''

آیت نمبر ۱۴۶

اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِیْنَهُمْ

لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۴۶﴾

ترجمة الآيات

مگر جولوگ توبہ کریں گے اور (اپنے غلط رویے کی) اصلاح کریں گے اور خدا کے (لطف و کرم کے) دامن کو مضبوطی سے پکڑیں گے اور اپنے آپ کو خدا کے لیے خالص کرتے ہوئے دین سے منسلک ہو جائیں گے تو (ان شرائط کے تحت) وہ لوگ مومنین کے ہمراہ ہوں گے اور اللہ تعالیٰ بہت جلد مومنین کو بہت عظیم اجر عطا کرے گا۔

پیغام:

۱۔ توبہ کا دروازہ ہر شخص کیلئے حتی کہ منافقین کے لیے بھی کھلا ہے۔ توبہ انسان کو درک اسفل سے بہشت اعلیٰ تک پہنچا دیتی ہے۔ ''اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا''

۲۔ انسان آزاد ہے اور سوچ سمجھ کر اپنی راہ تبدیل کر سکتا ہے۔ ''تَابُوْا''

۳۔ لوگوں کو سخت ترین تنبیہ اور ڈانٹ ڈپٹ کے ساتھ امید وار بھی رکھو۔ ''فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ۔۔۔اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا''

۴۔ توبہ صرف پشیمانی اور اظہار ندامت کا نام ہی نہیں بلکہ اس کے ساتھ ہر حوالے سے اپنی تعمیر نو بھی ضروری ہے۔'' اَصْلَحُوْا، وَاعْتَصَمُوْا، وَاَخْلَصُوْا''

۵۔ ہر گناہ کی توبہ کا انداز اپنا ہے۔ منافق کی توبہ یہ ہے کہ تخریب کاری کو چھوڑ کر اصلاح کو اپنائے، ادھر ادھر سے وابستگی کو چھوڑ کر لطف پروردگار کے دامن سے وابستہ ہو جائے، ناخالص عادات واطوار کو خیر باد کہہ کر اخلاص پر عمل پیرا ہو جائے۔ ''وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا''

۶۔ افکار وعقائد میں ملے جلے رجحان کی نفی کی گئی ہے۔ ''اَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ''

۷۔ توبہ کرنے والے منافقین جب توبہ کر کے اپنے ہم فکر اور ہم مسلک لوگوں سے جدا ہوں تو انہیں تنہائی کا احساس نہیں کرنا چاہیے کیونکہ ان کے بدلے میں انہیں بہترین دوست مل جائیں گے۔ ''فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ''

۸۔ مومنین کو چاہیے کہ حقیقی توبہ کرنے والوں کا تپاک سے استقبال کریں اور انہیں اپنے میں سے جانیں۔ فَاُولٰٓئِكَ

مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ط ''

آیت نمبر ۱۴۷

مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ط وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا ﴿۱۴۷﴾

ترجمۃ الآیات

اگر تم شکر گزار بن جاؤ اور ایمان لے آؤ تو خداوند عالم تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا؟ اور اللہ تعالیٰ تو بڑا قدر دان اور صاحب علم ہے۔

پیغام:

۱۔ خدا کی طرف سے سزائیں عین عدل ہوا کرتی ہیں، انتقام اور اظہار قوت کیلئے نہیں ہوتیں جبکہ عذاب کا موجب خود انسان ہی ہوتے ہیں۔ ''مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ''

۲۔ اس کی نعمتوں کی پہچان اور ان پر ادائے شکر خدا کی دعوت کو قبول کرنے اور اس کے ایمان لانے کا ذریعہ ہے۔ ''شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ''

۳۔ خدا پر ایمان، شکر کا واضح ترین اظہار ہے۔ ''اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ط''

۴۔ شکر کے فائدوں میں سے دو یہ ہیں کہ خدائی قہر و غضب سے نجات حاصل ہوتی ہے اور خدا کے لطف و کرم کا زیادہ سے زیادہ حصول ممکن ہوتا ہے۔ ''مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ ، وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا''

۵۔ اگر تم شکر کرو گے تو خداوند عالم بھی تمہارے شکر کی قدر دانی کرے گا۔ ''وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا''

۶۔ اگرچہ خدا بے نیاز ہے لیکن وہ اپنے ادنیٰ بندے کے شکر کی بھی قدر دانی کرتا ہے تو کیوں نہ ہم اس کا شکر بجا لائیں؟! ''اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ط وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا''

چھٹا پارہ

آیت نمبر ۱۴۸

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا ﴿۱۴۸﴾

ترجمة الآيات

اللہ تعالیٰ بلند آواز کے ساتھ بدگوئی کو پسند نہیں کرتا مگر اس شخص سے جس پر ظلم کیا گیا ہو اور اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے۔

نکات:

☆ یہ آیت مظلوم کو دادخواہی اور فریاد کرنے کی اجازت دے رہی ہے جس طرح کہ سورہ شوریٰ کی آیت ۴۱ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴿۴۱﴾'' جس پر ظلم ہوا ہو اگر وہ اس کے بعد انتقام لے تو ایسے لوگوں پر کوئی الزام نہیں ہے۔

☆ برائیوں کو کھلم کھلا بیان کرنے سے قرآن نے بارہا منع کیا ہے اور اسے کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے اور اس کیلئے عذاب کا وعدہ کیا ہے۔ مثلاً سورہ نور کی آیت ۱۹ میں مومنین کی برائی کا لوگوں میں چرچا کرنے کو گناہ قرار دیا ہے ارشاد ہوتا ہے: ''اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ'' جو لوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ مومنین میں برائی پھیلے تو ان کیلئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔

☆ ''مَنْ ظُلِمَ ؕ'' کی تعبیر میں کئی احتمال ہیں:

۱۔ ہوسکتا ہے کہ ''مِمَّنْ ظُلِمَ'' کے معنی میں ہو یعنی جس پر ظلم ہوا ہے اس کی فریاد جائز ہے۔

۲۔ ہوسکتا ہے کہ ''لِمَنْ ظُلِمَ'' کے معنی میں ہو یعنی مظلوم کے حق میں فریاد بلند کرنا خواہ یہ فریاد بلند کرنے والا خود مظلوم نہ ہو۔

۳۔ ہوسکتا ہے کہ ''عَلٰى مَنْ ظُلِمَ'' کے معنی میں ہو یعنی اس مظلوم کے خلاف احتجاجی فریاد بلند کرنا جو ذلت کو قبول کر کے چپ سادھے بیٹھا ہے۔

البتہ پہلا احتمال سب سے بہتر معلوم ہوتا ہے۔

☆ دوسرے افراد کے سامنے کسی کی برائی کو بیان کرنا حرام ہے لیکن خود اس شخص کو اس کی برائی سے آگاہ کرنا حرام نہیں ہے کیونکہ پیغمبر خداؐ نے فرمایا ہے: مومن دوسرے مومن کے لیے آئینہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ (بحار، ج ۷۴، ص ۲۳۳)

☆ امام جعفر صادق علیہ السلام اس آیت کے بارے میں فرماتے ہیں: اگر کوئی شخص کسی کو اپنے گھر دعوت پر بلائے اور پھر اس کے ساتھ ان جان لوگوں کی طرح برتاؤ کرے تو اس نے مہمان پر ظلم کیا ہے لہٰذا مہمان کیلئے صحیح ہے کہ وہ اس کے بارے میں کچھ کہے۔ (وسائل، ج ۱۲، ص ۲۸۹)

پیغام:

۱۔ قاعدہ کلی و اصلی تو یہ ہے کہ لوگوں کے عیوب کو فاش کرنا اور دوسرے سے بیان کرنا حرام ہے مگر کچھ استثنائی مواقع بھی ہیں۔ ''لَا یُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ''

۲۔ لوگوں کے عیوب کو فاش کرنا، جس طرح سے بھی ہو، حرام ہے۔ (خواہ شعر کے ذریعے یا طنز، تصریح، تلویح، حکایت یا شکایت وغیرہ کے ذریعہ ہو۔)

۳۔ حقیقی اسلامی معاشرے کی پہچان یہ ہے کہ اس میں مظلوم مکمل آزادی کے ساتھ ظالم کے خلاف آواز بلند کرسکتا ہو۔ ''الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ؕ''

۴۔ ظالم کے بارے میں مظلوم کا غیبت کرنا جائز ہے۔ ''الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ؕ''

۵۔ اسلام، مظلوموں کا حامی ہے۔ ''اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ؕ''

۶۔ قانون سے ناجائز فائدہ اٹھانا ممنوع ہے۔ ظالموں کو معلوم ہونا چاہیے کہ غیبت کی حرمت ان کے لیے ظلم کی راہیں کھولنے کا سبب نہیں ہوتی۔ ''اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ؕ''

۷۔ صرف مظلوم ہی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ ظالم کی غیبت کرے اور وہ بھی اسی بارے میں جو ظلم اس پر ہوا ہے اس کے دوسرے عیبوں کے بارے میں نہیں۔ (تفسیر المیزان) ''اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ؕ''

۸۔ اسلامی معاشرے میں ظالم کا کوئی مقام و احترام نہیں ہے بلکہ اس کی مذمت کرنی چاہیے اور لوگوں کو اس کے متعلق بتانا چاہیے۔ ''لَا یُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ؕ''

۹۔ جب ہماری نظر میں اسلامی اقدار ایک دوسرے سے ٹکرا رہی ہوں تو اہم سے اہم تر کو اختیار کیا جائے گا۔ (اہم و مہم کا لحاظ رکھا جائے۔) مظلوم کے دفاع کی اہمیت، حیا اور خاموشی اختیار کر لینے سے زیادہ ہے۔ ''لَا یُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ؕ''

۱۰۔ عیوب کے فاش کرنے کے جواز کی صورت میں حق و حدود سے تجاوز نہ کریں، اس لئے کہ خدا تعالیٰ سن بھی رہا ہے اور جانتا بھی ہے۔ ''سَمِیْعًا عَلِیْمًا ﴿۱۴۸﴾''

آیت نمبر ۱۴۹

اِنْ تُبْدُوْا خَیْرًا اَوْ تُخْفُوْہُ اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَفُوًّا قَدِیْرًا ﴿۱۴۹﴾

ترجمۃ الآیات

اگر کوئی نیکی کا کام ظاہری طور پر انجام دو گے یا چھپا کر یا کسی کی لغزش اور برائی سے درگذر کرو گے، تو یقین جانو کہ خداوند عالم بخشنے والا اور صاحب قدرت ہے۔

نکات:

☆ جب مظلوم کے پاس طاقت و قدرت حاصل ہو جائے اور اس کا کسی ظالم کو معاف کرنا اس کی تربیت کیلئے مؤثر ہو تو اسے درگذر سے کام لینا چاہیے۔ جہاں خاموشی ذلت کا موجب اور ظالم کی قوت کا سبب بن رہی ہو تو وہاں سکوت اختیار نہ کرو بلکہ فریاد بلند کرو۔

☆ انتقام اور قصاص ''حق'' ہوتا ہے اور عفو و درگذر ''فضل'' ہے۔ حضرت علی علیہ السلام کے مطابق دشمن کو معاف کر دینا، اس پر قدرت حاصل کر لینے کا شکر ہے۔ ''اذا قدرت علی عدوك فاجعل العفو عنه شكراً للقدرة عليه'' (نہج البلاغہ، قصار ۱۰)

پیغام:

۱۔ نیکیوں کے بارے میں تشویق و ترغیب سے کام لینا چاہیے اور برائیوں کے سلسلے میں عفو و درگذر سے کام لینا چاہیے۔ ''اِنْ تُبْدُوْا خَیْرًا اَوْ تُخْفُوْہُ اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ''

۲۔ کبھی تو ظلم سے ٹکر لینا اور فریاد بلند کرنا اہمیت رکھتا ہے اور کبھی عفو اور درگذر کی بڑی اہمیت ہوتی ہے۔ ''تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ''

۳۔ قدرت و غلبہ پانے کے بعد معاف کرنا انتہائی قابل قدر ہے۔ ''عَفُوًّا قَدِیْرًا ﴿۱۴۹﴾''

آیت نمبر ۱۵۰ ـ ۱۵۱

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۙ﴿۱۵۰﴾

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۱۵۱﴾

ترجمۃ الآیت

یقیناً جو لوگ خدا اور اس کے رسولوں کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے پیغمبروں کے درمیان جدائی ڈال دیں اور کہتے ہیں کہ ہم بعض چیزوں کو قبول کرتے ہیں اور بعض چیزوں سے کفر کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اس کا درمیانی راستہ اختیار کریں (جو ہوا و ہوس کے مطابق ہو عقل و استدلال کے مطابق نہیں)

تو یہی لوگ حقیقت میں کافر ہیں اور ہم نے کافروں کے لیے رسوا کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

نکات:

☆ آیت ۱۵۰ مبتدا کے مقام پر اور آیت ۱۵۱ خبر کے مقام پر ہے۔

☆ یہودی اور مسیحی لوگوں نے خواہشات نفسانی، جاہلانہ تعصّبات اور بلا وجہ تنگ نظری کی بنا پر بعض انبیا کو قبول کیا اور بعض سے انکاری ہو گئے۔

پیغام:

۱۔ نبوت کا سلسلہ خدا کا ایک قدیمی طریقہ کار رہا ہے جو زنجیر کی کڑیوں کی مانند ایک دوسرے سے ملا ہوا ہے لہٰذا اس

سارے سلسلے پر ایمان رکھنا ضروری ہے۔ ''اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ '' (امامت کے حوالے سے بھی تمام ائمہ پر اعتقاد ہونا ضروری ہے، بعض کو قبول کرنا اور بعض کا انکار کرنا یا توقف اختیار کر لینا، تمام ائمہ کے انکار کی حیثیت رکھتا ہے۔)

۲۔ خدا اور اس کے رسول ایک ہی محاذ پر ہیں اور ان میں جدائی نہیں ڈالی جا سکتی۔ ''يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ''

۳۔ خدا اور پیغمبروں سے کفر یا خدا پر ایمان اور تمام پیغمبروں سے کفر، یا خدا پر ایمان اور بعض انبیا سے کفر کرنا غلط، ناجائز اور ممنوع ہے، خدا اور تمام انبیا پر ایمان ہی حق کا راستہ ہے۔ ''يَكْفُرُوْنَ ،يُّفَرِّقُوْا ،يَقُوْلُوْنَ ،هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ''

۴۔ تمام آسمانی ادیان کو اور ان کی حیثیت کو تسلیم کیا جانا چاہیے۔ (ان کی تاریخی حدود میں) ''يَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ''

۵۔ اسلام کے مخالف قوانین کو قبول کرنا، دین میں تبعیض کے مترادف اور ممنوع ہے۔ ''نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ''

۶۔ ملے جلے عقائد رکھنا اور انبیا کے بتائے ہوئے راستوں کے مقابلے میں نئی راہیں کھولنا کفر ہے۔ ''يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۝۱۵۰ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ''

۷۔ جہنم خلق ہو چکی ہے اور اس وقت بھی موجود ہے۔ ''اَعْتَدْنَا''

آیت نمبر ۱۵۲

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰۗىِٕكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝۱۵۲ۧ

ترجمۃ الآیات

اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لے آئے اور ان میں سے کسی ایک کے درمیان جدائی نہیں ڈالی تو ان کی جزا اللہ تعالیٰ انہیں بہت جلد دے گا اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

پیغام:

۱۔ اللہ اور اس کے تمام پیغمبروں پر ایمان رکھنا چاہیے۔ یہ ٹھیک ہے کہ انبیا کے درجات اور شعاع نبوت میں فرق ہے

لیکن ان سب پر ایمان لانا ضروری ہے۔ ''اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ''

۲۔ باوجودیکہ ہماری اپنی ہستی، ہماری توفیقات اور اسباب و وسائل سب اس ذات وحدہ لاشریک کا عطیہ ہیں پھر بھی وہ ہمیں اجر عطا فرمائے گا۔ ''اُجُوْرَھُمْ''

آیت نمبر ۱۵۳

یَسْـَٔلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَیْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰۤى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْۤا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ۚ ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَیِّنٰتُ فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ ۚ وَاٰتَیْنَا مُوْسٰى سُلْطٰنًا مُّبِیْنًا ﴿۱۵۳﴾

ترجمۃ الآیات

اہل کتاب تم سے یہ چاہتے ہیں کہ تم ان کے لیے ایک کتاب اور نوشتہ آسمان سے اتروا ؤ، یقیناً موسیٰ سے تو انہوں نے اس سے بھی بڑھ کر سوال کیا تھا اور کہا تھا کہ ہمیں خدا ظاہری طور پر دکھاؤ! پس ان کے ظلم پر مبنی تقاضے کی وجہ سے صاعقہ (کڑاکے کی بجلی) نے انہیں اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ پھر ان کے سامنے روشن معجزے آجانے کے بعد بھی انہوں نے بچھڑے کو (خدا) بنا لیا۔ پس ہم نے ان کے اس جرم کو بھی معاف کر دیا اور موسیٰ کو واضح اور کھلم کھلا حجت عطا کی۔

نکات:

☆ یہودیوں کا پیغمبر خداؐ سے یہ تقاضا تھا کہ قرآن مجید بھی تورات کی مانند یکجا نازل ہو لیکن یہ صرف ان کا ایک بہانہ تھا جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَیْكَ كِتٰبًا فِیْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَیْدِیْهِمْ لَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۷﴾'' (انعام۔ ۷) اگر ہم کاغذ پر لکھی لکھائی کتاب بھی تم پر نازل کرتے اور یہ لوگ اسے اپنے ہاتھوں سے چھو بھی لیتے پھر بھی کفار نہ مانتے اور کہتے کہ یہ تو بس کھلا ہوا جادو ہے۔

☆ کافروں کے ایمان نہ لانے کے بہانے ایک ہی جیسے ہیں۔ مشرکین بھی رسول خداؐ سے اسی قسم کے تقاضے کرتے تھے

اور کہتے تھے: ''وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ط'' (اسراء۔ ۹۳) ہم اس وقت تک (تمہارے آسمان پر) چڑھنے کے بھی قائل نہیں ہوں گے جب تک تم ہم پر (خدا کی طرف سے ایک) کتاب نازل نہ کرو گے کہ ہم اسے خود پڑھ بھی لیں۔

پیغام:

۱۔ گذشتہ لوگوں کے ناپسندیدہ اعمال، افکار اور اخلاق آئندہ آنے والی نسلوں کے لیے بڑا تاریخی مواد بن جاتے ہیں۔ ''فَقَدْ سَاَلُوْا ۔۔۔''

۲۔ بنی اسرائیل کو حق کی تلاش نہیں تھی ورنہ اس قدر معجزات کے آجانے کے باوجود بچھڑے کی پرستش کیوں کرتے؟'' اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ''

۳۔ کافروں کے ایمان نہ لانے پر پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ تمام انبیا کے مقابلے میں ایسے ہی ضدی لوگ تھے۔ ''سَاَلُوْا مُوْسٰۤى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ''

۴۔ جب خدا تعالیٰ آنکھ سے دیکھا نہیں جا سکتا تو اسے دیکھنے کی درخواست ظلم وستم ہے۔ ''اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ۚ''

۵۔ حق کے انکار اور فکری کج روی کی سزا قہر خداوندی کی صورت میں اس دنیا میں بھی مل جاتی ہے۔ ''فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ۚ''

۶۔ اللہ کی رحمت تو گوسالہ پرستی جیسے گناہوں کو بھی معاف کر دیتی ہے۔ ''فَعَفَوْنَا''

۷۔ انبیائے عظام کو خدا کی حمایت حاصل ہوتی ہے۔ ''وَاٰتَيْنَا مُوْسٰى سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ۝۱۵۳''

آیت نمبر ۱۵۴

وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ بِمِيْثَاقِهِمْ وَقُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوْا فِي السَّبْتِ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۝۱۵۴

ترجمۃ الآیات

اور ہم نے کوہ طور کو ان (بنی اسرائیل) کے سروں پر بلند کر دیا اور اسی حالت میں ان سے عہد لیا اور ان سے کہا دروازے سے خضوع وخشوع کے ساتھ داخل ہو جاؤ اور ان سے کہا کہ ہفتے کے دن (چھٹی کے روز، احکام خدا) کے بارے میں سرکشی اور تجاوز نہ کرو اور ہم نے ان سے مضبوط عہد لیا۔

نکات:

☆ اسی آیت سے ملتا جلتا مضمون، سورہ بقرہ کی آیات ۶۳ و ۹۳ نیز سورہ اعراف کی آیت ۱۷۱ میں بیان ہوا ہے۔

☆ اس عہد و پیمان سے مراد وہی کچھ ہے جو سورہ بقرہ کی آیات ۴۰ و ۸۴ اور مائدہ کی آیت ۱۲ میں بیان ہوا ہے۔

☆ مقدس مقامات کیلئے خاص آداب ہوتے ہیں: ''ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا ''

۔کوہ طور کے حوالے سے قرآن پاک میں آیا ہے: ''فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ج ''(طہ۔ ۱۲)

۔پیغمبر اکرمؐ کے گھروں سے متعلق ہے: ''لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ ''(احزاب۔ ۵۳)

۔مساجد کے بارے میں ہے: ''خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ ''(اعراف۔ ۳۱)

۔مسجد الحرام کے بارے میں ہے: ''فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ ''(توبہ۔ ۲۸)

۔کعبہ کے بارے میں ہے: ''طَهِّرَا بَيْتِيَ ''(بقرہ۔ ۱۲۵)

اسی طرح مساجد کے بارے میں بعض فقہی وحدیثی کتب میں آداب بیان کیے گئے ہیں۔

پیغام:

۱۔ تربیت کرنے کے لیے کبھی لازم ہو جاتا ہے کہ ڈرانے اور مرعوب کرنے کے ذرائع سے استفادہ کیا جائے۔ '' وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ ''

۲۔ چھٹی کے دن اور عبادت کے وقت کام کرنا ایک قسم کا حدود سے تجاوز کرنا ہے۔ ''لَا تَعْدُوْا فِي السَّبْتِ ''

آیت نمبر ۱۵۵

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ وَ كُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَقَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ

بِغَيْرِ حَقٍّ وَّقَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ط بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۵۵﴾

ترجمۃ الآیات

پس ان کی عہد شکنیوں، آیات خداوندی سے کفر کرنے، انبیا کو ناحق قتل کرنے اور یہ کہنے پر کہ ہمارے دلوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں (ہم نے انہیں سزا دی) بلکہ اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی اور تھوڑے سے لوگوں کے سوا یہ ایمان نہیں لائے۔

نکات:

☆ پیغمبر اکرمؐ کے دور کے یہودیوں نے انبیا کو قتل نہ کیا تھا، لیکن ان کے آبا ؤ اجداد نے ایسے گناہ انجام دیے تھے۔ اولاد کا اپنے اجداد کے کام پر راضی ہونے کی وجہ سے ان کے بڑوں کے گناہوں کو خود ان سے بھی نسبت دی گئی ہے۔ (تفسیر قمی، ج ۱، ص ۱۵۷)

پیغام:

۱۔ عہد شکنی کفر کے مترادف گناہ ہے بلکہ کفر کی راہیں ہموار کرتا ہے۔ ''نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ''

۲۔ نعمت کا کفران اس حد تک لے جاتا ہے کہ انبیا کے ذریعے آزاد ہونے والے ہی انبیا کے قاتل بن جاتے ہیں۔ ''وَقَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ''

۳۔ انسان کفر اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے اپنی تباہی مول لیتا ہے۔ ''طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ''

۴۔ اکثریت کے کفر کے مقابلے میں بہت کم لوگوں کا ایمان لے آنا اس بات کی دلیل ہے کہ انسان انتخاب اور ارادے میں آزاد اور خود مختار ہے۔ لہٰذا محتاط رہنا چاہیے کہ دوستی، ماحول اور بگڑا ہوا نظام کہیں انسان کے راہ حق انتخاب کرنے کے ارادے کو تبدیل نہ کر دے۔ ''فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۵۵﴾''

آیت نمبر ۱۵۶

وَّبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا ﴿۱۵۶﴾

ترجمۃ الآیات

اور وہ اپنے کفر اور حضرت مریمؑ پر بہت بڑا بہتان باندھنے کی وجہ سے عظیم گناہ کے مرتکب ہوئے۔(اور ہمارے قہر وغضب نے انہیں اپنی گرفت میں لے لیا۔)

نکات:

☆ حضرت مریم سلام اللہ علیہا پر بہتان کا ذکر سورہ مریم کی آیت ۲۷ میں بھی ہے۔

☆ حضرت مریمؑ کی طرف بدکاری کی نسبت صرف ایک گناہ نہیں تھا بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر زنا زادہ ہونے اور لوگوں کی ہدایت وراہبری کے قابل نہ ہونے کی تہمت بھی تھی اور تہمت کا یہی گناہ ان کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کافر ہونے کی دلیل بھی ہے۔

☆ پیغمبر اکرمؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا: تم عیسیٰ کی مانند ہو ایک گروہ نے ان کی والدہ کے ساتھ ناروا نسبت دی اور ایک گروہ نے انہیں خدا تصور کرلیا۔(در المنثور، ج ۲، ص ۲۳۸)

☆ ''تہمت'' کو بہتان شاید اس لیے کہتے ہیں کہ پاکدامن افراد اس کا سن کر ''مبہوت'' اور پریشان ہو جاتے ہیں۔

☆ عظیم بہتان، عذاب عظیم کا موجب ہے۔ سورہ نور کی آیت ۲۳ میں ہے کہ جولوگ پاکدامن عورتوں کو ناروا نسبت دیتے ہیں، ان کیلئے عذاب عظیم ہے۔

پیغام:

۱۔ بہتان کو کفر کے ہم ردیف قرار دیا گیا ہے۔ ''بِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا''

۲۔ بگڑے ہوئے اور خراب ماحول میں لوگ پاک و پاکیزہ ترین افراد پر بد سے بدترین تہمت لگانے سے بھی نہیں چوکتے۔ ''قَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا''

آیت نمبر ۱۵۷۔۱۵۸

وَّقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا

فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ؕ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۙ﴿۱۵۷﴾

بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۵۸﴾

ترجمۃ الآیات

اور (ہمارے عذاب اور لعنت نے انہیں اپنی گرفت میں لے لیا اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ) وہ (بڑے غرور کے ساتھ) کہتے تھے کہ ہم نے خدا کے رسول عیسیٰ بن مریم کو قتل کیا ہے۔ حالانکہ انہوں نے نہ تو جناب عیسیٰ کو قتل کیا اور نہ ہی سولی پر چڑھایا بلکہ معاملہ ان پر مشتبہ ہو گیا (اور ان سے مشابہ کسی شخص کو انہوں نے قتل کیا) اور جن لوگوں نے حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں اختلاف کیا وہ خود شک میں مبتلا تھے اور گمان کی پیروی کرنے کے علاوہ اپنی کسی بھی بات کا علم نہیں رکھتے تھے اور انہوں نے یقیناً عیسیٰؑ کو قتل نہیں کیا۔

بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں (عیسیٰؑ کو) اپنی طرف اٹھا لیا اور اللہ عزیز و حکیم ہے۔

نکات:

☆ ''وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ'' کے بارے میں امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: حضرت قائم علیہ السلام کی غیبت بھی ایسی ہے، بے شک ان کی غیبت طویل ہونے کی وجہ سے اُمت ان کا انکار کر دے گی، بعض کہیں گے کہ حضرت قائمؑ پیدا نہیں ہوئے، بعض کہیں گے: وہ پیدا ہوئے تھے لیکن وفات پا گئے۔ کچھ کہیں گے: ہمارے گیارہویں بانجھ تھے، وغیرہ۔۔۔(الغیبۃ طوسی، ص ۱۷۰)

☆ معاملے کے مشتبہ ہونے کے اسباب اور علائم، اور حضرت عیسیٰؑ کو سولی پر چڑھانے کی بجائے کسی دوسرے شخص کو سولی پر چڑھانے کی صورت کچھ یوں تھی:

۱۔ حضرت عیسیٰؑ کو گرفتار کرنے والے لوگ روم کے رہنے والے اور اجنبی تھے جو انہیں نہیں پہچانتے تھے۔ (ایک اندازے کے مطابق جو خیانت کی نیت رکھتا تھا، اس نے پیسے لے کر جناب عیسیٰؑ کے بارے میں مخالفین کو اطلاع دے دی تھی اور پھر خود گرفتار ہو گیا۔) (تفسیر فرقان)

۲۔ حضرت عیسیٰؑ کو گرفتار کرنے کے لیے رات کا وقت مقرر کیا گیا۔

۳۔ گرفتار شدہ شخص نے خدا سے شکایت کی۔ جبکہ ایسی شکایت مقام نبوت کے شایان شان نہیں۔

۴۔ عیسائیوں کی تمام انجیلیں جن میں حضرت عیسیٰؑ کے قربان ہو جانے اور سولی پر چڑھائے جانے کے واقعہ کو بڑی آب وتاب کے ساتھ نقل کیا گیا ہے وہ حضرت عیسیٰؑ کے کئی سال بعد لکھی گئیں، جن میں غلطی کا امکان بہت زیادہ ہے۔

۵۔ عیسائیوں کے کئی ایسے گروہ بھی ہیں جو حضرت عیسیٰؑ کے سولی پر چڑھائے جانے کو نہیں مانتے اور بائبل میں بھی کئی قسم کے تضادات پائے جاتے ہیں جو موضوع کو مبہم کر دیتے ہیں۔

پیغام:

۱۔ بعض اوقات انسان اخلاقی پستی کی اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ قتل پیغمبر کو بھی اپنے لیے باعث افتخار سمجھتا ہے۔ ’’اِنَّا قَتَلۡنَا الۡمَسِیۡحَ‘‘

۲۔ باطل اور جھوٹے دعووں کے مقابلے میں صراحت لازم ہے۔ ’’وَمَا قَتَلُوۡہُ وَمَا صَلَبُوۡہُ‘‘

۳۔ حضرت عیسیٰؑ کی ولادت بھی غیر طبعی تھی اور ان کا اس جہان سے جانا بھی غیر طبعی تھا۔ انہوں نے عروج پایا تاکہ مستقل کے لیے ایک ذخیرہ قرار پائیں۔ ’’بَلۡ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیۡہِ ؕ‘‘

۴۔ پیغمبر اسلامؐ کے علاوہ بھی بعض افراد کیلئے معراج تھی۔ ’’بَلۡ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیۡہِ ؕ‘‘

۵۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں۔ ’’رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیۡہِ ؕ‘‘

۶۔ آسمانوں میں انسانی زندگی کے امکانات پائے جاتے ہیں۔ ’’بَلۡ رَّفَعَہُ اللّٰہُ‘‘

۷۔ خدائی ارادہ تمام سازشوں کو ناکام بنا دیتا ہے۔ ’’کَانَ اللّٰہُ عَزِیۡزًا حَکِیۡمًا ﴿۱۵۸﴾‘‘

آیت نمبر ۱۵۹

وَاِنۡ مِّنۡ اَہۡلِ الۡکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤۡمِنَنَّ بِہٖ قَبۡلَ مَوۡتِہٖ ۚ وَیَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ یَکُوۡنُ عَلَیۡہِمۡ شَہِیۡدًا ﴿۱۵۹﴾ۚ

ترجمۃ الآیات

اور اہل کتاب میں سے کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو مرنے سے پہلے عیسیٰ پر ایمان نہ لے آئے اور وہ (عیسیٰ) قیامت کے دن ان پر گواہ ہوں گے۔

نکات:

☆اس آیت کے معنی شاید یہ بھی ہوں کہ ''حضرت عیسیٰؑ کی موت سے پہلے تمام اہل کتاب ان پر ایمان لے آئیں گے'' کیونکہ شیعہ سنی روایات کے مطابق ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام آخری زمانے میں آسمان سے تشریف لے آئیں گے۔ وہ حضرت امام مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف کی اقتدا میں نماز پڑھیں گے، ایک عرصے تک زندہ رہیں گے اور پھر یہاں سے تشریف لے جائیں گے۔ تو اس دن تمام عیسائی ان پر صحیح ایمان لے آئیں گے نہ اس قسم کا ایمان کہ انہیں خدا کا بیٹا تسلیم کریں۔ (تفسیر المیزان)

پیغام:

ا۔تمام کفار اور گمراہ لوگوں کیلئے ان کی موت کے وقت پردے ہٹ جائیں گے اور ایک دن ضرور ہوش میں آئیں گے اور ایمان لائیں گے، لیکن اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ ''وَاِنۡ مِّنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ۔۔۔''

۲۔موت سب کے لیے ایک حتمی امر ہے۔حتیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی جو کئی صدیوں تک بہترین کیفیت میں خدا اور فرشتوں کے مہمان ہیں۔(اگر ''قَبۡلَ مَوۡتِهٖ ۚ '' سے مراد حضرت عیسیٰؑ کی وفات ہو) ''قَبۡلَ مَوۡتِهٖ ۚ ''

۳۔انبیا انسانوں پر گواہ اور شاہد ہیں۔''يَكُوۡنُ عَلَيۡهِمۡ شَهِيۡدًا ۝١٥٩''

آیت نمبر ۱۶۰

فَبِظُلۡمٍ مِّنَ الَّذِيۡنَ هَادُوۡا حَرَّمۡنَا عَلَيۡهِمۡ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتۡ لَهُمۡ وَبِصَدِّهِمۡ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ كَثِيۡرًا ۝١٦٠

ترجمۃ الآیات

اور یہودیوں کے ظلم وستم اور ان کے راہ خدا سے لوگوں کو مسلسل روکنے کی وجہ سے ہم نے ان پر پاک و پاکیزہ اور ان کی دل پسند چیزوں کو حرام کر دیا جو پہلے ان کے لیے حلال تھیں۔

نکات:

☆یہود پر جو طیبات حرام کی گئیں، شاید وہی کچھ مراد ہو جو سورہ انعام کی آیت ۱۴۶ میں بیان ہوا ہے: ''وَعَلَى الَّذِيۡنَ هَادُوۡا حَرَّمۡنَا كُلَّ ذِىۡ ظُفُرٍ ۚ وَمِنَ الۡبَقَرِ وَالۡغَنَمِ '' ہم نے یہودیوں پر تمام ناخن دار جانور حرام کر دیئے تھے اور گائے

اور بکری (دونوں کی چربیاں بھی ان پر حرام کردی تھیں) اور یہ حرمت موجودہ تورات میں بھی موجود ہے۔ (تورات، سفر لاویان، فصل ۱۱)

☆ افراد یا معاشرہ کے حالات اور اعمال خدا کی نعمتوں کے حصول یا ان کے زوال کا اصل موجب ہوتے ہیں۔ سورہ فجر کی آیت ۱۷ میں پڑھتے ہیں کہ کبھی نعمات سے محروم ہونے کی دلیل یتیموں پر توجہ نہ کرنا ہوسکتی ہے: ''كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ﴿۱۷﴾ ''اسی طرح سورہ اعراف کی آیت ۹۶ میں ہے: ''وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ ''اگر اہل قریہ ایمان اور تقویٰ رکھتے ہوں تو آسمانی برکات سے بہرہ مند ہونگے۔

حدیث میں آیا ہے اور ہم پڑھتے ہیں کہ اگر کسی کی کھیتی میں فصل خراب ہوتی ہے تو وہ اس ظلم کی وجہ سے ہے جو اس نے انجام دیا۔ (مستدرک، ج ۱۳، ص ۳۷۴)

پیغام:

۱۔ ظلم نعمتوں سے محروم ہوجانے کا موجب ہوتا ہے۔ ''فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا''

۲۔ بعض اوقات اقتصادی و معاشی محرومی اور مادی تنگی بھی خدائی قہر و عذاب کی علامت ہوتی ہے۔ ''فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا''

۳۔ ضروری نہیں کہ کسی چیز کا حرام ہونا صرف حفظان صحت کے اصولوں کی خاطر ہو۔ ''فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا''

۴۔ اگرچہ اصل سزا قیامت ہی میں ملے گی لیکن دنیاوی سزائیں خبردار کرنے کے لیے ہوتی ہیں، یہ مجرمین کے لیے سزا اور صالحین کے لیے آزمائش ہیں۔ ''فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا''

۵۔ خدائی راستے کو بند کرنا خواہ کسی بھی ذریعے سے ہو۔ (تحریف کرنے یا حق کے چھپانے، بدعت اور فساد پھیلانے وغیرہ سے) یہ خدائی نعمتوں سے محرومیت کا موجب بن جاتا ہے۔ ''وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ''

آیت نمبر ۱۶۱

وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَاَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ۭ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۶۱﴾

ترجمۃ الآیات

اور بوجہ سود لینے کے حالانکہ اس سے انہیں روکا گیا تھا نیز لوگوں کا مال ناحق کھانے کی وجہ سے (پاکیزہ چیزوں کو ہم نے ان پر حرام کیا۔) اور ان میں سے جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ان کے واسطے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

نکات:

☆ سود کی حرمت کا حکم تورات میں بھی آیا ہے۔ (تورات، سفر تثنیہ، فصل ۲۳، جملات ۱۹ و ۲۰؛ تفسیر نمونہ)

پیغام:

۱۔ سود اگرچہ ظاہری طور پر آمدنی کا ذریعہ اور کامیابی کا عامل ہے لیکن درحقیقت رحمت خدا سے محرومی اور اس کے عذاب کا موجب ہے۔ ''حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ۔۔۔وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا۔۔۔عَذَابًا اَلِيْمًا﴿۱۶۱﴾''

۲۔ تمام آسمانی دین انسان کے مادی اور مالی ذرائع اور ان کی آمدن وخرچ کی کیفیت کے بارے میں مختلف باتیں اور حساسیت رکھتے ہیں۔ ''وَاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَاَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ؕ''

۳۔ جب تک ظلم، سودخوری اور حرام کی غذا انسان کو کفر کی لپیٹ میں نہیں لے لیتے، واپسی کا راستہ آسان ہوتا ہے۔ ورنہ گناہ تو کفر کا سبب ہوتے ہیں اور کافر عذاب میں ہیں۔ ''وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا۔۔وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ''

آیت نمبر ۱۶۲

لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِى الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُوْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ اُولٰۤئِكَ سَنُؤْتِيْهِمْ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۶۲﴾ ؑ

ترجمۃ الآیات

لیکن ان میں سے جو یہودی اور دیگر مومنین علم میں راسخ ہیں، جو چیز تم پر اور تم سے پہلے انبیا پر نازل ہوئی ہے اس پر ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ ادا کرتے ہیں اور خدا وقیامت پر ایمان رکھتے ہیں تو ایسے لوگوں کو ہم جلد ہی بہت بڑی جزا عطا کریں گے۔

نکات:

☆ قرآن مجید میں ''وَمَآ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِكَ'' کا جملہ کئی مرتبہ ذکر ہوا ہے لیکن 'مِنۡ بَعۡدِكَ'' کا جملہ ایک مرتبہ بھی نہیں آیا، یہ بات آنحضورؐ کی ختم نبوت اور دین اسلام کے آخری دین ہونے کی بہترین اور محکم دلیل ہے۔

☆ حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص زکوۃ ادا نہیں کرتا اس کی نماز قبول نہیں ہے۔ نمازیوں میں سے جس نے زکوۃ ادا نہ کی ہوتی تھی، پیغمبر اکرمؐ اسے مسجد سے باہر نکال دیا کرتے تھے۔ قرآن پاک کے مطابق حقیقی نمازی کنجوس نہیں ہوتا: ''وَّاِذَا مَسَّهُ الۡخَيۡرُ مَنُوۡعًا ﴿۲۱﴾ اِلَّا الۡمُصَلِّيۡنَ ﴿۲۲﴾'' (معارج۔۲۱و۲۲)

پیغام:

۱۔ تنقید کرتے وقت بھی انصاف کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیے۔ اس آیت میں یہودیوں کے کچھ ایماندار لوگوں کو ظالموں اور حرام خوروں سے مستثنیٰ کیا گیا ہے۔ ''الرّٰسِخُوۡنَ فِى الۡعِلۡمِ مِنۡهُمۡ''

۲۔ صرف اسی علم کا فائدہ ہوتا ہے جو دل وجان میں سما چکا ہو۔ ''الرّٰسِخُوۡنَ فِى الۡعِلۡمِ''

۳۔ مشترکہ یقین، عقیدہ اور ہدف کو اہمیت حاصل ہے اور اس کے مقابلے میں قوم، قبیلہ اور زبان کے معیارات کو اہمیت حاصل نہیں ہے۔ ''الرّٰسِخُوۡنَ فِى الۡعِلۡمِ مِنۡهُمۡ وَالۡمُؤۡمِنُوۡنَ''

۴۔ تمام ادیان الٰہی میں تمام اصولوں پر ایمان رکھنا ضروری ہے۔ ''بِمَآ اُنۡزِلَ اِلَيۡكَ وَمَآ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِكَ''

۵۔ اگرچہ نماز اور زکوۃ دو ایسے فریضے ہیں جو تمام ادیان میں خدا کی طرف سے نازل ہو چکے ہیں، ان کی اہمیت کے پیش نظر انہیں علیحدہ طور پر بھی ذکر کیا گیا ہے۔ ''بِمَآ اُنۡزِلَ اِلَيۡكَ وَمَآ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِكَ وَالۡمُقِيۡمِيۡنَ الصَّلٰوةَ ---''

۶۔ نماز، زکوۃ سے الگ نہیں ہے اور نمازی حضرات کو چاہیے کہ راہ خدا میں اپنا مال بھی خرچ کرتے رہیں۔ ''وَالۡمُقِيۡمِيۡنَ الصَّلٰوةَ وَالۡمُؤۡتُوۡنَ الزَّكٰوةَ''

۷۔ نماز کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ (اس آیت میں اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ نماز کی تعبیر کو تمام جملوں میں استثنائی مقام حاصل ہے، مثلاً آیت کے تمام جملے 'واو اور نون' کے ساتھ آئے ہیں جیسے ''رٰسِخُوۡنَ'' ''مُؤۡمِنُوۡنَ'' ''مُؤۡتُوۡنَ

''، لیکن نماز کے ذکر میں ''مُقِيۡمُوۡنَ'' کی بجائے ''مُقِيۡمِيۡنَ'' کا لفظ استعمال ہوا ہے، جو عربی ادبیات کی اصطلاح کے مطابق اس کی طرف خاص توجہ کی علامت ہے۔)

آیت نمبر ۱۶۳

اِنَّاۤ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ كَمَاۤ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلٰى نُوۡحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنۡۢ بَعۡدِهٖ‌ ۚ وَاَوۡحَيۡنَاۤ اِلٰۤى اِبۡرٰهِيۡمَ وَاِسۡمٰعِيۡلَ وَاِسۡحٰقَ وَيَعۡقُوۡبَ وَالۡاَسۡبَاطِ وَعِيۡسٰى وَاَيُّوۡبَ وَيُوۡنُسَ وَهٰرُوۡنَ وَسُلَيۡمٰنَ‌ ۚ وَاٰتَيۡنَا دَاوٗدَ زَبُوۡرًا‌ ۚ﴿۱۶۳﴾

ترجمۃ الآیات

ہم نے (اے پیغمبر!) تمہاری طرف وحی کی جس طرح کہ نوح اور ان کے بعد آنے والے انبیا کی طرف وحی کی اور (اسی طرح) ابراہیم، اسماعیل، یعقوب اور اسباط (فرزندان یعقوب)، عیسیٰ، ایوب، یونس، ہارون اور سلیمان کی طرف وحی کی اور داؤد کو زبور عطا کی۔

نکات:

☆ قرآن مجید میں ۲۶ انبیا کے اسمائے گرامی ذکر ہوئے ہیں، جن میں سے گیارہ انبیا کے اسما اسی آیت میں ہیں اور بقیہ اسما کچھ اس طرح ہیں: آدمؑ، ادریسؑ، ہودؑ، صالحؑ، لوطؑ، یوسفؑ، شعیبؑ، ذوالکفلؑ، موسیٰؑ، الیاسؑ، الیسعؑ، زکریاؑ، یحییٰؑ، عزیرؑ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

☆ حدیث میں ہے کہ جو وحی تمام انبیا پر ہوئی ہے وہی حضرت محمد مصطفیؐ پر بھی ہوئی ہے۔ (تفسیر نور الثقلین)

☆ ''اَسۡبَاطِ'' جمع ہے ''سِبۡطٌ'' کی، جس کے معنی ''پوتا'' ہیں۔ یہاں اس سے مراد فرزندان جناب یعقوبؑ ہیں جو کہ نبی یا رسول بنے ہیں۔ ''زَبُوۡرًا'' کے لغوی معنی ''کتاب'' کے ہیں، لیکن اصطلاح میں حضرت داؤدؑ کی کتاب کو کہا جاتا ہے۔ ''مزامیر داؤد'' عہد قدیم (تورات) کی کتابوں میں سے ہے، جس کی ۱۵۰ فصلیں ہیں اور ہر فصل ایک مزمور ہے۔

☆ اس کے باوجود کہ تاریخ میں کئی بار وحی نازل ہوئی لیکن پھر بھی اہل کتاب نے پیغمبر اکرمؐ کی نبوت کو قبول کیوں نہیں

کیا؟ انہوں نے دوسرے انبیا اور آپؐ کے درمیان فرق قائم کر دیا، اضافی توقعات رکھنے لگے تھے: ''اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ كَمَآ اَوْحَیْنَآ اِلٰی نُوْحٍ ۔۔۔''

پیغام:

۱۔انسانی تاریخ میں نبوت اور وحی ایک مسلسل عمل کا نام ہے۔ ''اَوْحَیْنَآ اِلٰی نُوْحٍ ۔۔۔''

۲۔تاریخ کے کسی موضوع پر مختلف مثالیں پیش کرنا (جیسے گذشتہ نبیوں پر وحی نازل ہونا)، اپنے دعوے کو ثابت کرنے کا طریقہ ہے اور ان سے آگاہی ہونا، قبول کر لینے کی ایک راہ ہے۔ ''اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ كَمَآ اَوْحَیْنَآ اِلٰی نُوْحٍ ۔۔''

۳۔ادیان الٰہی کے اہداف، طریقہ اور کلیات ایک جیسی ہیں کیونکہ سب کا سرچشمہ خدا تعالیٰ ہے۔ ''اِنَّآ اَوْحَیْنَآ ۔۔۔''

آیت نمبر ۱۶۴

وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَیْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَیْكَ ؕ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰی تَكْلِیْمًا ﴿۱۶۴﴾

ترجمة الآیات

اور وہ پیغمبر جن کی سرگذشت ہم تمہیں پہلے بیان کر چکے ہیں اور وہ پیغمبر جن کا قصہ ہم نے بیان نہیں کیا، اور اللہ نے موسیٰ سے کلام کیا۔

نکات:

☆ قرآن پاک کی سورتوں میں سے سورہ ہود اور شُعراء میں انبیا کے قصص زیادہ تفصیل کے ساتھ بیان ہوئے ہیں۔

☆ تمام انبیا خدا تعالیٰ کے مخاطب ہیں لیکن ان سب میں سے ''کلیم اللہ'' صرف جناب موسیٰؑ قرار پائے۔ یہ شاید اس لیے تھا کہ فرعون کے ساتھ مقابلے میں، اور بنی اسرائیل کی ہٹ دھرمی اور ضد پر صبر و تحمل کے سلسلے میں زیادہ سے زیادہ اور مسلسل خدا تعالیٰ سے رابطے میں رہے تا کہ پیغام حاصل کر سکیں، اسی لیے انہیں کلیم اللہ قرار دیا گیا۔

پیغام:

۱۔انبیا کی تاریخ سے آگاہی انتہائی اہمیت رکھتی ہے، اسی لیے خدا تعالیٰ نے انبیا کے واقعات ذکر کیے ہیں۔ ''وَرُسُلًا

قَدۡ قَصَصۡنٰهُمۡ عَلَيۡكَ ''

۲۔ انبیا کی تعداد قرآن مجید میں ذکر کیے گئے ناموں سے کہیں زیادہ ہے۔ ''وَرُسُلًا لَّمۡ نَقۡصُصۡهُمۡ ''

۳۔ انسان کی زندگی اتنی نہیں ہے کہ وہ ساری تاریخ سن سکے اور نہ ہی اس بات کی ضرورت ہے کہ تمام تاریخ کو سنا جائے۔ صرف اس قدر تاریخ سے آگاہی ہو جو ہمارے لیے باعث عبرت رہے۔ ''وَرُسُلًا لَّمۡ نَقۡصُصۡهُمۡ ''

۴۔ قرآن مجید میں بعض واقعات کو تکرار کیا گیا ہے لیکن بعض واقعات ایسے ہیں جن کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن مجید ہدایت اور تربیت کیلئے ہے، قصے کہانیوں کی کتاب نہیں ہے۔ ''لَّمۡ نَقۡصُصۡهُمۡ ''

آیت نمبر ۱۶۵

رُسُلًا مُّبَشِّرِيۡنَ وَمُنۡذِرِيۡنَ لِئَلَّا يَكُوۡنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ ۢ بَعۡدَ الرُّسُلِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيۡزًا حَكِيۡمًا ﴿۱۶۵﴾

ترجمۃ الآیات

وہ پیغمبر (بھیجے) جو خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے تھے تاکہ لوگوں کے لیے ان پیغمبروں کے بعد خدا پر کوئی حجت باقی نہ رہے (اور سب پر اتمام حجت ہو جائے) اور خدا شکست نہ کھانے والا (توانا) حکیم ہے۔

نکات:

☆ اس آیت میں دعوت انبیا کی کلیات، ان کا طریقہ اور بعثت کے اہداف بیان کیے گئے ہیں۔

☆ عقل، وحی کی مانند حجت الٰہی ہے لیکن چونکہ اس کے ادراکات کا دائرہ محدود ہے اس لیے صرف عقل کافی نہیں ہے اور مکمل حجت نہیں ہے۔ لہٰذا انبیا، غیب وملکوت وآخرت کے بارے میں معلومات فراہم کرتے ہیں اور خبر دیتے ہیں جہاں عقل کی رسائی نہیں ہے۔

☆ قرآن مجید میں ایک اور جگہ ہے: ''وَلَوۡ اَنَّاۤ اَهۡلَكۡنٰهُمۡ بِعَذَابٍ مِّنۡ قَبۡلِهٖ لَقَالُوۡا رَبَّنَا لَوۡلَاۤ اَرۡسَلۡتَ اِلَيۡنَا رَسُوۡلًا '' (طہ۔ ۱۳۴) اگر ہم ان کی طرف رسول بھیجنے سے پہلے ان پر عذاب نازل کرتے تو یہ کہتے کہ ہماری طرف بیان کرنے والا اور ڈرانے والا رسول کیوں نہیں بھیجا؟

پیغام:

۱۔انبیا کی تبلیغ کا طریقہ دو اصلی محور خوف ورجا (امید) پر استوار ہے۔ ''مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ''

۲۔انبیا کی بعثت کا فلسفہ، لوگوں پر خدا کی حجت کا تمام کرنا ہے، تاکہ وہ یہ نہ کہیں کہ ہمارے پاس راہبر ورا ہنما نہ تھا اور ہم نہ جانتے تھے۔ ''لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ''

۳۔انبیا کے حوالے سے یہ بات عقلی ہے کہ انہیں ذاتی صفات اور جسمانی مضبوطی میں بہترین سطح پر ہونا چاہیے۔اس کے ساتھ ساتھ ضروری ہے کہ ان کی سابقہ زندگی پاک وصاف ہو اور معاشرتی حیثیت وسیاسی اور خاندانی کردار بھی اعلیٰ سطح کا حامل ہو۔انتہائی ضروری ہے کہ معجزہ، واضح بیان کی قوت اور غیبی امداد ایسے ہوں کہ کوئی ان پر اعتراض نہ کر سکے۔ ''لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ ؕ''

۴۔خدا تعالیٰ شکست نہ کھانے والا (عزیز) اور حکمت والا ہے لہٰذا خدا تعالیٰ پر کوئی دوسرا حجت قائم نہیں کرسکتا۔ ''عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۶۵﴾''

آیت نمبر ۱۶۶

لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿۱۶۶﴾ؕ

ترجمۃ الآیات

(اگرچہ کفار بہانے کرتے ہیں) لیکن اللہ گواہی دیتا ہے کہ جو کچھ تجھ پر نازل ہوا ہے وہ اس نے اپنے علم کی رو سے نازل کیا ہے اور فرشتے (بھی آپؐ کی حقانیت پر) گواہی دیتے ہیں اگرچہ اللہ کی گواہی کافی ہے۔

نکات:

☆ قرآن مجید کے بلند و بالا معارف ایک ایسے شخص کی زبانی بیان ہوئے جو درس ناخواندہ تھا، ایسے خطے میں بیان ہوئے جہاں جہالت، شرک اور دشمنی کا ماحول تھا۔ان بلند و بالا معارف کی وجہ سے لوگوں میں انقلاب برپا ہوگیا، تفرقہ وحدت میں بدل گیا، بخل ایثار میں بدل گیا، شرک ختم ہوا اور توحید کا بول بالا ہوا، جہالت کے اندھیرے چھٹنے لگے اور علم کی شمع روشن ہوگئی،

زوال کی پستیوں سے نکل کر روحانی اور معنوی بلندیوں کی طرف سفر شروع ہوا، اسلامی اُمت کی تشکیل ہونے لگی۔

☆ پیغمبر اور دین پر خدا تعالیٰ کی طرف سے جو الطاف و اکرام ہوئے ہیں، خدا تعالیٰ کا گواہ ہونا ان الطاف و اکرام سے متعلق ہے۔

پیغام:

۱۔ باطل افراد کی طرف سے پیدا کی جانے والی کمیوں، خرابیوں اور کمزوریوں کے مقابلے میں حق والوں کی طرف سے ایسے سلسلے شروع ہونے چاہئیں جو ان کمیوں، خرابیوں اور کمزوریوں کو دور کریں اور معاشرے میں صحت مند و مضبوط رجحانات پیدا کریں۔ ''لٰکِنِ اللّٰہُ یَشْھَدُ''

۲۔ انبیا کو دعوت و تبلیغ کے راستے میں خدا تعالیٰ کی طرف سے پشپناہی کی ضرورت رہتی ہے۔ ''لٰکِنِ اللّٰہُ یَشْھَدُ''

۳۔ دین کی تبلیغ کرنے والے ہر شخص کی امید اور بھروسہ صرف خدا تعالیٰ کی ذات ہونی چاہیے۔ ''لٰکِنِ اللّٰہُ یَشْھَدُ''

۴۔ وحی کا سرچشمہ خدا تعالیٰ کا بے کراں علم ہے۔ ''اَنْزَلَہٗ بِعِلْمِہٖ ج'' اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ ہر نئے دن میں علم کی ترقی قرآن مجید کے علوم و معارف سے پردے ہٹا رہی ہے۔

۵۔ اگر زمین کے کسی حصے میں چند ایک ضدی گنہگار لوگ بہانے کرتے ہیں تو کرتے رہیں، آپؐ کے حق میں تمام عالم کے فرشتے گواہی دیں گے۔ ''وَالْمَلٰٓئِکَۃُ یَشْھَدُوْنَ ط''

آیت نمبر ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًاۢ بَعِیْدًا ﴿۱۶۷﴾

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَظَلَمُوْا لَمْ یَکُنِ اللّٰہُ لِیَغْفِرَ لَھُمْ وَلَا لِیَھْدِیَھُمْ طَرِیْقًا ﴿۱۶۸﴾

اِلَّا طَرِیْقَ جَھَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْھَآ اَبَدًا ط وَکَانَ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیْرًا ﴿۱۶۹﴾

ترجمۃ الآیات

جو لوگ کافر ہو گئے ہیں اور انہوں نے (لوگوں کو شک و شبہ، تہمت اور تحقیر کرنے سے) راہ خدا سے روکا ہے وہ دور دراز کی گمراہی میں مبتلا ہیں۔

جن لوگوں نے کفر اختیار کیا اور (اپنے اوپر اور دوسروں پر) ظلم کیا، اللہ انہیں ہرگز نہیں بخشے گا اور انہیں کسی راستے کی ہدایت نہیں کرے گا۔

مگر جہنم کے راستے کی جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ کام (عذاب اور سزا) اللہ کے لیے آسان ہے۔

نکات:

☆ ''ضَلٰلًاۢ بَعِيۡدًا﴿۱۶۷﴾'' سے مراد کافروں کیلئے دو برابر گمراہی ہے۔ ایک گمراہی ان کا کفر ہے اور دوسری گمراہی ان کا لوگوں کے ایمان میں رکاوٹ ڈالنا ہے۔ ایک گمراہی کفر ہے اور اپنے آپ کو حق سمجھنا یہ کفر سے بڑھ کر گمراہی ہے۔ کفر اپنے اوپر ظلم ہے اور دوسروں کے ایمان و راہ ہدایت میں رکاوٹ بننا، تاریخ اور نسل انسانی پر ظلم ہے۔

☆ آیت ۱۶۸ میں شاید ''ظَلَمُوۡا'' سے مراد ہدایت کے راستے میں رکاوٹ بننا ہی ہے کیونکہ فکری، تہذیبی اور اعتقادی ظلم سے بڑھ کر کوئی ظلم نہیں ہے۔

☆ شدید ترین عذاب اور سخت ترین تعبیرات ان کافروں کیلئے استعمال کی گئی ہیں جنہوں نے اپنی مختلف انداز کی تبلیغات کے ذریعے اور تہمتیں لگا لگا کر اور ڈرا دھمکا کر، حق تلاش کرنے والوں کو حق کے پیغام اور راستے سے دور کیا ہے۔ ''عدم مغفرت، عدم ہدایت، جہنمی اور ابدی جہنم''

پیغام:

۱۔ لوگوں کو ہدایت سے روکنے والے خود ہی شدید گمراہی میں ہیں۔ ''ضَلُّوۡا ضَلٰلًاۢ بَعِيۡدًا﴿۱۶۷﴾''

۲۔ کفر اور ظلم ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ ہیں اور اس کا نتیجہ، خدا تعالیٰ کی ہدایت اور مغفرت سے محروم ہونا ہے۔ ''كَفَرُوۡا وَظَلَمُوۡا لَمۡ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغۡفِرَ لَهُمۡ وَلَا لِيَهۡدِيَهُمۡ''

۳۔ وہ ظالم کافر جو ہدایت راستے میں رکاوٹ ہیں، ان کا ابدی ٹھکانہ جہنم ہے۔ ''جَهَنَّمَ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَاۤ''

آیت نمبر ۱۷۰

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۷۰﴾

ترجمۃ الآیات

اے لوگو! تمہارے پروردگار کی طرف سے حق (قرآن) کے (پروگرام کے) ساتھ رسول تمہارے پاس آ گیا ہے اس پر ایمان لے آؤ جس میں تمہارا فائدہ ہے اور اگر کافر ہو جاؤ (تو خدا کا کوئی نقصان نہیں کیونکہ) جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے وہ اللہ کے لیے ہے اور اللہ دانا و حکیم ہے۔

نکات:

☆ اہل کتاب اور حتی مشرکین بھی کسی پیغمبر کے ظہور کے انتظار میں تھے، وہ ذہنی طور پر اس کے لیے تیار تھے۔ لہٰذا اس آیت میں ''رَسُوْلًا'' کی بجائے فرمایا ''الرَّسُوْلُ'' یعنی وہی رسول جس کے انتظار میں تم لوگ تھے، وہ اب آ گیا ہے اور تم اب اس پر ایمان لے آؤ۔

پیغام:

۱۔ اسلام کی دعوت عالمی ہے، عرب قوم کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ ''يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ''

۲۔ انبیا کی دعوت کے پھیلنے میں سب سے اہم وجہ اس کی حقانیت اور سچائی ہے۔ ''بِالْحَقِّ''

۳۔ لوگوں کا ایمان لانا خود ان کے فائدے میں ہے، اس کے لیے خدا پر احسان نہ کریں۔ بلکہ یہ خدا تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے انہیں ہدایت عطا کی ہے۔ ''فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ''

۴۔ نہ لوگوں کا کفر، اللہ کو کوئی نقصان پہنچاتا ہے اور نہ لوگوں کا ایمان، اللہ کو کوئی فائدہ دیتا ہے۔ ''فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ۔۔۔''

۵۔ انبیا کی بعثت اور ان کی دعوت، خدا تعالیٰ کے علم و حکمت پر مبنی ہے۔ ''كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۷۰﴾''

آیت نمبر ۱۷۱

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰهَاۤ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ ؗ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ؕ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ سُبْحٰنَهٗۤ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۱۷۱﴾

ترجمۃ الآیات

اے اہل کتاب! اپنے دین میں غلو (اور زیادہ روی) نہ کرو اور حق کے سوا اللہ کے بارے میں کچھ نہ کہو، بے شک مسیح، عیسیٰ ابن مریم صرف اللہ کے فرستادہ اور اس کا کلمہ (اور مخلوق) ہیں، جنہیں اس نے مریم کی طرف القا فرمایا، اور وہ اس کی طرف سے (شائستہ) روح تھے اس لیے اللہ اور اس کے پیغمبروں پر ایمان لے آؤ اور نہ یہ کہو کہ (اللہ) تین ہیں۔ اس بحث سے رک جاؤ کہ یہ تمہارے فائدے میں ہے۔ اللہ تنہا معبود یگانہ ہے وہ منزہ ہے کہ اس کا کوئی بیٹا ہو (بلکہ) جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اس کا ہے اور ان کی تدبیر و سرپرستی کیلئے اللہ کافی ہے۔

نکات:

☆ انبیا اور اولیا کو ''کلمة الله'' کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ کلمہ، بولنے والے کے ذہن میں موجود مطالب کو بیان کرتا ہے، اسی طرح انبیا اور اولیا، خدا تعالیٰ کے کمال کو بیان کرنے والے ہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے: ''نَحْنُ كَلِمَاتُ اللّٰهِ

التَّآمَّاتِ ''ہم اللہ کے کامل کلمات ہیں۔(تفسیر اطیب البیان)

شاید کلمہ سے مراد ''کُنۡ فَیَکُوۡنُ'' ہو جو خداوند کا قول ہے۔جیسا کہ ہر سخن اسی کلمے کا حاصل ہے۔(تفسیر المیزان اور تفسیر فی ظلال القرآن)

ایک دوسری جگہ خدا تعالیٰ نے جناب عیسیٰؑ کی پیدائش جناب آدمؑ کی خلقت کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور فرمایا ہے:''اِنَّ مَثَلَ عِیۡسٰی عِنۡدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَہٗ مِنۡ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَہٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُ۝ ''اللہ کے قریب عیسیٰؑ کی مثال آدمؑ جیسی ہے جسے اس نے مٹی سے خلق کیا اور پھر اس کیلئے فرمایا'کُنۡ'ہو جا اور وہ ہو گیا۔(آل عمران۔۵۹)

☆''رُوۡحٌ مِّنۡہُ ۫ ''کے بارے میں کسی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال پوچھا اور اس کے جواب میں امامؑ فرماتے ہیں اس سے مراد روح خدا ہے،کہ جسے خدا تعالیٰ نے جناب آدمؑ اور جناب عیسیٰؑ کو قرار دیا۔(کافی،ج ا،ص ۱۳۳)

☆عیسائی تثلیث کا عقیدہ رکھتے ہیں،اللہ کو خدائے باپ اور جناب عیسیٰؑ کو خدائے پسر،اور جناب جبرائیلؑ کو ان دو خدا کے درمیان واسطہ تصور کرتے ہیں جو کہ ایک طرح کا کفر ہے۔قرآن مجید میں ارشاد ہے:''لَقَدۡ کَفَرَ الَّذِیۡنَ قَالُوۡۤا اِنَّ اللّٰہَ ثَالِثُ ثَلٰثَۃٍ ۘ ''جو لوگ خدا تعالیٰ کو ان تین میں سے ایک تصور کرتے ہیں وہ کافر ہیں۔(مائدہ۔۷۳)

بعض لوگ جناب جبرائیلؑ کی جگہ حضرت مریمؑ کو خدا تصور کرتے ہیں،اس کے بارے میں قرآن مجید میں ہے کہ''یٰعِیۡسَی ابۡنَ مَرۡیَمَ ءَاَنۡتَ قُلۡتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوۡنِیۡ وَ اُمِّیَ اِلٰـہَیۡنِ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ ؕ 'اے عیسیٰ!کیا تم نے لوگوں سے کہا ہے کہ مجھے اور میری ماں کو خدا قرار دو؟(مائدہ۔۱۱۶)

☆روایات میں غلو کرنے والوں سے نفرت کا اظہار کیا گیا ہے اور انہیں کافروں اور مشرکین کی بدترین قسم قرار دیا ہے۔(میزان الحکمۃ)

☆اگر باپ کا نہ ہونا الوہیت(خدائی)کی دلیل ہے تو حضرت آدمؑ اس سلسلے میں زیادہ حق رکھتے ہیں کہ انہیں خدائی درجہ دیا جائے کیونکہ ان کا نہ کوئی باپ تھا اور نہ کوئی ماں تھی۔

☆قرآن مجید میں ۱۷ مرتبہ جناب عیسیٰؑ کو حضرت مریمؑ سے نسبت دی گئی ہے تاکہ ان کا پسر خدا ہونے کا انکار کیا جا سکے۔اناجیل میں بھی انہیں خدا تعالیٰ کا بھیجا ہوا،کہا گیا ہے نہ کہ خدا۔اناجیل میں جناب عیسیٰؑ نے خود کو ۸۰ مرتبہ خدا کا بندہ اور اس کا رسول بتایا ہے۔(تفسیر فرقان)

پیغام:

ا۔غلو بے جا تعصب کی علامت ہے اور تمام ادیان میں ممنوع ہے۔یہودی جناب عُزیرؑ کو خدا کا فرزند جانتے تھے اور عیسائی جناب عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا تصور کرتے تھے۔''لَا تَغۡلُوۡا فِیۡ دِیۡنِکُمۡ''

۲۔ آسمانی ادیان میں پیدا ہونے والی خرابیوں میں سے ایک یہ ہے کہ لوگوں نے دینی راہبروں کے بارے میں غلو سے کام لیا ہے۔ ''لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ ''

۳۔ ہر جگہ میانہ روی اور اعتدال سے کام لینا چاہیے یہاں تک کہ اولیائے خدا کے بارے میں بھی غلو نہیں کرنا چاہیے۔ ''لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ ''

۴۔ انسانوں کے بارے میں غلو کرنا خواہ وہ پیغمبر ہی کے بارے میں کیوں نہ ہو، خداوند کی توہین ہے اور اس کے ساتھ ناروا نسبت دینا شمار کیا جائے گا۔ ''لَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ ''

۵۔ قرآن اور حقیقی انجیل میں حضرت عیسیٰؑ کو پیغمبر خدا بتایا گیا ہے، خدا یا فرزند خدا نہیں بتایا گیا۔ ''عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ''

۶۔ جناب عیسیٰؑ کی غیر معمولی پیدائش، خدا کی آیت اور علامت ہے۔ یہ اسی طرح ہے جس طرح کلمہ، معنی کیلئے ایک علامت اور نشانی ہوتا ہے۔ ''كَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰىهَآ ''

۷۔ جناب عیسیٰؑ خدا کا حصہ یا جزو نہیں ہیں بلکہ خدائی حیات بخش قدرت کا پرتو ہیں۔ ''رُوْحٌ مِّنْهُ ۫ ''

۸۔ قرآن مجید صحیح عقائد بیان کرنے والا اور باطل عقائد کی نفی کرنے والا ہے۔ ''لَا تَغْلُوْا ۔۔۔ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ؕ ۔۔۔''

۹۔ خداوند جسم نہیں رکھتا جو اس کی کوئی اولاد ہو۔ ''سُبْحٰنَهٗۤ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ '' (روایات اور دینی متون میں ثار اللہ، ید اللہ اور کلمۃ اللہ جیسی تعبیرات مجازی ہیں۔)

۱۰۔ یہ سارے آسمان جس خدا کی ملکیت ہیں اسے اولاد یا شریک کی کیا ضرورت ہے؟ ''سُبْحٰنَهٗۤ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ ''

۱۱۔ ہر چیز خدا کی ملکیت ہے لہٰذا اسی کی بندگی کرنی چاہیے اور اسی پر توکل کرنا چاہیے۔ ''لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۱۷۱﴾ ''

آیت نمبر ۱۷۲

لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ؕ وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ

فَسَيَحْشُرُهُمْ إِلَيْهِ جَمِيعًا ﴿۱۷۲﴾

ترجمۃ الآیات

مسیح اس سے ہرگز پہلوتہی اور انکار نہیں کرتا کہ وہ اللہ کا بندہ ہو اور نہ اس کے مقرب فرشتے (اس کا انکار کرتے ہیں) اور جو اس کی عبودیت اور بندگی سے پہلوتہی کرے اور تکبر کرے بہت جلد وہ ان سب کو اپنی طرف محشور کرے گا۔

نکات:

☆ امام رضا علیہ السلام نے اس زمانے کے عیسائی راہبر جاثلیق سے فرمایا: جناب عیسیٰؑ کے سارے کام ٹھیک تھے سوائے اس کے کہ وہ عبادت کرنے والے نہ تھے۔ جاثلیق کو غصہ آیا اور اس نے کہا: وہ سب سے زیادہ عبادت کرنے والے تھے۔ امام رضا علیہ السلام نے پوچھا: وہ کس کی عبادت کیا کرتے تھے؟ جاثلیق خاموش ہو گیا، کیونکہ وہ سمجھ گیا کہ اس بات سے امامؑ کا مقصد یہ سمجھانا تھا کہ عابد کسی کا معبود نہیں ہوسکتا۔

☆ عبادت خدا کے حوالے سے لوگوں کے تین گروہ ہیں: ایک تکبر کرنے والے، دوسرے تسلیم ہیں اور تیسرے طالب ہیں۔ حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: کفی بی عزا ان اکون لك عبدا و کفی بی فخرا ان تکون لی ربا'' میری عزت کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ میں تمہارا بندہ ہوں اور میرے فخر کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ تم میرے رب ہو۔ (بحار، ج ۹۴، ص ۹۲)

پیغام:

۱۔ دینی مسائل میں دیگ سے زیادہ گرم چمچہ نہ بن جاؤ، جناب عیسیٰؑ خود کو بندہ خدا جانتے ہیں تو پھر کیوں تم اسے خدا کا بیٹا تصور کرتے ہو؟! ''لَنْ يَسْتَنْكِفَ الْمَسِيحُ أَنْ يَكُونَ عَبْدًا لِلّٰهِ''

۲۔ جناب عیسیٰؑ صرف عبادت ہی نہیں کرتے بلکہ وہ اس کے حقیقی اور سچے بندے ہیں۔ ''عَبْدًا لِلّٰهِ''

۳۔ مقرب فرشتے (حتی روح القدس) بھی اللہ کی بندگی کرتے ہیں۔ لہٰذا روح القدس کو تین خداؤں میں سے ایک کیوں جانیں؟ ''وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُونَ ط''

۴۔ عبادت کو ترک کرنے کی اہم وجہ تکبر ہے۔ اگر کسی کی روح تکبر کرنے والی ہوگئی تو اس کے لیے ہر طرح کا خطرہ ہے۔ ''وَمَنْ يَسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ ---''

۵۔ ہر کسی نے خدا تعالیٰ کی طرف پلٹ کر جانا ہے لہٰذا قیامت سے ڈریں اور تکبر نہ کریں۔ ''فَسَيَحْشُرُهُمْ إِلَيْهِ

جَمِيۡعًا﴿۱۷۲﴾ ''

آیت نمبر ۱۷۳

فَاَمَّا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيۡهِمۡ اُجُوۡرَهُمۡ وَيَزِيۡدُهُمۡ مِّنۡ فَضۡلِهٖ‌ ۚ وَاَمَّا الَّذِيۡنَ اسۡتَنۡكَفُوۡا وَاسۡتَكۡبَرُوۡا فَيُعَذِّبُهُمۡ عَذَابًا اَلِيۡمًا ۙ وَّلَا يَجِدُوۡنَ لَهُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيۡرًا﴿۱۷۳﴾

ترجمۃ الآیات

پس وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے خدا تعالیٰ ان کی پوری جزا انہیں دے گا اور اپنے فضل و بخشش سے انہیں مزید دے گا۔ لیکن جنہوں نے پہلوتہی کی اور تکبر کیا انہیں دردناک سزا دے گا اور وہ اللہ کے علاوہ اپنے لیے کوئی سرپرست اور یار و مددگار نہیں پائیں گے۔

نکات:

☆ اہل کتاب اپنے پیغمبر کو برتر تصور کرتے تھے اور ان کے بارے میں غلو کیا کرتے تھے یا خود کو برتر جانتے تھے اور کہتے تھے: ''نَحۡنُ اَبۡنٰٓؤُا اللّٰهِ'' (مائدہ۔۱۸) یا دوسروں کی تحقیر و تذلیل کیا کرتے تھے: ''وَقَالَتِ الۡيَهُوۡدُ لَيۡسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَىۡءٍ ۔۔۔'' (بقرہ۔۱۱۳)

قیامت کے روز ان میں سے کچھ بھی کام نہ آئے گا، وہاں صحیح نتیجہ حاصل کرنے کیلئے ایمان کے مطابق عمل کا ہونا ضروری ہے۔

پیغام:

۱۔ نجات کا راستہ، ایمان اور عمل صالح ہے۔ ''اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيۡهِمۡ اُجُوۡرَهُمۡ''

۲۔ ایمان کا درجہ عمل سے پہلے ہے اور ایمان کے بغیر اعمال ایسے سکے کی طرح ہیں جس کی حیثیت ختم ہو چکی ہو۔ ''اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيۡهِمۡ اُجُوۡرَهُمۡ''

۳۔ اگر تم چاہتے ہو الٰہی اخلاق کے حامل ہو تو مزدور کی تمام مزدوری ادا کرو بلکہ کچھ زیادہ بھی دے دو۔ ''فَيُوَفِّيۡهِمۡ

اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ''

۴۔ ایمان وعمل کے بغیر، جناب عیسیٰؑ سے یا کسی بھی دوسرے سے شفاعت کی توقع نہ رکھو۔ ''وَّلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا﴿۱۷۳﴾ ''

آیت نمبر ۱۷۴

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا﴿۱۷۴﴾

ترجمۃ الآیات

اے لوگو! تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے لیے واضح دلیل آئی اور ہم نے واضح نور (جیسے قرآن) تمہاری طرف بھیجا۔

نکات:

☆ روایات کے مطابق ''برہان'' سے مراد پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور ''نُوْرًا مُّبِيْنًا'' سے مراد قرآن مجید ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ پیغمبر اکرمؐ دین کی دلیل ہیں کیونکہ ایک درس ناخواندہ نے ایسے معارف اور ایسی کتاب پیش کی ہے کہ جوں جوں زمانہ گذر رہا ہے اور جیسے جیسے علم ترقی کر رہا ہے، دین کی سچائی اور اس کے علوم کی گہرائی پہلے زیادہ واضح اور روشن ہوتی جا رہی ہے۔

پیغام:

۱۔ اسلام، تمام لوگوں سے، تمام نسلوں سے اور ہر زمانے سے بات کرتا ہے، اس کا پیغام دائمی اور عالمی ہے۔ ''يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ''

۲۔ نور اور برہان کو بھیجنا، اللہ کی ربوبیت کا ازلی طریقہ کار ہے۔ ''مِّنْ رَّبِّكُمْ ''

۳۔ قرآن مجید، استدلال، ہدایت اور نور ہے۔ ''نُوْرًا مُّبِيْنًا﴿۱۷۴﴾ ''

آیت نمبر ۱۷۵

فَاَمَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِاللّٰهِ وَاعۡتَصَمُوۡا بِهٖ فَسَیُدۡخِلُهُمۡ فِیۡ رَحۡمَةٍ مِّنۡهُ وَفَضۡلٍ ۙ وَّیَهۡدِیۡهِمۡ اِلَیۡهِ صِرَاطًا مُّسۡتَقِیۡمًا ﴿۱۷۵﴾

ترجمۃ الآیات

رہے وہ لوگ جو اللہ پر ایمان لے آئے اور اس (آسمانی کتاب) سے وابستہ ہوئے، بہت جلد ان سب کو اپنی رحمت اور فضل میں داخل کر دے گا اور اپنی طرف سیدھے راستے کی ہدایت کرے گا۔

نکات:

☆ اولیاء خدا اور الٰہی راہبروں سے رابطہ رکھنے کے بارے میں زیارت جامعہ میں ہے: ''من اعتصم بکم فقد اعتصم باللّٰہ''

☆ دو آیات پہلے ایمان وعمل صالح کو الطاف الٰہی کے حصول کا ذریعہ بتایا گیا ہے جبکہ اس آیت میں ایمان اور خدا سے رابطے کو اس بات کی وجہ قرار دیا گیا ہے۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ خدا تعالیٰ سے رابطہ اور توسل سے مراد عمل صالح ہے۔

پیغام:

۱۔ اجر الٰہی، اس کا فضل اور اس کی رحمت ہے، ہمارا حق نہیں ہے۔ ''فِیۡ رَحۡمَةٍ مِّنۡهُ وَفَضۡلٍ ۙ''

(دیگر آیات میں اپنی اس رحمت وفضل کو ہمارے کام کا بدلہ اور اجر قرار دیا گیا ہے، یہ بھی اسی ذات کا ایک اور لطف ہے۔ ورنہ چند ایک ناقص کام کرنے کا اجر یہ بہشت محل اور رحمت نہیں ہے۔)

۲۔ خدا تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے۔ ''یَهۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ'' (ابراہیم۔ ۴) لیکن ہمیں چاہیے کہ اپنی ہدایت کیلئے ایمان اور توسل، توکل اور رابطے کو وسیلہ بنائیں تا کہ ہماری ہدایت کیلئے راہ ہموار ہو سکے۔ ''یَهۡدِیۡهِمۡ اِلَیۡهِ''

۳۔ ایمان اور توسل کے بعد بھی الٰہی ہدایت کی ضرورت رہتی ہے۔ ہم ایک لمحے کیلئے بھی اس کی ہدایت سے بے نیاز نہیں ہو سکتے۔ ''یَهۡدِیۡهِمۡ اِلَیۡهِ''

۴۔ صراط مستقیم وہ راستہ ہے جو انسان کو خدا تعالیٰ تک پہنچا دے۔ ''وَّیَهۡدِیۡهِمۡ اِلَیۡهِ صِرَاطًا مُّسۡتَقِیۡمًا ﴿۱۷۵﴾''

آیت نمبر ۱۷۶

يَسْتَفْتُوْنَكَ ؕ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ؕ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ
لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗۤ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِثُهَاۤ اِنْ لَّمْ
يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ ؕ فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ ؕ
وَاِنْ كَانُوْۤا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ
يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۱۷۶

ترجمۃ الآیات

(اے پیغمبر!) تجھ سے (بہن بھائیوں کی میراث کے بارے میں) سوال کرتے ہیں ان سے کہہ دو کہ اللہ تمہارے لیے کلالہ (پدری بہن بھائی یا پدری و مادری بہن بھائی) کا حکم بیان کرتا ہے اگر ایک مرد مر جائے جس کی کوئی اولاد نہ ہو (یا ماں باپ بھی نہ ہوں)، لیکن اس کی ایک بہن ہو تو وہ اس کے چھوڑے ہوئے مال سے نصف (بطور میراث) لے گی اور (اگر بہن مر جائے اور اس کا وارث صرف ایک بھائی ہو تو) وہ اس بہن کا سارا مال میراث میں لے گا اس صورت میں کہ (متوفیٰ کی) کوئی اولاد نہ ہو اور اگر (متوفیٰ کی) دو بہنیں باقی ہوں تو وہ مال کا دو تہائی لیں گی، اور اگر کئی بہن بھائی اکٹھے ہوں تو (تمام مال اس طرح سے تقسیم کریں گے کہ) ہر مذکر کے لیے مؤنث کے حصے سے دوگنا ہوگا۔ اللہ تمہارے لیے (اپنے احکام) بیان کرتا ہے تاکہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ اور اللہ تمام چیزوں کو جانتا ہے۔

نکات:

☆ اسی سورت کی آیت ۱۲ میں آیا ہے کہ بہن بھائی میراث میں سے ایک دوسرے سے ایک ششم حصہ لیں گے جبکہ یہاں فرمایا ہے کہ آدھی میراث لیں گے۔ یہ اس لیے ہے کہ وہاں مادری بہن بھائی تھے اور یہاں پدری یا پدر و مادری بہن بھائی ہیں۔ (تفسیر نمونہ)

☆ بہن یا بھائی کا ایک دوسرے کے مرنے کے بعد اس کی میراث سے حصہ پانا، اس صورت میں ہے جب ان کی کوئی اولاد نہ ہو یا ان کے والدین نہ ہوں۔ ورنہ بہن بھائی تک باری نہیں آتی۔

☆ سورہ نساء گھریلو مسائل سے شروع ہوئی اور گھریلو مسائل پر ہی ختم ہو رہی ہے۔

پیغام:

۱۔ لوگوں کی ذمہ داری ہے کہ دینی احکام و مسائل کو سیکھنے کیلئے دینی راہبروں و راہنما کی طرف رجوع کریں۔ ''يَسْتَفْتُوْنَكَ''

۲۔ دین کے پاس لوگوں کے دنیاوی مسائل کیلئے بھی منصوبہ بندی ہے۔ میراث کا موضوع ایک طرف سے معاشی و اقتصادی ہے اور دوسری طرف سے خاندانی موضوع ہے۔ دین نے دونوں حوالوں سے احکام بیان کیے ہیں۔ ''قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ''

۳۔ میراث کی تقسیم میں درجہ بدرجہ تعلق کا لحاظ رکھنا اس بات کی علامت ہے کہ انسان کی ذمہ داری ان تعلقات کی نسبت اسی طرح گہری ہے۔ والدین اور اولاد پہلے مرحلے میں ہیں اور بہن بھائی دوسرے مرحلے میں ہیں۔ ''لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗۤ اُخْتٌ''

۴۔ میراث میں مرد کا حصہ عورت سے دوگنا ہونا، خدا تعالیٰ کے علم پر مبنی ہے۔ اس کا تعلق پیغمبر اکرمؐ کے زمانے اور اس وقت کے خاص حالات سے نہیں ہے کہ جب عورتوں کو ان کے حقوق ادا نہیں کیے جاتے تھے۔ ''وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۷۶﴾''

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوۡرَةُ الۡمَآئِدَةِ

آیات:۱۲۰

سورہ مائدہ کا تعارف

اس سورت کی ۱۲۰ آیات ہیں ۔ یہ سورت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت سے چند مہینے پہلے نازل ہوئی تھی اوراس میں سے کوئی آیت نسخ نہیں ہوئی۔

حضرت عیسی علیہ السلام کی دعا کی وجہ سے آسمانی مائدہ نازل ہونے کی وجہ سے اس کا نام مائدہ رکھا گیا ہے،جس کا ذکر آیت ۱۱۴ میں آیا ہے۔''عہد''و''عقود'' بھی اسی سورت کا نام ہے۔مجموعی طور پر اس سورت کی آیات میں ایک اہم عہد شکنی کے بارے میں خبردار کیا گیا ہے۔

''یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا'' کے ساتھ خطاب اس سورت میں ہے۔مثلاً سورہ بقرہ میں گیارہ مرتبہ لیکن اس سورت میں سولہ مرتبہ آیا ہے۔

اس سورت میں ولایت ورہبری،تثلیث کے عقیدے کی رد،عہد و پیمان پر باقی رہنا،عدل کے مطابق گواہی دینا،قتل کی حرمت،کھانے پینے کے احکام،وضو،غسل اور تیمم کے احکام،وصیت کے احکام،قصاص،چوری اور زنا کے احکام بیان کیے گئے ہیں۔

کیونکہ یہ نازل ہونے والی آخری سورتوں میں سے ایک ہے۔''اَوۡفُوۡا بِالۡعُقُوۡدِ ؕ'' کے جملے کے ساتھ سورت کا آغاز ہورہا ہے جو کہ تمام عہد و پیمان پر عمل کرنے کی تاکید ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
خدا کے نام سے جو بہت بخشنے والا اور مہربان ہے۔

آیت نمبر ۱

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَوۡفُوۡا بِالۡعُقُوۡدِ ؕ اُحِلَّتۡ لَکُمۡ بَهِیۡمَةُ الۡاَنۡعَامِ اِلَّا مَا یُتۡلٰی عَلَیۡکُمۡ غَیۡرَ مُحِلِّی الصَّیۡدِ وَاَنۡتُمۡ حُرُمٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَحۡکُمُ مَا یُرِیۡدُ ﴿۱﴾

ترجمۃ الآیات

اے ایمان والو! اپنے (ساتھ، خدا اور لوگوں کے ساتھ کیے ہوئے) عہد و پیمان پورے کرو، چوپائے اور چوپایوں کے جنین تمہارے لیے حلال کر دیئے گئے ہیں مگر وہ جو تم سے بیان کیے جائیں گے (ان کے سوا جن کی استثنا کی جائے گی) اور احرام کے وقت شکار کو حلال نہ سمجھو اور خدا جو چاہتا ہے (اور مصلحت دیکھتا ہے) حکم کرتا ہے۔

نکات:

☆ ''بَهِیۡمَةُ'' کا لفظ یہاں چوپایوں کے معنی میں ہے جو کہ ''اَنۡعَام'' جانور کے معنی سے وسیع ہے۔ ''اَنعام'' گائے، اونٹ اور گوسفند کو کہتے ہیں۔ ''بَهِیۡمَةُ الۡاَنۡعَامِ'' جو تین مرتبہ قرآن پاک میں آیا ہے، ان چوپایوں کا گوشت حلال ہونے کے معنی میں بیان ہوا ہے۔ (تفسیر مجمع البیان)

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: ''بَهِیۡمَةُ الۡاَنۡعَامِ'' سے مراد ذبح شدہ جانور کا جنین ہے۔ اس کی ماں کے پاک ہونے کا حکم، اس کے پاک ہونے پر بھی لگے گا۔ (کافی، ج۶، ص۲۳۴)

مرحوم فیض تفسیر صافی میں فرماتے ہیں: ممکن ہے کہ یہ روایت اس کا پوشیدہ مصداق ہو، یا شکم مادر میں ہونے کی وجہ سے اسے ''بهیمة'' کہا گیا ہے اس لیے معنی کو تعمیم دینے میں کوئی حرج نہیں۔ (قاموس القرآن)

☆ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: ''لَا دِیۡنَ لِمَنۡ لَّا عَهۡدَ لَهٗ'' جو وعدہ وفا نہیں کرتا اس کا کوئی دین نہیں۔ (بحار، ج۱۶، ص

(۱۴۴) جی ہاں! اگر وعدوں کو پورا نہ کیا جائے تو معاشرے اور لوگوں کے اعتبار کی بنیادیں گر جائیں گی، حرج مرج ہو جائے گا۔

☆ قرآن، مشرکین کے ساتھ وعدہ پورا کرنے کو ضروری قرار دیتا ہے۔ ''فَاَتِمُّوْٓا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ ؕ'' اپنی مدت پر ان کے ساتھ کیا ہوا وعدہ پورا کرو۔ (توبہ۔ ۴) امام صادق علیہ السلام سے روایت میں نقل ہوا ہے کہ حتیٰ فاجر افراد سے کیا ہوا وعدہ بھی پورا کرنا ضروری ہے۔ (کافی، ج ۲، ص ۱۶۲)

ایک اور روایت کے مطابق اگر ایک مسلمان حتیٰ اشارے کے ساتھ کسی کافر دشمن کو امان دے دے، تو دوسروں مسلمانوں پر اس اشارے سے کیے ہوئے وعدے پر پابندی ضروری ہے۔

☆ آسمانی کتابیں، خدائی عہد و پیمان ہے اس لیے اُن پر وفادار رہنا چاہیے۔ عہد قدیم (تورات)، عہد جدید (انجیل) اور عہد آخر (قرآن)۔ حدیث میں ہم پڑھتے ہیں: ''القرآن عھد اللہ'' (کافی، ج ۶، ص ۱۹۸)

پیغام:

۱۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ (کسی فرد یا جماعت سے کیے ہوئے) اپنے ہر عہد و پیمان پر پابند رہیں۔ خواہ وہ وعدہ زبانی ہو یا تحریری ہو، سیاسی قرارداد ہو یا اقتصادی، معاشرتی ہو یا خاندانی، کسی طاقتور کے ساتھ ہو یا کسی کمزور کے ساتھ، دوست ہو یا دشمن، خدا کے ساتھ ہو (جیسے نذر و قسم) یا لوگوں کے ساتھ، کوئی فرد یا اجتماع، چھوٹا ہو یا بڑا، کوئی علاقائی سطح ہو یا بین الاقوامی قرارداد ہو، ''العقود'' کا الف لام ان تمام قسم کی قراردادوں کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ ''اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ؕ''

۲۔ ''يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا'' اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ عہد و پیمان میں ضمانت ایمان ہے۔ ایمان والوں سے خطاب کر کے کہا جا رہا ہے کہ ''يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ؕ''

۳۔ خدا تعالیٰ نے مختلف قسم کی نعمتیں ہمارے اختیار میں دی ہیں لہٰذا ہم پر لازم ہے کہ اُس سے کیے ہوئے وعدوں کی پابندی کریں۔ ''اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ؕ اُحِلَّتْ لَكُمْ''

۴۔ خدا تعالیٰ سے کیے گئے وعدوں میں سے ایک، کھانے پینے کی چیزوں میں حلال حرام کا لحاظ رکھنا ہے۔ ''اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ؕ اُحِلَّتْ لَكُمْ''

۵۔ اسلام، معاشرتی مسائل اور معاشی مسائل دونوں کی طرف متوجہ ہے۔ (وعدہ وفا کرنا ایک معاشرتی مسئلہ ہے جس کا تعلق معاشیات سے بھی ہے اور جانوروں سے استفادہ ایک معاشی مسئلہ ہے۔) ''اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ؕ اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ''

۶۔ ایسی گائے، اونٹ یا گوسفند جو مر گئے ہوں یا کسی طرح سے ذبح نہ کیے جا سکے ہوں، ان کا گوشت استعمال کرنا حرام ہے۔ ''اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ''

۷۔تمام چار پائے (جانور) حلال نہیں ہیں۔''اِلَّا مَا یُتۡلٰی عَلَیۡکُمۡ''(اس بنا پر یہ جملہ بعض جانوروں سے متعلق ہے۔)

۸۔احرام کی حرمت باقی رکھنے کیلئے محرومیت کا کچھ مزہ چکھنا چاہیے اور شکار کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے۔''غَیۡرَ مُحِلِّی الصَّیۡدِ وَاَنۡتُمۡ حُرُمٌ ؕ''

۹۔احرام کی محرمات کے مطابق عمل کرنا، اصل میں خدا تعالیٰ سے کیے ہوئے عہد و پیمان پر باقی رہنے کی ایک مثال ہے۔''اَوۡفُوۡا بِالۡعُقُوۡدِ ؕ---غَیۡرَ مُحِلِّی الصَّیۡدِ وَاَنۡتُمۡ حُرُمٌ ؕ''

۱۰۔خود احرام بھی خدا تعالیٰ سے ایک عہد و پیمان ہے۔''اَوۡفُوۡا بِالۡعُقُوۡدِ ؕ---اَنۡتُمۡ حُرُمٌ ؕ''

۱۱۔احرام ایک خاص حالت ہے اور اس کا ایک خاص احترام ہے۔''اَنۡتُمۡ حُرُمٌ ؕ''

آیت نمبر ۲

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُحِلُّوۡا شَعَآئِرَ اللّٰهِ وَلَا الشَّهۡرَ الۡحَرَامَ وَلَا الۡهَدۡیَ وَلَا الۡقَلَآئِدَ وَلَاۤ آٰمِّیۡنَ الۡبَیۡتَ الۡحَرَامَ یَبۡتَغُوۡنَ فَضۡلًا مِّنۡ رَّبِّهِمۡ وَرِضۡوَانًا ؕ وَاِذَا حَلَلۡتُمۡ فَاصۡطَادُوۡا ؕ وَلَا یَجۡرِمَنَّکُمۡ شَنَاٰنُ قَوۡمٍ اَنۡ صَدُّوۡکُمۡ عَنِ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اَنۡ تَعۡتَدُوۡا ۘ وَتَعَاوَنُوۡا عَلَی الۡبِرِّ وَالتَّقۡوٰی ۪ وَلَا تَعَاوَنُوۡا عَلَی الۡاِثۡمِ وَالۡعُدۡوَانِ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِیۡدُ الۡعِقَابِ ﴿۲﴾

ترجمۃ الآیات

اے ایمان والو! شعائر خداوندی (اور مراسم حج کو محترم سمجھو اور ان کی مخالفت) کو حلال قرار نہ دو اور نہ ہی حرام مہینے کو اور نہ بغیر نشانی والی قربانیوں کو اور نشانیوں والی کو اور نہ وہ کہ جنہیں خانہ خدا کے قصد سے پروردگار کے فضل اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے لاتے ہو، اور جب تم (عمرہ کے اعمال بجالانے کے بعد) حالت احرام سے نکل جاؤ تو پھر شکار کرنا

تمہارے لیے کوئی منع نہیں ہے اور وہ گروہ جو مسجد حرام کی طرف تمہارے آنے میں حائل ہوا تھا اس کی دشمنی تمہیں تجاوز پر نہ ابھارے اور ہمیشہ نیکی اور پرہیز گاری کی راہ میں ایک دوسرے سے تعاون کرو اور (ہرگز) گناہ اور تجاوز کی راہ میں ساتھ نہ دو اور خدا سے ڈرو جس کی سزا سخت ہے۔

نکات:

☆''هَدۡیَ''بغیر نشانی کے جانور ہے جو حج پر قربانی کیلئے ہدیہ کیا جاتا ہے۔''قَلَآئِدَ''ایسے جانور ہیں جن پر حج کے اعمال کیلئے نشانی لگا دی جاتی ہے یا ان کے گلے میں کوئی چیز ڈال دی جاتی ہے تا کہ مناسک حج میں اُن کی قربانی کی جا سکے۔

☆اس آیت کے ابتدا میں خدا تعالیٰ نے تمام شعائر کا احترام واجب قرار دیا ہے اور ان کی بے حرمتی کرنے کو حرام قرار دیا ہے۔لیکن چند موارد کو خاص طور پر ذکر کیا ہے جیسے خاص مہینے رجب، ذیقعدہ، ذی الحجۃ اور محرم الحرام ہیں جن میں جنگ کرنا حرام ہے۔ماہ ذی الحجۃ جس میں حج انجام دیا جاتا ہے،اس میں قربانی کے لیے ھدی بغیر نشانی کے جانور ہیں اور قلائد نشاندار جانور ہیں۔

☆ سال چھ ہجری میں مسلمان مدینہ سے مکہ کی طرف اسی (۸۰) فرسخ آگے بڑھ چکے تھے تا کہ حج کے اعمال انجام دے سکیں۔لیکن کافر رکاوٹ بن گئے اور صلح حدیبیہ کا واقعہ پیش آیا۔ پھر جب مکہ فتح ہو گیا تو خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کی دشمنی تمہیں تجاوز پر نہ اُبھارے۔''صَدُّوۡكُمۡ عَنِ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ''

☆ اگر علم کا حصول ایک ''بِرّ'' نیکی ہے تو اس سلسلے میں عمارت تعمیر کرنا، کتاب تیار کرنا، کتابخانہ بنانا، لیباٹری قائم کرنا یا نقل وحمل کیلئے کوئی وسیلہ خریدنا، استاد کا انتظام کرنا، وغیرہ سب کام نیکی میں مدد کے عنوان سے ''تعاون بِرّ'' ہے۔

نیکی اور پاکیزگی میں مدد

☆ سورہ بقرہ کی آیت ۱۷۷ میں نیکی کے بعض موارد بیان کیے گئے ہیں: ''لٰكِنَّ الۡبِرَّ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَالۡمَلٰٓئِكَةِ وَالۡكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الۡمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الۡقُرۡبٰى وَالۡيَتٰمٰى . . . وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُتَّقُوۡنَ﴿۱۷۷﴾
''نیکی یہ ہے کہ خدا، آخرت، فرشتوں، آسمانی کتابوں اور انبیا پر ایمان رکھو، معاشرے کے محروم طبقے کی مشکلات کو حل کرو، اپنے وعدوں کو پورا کرو اور اپنے کاموں میں صبر سے کام لو۔

☆ بہت سی روایات میں نیکی میں تعاون، مظلوموں محروموں کی مدد پر تاکید کی گئی ہے۔ظالم اور ستمگروں کی مدد کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ہم یہاں برکت کیلئے چند ایک احادیث کو ذکر کر رہے ہیں:

۔امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو کوئی دوسروں کی مدد کرنے کیلئے ایک قدم اٹھائے، اس کا ثواب ایک مجاہد کے برابر ہے۔(وسائل، ج۸، ص ۶۰۲)

جب تک کوئی دوسروں کی مدد کرنے کی فکر میں رہتا ہے خدا تعالیٰ اس کی مدد فرماتا رہتا ہے۔ (وسائل، ج ۸، ص ۵۸۶)

۔ کسی مسلمان کی مدد کرنا، ایک ماہ کے مستحبی روزے اور اعتکاف سے بہتر ہے۔ (وسائل، ج ۱۱، ص ۳۴۵)

۔ جو کوئی کسی ظالم کی مدد کرے وہ خود بھی ظالم ہے۔ (وسائل، ج ۱۱، ص ۳۴۵)

۔ مسجد بنانے میں بھی کسی ظالم کی مدد نہیں کرنی چاہیے۔ (وسائل، ج ۱۲، ص ۱۳۰)

پیغام:

۱۔ ایک معنی یوں بھی کیا جا سکتا ہے کہ مومنین سے خدا تعالیٰ کی توقع زیادہ ہے۔ ''یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُحِلُّوۡا ---''

۲۔ شعائر اللہ کا احترام کرنا ہر صاحب ایمان پر فرض ہے۔ ''یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُحِلُّوۡا شَعَآئِرَ اللّٰهِ''

۳۔ شعائر اللہ کی بے حرمتی اور قدر و منزلت کا خیال نہ رکھنا، حرام ہے۔ ''لَا تُحِلُّوۡا شَعَآئِرَ اللّٰهِ''

۴۔ تمام اوقات ایک جیسے نہیں ہوتے، بعض دن ایام اللہ اور بعض مہینے محترم شمار کیے گئے ہیں جس کی خاص قدر و منزلت اور خاص احترام ہے۔ ''وَلَا الشَّهۡرَ الۡحَرَامَ''

۵۔ وہ جانور جو الٰہی اہداف کے راستے کیلئے مخصوص ہو جائے، وہ بھی قابل احترام ہو جاتا ہے۔ ''وَلَا الۡهَدۡیَ وَلَا الۡقَلَآئِدَ''

۶۔ خانہ خدا کے مسافروں کا احترام کیا جانا چاہیے۔ ''وَلَاۤ اٰمِّیۡنَ الۡبَیۡتَ الۡحَرَامَ''

(ہر وہ کام جس سے خانہ خدا کے زائرین کے احترام میں کمی آئے یا ان کیلئے بدامنی کا موجب ہو، حرام ہے۔ خواہ حج کا سفر ہو یا عمرہ کا۔)

۷۔ حج کا اصل مقصد کعبہ کی زیارت ہے۔ ''اٰمِّیۡنَ الۡبَیۡتَ''

۸۔ حج اور عمرہ، دنیا و آخرت کے حصول کا ذریعہ ہیں۔ ''یَبۡتَغُوۡنَ فَضۡلًا مِّنۡ رَّبِّهِمۡ وَرِضۡوَانًا''

۹۔ حلال فائدے کے پیچھے جانا قابل قدر ہے۔ قرآن پاک نے محنت و مزدوری کے ذریعے فائدہ حاصل کرنے کو، جو کہ فضل پروردگار ہے، قرب و خوشنودی خدا کے برابر قرار دیا ہے۔ ''یَبۡتَغُوۡنَ فَضۡلًا مِّنۡ رَّبِّهِمۡ وَرِضۡوَانًا''

۱۰۔ تمام اسلامی ممالک کیلئے مکہ میں ہر طرح سے اقتصادی اور تجارتی آزادی ہے۔ ''یَبۡتَغُوۡنَ فَضۡلًا مِّنۡ رَّبِّهِمۡ''

۱۱۔ مادی فائدے، انسان پر اللہ کا فضل ہیں اور اس کی ربوبیت سے مخصوص ہے۔ ''فَضۡلًا مِّنۡ رَّبِّهِمۡ''

۱۲۔ کسی وقت میں دوسروں کی دشمنی، کسی دوسرے وقت میں ہمارے لیے اس بات کا اجازت نامہ نہیں بن جاتی کہ ہم اُن پر ظلم اور تجاوز کریں۔ ''وَلَا یَجۡرِمَنَّکُمۡ شَنَاٰنُ قَوۡمٍ اَنۡ صَدُّوۡکُمۡ عَنِ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اَنۡ تَعۡتَدُوۡا''

۱۳۔ ناانصافی اور حد سے تجاوز کرنا حتی دشمنوں کے بارے میں بھی حرام ہے۔ ''شَنَاٰنُ قَوۡمٍ اَنۡ صَدُّوۡکُمۡ عَنِ

الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اَنۡ تَعۡتَدُوۡا ۘ ''(انتقام لیتے وقت بھی عدل کرنا چاہیے)

۱۴۔ دینی جذبات آپ کو ظلم پر نہ ابھاریں۔ ''اَنۡ صَدُّوۡكُمۡ عَنِ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اَنۡ تَعۡتَدُوۡا ۘ''

۱۵۔ وعدہ کو پورا کرنے اور شعائر اللہ کا احترام کرنے میں بھی ایک دوسرے کی مدد کی ضرورت ہوتی ہے۔ ''لَا تُحِلُّوۡا شَعَآئِرَ اللّٰهِ ۔ وَتَعَاوَنُوۡا''

۱۶۔ دوسروں کی غلطیوں کو چھپانا، نیکی پر تعاون کرنا ہے۔ ''وَلَا يَجۡرِمَنَّكُمۡ شَنَاٰنُ قَوۡمٍ اَنۡ صَدُّوۡكُمۡ عَنِ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اَنۡ تَعۡتَدُوۡا ۘ وَتَعَاوَنُوۡا''

۱۷۔ اسلامی حکومت اور معاشرے کو چاہیے کہ بین الاقوامی سطح پر ہر مظلوم اور ہر نیک کام کی حمایت کرے، اسی طرح ہر ظالم اور ہر برائی کی مذمت کرے۔ ''وَتَعَاوَنُوۡا عَلَى الۡبِرِّ وَالتَّقۡوٰى ۖ وَلَا تَعَاوَنُوۡا عَلَى الۡاِثۡمِ وَالۡعُدۡوَانِ ۖ''

۱۸۔ نیکیوں اور خوبیوں کی پرورش کیلئے، انہیں عام کرنے کیلئے ہر حوالے سے کوشش کرنی چاہیے، اس مقصد کے حصول میں تعاون کرنا چاہیے۔ ''وَتَعَاوَنُوۡا عَلَى الۡبِرِّ''

۱۹۔ قبیلے، علاقے، نسل، زبان کی بنیاد پر کسی کی حمایت کرنے کی بجائے حق کی حمایت کرنی چاہیے اور نیکی و اچھائی میں مدد کرنی چاہیے۔ ''وَتَعَاوَنُوۡا عَلَى الۡبِرِّ''

۲۰۔ جو کوئی شعائر اللہ کی حرمت کو توڑے اور برائی میں کسی کی مدد کرے، وہ خود کو خدا کے شدید عذاب کیلئے تیار کرلے۔ ''وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيۡدُ الۡعِقَابِ ۝۲''

آیت نمبر ۳

حُرِّمَتۡ عَلَيۡكُمُ الۡمَيۡتَةُ وَالدَّمُ وَلَحۡمُ الۡخِنۡزِيۡرِ وَمَاۤ اُهِلَّ لِغَيۡرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالۡمُنۡخَنِقَةُ وَالۡمَوۡقُوۡذَةُ وَالۡمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيۡحَةُ وَمَاۤ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيۡتُمۡ ۗ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَاَنۡ تَسۡتَقۡسِمُوۡا بِالۡاَزۡلَامِ ؕ ذٰلِكُمۡ فِسۡقٌ ؕ اَلۡيَوۡمَ يَٮِٕسَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡ دِيۡنِكُمۡ فَلَا تَخۡشَوۡهُمۡ وَاخۡشَوۡنِ ؕ اَلۡيَوۡمَ اَكۡمَلۡتُ لَكُمۡ دِيۡنَكُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ نِعۡمَتِىۡ وَرَضِيۡتُ لَكُمُ الۡاِسۡلَامَ

دِیۡنًا ؕ فَمَنِ اضۡطُرَّ فِیۡ مَخۡمَصَۃٍ غَیۡرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثۡمٍ ۙ فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ۝۳

ترجمۃ الآیات

حرام قرار دیا گیا ہے تمہارے لیے مردار کا گوشت (کھانا) ، خون اور سور کا گوشت اور وہ جانور جو غیر خدا کے نام پر ذبح ہوں وہ (حلال گوشت) جانور جن کا گلا گھونٹ دیا جائے اور تشدد کر کے انہیں مار دیا جائے وہ جانور جو بلندی سے گر کر مر جائیں ، وہ جانور جو دوسرے جانور کے سینگ مارنے سے مر جائیں اور درندہ جانور کے شکار کا باقی ماندہ مگر یہ کہ (بر موقع اس جانور کے پاس جا پہنچیں اور) اسے ذبح کر لیں اور وہ جانور جو کسی بت کے اوپر یا (اس کے سامنے) ذبح کیے جائیں اور (اسی طرح) قسمت آزمائی کے لیے مخصوص تیر کی لکڑیوں سے جانور کا گوشت تقسیم کرنا ، یہ تمام اعمال فسق و گناہ ہیں ۔ آج کے دن (اٹھارہ ذی الحجۃ دہم ہجری جب حضرت علی علیہ السلام حکم خدا سے پیغمبر اکرمؐ کی جانشینی کیلئے منصوب ہوئے ۔) کفار تمہارے دین (کے زوال) سے مایوس ہو گئے ہیں ، لہٰذا ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے (میری مخالفت سے) ڈرو اور آج کے روز میں نے تمہارے دین کو تمہارے لیے مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی اور اسلام کو تمہارے لیے (ہمیشہ رہنے والے) دین کے طور پر قبول کر لیا لیکن وہ لوگ کہ بھوک کی حالت میں جن کا ہاتھ کسی اور کھانے تک نہ پہنچے اور وہ گناہ کی طرف مائل بھی نہ ہوں (تو ان کے لیے کوئی حرج نہیں کہ وہ ممنوع گوشت میں سے کھا لیں) پس خدا بخشنے والا اور مہربان ہے۔

نکات:

☆ پہلی آیت میں بیان ہو چکا کہ چار پا جانوروں کا گوشت حلال ہے لیکن بعض جانوروں کا حرام ہونا بعد میں ذکر کیا جائے گا۔ اس آیت میں گوشت حرام ہونے کے دس مقام ذکر کیے گئے ہیں:

''مُنۡخَنِقَۃُ '' وہ جانور ہے جس کا گلا گھونٹ دیا گیا ہو۔ خواہ انسان کے ہاتھ سے ایسا ہوا ہو یا کسی جانور نے کیا ہو یا خود اُسی سے ایسا ہو گیا ہو۔

''مَوۡقُوۡذَةُ'' ایسا جانور جو مارنے یا شکنجہ کی وجہ سے مرجائے۔ عربوں میں رواج تھا کہ وہ بعض جانوروں کو بتوں کے احترام میں اتنا مارتے تھے کہ وہ مرجاتے تھے، اس کام کو وہ ایک طرح کی عبادت شمار کرتے تھے۔ (تفسیر قرطبی)

''مُتَرَدِّيَةُ'' اونچائی سے گرنے والا جانور ہے۔

''نَطِيۡحَةُ'' کسی دوسرے جانور کا سینگ لگنے سے مرجانے والا جانور ہے۔

☆ اس آیت میں جن جانوروں کا گوشت حرام قرار دیا گیا ہے، سورہ نحل، انعام اور بقرہ میں بھی ان کا ذکر آیا ہے۔ لیکن اس آیت میں ان کے بعض موارد بھی ذکر ہوئے ہیں جیسے گلا گھٹ جانا، تشدد سے مرنا، سینگ لگنے سے ہلاک ہونا وغیرہ۔

☆ امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: ولایت، آخری فریضہ الٰہی ہے۔ اس کے بعد آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ''اَلۡيَوۡمَ اَكۡمَلۡتُ لَكُمۡ دِيۡنَكُمۡ'' (کافی، ج۱، ص۲۸۹)

☆ بت ایسے مجسمے ہوتے تھے جن کی شکل وصورت ہوتی تھی لیکن ''نُصُبِ'' بے شکل پتھر تھے جو کعبہ کے اطراف میں نصب تھے، جن کے سامنے قربانی کی جاتی تھی اور قربانی کے خون کو اُن پر ملا جاتا تھا۔

☆ سورہ بقرہ کی آیت ۱۰۹ میں کفار کی اس خواہش کو بتایا گیا ہے کہ جس میں وہ چاہتے ہیں کہ مسلمان اپنے راستے سے منحرف ہوجائیں۔ خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے: آپ نظرانداز کریں یہانیک کہ اللہ کا حکم آجائے پس مسلمان حتی حکم کے منتظر تھے تاکہ کفار مایوس ہوجائیں اور پھر یہ آیت نازل ہوئی ''اَلۡيَوۡمَ اَكۡمَلۡتُ لَكُمۡ دِيۡنَكُمۡ ---''

قرآن میں غدیر

☆ اس آیت میں دو الگ مطلب بیان ہوئے ہیں، ایک مطلب اضطراری مواقعے کے علاوہ حرام گوشت کی حُرمت ہے اور دوسرا مطلب دین کا مکمل ہونا اور کفار کا مایوس ہونا ہے۔ درج ذیل دلائل کی بنا پر دوسری بات پہلی بات سے بالکل الگ ہے:

الف: مردار کے گوشت کو کھانے یا نہ کھانے اور دین سے کافروں کے مایوس ہونے کا آپس میں کوئی تعلق نہیں ہے۔

ب: اس آیت کی شان نزول میں جو شیعہ سنی روایات نقل ہوئی ہیں وہ جملہ ''اَلۡيَوۡمَ يَئِسَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا'' اور'' اَلۡيَوۡمَ اَكۡمَلۡتُ لَكُمۡ دِيۡنَكُمۡ '' کے بارے میں ہیں۔ اس سے پہلے والے جملات اور بعد والے جملات سے متعلق نہیں ہیں، جن میں مردار کے احکام بیان ہوئے ہیں۔

ج: شیعہ سنی روایات کے مطابق آیت کا یہ حصہ ''اَلۡيَوۡمَ اَكۡمَلۡتُ لَكُمۡ دِيۡنَكُمۡ ---'' غدیر کے مقام پر علی بن ابی طالب علیہ السلام کو امامت پر منصوب کرنے کے بعد نازل ہوا۔

د: نقلی دلائل کے علاوہ عقلی تحلیل بھی یہی بتاتی ہے کیونکہ اس کے بارے میں چار خصوصیات ذکر ہوئی ہیں:

۱۔ کافروں کی مایوسی کا دن

۲۔ دین کی تکمیل کا دن

۳۔ لوگوں پر اللہ کی نعمت کے اتمام کا دن

۴۔ وہ دن جب اسلام ایک دین اور ایک کامل مذہب کے عنوان سے اللہ کا پسندیدہ قرار پایا۔

اب اگر ہم تاریخ اسلام میں پیش آنے والے واقعات کا جائزہ لیں تو کوئی دن اس جیسا نہیں ہے۔ بعثت، ہجرت، فتح مکہ، غزوات وجنگوں میں کامیابیاں، اپنی تمام تر عظمت وشان وشوکت کے باوجود آیت میں بیان ہونے والی ان چار خصوصیات میں شمار نہیں ہوتیں۔ حتیٰ حجۃ الوداع، کیونکہ حج دین کا جزو ہے کُلِ دین نہیں۔

☆ بعثت، رسالت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ابتدا کا اولین دن ہے لہٰذا اس دن نہیں کہا جا سکتا کہ آج دین مکمل ہو گیا ہے۔

☆ پیغمبرؐ کی ہجرت کا دن حکم خدا کے ساتھ ہے۔ اس دن کفار نے پیغمبرؐ کے گھر پر حملہ کیا تھا، وہ دن ہر حوالے سے کافروں کی مایوسی کا دن نہ تھا۔

☆ بدر وخندق وغیرہ کی جنگوں میں کامیابی، میدان جنگ میں کفار کی شکست تھی۔ کچھ کافروں کیلئے سُبکی وشرمندگی کا موجب تھی لیکن تمام کفار کیلئے مایوسی نہ تھی جبکہ قرآن فرماتا ہے: "اَلۡيَوۡمَ يَئِسَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا ۔۔۔" آج سارے کافر مایوس ہو گئے ہیں۔

☆ حجۃ الوداع کے موقع پر لوگوں نے پیغمبر اکرمؐ سے حج کے اعمال سیکھے اور آپؐ کے ہمراہ اعمال انجام دیے۔ صرف پیغمبرؐ کے سکھانے سے ہی حج مکمل ہوا تھا لیکن دین کامل نہیں فرمایا تھا جبکہ قرآن فرماتا ہے: "اَلۡيَوۡمَ اَكۡمَلۡتُ لَكُمۡ دِيۡنَكُمۡ"

☆ غدیر خم وہ دن ہے جب خدا تعالیٰ نے پیغمبر اکرمؐ کی جانشینی پر حضرت علیؑ کو منصوب کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ صرف اُسی دن آیت میں ذکر یہ چار عنوان ثابت ہوتے ہیں۔ "اَكۡمَلۡتُ، وَاَتۡمَمۡتُ، رَضِيۡتُ، يَئِسَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا"

☆ لیکن کفار اس وقت مایوس ہوئے جب الزام تراشی، جنگ اور پیغمبرؐ کے خلاف سازشیں ناکام ہوگئیں۔ اُن کی اُمید صرف پیغمبرؐ کی موت تھی۔ علی ابن طالب علیہ السلام کو جانشین مقرر کرنے سے وہ سب یہ بات جان گئے کہ اگر حضورؐ کا کوئی بیٹا ہوتا تو وہ علیؑ سے بہتر نہیں ہوسکتا تھا اور اُس کی موت کے ساتھ دین ختم نہ ہو جاتا۔ کیونکہ علی بن ابی طالب علیہ السلام جیسی شخصیت نے پیغمبرؐ کا جانشین اور امت کا راہبر بننا تھا۔ یہ تھی وہ بات جس کی وجہ سے تمام کفار مایوسی کا شکار ہو گئے تھے۔

☆ تکمیل دین کی ایک دلیل یہ ہے کہ اگر ہر حوالے سے قوانین مکمل بنا دیے جاتے لیکن اُمت اور معاشرے کیلئے معصوم راہبر کا تعین نہ کیا جاتا تو وہ قوانین ہمیشہ کمزور اور ناقص رہتے۔

☆ اتمام نعمت یہ ہے کہ قرآن پاک نے ہدایت وراہبری کی نعمت کو سب سے بڑی نعمت قرار دیا ہے۔ اگر پیغمبر اکرمؐ دنیا سے چلے جائیں اور لوگوں کو سرپرست کے بغیر چھوڑ جائیں، تو یہ کام ایسا ہے جو کوئی گلہ بان اپنی بکریوں کیلئے بھی نہیں کرتا۔ لہٰذا الٰہی

راہبر کا تعین کیے بغیر کس طرح نعمت تمام ہوسکتی ہے؟

☆ خدا تعالیٰ کی رضایت یہ ہے کہ جب ہر طرح سے قانون مکمل ہو اور پھر اُسے نافذ کرنے والا عادل شخص بھی موجود ہو، تو خود بخود رضایت پروردگار بھی حاصل ہو جاتی ہے۔

☆ اگر ان چار خصوصیات ''تکمیل دین، اتمام نعمت، رضایت حق، کفار کی مایوسی'' میں سے کوئی ایک کسی ایک دن میں واقع ہو جائے تو کافی ہے کہ اُسے ''ایام اللہ'' میں سے قرار دیا جائے اور کہاں غدیر جیسا دن کہ جس میں یہ تمام خصوصیات ایک ہی دن میں واقع ہوئیں۔ اسی لیے اہلبیت علیھم السلام سے مروی روایات میں عید غدیر کو بڑی اور اہم عیدوں میں شمار کیا گیا ہے۔

☆ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی چیز کے اثرات بعض مختلف حالات کا ایک ہی جگہ پر واقع ہونے کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ جیسے اذان سے کچھ پہلے اگر روزہ افطار کرلیں تو روزہ باطل ہو جاتا ہے۔ اس لیے یہاں بھی ''اَتۡمَمۡتُ'' کا لفظ آیا ہے: اَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى الَّيۡلِ''۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ہر جز و اپنا الگ اثر رکھتا ہے، جیسے آیات قرآن کی تلاوت کرنا، جس کا کمال تمام آیات کی تلاوت کرنا ہے۔ جس قدر اسے پڑھا جائے اس کا ثواب ہے۔ کبھی اگر کوئی جز و موجود نہ ہو تو پورا مجموعہ ناقص ہو جاتا ہے، چاہے باقی تمام اجزا اپنی جگہ موجود ہوں جیسے اگر پائیلٹ یا ڈرائیور نہ ہو تو جہاز اور گاڑی اُن کے بغیر بے فائدہ اور بے کار ہیں۔ لہٰذا حق اور سچ پر مبنی راہبری اور حکومت بھی ایسی ہے کیونکہ وہ انسان کا تعلق خدا سے جوڑتی ہے جبکہ اس کے بغیر تمام مخلوق اور تمام نعمتیں اپنے ہدف سے ہٹ جاتی ہیں پھر ایسی حکومت و راہبری انسان کو خدا تک نہیں پہنچاتی۔

اسلام میں کھانے کے احکام

اسلام میانہ روی کا مذہب ہے، مغرب والوں کی طرح زیادہ گوشت کے استعمال کی نصیحت نہیں کرتا اور بودائیوں کی طرح اُسے حرام قرار دیتا ہے، اور نہ ہی چینیوں کی طرح ہر جانور کے گوشت کو کسی بھی صورت میں کھانے کی اجازت دیتا ہے۔

اسلام میں گوشت استعمال کرنے کیلئے کچھ شرائط ہیں منجملہ:

الف: گوشت خور جانوروں کا گوشت نہ کھاؤ کیونکہ اس میں مختلف قسم کے جراثیم اور بیماریاں ہوتی ہیں۔

ب: درندوں کا گوشت نہ کھاؤ کیونکہ تمہاری روح سنگین اور تم میں درندگی کے آثار پیدا ہو جائیں گے۔

ج: ایسے جانوروں کا گوشت نہ کھاؤ، جن سے عام طور پر لوگ نفرت کرتے ہیں۔

د: ان جانوروں کا گوشت نہ کھاؤ جن کو ذبح کرتے وقت خدا کا مبارک نام نہیں لیا گیا۔

ھ: مردار کا گوشت نہ کھاؤ۔

☆ مردار گوشت کے بارے میں امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: کوئی اس کے قریب نہیں گیا مگر یہ کہ اُسے کمزوری، دبلا پن، سستی، قطع نسل، سکتہ، اچانک موت نے اسے آلیا ہے۔

☆ سوال: جانوروں کا گوشت استعمال کرنے کیلئے جانوروں کو مار ڈالنا کیا رحمت الٰہی کے ساتھ سازگار ہے؟
جواب: خلقت کی بنیاد تغیر و تبدل پر ہے۔ مٹی سے پودے بنتے ہیں، پودے جانوروں کا حصہ بنتے ہیں اور جانور انسانوں کا حصہ بن جاتے ہیں۔ اس تغیر و تبدل کا نتیجہ راہ کمال و ترقی ہے۔

پیغام:

۱۔ اسلام ایک جامع دین ہے۔ انسان کی جسمانی و روحانی ضرورتوں پر گہری نظر رکھتا ہے اور ان کے بارے میں واضح ہدایت فرمائی ہے۔ ''حُرِّمَتْ''

۲۔ توحیدی نظام میں جانور کے ذبح کرنے میں بھی الٰہی رنگ ہونا چاہیے، ورنہ حرام ہو جائے گا۔ ''وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ''

۳۔ اگر جانور کو زد و کوب کیا گیا ہو، اسے سینگ لگا ہو، کہیں سے گرا ہو یا کسی نے اُسے چیرا ہو لیکن ابھی اس میں جان کی رمق باقی ہو اور اسے ذبح کر لیا جائے تو وہ حلال ہے۔ ''اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ ۙ''

۴۔ شرک کی ہر مثال اور ہر شکل کے ساتھ مقابلہ کرنا چاہیے۔ ''وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ''

۵۔ کافروں کی امید کا سب سے اہم راستہ، پیغمبرؐ کی موت رہ گیا تھا جو حضرت علیؑ کو راہبر تعین کرنے سے ختم ہو گیا۔ ''اَلْيَوْمَ يَىِٕسَ۔۔۔''

۶۔ اگر خارجی دشمن سے جان چھوٹ جائے تو داخلی دشمن وجود رکھتا ہے، پس خدا کا خوف رکھتے ہوئے اس کا مقابلہ کرنا چاہیے۔ ''فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ؕ''

۷۔ کافر، کامل دین سے گھبراتے ہیں، ایسے دین سے نہیں گھبراتے جس کا راہبر اُن کا مطیع ہو، جہاد کی چھٹی کروا دے، اسلامی ذرائع کو برباد کر دے اور اس کی عوام تفرقوں میں بٹی ہو۔ ''اَلْيَوْمَ يَىِٕسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۔۔۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ''

۸۔ اگر کافر آپ سے مایوس نہیں ہوئے تو غور کریں کہیں دین میں آپ کے سلسلہ راہبری میں کوئی نقص تو نہیں۔ ''اَلْيَوْمَ يَىِٕسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۔۔۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ''

۹۔ معصوم راہبر کے بغیر دین کامل نہیں ہے۔ ''اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ''

۱۰۔ مکتب کی بقا معصوم راہبر کے ساتھ ہے، صرف اُسی کے وجود سے کافر مایوس ہونگے ورنہ کسی دوسری چیز سے نہیں ہونگے۔ ''اَلْيَوْمَ يَىِٕسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۔۔۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ''

۱۱۔ الٰہی راہبر کے بغیر تمام نعمتیں نامکمل ہیں۔ ''اَلْيَوْمَ يَىِٕسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۔۔۔ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ''

۱۲۔علیؑ کو امامت پر منصوب کرنا، نعمت کا پورا کرنا ہے۔ ''اَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ '' اس کی ولایت کو چھوڑنا کفران نعمت اور نعمت سے ناشکری ہے، اس کے بہت برے نتائج ہیں۔ ''فَکَفَرَتۡ بِاَنۡعُمِ اللّٰہِ فَاَذَاقَہَا اللّٰہُ لِبَاسَ الۡجُوۡعِ وَالۡخَوۡفِ بِمَا کَانُوۡا یَصۡنَعُوۡنَ﴿۱۱۲﴾ '' (نحل۔۱۱۲)

۱۳۔معصوم راہبر کے بغیر اسلام، اللہ کو پسند نہیں۔ ''اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَرَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا ؕ ''

۱۴۔غیر اختیاری حالت اضطرار میں حرام چیز کو استعمال کرنا جائز ہے۔انسان خود کو اپنے اختیار سے مضطر نہ کرے۔'' اضۡطُرَّ '' (فعل مجھول ہے۔)

۱۵۔وہ قانون کامل ہے جس میں انسان کے تمام حالات اور ہر کیفیت کو ملحوظ رکھا جائے۔خاص طور پر اضطرار اور شش و پنج کی حالت کا خیال رکھا گیا ہو۔جی ہاں! اسلامی احکام میں بند راہیں نہیں ہیں۔ ''فَمَنِ اضۡطُرَّ ''

۱۶۔اضطرار کے خاص حالات انسان کیلئے گناہ اور مطلقاً آزادی کا موجب نہ بن جائیں۔ بلکہ اضطراری حالت کو دور کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔''غَیۡرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثۡمٍ ۙ ''

۱۷۔مجبور و مضطر افراد کیلئے جو امداد اکٹھی کی جاتی ہے، اس سے غلط استفادہ نہیں کیا جانا چاہیے۔'' غَیۡرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثۡمٍ ۙ '' امام محمد باقر علیہ السلام اس جملے کی تفسیر میں فرماتے ہیں: غیر متجانف وہ ہے جو جان بوجھ کر گناہ کی طرف نہ جائے۔ (تفسیر برہان، ج۱، ص ۴۴۷)

آیت نمبر ۴

یَسۡـَٔلُوۡنَکَ مَاذَاۤ اُحِلَّ لَہُمۡ ؕ قُلۡ اُحِلَّ لَکُمُ الطَّیِّبٰتُ ۙ وَمَا عَلَّمۡتُمۡ مِّنَ الۡجَوَارِحِ مُکَلِّبِیۡنَ تُعَلِّمُوۡنَہُنَّ مِمَّا عَلَّمَکُمُ اللّٰہُ ۫ فَکُلُوۡا مِمَّاۤ اَمۡسَکۡنَ عَلَیۡکُمۡ وَاذۡکُرُوا اسۡمَ اللّٰہِ عَلَیۡہِ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ سَرِیۡعُ الۡحِسَابِ﴿۴﴾

ترجمۃ الآیات

(اے رسولؐ!) تم سے پوچھتے ہیں کہ ان کے لیے کونسی چیزیں حلال کی گئی ہیں؟ کہہ دو کہ پاکیزہ چیزیں تمہارے لیے حلال کی گئی ہیں نیز ان شکاری کتوں کا شکار (بھی تمہارے لیے حلال ہے) جنہیں تم نے وہ کچھ سکھایا جس کی خدا نے تمہیں تعلیم دی تھی پس جو کچھ یہ جانور تمہارے لیے شکار کرتے ہیں اور روک رکھتے ہیں وہ کھا لو اور (جب جانور کو شکار کے لیے چھوڑو تو) اس پر خدا کا نام لیا کرو اور اللہ سے ڈرو کیونکہ اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔

نکات:

☆ ''جارحۃ'' کی جمع ''جَوَارِح'' ہے جو کہ ''جرح'' کے مادہ سے ہے، یہ دو معنی میں استعمال ہوا ہے ایک کسب اور دوسرے زخم۔ شکاری جانور کو جارحہ کہا جاتا ہے کیونکہ وہ شکار کو زخمی کر دیتا ہے یا اپنے مالک کیلئے شکار پکڑ کر لاتا ہے۔ جسم کے اعضا جو کسب و کوشش کرنے میں کام آتے ہیں، انہیں بھی جوارح کہا جاتا ہے۔

☆ ''مُكَلِّبِيْنَ'' کلب کے مادے سے ہے۔ جس کے معنی شکاری کتوں کو سدھانے والے ہیں۔ صرف سدھائے ہوئے کتوں کے ذریعے کیا گیا شکار حلال ہے۔ دوسرے شکاری جانوروں کا کیا ہوا شکار کھانا جائز نہیں ہے۔ ایسے شکاری کتے کا شکار کھانا جائز ہے جیسے شکار کی نیت سے شکار کے پیچھے چھوڑا گیا ہو، اگر شکاری کتے نے اپنے کھانے کیلئے خود ہی شکار کیا ہے تو وہ شکار حرام ہے۔

پیغام:

۱۔ معاشرے کے سوالات اور فطری ضروریات کو پورا کرنے کیلئے انبیا ذمہ دار ہیں۔ ''يَسْـَٔلُوْنَكَ''

۲۔ جو چیز ضروری ہے اسے جاننا چاہیے، انبیا اور ان کے جانشینوں سے پوچھنا چاہیے۔ ''يَسْـَٔلُوْنَكَ''

(ابتدائے اسلام کے مسلمان احکام اور دینی فرائض کو سیکھنے کے بارے میں زیادہ ذمہ داری اور حساسیت کا مظاہرہ کرتے تھے۔)

۳۔ ضروری سوال کرنا ایک قابل قدر چیز اور احساس ذمہ داری کی علامت ہے۔ ''يَسْـَٔلُوْنَكَ''

۴۔ سوال، قرآن پاک کی آیات کے تدریجی نزول کا موجب ہے۔ ''يَسْـَٔلُوْنَكَ''

۵۔ اُمت اور پیغمبر کا رابطہ بغیر واسطے کے ہے۔ ''يَسْـَٔلُوْنَكَ''

۶۔ جو کچھ بھی حرام ہوا ہے وہ اس کی ظاہری یا پوشیدہ نجاست کی وجہ سے ہے۔ ''اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ''

۷۔اصل اور کلی قانون یہ ہے کہ ہر پاک اور دل پسند چیز حلال ہو۔''اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ''

۸۔کیونکہ اسلام ایک فطری دین ہے اس لیے ہر وہ چیز جو دل کو اچھی لگے اور اس میں کوئی برائی نہ پائی جاتی ہو، اسے حلال قرار دیتا ہے۔''اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ''(تشریع اور تکوین میں ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔)

۹۔تعلیم،صرف انسانوں سے مخصوص نہیں ہے بلکہ جانور بھی قابل تعلیم اور قابل تسخیر ہیں۔''تُعَلِّمُوْنَهُنَّ ''

۱۰۔تعلیم حتی کتے کو بھی اہم بنا دیتی ہے اور اس کی کارکردگی کو بہتر کر دیتی ہے۔''تُعَلِّمُوْنَهُنَّ ''

تھوڑی سی تعلیم کی وجہ سے کتا ساری زندگی اپنے استاد کو شکار پکڑ پکڑ کر دیتا ہے۔''اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ ''لیکن کچھ انسان ہر چیز خدا تعالیٰ سے وصول کرتے ہیں''عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ ''اور خدا کیلئے کیا کرتے ہیں؟

۱۱۔شکاری کتے کو چھوڑنے سے پہلے خدا کا نام لینا چاہیے۔''وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ ''

۱۲۔گوشت کو استعمال کرنے میں خدائی احکام کی پروا کرنا،تقوے کی ایک علامت ہے۔''كُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ''

۱۳۔جنگلی جانوروں میں سے بعض کا گوشت حلال ہے۔(شکار کرنا،جنگلی ہونے کی دلیل ہے۔)''فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ ''

۱۴۔قیامت کی طرف توجہ اور خدا تعالیٰ کے سریع الحساب ہونے پر یقین،انسان کو تقویٰ پر آمادہ کرتا ہے۔''وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝۴ ''

آیت نمبر ۵

اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ؕ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ۪ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۫ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ۫ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝۵

ترجمۃ الآیات

آج کے دن پاکیزہ چیزیں تمہارے لیے حلال ہوگئیں اور (اسی طرح) اہل کتاب کا کھانا تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لیے حلال ہے، مسلمانوں میں پاک دامن عورتیں اور جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی ان میں سے پاک دامن عورتیں حلال ہیں جبکہ ان کا حق مہر ادا کردو اور پاک دامن رہو نیز زنا کار نہ بنو اور پوشیدہ طور پر اور غیر شرعی طریقہ سے یاری نہ لگاؤ اور جو شخص اس چیز سے کفر اختیار کرے کہ جس پر ایمان لانا چاہیے، اس کے اعمال باطل اور بے اثر ہو جاتے ہیں اور آخرت میں وہ زیاں کاروں میں سے ہوگا۔

نکات:

☆ یہ آیت فرماتی ہے کہ اہل کتاب کے کھانے مسلمانوں کیلئے حلال ہیں۔گذشتہ آیت میں گوشت استعمال کرنے کے سلسلے میں، اس کے حلال ہونے کیلئے خدا کا نام لینا شرط قرار دیا گیا ہے، اس سے ہم یہ بات سمجھ سکتے ہیں کہ یہود ونصاریٰ کے کھانے جو مسلمانوں کیلئے جائز ہیں وہ گوشت سے علاوہ ہیں۔

اہلبیتؑ سے منقول روایات میں بھی ہے کہ طعام سے مراد گندم، جو اور خشک میوہ جات ہیں۔بعض لغت شناس افراد جیسے ابن اثیر اور خلیل نے بھی اس بات کی تائید کی ہے۔لغت حجاز میں بھی گندم کو طعام کہا گیا ہے۔(تفسیر المیزان؛ کافی، ج۶ص۲۴۱)

☆ اس آیت نے دینی اقلیتوں کے ساتھ آنے جانے، رابطہ رکھنے، کھانے پینے اور شادی کرنے کے راستے کو کھول دیا ہے۔کیونکہ ممکن تھا کہ مسلمان، یہودی ونصرانی عورتوں کو حاصل کرنے کی خاطر اپنے ہر روز کے آنے جانے کو زیادہ کرلیں اور آہستہ آہستہ ان کے تفکرات اور رسم ورواج سے متاثر ہوکر راہ اسلام سے دور ہو جائیں۔لہٰذا آیت کے آخر میں خبردار کیا جارہا ہے کہ جو کوئی اپنے ایمان کو نظر انداز کرے گا، پروا نہیں کرے گا تو اس کے اعمال برباد کر دیے جائیں گے۔''وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ''

☆ ''خِدْنٌ '' کی جمع ''اَخْدَانٍ '' ہے، جس کے دو معنی ہیں لیکن عام طور پر نامشروع اور خفیہ دوستی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

☆ کھانے کے معاملہ میں آیت طرفین مسلمان اور اہل کتاب دونوں کو اجازت دیتی ہے کہ ایک دوسرے کے کھانے سے استفادہ کرسکیں۔''اُحِلَّ لَكُمُ ۔۔۔ حِلٌّ لَّكُمْ ''لیکن شادی کے سلسلے میں صرف اہل کتاب سے عورت لینے کی اجازت دی گئی ہے جبکہ عورت دینے کی اجازت نہیں دی گئی۔''الْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ''

(کیونکہ عام طور پر عورتیں احساسات کے لحاظ سے مردوں سے متاثر ہوتی ہیں، لہٰذا اگر اہل کتاب کی عورتیں اسلام کی طرف رغبت پیدا کریں تو یہ رشد و ترقی ہے لیکن اگر مسلمان عورت ان کی طرف راغب ہو جائے تو یہ ہمارے لیے سبکی اور شرمندگی کا باعث ہے۔ اس لیے اہل کتاب کو عورت دینا جائز نہیں ہے۔)

☆ ''مُحْصَن'' و ''مُحْصَنَةٌ'' کے معنی، عفت دار ہونا، آزاد ہونا، شادی شدہ ہونا اور مسلمان ہونا ہے۔ یہاں ''مُحْصَنَاتٌ'' سے مراد پاکدامن ہونا ہے، ورنہ شوہر دار عورت سے شادی کرنا، قطعی طور پر حرام ہے۔

☆ اس آیت میں اہل کتاب عورتوں سے شادی کے جائز ہونے کا حکم صرف موقتی۔ عارضی ازدواج کا حکم ہے۔ (اس مسئلہ میں اپنے مرجع تقلید کی طرف رجوع کریں۔)

متعدد روایات کی بنیاد پر ''اُجُوْرَهُنَّ'' کے لفظ کا مطلب عارضی ازدواج کا مہر یہ ہے۔

☆ جو کوئی کسی چیز کی حقانیت کا اقرار کرے لیکن اس کے مطابق عمل انجام نہ دے، اس کا عمل برباد ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام اس آیت ''وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ'' کے ذیل میں فرماتے ہیں ''ترك العمل الذی اقرّبه'' ایسے عمل کا ترک کرنا جس کا وہ اقرار کر چکا تھا۔ (تفسیر نور الثقلین، ج ۱، ص ۵۹۵)

☆ ایک اور روایت میں امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: سب سے کمتر وہ چیز جس کی خاطر انسان ایمان سے خارج ہو جاتا ہے، حق کے خلاف وہ رائے ہے جس پر وہ بنیاد بنا کر ایک نظریہ قائم کر لیتا ہے، پھر اس کا دفاع کرتا ہے۔ اس کے بعد امامؑ نے یہ آیت تلاوت فرمائی ''وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ'' (وسائل، ج ۲۷، ص ۶۰)

پیغام:

۱۔ احکام و قوانین کے بیان کرنے میں زمان کے عنصر سے غافل نہیں رہنا چاہیے۔ ''اَلْيَوْمَ''

۲۔ تشریعی قوانین تکوینی نظام کے ساتھ ہم آہنگ ہیں۔ (جس چیز کو فطرت سلیم پسند کرے تو قانون بھی اسے حلال کر دیتا ہے۔) ''اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ''

۳۔ کوئی سا بھی مذہب ہو اس میں عورت کی پاکدامنی قابل قدر ہے۔ ''وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ''

۴۔ پاکدامنی، مردوں اور عورتوں دونوں کیلئے ضروری شرط ہے۔ ''اَلْمُحْصَنٰتُ'' ''مُحْصِنِيْنَ''

۵۔ شریک حیات کے انتخاب کیلئے اصل ایمان اور پاکدامنی ہے۔ ''وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ''

۶۔ دھوکہ دینا، حتی غیر مسلموں کی نسبت بھی ممنوع ہے۔ ''اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ'' (عورت کے معاشی حقوق کی حفاظت، خواہ وہ مسلمان نہ ہو، واجب ہے۔)

۷۔عورت کوحق ملکیت حاصل ہے، خواہ وہ مسلمان ہو یا غیر مسلمان۔ ''اُجُوۡرَھُنَّ''

۸۔حق مہر خود عورت کے حوالے کرنا چاہیے۔''اٰتَیۡتُمُوۡھُنَّ اُجُوۡرَھُنَّ'' نہیں فرمایا: ''آتیتم اجورھن''

۹۔عورت کو مہر کی ادائیگی ازدواج کی وجہ سے ہونی چاہیے، زنا اور غیر مشروع روابط کی وجہ سے نہیں ہونی چاہیے۔ ''اٰتَیۡتُمُوۡھُنَّ اُجُوۡرَھُنَّ مُحۡصِنِیۡنَ غَیۡرَ مُسٰفِحِیۡنَ وَلَا مُتَّخِذِیۡۤ اَخۡدَانٍ ؕ''

۱۰۔نامشروع اور خفیہ روابط رکھنا، حتیٰ غیر مسلمان کے ساتھ بھی ممنوع ہے۔''وَلَا مُتَّخِذِیۡۤ اَخۡدَانٍ ؕ''

۱۱۔اہل کتاب سے کھانا کھانا اور ان کی پاکدامن عورتوں کے ساتھ عارضی نکاح کرنا حلال ہے۔''اُحِلَّ لَکُمُ ۔۔۔ وَالۡمُحۡصَنٰتُ مِنَ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡکِتٰبَ مِنۡ قَبۡلِکُمۡ''

۱۲۔اہل کتاب سے گھل مل جانا، ان کے ہاں آنا جانا اور ان کے ممالک میں سفر کرنا، خطرے اور غلطی کی جگہ ہے۔ لہٰذا اس آیت میں رابطے کو جائز قرار دینے کے بعد خبردار کیا ہے کہ کہیں ان کے ساتھ اقتصادی و خاندانی روابط تمہارے اعتقاد کو ڈگمگا نہ دے۔ عورت کو حاصل کرنے کے چکر میں اپنا ایمان ہاتھ سے نہ دے دینا۔''وَمَنۡ یَّکۡفُرۡ بِالۡاِیۡمَانِ''

آیت نمبر ۶

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا قُمۡتُمۡ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَاغۡسِلُوۡا وُجُوۡهَکُمۡ وَاَیۡدِیَکُمۡ اِلَی الۡمَرَافِقِ وَامۡسَحُوۡا بِرُءُوۡسِکُمۡ وَاَرۡجُلَکُمۡ اِلَی الۡکَعۡبَیۡنِ ؕ وَاِنۡ کُنۡتُمۡ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوۡا ؕ وَاِنۡ کُنۡتُمۡ مَّرۡضٰۤی اَوۡ عَلٰی سَفَرٍ اَوۡ جَآءَ اَحَدٌ مِّنۡکُمۡ مِّنَ الۡغَآئِطِ اَوۡ لٰمَسۡتُمُ النِّسَآءَ فَلَمۡ تَجِدُوۡا مَآءً فَتَیَمَّمُوۡا صَعِیۡدًا طَیِّبًا فَامۡسَحُوۡا بِوُجُوۡهِکُمۡ وَاَیۡدِیۡکُمۡ مِّنۡهُ ؕ مَا یُرِیۡدُ اللّٰهُ لِیَجۡعَلَ عَلَیۡکُمۡ مِّنۡ حَرَجٍ وَّلٰکِنۡ یُّرِیۡدُ لِیُطَهِّرَکُمۡ وَلِیُتِمَّ نِعۡمَتَهٗ عَلَیۡکُمۡ لَعَلَّکُمۡ تَشۡکُرُوۡنَ ﴿۶﴾

ترجمۃ الآیات

اے ایمان والو! جب تم نماز کے لیے اٹھ کھڑے ہو تو اپنے چہرے اور ہاتھوں کو کہنیوں تک دھولو اور سر اور پاؤں کا مفصل (ابھری ہوئی جگہ) تک مسح کرو۔ اور اگر حالت جنب میں ہو تو غسل کرو اور اگر تم بیمار ہو یا مسافر ہو یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے پلٹا ہے یا عورتوں کو (مباشرت کے لیے) لمس کیا ہے اور (وضو یا غسل کے لیے) پانی تک رسائی نہیں ہے تو پاک مٹی سے تیمم کرو اور اس (مٹی) سے چہرے کے اوپر پیشانی پر اور ہاتھوں پر مسح کرو۔ اللہ نہیں چاہتا کہ تمہارے لیے مشکل پیدا کرے بلکہ وہ چاہتا ہے کہ تمہیں پاک کرے اور اپنی نعمت کو تم پر تمام کرے، شاید تم اس کا شکریہ ادا کرو۔

نکات:

☆ سورہ نساء کی آیت ۴۳ میں غسل اور تیمم کے بارے میں بیان کیا گیا ہے جبکہ یہاں ان دو کے علاوہ وضو کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔

☆ جب بھی لفظ ''قیام'' کے ساتھ ''الی'' آئے تو اس کے معنی ارادہ کرنا ہیں۔ ''اِذَا قُمۡتُمۡ اِلَى الصَّلٰوةِ'' یعنی جب تم نے نماز پڑھنے کا ارادہ کیا۔

☆ ''جُنُبًا'' کا لفظ عورت و مرد، واحد اور جمع سب پر اطلاق ہوتا ہے۔

☆ ''فَاطَّهَّرُوۡا'' سے مراد غسل کرنے کا حکم ہے۔ کیونکہ سورہ نساء کی آیت ۴۳ میں ''فَاطَّهَّرُوۡا'' کی بجائے ''تَغۡتَسِلُوۡا'' فرمایا ہے۔

☆ ''اِلَى الۡمَرَافِقِ'' کی قید دھونے کی جگہ بیان کرنے کیلئے ہے، دھونے کی سمت کو بیان نہیں کر رہا۔ عربی زبان میں ''ید'' سے مراد ہاتھ ہے، یہ ہاتھ انگلیوں سے کلائی تک، انگلیوں سے کہنی تک، انگلیوں سے کندھے تک کے حصے کو بھی کہا جاتا ہے۔ آیت فرما رہی ہے کہ ہاتھوں کو کہنی تک دھولو، نہ زیادہ اور نہ اس سے کم۔

☆ تیمم میں روح بندگی پوشیدہ ہے۔ قصد قربت کے ساتھ ہاتھوں کو مٹی پر مارنا، پھر جسم کے بالاترین حصے یعنی ماتھے پر ملنا، خدا کے سامنے ایک طرح کی انکساری و خاکساری ہے۔

☆ ''صَعِيۡدًا'' ''صَعُوۡدٌ'' سے ہے، جس کے معنی اونچی زمین ہے۔ ''صَعِيۡدًا طَيِّبًا'' کی تفسیر کے بارے میں امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: اتنی اونچی زمین جس سے پانی بہہ جائے۔ (معانی الاخبار، ص ۲۸۳)

جی ہاں! ایسی گہری زمین جس میں گندا پانی جمع ہو جائے، وہ تیمم کیلئے مناسب نہیں ہے کیونکہ تیمم کیلئے مٹی کا پاک ہونا شرط ہے۔

☆ حدیث شریف میں ہے کہ ''لَاصَلَاةَ اِلَّا بِطُهُوۡرٍ'' یعنی نماز طہارت (وضو، غسل یا تیمم) کے بغیر ممکن نہیں۔ (تہذیب، ج ۱، ص ۴۹)

☆ ایک اور حدیث میں ہے کہ ''اِبۡدَاۡ بِمَابَدَءَاللهُ'' یعنی اُسی سے آغاز کرو جس سے قرآن میں خدا تعالیٰ نے آغاز کیا ہے۔ (تفسیر نور الثقلین)۔ قرآن میں پہلے چہرے کو دھونے کا کہا گیا ہے، پھر ہاتھ اور اس کے بعد سر کا مسح اور پھر پاؤں کا مسح آیا ہے۔ وضو کی ترتیب بھی اسی طرح ہے۔

☆ امام علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ مسح میں سر کا کچھ حصہ ہی کیوں ہے؟ فرمایا: ''لِمَكَانِ الۡبَآءِ'' باء کے حرف کی وجہ سے، کیونکہ کلمہ ''بِرُءُوۡسِكُمۡ'' میں باء کے معنی سر کا کچھ حصہ ہے۔ اگر آیت میں ہوتا ''وَامۡسَحُوۡا بِرُءُوۡسِكُمۡ'' تو اس صورت میں ہم پورے سر کا مسح کرتے۔ (کافی، ج ۳، ص ۳۰)

☆ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ''لٰمَسۡتُمُ'' سے مراد جنسی رابطہ ہے۔ خدا تعالیٰ نے اسے کنایہ میں چھپا کر بتایا ہے اور خدا تعالیٰ ایسی باتوں کے چھپانے کو پسند کرتا ہے۔ لہٰذا جس طرح تم اس بات کو بیان کرتے ہو، اس نے بیان نہیں کیا۔ (کافی، ج ۵، ص ۵۵۵)

☆ فلسفہ وضو سے متعلق امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں:

''یکون العبد طاھراً اذا قام بین یدی الجبّار'' خدا تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہوتے وقت عبد کا پاک ہونا واجب جو اس کے پاک رہنے کا موجب بنتا ہے۔

''مطیعاً لہ فیما امرہ'' اس کی بندگی واطاعت کی علامت ہے۔

''نقیا من الادناس و النجاسة'' آلودگی اور نجاست سے دور رہنے کا موجب ہے۔

''ذھاب الکسل و طرد النعاس'' سستی اور نیند کو دور کرتا ہے۔

''و تزکیة الفؤاد للقیام'' نماز کیلئے قلبی آمادگی اور روحانی ترقی کا باعث ہے۔ (وسائل، ج ۱، ص ۳۶۷)

پیغام:

۱۔ طہارت و پاکیزگی، ایمان کا لازمہ ہے۔ ''یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا ۔۔۔ فَاغۡسِلُوۡا ۔۔۔ فَاطَّهَّرُوۡا''

۲۔ طہارت، نماز کیلئے ضروری شرط ہے۔ ''فَاغۡسِلُوۡا''

۳۔ جس طرح قرآن پاک کو مس کرنا صرف پاک افراد کیلئے ہے ''لَّا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الۡمُطَهَّرُوۡنَ ﴿۷۹﴾'' (واقعہ ۔ ۷۹) اسی

طرح خدا سے رابطہ میں طہارت کی ضرورت ہے۔ ''فَاغۡسِلُوۡا''

۴۔ جسمانی گندگی، قرب خداوندی میں رکاوٹ ہے۔ ''اِذَا قُمۡتُمۡ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغۡسِلُوۡا''

۵۔ تکلم کرنے میں حیا، عفت اور ادب کا خیال رکھنا ایک اصول ہے۔ خاص طور سے عائلی زندگی کے مسائل میں ''لٰمَسۡتُمُ النِّسَآءَ'' البتہ حقوق کے معاملہ میں اس لیے کہ کسی کا حق ضائع نہ ہو جائے، قانون تمام مسائل کو واضح اور بے پردہ بیان کرتا ہے۔ جیسے آیت ''دَخَلۡتُمۡ بِهِنَّ'' (نساء۔ ۲۳) مہریہ کے بارے میں ہے۔

۶۔ نماز کے مقدمات اور اس کی شرائط میں تخفیف ہے (چھوٹ ہے)، تعطیل نہیں (چھٹی نہیں)۔ ''فَلَمۡ تَجِدُوۡا مَآءً فَتَيَمَّمُوۡا''

۷۔ وضو اور غسل کیلئے پانی کو تلاش کرنا چاہیے۔ اگر نہ ملے پھر تیمم کی باری آتی ہے۔ (''فَلَمۡ تَجِدُوۡا'' اس جگہ کیلئے ہے جہاں انسان تلاش کرے لیکن کامیاب نہ ہو۔)

۸۔ گندگی اور آلودہ پانی و مٹی کے ساتھ پاک خدا کی بارگاہ میں نہیں جایا جا سکتا۔ ''صَعِيۡدًا طَيِّبًا''

۹۔ کھانے پینے کی اشیاء بھی پاک ہونی چاہئیں جیسے کہ دو آیات پہلے بیان ہو چکا، اسی طرح تیمم بھی پاک مٹی پر ہونا چاہیے۔ ''صَعِيۡدًا طَيِّبًا''

۱۰۔ دین کے احکام میں مشکل و پریشانی نہیں رکھی گئی۔ ''مَا يُرِيۡدُ اللّٰهُ لِيَجۡعَلَ عَلَيۡكُمۡ مِّنۡ حَرَجٍ''

۱۱۔ وضو، غسل اور تیمم کا مقصد معنوی و روحانی طہارت پانا اور خدا تعالیٰ سے ملاقات کیلئے تیاری کرنا ہے۔ ''لِيُطَهِّرَكُمۡ''

۱۲۔ فرائض الٰہی، انسان کیلئے نعمت ہیں۔ ''لِيُتِمَّ نِعۡمَتَهٗ عَلَيۡكُمۡ''

۱۳۔ فرض کی ادائیگی، شکر خدا کے مصادیق میں سے ایک ہے۔ ''لَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ۝۶''

آیت نمبر ۷

وَاذۡكُرُوۡا نِعۡمَةَ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ وَمِيۡثَاقَهُ الَّذِىۡ وَاثَقَكُمۡ بِهٖۤ ۙ اِذۡ قُلۡتُمۡ سَمِعۡنَا وَاَطَعۡنَا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ۝۷

ترجمۃ الآیات

اپنے اوپر خدا کی نعمت کو یاد کرو، اور اس عہد و پیمان کو (بھی یاد کرو) جو اس نے محکم طریقہ پر تم سے لیا ہے، اس وقت جب تم نے کہا تھا کہ ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی اور اللہ (کی نافرمانی) سے ڈرو کیونکہ اللہ سینوں کے اندر کے حالات سے آگاہ ہے۔

نکات:

☆ آیت میں اگر چہ نعمت کو یاد کرنے اور عہد و پیمان کا پاس کرنے کا موضوع مجموعی طور پر خبردار کرنا ہے۔ لیکن ممکن ہے کہ بعض دلائل کی بنیاد پر یہ مسئلہ اسلامی معاشرے کی راہبری اور اس کی اطاعت سے متعلق ہو۔ اس کے دلائل درج ذیل ہو سکتے ہیں:

۱۔ خدائی راہبری بھی ایک طرح کا عہد و پیمان ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کے واقعہ میں ان کا اپنی نسل میں امامت کیلئے درخواست کرنا اور خدا کا یہ جواب دینا کہ میرا عہد ظالمین کو نہیں پہنچے گا۔ اس بات پر دلیل ہے۔ ''لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ﴿۱۲۴﴾'' (بقرہ۔ ۱۲۴)

۲۔ مقام غدیر خم پر حضرت علی علیہ السلام کا امامت کے منصب پر تعین ہونے کے بعد اسی سورت کی تیسری آیت نازل ہوئی کہ آج میں نے تم لوگوں پر اپنی نعمت تمام کر دی۔

۳۔ غدیر خم میں لوگوں نے حضرت علیؑ کی بیعت کی اور ''سَمِعْنَا'' و ''اَطَعْنَا'' کہا۔ یہ آیت لوگوں کو ایک مرتبہ پھر اپنے راہبر کے ساتھ وفاداری اور ثابت قدمی پر ابھار رہی ہے۔

☆ سننے اور اطاعت کرنے کا وعدہ ''سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا۝'' ہر اُس عہد و پیمان کو شامل کرتا ہے جسے انسان نے انبیا کے ساتھ فطری طور پر زبانی یا عملی صورت میں انجام دیا تھا۔ اس بیعت کی طرح اور توحید و نبوت پر گواہی کی طرح۔

پیغام:

۱۔ غدیر خم کی آیت کے بعد اس آیت میں نعمت، عہد و پیمان، اطاعت، عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴿۷﴾، پر تاکید کرنا، شاید تیسری آیت کے مفہوم و محتوا کو فراموش کرنے اور راہ غدیر سے ہٹ جانے کی طرف اشارہ ہو۔

(جیسا کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے ارشادات میں اس بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔) (تفسیر نور الثقلین)'' وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ---''

۲۔ خدائی نعمات کو یاد کرنا ضروری ہے۔ ''وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ''

۳۔نعمات کو یاد رکھنا اور دہرانا، عہد و پیمان، قول وقرار کو یاد رکھنا، الٰہی علم و آگاہی کو یاد کرنا، تقویٰ اختیار کرنے کا سبب ہے۔ ’’وَاذۡکُرُوۡا نِعۡمَۃَ اللّٰہِ عَلَیۡکُمۡ ۔۔۔‘‘

۴۔عہد و پیمان کو توڑنے کی فکر میں نہ رہیں اس لئے کہ خدا تعالیٰ ہر بات سے آگاہ ہے۔ ’’وَاتَّقُوا اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ ۷‘‘

آیت نمبر ۸

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا کُوۡنُوۡا قَوّٰمِیۡنَ لِلّٰہِ شُہَدَآءَ بِالۡقِسۡطِ ۫ وَلَا یَجۡرِمَنَّکُمۡ شَنَاٰنُ قَوۡمٍ عَلٰۤی اَلَّا تَعۡدِلُوۡا ؕ اِعۡدِلُوۡا ۟ ہُوَ اَقۡرَبُ لِلتَّقۡوٰی ۫ وَاتَّقُوا اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ خَبِیۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ ۸

ترجمۃ الآیات

اے ایمان والو! ہمیشہ اللہ کے لیے قیام کرو اور عادلانہ گواہی دو، اور کسی گروہ کی دشمنی تمہیں ترک عدالت کی طرف نہ لے جائے۔ عدل کرو کہ وہ پرہیز گاری کے زیادہ قریب ہے، اور اللہ سے ڈرو کہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے آگاہ ہے۔

نکات:

☆ سورہ نساء کی آیت ۱۳۵ کچھ فرق کے ساتھ اس آیت سے مشابہت رکھتی ہے۔ ’’قَوّٰمِیۡنَ بِالۡقِسۡطِ شُہَدَآءَ لِلّٰہِ وَلَوۡ عَلٰۤی اَنۡفُسِکُمۡ اَوِ الۡوَالِدَیۡنِ وَالۡاَقۡرَبِیۡنَ ۚ ‘‘ عدل قائم کرو، خدا کیلئے گواہ بنو، چاہے یہ گواہ بننا تمہارے اپنے نقصان میں ہو یا تمہارے والدین یا تمہارے اقربا کے نقصان میں ہو۔

ان دو آیات کے درمیان فرق یہ ہے کہ اس آیت میں تاکید کی جارہی ہے کہ اپنے کینے اور اپنی دشمنیوں کا رخ نہ موڑو، جبکہ سورہ نساء کی آیت تاکید کرتی ہے کہ اپنی محبتوں اور وابستگیوں کو عدل کی حدود سے خارج نہ کرنا۔ عدل سے دور ہونے کے اسباب میں سے بغض و کینہ ہے یا محبت اور دوستی ہے، دونوں آیات ان میں سے ایک پر تاکید کررہی ہیں۔

☆ لوگوں کے بارے میں اندرونی کینہ کو جڑ سے ختم کرنا مشکل ہے اس لیے آیت میں چند حکم اور چند ایک نصائح بیان ہوئے ہیں۔ ’’لَا یَجۡرِمَنَّکُمۡ شَنَاٰنُ قَوۡمٍ عَلٰۤی اَلَّا تَعۡدِلُوۡا ؕ اِعۡدِلُوۡا ۟ ہُوَ اَقۡرَبُ لِلتَّقۡوٰی ۫ وَاتَّقُوا اللّٰہَ ؕ ۔۔۔‘‘

پیغام:

۱۔اگر انسان کے افعال و کردار کی وجہ اس کا کینہ اور نفرت بن گئی تو پھر اخلاص رخصت ہو جاتا ہے۔لیکن اگر قیام خدا کیلئے ہو تو نفرتیں، عدل کے راستے میں غیر موثر ہو جاتی ہیں۔''قَوّٰمِيۡنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالۡقِسۡطِ ۫ وَلَا يَجۡرِمَنَّكُمۡ ''

۲۔عدل کی صفت میں اگر تسلسل ہو اور وہ ایک ملکہ یا عادت کی صورت میں ہو تو قابل قدر ہے۔خواہ عدل کرنے کیلئے ایک لمحہ ہی مطلوب ہوتا ہے۔''كُوۡنُوۡا قَوّٰمِيۡنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالۡقِسۡطِ ۫ ۔۔''

۳۔مومنین کا رابطہ خدا سے بھی ہوتا ہے''قَوّٰمِيۡنَ لِلّٰهِ'' اور لوگوں کے حوالے سے وہ عدل کے مطابق گواہی بھی دیتے ہیں۔''شُهَدَآءَ بِالۡقِسۡطِ ۫ ''

۴۔اگر ہم یقین کریں کہ خدا تعالیٰ ہمارے تمام اعمال کو دیکھ رہا ہے تو ہم عدل کے مطابق کام کریں گے۔'' شُهَدَآءَ بِالۡقِسۡطِ ۫ وَلَا ۔۔۔اِنَّ اللّٰهَ خَبِيۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ ۝ ''

۵۔کینہ رکھنے والا اور نفرتیں پالنے والا شخص کبھی عادل نہیں ہوسکتا۔(عدل کرنے کیلئے اپنی نفرتوں کو کنٹرول کرنا چاہیے) ''لَا يَجۡرِمَنَّكُمۡ ''

۶۔احساسات، عدل کے تابع ہونے چاہئیں۔''لَا يَجۡرِمَنَّكُمۡ ۔۔۔اِعۡدِلُوۡا''

۷۔کینہ توزی، عدل و انصاف سے دوری کا موجب ہے۔''شَنَاٰنُ قَوۡمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعۡدِلُوۡا ؕ ''

۸۔اپنی سیاست میں، داخلی خارجی روابط میں، حتیٰ دشمنوں کے ساتھ بھی عادل ہونا چاہیے۔''شَنَاٰنُ قَوۡمٍ ''

۹۔عادل اور انصاف پسند انسان تقویٰ سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔''اِعۡدِلُوۡا هُوَ اَقۡرَبُ لِلتَّقۡوٰى ۫ ''

آیت نمبر ۹۔۱۰

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ لَهُمۡ مَّغۡفِرَةٌ وَّاَجۡرٌ عَظِيۡمٌ ۝

وَالَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا وَكَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِنَاۤ اُولٰٓئِكَ اَصۡحٰبُ الۡجَحِيۡمِ ۝

ترجمۃ الآیات

اللہ نے ایمان لانے والوں اور عمل صالح کرنے والوں سے بخشش اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے۔

اور جولوگ کافر ہو گئے اور ہماری آیات کی تکذیب کرتے ہیں وہ ہی اہل جہنم ہیں۔

نکات:

☆ قرآن پاک میں مختلف قسم کے اجر کا ذکر ہوا ہے۔''اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝'' ''وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ''(ھود۔۱۱)،''وَّاَجْرٍ كَرِيْمٍ''(یٰس۔۱۱)،''اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ''(فصلت۔۸)،اس لیے خدا تعالیٰ کی طرف سے ملنے والے اجر کے درجات ہیں۔

☆''وَعَدَ اللّٰهُ ۔۔۔'' خدا تعالیٰ کے وعدے کبھی بھی خلاف نہیں ہوتے۔''اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ''(آل عمران۔۹)

☆''بجَحِيْمِ'' کا معنی بھڑکتی ہوئی آگ کے شعلوں میں شدت آنا ہے۔حضرت ابراہیمؑ کے واقعہ میں ہے کہ انہیں شعلہ ور آگ (جحیم) میں ڈالا گیا۔''اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝'' یعنی آگ میں ڈالے جانے والے،وہ لوگ جو ہمیشہ جہنم کی آگ میں رہیں گے۔

پیغام:

۱۔ایمان وعمل ایک دوسرے کیلئے لازم وملزوم ہیں۔''اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ''

۲۔ایمان اور نیک عمل بھی گناہوں کا بدلہ ہے۔''لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ'' اجر وثواب کے حصول کا بھی ذریعہ ہے۔''اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝''

۳۔کاموں کے نتائج اور ان کی عاقبت،انسانوں کے ارادوں میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔''اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝ ۔۔۔ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝''

۴۔کافروں اور جھٹلانے والوں کا نتیجہ ابدی جہنم ہے۔''وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۔۔۔ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝''

۵۔شوق دلانا عمل پر ابھارتا ہے۔''لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝'' جیسا کہ دھمکانا،قرآن کے تربیتی طریقہ کار میں سے ہے۔''اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝''

آیت نمبر ۱۱

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْۤا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱﴾

ترجمة الآيات

اے ایمان والو! وہ نعمت یاد کرو جو اللہ نے تمہیں بخشی جبکہ (دشمنوں کی) ایک جماعت نے ارادہ کر رکھا تھا کہ تم پر ہاتھ اٹھائے (اور تمہیں ختم کردے) لیکن اللہ نے ان کا ہاتھ تم سے روک دیا۔ اللہ سے ڈرو اور مومنین کو چاہیے کہ وہ صرف اللہ پر ہی توکل (اور بھروسہ) کرلیں۔

نکات:

☆ آیت میں کس واقعہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے؟ اس بارے میں کچھ معلوم نہیں ہے۔ اس میں ایسے تمام موارد کو شامل کیا جا سکتا ہے جن میں مسلمانوں نے خدا تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے دشمن کے حملہ وسازش کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور نجات وفتح حاصل کی۔

پیغام:

۱۔ خدا تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرنا، مومنین پر لازم ہے۔ ''يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ''

(کیونکہ یہ ایک طرح کا شکر ہے اور غرور وغفلت کو انسان سے دور کرتا ہے۔ نیز خدا تعالیٰ سے انسان کے عشق کو زیادہ کرتا ہے۔)

۲۔ دشمن کے خطرے کا دور ہو جانا، خدا تعالیٰ کی نعمات میں سے ایک ہے۔ ''فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ''

۳۔ تقویٰ، توکل اور ایمان کے ذریعے خدا کے لطف وکرم کو جذب کریں اور دشمنوں کے خطرے کو دور کریں۔ ''فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱﴾''

(جس طرح گناہ کی وجہ سے خداوند دشمن کو انسان پر مسلط کر دیتا ہے۔ لہٰذا خدا کی طرف توجہ بھی دشمن کو دور کرنے کا موجب ہوتا ہے۔)

۴۔ ایمان وتقویٰ کا لازمی نتیجہ خدا پر اعتماد ہے۔ ''وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱﴾''

۵۔ تقویٰ اور توکل کا ہونا، یاد خدا اور ایمان کے اثر کی وجہ سے ہوتا ہے۔ ''اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ ۔۔۔ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱﴾''

آیت نمبر ۱۲

وَلَقَدۡ اَخَذَ اللّٰهُ مِيۡثَاقَ بَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ‌ۚ وَبَعَثۡنَا مِنۡهُمُ اثۡنَىۡ عَشَرَ نَقِيۡبًا‌ؕ وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّىۡ مَعَكُمۡ‌ؕ لَـئِنۡ اَقَمۡتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيۡتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنۡتُمۡ بِرُسُلِىۡ وَعَزَّرۡتُمُوۡهُمۡ وَاَقۡرَضۡتُمُ اللّٰهَ قَرۡضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنۡكُمۡ سَيِّاٰتِكُمۡ وَلَاُدۡخِلَـنَّكُمۡ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ‌ۚ فَمَنۡ كَفَرَ بَعۡدَ ذٰلِكَ مِنۡكُمۡ فَقَدۡ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيۡلِ‏ ﴿۱۲﴾

ترجمۃ الآیات

اللہ نے بنی اسرائیل سے پیمان لیا اور ان میں سے بارہ راہبر اور سرپرست (بارہ طائفوں کیلئے) ہم نے مبعوث کیے اور اللہ نے (انہیں) کہا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اگر تم نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو اور میرے رسولوں پر ایمان لے آؤ اور ان کی مدد کرو اور اللہ کو قرض حسنہ دو (اس کی راہ میں ضرورت مندوں کی مدد کرو) تو تمہارے گناہوں کو چھپا دوں گا (بخش دوں گا) اور تمہیں باغات جنت میں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں داخل کروں گا۔ لیکن جو شخص اس کے بعد بھی کافر ہو جائے تو وہ راہ راست سے منحرف ہو گیا ہے۔

نکات:

☆ ''عَزَّرۡتُمُوۡهُمۡ'' اس میں سے ''عزر'' کا مطلب احترام کے ساتھ کسی کی مدد کرنا ہے۔

☆ ''سَوَآءَ السَّبِيۡلِ ﴿۱۲﴾'' راہ کے درمیان کو کہتے ہیں۔ ایسا درمیان کہ اگر اس سے ذرا بھی ہٹا جائے تو ہلاکت کا باعث ہے۔

☆ بنی اسرائیل کے نقیب، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وزیر اور بارہ طائفوں کے سربراہ تھے۔ رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم سے روایت ہے کہ میرے بعد میرے بارہ خلفا ہیں، جتنے بنی اسرائیل کے نقیب تھے۔ (مسند احمد بن حنبل، ج ۱، ص ۳۹۸)

اہل بیت کے مخالفین نے اس عدد کو خلفائے راشدین، بنی امیہ اور بنی عباس کے خلفا پر پورا کرنے کی بہت کوشش کی۔ اس کے باوجود کہ یہ عدد ان میں سے کسی پر بھی پورا نہ تھا۔ یہ بیہودہ کوشش اس صورت میں کی جارہی تھی جب دسیوں احادیث میں خود پیغمبر اکرمؐ کی مبارک زبان سے اُن بارہ خلفا کا نام ذکر ہوا ہے جو کہ شیعہ واہلسنت کی معتبر کتب میں درج ہے۔ جن میں سے سب سے پہلے حضرت علی علیہ السلام اور آخری حضرت مہدی علیہ السلام ہیں۔

پیغام:

۱۔ نماز، زکوٰۃ، انبیا کی مدد کرنا اور خدا کی راہ میں خرچ کرنا، گذشتہ الٰہی ادیان میں بھی پائے جاتے تھے۔ ''مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۚ ---''

۲۔ خدا تعالیٰ کا ہمارے ساتھ ہونا، اس کے لیے چند شرائط ہیں: نماز، زکوٰۃ، ایمان، انبیا کی مدد اور خدا کی راہ میں خرچ کرنا۔ ''اِنِّيْ مَعَكُمْ ۭ لَىِٕنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمْ ---''

۳۔ صرف انبیا پر ایمان کافی نہیں ہے، ان کی مدد بھی ضروری ہے۔ ''عَزَّرْتُمُوْهُمْ''

۴۔ تمام واجبات کو انجام دینے سے بات بنتی ہے، اگرچہ ہر واجب کو ادا کرنا فائدہ مند ہے۔ ''لَىِٕنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمْ ---وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ''

۵۔ مخلوق خدا کی مدد کرنا، اصل میں خدا کی مدد کرنا ہے۔ ''اقرضتم الناس'' کی جگہ ''وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ'' کا ذکر ہے۔

۶۔ انفاق اچھے اور مناسب طریقہ پر ہونا چاہیے۔ (اچھے مال میں سے، اچھی نیت کے ساتھ، جلدی اور احسان چڑھائے بغیر) ''قَرْضًا حَسَنًا''

۷۔ معاشرے کا راہبر، خدا کی طرف سے متعین ہونا چاہیے، انبیا کے انتخاب شدہ بھی خدا تعالیٰ کے حکم سے ہونے چاہئیں۔ ''وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا ۭ''

۸۔ الٰہی راہبروں کو قبول کرنے اور ان کی مدد کرنے کے ضمن میں نماز، زکوٰۃ اور انفاق اپنا معنی پیدا کرتے ہیں۔ ''اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ''

۹۔ راہبر اگر عوام میں سے ہو تو زیادہ کامیاب ہے۔ ''بَعَثْنَا مِنْهُمُ''

۱۰۔ جنت کو قیمت سے دیا جاتا ہے، بہانوں سے نہیں دیا جاتا۔ اگر نماز، زکوٰۃ، ایمان، امداد اور انفاق ہے تو جنت بھی ہے۔ ''اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ ---وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ''

۱۱۔ جنت بیہودہ اور آلودہ افراد کیلئے نہیں ہے۔ پہلے پاک ہو جاؤ پھر جنت کی طرف بڑھو۔ ''لَاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ''

۱۲۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے عفو و درگذر، ایمان و عمل صالح کے ذریعے ممکن ہے۔ ''اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ ۔۔۔ لَاُكَفِّرَنَّ''

۱۳۔ عہد و پیمان، اتمام حجت، لطف الٰہی کے حصول کی شرائط بیان ہونے کے بعد کسی کیلئے عذر خواہی اور بہانہ بازی کی کوئی وجہ باقی نہیں رہ جاتی۔ ''فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ﴿۱۲﴾''

۱۴۔ جو کوئی خدائی راہ کا انکار کرے، وہ میانہ روی اور اعتدال کے راستے سے خارج ہو چکا ہے۔ ''فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ﴿۱۲﴾''

(یقیناً! نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، انبیا پر ایمان، عہد و پیمان سے وفاداری ہی وہ درمیانی راستہ ہے جسے نافرمان لوگ گم کر چکے ہیں۔)

آیت نمبر ۱۳

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴿۱۳﴾

ترجمۃ الآیات

پس ہم نے ان (بنی اسرائیل) کی پیمان شکنی کے باعث ہم نے ان پر لعنت کی ہے۔ (اپنی رحمت سے دور کر دیا) اور ان کے دلوں کو سخت کر دیا۔ (یہاں تک کہ) وہ (خدا کے) کلام میں تحریف کرتے (اور اصل مقام سے بدل دیتے) تھے اور اس کے کچھ حصے کو جس کی ہم نے انہیں تعلیم دی تھی انہوں نے فراموش کر دیا اور تمہیں ہر وقت ان کی کسی (نئی) خیانت کی خبر ملے گی مگر ان میں سے ایک چھوٹا سا گروہ (سنگدل، تحریف کرنے والا اور خیانت کرنے والا

نہیں ہے) پھر بھی ان سے درگذر کرو اور ان کی کوتاہیوں کو صرف نظر کرو کیونکہ اللہ نیک لوگوں کو پسند کرتا ہے۔

نکات:

☆ اس سورت کی پہلی آیت میں وعدہ پورا کرنے کے بارے میں آیا ہے۔ پہلے والی آیت میں خدا اور بنی اسرائیل کا عہد و پیمان ذکر ہوا ہے۔ یہ آیت وعدہ خلافی اور معاہدے کو توڑنے کے برے اثرات کو بیان کر رہی ہے۔

☆ کبھی نسیان سے مراد غیر اختیاری بھول چوک ہوتی ہے، جس پر تنقید نہیں کی جا سکتی۔ لیکن کبھی لاپرواہی اور توجہ نہ کرنا، ہوتی ہے جو کہ قابل تنقید ہے۔ جیسے اس آیت میں ذکر کیا گیا ہے ''نَسُوۡا حَظًّا''

پیغام:

۱۔ بنی اسرائیل کی وعدہ خلافیاں اور معاہدے توڑنے اور ان کے برے اثرات سے عبرت حاصل کریں۔ ''فَبِمَا نَقۡضِهِمۡ مِّيۡثَاقَهُمۡ لَعَنّٰهُمۡ''

۲۔ خدا کے ساتھ وعدہ خلافی، لطف الٰہی سے محرومیت اور دل کے سخت ہو جانے کا سبب ہے۔ ''لَعَنّٰهُمۡ وَجَعَلۡنَا قُلُوۡبَهُمۡ قٰسِيَةً'' سورہ توبہ کی آیت ۷۷ میں خدا سے پیمان شکنی کو نفاق کا سبب قرار دیا گیا ہے۔ ''فَاَعۡقَبَهُمۡ نِفَاقًا فِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ''

۳۔ بنی اسرائیل کا ایک گروہ ہمیشہ خیانت کار رہا ہے۔ ''لَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنۡهُمۡ''

۴۔ یہودیوں کے کردار و رفتار پر پیغمبر اکرمؐ کی مسلسل نظر تھی۔ ''لَا تَزَالُ تَطَّلِعُ''

۵۔ دشمن سے سامنا کرتے وقت انصاف کو فراموش نہیں کر دینا چاہیے۔ (''اِلَّا قَلِيۡلًا'' یعنی سارے بنی اسرائیل والے سازش کرنے والے نہ تھے۔)

۶۔ عفو و درگذر، احسان کے مصادیق میں سے ہے۔ ''فَاعۡفُ عَنۡهُمۡ وَاصۡفَحۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُحۡسِنِيۡنَ﴿۱۳﴾''

۷۔ کافر کو معاف کر دینا بھی احسان اور نیکی ہے۔ ''فَاعۡفُ عَنۡهُمۡ وَاصۡفَحۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُحۡسِنِيۡنَ﴿۱۳﴾''

۸۔ نیکی کرنے والا، خدا تعالیٰ کا محبوب ہے۔ ''اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُحۡسِنِيۡنَ﴿۱۳﴾''

آیت نمبر ۱۴

وَمِنَ الَّذِيۡنَ قَالُوۡۤا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذۡنَا مِيۡثَاقَهُمۡ فَنَسُوۡا حَظًّا مِّمَّا

ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ؕ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿۱۴﴾

ترجمۃ الآیات

اور جو لوگ (مسیح کی دوستی اور) نصرانیت کا دعویٰ کرتے ہیں، ان سے (بھی) ہم نے عہد و پیمان لیا لیکن انہیں جو احکام دیے گئے تھے ان کا ایک حصہ انہوں نے (بنی اسرائیل کی طرح) فراموش کر دیا۔ لہٰذا ہم نے ان کے درمیان قیامت تک کے لیے عداوت ڈال دی اور جو کچھ انہوں نے انجام دیا عنقریب اللہ انہیں اس کے (نتائج کے) بارے میں آگاہ کرے گا۔

نکات:

☆ ''نَصٰرٰی'' نصرانی کی جمع ہے۔ کیونکہ یہ لوگ خود کو حضرت عیسیٰؑ کے انصار ''نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ'' (صف۔ ۱۴) کہا کرتے تھے، شاید اس لیے عیسائیوں کو نصاریٰ کہا جاتا ہے۔

☆ ''بَغْضَآءَ'' دل میں دشمنی کو کہتے ہیں اور ''عدوات'' اس کے اظہار کو کہتے ہیں۔

☆ بعض نصائح کو بھولنا یہ ہے کہ عیسائی توحید کی حدوں سے گذر کر تثلیث کے عقیدے تک جا پہنچے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قبول کرنے کی بجائے آپؐ کی نشانیوں کا انکار کرنے لگے اور انہیں چھپانے لگے۔

☆ ''اَغْرَيْنَا'' کا اصل معنی کسی کو چپکانا ہے یعنی ان کے ملنے کی وجہ ان کی عدوات ہے۔

پیغام:

۱۔ دعوے بڑے ہیں لیکن عمل کم ہیں۔ ''قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا ۔۔۔''

۲۔ جو کوئی دعویٰ کرتا ہے اسے ذمہ داری بھی قبول کرنی چاہیے۔ ''قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ''

۳۔ خدائی نصائح اور دو عہد کی بشارت کو بھلا دینے کا نتیجہ تفرقہ اور دشمنی ہے۔ ''فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ''

۴۔ دوسروں کی عہد شکنی کے برے نتائج اور ان کے کافر ہو جانے سے عبرت حاصل کریں۔ (نصاریٰ سے وعدہ لیا، اور جب انہوں نے اسے بھلا دیا، تو بدبختی کا شکار ہو گئے۔) ''مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ فَاَغْرَيْنَا''

۵۔ تفرقہ اور دشمنی، خدائی عذاب میں سے ہیں۔ ''نَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ فَاَغْرَيْنَا''

۶۔ ہر کام خدا کے زیر نظر ہے لہٰذا اس کی جزا اور سزا ہو گی۔ ''یُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ۝۱۴''

آیت نمبر ۱۵

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ؕ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۝۱۵

ترجمۃ الآیات

اے اہل کتاب! تمہارے پاس ہمارا رسول آیا ہے جو آسمانی کتاب کے ان بہت سے حقائق کو واضح کرے گا جنہیں تم چھپاتے تھے اور بہت سی چیزوں سے (جن کی عملاً ضرورت نہیں) صرف نظر کر لے گا۔ اللہ کی طرف سے تمہارے پاس نور اور واضح کتاب آئی ہے۔

نکات:

☆ جھٹلائے گئے مطالب کو بیان کرنا علم غیب کی علامت اور پیغمبر کی پہچان کا ایک ذریعہ ہے۔ ''يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ'' (تفسیر المیزان)

پیغام:

۱۔ اسلام، عالمی دین ہے جو تمام ادیان کو حق کی دعوت دیتا ہے۔ ''يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا''

۲۔ لوگوں کی ہدایت کے سلسلے میں حتیٰ اہل کتاب سے بھی مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ ''يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ''

۳۔ قرآن کو نکال کر ساری دنیا تاریک ہے۔ ''قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ''

۴۔ تورات و انجیل کے بعض حقائق جھٹلائے گئے ہیں۔ ''كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ''

۵۔ ہدایت کے طریقہ میں سے ہے کہ مطالب کو ضرورت کے مطابق بیان کیا جائے۔ ''وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ؕ''

۶۔ قرآن بہت عظمت والا ہے۔ (نور اور کتاب کا لفظ نکرہ کی صورت میں آیا ہے جو کہ بزرگی و عظمت کی علامت ہے۔) ''نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۝۱۵''

آیت نمبر ۱۶

يَّهْدِىْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۶﴾

ترجمۃ الآیات

جو لوگ اس کی خوشنودی کی پیروی کرتے ہیں خدا انہیں اس (کتاب کے ذریعے) امن و سلامتی کے راستوں کی ہدایت کرے گا، اور اپنے حکم سے تاریکیوں سے نکال کر انہیں روشنی میں لے جائے گا اور انہیں راہ راست کی ہدایت کرے گا۔

نکات:

☆ ہدایت کے کئی مرحلے ہیں۔ ایک مرحلہ عمومی ہدایت کا ہے جو تمام انسانوں کیلئے ہے، خواہ پیروی کریں یا نہ کریں۔ دوسرا مرحلہ مخصوص ان لوگوں کیلئے ہے جو عمومی ہدایت کو قبول کر چکے ہوں۔ یہ آیت دوسرے مرحلے کو بیان کر رہی ہے۔

☆ سلام، خدا کے ناموں میں سے ایک ہے۔ ''السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ۔۔۔'' (حشر۔ ۲۳) جنت کے ناموں میں سے ایک نام ''دَارُ السَّلٰمِ'' ہے۔ (انعام۔ ۱۲۷) پس راہ سلام یعنی خدا اور جنت تک پہنچنے کا راستہ ہے جو ''سُبُلَ السَّلٰمِ'' اور صراط مستقیم سے ہو کر گذرتا ہے۔ سبل السلام میں فرد و معاشرے، خاندان، نسل، فکر، روح اور ناموس کی حفاظت اور سلامتی کے راستے موجود ہیں۔

☆ ''مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ'' میں خوشنودی خدا کی پیروی کرنے والوں کا سب سے واضح مصداق غدیر خم کی راہ کے راہی ہیں۔ چونکہ آیت ''رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ؕ'' حضرت علیؑ کو پیغمبر اکرم کی جانشینی پر منصوب کرنے کے بعد نازل ہوئی۔ (تفسیر اطیب البیان)

پیغام:

۱۔ وہ افراد ہدایت کے لائق ہیں جو حق کی خوشنودی چاہتے ہیں، مقام، مال، ہوائے نفس اور انتقام کے پیچھے نہیں ہیں۔ ''يَّهْدِىْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ''

۲۔ انسان اپنی ہدایت کیلئے خود ہی زمین ہموار کرتا ہے۔ ''يَّهْدِىْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ''

۳۔خدا تعالیٰ کی رضایت کے حصول میں ہی امن وسلامتی، سعادت وخوشبختی کی طرف ہدایت موجود ہے۔ جو بھی اس کے غیر کو راضی کرنے کی کوشش کرے وہ گمراہ ہے۔ ''یَّهۡدِیۡ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضۡوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ ''

۴۔حق کا راستہ ایک ہی ہے اور باطل (شرک، کفر، نفاق، تفرقہ۔۔۔) کے راستے کئی ہیں۔

(''نُّوۡرٍ '' کا لفظ مفرد آیا ہے جبکہ ''ظُلُمٰتِ '' جمع ہے۔ جی ہاں! تمام نیکیاں اور پاکیزگیاں نور توحید کا پرتو ہیں۔ نور ہمیشہ وحدت اور یکتائی اختیار کر لیتا ہے جبکہ ظلمتیں ہمیشہ صفوں میں تفرقہ اور جدائی کا موجب ہوتی ہیں۔)

۵۔ہدف ایک ہے لیکن اس تک پہنچنے کے راستے کئی ہیں۔ ''سُبُلَ السَّلٰمِ ''

۶۔وحی کا مکتب، روح وجسم، فرد اور معاشرے کی سلامتی وسعادت کی ضمانت دیتا ہے۔ ''سُبُلَ السَّلٰمِ ''

۷۔قرآن کے سایہ میں بشر مل جُل کر اور پاک دل کے ساتھ جینا سیکھ جاتا ہے۔ ''سُبُلَ السَّلٰمِ ''

۸۔''سُبُلَ السَّلٰمِ '' صراط مستقیم پر ختم ہوتا ہے۔ تمام وہ لوگ جو مختلف حالات میں اپنے فرائض کی انجام دہی کرتے رہتے ہیں اور خدا تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ صراط مستقیم تک پہنچ جاتے ہیں۔ ''یَّهۡدِیۡ ۔۔سُبُلَ السَّلٰمِ ۔۔۔وَیَهۡدِیۡهِمۡ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ﴿۱۶﴾''

۹۔صراط مستقیم تک پہنچنے کیلئے صرف پیغمبر اور کتاب ہی کافی نہیں ہے بلکہ لطف خدا اور ارادہ الٰہی بھی ضروری ہے۔ ''بِاِذۡنِهٖ ''

۱۰۔نہ جبر، نہ تفویض بلکہ امر بین الامرین، یعنی خدا تعالیٰ کی طرف سے نہ جبر ہے اور نہ ہی اس نے سارے کام کسی دوسرے کے حوالے کر دیے ہیں بلکہ معاملہ ان دو کے بیچ میں کہیں ہے اور انسان کو انتخاب کا موقعہ دیا گیا ہے۔ ''اتَّبَعَ رِضۡوَانَهٗ '' لیکن مقصد تک پہنچنا ارادہ الٰہی کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ ''بِاِذۡنِهٖ ''

۱۱۔ ہر طرح کی ظلمت میں نجات بخش نسخہ قرآن پاک ہے۔ جہالت، شرک، تفرقہ، وحشت، شبہات، شہوات، خرافات، جنایات اور خواہ مخواہ کی پریشانیاں، خلاصہ ہر طرح کی ظلمت اور تاریکی کو علم، توحید، وحدت، تہذیب، یقین اور حق کا نور پاکیزگی اور سکون واطمینان میں بدل دیتا ہے۔ ''یُخۡرِجُهُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ ''

آیت نمبر ۱۷

لَقَدۡ كَفَرَ الَّذِيۡنَ قَالُوۡۤا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الۡمَسِيۡحُ ابۡنُ مَرۡيَمَ ؕ قُلۡ فَمَنۡ يَّمۡلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيۡـئًا اِنۡ اَرَادَ اَنۡ يُّهۡلِكَ الۡمَسِيۡحَ ابۡنَ مَرۡيَمَ

وَ اُمَّهٗ وَ مَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ؕ وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَیْنَهُمَا ؕ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۱۷﴾

ترجمۃ الآیات

یقیناً جنہوں نے کہا کہ مسیح ابن مریم خدا ہے، وہ کافر ہو گئے ہیں، (اے رسول! ان سے) کہہ دو اگر اللہ چاہے کہ مسیح ابن مریم، اس کی ماں اور روئے زمین پر موجود تمام لوگوں کو ہلاک کر دے، تو اسے (قہر سے) کون روک سکتا ہے؟ (ہاں) آسمان زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان کی حکومت اللہ ہی کے لیے ہے وہ جو چاہتا ہے پیدا کر لیتا ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

نکات:

☆ عیسائی خدا تعالی کے بارے میں چند ایک دعوے کرتے ہیں، جن کی طرف قرآن مجید نے اشارہ کیا ہے:

۱۔ تین طرح کے خداؤں پر اعتقاد "وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ؕ ۔۔۔" (نساء۔۱۷۱)

۲۔ یہ عقیدہ کہ خلق کرنے والا خدا ان تین طرح کے خداؤں میں سے ایک ہے جیسے خدائے پدر کہتے ہیں۔ "قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ ۔۔۔" (مائدہ۔۷۳)

۳۔ یہ عقیدہ کہ معبود صرف مسیح ہیں اور یہ آیت اس بات کو باطل قرار دے رہی ہے۔

☆ "یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ؕ" یہ آیت حضرت عیسیٰؑ کا باپ کے بغیر اور حضرت آدمؑ کا ماں باپ کے بغیر خلق ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

☆ اگر حضرت عیسیٰؑ خدا ہیں تو پھر وہ کیوں مارے گئے، صلیب ان کی مظلومیت کا نشان کیوں بن گئی؟ جیسا کہ عیسائی ان کے مارے جانے اور صلیب پر چڑھائے جانے کا عقیدے رکھتے ہیں۔ خدا کو تو دوسروں کے حملے میں مغلوب نہیں ہونا چاہیے۔

پیغام:

۱۔ کفر، شرک اور خرافات کسی بھی مذہب و مسلک میں ہوں، اسلام ان کا مخالف ہے۔ (غلو بھی ایک طرح کا کفر ہے۔) "كَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ ؕ"

۲۔ پیغمبر اکرمؐ دوسروں کے ساتھ منطقی گفتگو کرنے پر مامور ہیں۔ "قُلْ فَمَنْ یَّمْلِكُ ۔۔۔"

۳۔اگر مسیح خدا ہیں تو خدا کسی عورت کے پیٹ میں نہیں پل سکتا ہے۔''الۡمَسِیۡحَ ابۡنَ مَرۡیَمَ''

۴۔فنا اور نیست و نابود ہوجانے کا فرضیہ، کسی بھی خدا کے ساتھ ٹھیک نہیں ہے۔''اِنۡ اَرَادَ اَنۡ یُّهۡلِكَ الۡمَسِیۡحَ''

۵۔جناب عیسیٰؑ ان کی والدہ اور زمین کے تمام لوگ خدا تعالیٰ کی قدرت کے سامنے انسان ہونے میں اور ناتوان ہونے میں برابر ہیں۔''الۡمَسِیۡحَ ابۡنَ مَرۡیَمَ وَ اُمَّهٗ وَمَنۡ فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا ؕ''

۶۔غیر خدا جیسے جناب عیسیٰؑ کیلئے خدائی کا دعویٰ کرنے سے عیسائیوں کی خدا تعالیٰ کے بارے میں حقیقی شناخت کے نہ ہونے کا اندازہ ہوتا ہے۔''قَالُوۡۤا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الۡمَسِیۡحُ ---وَلِلّٰهِ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ''

۷۔اللہ کی قدرت کسی ایک نظام کیلئے مخصوص نہیں ہے۔وہ حتی بغیر باپ کے بھی اولاد پیدا کرسکتا ہے۔''وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ﴿۱۷﴾''

آیت نمبر ۱۸

وَقَالَتِ الۡیَهُوۡدُ وَالنَّصٰرٰی نَحۡنُ اَبۡنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ؕ قُلۡ فَلِمَ یُعَذِّبُكُمۡ بِذُنُوۡبِكُمۡ ؕ بَلۡ اَنۡتُمۡ بَشَرٌ مِّمَّنۡ خَلَقَ ؕ یَغۡفِرُ لِمَنۡ یَّشَآءُ وَیُعَذِّبُ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَلِلّٰهِ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا بَیۡنَهُمَا ۫ وَاِلَیۡهِ الۡمَصِیۡرُ ﴿۱۸﴾

ترجمۃ الآیات

یہود و نصاریٰ کہتے تھے کہ ہم اللہ کے بیٹے ہیں اور اس کے (خاص) دوست ہیں۔(ان سے) کہہ دو کہ پھر وہ تمہیں تمہارے گناہوں کی سزا کیوں دیتا ہے؟ بلکہ تم اس کی مخلوقات میں سے انسان ہو (تمہارا کوئی افتخار نہیں) وہ جسے چاہتا ہے (اور اہل پاتا ہے) اسے بخش دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے (اور مستحق سمجھتا ہے) اسے سزا دیتا ہے، آسمانوں اور زمین کی حکومت اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب اس کے لیے ہے اور تمام موجودات کی بازگشت اسی کی طرف ہے۔

نکات:

☆ جب رسول خداؐ نے بعض یہودیوں کو اسلام کی دعوت دی تو وہ کہنے لگے: ہم خدا کے بیٹے اور اس کے دوست ہیں۔
(خدا کے بیٹے اور دوست ہونے کا دعویٰ انجیل یوحنا کے باب ۸، جملہ ۴۱ میں بھی آیا ہے۔تفسیر نمونہ)

☆ یہود و نصاریٰ اپنے آپ کو خدا کا حقیقی بیٹا تصور نہیں کرتے تھے بلکہ منہ بولا اور عزت دیے جانے والا بیٹا تصور کرتے تھے۔

☆ انبیا کا قتل، پیغمبر اسلامؐ کے ظہور کی بشارتوں کا انکار، معاہدے توڑنا، آسمانی کتابوں میں تحریف کرنا، گوسالہ پرستی، بہانے بنانا، شکم پرستی، بنی اسرائیل کے گناہوں کی مثالیں ہیں، ایسی طرح پہاڑ کا اپنی جگہ سے اٹھ کر ان کے سر پر آ کھڑا ہونا، چالیس سال پوری قوم کا آوارہ پھرتے رہنا، مسخ ہونا اور ذلیل ہو جانا، خدا کی طرف سے ان کیلئے عذاب کی مثالیں ہیں۔" یُعَذِّبُکُمۡ بِذُنُوۡبِکُمۡ ؕ "

پیغام:

۱۔نسل پرستی، فخر فروشی، تکبر، حق کو صرف اپنے تک، اپنی جماعت اور اپنے گروہ تک محدود سمجھنا، ممنوع ہے۔"بَلۡ اَنۡتُمۡ بَشَرٌ مِّمَّنۡ خَلَقَ ؕ "

۲۔کوئی شخص، قوم، نسل یا امت، خدا کی مغفرت و بخشش کے بارے میں مطمئن نہ ہو جائے، لیکن اس کی رحمت سے کبھی مایوس نہیں ہونا چاہیے۔"یَغۡفِرُ لِمَنۡ یَّشَآءُ وَیُعَذِّبُ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ "

آیت نمبر ۱۹

یٰۤاَہۡلَ الۡکِتٰبِ قَدۡ جَآءَکُمۡ رَسُوۡلُنَا یُبَیِّنُ لَکُمۡ عَلٰی فَتۡرَۃٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنۡ تَقُوۡلُوۡا مَا جَآءَنَا مِنۡۢ بَشِیۡرٍ وَّلَا نَذِیۡرٍ ۫ فَقَدۡ جَآءَکُمۡ بَشِیۡرٌ وَّنَذِیۡرٌ ؕ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ﴿۱۹﴾

ترجمۃ الآیات

اے اہل کتاب! ہمارا رسول تمہاری طرف آ گیا ہے، اور وہ پیغمبروں کے درمیانی عرصے کے بعد تمہارے لیے حقائق بیان کرتا ہے کہ مبادا (روز قیامت) کہو کہ ہمارے پاس نہ بشارت

دینے والا آیا ہے اور نہ ڈرانے والا (لہٰذا اب) بشارت دینے والا اور ڈرانے والا (پیغمبر) تمہارے پاس آ گیا ہے اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

نکات:

☆ حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا درمیانی زمانہ تقریباً چھ سو سال کا ہے۔ البتہ وہ ادوار جن میں کوئی پیغمبر مبعوث نہیں ہوا، زمین حجت خدا سے خالی نہیں رہی، کیونکہ پیغمبروں کے اوصیا موجود رہے ہیں۔ حضرت علیؑ کی تعبیر کے مطابق زمین کبھی بھی حجت خدا سے خالی نہیں رہتی خواہ وہ قدرت رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو، کیونکہ راہ خدا کو جستجو کرنے والوں کیلئے پوشیدہ نہیں رہنا چاہیے۔ پس خالی ایام سے مراد لوگوں کو بے لگام نہیں چھوڑ دیا جاتا۔ (نہج البلاغہ، کلمات قصار ۱۷۴)

☆ کم مدت اور زیادہ عرصے کے زمانی فاصلوں میں حکمتیں ہوتی ہیں، اور اس میں مفید الٰہی تربیتی نظام پائے جاتے ہیں۔ تاریخ میں اس کی مثالیں درج ذیل ہیں:

۔حضرت موسیٰؑ کا لوگوں کے درمیان سے چلے جانا۔

۔انبیا کا اعتکاف کرنا۔

۔کچھ مدت کیلئے پیغمبر پر وحی کا سلسلہ رک جانا۔

۔امام مہدیؑ کی غیبت صغریٰ اور غیبت کبریٰ۔

پیغام:

۱۔ اسلام اہل کتاب کو ایمان کی دعوت دیتا ہے۔ ''یٰۤاَھۡلَ الۡکِتٰبِ قَدۡ جَآءَکُمۡ''

۲۔ انبیا کی ذمہ داریوں میں سے ہے کہ وہ ایسے حقائق کو بیان کریں جنہیں پوشیدہ رکھا گیا ہے، جھٹلایا گیا ہے، تحریف کر دیا گیا ہے یا بھلا دیا گیا ہے۔ ''یُبَیِّنُ لَکُمۡ''

۳۔ احکام الٰہی کیلئے ضرورت ہے کہ انہیں پیغمبر بیان فرمائیں۔ ''رَسُوۡلُنَا یُبَیِّنُ لَکُمۡ''

۴۔ بعثت انبیا کا سلسلہ انسان کیلئے عذر و بہانے کے راستے بند کر دیتا ہے۔ ''اَنۡ تَقُوۡلُوۡا مَا جَآءَنَا مِنۡۢ بَشِیۡرٍ''

۵۔ خوشخبری دینا اور خوف دلانا، انبیا کی تبلیغی روش میں سے ہے۔ ''جَآءَنَا مِنۡۢ بَشِیۡرٍ وَّلَا نَذِیۡرٍ''

۶۔ راستے کے انتخاب میں انسان آزاد ہے۔ انبیا صرف خوشخبری دیتے ہیں اور خبردار کرتے ہیں، کوئی جبر اور زور زبردستی نہیں ہے۔ ''فَقَدۡ جَآءَکُمۡ بَشِیۡرٌ وَّنَذِیۡرٌ''

۷۔ یہ نہیں بتایا جا سکتا کہ ایک ایسا پیغمبر جس نے دنیاوی تعلیم حاصل نہیں کی (پڑھنا لکھنا نہیں سیکھا)، وہ کس طرح چھپائے گئے، جھٹلائے گئے بلند معارف اور دین میں کی گئی تحریف کو بیان کرتا ہے۔ صرف یہ ہے کہ خدا تعالیٰ ہر کام پر قدرت رکھتا

ہے۔ ''وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ﴿۱۹﴾ ''

آیت نمبر ۲۰

وَاِذۡ قَالَ مُوۡسٰی لِقَوۡمِہٖ یٰقَوۡمِ اذۡکُرُوۡا نِعۡمَۃَ اللّٰہِ عَلَیۡکُمۡ اِذۡ جَعَلَ فِیۡکُمۡ اَنۡۢبِیَآءَ وَجَعَلَکُمۡ مُّلُوۡکًا ٭ۖ وَّاٰتٰىکُمۡ مَّا لَمۡ یُؤۡتِ اَحَدًا مِّنَ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۲۰﴾

ترجمۃ الآیات

اور وہ وقت (یاد کرو) جب حضرت موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: ''اے قوم! تم پر اللہ نے جو نعمت کی ہے اسے یاد رکھو۔ جب اس نے تمہارے درمیان انبیا مقرر کیے اور تمہیں بادشاہ قرار دیا (مال، جان، ناموس اور محکم حکومت کا صاحب اختیار بنایا) اور تمہیں کئی ایسی چیزیں بخشیں جو عالمین میں سے کسی کو نہیں دیں۔

نکات:

☆ نعمتوں کو یاد کرنا، خدا سے عشق کا موجب ہے اور اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا حقیقت میں اس کی بندگی اور اس کے احکام کے سامنے تسلیم ہونا ہے۔ ''اذۡکُرُوۡا نِعۡمَۃَ اللّٰہِ عَلَیۡکُمۡ ''

☆ ''مِلک'' کا معنی لغت میں حاکم اور سربراہ کے ہیں، نیز صاحب اور مالک کے معنی میں بھی آیا ہے۔ پیغمبر اکرمؐ سے منقول ایک روایت میں ہے کہ بنی اسرائیل میں جس کسی کے پاس بیوی، ملازم اور سواری ہوتی تھی اُسے ''ملک'' کہا جاتا تھا۔ (تفسیر المیزان) اگر ملوک کا معنی سلاطین ہو چونکہ تمام لوگ بادشاہ نہیں ہو سکتے اس بنا پر ملک کے معنی صاحب اختیار ہے۔

☆ دریائے نیل سے پار کرنا، من وسلویٰ کا نازل ہونا، بارہ چشموں کا ابھلنا، بنی اسرائیل کیلئے خصوصی نعمتیں تھیں۔ یہ آیت اس جملہ ''وَّاٰتٰىکُمۡ مَّا لَمۡ یُؤۡتِ اَحَدًا '' کے ساتھ ان کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔

پیغام:

ا۔ لوگوں کو دعوت تبلیغ کیلئے اچھا ہے کہ ان کے فطری احساسات سے استفادہ کیا جائے۔ ''یٰقَوۡمِ ''

۲۔آمادہ سازی کیلئے ضروری ہے کہ احکام الٰہی پیش کرنے سے پہلے الطاف الٰہی کا ذکر کیا جائے۔''اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ---''(اس آیت میں نعمتوں کا ذکر ہے اور بعد والی آیت میں ایک اہم حکم جاری کیا گیا ہے۔)

۳۔نبوت کی نعمت،حکومت اور طاقت سب خدا کی نعمات میں سے ہیں۔'' اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ---''

۴۔لوگوں کو اللہ کی نعمات یاددلانا انبیا کے فرائض میں شامل ہے۔''اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ''

۵۔حضرت موسیٰؑ سے پہلے بھی بنی اسرائیل میں انبیا آئے تھے،حضرت موسیٰ ان کی موجودگی کو بعنوان نعمت یاد کرتے ہیں۔''جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ''

۶۔تاریخ سے درس عبرت حاصل کریں۔جناب موسیٰؑ کی قوم خدا کی طرف سے خصوصی لطف وکرم پانے کے بعد،اقتدار حاصل کرنے کے بعد بھی ذلیل وخوار ہوگئی۔''لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ۝۲۰''اس کے بعد خدا کے عذاب کا شکار ہوئی۔''وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ''(بقرہ۔۶۱)

آیت نمبر ۲۱

يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰٓي اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ۝۲۱

ترجمۃ الآیات

(موسیٰ نے کہا:)اے قوم! سرزمین مقدس میں داخل ہوجاؤ،جسے اللہ نے تمہارے لیے مقرر فرمایا ہے اور اپنے پچھلے پاؤں نہ لوٹ جاؤ(اور پیچھے نہ ہٹو)کہ خسارے میں رہوگے۔''

نکات:

☆''اَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ''سے مراد تمام شام،اردن اور فلسطین وغیرہ ہے یا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ صرف بیت المقدس ہی کو ارض مقدس کہا گیا ہو۔

☆''لَا تَرْتَدُّوْا''سے مراد اللہ کے حکم سے منہ نہ موڑنا ہے،یا جس راستے پر چل رہے ہوں اُس راستے سے واپس نہ پلٹنا،پیچھے نہ ہٹنا ہے۔

پیغام:

۱۔راہبر اور عوام کا رابطہ گہرا اور فطری ہونا چاہیے۔''یٰقَوۡمِ''

۲۔مقدس جگہوں کو نااہل افراد کے پنجوں سے باہر نکالنا چاہیے۔''ادۡخُلُوا الۡاَرۡضَ الۡمُقَدَّسَۃَ''

۳۔زمین میں ہر جگہ ایک جیسی نہیں ہے بلکہ بعض جگہیں مقدس و پاک ہیں۔''الۡاَرۡضَ الۡمُقَدَّسَۃَ''

۴۔محاذ جنگ سے فرار حرام ہے۔''ادۡخُلُوا الۡاَرۡضَ الۡمُقَدَّسَۃَ الَّتِیۡ کَتَبَ اللّٰہُ لَکُمۡ وَلَا تَرۡتَدُّوۡا''

۵۔نعمات الٰہی کے ساتھ بعض ذمہ داریاں بھی عائد ہوتی ہیں۔''جَعَلَ فِیۡکُمۡ اَنۡۢبِیَآءَ وَجَعَلَکُمۡ مُّلُوۡکًا٭۔۔۔ ادۡخُلُوا''

۶۔خسارہ اور نقصان کے مصادیق میں سے یہ بھی ہے کہ مقدس جگہوں سے محروم ہو جائیں۔''ادۡخُلُوا الۡاَرۡضَ الۡمُقَدَّسَۃَ الَّتِیۡ کَتَبَ اللّٰہُ لَکُمۡ وَلَا تَرۡتَدُّوۡا عَلٰۤی اَدۡبَارِکُمۡ فَتَنۡقَلِبُوۡا خٰسِرِیۡنَ ﴿۲۱﴾''

آیت نمبر ۲۲

قَالُوۡا یٰمُوۡسٰۤی اِنَّ فِیۡہَا قَوۡمًا جَبَّارِیۡنَ٭ وَاِنَّا لَنۡ نَّدۡخُلَہَا حَتّٰی یَخۡرُجُوۡا مِنۡہَا ۚ فَاِنۡ یَّخۡرُجُوۡا مِنۡہَا فَاِنَّا دٰخِلُوۡنَ ﴿۲۲﴾

ترجمۃ الآیات

(بنی اسرائیل نے جواب میں) کہا: اے موسیٰ! اس سرزمین میں ظالم رہتے ہیں، اس میں ہم ہرگز داخل نہ ہوں گے جب تک وہ اس سے نکل نہ جائیں۔ پس اگر وہ اس (سرزمین) سے نکل جائیں تو ہم داخل ہو جائیں گے۔

نکات:

☆''جَبَّارِیۡنَ'' کا لفظ ''جَبۡر'' سے لیا گیا ہے، جس کے معنی زور زبردستی اور دباؤ کے ساتھ کسی چیز کی اصلاح کرنا اور کسی چیز کا ازالہ کرنا ہے۔ان دو معانی میں سے ہر ایک علیحدہ علیحدہ بھی استعمال ہوا ہے: ۱۔ازالہ کرنا، ۲۔قہر و غلبہ، خدا تعالیٰ کی نسبت دونوں معانی استعمال ہوتے ہیں۔(تفسیر نمونہ)

☆''قَوۡمًا جَبَّارِیۡنَ'' سے مراد عمالقہ قبیلہ تھا جو کہ سامی کی نسل سے تھے۔ یہ لوگ حجاز کے شمال میں صحرائے سینا میں

رہتے تھے۔ اِنہوں نے مصر پر حملہ کیا تھا اور پھر پانچ سو سال تک وہاں حکومت کی تھی۔ (دائرۃ المعارف، فرید وجدی)

پیغام:

۱۔ اگر کہیں نا اہل افراد موجود ہوں تو وہ لائق اور اہل افراد کیلئے گوشہ نشینی کی دلیل نہیں ہو سکتے۔ ''یٰقَوْمِ ادْخُلُوا ۔ ۔ فَاِنْ یَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ۝۲۲ ''

۲۔ دشمن کو باہر نکال دینا چاہیے، اس بات کا انتظار نہیں کرنا چاہیے کہ وہ خود ہی چلا جائے۔ ''فَاِنْ یَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ۝۲۲ ''

۳۔ آسائش طلب نہیں بن جانا چاہیے، اقدام کرنا چاہیے، مدد طلب کریں تا کہ دشمن کو نکال باہر کریں۔ (قرآن پاک نے بنی اسرائیل پر تنقید کی ہے جو کہتے تھے کہ ''لَنْ نَّدْخُلَهَا '')

۴۔ بغیر مقابلے کے کامیابی کی توقع، ایک غلط فکر ہے۔ ''فَاِنْ یَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ۝۲۲ ''

۵۔ جسارت اور ہٹ دھرمی کرنا نافرمانی سے زیادہ بدتر ہے۔ ''لَنْ نَّدْخُلَهَا '' (اس بات کو ملحوظ رکھتے ہوئے کہ حرف ''لَنْ '' کے اندر جسارت کا رویہ پایا جاتا ہے۔)

آیت نمبر ۲۳

قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِیْنَ یَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَیْهِمُ الْبَابَ ۚ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ۝۲۳

ترجمة الآیات

ان لوگوں میں سے دو شخص جو اللہ سے ڈرتے تھے اور اللہ نے (عقل، ایمان اور شجاعت کی صورت میں) انہیں اپنی نعمت سے نوازا تھا، کہنے لگے ان کے شہر کے دروازے میں داخل ہو جاؤ (اور نہ ڈرو)۔ جب تم داخل ہو گئے تو کامیاب ہو جاؤ گے اور اللہ پر توکل کرو اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

نکات:

☆ تفاسیر میں آیا ہے کہ وہ دو فرد بنی اسرائیل کے بارہ نقیبوں میں سے تھے۔ان کے نام ''یوشع بن نون'' اور'' کالب بن یوفنا'' تھا۔تورات سفر تثنیہ میں ان کے نام آئے ہیں۔(تفسیر نمونہ)

امام محمد باقرؑ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یہ دونوں فرد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چچازاد بھائی تھے۔(تفسیر نور الثقلین)

☆ تفسیر المیزان میں علامہ طباطبائی کے بقول: قرآن مجید میں جہاں کہیں بھی لفظ ''نعمت'' بغیر کسی قید کے آیا ہے وہاں اس سے مراد ولایت ونبوت کی نعمت ہے۔

پیغام:

۱۔خداخوفی، الطاف الٰہی ونعمات الٰہی کے وصول کی راہ ہموار کرتی ہے۔''يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ ۔۔۔''

۲۔خدا سے ڈرنے والا شخص، ذمہ داری کا احساس رکھتا ہے اور پیغمبر خدا کی پیروی کو واجب جانتا ہے نیز دوسری طاقتوں کے آگے تسلیم نہیں ہوتا۔''يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا''

۳۔خداخوفی، بہادری، جرأت اور عمل کی بنیاد بنتی ہے۔''يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا''

۴۔خداخوفی بھی ایک نعمت الٰہی ہے۔''يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا''

۵۔حملے کے وقت سپاہیوں کے حوصلے بڑھانے چاہئیں۔''فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ''

۶۔خوف خدا اور تقویٰ انسان کو مسائل میں صحیح اور واضح تجزیہ وتحلیل کرنے کی طاقت اور بصیرت عطا کرتا ہے۔'' يَخَافُوْنَ ۔۔۔فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ''

۷۔توکل مخلصانہ اور صرف خدا پر ہونا چاہیے۔''عَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْا''

۸۔اگر اہل ایمان بہادری کے ساتھ میدان میں داخل ہوں تو گمراہ لوگ میدان چھوڑ جاتے ہیں۔''فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ''

۹۔کامیابی کیلئے اصل چیز مادی وسائل نہیں ہوتے بلکہ ایمان، توکل، ارادہ اور جرأت بھی ضروری ہے۔''ادْخُلُوْا ۔۔۔ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْا''

۱۰۔خالی توکل بھی کافی نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ جب ہماری کوشش ہو تو یہ ہمیں مقصد تک پہنچا سکتا ہے۔'' ادْخُلُوْا ۔۔۔وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْا''

۱۱۔توکل، ایمان کی علامت اور بند راہوں اور خوف سے نجات کی چابی ہے۔''فَتَوَكَّلُوْا اِنْ كُنْتُمْ ۔۔۔''

۱۲۔آپ کریں حرکت، خدا دے نصرت وبرکت۔''فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْا اِنْ

كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴿۲۳﴾ ''

۱۳۔ توکل، صرف ایک لفظ نہیں ہے بلکہ ایمان کے ذریعے حاصل ہونے والی ایک طاقت ہے۔ '' فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴿۲۳﴾ ''

آیت نمبر ۲۴

قَالَ رَبِّ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِيْ وَاَخِيْ فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ﴿۲۵﴾

ترجمۃ الآیات

(بنی اسرائیل) کہنے لگے: اے موسیٰ! جب تک وہ (ظالم وجابر) اس میں ہیں ہم ہرگز وہاں نہیں جائیں گے، تو اور تیرا پروردگار جائے اور (ان سے) جنگ کرے۔ ہم تو یہیں بیٹھیں گے۔

نکات:

☆ مکۃ المکرمہ اور بیت المقدس، دونوں مقدس جگہیں ہیں۔ لیکن جناب موسیٰؑ اپنی قوم سے فرماتے ہیں کہ اس میں داخل ہو جاؤ اور دشمن سے جنگ کرو، جبکہ ان کی قوم نے بہانے بنائے اور حکم کی اطاعت کرنے سے انکار کر دیا۔ اِدھر چھ ہجری کو جب مسلمان عمرہ کے ارادہ سے پیغمبر اکرمؐ کی رکاب میں مکہ کے قریب پہنچے تو اگر پیغمبر اکرمؐ انہیں نہ روکتے تو مسلمان شہر پر حملہ کر دیتے۔ اسی سفر میں صلح حدیبیہ کا معاہدہ ہوا۔

دونوں قومیں شہر کے دروازے کے قریب پہنچی تھیں لیکن ایک جنگ سے فراری تھی اور دوسری جنگ کیلئے بے تاب۔

☆ دشمن سے مقابلہ کرنے کے بارے میں بنی اسرائیل کی سستی اس قدر مشہور تھی کہ سال دو ہجری جنگ بدر کے شروع ہونے سے پہلے اور سال چھ ہجری مکہ میں داخل ہونے سے پہلے مسلمان کہہ رہے تھے: ہم بنی اسرائیل کی طرح نہیں ہیں کہ کہیں: '' اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ﴿۲۴﴾ '' ہم یہیں بیٹھی گے بلکہ ہم آپؐ کی رکاب میں جنگ کیلئے آمادہ ہیں۔

☆ الٰہی راہبروں کے ذمہ جو فرائض ہوتے ہیں، ان کی انجام دہی کے سلسلے میں کی جانے والی کوششیں بھی اسی وقت ثمر آور ہوتی ہیں جب عوام ان کا ساتھ دیتی ہے۔

پیغام:

ا۔ بنی اسرائیل، بے ادبی، بہانہ بازی، کمزوری اور آسائش طلبی کی ایک مثال تھے۔ ''یٰمُوۡسٰۤی اِنَّا لَنۡ نَّدۡخُلَهَاۤ اَبَدًا ۔۔۔''

۔ ''لَنۡ نَّدۡخُلَهَاۤ'' کے جملے میں حکم خدا کے سامنے ڈٹ جانے اور انکار کی جسارت واضح ہے۔

۔ ''اَبَدًا'' بے شرمی پر اصرار و تاکید نظر آتی ہے۔

۔ ''اذۡهَبۡ'' کے لفظ میں حضرت موسیٰؑ کیلئے توہین دکھائی دیتی ہے۔

۔ ''رَبُّكَ'' کے لفظ میں پروردگار کی توہین کی جارہی ہے جو کہ ان کے ایمان کی کمزوری بتارہا ہے۔

۔ ''قٰعِدُوۡنَ ﴿۲۴﴾'' ان کی آسائش طلبی کی علامت ہے، اس میں کسی قسم کی عزت کا پہلو نہیں پایا جاتا۔

۲۔ لوگوں کو خود بھی معاشرے کی اصلاح کیلئے قدم اٹھانا چاہیے، صرف خدا تعالیٰ اور دینی قائدین سے اصلاح کی توقع نہیں رکھنی چاہیے۔ ''فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوۡنَ ﴿۲۴﴾''

۳۔ کوشش کے بغیر کامیابی کی آرزو رکھنا معقول بات نہیں ہے۔ ''فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوۡنَ ﴿۲۴﴾''

آیت نمبر ۲۵

قَالَ رَبِّ اِنِّیۡ لَاۤ اَمۡلِكُ اِلَّا نَفۡسِیۡ وَاَخِیۡ فَافۡرُقۡ بَیۡنَنَا وَبَیۡنَ الۡقَوۡمِ الۡفٰسِقِیۡنَ ﴿۲۵﴾

ترجمۃ الآیات

(موسیٰ نے) کہا: پروردگارا! میرا تو صرف اپنے آپ پر اور اپنے بھائی پر بس چلتا ہے۔ پس میرے اور اس گنہگار جماعت کے درمیان جدائی ڈال دے۔

نکات:

☆ بنی اسرائیل کی حرکت نہ کرنے سے مایوس ہو کر حضرت موسیٰؑ خدا تعالیٰ کے بارگاہ میں شکایت کرتے ہیں۔

☆ جدائی کی درخواست اس لیے تھی تاکہ جناب موسیٰؑ کے اصحاب خاص خدا تعالیٰ کے قہر و عذاب کی آگ کا شکار نہ ہو جائیں اور صرف دشمن ہی اپنے کیفر کردار تک پہنچیں۔ یا درخواست یہ تھی کہ کفار کی موت کے ساتھ، ان کے اور دشمنوں کے درمیان

فاصلہ ہو جائے۔

☆ حضرت موسیٰ نے صرف اپنا اور اپنے بھائی کا ذکر کیا اور ان دو پرہیزگار افراد کا نام کیوں نہیں لیا جنہوں نے جناب موسیٰ کی حمایت کی اور لوگوں کو شہر میں داخل ہونے کی ترغیب دلائی؟

اس بارے میں مفسرین کہتے ہیں:

۔ جناب موسیٰ ان دو افراد کی ثابت قدمی سے بھی مطمئن نہ تھے۔ (تفسیر مراغی)

۔ چونکہ ان دو افراد کو لوگوں کی طرف سے سنگسار کرنے کی دھمکی دی جا رہی تھی، اس لیے جناب موسیٰ نے عرض کی کہ خدایا! میرا کوئی اختیار نہیں ہے، یہاں تک کہ وہ دو فرد خطرے میں ہیں۔ (تفسیر اطیب البیان)

پیغام:

۱۔ قرآنی دعائیں زیادہ تر ''رَبِّ'' کے نام سے مدد مانگتے ہوئے شروع ہوتی ہیں۔ ''قَالَ رَبِّ۔۔۔''

۲۔ جب تمام لوگ ہم سے دور ہو جائیں تو حقیقی نجات دینے والے کو پکارنا چاہیے۔ ''فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ ۔۔۔ قَالَ رَبِّ۔۔۔''

۳۔ پیغمبر اس وقت خدا سے شکایت کرتے ہیں اور اس وقت نفرین کرتے ہیں جب وہ لوگوں کے ایمان اور ان کی اطاعت سے مایوس ہو جاتے ہیں۔ ''رَبِّ اِنِّیْ۔۔۔''

۴۔ جہاد سے منہ موڑنا، فسق (گناہ) ہے۔ ''فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۵﴾''

۵۔ اجتماعی معاشرتی مشکلات کی ایک وجہ لوگوں کا اولیائے خدا سے دور ہونا ہے اور ان کے بابرکت وجود کے فیض سے محروم ہونا ہے۔ ''فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۵﴾''

۶۔ مومنین کیلئے ایک مصیبت اور مشکل یہ ہے کہ انہیں فٰسِقِيْنَ کے ساتھ زندگی گذارنی پڑے اور ان کے درمیان رہنا پڑے۔ ''فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۵﴾''

آیت نمبر ۲۶

قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۚ يَتِيْهُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۭ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۶﴾

ترجمة الآیات

(خدا نے موسیٰ سے) فرمایا: بے شک یہ (مقدس) سرزمین چالیس سال تک ان کے لیے ممنوع ہے (اور سستی و نافرمانی کی وجہ سے یہ اس تک نہیں پہنچ سکیں گے) اور ہمیشہ زمین میں سرگرداں رہیں گے (اور اس مقدس سرزمین کی مادی و معنوی برکات سے محروم رہیں گے۔) اور اس گنہگار جمعیت (کے انجام) کے بارے میں غمگین نہ ہو۔

نکات:

☆ ''یَتِیۡهُوۡنَ'' ''تیہ'' کے مادہ سے ہے، جس کے معنی آوارگی و سرگردانی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ قوم چالیس سال تک صحرائے سینا میں سرگردان رہی ہے اور زمین کی نعمات و برکات سے محروم رہی ہے۔

☆ تورات کے سِفر اعداد کی چوتھی فصل میں بنی اسرائیل کی نافرمانی، عذاب الٰہی اور ریگستان میں ان کی سرگردانی کا واقعہ بیان ہوا ہے۔

☆ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: خدا تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی حضرت موسیؑ کے فرمان سے نافرمانی کی وجہ سے بیت المقدس میں ان کے اور ان کی اولاد کے داخلے پر چالیس سال تک کی پابندی عائد کی۔ بالآخران کی اولاد کی اولاد وہاں داخل ہونے میں کامیاب ہوئی۔

(یعنی جب تک خود وہ لوگ اور ان کی اولاد جن پر پابندی عائد کی گئی تھی، زندہ رہے، ارض مقدس میں داخل ہونے میں کامیاب نہ ہوسکے۔) (تفسیر عیاشی)

☆ روایات میں ہم پڑھتے ہیں کہ بنی اسرائیل سے مشابہ داستان، مسلمانوں کیلئے بھی پیش آئی تھی۔ (بحار، ج ۲۸ ص ۱۴ و ۳۰)

☆ ''اَرۡبَعِیۡنَ سَنَةً'' چالیس کے عدد میں راز ہے، یہ عدد عذاب الٰہی میں اور الطاف الٰہی میں بھی استعمال ہوا ہے۔ حضرت موسیؑ تورات حاصل کرنے کیلئے چالیس دن تک کوہ طور پر رہے۔ قوم یہود کے آوارہ رہنے کے سال بھی چالیس تھے۔

☆ کبھی نئی نسل کی اصلاح، پرانی نسل کے خاتمہ پر ہوتی ہے۔ ''اَرۡبَعِیۡنَ سَنَةً یَتِیۡهُوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ ط''

فرعونی نظام پر فریفتہ لوگ جو جناب موسیؑ کی قدر کو نہیں جانتے، انہیں دنیا سے چلے جانا چاہیے اور نئی نسل آزاد فضا میں، ریگستان کی مشکلات میں پرورش پائے تا کہ شہری زندگی اور آسمانی راہبروں کے سایہ رحمت کی قدر کو جان سکے۔ حدیث میں ہے کہ وہ سب لوگ وادی ''تیہ'' میں دنیا سے چلے گئے اور ان کی اولاد مقدس سرزمین میں داخل ہوئی۔

پیغام:

۱۔ جنگ سے فرار کی سزا محرومیت ہے۔ ''فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ ''

۲۔ سرگردانی، فاسقوں کیلئے ایک قسم کا عذاب ہے۔ ''يَتِيْهُوْنَ فِى الْاَرْضِ ط ''

۳۔ جہاد میں شرکت نہ کرنے والے اور فرار کرنے والوں کو بعض آسانیوں اور بعض امتیازات سے محروم رہنا چاہیے۔ ''فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ ''

۴۔ لوگوں میں سب سے زیادہ ان کے ہمدرد انبیا ہوتے ہیں۔ ''فَلَا تَاْسَ''

۵۔ فاسقوں اور گنہگاروں کیلئے ہمدردی نہ کرو۔ ''فَلَا تَاْسَ'' (مجرم کو مُتنبہ کرنا، فرد اور معاشرے کی بہتری کیلئے کڑوی دوائی کی حیثیت رکھتا ہے۔)

آیت نمبر ۲۷

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَىْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ م اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ط قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ ط قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿٢٧﴾

ترجمۃ الآیات

(اے پیغمبر!) آدم کے دو بیٹوں کا قصہ حق کے ساتھ ان کے سامنے پڑھئے جبکہ ان میں ہر ایک نے (پروردگار کے) تقرب کے لیے قربانی کی۔ مگر ایک (ہابیل) کا عمل تو قبول ہوگیا لیکن دوسرے (قابیل) سے قبول نہ کیا گیا (قابیل وہ بھائی جس کا (عمل) قبول نہیں ہوا تھا دوسرے بھائی سے) کہنے لگا: میں تجھے ضرور قتل کردوں گا۔ (دوسرے بھائی ہابیل نے) کہا: (میں نے کونسا گناہ کیا کیونکہ) اللہ تو صرف پرہیزگاروں سے قبول کرتا ہے۔

نکات:

☆ شاید اس سے مراد حق بات کو بیان کرنا ہو کیونکہ تورات میں یہ واقعہ تحریف شدہ حالت میں بیان ہوا ہے، جس میں

خرافات شامل کردی گئی ہیں اور جو کچھ قرآن مجید میں آیا ہے وہ حق ہے۔

☆ روایات میں ہے کہ ہابیل کے پاس بہت سے جانور تھے اور اس نے قربانی کیلئے اپنا بہترین گوسفند پیش کیا۔ قابیل کسان تھا اور اس نے خدا کی راہ میں دینے کیلئے اپنی سب سے گھٹیا فصل کا انتخاب کیا۔ (کافی، ج ۸، ص ۱۱۳)

قرآن مجید فرماتا ہے: کبھی خیر تک نہ پہنچ سکو گے مگر یہ کہ تم وہ چیز خدا کی راہ میں خرچ کرو جسے تم پسند کرتے ہو۔ ''لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ'' (آل عمران۔ ۹۲)

☆ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: قابیل کے قتل کرنے کی وجہ وہ حسد تھا جو ہابیل کی قربانی قبول ہونے کے بعد قابیل کے دل میں پیدا ہو گیا تھا۔ (تفسیر نور الثقلین)

پیغام:

۱۔ گذشتہ لوگوں کی تاریخ کو درس عبرت حاصل کرنے کیلئے پڑھنا چاہیے اور اس میں عفو و خوص اور جستجو و تحقیق کرنی چاہیے۔ ''وَاتۡلُ''

۲۔ تاریخ کو افسانے سے الگ کریں۔ ''بِالۡحَقِّ م'' (ہابیل اور قابیل کی قربانی کا ماجرا افسانہ نہیں ہے، کوئی بے بنیاد داستان نہیں ہے۔)

۳۔ اصل چیز خدا تعالیٰ کا تقرب ہے، قربانی نہیں ہے، قربانی چاہے کچھ بھی ہو۔ ''اِذۡ قَرَّبَا قُرۡبَانًا'' (''قُرۡبَانًا'' نکرہ آیا ہے۔)

۴۔ پیغمبر کا بیٹا ہونا، اعمال کی قبولیت یا عدم قبولیت میں کوئی کردار نہیں رکھتا۔ اس لیے ایک سے قبول کر لیا گیا اور دوسرے سے قبول نہیں کیا گیا۔ ''فَتُقُبِّلَ مِنۡ اَحَدِهِمَا وَلَمۡ یُتَقَبَّلۡ مِنَ الۡاٰخَرِ ط''

۵۔ قتل و خونریزی کی تاریخ، انسانی تاریخ کے ساتھ ہی شروع ہو جاتی ہے۔ ''نَبَاَ ابۡنَیۡ اٰدَمَ... لَاَقۡتُلَنَّكَ ط''

۶۔ کبھی کبھی حسد کے نتائج برادر کُشی تک جا پہنچتے ہیں۔ ''لَاَقۡتُلَنَّكَ''

۷۔ قتل کی دھمکی دینے والے کو بھی منطقی جواب دو۔ ''اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰهُ''

۸۔ انسان کے ارادے، عادات و اطوار، خصوصیات، اعمال کی قبولیت اور عدم قبولیت میں مؤثر ہوتے ہیں۔ ''اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الۡمُتَّقِیۡنَ ﴿۲۷﴾''

۹۔ اعمال کی قبولیت کا معیار تقویٰ ہے، افراد کی شخصیت اور اعمال کی روش معیار نہیں ہے۔ ''اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الۡمُتَّقِیۡنَ ﴿۲۷﴾''

۱۰۔ قبول اور عدم قبول میں فرق تقویٰ کی بنیاد پر ہے، گروہ بندی نہیں ہے۔ ''مِنَ الۡمُتَّقِیۡنَ ﴿۲۷﴾''

آیت نمبر ۲۸

لَئِنۡۢ بَسَطۡتَّ اِلَیَّ یَدَکَ لِتَقۡتُلَنِیۡ مَاۤ اَنَا بِبَاسِطٍ یَّدِیَ اِلَیۡکَ لِاَقۡتُلَکَ ۚ اِنِّیۡۤ اَخَافُ اللّٰہَ رَبَّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۲۸﴾

ترجمۃ الآیات

(ہابیل نے اپنے بھائی قابیل سے کہا:) اگر تو میرے قتل کے لیے ہاتھ بڑھائے تو میں تجھے قتل کرنے کے لیے ہاتھ نہیں بڑھاؤں گا، کیونکہ میں عالمین کے پروردگار سے ڈرتا ہوں۔

نکات:

☆ ہابیل نے کہا: میں تمہیں قتل کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ یہ نہیں کہا کہ میں اپنا دفاع نہیں کروں گا۔ کیونکہ قاتل کے سامنے تسلیم ہونا، تقویٰ کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتا۔ ''مَاۤ اَنَا بِبَاسِطٍ یَّدِیَ۔۔۔''

پیغام:

۱۔ حاسد کا سامنا ہونے پر اس سے نرمی کے ساتھ بات کریں اور اس کی حسد کی آگ کو اپنی گفتگو کی نرمی کے ساتھ ٹھنڈا کردیں۔ ''مَاۤ اَنَا بِبَاسِطٍ۔۔۔''

۲۔ خوف خدا کی بنیاد پر قتل نہ کرنا، قابل قدر ہے نہ کہ ناتوانی اور سستی کی وجہ سے قتل نہ کرنا۔ ''اِنِّیۡۤ اَخَافُ اللّٰہَ''

۳۔ تقویٰ اختیار کرنا اور خدا خوفی، گناہ سے باز رکھنے اور نازک ترین حالات میں تجاوز کرنے سے روکتا ہے۔ ''اِنِّیۡۤ اَخَافُ اللّٰہَ''

۴۔ خوف خدا، ہر قسم کی ربوبیت پر ایمان کے آثار میں سے ایک ہے۔ ''اِنِّیۡۤ اَخَافُ اللّٰہَ رَبَّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۲۸﴾''

۵۔ جہان، الٰہی ربوبیت کا مظہر ہے۔ ''رَبَّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۲۸﴾''

آیت نمبر ۲۹۔۳۰

اِنِّیۡۤ اُرِیۡدُ اَنۡ تَبُوۡٓاَ بِاِثۡمِیۡ وَ اِثۡمِکَ فَتَکُوۡنَ مِنۡ اَصۡحٰبِ النَّارِ ۚ

وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾

فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِيْهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۳۰﴾

ترجمۃ الآیات

بے شک میں تو چاہتا ہوں کہ (تو مجھے قتل کرنے کے بعد) میرا اور اپنا بوجھ اٹھائے ہوئے (خدا کی طرف) لوٹے اور تو جہنمیوں میں سے ہوجائے گا اور ظالموں کی یہی سزا ہے۔

نفس سرکش نے اسے (حسد کی بنیاد پر بڑکانے کی وجہ سے) آہستہ آہستہ بھائی کے قتل کے لیے پختہ کردیا اور اس نے اسے قتل کردیا، اور زیاں کاروں میں سے ہوگیا۔

نکات:

☆ امام محمد باقر علیہ السلام نے ''فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ'' کی تلاوت کرنے کے بعد فرمایا: ابلیس نے قابیل سے کہا: تیری قربانی قبول نہیں ہوئی اور تیرے بھائی ہابیل کی قربانی قبول کرلی گئی ہے، اگر وہ زندہ رہ گیا تو پوری تاریخ میں اس کی نسل تیری نسل کے سامنے فخر کرے گی کہ ہمارے باپ کی قربانی قبول ہوئی اور تمہارے باپ سے قربانی قبول نہیں کی گئی، لہذا بہتر یہ ہے کہ تو اسے قتل کردے تاکہ تیری نسل اس ذلت سے محفوظ رہے۔ (کافی، ج ۸، ص ۱۱۳)

☆ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: ''من قتل مؤمنا متعمداً اثبت اللہ علی قاتلہ جمیع الذنوب و برء المقتول منها، و ذلك قوله تعالیٰ: انی اُرید ان تبوا ---'' اگر کوئی کسی مومن کو عمداً قتل کردے، خداوند تمام گناہوں کو قاتل کے حساب میں لکھ دے گا اور مقتول کو گناہوں سے پاک فرمادے گا۔ (تفسیر نور الثقلین)

☆ آیت کا معنی، گناہوں کی بخشش کی امید میں ظالم کے سامنے خاموش رہنا نہیں ہے۔

☆ پیغمبر اکرمؐ سے منقول ایک حدیث میں پڑھتے ہیں: اس حادثہ کی جگہ ملک شام کے شہر دمشق میں کوہ قاسیون ہے۔ (تفاسیر درّ المنثور)

☆ امام سجاد علیہ السلام فرماتے ہیں: قتل کرنے کا طریقہ ابلیس نے اسے سکھایا تھا۔ (تفسیر نور الثقلین)

پیغام:

۱۔ مقتول کے تمام گناہ، قاتل کے حساب میں منتقل ہوجاتے ہیں۔ ''تَبُوْٓاَ بِاِثْمِيْ''

۲۔ لڑائیوں میں تمام نقصان کا ذمہ دار لڑائی شروع کرنے والا ہے۔ ''بِاِثْمِيْ وَاِثْمِكَ''

۳۔ بھائی کو قتل کرنے والا جونہی بھائی کو قتل کرے گا اسی وقت جہنمی ہو جائے گا۔ ''فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۚ''

۴۔ آخرت پر ایمان، روئے زمین پر انسانوں کے ابتدائی عقائد میں سے رہا ہے۔ ''اَصْحٰبِ النَّارِ ۚ''

۵۔ قاتل، اپنے آپ پر بھی ظلم کرتا ہے اور مقتول پر بھی، مقتول کے گھر والوں پر بھی اور معاشرے کے ساتھ بھی ظلم کرتا ہے۔ ''الظّٰلِمِيْنَ ۚ﴿۲۹﴾''

۶۔ انسان کا نفس اسے وسوسوں کے ذریعے، تلقین، تزئین کے ساتھ رام کر لیتا ہے اور نرم بنا کر گناہ کی طرف لے جاتا ہے۔ ''فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ''

۷۔ ہوائے نفس، انسان کے برادرانہ جذبات کو بھی دبا دیتا ہے۔ ''فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِيْهِ''

۸۔ انسانی پاک فطرت، آدم کُشی سے بیزار ہے لیکن نفس اس چیز کو اچھا بنا کر پیش کرتا ہے اور انسان کو قتل پر آمادہ کر دیتا ہے۔ ''فَطَوَّعَتْ''

۹۔ انسانی زندگی کی تاریخ کے آغاز سے ہی حق و باطل کی جنگ شروع ہو گئی تھی۔ ''فَقَتَلَهٗ''

۱۰۔ ہوائے نفس کی پیروی میں خسارہ ہے۔ ''فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۳۰﴾''

۱۱۔ قاتل، اندر سے اپنے ضمیر کے عذاب میں گرفتار ہوتا ہے اور باہر سے لوگوں کی تنقید کا نشانہ بنتا ہے، عدالت اور قصاص کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور سکھ کا سانس نہیں لے سکتا۔ ''فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۳۰﴾''

۱۲۔ مخالف پر تسلط وغلبہ، ہمیشہ سرفرازی اور کامیابی کی علامت نہیں ہوتا۔ ''فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۳۰﴾''

آیت نمبر ۳۱

فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْءَةَ اَخِيْهِ ؕ قَالَ يٰوَيْلَتٰۤى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِيَ سَوْءَةَ اَخِيْ ۚ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ ۚ﴿۳۱﴾

ترجمۃ الآیات

اس کے بعد اللہ نے ایک کوا بھیجا جو زمین میں کوشش کرتا (اور اسے کھودتا) تا کہ وہ اسے بتائے کہ اپنے بھائی کا جسم زمین میں کیسے چھپائے (دفنائے)۔ تو وہ (قابیل) کہنے لگا:

وائے ہو مجھ پر کہ میں اس کوے جیسا (بھی) نہیں ہو سکا کہ اپنے بھائی کو دفن کرتا اور آخر کار وہ (رسوائی کے خوف اور وجدان کے دباؤ سے اپنے کام پر) پشیمان ہوا۔

نکات:

☆ قابیل قتل کا مرتکب ہوا تھا لیکن جب اس نے دیکھا کہ اس کے بھائی کی لاش کی طرف درندے بڑھ رہے ہیں تو اسے کندھے پر اٹھالیا، لیکن اس کا کوئی فائدہ نہ ہوا، وہ حیران و پریشان تھا اور جب اس نے ایک کوے کو دیکھا کہ وہ دوسرے کوے کو دفن کر رہا ہے تو جان گیا اور سیکھ گیا کہ وہ بھی اپنے بھائی کو دفن کردے۔

☆ ''غُرَابًا'' کا معنی کوّا ہے۔ (قاموس قرآن)

☆ ابتدائی انسان بہت ہی ناتجربہ کار تھا لیکن خدا تعالیٰ کا لطف و کرم مختلف راہوں سے انسان تک پہنچتا رہا ہے۔

☆ امام سجاد علیہ السلام فرماتے ہیں: خداوند نے دو کوے بھیجے تاکہ وہ دونوں آپس میں لڑیں، ایک نے دوسرے کو قتل کر دیا اور پھر قاتل کوے نے اپنی چونچ کے ساتھ ایک گڑھا کھودا اور اس میں مقتول کوے کو دفن کر دیا۔ (تفاسیر برہان و راہنما)

☆ امام سجاد علیہ السلام فرماتے ہیں: ''و الذنوب التی تورث الندم قتل النفس'' وہ گناہ جو پشیمانی کا باعث بنتا ہے، بے گناہ انسان کا قتل ہے۔ (بحار، ج ۷۳، ص ۳۷۵)

پیغام:

۱۔ کبھی جانور بھی مامور الٰہی ہوتے ہیں اور ان کے کام اسی کے حکم سے ہوتے ہیں، اسی سمت پر ہوتے ہیں جو وہ چاہتا ہے۔ ''فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا''

۲۔ انسان کی بہت سی معلومات، جانوروں کی زندگی سے حاصل کردہ ہیں۔ ''فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبۡحَثُ فِى الۡاَرۡضِ لِيُرِيَهٗ''

۳۔ انسان کو ہمیشہ سیکھنا چاہیے۔ خواہ کسی بھی ذریعہ سے ہو، اصل چیز سیکھنا اور اسے محفوظ کرنا ہے، یہاں تک کہ جانوروں کی زندگی سے بھی سیکھا جائے۔ ''فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبۡحَثُ فِى الۡاَرۡضِ لِيُرِيَهٗ''

۴۔ خدا تعالیٰ کبھی چھوٹے چھوٹے جانوروں کے ذریعے انسان کو تعلیم دیتا ہے تاکہ وہ جان سکے کہ کوّا بھی اس کی تعلیم کا ذریعہ ہو سکتا ہے لہٰذا اسے مغرور نہیں ہونا چاہیے۔ ''فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبۡحَثُ فِى الۡاَرۡضِ لِيُرِيَهٗ''

۵۔ مردہ جسم کو زمین میں دفن کرنا چاہیے۔ (صرف کسی محفوظ چیز یا جگہ پر چھوڑ دینا، یا مومیائی کرنا یا جلا دینا وغیرہ۔۔۔ صحیح نہیں ہے۔) ''الۡاَرۡضِ لِيُرِيَهٗ كَيۡفَ يُوَارِىۡ سَوۡءَةَ اَخِيۡهِؕ''

۶۔ کافر کو دفن کرنا واجب نہیں ہے۔ مومن انسان کی لاش کا بھی احترام ضروری ہے، اسے جانوروں کی خوراک نہیں بننا

چاہیے بلکہ اسے دفن کرنا چاہیے۔ ”یُوَارِیْ سَوْءَةَ اَخِیْهِ ؕ“

۷۔ پشیمانی، فطری حق خواہی کی علامت ہے۔ ”فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِیْنَ ﴿۳۱﴾“

آیت نمبر ۳۲

مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۚۛ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَیْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا ؕ وَمَنْ اَحْیَاهَا فَكَاَنَّمَاۤ اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعًا ؕ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَیِّنٰتِ ۟ ثُمَّ اِنَّ كَثِیْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِی الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ ﴿۳۲﴾

ترجمة الآیات

اس بنا پر ہم نے بنی اسرائیل کے لیے یہ قرار دیا کہ جو شخص کسی انسان کو بغیر اس کے کہ وہ ارتکاب قتل کرے (سوائے قصاص کے) اور (بغیر اس کے کہ وہ) روئے زمین پر فساد پھیلائے، قتل کر دے، تو یہ اس طرح ہے گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کیا اور جو کسی ایک انسان کو قتل سے بچائے (اسے موت یا گمراہی سے نجات دلائے) تو گویا اس نے تمام انسانوں کو زندگی بخشی ہے اور ہمارے رسول واضح دلائل کے ساتھ لوگوں کی طرف آئے، پھر (اس کے باوجود) ان میں سے بہت سے لوگوں نے (انبیا کے پیغام کے بعد بھی) روئے زمین پر اسراف کرنے والے ہو گئے۔

نکات:

☆ اس آیت میں ایک فرد کو قتل کرنا تمام لوگوں کو قتل کرنے کے مترادف قرار دیا گیا ہے۔ اس حقیقت کو وضاحت کے ساتھ بیان کرنے کیلئے بعض نکات ذیل میں تحریر کیے جا رہے ہیں:

الف: ایک فرد کے قتل کا نتیجہ تمام انسانوں کو قتل کرنے جیسا ہے۔

ب: ایک شخص کے قتل کی حرمت خدا تعالیٰ کے ہاں ایسی ہے جیسے تمہارے نزدیک تمام انسانوں کا قتل ہے۔
ج: ایک شخص کا قتل، انسانیت سے لاتعلقی کی حیثیت رکھتا ہے۔
د: ایک فرد کا قتل، تمام افراد سے امنیت کا احساس چھیننا ہے۔
ھ: چونکہ انسان ایک جسم کی مانند ہے اس لیے ایک کا قتل سب انسانوں کو قتل کرنے کے برابر ہے۔
و: جہنم میں ایک شخص کے قاتل کی جگہ، ایسی جگہ ہے جہاں وہ شخص ہوگا جس نے انسانیت کو قتل کیا ہوگا۔ (کافی، ج ۷، ص ۲۷۱)
ز: ایک شخص کو قتل کرنے سے تمام افراد کو قتل کرنے کا راستہ کھل جاتا ہے۔
ح: ایک انسان پوری ایک نسل کا سرچشمہ ہوسکتا ہے، لہٰذا اس کا قتل پوری ایک نسل کا قتل ہے۔ (لگتا یوں ہے کہ یہ رائے بہتر ہے۔)

☆ روایات میں ہم پڑھتے ہیں کہ خدا کے نزدیک دنیا کا فنا ہونا، ایک مؤمن کے قتل سے آسان تر ہے۔ (بحار، ج ۱۰، ص ۳۸۲؛ اس حدیث کو میں آج ۹ ۱۳۷ ماہ رمضان المبارک کی آخری شب جمعہ میں لکھ رہا ہوں، کل صبح جمعہ کے دن روز قدس ہے جبکہ ٹیلی وژن سے یہودیوں کے ہاتھوں مظلوم فلسطینی مسلمانوں کے قتل عام کے دلخراش مناظر دیکھائے جارہے ہیں۔)

☆ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: اگر کوئی شخص کسی کو ایسی جگہ جہاں پانی دستیاب نہیں، پانی پلائے، وہ اس شخص کی مانند ہے جس نے ایک جان کو بچایا ہو۔ (مکارم الاخلاق، ص ۱۳۵)

☆ آیات و روایات کے مطابق لوگوں کی راہنمائی اور راہ حق کی طرف ہدایت، ایک طرح سے زندہ کرنا ہے جبکہ گمراہ کرنا، قتل کرنے کے مترادف ہے۔ سورہ انفال کی آیت ۲۴ میں پیغمبر کی دعوت کو لوگوں کی زندگی کا سبب قرار دیا گیا ہے۔ ''دَعَاکُمۡ لِمَا یُحۡیِیۡکُمۡ''

☆ امام جعفر صادق علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا: ''مَن اخرجھا من ضلال الی ھدی فکانما احیاھا و اخرجھا من ھدی الی الضلال فقد قتلھا'' جس کسی نے ایک گمراہ کو ہدایت کردی تو اس نے اسے زندہ کردیا اور جس نے کسی کو گمراہ کردیا تو اس نے اسے قتل کردیا۔ (کافی، ج ۲، ص ۲۱۰)

☆ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: ''نجاھا من غرق او حرق او سَبُع او عدوّ'' کسی کو زندہ کرنے سے مراد، غرق ہونے والے، آگ میں جلنے والے کو بچانا یا درندے اور دشمن سے بچانا ہے۔ (تفسیر برہان)

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ اگر کوئی کسی بھوکے کو کھانا نہ دے تو اسے قتل کرنے کے برابر ہے، اور کھانا دے دینا اسے زندہ کرنے کے مترادف ہے۔ (کافی، ج ۲، ص ۲۰۴)

☆ امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: مسرف وہ لوگ ہیں جو حرام چیزوں کو حلال شمار کرتے ہیں اور بے گناہ افراد کا خون بہاتے ہیں۔(تفسیر نور الثقلین)

پیغام:

ا۔کبھی تاریخی واقعات، فرمان الٰہی کے جاری ہونے کا سبب ہوتے ہیں۔''مِنۡ اَجۡلِ ذٰلِكَ''

۲۔انسان اور ان کی تقدیر، تاریخ میں ایک دوسرے سے جُڑی ہوئی ہے۔''مِنۡ اَجۡلِ ذٰلِكَ كَتَبۡنَا عَلٰى بَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ اَنَّهٗ''

۳۔الٰہی احکام میں حکمت پائی جاتی ہے، بے مقصدیت نہیں۔''مِنۡ اَجۡلِ ذٰلِكَ''

۴۔حادثے، کیفراور سزا کی تکرار سے بچنے کیلئے دل کی سختی سے بچنا ضروری ہے۔ ''مِنۡ اَجۡلِ ذٰلِكَ كَتَبۡنَا''

۵۔مؤمن انسان کی جان خواہ کسی بھی نسل اور کسی بھی علاقے سے ہو، قابل احترام ہے۔''نَفۡسًا''

۶۔فساد کرنے والے کو پھانسی دینا، بنی اسرائیل کے قانون میں بھی تھا۔''كَتَبۡنَا عَلٰى بَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ اَنَّهٗ مَنۡ قَتَلَ نَفۡسًاۢ بِغَيۡرِ نَفۡسٍ اَوۡ فَسَادٍ فِى الۡاَرۡضِ''

۷۔خودکشی اور اسقاط حمل ''قتل نفس'' کی مثال ہیں، یہ دونوں عمل حرام ہیں۔''مَنۡ قَتَلَ نَفۡسًا۔۔۔''

۸۔جو شخص زمین میں فساد برپا کرتا ہے، اس کے نزدیک لوگوں کی جان کوئی قدر و قیمت نہیں رکھتی اور وہ انہیں قتل کرتا ہے، ایسے شخص کی اپنی جان بے قدر و قیمت ہے، اسے ختم ہو جانا چاہیے۔''بِغَيۡرِ نَفۡسٍ اَوۡ فَسَادٍ''

۹۔کسی انسان کو قتل کرنا دو جگہ جائز ہے:

الف: قاتل کو قصاص کرنے کے عنوان سے''بِغَيۡرِ نَفۡسٍ''

ب: فساد کرنے والے کا قلع قمع کرنے کیلئے''اَوۡ فَسَادٍ''

۱۰۔عمل کی اہمیت ارادے اور ہدف کے مطابق ہے۔ایک فرد کو تجاوز کی غرض سے قتل کرنا، ایک معاشرے کو قتل کرنے کے مترادف ہے؛''فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيۡعًا'' جبکہ قصاص کے عنوان سے کسی کو قتل کرنا، ایک معاشرے کی زندگی کے مترادف ہے:''وَلَـكُمۡ فِى الۡقِصَاصِ حَيٰوةٌ''(بقرہ۔۱۷۹)

۱۱۔ایک فرد کے حقوق پر ڈاکہ، حقیقت میں ایک معاشرے کے امن کیلئے خطرے کی علامت ہے۔''فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيۡعًا'' وہ افراد جو انسان کی جان بچانے کا کام کرتے ہیں، جیسے ڈاکٹر، نرس، آگ بجھانے والے، فرسٹ ایڈ والے اور دوائی بنانے والے وغیرہ۔۔۔انہیں اپنے کام کی اور اپنی قدر معلوم ہونی چاہیے۔''فَكَاَنَّمَاۤ اَحۡيَا النَّاسَ جَمِيۡعًا''

۱۲۔مشکل میں گھرے لوگوں کی مدد کرنا اور لوگوں کی جان بچانا، زندہ معاشرے کی علامت ہے۔''وَمَنۡ اَحۡيَاهَا

فَكَاَنَّمَاۤ اَحۡيَا النَّاسَ جَمِيۡعًا ؕ ''

۱۳۔ پوری تاریخ میں لوگ انبیا پر ایمان نہیں لائے اور ان کی گفتار پر عمل نہیں کیا۔ ''وَلَقَدۡ جَآءَتۡهُمۡ رُسُلُنَا بِالۡبَيِّنٰتِ ۚ ثُمَّ اِنَّ كَثِيۡرًا مِّنۡهُمۡ بَعۡدَ ذٰلِكَ فِى الۡاَرۡضِ لَمُسۡرِفُوۡنَ ۝۳۲ ''

۱۴۔ انسان با اختیار ہے، انبیا کے آنے کے بعد بھی انسان ان کے مخالف راستے پر چلتا رہا ہے۔ ''وَلَقَدۡ جَآءَتۡهُمۡ رُسُلُنَا بِالۡبَيِّنٰتِ ۚ ثُمَّ اِنَّ كَثِيۡرًا مِّنۡهُمۡ بَعۡدَ ذٰلِكَ فِى الۡاَرۡضِ لَمُسۡرِفُوۡنَ ۝۳۲ ''

آیت نمبر ۳۳

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيۡنَ يُحَارِبُوۡنَ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ وَيَسۡعَوۡنَ فِى الۡاَرۡضِ فَسَادًا اَنۡ يُّقَتَّلُوۡۤا اَوۡ يُصَلَّبُوۡۤا اَوۡ تُقَطَّعَ اَيۡدِيۡهِمۡ وَاَرۡجُلُهُمۡ مِّنۡ خِلَافٍ اَوۡ يُنۡفَوۡا مِنَ الۡاَرۡضِ ؕ ذٰلِكَ لَهُمۡ خِزۡىٌ فِى الدُّنۡيَا وَلَهُمۡ فِى الۡاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيۡمٌ ۝۳۳

ترجمۃ الآیات

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور روئے زمین پر فساد برپا کرتے ہیں (اور ڈرا دھمکا کر لوگوں کی جان و مال اور ناموس پر حملہ کرتے ہیں) ان کی سزا یہ ہے کہ انہیں قتل کر دیا جائے یا سولی پر لٹکا دیا جائے، یا ان کے ہاتھ اور پاؤں (کی چار انگلیوں) کو مخالف سمت سے کاٹ دیا جائے اور یا انہیں ان کی زمین سے جلاوطن کر دیا جائے یہ تو دنیا میں ان کی رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔

نکات:

☆ اس آیت کی شان نزول میں آیا ہے کہ مشرکین مکہ میں سے کچھ لوگ مدینہ آئے اور مسلمان ہو گئے۔ لیکن چونکہ بیمار تھے پیغمبر اکرمؐ کے حکم کے مطابق مدینہ سے باہر کسی اچھی آب و ہوا والے علاقے میں چلے گئے، اور انہیں اجازت دی گئی کہ زکوۃ

والے اونٹوں کا دودھ پی لیں۔ جب وہ صحت یاب ہو گئے تو انہوں نے ایک مسلمان چوپان کو پکڑ لیا اور اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے، پھر اس کی آنکھیں بھی نکال دیں۔ اس کے اونٹ لوٹ کر لے گئے اور اسلام سے بھی برگشتہ ہو گئے۔

رسول خداؐ نے حکم دیا کہ انہیں گرفتار کیا جائے۔ انہیں گرفتار کر لیا گیا اور وہی کام جو انہوں نے مسلمان چوپان کے ساتھ انجام دیا تھا، وہی ان کے ساتھ بھی انجام دیا گیا۔ اسی موقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی۔

☆ آیت میں جو سزائیں ذکر کی گئی ہیں وہ ''حق اللہ'' سے متعلق ہیں۔ یہ حکومت یا عوام کی طرف سے قابل معافی یا تبدیل نہیں ہو سکتیں۔ (تفسیر اطیب البیان)

تفسیر المیزان میں ہے کہ مسلمانوں کا امام ان چار سزاؤں میں سے ایک کا انتخاب کر سکتا ہے اور اگر مقتول کے ورثا معاف بھی کر دیں تو ان میں سے ایک سزا پر عمل ہونا چاہیے۔

☆ ''جَزٰٓؤُا'' کے معنی کیفر اور کافی مقدار میں صلہ ہے، یعنی ایسے مجرم کیلئے یہ چار طرح کی سزائیں عادلانہ اور کافی مقدار میں ہیں۔ (تفسیر راہنما)

☆ معاشرے کی اصلاح کیلئے وعظ و نصیحت اور ہدایت بھی ضروری ہے اور تلوار جیسا تیز و سخت رویہ بھی ضروری ہے۔

(گذشتہ آیت میں قاتل کیلئے ہوشیار باش اور پیغام تھا جبکہ اس آیت میں محارب اور مفسد افراد کیلئے سزا کا بیان ہے۔)

☆ سزا میں بھی عدل ہونا چاہیے کیونکہ خرابیاں اور خرابیاں کرنے والوں کی خصوصیات مختلف ہوتی ہیں۔ لہٰذا سزائیں بھی ایک جیسی نہیں ہیں۔ مثلاً اگر گناہ یا برائی بہت ہی بڑی سطح کی ہو، جیسے قتل تو اس کی سزا بھی قتل ہے۔ لیکن اگر چھوٹی سطح کی ہو تو اس کی سزا ملک بدری ہے۔ یہ بات ہمیں روایات سے سمجھ آتی ہے جیسے قتل کی سزا قتل ہے اور خوف و ہراس پھیلانے کی سزا یا ہرج و مرج ایجاد کرنے کی سزا ملک بدری ہے۔ لوٹ مار یا چوری کی سزا ہاتھ پاؤں کا کاٹ دینا ہے، قتل، ڈاکہ یا مسلحانہ چوری کی سزا ہاتھ پاؤں کا کاٹنا اور تختہ دار پر لٹکانا ہے۔ (تفسیر صافی)

☆ احکام والٰہی حدود کو جاری کرنا، اسلامی حکومت و نظام اسلامی کے قیام کی صورت میں ممکن ہے لہٰذا دین کو سیاست سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔

☆ جو لوگ مسلمانوں کے امام، راہبر یا اسلامی حکومت کے خلاف قیام کریں وہ اس آیت ''یُحَارِبُوۡنَ اللّٰہَ'' کے مصداق میں شامل ہونگے۔ (تفسیر فی ظلال القرآن)

☆ سورہ بقرہ کی آیت ۲۷۹ کے مطابق سود خور افراد خدا اور رسول کے ساتھ جنگ کرنے والوں (محاربین) میں شامل ہیں۔ ''فَاۡذَنُوۡا بِحَرۡبٍ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوۡلِہٖ'' کیونکہ ایسے افراد معاشرے میں اقتصادی امن کو خطرے میں ڈال دیتے ہیں۔ ایسی طرح روایات میں ہے کہ مسلمان کی توہین کرنے والے شخص کا شمار خدا کے ساتھ جنگ کرنے والوں میں ہوگا۔ ''من اهان لی ولیا فقد بارزنی بالمحاربة'' (بحار، ج ۴، ص ۶۵)

پیغام:

۱۔حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ شہروں، گاؤں دیہاتوں اور راستوں کا امن بحال رکھے نیز مجرموں کے ساتھ سختی سے نمٹے۔''اِنَّمَا جَزٰٓؤُا۔۔۔''

۲۔مخلوق خدا کے ساتھ جنگ، خدا کے ساتھ جنگ ہے۔جو عوام کی ناحق مخالفت کرتا ہے گویا وہ خداوند کی مخالفت کرتا ہے۔''یُحَارِبُوۡنَ اللّٰہَ''

۳۔پیغمبر کے حکم کی نافرمانی اور ان کے ساتھ جنگ کرنا، خدا تعالیٰ کے ساتھ جنگ کرنا ہے۔''یُحَارِبُوۡنَ اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ''

۴۔ایسے لوگ جو معاشرے کے امن کو برباد کرتے ہیں ان کیلئے کئی طرح کی سزا مقرر کی گئی ہے؟ پھانسی، ملک بدری، ہاتھ پاؤں کاٹنا یا تختہ دار پر لٹکانا۔''یُّقَتَّلُوۡۤا اَوۡ یُصَلَّبُوۡۤا۔۔۔''

۵۔رسول اللہ کی ولایت کے مخالفین جو الٰہی نظام کو درہم برہم کرنا چاہتے ہیں، انہیں سخت ترین سزائیں دی جانی چاہئیں۔''یُحَارِبُوۡنَ اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ۔۔۔اَنۡ یُّقَتَّلُوۡۤا''

آیت نمبر ۳۴

اِلَّا الَّذِیۡنَ تَابُوۡا مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تَقۡدِرُوۡا عَلَیۡہِمۡ ۚ فَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۳۴﴾

ترجمۃ الآیات

مگر وہ جو (قابو آنے اور) گرفتاری سے پہلے توبہ کرلیں اور جان لو کہ (خدا ان کی توبہ قبول کرے گا کیونکہ) اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

نکات:

☆ روایات میں اس شخص کو جو مسلمانوں کو دھمکیاں دے اور ان پر اسلحہ تانے، خواہ اس نے قتل نہ کیا ہو لیکن پھر بھی اسے''مفسد فی الارض'' کہا گیا ہے۔اس آیت میں ان کی توبہ کے بارے میں ذکر کیا گیا ہے۔اس بنا پر محارب اور مفسد کی توبہ پر انہیں دھمکانے یا ڈرانے کی حد تک کی سزا ہونی چاہیے لیکن جس نے قتل یا چوری کی ہے ان کی سزا یہ نہیں ہے۔لہٰذا''حق اللہ

’’میں توبہ کا اثر ہے جبکہ ’’حق الناس‘‘ میں توبہ کا اثر نہیں ہے چونکہ حق الناس کا تعلق صاحب حق کی رضایت سے ہے۔

محارب کا حساب اور ہے، قاتل اور چور کا حساب دوسرا ہے۔ (تفسیر نمونہ)، جنگ کرنے والا اگر قتل کردے اور توبہ کرے تو اس پر قصاص کا حکم باقی رہے گا۔ لیکن اگر وہ افراد کو صرف دھمکائے اور معاشرے میں تشنج کی کیفیت پیدا کردے پھر توبہ کرلے، اس پر سے محارب کی سزا کا حکم اٹھ جائے گا۔

☆ خدائی سزائیں انسان کیلئے فردی اور اجتماعی حوالے سے تربیتی اور اصلاحی پہلو رکھتی ہیں، اس میں انتقامی پہلو نہیں پایا جاتا، اسی لیے اگر گنہگار توبہ کرلے تو اس کی توبہ بھی اثر رکھتی ہے۔

☆ سزا کے ختم ہونے کیلئے حقیقی توبہ کا واضح ہونا ضروری ہے مثلاً مجرم کے اخلاق، گفتار و کردار میں نمایاں تبدیلی دکھائی دے یا عادل افراد اس کی گواہی دیں یا اسی طرح اس کی توبہ ثابت ہو۔

پیغام:

۱۔ توبہ دروازہ سب کیلئے کھلا ہوا ہے۔ ’’یُحَارِبُوۡنَ اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ ---اِلَّا الَّذِیۡنَ تَابُوۡا‘‘

۲۔ گرفتار ہونے یا پکڑے جانے سے پہلے کی توبہ فائدہ مند ہے اور اثر رکھتی ہے۔ ’’مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تَقۡدِرُوۡا عَلَیۡہِمۡ ‘‘ (باقی تمام گناہوں میں توبہ موت سے پہلے تک مفید ہے۔)

۳۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے مغفرت پر یقین رکھیں۔ ’’فَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۳۴﴾‘‘

۴۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے مغفرت رحمت کے ساتھ ہے، توہین، سرزنش اور تحقیر کے ساتھ نہیں ہے۔ ’’غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۳۴﴾‘‘

آیت نمبر ۳۵

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابۡتَغُوۡۤا اِلَیۡہِ الۡوَسِیۡلَۃَ وَجَاہِدُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِہٖ لَعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ ﴿۳۵﴾

ترجمۃ الآیات

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور قرب خدا کا وسیلہ تلاش کرو اور راہ خدا میں جہاد کرو تاکہ فلاح اور نجات پا جاؤ۔

نکات:

☆ حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: بہترین وسیلہ جس کے ذریعے خدا تعالیٰ سے نزدیک ہوا جا سکتا ہے: خدا اور اس کے رسول پر ایمان، اس کی راہ میں جہاد، کلمہ اخلاص، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، ماہ رمضان کے روزے رکھنا، حج و عمرہ ادا کرنا، صلہ رحم کرنا، پوشیدہ اور علنی انفاق کرنا اور نیک کام انجام دینا ہے۔ (نہج البلاغہ، خ ۱۱۰)

☆ اہلبیت علیہم السلام وہی مضبوط رسی اور خدا سے تقرب کا وسیلہ ہیں۔ ''هم العروة الوثقیٰ و الوسیلة الی الله'' (تفسیر صافی)

☆ توسل ایسا موضوع ہے جو بہت سی اہلسنت کتب میں موجود ہے، جیسے ابن حجر کی صواعق، بیہقی کی سنن، دارمی کی صحیح اور وفا الوفاء میں اس بارے میں روایت نقل ہوئی ہے۔ سورہ نساء کی آیت ۶۴، سورہ یوسف کی آیت ۹۷ اور سورہ توبہ کی آیت ۱۱۴ بھی توسل کی سند ہو سکتی ہیں۔

پیغام:

۱۔ ''اٰمَنُوا'' ایمان، ''اتَّقُوا اللهَ'' تقویٰ، ''وَابۡتَغُوۡۤا اِلَیۡهِ الۡوَسِیۡلَةَ'' شفاعت اور ''وَجَاهِدُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِهٖ'' یعنی جہاد، خوشبختی اور کامیابی کا راستہ ہے۔ ''لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ﴿۳۵﴾''

۲۔ فلاح و کامیابی تک پہنچنے کیلئے گناہوں کو ترک کرنا ہوگا۔ ''اتَّقُوا اللهَ'' اس کے علاوہ اطاعت بھی کرنی چاہیے۔ ''وَابۡتَغُوۡۤا اِلَیۡهِ الۡوَسِیۡلَةَ''

۳۔ تمام نیک کام سعادت و خوش بختی کا وسیلہ ہیں۔ (مگر یہ کہ خود ہی اس وسیلہ کو ختم نہ کر دے۔) ''لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ﴿۳۵﴾''

آیت نمبر ۳۶۔۳۷

اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لَوۡ اَنَّ لَهُمۡ مَّا فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا وَّمِثۡلَهٗ مَعَهٗ لِیَفۡتَدُوۡا بِهٖ مِنۡ عَذَابِ یَوۡمِ الۡقِیٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنۡهُمۡ ۚ وَلَهُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ﴿۳۶﴾

یُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یَّخۡرُجُوۡا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمۡ بِخٰرِجِیۡنَ مِنۡهَا ۫ وَلَهُمۡ

عَذَابٌ مُّقِيۡمٌ ﴿۳۷﴾

ترجمة الآيات

جو لوگ کافر ہو گئے ہیں اگر روئے زمین پر جو کچھ ہے اور اس کے برابر ان کے پاس ہوتا کہ وہ روز قیامت سزا سے نجات کے لیے فدیہ کے طور دے دیں تو بھی ان سے قبول نہیں کیا جائے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔

وہ ہمیشہ چاہیں گے کہ آگ سے نکل آئیں لیکن وہ اس سے نکل نہ پائیں گے اور ان کے لیے پائیدار عذاب ہوگا۔

نکات:

☆ قیامت میں نجات کی تمام راہیں بند ہونگی، کافر رحمت الٰہی سے کوئی فائدہ حاصل نہ کرسکیں گے۔ کیونکہ رحمت اہل تقویٰ کیلئے مخصوص ہے۔ ''رَحۡمَتِيۡ وَسِعَتۡ كُلَّ شَيۡءٍ ؕ فَسَاَكۡتُبُهَا لِلَّذِيۡنَ يَتَّقُوۡنَ'' (اعراف۔۱۵۶) انہیں شفاعت سے بھی کچھ نہ دیا جائے گا کیونکہ شفاعت ان لوگوں کیلئے مخصوص ہے جن سے خدا راضی ہو۔ ''لَّا تَنۡفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنۡ اَذِنَ لَهُ الرَّحۡمٰنُ وَرَضِيَ لَهٗ قَوۡلًا ﴿۱۰۹﴾'' (طہ۔۱۰۹) ان کیلئے موت کے علاوہ کوئی صورت نہ ہوگی کیونکہ وہ مسلسل آگ میں رہیں گے اور موت کی درخواست کریں گے لیکن ان کی درخواست قبول نہ کی جائے گی۔ ''وَنَادَوۡا يٰمٰلِكُ لِيَقۡضِ عَلَيۡنَا رَبُّكَ ؕ قَالَ اِنَّكُمۡ مّٰكِثُوۡنَ ﴿۷۷﴾'' (زخرف۔۷۷)

پیغام:

۱۔ مال و دولت صرف دنیا میں کام آسکتی ہے، آخرت میں دنیاوی ثروت بے فائدہ ہے۔ ''مَا تُقُبِّلَ ۔۔۔''

۲۔ قیامت کے دن عدالت الٰہی میں فدیہ قبول نہیں کیا جائے گا۔ ''لِيَفۡتَدُوۡا بِهٖ مِنۡ عَذَابِ يَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ''

۳۔ سعادت کا اصلی سبب انسان کے اندر ہے (ایمان، تقویٰ و جہاد)۔ انسان کے باہر نہیں ہے، جیسے مال و دولت ہے۔ ''لَهُمۡ مَّا فِي الۡاَرۡضِ جَمِيۡعًا ۔۔۔ مَا تُقُبِّلَ مِنۡهُمۡ ۚ''

۴۔ کافروں کا عذاب نہ فدیہ دینے سے دور ہوتا ہے اور نہ ہی وقت کے گذر جانے سے منقطع ہوتا ہے۔ ''وَمَا هُمۡ بِخٰرِجِيۡنَ''

۵۔ اگر کوئی دنیا میں اس قدر دلائل اور ہدایت کے باوجود شرک اور جہالت کی ظلمت سے باہر نہ نکل سکا تو وہ آخرت میں بھی جہنم سے باہر نہ نکل پائے گا۔ ''لَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيمٌ ۝۳۷''

آیت نمبر ۳۸

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝۳۸

ترجمۃ الآیات

چور مرد اور عورت کا ہاتھ اس کے انجام دیئے گئے عمل کی پاداش میں خدائی سزا کے طور پر کاٹ دو اور اللہ توانا اور حکمت والا ہے۔

نکات:

☆ ''نکال'' کا مطلب روکنے والی چیز ہے۔ اسلامی کیفری قوانین بھی جرائم کو روکنے کا سبب بنتے ہیں، انتقامی کاروائی نہیں ہے۔ ''نکال'' ایسی سزا کو کہتے ہیں جو دوسروں کیلئے عبرت کا باعث ہو۔ (قاموس قرآن)

☆ اس آیت میں پہلے چور مرد اور پھر چور عورت کی بات کی گئی ہے۔ لیکن سورہ نور کی دوسری آیت میں عورتوں کا حکم بیان ہوا ہے۔ پہلے زنا کرنے والی عورت اور پھر زنا کرنے والے مرد کا بات آئی ہے۔ یہ شاید اس لیے ہے کہ چوری میں مرد کی مجرم ذہنیت زیادہ کام کرتی ہے اور زنا میں گنہگار عورت کا کردار زیادہ ہوتا ہے۔

☆ مرحوم سید مرتضیٰ علم الھدیٰ (ہزار سال پہلے کے علما میں سے ہیں) سے کسی نے پوچھا: کیوں جس ہاتھ کی دیت پانچ سو مثقال سونا ہے، وہ ایک چوتھائی مثقال سونا چوری کرنے پر کاٹ دیا جاتا ہے؟ انہوں نے جواب میں فرمایا: ''امانت'' ہاتھ کی قیمت کو بڑھا دیتی ہے اور ''خیانت'' اس کی قیمت کو کم کر دیتی ہے۔

☆ روایات کے مطابق قطع دست کی مقدار صرف چار انگلیاں ہیں لہٰذا انگوٹھا اور ہتھیلی باقی چھوڑ دینی چاہیے۔ جس مال کی خاطر ہاتھ کو کاٹا جاتا ہے وہ مال کم از کم ایک دینار کا چوتھائی حصہ ہو (ایک مثقال سونے کا چوتھائی حصہ) یا اس کی قیمت کے برابر ہونا چاہیے۔

وہ مال کسی گھر میں محفوظ کیا گیا ہو، سرائے، حمام، مسجد اور عمومی جگہیں نہ ہوں۔ چور ہاتھ کاٹنے کے قانون سے بھی مطلع

ہو، ورنہ اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ اگر قحط کے دنوں میں کوئی مجبوری اور اضطرار کی حالت میں کھانے کی چیز چوری کرلے تو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ البتہ جن موارد میں ہاتھ نہیں کاٹا جاتا بعض دوسری سزائیں متعین کی جاتی ہیں جن کی تفصیل فقہی کتب میں موجود ہے۔ (تفسیر صافی)

☆ نماز میں چوری اور ناقص رکوع وسجود پڑھنے کو پیغمبر اسلامؐ نے بدترین چوری قرار دیا ہے۔ (تفسیر قرطبی)

☆ ان احکام کو جاری کرنے کیلئے حکومت، قدرت، نظام اور اداروں کی ضرورت ہے لہٰذا اسلام حکومتی اور سیاسی دین ہے۔

☆ اسلام ہاتھ کاٹنے سے پہلے کام کی اہمیت اور ضرورت پر زور دیتا ہے۔ اسلام بیت المال کے ذریعے فقیروں اور ان کے نزدیکیوں کی زندگی میں دیکھ بھال نیز قرض الحسنہ اور تعاون کی اہمیت اور ضرورت پر بھی تاکید کرتا ہے۔ اس کے باوجود فقر و غربت، چوری کیلئے بہانہ یا جائز ہونے کی وجہ نہیں ہوسکتے۔ (تفسیر فی ظلال القرآن)

☆ دنیا کے عدالتی کیفری نظام چونکہ جیل بھیجنے اور جرمانہ کی حد تک ہیں اس لیے وہ چوری کو روکنے سے عاجز ہیں۔

☆ ہاتھ کا کاٹنا، مجرم کیلئے ہمیشہ ایک ہوشیار باش ہے نیز خود کو اور دوسروں کو دوبارہ ایسی لغزش کرنے سے روکنے کا باعث ہے۔ ''فَاقۡطَعُوۡۤا اَيۡدِيَهُمَا''

پیغام:

۱۔ سزا میں چور مرد اور عورت کا ایک ہی حکم ہے۔ ''وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ''

۲۔ معاشرے کے امن و امان کو حتمی انداز میں محفوظ کریں۔ ''فَاقۡطَعُوۡۤا''

۳۔ بھاری جرمانہ اور سخت قسم کی سزائیں، چوری کو روکنے کا مؤثر ذریعہ ہیں۔ ''نَكَالًا''

۴۔ اسلام کے کیفری قوانین میں مجرم کی تنبیہ کے علاوہ دوسروں کی عبرت کا بھی خیال رکھا گیا ہے۔ ''نَكَالًا''

۵۔ الٰہی حدود کو جاری کرتے ہوئے احساسات کے زیر اثر نہیں چلے جانا چاہیے۔ ''فَاقۡطَعُوۡۤا''

۶۔ ہاتھ کاٹنے کا حکم چاہے قاضی یا حکمران کی طرف سے ہوتا ہے لیکن خدا تعالیٰ تمام مومنین کو خطاب فرما رہا ہے، ''فَاقۡطَعُوۡۤا اَيۡدِيَهُمَا'' تاکہ وہ الٰہی حدود کو نافذ ہونے میں مددگار ثابت ہوں۔

۷۔ شخصی ملکیت اور امن عامہ کی حفاظت اس قدر اہم ہے کہ اس کی خاطر چور کے ہاتھ کاٹ دیے جانے چاہئیں۔ ''فَاقۡطَعُوۡۤا''

۸۔ طاقت کا استعمال کسی حساب کتاب سے اور دائرکار میں ہونا چاہیے۔ ''عَزِيۡزٌ حَكِيۡمٌ ۝۳۸''

۹۔ چور کے ہاتھ کاٹنے کا حکم، خدا تعالیٰ کی عزت وحکمت کا ایک جلوہ ہے۔ ''فَاقۡطَعُوۡۤا ۔۔۔ عَزِيۡزٌ حَكِيۡمٌ ۝۳۸''

آیت نمبر ۳۹

فَمَنۡ تَابَ مِنۡۢ بَعۡدِ ظُلۡمِهٖ وَاَصۡلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوۡبُ عَلَيۡهِ‌ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۳۹﴾

ترجمۃ الآیات

لیکن جو شخص ظلم کرنے کے بعد توبہ کرے (اور اپنے برے کاموں کی) اصلاح اور تلافی کرے تو اللہ اس کی توبہ قبول فرمائے گا کیونکہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

نکات:

☆ اسلام میں سزائیں بھی ہدایت، تربیت اور رحمت کے ہمراہ ہیں۔ پہلے والی آیت میں چور کی سزا بیان ہوئی ہے۔ یہاں معاف کرنے والے غفور خدا کی بارگاہ میں توبہ اور ایسی برائیوں کی اصلاح کا ذکر ہے، جن کے سبب انسان خدا تعالیٰ کے لطف و کرم سے محروم ہو جاتا ہے۔

☆ اگر چور گرفتار ہونے سے پہلے توبہ کرلے اور مال واپس کر دے تو دنیا میں بھی معاف کر دیا جائے اور آخرت میں بھی قابل معافی ہے۔ (کافی، ج۷، ص۲۵۰) لیکن گرفتار ہونے کے بعد حد جاری کی جائے گی اور توبہ کا تعلق صرف آخرت سے ہوگا۔

☆ حدیث میں ہے کہ ایک چور (جس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا تھا) نے پیغمبر اکرمؐ سے سوال کیا کہ کیا میرے لیے راہ توبہ کھلا ہوا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: جی! کھلا ہے، آج (جب تم پر حد جاری کر دی گئی ہے) تم ایسے ہو گئے ہو جیسے ماں کے شکم سے پیدا ہونے والا بچہ ہوتا ہے۔ (تفسیر المیزان)

پیغام:

۱۔ خطا کار انسان کیلئے ہمیشہ واپسی اور اصلاح کا راستہ کھلا رہتا ہے۔ ''فَمَنۡ تَابَ''

۲۔ توبہ صرف اندرونی ندامت ہی نہیں ہے بلکہ اسے گذشتہ خرابیوں کے ازلہ کے ہمراہ ہونا چاہیے۔ ''وَاَصۡلَحَ''

۳۔ اگر انسان توبہ کرے تو خدا تعالیٰ بھی اس سے توبہ قبول فرماتا ہے۔ ''يَتُوۡبُ عَلَيۡهِ‌ؕ''

۴۔ چوری، خود پر اور معاشرے پر بھی ظلم ہے، نیز امن عامہ کی حدود کو پامال کرنا بھی ہے۔ ''بَعۡدِ ظُلۡمِهٖ''

۵۔ مجرمین کو راہ خدا کی طرف دعوت دیں اور امید دلائیں۔ ''فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوۡبُ عَلَيۡهِ‌ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۳۹﴾''

آیت نمبر ۴۰

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۴۰﴾

ترجمۃ الآیات

کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ کیلئے ہے آسمانوں اور زمین کی ملکیت اور حکومت؟ جسے چاہتا ہے (اپنی حکمت اور عدالت کے مطابق) سزا دیتا ہے، اور جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ (محارب و مفسد اور چور کو سزا دیتا ہے جبکہ توبہ کرنے والے اور پشیمان کی توبہ قبول کرتا اور معاف فرما دیتا ہے۔)

پیغام:

۱۔ جو کوئی کائنات پر حاکم ہے، اُسی کا حق ہے کہ کائنات کے بارے میں قانون بھی بنائے۔ ''وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ ۔۔۔لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ ۔۔۔''

۲۔ مجرمین کو جان لینا چاہیے کہ فرار کا کوئی راستہ نہیں ہے اور انہیں خدا کی طرف واپس جانا ہے۔ ''اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ''

۳۔ خدا تعالیٰ بندوں کی توبہ کا محتاج نہیں ہے کیونکہ تمام کائنات وہستی اُسی کی ہے۔ ''لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ''

۴۔ انسان کو خوف اور اُمید کی درمیانی کیفیت میں ہونا چاہیے۔ ''يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ''

۵۔ معاف کرنا یا عذاب دینا، دونوں اس کی قدرت کا نمونہ ہیں۔ ''يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ ۔۔۔ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۴۰﴾''

آیت نمبر ۴۱

يَاۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۛ وَمِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا ۛ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ۙ لَمْ يَاْتُوْكَ ؕ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ۚ يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا ؕ وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ ؕ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ۖۚ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۴۱﴾

ترجمۃ الآیات

اے رسول: وہ لوگ جو کفر (اختیار کرنے) میں جلدی کرتے ہیں (ان کا یہ عمل) آپ کو غمزدہ نہ کردے (خواہ وہ گروہ منافقانہ) زبان سے کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں اور ان کے دل ایمان نہیں لے آئے اور یونہی یہودیوں کے بارے میں (جو اسی راہ پر چلتے ہیں) وہ زیادہ آپ کی باتیں سنتے ہیں تاکہ انہیں تمہاری تکذیب کے لیے کوئی بات ہاتھ آجائے، وہ ان لوگوں کے جاسوس ہیں جو (لوگ) خود تمہارے پاس نہیں آئے وہ باتوں کو (تورات میں سے یا پیغمبر کی باتوں کو) ان کی جگہ سے بدل دیتے ہیں اور (ایک دوسرے سے) کہتے ہیں کہ اگر یہ (جو ہم چاہتے ہیں) تمہیں دیں (اور محمد تمہاری خواہش کے مطابق فیصلہ کریں) تو اسے قبول کرلو ورنہ دوری اختیار کرو (اور اس پر عمل نہ کرو) اور (اے پیغمبر!) جسے اللہ (اس کے پے در پے گناہوں کی وجہ سے) سزا دینا چاہے تو کوئی اسے بچا نہیں سکتا۔ وہ ایسے لوگ

ہیں کہ اللہ ان کے دلوں کی پاکیزگی (طہارت) نہیں چاہتا انہیں دنیا میں رسوائی نصیب ہوگی اور آخرت میں وہ عذاب عظیم سے دوچار ہوں گے۔

نکات:

☆ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودی علما بعض منافقین اور یہودیوں کو پیغمبر اسلام کے پاس بھیجتے تھے اور خود کسی قسم کا مقابلہ یا سامنا کرنے سے دور رہتے تھے۔ ''لم یاتوك'' ان کا مقصد یہ ہوا کرتا تھا کہ وہ جان سکیں کہ کیا اسلام کے احکام و دستورات وہی ہیں جو انہوں نے تورات سے تحریف کیے ہیں یا نہیں؟ مزید یہ کہ وہ تاکید کیا کرتے تھے کہ پیغمبر اسلام کی باتیں اگر ہمارے مطابق ہوئیں تو قبول کر لینا اور ورنہ قبول نہ کرنا۔ منافقین اور بھیجا گیا گروہ حضورؐ کے پاس آتے، بہت غور سے باتیں سنتے تاکہ اس میں کچھ جھوٹ شامل کر کے افواہیں پھیلائیں۔ ''سَمّٰعُوۡنَ لِلۡكَذِبِ''

پیغام:

۱۔ انبیا گمراہ لوگوں کے بارے میں بہت ہمدردی رکھتے ہیں۔ ''یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوۡلُ لَا یَحۡزُنۡكَ''

۲۔ کفر، ایک ایسا میدان ہے کہ کچھ لوگ اس میں بہت تیزی سے آگے بڑھتے ہیں اور ہر لحہ ان کے کفر میں اضافہ ہوتا ہے۔ ''یُسَارِعُوۡنَ فِی الۡكُفۡرِ''

۳۔ دشمن، کفر اور نفاق میں جلدی کرتے ہیں، چاق و چوبند رہتے ہیں تو پھر مسلمان حق کے راستے میں کیوں سستی کرتے ہیں؟ ''یُسَارِعُوۡنَ فِی الۡكُفۡرِ''

۴۔ نفاق، کفر میں اضافے کا موجب ہے۔ ''یُسَارِعُوۡنَ فِی الۡكُفۡرِ مِنَ الَّذِیۡنَ قَالُوۡۤا اٰمَنَّا بِاَفۡوَاهِهِمۡ''

۵۔ ایمان، دل سے قبول کرنے کا نام ہے صرف زبانی اظہار نہیں ہے۔ ''اٰمَنَّا بِاَفۡوَاهِهِمۡ وَلَمۡ تُؤۡمِنۡ قُلُوۡبُهُمۡ''

۶۔ ایسا ایمان اہمیت رکھتا ہے جو دل میں راسخ ہو چکا ہو۔ ''وَلَمۡ تُؤۡمِنۡ قُلُوۡبُهُمۡ''

۷۔ دل، ایمان کا مرکز ہے۔ ''وَلَمۡ تُؤۡمِنۡ قُلُوۡبُهُمۡ''

۸۔ منافقین اور یہودی اہداف و مقاصد میں ایک دوسرے کے ہمراہی ہیں۔ ''مِنَ الَّذِیۡنَ قَالُوۡۤا اٰمَنَّا بِاَفۡوَاهِهِمۡ وَلَمۡ تُؤۡمِنۡ قُلُوۡبُهُمۡ ۚۛ وَمِنَ الَّذِیۡنَ هَادُوۡا ۚۛ''

۹۔ سننا اہم نہیں ہے، نیت اور مقصد اہم ہے۔ ''سَمّٰعُوۡنَ لِلۡكَذِبِ''

۱۰۔ کفار، مسلمانوں کے درمیان اپنے موثر افراد اور جاسوس رکھتے ہیں۔ دینی مبلغین کو تمام سننے والوں کے بارے میں خوش گمان نہیں ہونا چاہیے۔ ''سَمّٰعُوۡنَ لِقَوۡمٍ اٰخَرِیۡنَ ۙ''

۱۱۔ تحریف کرنا، یہود کی طرف سے ثقافتی اور دینی خیانت ہے۔ ''یُحَرِّفُوۡنَ الۡكَلِمَ''

۱۲۔ٹٹولنا اور خبر چینی کرنا تقویٰ سے دور اور خطرناک کام ہے۔''سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ۙ لَمْ يَاْتُوْكَ ؕ يُحَرِّفُوْنَ ۔۔۔''

۱۳۔آسمانی کلمات میں سے ہر ایک کی اپنی مخصوص جگہ واہمیت ہے۔''مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ۚ''

۱۴۔اس کی بجائے کہ خدائی احکام ہماری مرضی کے مطابق ہوں، ہمیں خدا تعالیٰ کے احکام کے سامنے تسلیم ہونا چاہیے ''فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا ؕ''

(کچھ لوگ اُن مراجع تقلید، علما، عدالتوں اور قوانین کے پیچھے جاتے ہیں جو اُن کی مرضی کے مطابق حکم لگاتے ہیں۔ یہ آیت اس بات سے منع کر رہی ہے۔)

۱۵۔گناہ، انسان کو ہدایت دینے کی اہلیت سے گرا دیتا ہے۔''وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ''

۱۶۔منافقین، پیغمبروں کی شفاعت سے محروم رہیں گے۔''فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ''

۱۷۔ضدی متعصب اور ہوس پرست افراد کیلئے حتیٰ رسول اللہ بھی کچھ نہیں کر سکتے۔''فَلَنْ تَمْلِكَ''

۱۸۔انسان کے برے کردار اور برے اعمال کے بدلے قہر الٰہی نازل ہوتا ہے۔''سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ ۔۔۔ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ ؕ''

۱۹۔ہٹ دھرم اور ضدی دل، حق کی طرف سے ملنے والے لطف و کرم سے محروم رہتا ہے۔''لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ ؕ''

۲۰۔دنیا کا عذاب، عذاب آخرت کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہے۔''فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ۖۚ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝۴۱''

۲۱۔منافقین کیلئے دنیا میں بھی بدبختی ہے اور روز قیامت بھی عظیم عذاب ان کے انتظار میں ہے۔''لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝۴۱''

آیت نمبر ۴۲

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ؕ فَاِنْ جَآءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ وَاِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَّضُرُّوْكَ

شَيۡـًٔا ؕ وَاِنۡ حَكَمۡتَ فَاحۡكُمۡ بَيۡنَهُمۡ بِالۡقِسۡطِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُقۡسِطِيۡنَ﴿۴۲﴾

ترجمۃ الآیات

وہ تمہاری باتیں بہت غور سے سنتے ہیں تاکہ انہیں جھٹلائیں ۔ وہ مال حرام (رشوت اور سود) زیادہ کھاتے ہیں ۔ پس اگر وہ تمہارے پاس (قضاوت کیلئے) آئیں تو ان کے درمیان قضاوت کرو، یا انہیں ان کی حالت پر چھوڑ دو، اور اگر ان سے صرف نظر کرلو تو وہ تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتے ، اور اگر ان کے درمیان فیصلہ کردو اور عدالت سے کام لو تو اللہ عدل کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

نکات:

☆ کچھ یہودی جنہوں نے محصنہ عورت (شوہردار) کے ساتھ زنا کیا تھا، سنگساری کی سزا سے بچنے کی خاطر، جس کا حکم دین یہود میں بھی آیا تھا (تورات، سفر تثنیہ، فصل ۲۳ میں زنا کا حکم بیان ہوا ہے۔) حکم کیلئے پیغمبر اکرمؐ کے پاس آئے، اس بات سے غافل کہ اسلام میں بھی ایسے زنا کار کا حکم سنگسار کرنا ہے۔ جب دیکھا کہ اسلام کا حکم بھی یہی ہے تو پیغمبر اکرمؐ کا حکم ماننے کیلئے تیار نہ ہوئے۔

☆ ''سُحۡتِ'' کے معنی روایات کے مطابق رشوت اور ایسے تحفے ہیں جو کوئی کام کرنے کیلئے دیے جاتے ہیں۔ (وسائل، ج ۱۷، ص ۹۵) لغات میں سُّحۡتِ ایسے حرام کام کو کہتے ہیں جس کی وجہ سے اس کام کے کرنے والا شخص ذلیل وخوار ہو جائے۔ (مفردات راغب)

☆ ''سَمّٰعُوۡنَ لِلۡكَذِبِ'' اس کا معنی یا تو یہ ہے کہ باتوں کو غور سے سنتے ہیں اس نیت کے ساتھ کہ بعد میں اس کو جھوٹ ثابت کرسکیں اور اس میں تحریف کرسکیں، یا اس کا معنی یہ ہے کہ یہودی عوام اپنے علما کے اس جھوٹ اور ان کی اس تحریف کا علم رکھنے کے باوجود اُن کی باتوں پر کان دھرتے ہیں اور ان کی باتوں کو قبول کرتے ہیں۔

☆ یہ آیت پیغمبر اکرمؐ سے خطاب کرتے ہوئے فرما رہی ہے کہ اگرچہ علمائے یہود آپؐ کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں اور آپؐ اسلامی معاشرے و دین کی خاطر فکرمند ہیں لیکن خدا تعالیٰ آپؐ کو خوشخبری دیتا ہے کہ اگر آپؐ مصلحت اس میں دیکھیں کہ انہیں نظرانداز کریں تو اس بارے میں ہرگز پریشان نہ ہوں۔ ''وَاِنۡ تُعۡرِضۡ عَنۡهُمۡ فَلَنۡ يَّضُرُّوۡكَ شَيۡـًٔا ؕ''

پیغام:

۱۔ یہودی علما رشوت خور تھے، ''اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ؕ'' اور ان کی عوام جھوٹ سننے کی خواہشمند تھی۔ ''سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ'' (''سَمّٰعُوْنَ'' کا ایک کے بعد دوسری آیت میں مسلسل تکرار اس سے مراد شاید یہ ہو کہ یہ طریقہ کار آہستہ آہستہ ان کی عادت بن گیا تھا۔)

۲۔ مسلمان، اہل کتاب کے ساتھ یوں اکٹھے زندگی گذارتے تھے کہ اپنے فیصلوں کیلئے پیغمبر اسلامؐ کے پاس آیا کرتے تھے۔ ''جَآءُوْكَ''

۳۔ پیغمبر اکرمؐ کے پاس منصب نبوت کے علاوہ حکومت کی ذمہ داری بھی تھی۔ '' فَاحْكُمْ بَیْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ''

۴۔ حکومتی معاملات اور قضاوت کے سلسلے میں خدا تعالیٰ کی طرف سے انبیا کو اختیارات دیے گئے ہیں جن کے مطابق وہ اپنی صوابدید پر فیصلے کرتے ہیں۔ ''فَاحْكُمْ بَیْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ''

۵۔ اسلامی حکومت کی وسعتوں میں اہل کتاب بھی شامل ہوتے ہیں۔ ''فَاحْكُمْ بَیْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ؕ''

۶۔ اگر غیر اسلامی ممالک میں قضاوت کرنے کیلئے اسلامی حاکم کا انتخاب ہو تو اسے چاہیے کہ عدالت، جرأت اور صراحت، وضاحت کا پوری طرح خیال رکھے۔ ''فَاحْكُمْ بَیْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ؕ''

۷۔ نسلی و علاقائی مسائل، گروہی تعصّبات، ذاتی شخصی رجحانات اور دھمکیاں، قضاوت پر اثر انداز نہیں ہونی چاہیے۔ ''فَاحْكُمْ بَیْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ؕ''

۸۔ ہمیشہ عدل کرنا اور ہر گروہ کے ساتھ اس کا خیال رکھنا ایک خدا پسند عادت ہے۔ ''فَاحْكُمْ بَیْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ ﴿۴۲﴾''

آیت نمبر ۴۳

وَ كَیْفَ یُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِیْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ یَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَاۤ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۴۳﴾

ترجمة الآیات

وہ (یہودی) کس طرح تجھے فیصلہ کے لیے بلاتے ہیں جبکہ ان کے پاس تورات ہے اور اس میں خدا کا حکم موجود ہے (اور پھر جب آپؐ نے اس کتاب کے مطابق) فیصلہ (سنا دیا تو اس)

کے بعد انہوں نے چاہا کہ تجھ سے منہ پھیر لیں اور وہ مومن نہیں ہیں۔

نکات:

☆ جس طرح ہم نے پہلے والی آیت میں بیان کیا: یہودیوں کا پیغمبر اسلام کے پاس جانے کا مقصد سزا میں کمی کروانا تھا جبکہ وہ تورات تک دسترسی رکھتے تھے جو ان کی ضرورت کو پورا کرتی تھی لیکن وہ کسی آسان قانون کی تلاش میں تھے۔

پیغام:

۱۔ ساری تورات تحریف نہیں ہوئی۔ ''وَعِنۡدَهُمُ التَّوۡرٰىةُ فِيۡهَا حُكۡمُ اللّٰهِ''

۲۔ کاش، اہل کتاب اپنی کتاب کے احکام پر پابند ہوتے۔ ''وَعِنۡدَهُمُ التَّوۡرٰىةُ فِيۡهَا حُكۡمُ اللّٰهِ''

۳۔ کچھ لوگوں کیلئے اہم بات قانون میں رعایت ہوتی ہے، قانون پر ایمان اور انجام فرائض نہیں۔

(اسی وجہ سے تورات جیسا قانون رکھنے کے باوجود سزاؤں میں رعایت اور آسانی کی خاطر پیغمبرؐ کے پاس آیا کرتے تھے۔) ''ثُمَّ يَتَوَلَّوۡنَ مِنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِكَ ؕ''

۴۔ ایمان کی علامت، قانون کے سامنے تسلیم ہونا ہے۔ ''وَمَاۤ اُولٰٓئِكَ بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ۝۴۳''

آیت نمبر ۴۴

اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنَا التَّوۡرٰىةَ فِيۡهَا هُدًى وَّنُوۡرٌ ۚ يَحۡكُمُ بِهَا النَّبِيُّوۡنَ الَّذِيۡنَ اَسۡلَمُوۡا لِلَّذِيۡنَ هَادُوۡا وَالرَّبّٰنِيُّوۡنَ وَالۡاَحۡبَارُ بِمَا اسۡتُحۡفِظُوۡا مِنۡ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوۡا عَلَيۡهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخۡشَوُا النَّاسَ وَاخۡشَوۡنِ وَلَا تَشۡتَرُوۡا بِاٰيٰتِىۡ ثَمَنًا قَلِيۡلًا ؕ وَمَنۡ لَّمۡ يَحۡكُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡكٰفِرُوۡنَ۝۴۴

ترجمۃ الآیات

ہم نے تورات کو نازل کیا جس میں ہدایت اور نور ہے اور انبیا جو حکم خدا کے سامنے تسلیم تھے،

اس کے مطابق یہودیوں میں فیصلہ کرتے تھے اور (اسی طرح) علما بھی اس کتاب کے مطابق حکم کرتے تھے جو ان کے سپرد تھی اور وہ اس پر گواہ تھے اس بنا پر (اے علما! آیات الٰہی کے مطابق فیصلہ کرنے کے بارے میں) لوگوں سے نہ ڈرو اور (میری مخالفت پر) مجھ سے ڈرو اور میری آیات معمولی قیمت پر نہ بیچو اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق حکم نہیں کرتے، وہ کافر ہیں۔

نکات:

☆ ''ربانی'' لفظ ''ربان'' سے، تربیت کرنے والے کے معنی میں ہے۔ بعض کے مطابق اس لفظ ''ربانی'' کا تعلق ''رب العالمین'' کے ساتھ ہے۔ خدا تعالیٰ کے عطا کردہ علم وقوت عمل کے ساتھ افراد کی تربیت کا ذمہ لیتا ہے۔

☆ حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے: ''انا ربانی هذه الأمة'' اس امت کا ربانی (تربیت کرنے والا) میں ہوں۔ (تفسیر مراغی)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے بھی فرمایا: ربانیون، پیغمبر اکرمؐ کے اہلبیت ہیں۔ (تفسیر صافی)

☆ ''حِبر'' کا معنی نیک اثر ہے۔ چونکہ علما معاشرے میں نیک اثرات کا موجب ہوتے ہیں اس لیے انہیں حبر اور احبار کہا جاتا ہے۔ ابن عباس کو بھی حبر الامۃ کا لقب دیا گیا ہے۔

☆ رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر کوئی حتیٰ دو درہم کے برابر قضاوت میں ناحق فیصلہ دے تو وہ اس آیت کے آخری حصہ کا مصداق ہوگا۔ ''هُمُ الْكٰفِرُوْنَ﴿۴۴﴾'' (تفسیر صافی؛ کافی، ج ۷، ص ۴۰۸)

پیغام:

۱۔ موجودہ تورات میں تحریف کے بارے معلوم ہونے کے بعد اصل آسمانی کتاب کی قدر کو جاننا چاہیے۔ ''فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ''

۲۔ تورات اگرچہ جناب موسیٰؑ پر نازل ہوئی تھی لیکن ان کے بعد تمام انبیا اور علما اس بات پر مامور تھے کہ اس کے مطابق حکم لگائیں۔ ''يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ''

۳۔ وحی سے استناد ہونے والے قوانین کو قبول کر لینا چاہیے۔ (انبیا اور علما پر قضاوت کے واجب ہونے کا لازمہ لوگوں کا اسے قبول کر لینا ہے۔) ''يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ...''

۴۔ انبیا کا اپنی طرف سے کوئی حکم صادر نہیں ہوتا بلکہ وہ حکم خدا کے سامنے تسلیم ہیں۔ ''اَسْلَمُوْا''

۵۔ اسلام (خدا کے سامنے تسلیم ہونا) تمام مواحدوں کا دین ہے۔ بنی اسرائیل کے انبیا کو بھی ''اَسْلَمُوْا'' کے جملے

کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ ''النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا''

٦۔ ہر اُمت کے علما لوگوں میں خدائی احکام کو لاگو کرنے کے ذمہ دار ہیں۔ (ولایت فقیہ کا تعلق تمام ادیان کے ساتھ ہے۔) ''يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ''

٧۔ دراجات کا خیال رکھنا چاہیے، پہلے انبیا ہیں پھر ائمہ اوران کے بعد علما ہیں۔ ''النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ''

٨۔ یہود میں متعدد انبیا آئے۔ ''يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ ---''

٩۔ تورات میں عدالتی اور حکومتی قوانین ہیں جو قضاوت کیلئے محور تھے۔ ''يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ ---''

١٠۔ معاشرے میں نور و ہدایت اس وقت جاری ہوسکتی ہے جب آسمانی کتاب کے مطابق قضاوت اور حکومت ہو۔ ''فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا''

١١۔ آسمانی کتب کی حفاظت کا راستہ، ان پر عمل کرنا اوران کے مطابق قضاوت اور حکومت کرنا ہے۔ ''يَحْكُمُ بِهَا -- -بِمَا اسْتُحْفِظُوْا'' (اس بنا پر استحفاظ سے مراد ہر طرح کی حفاظت ہے۔)

١٢۔ علما کو مکتب کا محافظ ہونا چاہیے۔ ''بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ''

١٣۔ قضاوت کرنا علما کی ذمہ داری ہے۔ ''يَحْكُمُ بِهَا ---وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ''

١٤۔ علما اور قاضی حضرات کے ذمہ دو بڑی اہم ذمہ داریاں ہیں:

الف: خدا تعالیٰ کے حکم کو لوگوں کے ڈر سے تبدیل نہ کرو۔ ''فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ''

ب: دنیا کے مال کی لالچ میں حق کو چھپانے اور برائیوں کا شکار نہ ہوجاؤ۔ ''وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ''

١٥۔ قضاوت میں انحراف (گمراہی) اختیار کرنا، کفر ہے۔ ''وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ﴿۴۴﴾''

١٦۔ فیصلہ کرنے کیلئے شفافیت، جرات اور قاطعیت ضروری ہے۔ دھمکیوں اور جھوٹی فضا سازی کے زیر اثر نہیں آنا چاہیے۔ ''فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ''

١٧۔ خدا کا خوف، عادلانہ قضاوت کا ضامن ہے۔ ''يَحْكُمُ ---فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ''

١٨۔ تحریف، خاموشی، حق کو چھپانا، فرمان خدا کے علاوہ حکم سنانا، اگر یہ سب کچھ ساری دنیا مل جانے کے بدلے میں ہو تب بھی خسارے اور نقصان کا سودا ہے۔ ''وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ﴿۴۴﴾'' (کیونکہ ساری دنیا ''متاع قلیل'' ہے۔) (''اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ﴿۱۱۶﴾ مَتَاعٌ

قَلِيْلٌ ۖ وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۝ ’’نحل ۔۱۱۶ و ۱۱۷)

۱۹۔ آسمانی قانون رکھنے کے بعد مشرق و مغرب کے قوانین کے پیچھے جانا، کفر ہے جبکہ ایسے قوانین کا کوئی اعتبار نہیں ہے ۔’’وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ۝‘‘

۲۰۔ اگر کسی کیلئے حالات ایسے ہو جائیں کہ وہ حق پر رہتے ہوئے فیصلہ سنا سکتا ہے لیکن وہ خود کو ان حالات سے دور کر لے تو وہ ایسے ہے کہ جسے اس نے کفر اختیار کیا۔۔’’وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ۝‘‘

۲۱۔ طاغوت کے سامنے خاموشی اختیار کرنا اور حق بات کو چھپانا، دولتمندوں کے سامنے دین فروشی کرنا اور عوام کو دھوکہ دینا، وہ خطرات ہیں جو علما کو خبردار کرتے ہیں۔’’فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا ۔۔‘‘

۲۲۔ بزدل اور لالچی علما، دینداری اور آسمانی کتاب کی حفاظت میں سست ہوتے ہیں۔’’فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ ‘‘

۲۳۔ ناحق قضاوت کرنے سے جو کچھ حاصل ہوتا ہے وہ جائز مال نہیں ہے۔’’وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ۔۔۔‘‘

۲۴۔ خوف اور لالچ، فیصلہ کرنے میں انسان کو گمراہ کر دیتے ہیں اور یہ گمراہی کفر کا موجب بنتی ہے۔’’فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ۝‘‘

آیت نمبر ۴۵

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ ۙ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ ۙ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ۭ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ ۭ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۝

ترجمۃ الآیات

اور ہم نے اس (تورات) میں ان (بنی اسرائیل) کے لیے مقرر کر دیا تھا کہ (قصاص میں) جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے میں آنکھ، ناک کے بدلے میں ناک، کان کے بدلے میں کان ہے اور دانت کے بدلے دانت ہے اور ہر زخم کے بدلے (اسی ترتیب اور اندازے

کے مطابق) قصاص ہے۔ پس اگر کوئی صدقہ دے دے تو یہ اس کے گناہوں کا کفارہ شمار ہوگا اور جو شخص خدا کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو ایسے ہی لوگ ظالم ہیں۔

نکات:

☆ گذشتہ آیت میں بیان ہوا کہ تورات ہدایت اور نور ہے۔ اس آیت میں قصاص کا قانون بیان ہوا ہے اور یہ شاید اس بات کی دلیل ہو کہ معاشرے میں قصاص کا قانون رائج کرنا نور و ہدایت کا موجب ہے۔ جیسے ہم ایک دوسری آیت میں پڑھتے ہیں کہ ''وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ '' اور تمہارے لیے قصاص میں حیات ہے۔ (بقرہ۔۱۷۹)

☆ قانون قصاص میں آنکھ اور کان کا ذکر کرنا مثال کیلئے ہے ورنہ جسم کے کسی بھی حصہ کو نقصان پہنچنے کی صورت میں قصاص و دیت کا قانون جاری ہوتا ہے۔ (تفسیر اطیب البیان)

☆ امام جعفر صادق علیہ السلام اس آیت کے بارے میں فرماتے ہیں: جس قدر کوئی قصاص میں سے معاف کرتا ہے خدا تعالیٰ اسی قدر اس کے گناہوں میں سے معاف فرما دیتا ہے۔ (کافی، ج ۷، ص ۳۵۸)

☆ تورات میں دیت نہیں ہے، مجرم کو قصاص کیا جاتا ہے یا اسے معاف کر دیا جاتا ہے لیکن اسلام میں دیت تیسری راہ کے طور پر بیان کی گئی ہے۔ (تفسیر قرطبی)

پیغام:

۱۔ قانون کے سامنے تمام انسان، خواہ وہ کسی بھی نسل، قوم قبیلہ سے ہوں، فقیر ہوں یا غنی ہوں، سب برابر ہیں۔ کسی ایک کا خون دوسرے سے زیادہ رنگین نہیں ہوسکتا۔ '' النَّفْسَ بِالنَّفْسِ '' (البتہ فقہی کتابوں میں عورت و مرد کی نسبت قصاص کے حکم کے بارے بعض لطیف و حکیمانہ نکات کا ذکر موجود ہے۔)

۲۔ گذشتہ ادیان میں بھی قصاص کا حکم موجود تھا۔ (تورات، سفر خروج، فصل ۲۱ و ۲۳ و ۲۶) '' كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ '' (اسلام اور دوسرے مذاہب کے بعض قوانین ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔)

۳۔ یہاں صدقہ سے مراد صرف مال کا انفاق نہیں ہے بلکہ مجرم کو معاف کرنا اس کے گناہ سے درگذر کرنا بھی ایک طرح کا صدقہ ہے۔ '' فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ ''

۴۔ ہماری طرف سے مجرم کو معاف کر دینے کے ساتھ ساتھ خدا تعالیٰ کی بخشش بھی اس کے پیچھے پیچھے چلی آتی ہے۔ '' فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ ''

(اس سے مراد شاید یہ ہو کہ ہماری معافی مجرم کے گناہوں کا کفارہ بن جائے اور قیامت کے دن ہمارے معاف کرنے کی وجہ سے وہ اس گناہ کے عذاب میں گرفتار نہ ہو۔) (تفسیر المیزان)

۵۔ اسلام میں کیفری معاملات کے ساتھ ساتھ اخلاقی مسائل کا بھی لحاظ رکھا گیا ہے۔ ''وَ كَتَبۡنَا عَلَيۡهِمۡ ... قِصَاصٌ ؕ فَمَنۡ تَصَدَّقَ بِهٖ''

۶۔صرف مالی جرمانہ اور قید مجرم کو جرم کرنے سے نہیں روک سکتے۔ ''اَلنَّفۡسَ بِالنَّفۡسِ ۙ''

۷۔ اگر حکم خدا نافذ نہ ہو تو معاشرے میں ظلم پھیل جاتا ہے۔ ''وَمَنۡ لَّمۡ يَحۡكُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰۤئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ ۝۴۵''

آیت نمبر ۴۶

وَقَفَّيۡنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمۡ بِعِيۡسَى ابۡنِ مَرۡيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيۡنَ يَدَيۡهِ مِنَ التَّوۡرٰىةِ ۖ وَاٰتَيۡنٰهُ الۡاِنۡجِيۡلَ فِيۡهِ هُدًى وَّنُوۡرٌ ۙ وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيۡنَ يَدَيۡهِ مِنَ التَّوۡرٰىةِ وَهُدًى وَّمَوۡعِظَةً لِّلۡمُتَّقِيۡنَ ۝۴۶ؕ

ترجمۃ الآیات

اور (گذشتہ انبیا) کے بعد ہم نے عیسی ابن مریم کو مقرر کیا تاکہ اس سے پہلے جو تورات میں بھیجا گیا تھا، اس کی تصدیق کرے اور ہم نے اسے انجیل دی جس میں ہدایت اور نور تھا اور وہ تورات کی تصدیق کرتی تھی اور (یہ کتاب) متقیوں کے لیے ہدایت اور موعظہ ہے۔

نکات:

☆ قرآن متقین کی ہدایت کرنے والا ہے۔ ''هُدًى لِّلۡمُتَّقِيۡنَ ۝۲'' (بقرہ۔ ۲) اسی طرح انجیل بھی ہدایت کا ذریعہ ہے اور پرہیز گاروں کیلئے موعظہ ہے۔ ''هُدًى وَّمَوۡعِظَةً لِّلۡمُتَّقِيۡنَ ۝۴۶ؕ''

☆ اس آیت میں ''هُدًى'' کا لفظ دو مرتبہ آیا ہے۔ ایک مرتبہ عام لوگوں کی ہدایت کیلئے اور دوسری مرتبہ متقین کے فائدہ حاصل کرنے کیلئے استعمال ہوا ہے۔

☆ ''قَفَّيۡنَا'' کا لفظ ''تفقیہ'' سے لیا گیا ہے جس کے معنی ایک چیز کو دوسری چیز کے پیچھے لانا ہے۔

☆ ممکن ہے کہ ''مُصَدِّقًا'' کے معنی یہ ہوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذاتی خصوصیات ان کے ساتھ مطابقت رکھتی ہیں جو تورات میں ذکر ہوئی ہیں۔ یعنی حضرت عیسیؑ اور ان کی علائم ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہیں۔

☆ انجیل متیٰ (فصل ۵، آیت ۱۷) میں آیا ہے کہ یہ خیال نہ کرنا کہ میں تورات یا انبیا کے صحف کو باطل کرنے آیا ہوں بلکہ میں انہیں مکمل کرنے آیا ہوں۔

☆ تورات، انجیل اور قرآن سب نور شمار ہوتے ہیں:

اس سورت کی آیت ۱۵ میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ قرآن نور ہے: "قَدۡ جَآءَكُمۡ مِّنَ اللّٰهِ نُوۡرٌ" ۴۴ ویں آیت میں فرمایا: "تورات نور ہے: "اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنَا التَّوۡرٰىةَ فِيۡهَا هُدًى وَّنُوۡرٌ"

اس آیت میں انجیل کو نور کہا گیا ہے۔ "وَاٰتَيۡنٰهُ الۡاِنۡجِيۡلَ فِيۡهِ هُدًى وَّنُوۡرٌ"

پیغام:

۱۔ انبیا اور ان کی کتابیں سب ایک ہی سرچشمہ سے ہیں اور ایک ہی ہدف رکھتے ہیں نیز یہ ایک دوسرے کی تصدیق کرتے ہیں۔ "مُصَدِّقًا"

۲۔ اگرچہ انبیا اور آسمانی کتابیں تمام لوگوں کیلئے ہدایت کا سبب ہیں لیکن پرہیزگار اور باتقویٰ افراد ہی اس نور سے ہدایت حاصل کر پاتے ہیں۔ "وَهُدًى وَّمَوۡعِظَةً لِّلۡمُتَّقِيۡنَ ۝۴۶"

آیت نمبر ۴۷

وَلۡيَحۡكُمۡ اَهۡلُ الۡاِنۡجِيۡلِ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فِيۡهِ ؕ وَمَنۡ لَّمۡ يَحۡكُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ ۝۴۷

ترجمۃ الآیات

ہم نے اہل انجیل (پیروان مسیح) سے کہا کہ جو کچھ اللہ نے اس میں نازل کیا ہے وہ اس کے مطابق حکم کریں اور جو لوگ اس کے مطابق حکم نہیں کرتے جو اللہ نے نازل کیا ہے وہ فاسق ہیں۔

نکات:

☆ وہ لوگ جو خدائی حکم کے مطابق فیصلے نہیں کرتے، ان کے بارے میں گذشتہ چند آیات میں "ظٰلِمُوۡنَ ۝۴۵"، "كٰفِرُوۡنَ ۝۴۴" اور "فٰسِقُوۡنَ ۝۴۷" کی تعبیرات استعمال کی گئی ہیں۔ چونکہ ایسے افراد خدا کے احکام کو پامال کرنے کی وجہ سے کافر

ہیں جبکہ خدائی حدود اور ذمہ داریوں سے خود کو باہر رکھنے کی وجہ سے فاسق ہیں۔ نیز جو لوگ کسی کے حق میں تجاوز کرتے ہیں وہ ظالم ہیں۔

☆ ۴۴ ویں اور ۴۵ ویں آیت یہودیوں سے خطاب ہے چونکہ وہ خدا کے قانون کو تحریف کرتے ہیں اس وجہ سے وہ دین کو انتہائی کم قیمت پر فروخت رہے ہیں اور خدا سے خوف رکھنے کی بجائے وہ لوگوں سے ڈرتے ہیں۔ قرآن انہیں ظالم اور کافر قرار دیتا ہے۔ ''فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ﴿۴۴﴾'' وہ لوگوں کے حقوق پر ظلم کرتے ہیں۔ ''فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴿۴۵﴾''

لیکن یہ آیت صرف عیسائیوں کے بارے میں ہے جو انجیل کے مطابق فیصلے نہ کرتے تھے اور اس کے احکام کو انجام نہ دیا کرتے تھے۔ (قصاص میں خاموش نہیں رہنا چاہیے، دین فروشی نہیں کرنی چاہیے۔) اسی وجہ سے وہ فاسق تھے کیونکہ وہ حق کی حدود سے نکل چکے تھے۔

پیغام:

۱۔ ادیان الٰہی میں حق و باطل کی پہچان کا معیار وہ چیز ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ ''وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ ؕ''

۲۔ انجیل میں حکومتی قوانین موجود ہیں۔ ''وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ ؕ''

۳۔ جو کوئی کسی بھی وجہ سے خدائی قانون پر عمل نہ کرے اور حق کے مطابق فیصلے نہ کرے وہ شخص فاسق ہے۔ ''وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴿۴۷﴾''

آیت نمبر ۴۸

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ؕ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا

فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴿۴۸﴾

ترجمة الآيات

اور اس کتاب (قرآن) کو ہم نے حق کے ساتھ تم پر نازل کیا جبکہ یہ گذشتہ کتب کی تصدیق کرتی ہے نیز ان کی محافظ اور نگہبان ہے۔ لہٰذا اللہ نے جو احکام نازل کیے ہیں ان کے مطابق حکم کرو اور یا (دور ہو کر) اس حق سے جو تمہارے لئے آیا ہے ان کی ہوا و ہوس اور خواہشات کی پیروی نہ کرو، ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لیے واضح آئین و طریقہ مقرر کر دیا ہے۔ اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی امت قرار دیتا (تاکہ تمہارے پاس ایک جیسا قانون و طریقہ کار ہوتا)، لیکن خدا چاہتا ہے کہ اس نے جو کچھ تمہیں بخشا ہے اس میں تمہیں آزمائے (اور تمہاری صلاحیتوں کی نشو و نما کرے) اس لیے تم کوشش کرو اور نیکیوں میں ایک دوسرے پر سبقت لے جاؤ، (اور جان رکھو کہ) تم سب کی بازگشت اللہ کی طرف ہے اور جس میں تم نے اختلاف کیا ہے وہ تمہیں اس کی خبر دیتا ہے۔

نکات:

☆ ''شِرْعَةً'' وہ راستہ ہے جو نہر کے پانی تک جا پہنچتا ہے۔ ''مِنْهَاجًا'' روشن راستہ ہے۔ ابن عباس کہتے ہیں: ''شِرْعَةً'' وہ احکام ہیں جو قرآن پاک میں آئے ہیں اور ''مِنْهَاجًا'' پیغمبر اکرمؐ کی سنت مبارکہ ہے۔ (مفردات راغب) ''مُهَيْمِنًا'' محافظ اور نگہبانی کرنے والے کے معنی میں ہے۔

☆ تورات اور انجیل کو آسمانی کتاب کے طور پر تصدیق کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ کتابیں ہمیشہ باقی رہیں گی بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ تمام آسمانی کتابوں کے پیغام میں ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ ''مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ''

☆ تمام ادیان کے اصول ایک جیسے ہی ہیں؛ لیکن ''شرائع'' متعدد ہیں جیسے دریا میں نہروں کے داخل ہونے کے راستے مختلف ہوتے ہیں۔ دین و شریعت ایسا راستہ ہے جو حقیقی انسانی زندگی تک پہنچاتا ہے۔ لیکن ہر زمانے میں صرف ایک ہی شریعت قابل قبول ہے۔

پیغام:

۱۔ قرآن ہر طرح سے حق ہے اور ہر باطل سے دور ہے۔ ''الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ''

۲۔قرآن پاک پیغمبر اکرمؐ کے زمانے میں بھی مکتوب صورت میں موجود تھا۔''اَلۡكِتٰبَ''

۳۔قرآن مجید دوسری آسمانی کتابوں کے اصولوں کا محافظ ہے۔''مُهَيۡمِنًا عَلَيۡهِ''

۴۔اہل کتاب کے درمیان قرآن مجید کے مطابق فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔''فَاحۡكُمۡ بَيۡنَهُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ''

۵۔راہبروں کو سب سے بڑا خطرہ جو دھمکا رہا تھا، لوگوں کی خواہشات پر پیروی اور حق کو نظر انداز کرنا تھا۔''وَلَا تَتَّبِعۡ اَهۡوَآءَهُمۡ''

۶۔آزمائش الٰہی کا ایک ذریعہ، نئی شریعت کا آنا ہے تا کہ واضح ہو جائے کہ کون ایمان لاتا ہے اور کون کفر اختیار کرتا ہے نیز تعصب کرتا ہے۔''لِكُلٍّ جَعَلۡنَا مِنۡكُمۡ شِرۡعَةً وَّمِنۡهَاجًا ؕ ... لِّيَبۡلُوَكُمۡ''

۷۔پوری تاریخ میں انسان کو انبیا کی ہدایت کی ضرورت رہی ہے۔''لِكُلٍّ جَعَلۡنَا مِنۡكُمۡ شِرۡعَةً وَّمِنۡهَاجًا ؕ''

۸۔منفی رویے پر ضد کرنے کی بجائے اور فرصت کو ہاتھ سے کھو دینے سے پہلے نیکی کے کاموں میں سبقت حاصل کرنی چاہیے۔''فَاسۡتَبِقُوا الۡخَيۡرٰتِ ؕ''

۹۔مقابلوں کا مرکز اور ہدف، نیک کام اور معنوی امور ہونے چاہئیں۔''فَاسۡتَبِقُوا الۡخَيۡرٰتِ ؕ''

آیت نمبر ۴۹

وَاَنِ احۡكُمۡ بَيۡنَهُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعۡ اَهۡوَآءَهُمۡ وَاحۡذَرۡهُمۡ اَنۡ يَّفۡتِنُوۡكَ عَنۡۢ بَعۡضِ مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ اِلَيۡكَ ؕ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاعۡلَمۡ اَنَّمَا يُرِيۡدُ اللّٰهُ اَنۡ يُّصِيۡبَهُمۡ بِبَعۡضِ ذُنُوۡبِهِمۡ ؕ وَاِنَّ كَثِيۡرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوۡنَ ﴿۴۹﴾

ترجمۃ الآیات

اور (ان اہل کتاب) کے درمیان تمہیں اس کے مطابق حکم کرنا چاہیے جو خدا نے نازل کیا ہے اور ان کی ہوا و ہوس کی پیروی نہ کرو اور اس سے بچو کہ کہیں تمہیں وہ بعض ایسے احکام سے منحرف کر دیں جو تم پر نازل ہوئے ہیں اور اگر وہ (تمہارے کام اور فیصلے سے) روگردانی کریں تو جان لو کہ خدا چاہتا ہے کہ ان کے کچھ گناہوں کے بدلے انہیں سزا دے اور بہت

سے لوگ فاسق ہیں۔

نکات:

☆ ''یَّفۡتِنُوۡكَ'' کے لفظ میں فتنہ سے مراد پیغمبر اکرمؐ کے راستے سے انحراف کیلئے نکتہ چینی کرنا ہے۔

☆ اس آیت کے شان نزول میں کہتے ہیں: کچھ یہودیوں نے پیغمبر اکرمؐ سے کہا: اگر آپؐ فلاں گروہ اور ہمارے درمیان فلاں مسئلہ میں ہمارے حق میں فیصلہ کریں تو ہم آپؐ پر ایمان لے آئیں گے، اور اس کے ساتھ ساتھ ہی تمام یہودی بھی آپؐ پر ایمان لے آئیں گے۔ یہ آیت نازل ہوئی اور پیغمبر اکرمؐ کو اس سازش سے آگاہ فرمایا گیا۔

پیغام:

۱۔ انبیا کی ذمہ داریوں میں سے ہے کہ وہ فیصلے کریں اور احکام نافذ کروائیں۔ ''وَاَنِ احۡكُمۡ بَيۡنَهُمۡ''

۲۔ قضاوت اور حکومت کی بنیاد خدا تعالیٰ کا قانون ہے۔ ''وَاَنِ احۡكُمۡ بَيۡنَهُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ''

۳۔ پیغمبر اسلامؐ مسلمانوں کے علاوہ یہودیوں و نصاریٰ پر بھی ولایت رکھتے ہیں۔ ''وَاَنِ احۡكُمۡ بَيۡنَهُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ۔۔۔''

۴۔ زندگی کے اہم اور ضروری مسائل میں تکرار لازمی ہے۔ (صرف خدا تعالیٰ کے مطابق فیصلہ کرو اور لوگوں کی باتوں و خواہشات کی پیروی نہ کرو، اس آیت میں اور گذشتہ آیت میں اس بات کا تکرار کیا گیا ہے۔)

۵۔ لوگوں کی نفسانی خواہشات کا لحاظ رکھنا، قاضی اور حکمران کیلئے بہت بڑے خطرے کی بات ہے۔ ''وَلَا تَتَّبِعۡ اَهۡوَآءَهُمۡ''

۶۔ خدا کی طرف سے خبردار کرنا بھی انبیا کی عصمت اور گناہوں سے دوری کا سبب ہے۔ ''وَاحۡذَرۡهُمۡ''

۷۔ اسلامی معاشرے میں دشمنوں کی طرف سے ثقافتی حملے اور اثر و نفوذ کے بارے میں محتاط رہنا چاہیے۔ ''وَاحۡذَرۡهُمۡ اَنۡ يَّفۡتِنُوۡكَ''

۸۔ جب رسول خداؐ کفار کی سازشوں سے خبردار اور ہوشیار رہتے تھے تو اس بارے میں دوسروں کیلئے واضح ہے کہ وہ بھی انتہائی محتاط رہیں۔ ''وَاحۡذَرۡهُمۡ اَنۡ يَّفۡتِنُوۡكَ''

۹۔ خدا تعالیٰ کے بعض احکام سے ہاتھ کھینچ لینا اس بات کی علامت ہے کہ لوگ اپنی خواہشات کی پیروی کرنے لگے ہیں۔ ''اَنۡ يَّفۡتِنُوۡكَ عَنۡۢ بَعۡضِ۔۔۔''

۱۰۔ مخالفین بھی بعض خدائی دستورات کو پسند کرتے ہیں جبکہ بعض احکام و دستورات سے ہٹنے اور ان میں تحریف کرنے کا خطرہ بھی باقی رہتا ہے۔ ''عَنۡۢ بَعۡضِ مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ''

۱۱۔ ہر صورت میں وحی کے مطابق فیصلہ کرنا چاہیے خواہ اس کے بدلے میں بعض افراد کی طرف سے نافرمانی کا احتمال موجود ہو۔ ''وَاَنِ احۡكُمۡ بَيۡنَهُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ ۔۔۔فَاِنۡ تَوَلَّوۡا''

۱۲۔ یہ قانون طے شدہ ہے کہ ہدف وسیلے کی توجیہ نہیں کرتا یعنی اسے جائز قرار نہیں دیتا۔ لہٰذا کچھ لوگوں کے مسلمان ہو جانے کی خاطر فیصلہ کرنے میں اور حکم نافذ کرنے میں بلاوجہ طرفداری نہیں کرنی چاہیے۔ (شان نزول کو مدنظر رکھتے ہوئے)

۱۳۔ سختی کے ساتھ خبردار کرنا جیسے ''وَلَا تَتَّبِعۡ اَهۡوَآءَهُمۡ وَاحۡذَرۡهُمۡ اَنۡ يَّفۡتِنُوۡكَ ۔۔۔'' پیغمبر اکرمؐ کی طرف سے تبلیغ وحی میں سچائی اور حقانیت پر دلیل ہے ورنہ کوئی خود کو اتنا زیادہ تند اور سخت انداز میں مخاطب نہیں کرتا۔

۱۴۔ پیغمبر الٰہی کے فیصلے سے انکار کرنا، تباہی کا باعث اور عذاب الٰہی کا سبب ہے۔ ''اَنۡ يُّصِيۡبَهُمۡ بِبَعۡضِ ذُنُوۡبِهِمۡ ؕ''

۱۵۔ کافرون کے انکار کی اصل وجہ ان کا فسق اور کھلی برائی تھی، ورنہ الٰہی قانون میں کسی قسم کا نقص نہیں ہے۔ ''فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاعۡلَمۡ ۔۔۔ لَفٰسِقُوۡنَ﴿۴۹﴾''

آیت نمبر ۵۰

اَفَحُكۡمَ الۡجَاهِلِيَّةِ يَبۡغُوۡنَ ؕ وَمَنۡ اَحۡسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكۡمًا لِّقَوۡمٍ يُّوۡقِنُوۡنَ﴿۵۰﴾

ترجمۃ الآیات

کیا وہ (تم سے) زمانہ جاہلیت کا حکم چاہتے ہیں؟ اور اہل ایمان ویقین کے لیے خدا سے بہتر کون حکم کرسکتا ہے؟

نکات:

☆ بہترین قانون وہ ہے جس میں قانون بنانے والے میں درج ذیل شرائط موجود ہوں:

الف: ہستی اور انسان کے تمام اسرار اور ان کے موجودہ حالات وآئندہ واقعات سے آگاہ ہو۔

ب: کسی قسم کا ذاتی مفاد پیش نظر نہ رکھے۔

ج: عمداً یا سہواً غلطی کا شکار نہ ہو۔

د: کسی زور آور یا طاقت سے نہ ڈرے۔

ھ: سب کا خیر خواہ ہو۔

یہ تمام شرائط بدرجہ اتم خدا تعالیٰ میں پائی جاتی ہیں لہٰذا قرآن فرماتا ہے: وَمَنۡ اَحۡسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكۡمًا'' کون ہے خدا سے زیادہ اچھا حکم کرنے والا ہے؟ اس لیے ہر وہ بشری قانون جو حکم خدا کے خلاف ہو وہ جاہلیت پر مبنی ہے۔ ''اَفَحُكۡمَ الۡجَاهِلِيَّةِ''

(چونکہ ایسے اکثر قانون انسانی ہوا وہوس، ذاتی اغراض، خوف، لالچ، جہالت، لاعلمی، خطا، خیال پردازیوں اور علمی محدودیت پر مبنی ہوتے ہیں اسی لیے انسانی مفاد اور فائدے میں نہیں ہوسکتے۔)

پیغام:

۱۔ لوگوں میں سے بعض (مشرکین اور اہل کتاب) پیغمبر سے جاہلانہ قوانین کی بنیاد پر فیصلہ چاہتے تھے۔ ''اَفَحُكۡمَ الۡجَاهِلِيَّةِ يَبۡغُوۡنَ ؕ''

۲۔ فسق اور گناہ انسان کو جاہلانہ تہذیب کی طرف لے جاتا ہے۔ ''وَاِنَّ كَثِيۡرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوۡنَ ﴿۴۹﴾ ۔۔ ۔اَفَحُكۡمَ الۡجَاهِلِيَّةِ''

۳۔ ایسے افراد جو خدائی احکام کی موجودگی میں اس سے منہ موڑتے ہیں اور بشری قوانین کی طرف رخ کرتے ہیں، وہ جاہلیت کی طرف قدم بڑھاتے ہیں۔ ''فَاِنۡ تَوَلَّوۡا ۔۔۔ اَفَحُكۡمَ الۡجَاهِلِيَّةِ يَبۡغُوۡنَ ؕ''

۴۔ دور جاہلیت کسی ایک زمانے سے مخصوص نہیں ہے، جب بھی لوگ خدا سے دوری اختیار کریں وہ دور جاہلیت کا زمانہ ہوگا۔ ''اَفَحُكۡمَ الۡجَاهِلِيَّةِ يَبۡغُوۡنَ ؕ ۔۔۔''

۵۔ عقل اور ضمیر بہترین عدالت اور فیصلہ کرنے والے ہیں۔ ''وَمَنۡ اَحۡسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكۡمًا'

۶۔ جو لوگ صرف بشری قوانین کو مدنظر رکھتے ہیں اور انہیں ہی راہ کمال جانتے ہیں، انہیں اپنے یقین اور ایمان پر شک کرنا چاہیے۔ ''لِّقَوۡمٍ يُّوۡقِنُوۡنَ ﴿۵۰﴾''

آیت نمبر ۵۱

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوا الۡيَهُوۡدَ وَالنَّصٰرٰۤى اَوۡلِيَآءَ ۘ بَعۡضُهُمۡ اَوۡلِيَآءُ بَعۡضٍ ؕ وَمَنۡ يَّتَوَلَّهُمۡ مِّنۡكُمۡ فَاِنَّهٗ مِنۡهُمۡ ؕ اِنَّ

اللّٰہَ لَا یَہۡدِی الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۵۱﴾

ترجمۃ الآیات

اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو دوست اور ہم پیمان نہ بناؤ، کیونکہ وہ تو ایک دوسرے کے دوست اور ہم پیمان ہیں (لہٰذا) تم میں سے جو کوئی بھی ان سے دوستی کرے اور عہد و پیمان باندھے تو وہ انہی میں سے ہے اور بے شک خدا ظالم قوم کو ہدایت نہیں کرتا۔

نکات:

☆ یہاں یہود و نصاریٰ کا ذکر بطور مثال ہے ورنہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ کسی بھی کافر کی سرپرستی اور ولایت کو قبول نہیں کیا جانا چاہیے۔

☆ قرآن مجید کی دوسری آیات سے یہ استفادہ ہوتا ہے کہ اہل کتاب کی غیر گوشتی غذائیں، ان کے ساتھ موقت ازدواج، لین دین اور ان کے ساتھ صلح و امن کی زندگی جائز ہے۔ ان میں سے کوئی بات ان کا تسلط قبول کرنا نہیں ہے۔

پیغام:

۱۔ خدا تعالیٰ اپنے مومن بندوں سے بہت سی جائز باتوں کا طالب ہے۔ ''یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوا ---''

۲۔ دشمن سے بیزاری، ایمان کی شرائط میں سے ہے۔ ''یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوا ---''

۳۔ اسلام، دین سیاست ہے اور کسی فردی شخصی دستورات کے تحت نہیں ہے۔ ''لَا تَتَّخِذُوا الۡیَہُوۡدَ وَ النَّصٰرٰۤی اَوۡلِیَآءَ ۘ''

۴۔ جب قرآن کافروں سے مدد حاصل کرنے پر ممانعت فرما رہا ہے تو یقیناً روابط اور خارجہ سیاست میں اہل کتاب و کفار کے حکومتی اور سیاسی تسلط کو قبول کرنے سے منع فرماتا ہے۔ ''لَا تَتَّخِذُوۡا''

۵۔ کافروں اور دشمنوں کے تسلط کو قبول نہ کرو چونکہ وہ صرف اپنے ہم مسلک لوگوں کی فکر میں رہتے ہیں۔ ''بَعۡضُہُمۡ اَوۡلِیَآءُ بَعۡضٍ ؕ''

۶۔ یہود و نصاریٰ کے درمیان شدید اختلافات کے باوجود، اسلام کی بربادی کے بارے میں وہ ہم پیمان اور یک زبان ہیں۔ ''بَعۡضُہُمۡ اَوۡلِیَآءُ بَعۡضٍ ؕ''

۷۔ کافر صرف اپنے درمیان کیے گئے معاہدوں پر پابندی سے عمل کرتے ہیں جبکہ مسلمانوں کے ساتھ کیے گئے

معاہدوں کے بارے وہ بے پروا ہیں اور ان پر پابند نہیں رہتے ۔''لَا تَتَّخِذُوا الۡیَهُوۡدَ وَالنَّصٰرٰۤی اَوۡلِیَآءَ ۘ بَعۡضُهُمۡ اَوۡلِیَآءُ بَعۡضٍ ؕ ---''

۸۔ وہ اسلامی حکومتیں جنہوں نے کافروں کی سیاسی برتری اور ان کے تسلط کو قبول کر رکھا ہے اور ان سامنے تسلیم ہیں وہ خود بھی کافروں میں شمار کیے جائیں گے۔''فَاِنَّهٗ مِنۡهُمۡ ؕ''

(کسی بھی شخص یا گروہ کے ساتھ دوستی باعث بنتی ہے کہ اس انسان کو بھی انہی میں سے شمار کیا جائے۔)

۹۔ نہ کفار کو اپنا ولی و سرپرست بنائیں اور نہ ہی ایسے افراد کی سرپرستی کو قبول کیا جائے جنہوں نے کفار کی برتری اور سرپرستی کو قبول کر رکھا ہے۔''فَاِنَّهٗ مِنۡهُمۡ ؕ''

۱۰۔ کافروں کی سرپرستی کو قبول کرنے سے انسان خدائی ولایت و سرپرستی سے نکل جاتا ہے۔''فَاِنَّهٗ مِنۡهُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهۡدِی الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۵۱﴾''

۱۱۔ کافروں کا سہارا لینا ظلم ہے۔''لَا یَهۡدِی الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۵۱﴾''

آیت نمبر ۵۲ ۔ ۵۳

فَتَرَی الَّذِیۡنَ فِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ یُّسَارِعُوۡنَ فِیۡهِمۡ یَقُوۡلُوۡنَ نَخۡشٰۤی اَنۡ تُصِیۡبَنَا دَآئِرَةٌ ؕ فَعَسَی اللّٰهُ اَنۡ یَّاۡتِیَ بِالۡفَتۡحِ اَوۡ اَمۡرٍ مِّنۡ عِنۡدِهٖ فَیُصۡبِحُوۡا عَلٰی مَاۤ اَسَرُّوۡا فِیۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ نٰدِمِیۡنَ ﴿ؕ۵۲﴾

وَیَقُوۡلُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَهٰۤؤُلَآءِ الَّذِیۡنَ اَقۡسَمُوۡا بِاللّٰهِ جَهۡدَ اَیۡمَانِهِمۡ ۙ اِنَّهُمۡ لَمَعَکُمۡ ؕ حَبِطَتۡ اَعۡمَالُهُمۡ فَاَصۡبَحُوۡا خٰسِرِیۡنَ ﴿۵۳﴾

ترجمۃ الآیات

(کفار کی ولایت کو قبول نہ کرنے کی ان تمام تر نصائح کے باوجود) تم ایسے لوگوں کو دیکھتے ہو جن کے دلوں میں بیماری ہے، جو (کافروں کی دوستی میں) ایک دوسرے پر سبقت کرتے

ہیں اور (اپنے اس کام کی توجیہ میں) کہتے ہیں کہ ہمیں ڈر ہے کہ ہمیں کوئی حادثہ پیش نہ آئے (کہ جس میں ہمیں ان کی مدد کی ضرورت پڑے) شاید خدا کی طرف سے کوئی اور کامیابی یا واقعہ (مسلمانوں کے فائدے میں) رونما ہو جائے اور یہ لوگ اپنے دلوں میں جو کچھ چھپائے ہوئے ہیں اس پر پشیمان ہیں۔

اور جو لوگ ایمان لائے ہیں (مسلمانوں کی کامیابی کے وقت اور منافقوں کی رسوائی کے بعد حیرانی کے ساتھ ایک دوسرے سے) کہتے ہیں کیا یہ وہی ہیں جو بڑی تاکید سے قسم کھاتے ہیں کہ وہ تمہارے ساتھ ہیں؟ (تو پھر ان کا معاملہ یہاں تک کیوں آ پہنچا؟ کہ) ان کے اعمال نابود ہو گئے ہیں اور وہ خسارے میں پڑ گئے ہیں۔

نکات:

☆ بیمار دل وہ لوگ ہیں جو پیغمبر اکرمؐ کی حقانیت اور بعض دینی معارف کے بارے میں شک کرتے ہیں اور کمزور ایمان رکھتے ہیں۔(تفسیر راہنما)

☆ آیت کے معنی میں تین طرح کے احتمال ہیں:

الف: مسلمانوں کی کامیابی اور منافقین کی رسوائی کے موقعہ پر مومنین تعجب کے ساتھ کہتے ہیں کہ کیا یہی وہ یہود و نصاریٰ ہیں جو قسم کھا کر آپ مومنین کی مدد کرنے کی یقین دہانی کروایا کرتے تھے۔؟

ب: کچھ حقیقی مومن کامیابی کے بعد کہتے تھے کہ کیا یہی وہ بیمار دل لوگ تھے جو قسم کھا کر کہتے تھے کہ ہم آپ لوگوں کے ساتھ رہیں گے جبکہ آپ نے دیکھ لیا کہ وہ ہمارے ساتھ نہ تھے۔

ج: یہ بیمار دل جنہوں نے قسم کھا کر کہا تھا کہ ہم یہود و نصاریٰ کے ساتھ ہیں، کیا وہ تم اہل کتاب کی کوئی مدد کر سکے؟

پیغام:

۱۔ پیغمبر اکرمؐ اس بات پر گواہ ہیں کہ کس طرح کمزور و سست ایمان افراد جلد بازی میں اور واضح طور پر یہود و نصاریٰ کے ساتھ جا ملے۔''فَتَرَى الَّذِيۡنَ فِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوۡنَ فِيۡهِمۡ''

۲۔ ایسے افراد جو الٰہی ہدایت سے محروم ہیں ان کی واضح مثال یہ بیمار دل لوگ ہیں جو جلد بازی میں کفار کے ساتھ ملنے کی کوشش کرتے ہیں۔''اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِيۡنَ۝ ---الَّذِيۡنَ فِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ''

(''فاء'' کا حرف یہ بتاتا ہے کہ گذشتہ آیت میں جن ظالمین کا ذکر کیا گیا وہ یہی بیمار دل لوگ ہیں جن کا اس آیت میں ذکر کیا گیا ہے۔)

۳۔ بیمار دل اور سست ایمان والے افراد کافر دشمنوں کے ساتھ دوستی کے ہر پروگرام میں جلدی جلدی آگے بڑھتے ہیں ۔''فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ یُّسَارِعُوْنَ فِیْهِمْ ''

۴۔ کمزور ایمان والے اور منافق لوگ، خواہش رکھتے ہیں کہ وہ بھی کافروں میں سے ہوتے۔ یہاں ''یُّسَارِعُوْنَ فِیْهِمْ '' بیان ہوا ہے ''الیھم '' بیان نہیں ہوا۔

۵۔ واضح حکم خدا اور نص کی موجودگی میں اپنا اجتہاد اور مصلحت پسندی سے کام نہیں لینا چاہیے۔ ''لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰۤی اَوْلِيَآءَ ۘ ---یَقُوْلُوْنَ نَخْشٰی''

۶۔ بڑی طاقتوں کے ساتھ ذلت آمیز رابطوں اور تعلق کو قبول کرنا، ایمان کی کمزوری اور غیر خدا سے خوف کی علامت ہے۔ ''یَقُوْلُوْنَ نَخْشٰی ''

۷۔ مسلمانوں کو اپنی کامیابی، اسلام کی وسعت، ہمہ گیریت اور منافقین کے منصوبوں کے چاک ہونے پر یقین اور امید ہونی چاہیے۔ ''فَعَسَی اللّٰهُ اَنْ یَّاْتِیَ بِالْفَتْحِ ---''

۸۔ سیاسی عزت، اقتصادی قوت اور عسکری کامیابی، سب خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اسی کے دست قدرت میں ہے۔ ''اَنْ یَّاْتِیَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ ''

۹۔ کافروں کے ساتھ ایسا رابطہ نہ رکھو جس میں وہ تمہارے اوپر تسلط قائم کریں اور تمہارے بڑے بن کر رہیں تاکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے غیبی امداد تمہاری طرف بڑھتی رہیں۔ ''لَا تَتَّخِذُوا ---اَنْ یَّاْتِیَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ''

۱۰۔ نفاق کا عیاں ہو جانا اور کفار سے وابستگی، بالآخر حبط اعمال، رسوائی اور شرمندگی کا موجب ہے۔ ''نٰدِمِیْنَ ﴿۵۲﴾ ''

۱۱۔ ہر طرح کی قسم سچائی کی دلیل نہیں ہوتی۔ قسم کے دھوکے میں نہ آؤ۔ ''اَهٰۤؤُلَآءِ الَّذِیْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَیْمَانِهِمْ ۙ اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ ؕ ''

۱۲۔ غیروں سے وابستگی، مومنین کیلئے شرمندگی کا باعث ہے۔ ''وَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَهٰۤؤُلَآءِ الَّذِیْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَیْمَانِهِمْ ۙ اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ ؕ ''

۱۳۔ انسان کے خسارے کی نشانی، اس کے نیک کاموں کا برباد ہو جانا ہے۔ ''حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِیْنَ ﴿۵۳﴾ ''

آیت نمبر ۵۴

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰهُ

بِقَوۡمٍ يُّحِبُّهُمۡ وَيُحِبُّوۡنَهٗۤ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الۡكٰفِرِيۡنَ ۚ يُجَاهِدُوۡنَ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوۡنَ لَوۡمَةَ لَاۤئِمٍ ؕ ذٰلِكَ فَضۡلُ اللّٰهِ يُؤۡتِيۡهِ مَنۡ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيۡمٌ ۝٥٤

ترجمۃ الآیات

اے ایمان والو! تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھر جائے گا (وہ خدا کا کوئی نقصان نہیں کرے گا) عنقریب اللہ ایسا گروہ لے آئے گا جسے وہ دوست رکھتا ہے اور وہ لوگ بھی اسے دوست رکھتے ہیں جو مومنین کے سامنے متواضع اور کفار کے مقابلے میں طاقتور ہیں، وہ راہ خدا میں جہاد کرتے ہیں اور سرزنش کرنے والوں کی سرزنش سے نہیں ڈرتے یہ اللہ کا فضل و کرم ہے وہ جسے چاہتا ہے (اور اہل جانتا ہے) عطا فرماتا ہے اور اللہ کا فضل وسیع ہے اور اللہ جاننے والا ہے۔

نکات:

☆ روایت میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو پیغمبر خداؐ نے اپنا ہاتھ سلمان فارسی کے کندھے پر رکھا اور فرمایا: تیرے ہم وطن اس آیت کے مصداق ہیں۔ (تفسیر نور الثقلین)

☆ گذشتہ آیات میں کفار کے تسلط اور منافقین کے خطرے سے خبردار کیا گیا ہے اور اس آیت میں ارتداد کے مسئلہ کو بیان کیا گیا ہے۔ شاید اس بات کی طرف اشارہ ہو کہ نفاق، کافروں سے دوستی، رابطہ اور ان کے تسلط کو قبول کرنے کا نتیجہ ارتداد کی شکل میں نکلتا ہو۔

☆ امام محمد باقر علیہ السلام ''يُحِبُّهُمۡ وَيُحِبُّوۡنَهٗۤ ۙ'' کے بارے میں فرماتے ہیں: اس سے مراد امام علیؑ اور ان کے شیعہ ہیں۔ (تفسیر فرات کوئی، ص ۱۲۳)

☆ شیعہ سنی روایات میں آیا ہے کہ جنگ خیبر میں پیغمبر اکرمؐ کی طرف سے بھیجے گئے سپہ سالاروں کی طرف سے دشمن کے قلعوں کو فتح کرنے میں ناکامی کے بعد آپؐ نے فرمایا: خدا کی قسم میں کل علم اس کے ہاتھ میں دوں گا، جس سے خدا اور اس کا رسول محبت کرتے ہیں اور وہ بھی خدا اور رسول سے محبت کرتا ہے، اور وہ کامیابی کو حاصل کرے گا، اس کے بعد علم کو جناب علیؑ کے ہاتھ میں دیا۔ (احقاق الحق، ج ۳، ص ۲۰۰)

پیغام:

۱۔ مومن کو اپنی عاقبت کی فکر میں ہونا چاہیے ۔ کیونکہ ہوسکتا ہے کہ بعض مومن بھی ارتداد کا شکار ہو جائیں ۔ ''يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ''

۲۔ صاحب بصیرت راہبر کو اس بات کا احتمال دینا چاہیے کہ اس کے پیروکار پلٹ سکتے ہیں اور ارتداد کا شکار ہوسکتے ہیں ''مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ''

۳۔ مومنوں میں سے بعض کا کافر ہوجانا یا مرتد ہوجانا، راہ خدا کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا ۔ ''فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ۔۔۔''

۴۔ دین اور خدا سے محبت کا نہ ہونا اور ان کی معرفت نہ ہونا ، ارتداد کی بنیادیں ہیں ۔ ''يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ ''

۵۔ خدا تعالیٰ کو ہمارے ایمان کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ''فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ''

۶۔ ایمان کے راستے میں، غیر اخلاقی اور غیر انسانی رسم ورواج کو توڑنے میں، جاہلانہ عادات واطوار کو ختم کرنے میں، دشمن کی سرزنش، ہلڑ بازی، افواہوں اور شور شرابے سے نہیں ڈرنا چاہیے، اپنے گرد موجود گھٹن کی فضا اور تنگ ماحول کے سامنے تسلیم نہیں ہوجانا چاہیے۔ ''وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ''

۷۔ مسلمانوں کا سلوک، برادران دینی کے ساتھ نرم رویہ اور دشمن کے ساتھ سخت رویہ، یہاں نرمی اور سختی کوئی بھی مطلق نہیں، حد سے بڑھا ہوا نہیں ہونا چاہیے۔ ''اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ''

۸۔ خدا تعالیٰ کا فضل صرف مال ومقام ہی نہیں ہے بلکہ خدا سے محبت، اس کے راستے میں جہاد اور دین کے معاملے میں حتمیت قاطعیت بھی لطف وفضل الٰہی کے مظاہر ہیں۔ ''ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ''

۹۔ خدا اور بندے کے درمیان باہمی دوستی کا ہونا، بشر کے کمالات میں سے ہے۔ ''يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ ''

۱۰۔ دوسروں کو امید دلا کر، حوصلہ اور ہمت دلا کر، نا اُمیدی اور خوف کا راستہ روکیں۔ ''مَنْ يَّرْتَدَّ ۔۔۔ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ ۔۔۔ وَلَا يَخَافُوْنَ''

۱۱۔ سچا اور حقیقی مومن وہ ہے جو عاشق اور محبوب خدا ہو۔ ''يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ ''

۱۲۔ جو کوئی سچا ایمان رکھتا ہے، کبھی بھی کافروں کے سامنے اپنے آپ کو حقیر نہیں جانتا۔ ''اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ''

۱۳۔ جو دل محبت خدا سے خالی ہو جائے وہ بیمار دل ہے، وہ کفار سے وابستہ ہوجاتا ہے لیکن وہ دل جو خدا کی محبت سے لبریز ہے ہرگز کسی غیر سے وابستہ نہیں ہوتا۔ ''فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ ۔۔۔ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ ۔۔۔ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ''

۱۴۔ اسلام بڑھ رہا ہے، پھیل رہا ہے۔ ہمیں صرف گرتی اور بکھرتی ہوئی چیزوں پر نظر نہیں کرنی چاہیے بلکہ اس کے بڑھتے اور پھلتے پھولتے ہوئے حصوں کو بھی دیکھنا چاہیے۔ ''مَنۡ یَّرۡتَدَّ۔۔۔ یَاۡتِی اللّٰہُ''

۱۵۔ آئندہ پرچم اسلام ان افراد کے ہاتھوں میں ہوگا جو عاشق خدا، مجاہد، مضبوط اعصاب کے مالک اور ثابت قدم رہنے والے ہونگے۔ ''یَاۡتِی اللّٰہُ بِقَوۡمٍ یُّحِبُّہُمۡ وَ یُحِبُّوۡنَہٗۤ ۔۔۔ اَعِزَّۃٍ عَلَی الۡکٰفِرِیۡنَ ۫ یُجَاہِدُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ''

۱۶۔ حقیقی اور سچے مومنین پر کسی طرح کی نفسیاتی جنگ وجدل کا اثر نہیں ہوتا۔ ''وَلَا یَخَافُوۡنَ لَوۡمَۃَ لَآئِمٍ ؕ''

۱۷۔ خدا تعالیٰ کا فضل وکرم محدود نہیں ہے لیکن ہر ایک کو اپنی حکمت کے مطابق عطا فرماتا ہے۔ ''وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ ﴿۵۴﴾''

۱۸۔ اگر خدا تعالیٰ کسی شخص پر اپنا لطف وکرم کرے تو وہ آگاہی کے ساتھ ہوتا ہے۔ (غیر ارادی طور پر یا لاعلمی میں نہیں ہوجاتا۔) ''وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ ﴿۵۴﴾''

آیت نمبر ۵۵

اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوۡلُہٗ وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوا الَّذِیۡنَ یُقِیۡمُوۡنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤۡتُوۡنَ الزَّکٰوۃَ وَہُمۡ رٰکِعُوۡنَ ﴿۵۵﴾

ترجمۃ الآیات

تمہارا ولی اور سرپرست صرف اللہ، اس کا پیغمبر اور وہ ہیں جو ایمان لائے ہیں اور انہوں نے نماز قائم کی ہے اور حالت رکوع میں زکوٰۃ ادا کی ہے۔

نکات:

☆ اس آیت کی شان نزول میں ہے کہ ایک سائل مسجد میں داخل ہوا اور وہاں موجود افراد سے مدد کی درخواست کی۔ کسی نے اسے کچھ نہ دیا۔ حضرت علی علیہ السلام جو اس وقت حالت نماز میں تھے، انہوں نے رکوع کی حالت میں اسے اپنی انگوٹھی عطا کردی۔ اس عطا پر مدح سرائی اور عزت افزائی کیلئے یہ آیت نازل ہوئی۔

مذکورہ بالا ماجرا کو پیغمبر اکرمؐ کے دس صحابہ نے نقل کیا ہے، جن میں ابن عباس، عمار یاسر، جابر بن عبداللہ، ابوذر، انس بن مالک، بلال ۔۔۔ شامل ہیں۔ شیعہ حضرات اور اہل سنت اس شان نزول پر اتفاق رکھتے ہیں۔ (الغدیر، ج ۲، ص ۵۲؛

احقاق الحق، ج ۲ ص ۴۰۰؛ کنز العمال، ج ۶، ص ۳۹۱)

عمار یاسرؓ کہتے ہیں: انگوٹھی عطا کرنے اور آیت کے نازل ہونے کے بعد رسولخداؐ نے فرمایا: ''مَن کنتُ مولاہ فعلی مولاہ'' (تفسیر المیزان)

☆ غدیر خم کے مقام پر پیغمبر اکرمؐ نے حضرت علیؑ کے اس مقام کو بیان کرنے کیلئے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ اور خود حضرت علیؑ نے بھی اپنی حقانیت کے اثبات کیلئے کئی بار اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ (تفسیر صافی، تفسیر المیزان)

جناب ابوذر غفاری خود اس ماجرا کے گواہ تھے اور وہ مسجد الحرام میں لوگوں کیلئے یہ واقعہ بیان کیا کرتے تھے۔ (تفسیر مجمع البیان)

☆ اس آیت میں ''وَلِيُّ'' کے لفظ سے مراد دوست یا مددگار نہیں ہے کیونکہ دوستی اور مدد کرنا تو تمام مسلمین سے متعلق ہے لیکن حالت رکوع میں انفاق اور عطا کرنے والا اور کوئی نہیں ہے۔

☆ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ''الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا ۔۔'' سے مراد علیؑ اور قیامت تک آنے والی ان کی اولاد ہے۔ پس جو کوئی بھی ان کی اولاد میں امامت کے منصب پر فائز ہوگا وہ انہی صفات کا حامل ہوگا، وہ بھی حالت رکوع میں صدقہ دیں گے۔ (کافی، ج ۱، ص ۲۸۸)

☆ نوادر میں مرحوم فیض کاشانی ایک حدیث نقل کرتے ہیں کہ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تمام ائمہ معصوم ہیں اور انہوں نے حالت نماز و رکوع میں فقرا کو صدقہ دیا ہے۔ یہ بات ''يُقِيۡمُوۡنَ، يُؤۡتُوۡنَ، رٰكِعُوۡنَ'' کے ساتھ زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے۔

☆ امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: خدا تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو حکم دیا کہ علیؑ کی ولایت کا اعلان کریں اور اس موقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر نور الثقلین؛ کافی، ج ۱، ص ۲۸۱)

☆ کسی کا بہترین تعارف یہ ہے کہ اس کی خصوصیات اور صفات کو بیان کیا جائے، اور سننے والے خود ہی اس کا مصداق تلاش کریں۔ (آیت نے جناب علیؑ کا نام لیے بغیر ان کی صفات اور کردار کو بیان کیا ہے۔)

☆ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: غدیر خم میں علیؑ کیلئے ہزاروں گواہ موجود تھے لیکن پھر بھی علیؑ اپنا حق نہ لے سکے جبکہ اگر ایک مسلمان کے پاس دو گواہ ہوں تو وہ اپنا حق حاصل کر لیتا ہے! (تفسیر نور الثقلین)

☆ ولایت فقیہ، امام معصوم کی ولایت کا ہی راستہ ہے۔ عمر بن حنظلہ کے مقبولہ میں ہم امام صادق علیہ السلام سے منقول روایت پڑھتے ہیں کہ وہ شخص جو ہماری حدیث کو نقل کرے، ہمارے حلال و حرام کو بیان کرے اور ہمارے احکام کو جانتا ہو، اسے دیکھو اور بس اس کی حکومت پر راضی ہو جاؤ کیونکہ میں نے اسے آپ پر حاکم قرار دیا ہے۔ ''فانی قد جعتله علیکم حاکماً ۔۔۔'' (کافی، ج ۱، ص ۶۷)

پیغام:

۱۔ اسلام، دین ولایت ہے اور دین برائت بھی ہے۔ اس میں جاذبہ بھی ہے اور دافعہ بھی ہے۔ پہلے والی آیات میں یہود و نصاریٰ کی ولایت و سرپرستی کو قبول کرنے سے منع فرمایا گیا ہے۔ اس آیت میں فرمایا جا رہا ہے کہ خدا، رسول اور اس شخص کو جس نے رکوع کی حالت میں انگوٹھی کسی کو عطا کی، انہیں اپنا ولی بنا لو۔ ''يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا ۔۔۔ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ ۔۔۔''

۲۔ ''اَوْلِيَاۤؤُكُمْ'' کی بجائے ''وَلِيُّكُمُ'' آیا ہے، ممکن ہے اس سے یہ استفادہ ہو کہ پیغمبرؐ اور علیؑ کی ولایت حقیقت میں خدا کی ولایت کا ہی نور ہے۔ ''وَلِيُّكُمُ''

۳۔ قرآن مجید میں معمولاً نماز اور زکوٰۃ کا حکم ساتھ ساتھ ہی آیا ہے لیکن اس آیت میں دو عمل کا ذکر ایک ہی عمل میں اکٹھا کیا گیا ہے۔ (نماز کی حالت میں زکوٰۃ ادا کرنا)۔ ''الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ۝۵۵''

۴۔ ایسے افراد جو نماز نہیں پڑھتے اور زکوٰۃ ادا نہیں کرتے وہ لوگوں پر حق ولایت نہیں رکھتے۔ ''اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ ۔۔۔''
(''اِنَّمَا'' اس بات کی علامت ہے کہ ولایت مخصوص افراد کیلئے ہے۔)

۵۔ مستضعف اور محروم افراد کی طرف متوجہ رہنے میں نماز حائل نہیں ہوتی۔ ''وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ۝۵۵''
(جی ہاں! فقیر کو مسلمانوں کے اجتماع سے خالی ہاتھ واپس نہیں جانا چاہیے۔)

۶۔ حق ولایت ان افراد کیلئے ہے جو نماز کے قائم کرنے میں اور زکوٰۃ کے ادا کرنے میں پابندی کرتے ہوں۔ ''يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ ۔۔۔'' (يُقِيْمُوْنَ اور يُؤْتُوْنَ تسلسل کی علامت ہیں۔)

۷۔ وہ ایسی ولایت، حکومت اور سرپرستی جو خدا، رسول اور امام کے ذریعے سے نہ ہو تو وہ باطل ہے۔ ''اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ ۔۔۔'' (''اِنَّمَا'' کا لفظ حصر کی علامت ہے۔ یعنی معنی کو منحصر کر دیتا ہے۔)

۸۔ حالت نماز میں خدا کی خاطر خلق خدا کی طرف توجہ کرنا، نماز کے قائم کرنے اور عبادت کے ساتھ منافی نہیں ہے۔ ''وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ۝۵۵''

۹۔ اگر کوئی فقرا کی طرف سے بے پرواہ ہے تو اسے راہبر یا ولی نہیں ہونا چاہیے۔ ''اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ ۔۔۔ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ''

۱۰۔ جزوی کام (جیسے انگوٹھی نکال کر دینا) نماز کو باطل نہیں کرتے۔ ''يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ۝۵۵''

۱۱۔ قرآن کی لغت میں مستحبی صدقہ کو بھی زکوٰۃ کہا گیا ہے۔ ''يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ''

۱۲۔تمام ولایتیں درجہ بدرجہ بصورت طول ایک دوسرے کے بعد ہیں، ایک دوسرے کے برابر یا عرض میں نہیں ہیں لہٰذا مسلمانوں پر سب سے پہلی ولایت خدا تعالیٰ کی ہے پھر پیغمبر خداؐ اور بعد میں امام کی ہے۔ ''اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا ۔۔۔''

آیت نمبر ۵۶

وَمَنْ یَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ۝۵۶

ترجمۃ الآیات

اور جو لوگ اللہ، اس کے پیغمبر اور صاحبان ایمان (جن کا ذکر گذشتہ آیت میں کیا گیا ہے۔) کی ولایت قبول کر لیں (وہ خدا کی جماعت میں سے ہیں اور) اللہ کی جماعت ہی کامیاب ہے۔

نکات:

☆ گذشتہ آیت میں بیان ہو چکا کہ ''الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا'' سے مراد حضرت علیؑ اور ائمہ معصومینؑ ہیں۔

☆ سورہ مجادلہ کی آیت ۲۲ میں حزب اللہ کی خصوصیات یوں بیان ہوئی ہیں:

۱۔مبدأ اور معاد پر ایمان رکھتے ہیں۔

۲۔خدا کے دشمنوں سے دوستی نہیں کرتے۔

☆ اس آیت میں جو خدا، رسول اور ائمہ کی ولایت کو قبول کرنے پر زور دیا جا رہا ہے، اس سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ گذشتہ آیت میں ''وَلِیُّکُمُ'' سے مراد سرپرست اور حاکم ہے، دوست یا مددگار نہیں ہے۔ کیونکہ حزب اللہ کی تعبیر اور ان کا غالب آنا، ایک مضبوط نظام اور حکومت کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔

☆ ''حِزْبَ'' کے لغت میں معنی قدرتمند اور ثابت قدم گروہ کے ہیں۔ (معجم الوسیط)

☆ منظم اداروں، ان کی قیادت، طاقت، وحدت اور جرأت و بہادری کے بغیر کامیابی کا حصول ممکن نہیں ہے۔ پس ''حِزْبَ اللّٰهِ'' کا غلبے اور حاکمیت کیلئے ان خصوصیات کا حامل ہونا ضروری ہے۔

☆ حزب اللہ والے نہ صرف غالب اور کامیاب ہیں بلکہ وہ فلاح پانے والے بھی ہیں۔ ''حِزۡبَ اللّٰهِ هُمُ الۡغٰلِبُوۡنَ﴿۵۶﴾''، ''حِزۡبَ اللّٰهِ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ''(مجادلہ۔ ۲۲)

☆ اسی سورت کی آیت ۵۲ میں ہم نے پڑھا ہے کہ بعض لوگ حادثات کے خوف کی وجہ سے کفار کو اپنا ولی قرار دیتے ہیں۔ اس آیت میں فرمایا کہ حزب خدا غالب ہے؛ یعنی کفار کے ساتھ وابستہ افراد مغلوب ہونگے، پس ان کے پیچھے مت جاؤ۔ ''فَتَرَى الَّذِيۡنَ فِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوۡنَ ---''، ''وَمَنۡ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ --- هُمُ الۡغٰلِبُوۡنَ﴿۵۶﴾''

پیغام:

۱۔حزب اللہ وہ لوگ ہیں جو خدا، پیغمبر اور اہلبیت علیہم السلام کی ولایت کو قبول کرتے ہیں۔ ''وَمَنۡ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ --- فَاِنَّ حِزۡبَ اللّٰهِ''

۲۔آخر میں وہ افراد غالب رہیں گے جو خدا، پیغمبر اور اہلبیت علیہم السلام کی ولایت کو قبول کرتے ہونگے۔ ''وَمَنۡ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ --- هُمُ الۡغٰلِبُوۡنَ﴿۵۶﴾''

۳۔چونکہ خدا تعالیٰ غالب ہے ''وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰۤى اَمۡرِهٖ ''(یوسف۔ ۲۱) لہٰذا اس کے ساتھ وابستہ لوگ بھی غالب رہیں گے۔ ''حِزۡبَ اللّٰهِ هُمُ الۡغٰلِبُوۡنَ﴿۵۶﴾''

۴۔الٰہی وعدوں کی بنا پر حزب اللہ والے اپنے مستقبل سے مطمئن ہیں۔ ''هُمُ الۡغٰلِبُوۡنَ﴿۵۶﴾''

آیت نمبر ۵۷

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيۡنَ اتَّخَذُوۡا دِيۡنَكُمۡ هُزُوًا وَّلَعِبًا مِّنَ الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡكِتٰبَ مِنۡ قَبۡلِكُمۡ وَالۡكُفَّارَ اَوۡلِيَآءَ‌ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ﴿۵۷﴾

ترجمة الآيات

اے ایمان والو! جن کو تم سے پہلے (آسمانی) کتاب دی گئی تھی اور کفار میں سے ان لوگوں کو اپنا دوست اور سہارا نہ سمجھو جو تمہارے دین کا مذاق اڑاتے ہیں اور اسے کھیل کود سمجھتے ہیں۔ خدا کا تقویٰ اختیار کرو اگر ایمان دار ہو تو اللہ سے ڈرو۔

پیغام:

۱۔ جو لوگ دین خدا اور مذہبی مقدسات کی توہین کرتے ہیں، ان کیلئے دنیاوی سزا یہ ہے کہ ان سے رابطہ منقطع کر دیا جائے۔ ”لَا تَتَّخِذُوا ۔۔۔“ (دوسروں سے رابطہ رکھنے میں ایک ضروری شرط یہ ہے کہ مقدسات کا احترام کیا جائے۔)

۲۔ ایمان کی شرط ہے کہ دینی غیرت ہو اور نا اہل افراد سے دوری اختیار کی جائے۔ ”یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا“

۳۔ سرد جنگ اور نفسیاتی جنگ کے دوران دین کا مذاق اڑانا، دشمن کی جنگی حکمت عملی میں سے ایک ہے۔ ”اتَّخَذُوْا دِیْنَكُمْ هُزُوًا“

۴۔ الٰہی تقویٰ اس بات کا متقاضی ہے کہ دشمن سے نہ ڈرا جائے اور ان کو اپنا ولی قرار نہ دیا جائے۔ ”لَا تَتَّخِذُوا ۔۔۔ اَوْلِیَآءَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۔۔۔“

آیت نمبر ۵۸

وَاِذَا نَادَیْتُمْ اِلَی الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَعْقِلُوْنَ ﴿۵۸﴾

ترجمۃ الآیات

جب تم (اذان کہتے ہو اور لوگوں کو) نماز کے لیے پکارتے ہو تو وہ لوگ اس کا مذاق اڑاتے ہیں اور اسے کھیل تماشا سمجھتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ایسا گروہ ہیں جو عقل و ادراک نہیں رکھتے۔

نکات:

☆ آیت کی شان نزول میں آیا ہے کہ یہودیوں میں بعض اور کچھ عیسائی، جب مؤذن کی اذان کو سنا کرتے تھے یا جب مسلمانوں کو نماز کیلئے کھڑے ہوئے دیکھتے تو ان کا مذاق اڑاتے اور تمسخر کرتے۔ (تفسیر نمونہ)

پیغام:

۱۔ ایسے افراد سے رابطہ رکھنا اور دوستی کرنا جو اذان (شعائر دینی) کا مذاق اڑاتے ہیں، ان سے دور رہنا چاہیے۔“

لَا تَتَّخِذُوا ۔۔۔وَإِذَا نَادَيْتُمْ ۔۔۔''

۲۔نماز، دین کا مظہر اور چہرہ ہے۔ (گذشتہ آیت میں دین سے مذاق کا بیان ہوا ہے اور اس آیت میں نماز کا مذاق اڑانے کے بارے میں بیان موجود ہے، یعنی نماز دین کی عملی صورت ہے۔) ''اتَّخَذُوا دِيْنَكُمْ هُزُوًا ۔۔۔وَإِذَا نَادَيْتُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا ''

۳۔نماز کیلئے ضروری ہے کہ آواز دی جائے تا کہ سب لوگ جمع ہو جائیں۔ ''نَادَيْتُمْ ' (نماز کی دعوت اور اس کا قیام کھلے عام ہونا چاہیے۔)

۴۔اسلامی معاشرے میں نماز کیلئے بلند آواز میں صدا دی جانی چاہیے، تبلیغ کی جانی چاہیے، کسی کو اس میں رکاوٹ نہیں بننا چاہیے۔''نَادَيْتُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ ''

۵۔عقلمند افراد کا شیوہ ہے کہ وہ منطقی رویہ رکھتے ہیں لیکن بے عقل لوگ تمسخر اور مذاق اڑایا کرتے ہیں۔ ''ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ۝۵۸ ''

آیت نمبر ۵۹

قُلْ يَآأَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّآ إِلَّآ أَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَمَآ أُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ ۙ وَأَنَّ أَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ۝۵۹

ترجمۃ الآیات

کہہ دو اے اہل کتاب! کیا تم ہم پر اعتراض کرتے ہو آخر ہم نے کیا کیا ہے سوائے اس کے کہ ہم خدائے یکتا پر جو کچھ اس نے ہم نے نازل کیا ہے اس پر اور جو کچھ اس سے پہلے (گذشتہ انبیاء پر) نازل ہو چکا ہے اس پر ایمان لے آئے ہیں اور یہ اس بنا پر ہے کہ تم میں سے اکثر راہ حق سے منحرف اور فاسق ہو گئے ہیں۔

نکات:

☆ ''تَنْقِمُوْنَ '' کا لفظ ''نقمت '' سے ہے، جس کے معنی کسی چیز کا انکار کرنا ہے۔ خواہ وہ زبان سے ہو یا رویے سے یا کسی اور ذریعہ سے ہو۔(مفردات راغب)

پیغام:

۱۔مخالفین کے ساتھ بھی اچھے طریقے سے بحث وجدل کریں۔استدلال یا سوال میں احساساتی پہلو کو مدنظر رکھا جائے۔ ”هَلۡ تَنۡقِمُوۡنَ مِنَّاۤ“

۲۔دشمنوں کی مومنین کے ساتھ دشمنی صرف ان کے ایمان کی وجہ سے ہے۔”هَلۡ تَنۡقِمُوۡنَ مِنَّاۤ اِلَّاۤ اَنۡ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ“

۳۔مسلمانوں کا تمام آسمانی کتابوں پر ایمان رکھنا ہی اس بات کا موجب بنا کہ اہل کتاب ان کے ساتھ عدوات اور کینہ رکھنا شروع کردیں۔”هَلۡ تَنۡقِمُوۡنَ مِنَّاۤ اِلَّاۤ اَنۡ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡنَا وَمَاۤ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلُ“

۴۔اہل کتاب کی مسلمانوں کے ساتھ دشمنی تاریخی اور قدیمی ہے۔”هَلۡ تَنۡقِمُوۡنَ مِنَّاۤ“

۵۔دشمن کی طرف سے کی جانے والی سختیوں اور ان کی طرف سے دی جانے والی پریشانیوں میں بھی ہماری طرف سے عدل وانصاف کا دامن چھوٹ نہیں جانا چاہیے۔اصول یہ ہے کہ سب کو ایک جیسا نہ سمجھیں اور سب کو فاسق قرار نہ دیں۔”اَكۡثَرَكُمۡ فٰسِقُوۡنَ ﴿۵۹﴾“

۶۔حق کا انکار اور حق کے پیروکاروں کو تکلیف دینا فسق ہے۔”فٰسِقُوۡنَ ﴿۵۹﴾“

آیت نمبر ۶۰

قُلۡ هَلۡ اُنَبِّئُكُمۡ بِشَرٍّ مِّنۡ ذٰلِكَ مَثُوۡبَةً عِنۡدَ اللّٰهِ ؕ مَنۡ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيۡهِ وَجَعَلَ مِنۡهُمُ الۡقِرَدَةَ وَالۡخَنَازِيۡرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوۡتَ ؕ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ عَنۡ سَوَآءِ السَّبِيۡلِ ﴿۶۰﴾

ترجمۃ الآیات

کہہ دو کیا تمہیں ایسے لوگوں کے بارے میں آگاہ کروں جن کا ٹھکانا اور جزا، بارگاہ خدا میں اس سے بدتر ہے؟ وہ لوگ جنہیں اللہ نے اپنی رحمت سے دور کردیا ہے اور ان پر عذاب کیا ہے (اور انہیں مسخ کردیا ہے) اور ان میں سے بندر اور خنزیر بنائے، اور جنہوں نے بت پرستی کی (اور ان کی اطاعت کی) ان کا ٹھکانا برا ہے، اور وہ راہ راست سے بھٹکے ہوئے ہیں۔

نکات:

☆ ''مَثُوۡبَۃً''اور''ثواب''اصل میں پہلے والی حالت میں رجوع اور پلٹنا ہے۔ ہر طرح کی سرنوشت اور جزا کو بھی کہا جاتا ہے لیکن عام طور پر نیک کاموں کے بدلے کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ (تفسیر نمونہ)

☆ وہ لوگ جو دین، اسلام، نماز اور مسلمان کا تمسخر کرتے ہیں اور مسلمانوں کو ان کے ایمان کی وجہ سے تکلیف دیتے ہیں۔ ایسے لوگ کیوں اپنی گذشتہ تاریک اور شرمناک تاریخ پر نگاہ نہیں کرتے، جنہیں خدائی قہر وغضب کے ذریعے مسخ کر دیا گیا تھا اور وہ رسوا ہو گئے تھے۔ اگرچہ پیغمبر اکرمؐ کے زمانے کے یہودی خنزیر اور بندر کی شکل میں نہ تھے، چونکہ بنی اسرائیل خود کو واحد قوم کہتے تھے اور ایک ہی ہویت و پہچان کے دعویدار تھے اور گذشتہ افتخارات کو اپنے ساتھ نسبت دیا کرتے تھے، اسی لیے گذشتہ ہونے والی رسوائیوں کا ذکر ان کے غرور و تکبر کو توڑنے کیلئے ہے۔

☆ بہت سے مفسرین معتقد ہیں کہ وہ یہودی جنہوں نے شرعی حیلوں کے ذریعے ہفتے کے دن کا تقدس پامال کیا تھا، وہ بندروں کی شکل میں تبدیل ہو گئے۔ اسی طرح وہ عیسائی جنہوں نے جناب عیسیٰؑ کے آسمانی مائدہ کا انکار کیا تھا وہ لوگ خنزیر کی شکل میں مسخ کر دیے گئے تھے۔ (تفسیر راہنما)

پیغام:

۱۔ خدائی کیفر اور سزائیں عدل کی بنیاد پر ہیں، جو لوگ بندروں یا خنزیر کی شکل میں مسخ ہوئے وہ اپنے ہی اعمال کی سزا میں اس حالت کو پہنچے۔ ''مَثُوۡبَۃً''

۲۔ طاغوت کی اطاعت کرنے والے بھی مسخ شدگان کی صف میں شمار ہوتے ہیں۔ ''وَجَعَلَ مِنۡهُمُ الۡقِرَدَۃَ وَالۡخَنَازِیۡرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوۡتَ ؕ''

۳۔ بدکاروں اور برے افراد کے ساتھ پیش آنے والے تاریخی حقائق کو بیان کرنا، تبلیغ اور قرآنی ہدایت کی روش ہے۔ ''جَعَلَ مِنۡهُمُ ۔۔۔''

۴۔ تقدس پامال کرنے والے شخص کا کوئی احترام نہیں ہے۔ ''اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ ۔۔۔''

۵۔ سخت سزا، شدید جرائم کیلئے ہوتی ہے۔ ''بِشَرٍّ مِّنۡ ذٰلِكَ مَثُوۡبَۃً ۔۔۔ وَّاَضَلُّ عَنۡ سَوَآءِ السَّبِيۡلِ ﴿۶۰﴾''

آیت نمبر ۶۱

وَاِذَا جَآءُوۡكُمۡ قَالُوۡۤا اٰمَنَّا وَقَدۡ دَّخَلُوۡا بِالۡكُفۡرِ وَهُمۡ قَدۡ خَرَجُوۡا

بِهٖ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا يَكْتُمُوْنَ ﴿۶۱﴾

ترجمۃ الآیات

اور جب وہ (منافقین یا بعض اہل کتاب) تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لے آئے ہیں لیکن وہ کفر کے ساتھ داخل ہوتے ہیں اور اسی کفر کے ساتھ ہی نکل جاتے ہیں۔ جو کچھ وہ چھپائے ہوئے ہیں اللہ اس سے آگاہ ہے۔

پیغام:

۱۔بعض افراد کی طرف سے ظاہری طور پر ایمان کے اظہار کی وجہ سے فریب میں نہیں آجانا چاہیے۔ ''قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۔۔۔وَاللّٰهُ اَعْلَمُ'' زبان کے ساتھ ایمان کا اظہار اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ اس کے دل میں ایمان راسخ ہو چکا ہے۔

۲۔خدا تعالیٰ، خود انسان سے زیادہ اس کے ضمیر سے آگاہ ہے۔ ''وَاللّٰهُ اَعْلَمُ''

۳۔ایسے افراد جو منافقانہ طور پر ایمان کا اظہار کرتے ہیں، انہیں جان لینا چاہیے کہ خدا تعالیٰ ان کی اندرونی کیفیت سے زیادہ آگاہ ہے۔ ''قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَقَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ ۔۔۔وَاللّٰهُ اَعْلَمُ ۔۔۔''

آیت نمبر ۶۲

وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۶۲﴾

ترجمۃ الآیات

اور تم ان (ایمان کے دعویداروں) میں سے بہت سوں کو دیکھو گے کہ وہ گناہ، تجاوز اور مال حرام کھانے میں ایک دوسرے پر سبقت کرتے ہیں۔ جو کام وہ انجام دیتے ہیں کس قدر بُرا ہے۔

نکات:

☆ گذشتہ آیت میں اہل کتاب کے کفر و نفاق کے رویے سے متعلق بیان ہوا ہے۔ یہاں ان کے اخلاقی، اجتماعی اور

اقتصادی فساد کا ذکر ہے۔

☆ ''سُحت''اصل میں جلد کو الگ کرنے کے معنی میں ہے نیز شدید بھوک کے معنی میں بھی آیا ہے۔ پھر ہر غیر شرعی مال خاص طور پر رشوت کو کہا جانے لگا۔ کیونکہ اس قسم کا مال انسانی معاشرے سے محبت، احترام اور عزت اور برکت کے اثرات ختم ہو جاتے ہیں۔ بالکل اُسی طرح جیسے کسی درخت کی چھال کو اتار دیا جائے تو وہ نیم مردہ اور خشک ہو جاتا ہے۔ لہٰذا ''سُحت'' کے بہت وسیع معنی ہیں اور اگر بعض روایات میں اس کا کوئی خاص مصداق ذکر کیا گیا ہے تو اس کی کوئی مخصوص دلیل نہیں ہے۔

پیغام:

۱۔ منحرف اور مجرم افراد پر تنقید کرتے ہوئے انصاف کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیے۔ ''كَثِيْرًا مِّنْهُمْ''(سب کے ساتھ نہیں صرف بعض افراد کے ساتھ ایسا رویہ رکھنا چاہیے۔)

۲۔ اسلامی معاشرے کی نمایاں خصوصیات میں سے یہ ہے کہ مسلمین نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ''يُسٰرِعُوْنَ فِى الْخَيْرٰتِ''(مؤمنون۔۶۱)

جبکہ کافر معاشرے میں اور نفاق کے ماحول میں لوگ ایک دوسرے کو تباہ کرنے میں پہل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ''يُسَارِعُوْنَ فِى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ''

۳۔ اخلاقی فساد میں سب سے بدتر ''اِثْمِ'' یعنی گناہ ہے اور معاشرتی فساد ''عُدْوَانِ''، اداراتی اور اقتصادی فساد ''سُحت''، یہ سب فساد برپا کرنے کی عادت اور اس میں جلد بازی کو ظاہر کرتے ہیں۔ ''يُسَارِعُوْنَ فِى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ---''(يُسَارِعُوْنَ، استمرار پر دلیل ہے۔)

۴۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ ایمان کے دعویدار بھی گناہ، تجاوز میں ملوث ہو جائیں اور حرام خوری میں جلد بازی کر جائیں۔ ''تَرٰى---يُسَارِعُوْنَ---''

۵۔ گناہ میں آلودہ ہونے سے بدتر گناہ میں ڈوب جانا ہے۔ ''فِى الْاِثْمِ''

۶۔ اس کے باوجود کہ تجاوز، عدوان اور حرام خوری، اثم و گناہ کی مثالیں ہیں لیکن ان دو کا نام اہمیت اور ان میں پائے جانے والے خطرے کی وجہ سے یا اہل کتاب کے درمیان پھیلنے کی وجہ سے، ان کا علیحدہ سے ذکر کیا گیا ہے۔ ''يُسَارِعُوْنَ فِى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ''

آیت نمبر ۶۳

لَوْلَا يَنْهٰهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ

وَ اَكۡلِهِمُ السُّحۡتَ ؕ لَبِئۡسَ مَا كَانُوۡا يَصۡنَعُوۡنَ ﴿۶۳﴾

ترجمۃ الآیت

عیسائی اور یہودی علما انہیں گناہ آمیز باتوں اور مال حرام کھانے سے کیوں منع نہیں کرتے ؟ کس قدر برا ہے وہ عمل جو وہ انجام دیتے ہیں۔

نکات:

☆ حضرت علی علیہ السلام خطبہ قاصعہ (نہج البلاغہ ، خ ۱۹۲) کے آخر میں فرماتے ہیں : گذشتہ اقوام کو خدا تعالیٰ نے صرف امر بالمعروف اور نہی از منکر ترک کرنے کی وجہ سے مورد لعنت قرار دیا۔ خدا تعالیٰ نے عوام کو گناہ انجام دینے کی وجہ سے اور ان کے علما کو نہی از منکر نہ کرنے کی وجہ سے مورد لعنت قرار دیا۔

☆ ''رَّبّٰنِيُّوۡنَ'' سے مراد عیسائی علما ہیں اور ''اَحۡبَارُ'' سے مراد یہودی علما ہیں۔

☆ امام حسین علیہ السلام نے اس آیت کی وضاحت میں فرمایا: علما کی خاموشی، امر بالمعروف اور نہی از منکر کو چھوڑ دینے یا ظالموں جیسے فوائد اور منافع پانے کی لالچ اور ان سے ڈرنے کی وجہ سے مورد لعنت قرار دیے گئے۔ ''رغبۃ فیما کانوا ینالون منھم او رھبۃ مما یحذرون'' (تفسیر راہنما و بحار، ج ۱۰۰، ص ۷۹)

☆ گذشتہ آیت میں گنہگاروں کیلئے جملہ ''مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ﴿۶۲﴾'' استعمال ہوا۔ لیکن یہاں علما کی خاموشی کے بارے میں جملہ ''مَا كَانُوۡا يَصۡنَعُوۡنَ ﴿۶۳﴾

'' استعمال کیا گیا ہے۔ مرحوم فیض کاشانیؒ کہتے ہیں: ''يَعۡمَلُوۡنَ'' اور ''يَصۡنَعُوۡنَ'' میں فرق یہ ہے کہ صانع وہ ہوتا ہے جو اپنے تجربہ اور بہترین مہارت کے ساتھ کام کو انجام دیتا ہے اور وہ کام اس کی ایسی خصلت ہو جاتی ہے جس میں اسے ملکہ حاصل ہو جاتا ہے۔

پیغام:

۱۔ امر بالمعروف اور نہی از منکر کی ذمہ داری سب سے پہلے علما کی ہے۔ ''لَوۡلَا يَنۡهٰهُمُ الرَّبّٰنِيُّوۡنَ ۔۔۔''

۲۔ علما کی خاموشی اور غیر جانبداری، فساد کے پھیلنے کی بنیاد بنتی ہے۔ ''وَتَرٰى كَثِيۡرًا مِّنۡهُمۡ يُسَارِعُوۡنَ فِى الۡاِثۡمِ ۔۔۔ لَوۡلَا يَنۡهٰهُمُ ۔۔۔''

۳۔ علما کے پاس اختیارات ہونے چاہئیں تاکہ وہ وعظ و نصیحت کر سکیں، دعوت و تبلیغ کا کام کر سکیں اور برائیوں نیز فساد

کو عملی طور پر روک سکیں۔ ''لَوۡلَا یَنۡہٰىہُمُ''

۴۔ اگر نہی از منکر سے گناہ نہ رک سکے تو کم از کم اس کی تیزی میں کمی آ جائے گی۔ ''یُسَارِعُوۡنَ فِی الۡاِثۡمِ ---لَوۡلَا یَنۡہٰىہُمُ''

۵۔ اہل کتاب علمانے اپنے کم سے کم فرائض پر بھی عمل نہیں کیا۔ (گذشتہ آیت میں اِثۡمِ ،عُدۡوَانِ اور حرام خوری کو ان کے گناہ کے طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ یہاں عدوان کا لفظ نہیں آیا، شاید اس سے یہ مراد ہو کہ اگر اہل کتاب علما عدوان کو روکنے کی طاقت نہیں رکھتے تو کیوں اِثۡمَ وسُحۡتَ کو نہیں روکتے؟)

۶۔ علم کی خوبصورتی اس کے اظہار میں ہے اور اس کی بدصورتی اس کو چھپانے سے اور خاموش رہنے سے ہے۔ ''لَبِئۡسَ مَا کَانُوۡا یَصۡنَعُوۡنَ﴿۶۳﴾''

۷۔ عالم کی خاموشی، گناہ کرنے والے کے گناہ سے زیادہ بری ہے۔ ''لَبِئۡسَ مَا کَانُوۡا یَصۡنَعُوۡنَ﴿۶۳﴾''

۸۔ گناہوں کا علنی ہونا، گناہوں کا زیادہ ہونا، ان میں تیزی آنا اور مختلف قسم کے نئے نئے گناہ انجام دیے جانا، ان میں سے کچھ بھی عالم دین کیلئے دلیل نہیں ہے کہ وہ خاموشی اختیار کر لے۔ ''وَتَرٰی کَثِیۡرًا مِّنۡہُمۡ یُسَارِعُوۡنَ فِی الۡاِثۡمِ --- لَوۡلَا یَنۡہٰىہُمُ''

(لفظ ''تَرٰی'' گناہوں کے ظاہر ہونے کی علامت، ''کَثِیۡرًا'' گناہوں کے زیادہ ہونے کی علامت اور ''یُسَارِعُوۡنَ'' گناہوں میں تیزی آنے کی علامت اور ''اِثۡمَ''، ''عُدۡوَانِ'' و ''سُحۡتَ'' گناہوں کی مختلف اقسام پر علامت کے طور پر آئے ہیں۔)

آیت نمبر ۶۴

وَقَالَتِ الۡیَہُوۡدُ یَدُ اللّٰہِ مَغۡلُوۡلَۃٌ ؕ غُلَّتۡ اَیۡدِیۡہِمۡ وَلُعِنُوۡا بِمَا قَالُوۡا ۘ بَلۡ یَدٰہُ مَبۡسُوۡطَتٰنِ ۙ یُنۡفِقُ کَیۡفَ یَشَآءُ ؕ وَلَیَزِیۡدَنَّ کَثِیۡرًا مِّنۡہُمۡ مَّاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ مِنۡ رَّبِّکَ طُغۡیَانًا وَّکُفۡرًا ؕ وَاَلۡقَیۡنَا بَیۡنَہُمُ الۡعَدَاوَۃَ وَالۡبَغۡضَآءَ اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیٰمَۃِ ؕ کُلَّمَاۤ اَوۡقَدُوۡا نَارًا لِّلۡحَرۡبِ اَطۡفَاَہَا اللّٰہُ ۙ وَیَسۡعَوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ

فَسَادًا ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الۡمُفۡسِدِيۡنَ ﴿۶۴﴾

ترجمۃ الآیات

اور یہودی کہتے ہیں کہ خدا کا ہاتھ تو زنجیر سے بندھا ہوا ہے۔ انہی کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں اور اس بات کی وجہ سے رحمت الٰہی سے دور ہیں جبکہ اس (کی قدرت) کے دونوں ہاتھ کھلے ہیں وہ جس طرح سے چاہے (بخشتا اور) خرچ کرتا ہے اور یہ آیات جو تجھ پر تیرے پروردگار کی طرف سے نازل ہوئی ہیں ان میں سے بہت سوں کے طغیان اور کفر کو بڑھا دیتی ہیں اور ان کے درمیان ہم نے قیامت تک کے لیے دشمنی اور عداوت ڈال دی ہے اور جب بھی انہوں نے جنگ کی آگ روشن کی اللہ نے اسے خاموش کر دیا اور وہ زمین میں فساد کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔ اور اللہ فساد کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

نکات:

☆ پہلے والی آیت میں یہودیوں کی مخالفانہ اور غیر معقول باتیں ''عَنۡ قَوۡلِهِمُ الۡاِثۡمَ '' اور ان باتوں پر علما کا نہ روکنا بیان کیا گیا ہے، ''لَوۡلَا يَنۡهٰهُمُ ''۔ اس آیت میں ایک مثال بیان کی گئی ہے کہ یہودی یہ کہتے ہیں کہ خدا کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔ اب وہ ہمیں عزت وطاقت عطا نہیں کرسکتا، جس طرح ہمارے پاس پہلے عزت وقدرت موجود تھی۔

☆ روایات میں ہے کہ یہ آیت قضا وقدر اور تقدیر کے بارے میں یہودیوں کے عقیدے کو بیان کرتی ہے۔ کیونکہ یہودی یہ تصور کرتے تھے کہ خلقت کے شروع میں خدا کے ہاتھ کھلے تھے لیکن بعد میں جب تمام چیزیں خلق کرلیں تو اس کے ہاتھ بندھ گئے ہیں۔

☆ امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس آیت کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: یہودیوں کا عقیدہ یہ تھا کہ خلقت کے بعد خدا تعالیٰ نے امور کی تدبیر کرنے سے ہاتھ کھینچ لیا ہے، وہ ایک طرف ہو کر بیٹھ گیا ہے اور کسی چیز کو کم یا زیادہ نہیں کرتا۔ ''قد فرغ من الامر فلا یزید ولا ینقص'' (تفسیر نور الثقلین؛ توحید صدوق، ص ۱۶۷)

☆ عربی زبان میں ''ید'' اور فارسی واردو زبان میں لفظ ''دست'' سے مراد قدرت وطاقت کا کنایہ ہے جو اثر ونفوذ رکھتی ہے۔ جیسے ہم کہتے ہیں کہ فلاں شخص کا اس علاقے میں یا فلاں ادارے میں یا کسی واقعہ میں ہاتھ ہے۔ فلاں کے ہاتھ کاٹ دیے گئے ہیں۔ ہمارا ہاتھ فلاں تک نہیں پہنچتا۔ روایات میں بھی ہے کہ اولیائے الٰہی خدا تعالیٰ کے ہاتھ ہیں۔ یعنی لوگوں کی نسبت خدا تعالیٰ کے لطف وکرم کا واسطہ ہے۔

☆امام محمد باقر علیہ السلام ''كُلَّمَآ اَوۡقَدُوۡا نَارًا ۔۔۔'' کے بارے میں فرماتے ہیں: جب بھی کسی جابر نے چاہا کہ آل محمد علیہم السلام کو نابود کرے، خدا تعالیٰ نے اسے تباہ و برباد کر دیا ہے۔(تفسیر عیاشی)

☆علامہ طباطبائی کہتے ہیں کہ جب فقر، تنگ دستی، بھوک یا قحط کے حالات پیدا ہوتے اور دوسری طرف جب خدا کو قرض دینے والی آیات نازل ہوتیں تو وہ (یہودی) اس قحط اور خدا تعالیٰ کی طرف سے قرض الحسنہ کی اس سفارش کو خدا کے ہاتھ بندھے ہونے کی علامت قرار دیتے تھے۔

پیغام:

۱۔دوسروں کے گناہوں پر راضی رہنا، ان کے گناہوں میں شرکت کرنے کے مترادف ہے۔''وَقَالَتِ الۡيَهُوۡدُ''

(اگرچہ بعض یہودی ہاتھ بندھے ہونے کی نسبت خدا تعالیٰ کے ساتھ دیا کرتے تھے، چونکہ دوسرے یہودی اس بات سے اتفاق کرتے تھے لہٰذا اس گمراہ کن فکر کی نسبت تمام یہودیوں سے دی گئی ہے۔)

۲۔اپنی نالائقی اور نااہلی کی توجیہ نہ کریں۔(شیطان نے اپنے تکبر کو الٰہی اغوا کی طرف نسبت دی۔)''رَبِّ بِمَآ اَغۡوَيۡتَنِىۡ ۔۔۔''(حجر۔۳۹) یہودی بھی نعمات سے اپنی دوری کو خدا کے بخیل ہونے کے ساتھ توجیہ کرتے تھے بے بنیاد دلیلیں گھڑتے تھے۔جبکہ اس میں ان کی اپنی بے عملی کا ہاتھ تھا۔''يَدُ اللّٰهِ مَغۡلُوۡلَةٌ''

۳۔کسی شک وشبہ کا جواب پوری وضاحت کے ساتھ دینا چاہیے، تاکہ اس شک وشبہ کے تمام پہلو روشن ہو جائیں۔''يَدُ اللّٰهِ مَغۡلُوۡلَةٌ، يَدٰهُ مَبۡسُوۡطَتٰنِ''

(وہ کہتے تھے کہ خدا کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں، جبکہ آیت فرما رہی ہے کہ خدا تعالیٰ کے تو دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں یعنی وہ اپنی پوری طاقت وقدرت کے ساتھ موجود ہے۔)

۴۔سرزنش، عمل کے مطابق ہونی چاہیے۔''يَدُ اللّٰهِ مَغۡلُوۡلَةٌ، غُلَّتۡ اَيۡدِيۡهِمۡ''

۵۔جس طرح قرآن متقی افراد کیلئے نور اور ہدایت ہے، ضدی اور ہٹ دھرم افراد کیلئے بدبختی اور کفر کا باعث بنتا ہے۔''وَلَيَزِيۡدَنَّ كَثِيۡرًا مِّنۡهُمۡ مَّاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكَ مِنۡ رَّبِّكَ طُغۡيَانًا وَّ كُفۡرًا''

۶۔حد سے بڑھنا اور کفر اختیار کرنا، دشمنی اور کینے کا موجب بنتا ہے۔''وَاَلۡقَيۡنَا بَيۡنَهُمُ الۡعَدَاوَةَ ۔۔۔''

۷۔یہودی ہمیشہ فتنہ برپا کرتے رہتے ہیں لیکن ہر مرتبہ شکست کھاتے ہیں۔''كُلَّمَآ اَوۡقَدُوۡا نَارًا لِّلۡحَرۡبِ اَطۡفَاَهَا اللّٰهُ''

۸۔سزا کے طور پر دشمنوں کے دلوں میں دشمنی اور کینہ ڈالنا بھی خدا کا کام ہے اور جنگ کیلئے بڑھکائی گئی آگ کو بجھانا بھی خدا کا کام ہے۔''اَلۡقَيۡنَا، اَطۡفَاَهَا اللّٰهُ''

۹۔ محبت الٰہی یا قہر الٰہی کا حصول بھی اپنے عمل کی وجہ سے ہے۔ ''وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ۞ ''

آیت نمبر ٦٥

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۞

ترجمۃ الآیات

اور اگر اہل کتاب (یہودی وعیسائی) ایمان لے آئے اور انہوں نے تقویٰ اختیار کیا، تو یقیناً ہم ان کے گناہ بخش دیں گے اور انہیں نعمات سے معمور باغات بہشت میں داخل کر دیں گے۔

پیغام:

۱۔ پیغمبر اکرمؐ کے زمانے میں اہل کتاب بے ایمان اور بے تقویٰ افراد تھے۔ ''وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا ''

۲۔ ایمان اور تقویٰ، انحراف اور گمراہی کو بے اثر کر دیتے ہیں اور گذشتہ مسائل کو مٹا دیتے ہیں۔ ''لَكَفَّرْنَا ''
(حدیث میں آیا ہے کہ الاسلام یجُبّ ما قبله) (بحار، ج ٦، ص ٢٢)

۳۔ الٰہی لطف وکرم کے حصول کی خاطر پہلے گناہوں سے پاک ہونا ضروری ہے۔ ''لَكَفَّرْنَا، اَدْخَلْنَا ''

۴۔ خدا تعالیٰ بخشش کے علاوہ لطف وکرم بھی کرتا ہے۔ ''لَكَفَّرْنَا، اَدْخَلْنَا ''

آیت ٦٦

وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ؕ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ؕ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ ۞

ترجمۃ الآیات

اور اگر وہ (یہود و نصاریٰ) تورات، انجیل اور جو کچھ ان پر ان کے پروردگار کی طرف سے نازل ہوا ہے، اسے قائم رکھیں تو اپنے سر کے اوپر آسمان سے اور اپنے پاؤں کے نیچے زمین سے رزق کھائیں گے۔ ان میں سے کچھ لوگ میانہ رو ہیں لیکن ان میں سے اکثر برے اعمال انجام دیتے ہیں۔

نکات:

☆ گذشتہ آیت میں روحانی اور اخروی سعادت میں ایمان کے کردار کو بیان کیا گیا ہے اور اس آیت میں دنیاوی سعادت اور معاشی کامیابی میں ایمان کے کردار کا ذکر کیا گیا ہے۔

☆ اگر آسمانی کتابوں کے پیروکار قرآن کے سامنے تسلیم ہو جاتے اور قرآن مجید کے سامنے تسلیم ہونے کو بنی اسرائیل کا عرب نسل کے سامنے تسلیم ہونا تصور نہ کرتے تو ایسا نہ ہوتا۔ انہیں سمجھنا چاہیے تھا کہ انبیا کی تعلیم کے اصول یکساں ہیں اور تورات و انجیل کے بعد جو کچھ نازل ہوا ہے اس پر ایمان لانا، اگلی کلاس میں منتقل ہونے کے مترادف ہے نہ کہ گذشتہ تعلیم اور احکام کو باطل کرنا ہے۔ اس صورت میں قیامت میں اخروی نعمات سے بہرہ مندی کے علاوہ دنیا میں بھی مختلف انواع کی نعمات ان کی طرف نازل ہو جاتیں۔ (لیکن انہوں نے اپنے برے اعمال اور بداعتقادی کی وجہ سے اس سلسلے کو روک دیا۔)

☆ گذشتہ آیت میں خدا کے ہاتھ بندھے ہونے کے حوالے سے یہودیوں کے عقیدے کی بات ہوئی ہے۔ اس آیت میں فرمایا جا رہا ہے: اگر آپ لوگ آسمانی کتابوں پر ایمان لے کر آئے تو پھر خود ہی فیصلہ کرو کہ خدا کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں یا نہیں۔ اگر تمہاری شان و شوکت تمہاری ذلت میں بدل گئی ہے تو یہ صرف تمہارے کفر اور آسمانی احکام سے منہ موڑنے کی وجہ سے ہوا ہے۔ خدا کی ناتوانی اور ہاتھ بندھے ہونے کی وجہ سے نہیں ہے۔ (جو کہ تم نے خدا پر تہمت باندھی ہے۔)

☆ سورہ اعراف کی آیت ۹۶ بھی اسی آیت کے مشابہ ہے: ''وَلَوۡ اَنَّ اَهۡلَ الۡقُرٰٓى اٰمَنُوۡا وَاتَّقَوۡا لَفَتَحۡنَا عَلَيۡهِمۡ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ'' اگر ان آبادیوں کے رہنے والے ایمان لے آئیں اور تقویٰ اختیار کریں تو یقیناً ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکات کے دروازے کھول دیں گے۔

سوال: کیا آسمانی کتابوں کے احکام پر عمل کرنا رزق میں وسعت کا موجب ہے؟

جواب: خدا تعالیٰ اجر کے طور پر رزق و روزی میں اضافہ فرماتا ہے یا خود آسمانی کتابوں میں ایسے فطری و طبیعی طریقے بیان کیے گئے ہیں جن سے رزق میں اضافہ ہوتا ہے۔ اگر وہ آسمانی کتابوں کے احکام پر عمل کرتے تو یقیناً وہ ایسی بابرکت راہوں کو

پالیتے۔

☆ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہود کے ۷۱ فرقے اور نصاریٰ کے ۷۲ فرقے ہونگے جبکہ ان میں سے صرف ایک فرقہ جنتی ہوگا۔ جب حضرت علی علیہ السلام رسول اکرمؐ سے یہ روایت نقل کر رہے تھے اس وقت انہوں نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ (تفسیر نور الثقلین)

پیغام:

۱۔ (تحریف نہ ہونے والی) آسمانی کتابیں ایک آئین ہیں، تمام تحریکوں کا محور ان کیلئے راہنما کی حیثیت رکھتی ہیں۔ انہیں ایک پرچم کی طرح ہمیشہ اونچا اور لہراتا رہنا چاہیے۔ ''اَقَامُوا''

۲۔ دوسروں کو اسلام کی دعوت دیتے ہوئے ان کے صحیح عقائد اور ان کے مقدسات کی توہین نہ کریں۔ ''اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ۔۔۔''

۳۔ آسمانی کتاب کی تلاوت ہی کافی نہیں ہے، اس کا نفاذ اور اس پر عمل پیرا ہونا بھی ضروری ہے۔ ''اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ''

۴۔ تمام آسمانی کتابیں قابل احترام ہیں۔ ''اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ''

۵۔ قرآن مجید، تمام اُمتوں کیلئے ہے صرف مسلمانوں کیلئے نہیں ہے۔ ''مَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ''

۶۔ اسلام، لوگوں کی فلاح و بہبود کی طرف بھی متوجہ ہے۔ ''لَاَكَلُوْا''

۷۔ دینی دستورات پر توجہ کرنے سے انسان کی مادی زندگی میں بھی خوشگوار اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ ''وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ ۔۔۔لَاَكَلُوْا ۔۔۔''

۸۔ نظام ہستی میں لوگوں کا ایمان اثر رکھتا ہے۔ زمین کی زرخیزی، بارش کے آنے میں، فصل کے بڑھنے میں، پیداوار میں اضافہ ہونے میں ایمان کے اثرات ہوتے ہیں۔ ''اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ ۔۔۔لَاَكَلُوْا''(تفسیر المیزان)

۹۔ برا معاشرہ انسان کو برائی پر مجبور نہیں کرتا کیونکہ بہت سے بدکاروں کے درمیان بعض معتدل اور معقول افراد ہوتے ہیں۔ ''مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ط''

۱۰۔ آسمانی کتابوں کی تعلیمات کو عام کرنے کیلئے اعتدال اور میانہ روی ضروری ہے، افراط و تفریط ٹھیک نہیں ہے۔ ''مُّقْتَصِدَةٌ ط''

۱۱۔ کبھی بھی کسی اجتماع کے تمام افراد کو، ساری نسل، پورے علاقے یا کسی مسلک کے ماننے والے تمام افراد کو برا نہیں کہہ دینا چاہیے۔ ''مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ط''

۱۲۔ کسی طرف افراد کا زیادہ ہونا، ان کی حقانیت کی علامت نہیں ہے۔ ''وَ كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۶۶﴾ ''

آیت نمبر ۶۷

يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۶۷﴾

ترجمۃ الآیات

اے رسول! جو کچھ تیرے پروردگار کی طرف سے تجھ پر نازل ہوا ہے، اسے کامل طور سے (حضرت علیؑ کی ولایت اور جانشینی کے بارے میں لوگوں تک) پہنچا دو۔ اور اگر تم نے (ایسا) نہ کیا تو گویا تم نے اس کا (کوئی) کار رسالت سرانجام ہی نہیں دیا اور (جان لو کہ) خداوند تعالیٰ تمہیں لوگوں کے (ان تمام خطرات) سے (جن کا احتمال ہے کہ لوگ اس اہم پیغام کو سننے کی برداشت نہ رکھیں گے،) محفوظ رکھے گا اور خداوند تعالیٰ کافر گروہ کی ہدایت نہیں کرتا۔

نکات:

☆ یہ آیت جن دلائل وشرائط کی وجہ سے نازل ہوئی وہ سب حضرت علی علیہ السلام کی جانشینی اور غدیر خم میں انہیں مقام ولایت پر منصوب کرنے سے متعلق ہیں۔ دس ہجری کو جب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حج کے سفر سے واپس آرہے تھے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ آیت ان دو آیات کے درمیان قرار دی گئی ہے جو آیات آسمانی کتاب کی تعلیمات کو نافذ کرنے کی بات کر رہی ہیں۔ یہ چیز شاید اس بات کی طرف اشارہ ہو کہ آسمانی کتاب کی تعلیمات کے نفاذ اور معصوم راہبر کے درمیان ایک مضبوط تعلق موجود ہے۔ جی ہاں! ایسا ہی ہے، ایک امام ہی آسمانی کتاب کے احکام کو نافذ کرسکتا ہے اور یہ خدا کی کتاب ہی ہے جو حقیقی امام کا تعارف کرواتی ہے۔

☆ تمام شیعہ مفسرین، اہلبیت علیہم السلام کی روایات کی اساس پر اور بعض اہلسنت مفسرین اس آیت کو مصادیق میں سے ایک مصداق کے طور پر پیش کرتے ہیں جو غدیر خم میں حضرت علی علیہ السلام کا مقام ولایت وامامت پر منصوب کرنے کو ظاہر کرتی ہے۔ (تفاسیر کبیر فخر رازی والمنار)

دلچسپ یہ ہے کہ تفسیر المنار کے مصنف نے مُسند احمد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ سے صحیح وموثق سند کے ساتھ ''من کنتُ مولاہ فعلیٌ مولاہ'' کی حدیث نقل کی ہے۔ پھر اس میں سے دو الفاظ پر خود ہی شک کا اظہار کیا ہے کہ ایک تو ولایت سے مراد دوستی ہے۔ (وہ اس بات سے غافل ہیں کہ دوستی کیلئے بیعت لینے اور مبارک باد کہنے کی ضرورت نہیں ہوتی، مزید یہ کہ اس مقصد کیلئے غدیر خم میں اتنی بڑی سطح پر انتظامات کرنے کی بھی ضرورت نہ تھی۔) دوسری بات یہ ہے کہ اگر حضرت علیؑ، رسول اکرمؐ کے بعد امام ورا ہبر تھے تو کیوں انہوں نے آواز بلند نہیں کی اور غدیر کے مقام پر خود کو منصوب کیے جانے والا واقعہ بیان نہیں کیا؟! (شاید انہیں خبر نہیں ہے کہ پوری نہج البلاغہ میں اور حضرت علیؑ کے کلمات میں اس مسئلہ پر داد وفریاد موجود ہے۔ لیکن شاید المنار کے مصنف نے یہ داد وفریاد نہیں سنی۔) (اس لائن کو حضرت علی علیہ السلام کی شب شہادت، آدھی رات کے وقت مورخہ ۲۱ ماہ رمضان ۱۳۸۰ میں لکھا۔)

☆ سارے قرآن مجید میں صرف اسی آیت میں پیغمبر اکرمؐ کو دھمکی دی گئی ہے کہ اگر پیغام کو چھپایا اور بیان نہ کیا تو ۲۳ سال میں جو کوئی بھی رسالت کا کام انجام دیا ہے سب ضائع ہو جائے گا۔ لہٰذا ہمیں دیکھنا چاہیے کہ ایسا کونسا اہم پیغام ہے جس کا یوں ذکر کیا جا رہا ہے؟

☆ پیغمبر اکرمؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا: ''لو لم ابلغ ما أمرت به من ولايتك لحبط عملي'' ہر وہ بات جو تیری ولایت کے بارے میں ہے اگر لوگوں تک نہ پہنچاؤں تو میرے تمام اعمال مٹ جائیں گے۔ (تفسیر نور الثقلین اور امالی صدوق، ص ۴۰۰)

☆ اس آیت میں چند نکات ہیں جو اس کے مفہوم کو واضح کرتے ہیں:

۱۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک زندگی کے آخری ایام میں سورہ مائدہ نازل ہوئی ہے۔

۲۔ اس آیت میں خطاب ''یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ'' کی بجائے ''یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوۡلُ'' آیا ہے جو کہ ایک اہم رسالت کی نشاندہی کر رہا ہے۔

۳۔ ''اَبۡلِغۡ'' کی بجائے ''بَلِّغۡ'' کا فرمان آیا ہے۔ جس میں حتمی، باقاعدہ اور اہم اعلان کی نشاندہی ہے۔

۴۔ اس اہم پیغام کو نہ پہنچانے کی صورت میں پیغمبر کو دھمکی دی گئی ہے کہ اگر یہ نہ کہا تو آپؐ کی تمام زحمتیں ضائع ہو جائیں گی۔

۵۔ اس کام کے بعد پیش آنے والی احتمالی واقعات سے رسول خداؐ خوفزدہ تھے، جس پر خدا تعالیٰ آپؐ کو تسلی اور ہمت دلا رہا ہے کہ ہم آپؐ کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھیں گے۔

۶۔ پیغمبرؐ کو اپنی جان کا خوف نہ تھا کیونکہ ایک وقت تھا جب وہ اکیلے ان بت پرستوں کے خلاف لڑتے رہے تھے۔ مشرکین کے ساتھ مسلحانہ جنگیں کی تھیں، وہاں وہ اپنی جان کے خطرے سے نہیں ڈرے۔

(آپ کو پتھر مارے جاتے تھے، آپ کے ساتھیوں پر سختی کی جاتی تھی، انہیں شکنجہ کیا جاتا تھا اور اب عمر کے اس آخری حصہ میں اتنے جانثاروں کے بیچ میں وہ اپنی جان کے خوف سے ڈریں؟! یہ نہیں ہوسکتا۔)

۷۔اس آیت میں ایک ایسا پیغام ہے جو نبوت ورسالت کے تمام پیغامات کے برابر ہے یعنی اگر یہ پیغام نہ پہنچایا گیا تو گویا پچھلے تمام پیغام مٹ جائیں گے۔

۸۔اس پیغام کا محتوا (لب لباب) کوئی بنیادی مسئلہ ہونا چاہیے، ورنہ جزوی اور شخصی مسائل میں ایسی دھمکی اور پھر اس قسم کی تسلی ضروری نہیں ہے۔

۹۔آیت کا پیغام، توحید، نبوت اور قیامت سے متعلق نہیں ہے۔ کیونکہ یہ مسائل بعثت کے ابتدائی دنوں میں مکہ میں بیان ہو چکے تھے۔اس لیے ان مسائل پر حضورؐ کی عمر کے آخری ایام میں اس قدر تاکید کی ضرورت نہ تھی۔

۱۰۔آیت کا پیغام، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، خمس و جہاد بھی نہیں ہے کیونکہ یہ تو پیغمبرؐ کی ۲۳ سالہ زندگی میں بیان ہوتے رہے ہیں اور صحابہ کی طرف سے ان پر عمل بھی ہوتا رہا ہے، اس میں تو خطرے کی کوئی بات نہیں تھی۔ پس پیغمبر اکرمؐ کی مبارک زندگی کے آخری حصے میں یہ کونسا اہم پیغام ہے اور یہ پیغام کیا ہے؟

بہت سی شیعہ سنی روایات نے ہمیں اس مشکل اور حیرانی سے نجات دی ہے اور راستے کی نشاندہی کی ہے۔روایات کہتی ہیں: یہ آیت ۱۸ ذی الحجہ دس ہجری پیغمبر اکرمؐ کے حجۃ الوداع کے دوران سفر میں نازل ہوئی۔ حضورؐ نے مدینہ واپسی کے دوران غدیر خم کے مقام پر حکم خدا کے ساتھ ٹھہرنے کا فرمان جاری فرمایا تو سب لوگ اس مقام پر جمع ہو گئے۔ وہ ایسی جگہ تھی جہاں پانی بھی نہ تھا اور درخت بھی نہ تھے، حجاز کی گرمی میں وہاں بہت خوشگوار فضا تھی۔ زائرین مکہ کے کاروانوں کے الگ ہونے کی جگہ تھی، وہاں سے یمن، عراق، شام، مدینہ اور حبشہ کے لوگ ایک دوسرے سے الگ ہو جاتے تھے۔

وہاں پیغمبر خدا اپنے بے شمار صحابہ کے درمیان، اونٹوں کے پلانوں سے بنائے گئے منبر کے فراز پر گئے اور ایک طویل خطبہ ارشاد فرمایا۔ خطبے کے ابتدائی حصے میں توحید، نبوت اور معاد کے بارے میں گفتگو تھی جو کہ نئی بات نہ تھی۔ تازہ اور نئی بات یہ تھی کہ پیغمبرؐ نے اپنی رحلت کی خبر دی اور اپنے متعلق مسلمانوں سے رائے لی۔ سب نے آپؐ کی کرامت، عظمت، خدمت اور رسالت کی ادائیگی کے بہترین ہونے پر گواہی دی۔ جب آپ مطمئن ہو گئے کہ آپؐ کی آواز چار اطراف میں سب لوگوں تک پہنچ رہی ہے تو آئندہ کیلئے اپنے اہم پیغام کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا: ''مَن کنتُ مولاہ فھذا علیؑ مولاہ'' جس جس کا میں مولا ہوں یہ علیؑ بھی پس اس اس کے مولا ہیں۔ اس طرح آپؐ نے اپنے بعد حضرت علیؑ کی جانشینی کا اعلان بہت وضاحت کے ساتھ فرما دیا۔

لیکن جب حضورؐ کی رحلت کے بعد جناب زہرا علیہا السلام لوگوں کے دروازوں پر جایا کرتی تھیں اور فرماتی تھیں: کیا آپ لوگ تھے اور نہیں سنا تھا کہ رسولخداؐ نے غدیر خم کے مقام پر کیا ارشاد فرمایا تھا؟ تو وہ لوگ جواب میں کہتے: ہم لوگ بہت دور کھڑے تھے ہم نے پیغمبر اکرمؐ کی آواز صحیح طرح سے نہیں سنی تھی!! اللہ اکبر، بنت رسول خدا سے حقیقت چھپائی جا رہی تھی، یہ کیسا

خوف، کیسی بے وفائی اور کیسا جھوٹ تھا؟

جی ہاں! لوگ تو دو گواہوں کے ساتھ اپنا حق وصول کر لیتے ہیں لیکن حضرت علی علیہ السلام ہزاروں گواہوں کی موجودگی میں بھی اپنا حق نہ پا سکے۔ حب دنیا، حسد اور بدر، خیبر اور حنین کے سنبھالے ہوئے کینوں سے امان، جو لوگ حضرت علیؑ کی نسبت اپنے دلوں میں رکھے ہوئے تھے۔

☆ امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: "بُنی الاسلام علی خمس علی الصلاة و الزکاة و الصوم و الحج و الولایة و لم ینادبشیء کما نودی بالولایة فاخذ الناس باربع و ترکوا هذه"، اسلام پانچ چیزوں پر استوار ہے: نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج اور اہلبیت کی ولایت، اور ولایت سے زیادہ کوئی چیز اہم نہ تھی لیکن لوگوں نے ان میں سے چار کو قبول کر لیا اور ولایت کو ترک کر دیا! (کافی، ج ۲، ص ۱۸)

☆ امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: اس آیت کے نازل ہونے کے بعد، جس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کی ضمانت دی گئی تھی، "وَاللّٰهُ يَعۡصِمُكَ مِنَ النَّاسِ" پیغمبر نے ہر طرح کے تقیہ کو اپنے سے دور کر دیا۔ (تفسیر نور الثقلین اور عیون اخبار الرضا، ج ۲، ص ۱۳۰)

پیغام:

۱۔ مخاطب کرنے کا انداز، گفتگو کے اہداف کے ساتھ ہم آہنگ ہونا چاہیے۔ چونکہ مقصد رسالت کی انجام دہی اور پیغام پہنچانا ہے لہٰذا خطاب "يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوۡلُ" سے ہو رہا ہے۔

۲۔ راہبر اسلامی (امام معصوم) کا انتخاب خدا تعالیٰ کی طرف سے ہونا چاہیے۔ "بَلِّغۡ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكَ مِنۡ رَّبِّكَ"

۳۔ کبھی الٰہی پیغام کو عوام کی موجودگی میں، عام جلسے میں اور بیعت لینے کے ذریعے بیان کیا جانا چاہیے۔ ولایت کے ابلاغ کیلئے صرف کہہ دینے پر اکتفا نہیں کرنا چاہیے بلکہ اس کے ساتھ (بیعت) کا عمل بھی ضروری ہے۔ "ان لم تبلغ" کی بجائے "وَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلۡ" کا ذکر ہوا ہے۔

۴۔ الٰہی احکام اور پیغامات سب ایک جیسے اور ایک سطح کے نہیں ہیں۔ کبھی ایک حقیقت کو چھپانا، تمام حقائق کو چھپانے کے برابر ہے۔ "وَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلۡ فَمَا بَلَّغۡتَ رِسَالَتَهٗ"

۵۔ اگر راہبر صحیح نہ ہو تو تمام مکتب نابود اور اُمت گمراہ ہو جاتی ہے۔ "فَمَا بَلَّغۡتَ رِسَالَتَهٗ"

۶۔ امامت و حکومت، اسلام کے اصل و بنیادی ارکین میں سے ہے۔ "وَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلۡ فَمَا بَلَّغۡتَ رِسَالَتَهٗ"

۷۔ ولایت کا انکار، ایک طرح کا کفر ہے۔ "اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الۡكٰفِرِيۡنَ﴿۶۷﴾"

۸۔ روش تبلیغ میں زمان و مکان کے عنوان دو اہم اصول ہیں۔

(یہ آیت ۱۸ ذی الحجۃ کو اور حجاج کے کاروانوں کے الگ ہونے کی جگہ پر نازل ہوئی۔)

آیت نمبر ۶۸

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ۚ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۶۸﴾

ترجمۃ الآیات

کہہ دو اے اہل کتاب تم کچھ وقعت نہیں رکھتے، جب تک کہ تم تورات و انجیل اور اس کو جو تم پر تمہارے پروردگار کی طرف سے نازل ہوا ہے قائم اور برپا نہ کرو۔ لیکن جو کچھ تجھ پر تیرے پروردگار کی طرف سے نازل ہوا ہے، ان میں سے بہت سوں کے طغیان اور کفر کو زیادہ کرتا ہے۔ اس بنا پر اس کافر قوم (اور ان کی مخالفت) سے غمگین نہ ہو۔

نکات:

☆ اگرچہ آسمانی کتاب قرآن مجید ہدایت کا ذریعہ ہے لیکن ایک گروہ ایسا ہے جس پر جس قدر بھی قرآن مجید پڑھا جائے ان کی اپنی ضد اور دشمنی کے رویہ کی وجہ سے، ان کی باطنی نجاست میں اضافہ ہی ہوتا جاتا ہے۔

☆ امام محمد باقر علیہ السلام نے ''وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ ۔۔۔'' کے بارے میں فرمایا: جو چیز بعض افراد کے کفر اور ان کی برائیوں میں اضافہ کا موجب بنتی ہے، وہ حضرت علیؑ کی ولایت ہے۔ (تفسیر عیاشی)

پیغام:

۱۔ اہل کتاب کو چاہیے کہ وہ تمام آسمانی کتابوں پر ایمان لائیں۔ ''تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ''

۲۔ ایمان کا دعویٰ ہی کافی نہیں ہے بلکہ اس پر قائم رہنا اور اس کے مطابق عمل کرنا بھی ضروری ہے۔ ''حَتّٰى تُقِيْمُوا''

۳۔ اگر قدرت وطاقت کی کرسی پر بیٹھنا چاہتے ہو تو تمہارے اعمال کا محور آسمانی قوانین ہونے چاہئیں۔ ''تُقِيۡمُوۡا''

۴۔ افراد کی شخصیت اور ان کی قدر و قیمت ان کے درست اعتقادات کے تناسب سے وابستہ ہوتی ہے۔ ''لَسۡتُمۡ عَلٰى شَىۡءٍ حَتّٰى تُقِيۡمُوا''

۵۔ تبلیغ کیلئے پہلے دوسروں کے صحیح اعتقادات کا احترام کریں، پھر اپنی راہ اور پیغام کے بارے میں بات کریں۔ ''تُقِيۡمُوا التَّوۡرٰٮةَ وَالۡاِنۡجِيۡلَ وَمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكُمۡ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ ‌ؕ ---''

۶۔ حد سے تجاوز کرنا، کفر کی راہ ہموار کرنا ہے اور اس کیلئے مقدمہ فراہم کرنا ہے۔ ''طُغۡيَانًا وَّكُفۡرًا‌ ۚ''

۷۔ برائیوں میں بڑھنے اور کفر اختیار کرنے میں کمی یا زیادتی ہوتی رہتی ہے۔ ''وَلَيَزِيۡدَنَّ كَثِيۡرًا مِّنۡهُمۡ --''

۸۔ اہل کتاب میں سے کم ہی افراد ہیں جو صحیح راستے پر ہیں۔ ''وَلَيَزِيۡدَنَّ كَثِيۡرًا مِّنۡهُمۡ''

۹۔ ضدی اور کافر افراد کی گمراہی پر غصہ کرنا ٹھیک نہیں ہے۔ ''لَيَزِيۡدَنَّ --- فَلَا تَاۡسَ عَلَى الۡقَوۡمِ الۡكٰفِرِيۡنَ ﴿۶۸﴾''

آیت نمبر ۶۹

اِنَّ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَالَّذِيۡنَ هَادُوۡا وَالصّٰبِئُوۡنَ وَالنَّصٰرٰى مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ ﴿۶۹﴾

ترجمۃ الآیات

وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اور یہودی، صائبین اور عیسائی جو بھی خدائے یگانہ اور روز قیامت پر ایمان لے آئے گا اور عمل صالح بجالائے گا تو ایسے لوگوں پر نہ تو کوئی خوف طاری ہوگا اور نہ ہی وہ محزون و مغموم ہوں گے۔

نکات:

☆ ''صائبین'' کا لفظ یہود و نصاریٰ کے ساتھ تین مرتبہ قرآن مجید میں آیا ہے۔ صائبین ایسے افراد کو کہا جاتا ہے جو کسی بھی آسمانی دین کے پیروکار رہوں لیکن وقت گذرنے کے ساتھ ان میں انحراف پیدا ہوجاتا ہے۔ جیسے ستاروں کی تاثیر کا عقیدہ رکھنا یا عام معاشرے سے الگ ہوکر زندگی گذارنا یا اپنی زندگی میں بعض مخصوص آداب کو اپنانا۔

☆ مختلف ادیان کے پیروکاروں کو چاہیے کہ نئے دین کے آجانے کے بعد اس پر ایمان لے آئیں ورنہ بعد والے انبیا کی بعثت بے فائدہ ہوگی۔ یہودی ونصاریٰ اور صائبین میں سے جو کوئی بھی مسلمانوں کی طرح پیغمبر اسلام پر ایمان لائے اور نیک عمل انجام دے، اسے کوئی غم اور خوف نہ ہوگا۔

☆ تمام گذشتہ ادیان میں سے یہود، نصاریٰ اور صائبین کا نام لیا گیا ہے، کیونکہ ایسے الٰہی ادیان میں سے ہیں جو حق کی دعوت کو قبول کرنے میں دوسروں سے زیادہ سزاوار ہیں۔

پیغام:

۱۔ خدا، قیامت اور انبیا کی رسالت پر ایمان لانا، تمام آسمانی ادیان کے مشترکہ اصولوں میں سے ہیں۔ ''مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰهِ ۔۔۔''

۲۔ تمام آسمانی ادیان میں کامیابی کا معیار ایمان اور عمل صالح ہے، صرف نام اور دعویٰ نہیں ہے۔ ''مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ ۔۔''

۳۔ ایمان، عمل سے الگ نہیں ہے۔ ''اٰمَنَ ۔۔۔ وَعَمِلَ''

۴۔ حقیقی سکون وآرام، ایمان اور نیک عمل میں چھپا ہے۔ ''مَنۡ اٰمَنَ ۔۔۔ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ۝۶۹''

آیت نمبر ۷۰

لَقَدۡ اَخَذۡنَا مِيۡثَاقَ بَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ وَاَرۡسَلۡنَاۤ اِلَيۡهِمۡ رُسُلًا ؕ كُلَّمَا جَآءَهُمۡ رَسُوۡلٌۢ بِمَا لَا تَهۡوٰٓى اَنۡفُسُهُمۡ ۙ فَرِيۡقًا كَذَّبُوۡا وَفَرِيۡقًا يَّقۡتُلُوۡنَ۝۷۰

ترجمۃ الآیات

ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور ان کی طرف رسول بھیجے لیکن جب بھی کوئی پیغمبر ان کی خواہشات نفسانی اور میلانات کے خلاف آتا تو بعض کی تو تکذیب کرتے اور بعض کو قتل کر دیتے۔

نکات:

☆ میثاق بنی اسرائیل سے مراد شاید گذشتہ آیت میں ذکر شدہ نکات: خدا اور قیامت پر ایمان اور نیک عمل ہوں۔ شاید انبیا کی پیروی مراد ہو جس کا ذکر لفظ ''رُسلًا'' کے ساتھ اسی آیت میں ہوا ہے۔ شاید وہ پیمان ہو جس کا ذکر سورہ بقرہ کی آیت ۹۳ اور سورہ آل عمران کی آیت ۸۱ میں ہوا ہے یعنی اس چیز پر عمل جو خدا تعالیٰ نے ان پر نازل کیا تھا۔

☆ گذشتہ آیت میں بیان ہوا ہے کہ قہر خداوندی سے نجات کی خاطر صرف آسمانی ادیان سے وابستگی کافی نہیں ہے بلکہ ایمان اور عمل صالح بھی ضروری ہے۔ یہ آیت گذشتہ آیت کا ایک نمونہ ہے کہ بنی اسرائیل والے اس کے باوجود کہ آسمانی دین سے وابستہ تھے لیکن کونسے ایسے برے کام ہیں جو انہوں نے انجام نہیں دیے؟!

☆ یہ کہ اس سورت کا آغاز ''اَوۡفُوۡا بِالۡعُقُوۡدِ ؕ'' کے جملے سے ہو رہا ہے اور ۶۷ ویں آیت میں غدیر کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے جبکہ اس آیت میں وعدہ توڑنے، اولیائے خدا کو قتل کرنے اور ان کو جھٹلانے کے بارے میں ذکر ہے۔ ہوسکتا ہے کہ یہ سب بنی اسرائیل کے اندرونی حالات کو یوں بیان کرنا اس لیے ہو کہ یہ مسلمانوں کیلئے عبرت اور خطرے کی گھنٹی قرار پائے تاکہ وہ غدیر خم کے پیغام اور وعدے کو نظر انداز نہ کردیں۔

پیغام:

۱۔ بنی اسرائیل میں حضرت موسیٰؑ کے علاوہ دوسرے انبیا بھی مبعوث ہوئے تھے۔ ''وَاَرۡسَلۡنَاۤ اِلَیۡهِمۡ رُسُلًا ؕ''

۲۔ انبیا کا راستہ نفسانی خواہشات کے مطابق نہیں ہے۔ ''جَآءَهُمۡ رَسُوۡلٌۢ بِمَا لَا تَهۡوٰۤى اَنۡفُسُهُمۡ ۙ''

۳۔ انبیا کی تکذیب اور ان کا قتل کرنا، بنی اسرائیل کی نفس پرستی کا نتیجہ تھا۔ ''بِمَا لَا تَهۡوٰۤى اَنۡفُسُهُمۡ ۙ فَرِيۡقًا كَذَّبُوۡا''

۴۔ پیمان شکنی، پیغمبروں کو قتل کرنا، جھٹلانا اور ہٹ دھرمی، سب بنی اسرائیل کی صفات میں سے تھا۔ ''فَرِيۡقًا كَذَّبُوۡا وَفَرِيۡقًا يَّقۡتُلُوۡنَ ۞''

۵۔ اخلاقی طور پر تباہ حال معاشرے میں، ایک طرف خدائی افراد کو جھٹلانے کے ذریعے ان کی شخصیت کا قتل کیا جاتا ہے یا پھر دوسری طرف ان کو راستے سے ہٹانے کیلئے قتل کردیا جاتا ہے۔ ''فَرِيۡقًا كَذَّبُوۡا وَفَرِيۡقًا يَّقۡتُلُوۡنَ ۞''

۶۔ راہ خدا میں انبیا اپنی جانوں کا نذرانہ بھی پیش کردیتے ہیں اور آخری سانس تک ثابت قدم رہتے ہیں۔ ''فَرِيۡقًا يَّقۡتُلُوۡنَ ۞''

آیت نمبر ۷۱

وَحَسِبُوْٓا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ فَعَمُوْا وَصَمُّوْا ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوْا وَصَمُّوْا كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۷۱﴾

ترجمۃ الآیات

(یہودی کیونکہ خود کو لوگوں سے اور اولیائے خدا سے برتر جانتے ہیں) اور انہوں نے گمان کر لیا تھا کہ اس کا کوئی بدلہ اور سزا (ان کیلئے) نہ ہوگی۔ لہٰذا وہ (حقائق کو دیکھنے اور سچی باتوں کو سننے سے) اندھے اور بہرے ہو گئے۔ اس کے بعد (خدا تعالیٰ نے ان پر پھر سے اپنا لطف و کرم کیا) اور اللہ نے ان کی توبہ قبول کر لی۔ اس کے بعد (دوبارہ وہ خواب غفلت میں جا پڑے اور) ان میں سے بہت سے اندھے اور بہرے ہو گئے اور اللہ ان کی کارگزاریوں پر خوب اچھی طرح مطلع ہے۔

نکات:

☆ آیت میں ''فِتْنَةٌ'' آزمائش کے معنی میں ہے یا عذاب کے معنی میں ہے۔ (ان دونوں میں سے کسی ایک معنی میں ہے۔)

☆ بنی اسرائیل یہ خیال کرتے تھے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے آزمائش یا قہر و عذاب، صرف حضرت موسیٰؑ کے زمانہ سے مخصوص تھا اور اس میں وہ لوگ شامل نہیں ہیں۔ اسی وجہ سے وہ مادی زندگی، تعیّشات میں پڑ گئے اور آیات الٰہی کی نسبت لاپروا ہو گئے تھے۔

☆ ''وَحَسِبُوْٓا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ'' اس آیت کے بارے میں امام صادق علیہ السلام وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اس زمانے سے مراد وہ وقت ہے جب پیغمبر خداؐ ان کے درمیان موجود تھے، اور ''فَعَمُوْا وَصَمُّوْا'' سے مراد وہ زمانہ ہے جب پیغمبر خداؐ دنیا سے چلے گئے تھے۔ ''ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ'' سے مراد وہ دور ہے جب امیر المؤمنینؑ خلیفہ بنے اور ''ثُمَّ عَمُوْا وَصَمُّوْا'' سے مراد قیامت تک کا زمانہ ہے۔ (کافی، ج۸، ص۲۰۰)

پیغام:

۱۔خدا تعالیٰ کی طرف سے آزمائش سب کیلئے عام ہے، (ہم کسی بھی لمحہ آزمائش میں ہو سکتے ہیں) لہٰذا کبھی بھی اس سے غافل نہیں رہنا چاہیے۔''وَحَسِبُوْٓا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ''

۲۔عقائد کی بنیاد اندازوں اور گمان پر نہیں ہونی چاہیے۔''حَسِبُوْٓا ۔۔۔''

۳۔دراز مدت تک صحیح راستے پر رہنا اہم نہیں ہے بلکہ عاقبت کا بخیر ہونا ضروری ہے۔''ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوْا وَصَمُّوْا '' یہاں ''ثُمَّ عَمُوْا''اس بات کی علامت ہے کہ لطف خداوند کے پلٹنے کے بعد بنی اسرائیل کچھ عرصہ تک صحیح راستے پر رہے لیکن پھر منحرف اور گمراہ ہو گئے۔

۴۔غرور، خود کو ہی برتر سمجھنا، وہم و گمان، انسان کو صحیح شناخت کی نسبت اندھا اور بہرہ بنا دیتے ہیں۔جس کی وجہ سے وہ نعمات الٰہی سے محروم ہو جاتے ہیں۔''حَسِبُوْٓا ۔۔ عَمُوْا وَصَمُّوْا''

۵۔کسی کو یہ توقع نہیں رکھنی چاہیے کہ وہ آزمائش کے بغیر ہی کہیں پہنچ جائے گا۔''وَحَسِبُوْٓا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ''

۶۔الطاف الٰہی یہاں تک ہیں کہ انسان کی عذر خواہی اور معافی کا طلبگار ہوئے بغیر بھی انسان پر نازل ہوتی رہتی ہیں۔''فَعَمُوْا وَصَمُّوْا ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ''

۷۔خدا تعالیٰ مہربان ہے لیکن انسان ضدی اور ہٹ دھرم ہے۔''تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوْا''

۸۔کسی راستے پر زیادہ افراد کا ہونا، اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ وہ راستہ صحیح اور سچا ہے۔''ثُمَّ عَمُوْا وَصَمُّوْا كَثِيْرٌ''

۹۔اس بات پر ایمان ہونا کہ خدا تعالیٰ ہر وقت ہمارے حالات پر ناظر ہے، انسان کی زندگی میں بہت زیادہ مؤثر ہے۔''وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ''

آیت نمبر ۷۲

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ؕ وَمَا

لِلظّٰلِمِيۡنَ مِنۡ اَنۡصَارٍ ﴿۷۲﴾

ترجمۃ الآیات

جنہوں نے یہ کہا کہ خدا، مسیح ابن مریم ہی ہے وہ یقینا کافر ہیں (وہ ایسا کسی طرح کہہ سکتے ہیں جبکہ خود) مسیح نے یہ کہا تھا کہ اے بنی اسرائیل! تم خدائے واحد و یگانہ کی عبادت کرو، جو میرا بھی پروردگار ہے اور تمہارا بھی، کیونکہ یقیناً جو شخص کسی کو اللہ کا شریک قرار دے گا، اللہ نے اس پر جنت کو حرام کر دیا ہے اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے، اور ظالموں کا کوئی یار و مددگار نہیں۔

نکات:

☆ تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ عیسائیوں میں سے ایک فرقہ یعقوبیہ کہتا تھا: خدا تعالیٰ اور مسیح ایک ہی ذات میں جمع ہو گئے ہیں اور اب وہ ایک ہو گئے ہیں۔

☆ یہ آیت بعض عیسائیوں کا عقیدہ بیان کر رہی ہے جو حضرت عیسیٰؑ کو خدا قرار دیتے ہیں اور بعد والی آیت دوسرے گروہ کا عقیدہ بیان کر رہی ہے جو تثلیث کے قائل ہیں۔ قابل ذکر ہے کہ انجیل مرقس (باب ۱۲ آیت ۲۹) میں جناب عیسیٰؑ لوگوں کو توحید کی طرف دعوت دیتے ہوئے فرماتے ہیں: میرا خدا ایک ہے۔ انجیل متیٰ (باب ۶ آیت ۲۴) میں ہے: ناممکن ہے کہ انسان کے دو مالک یا دو محبوب ہوں، جس میں وہ خدا کی بھی خدمت کرے اور کسی دوسرے کی بھی۔

☆ امام جعفر صادق علیہ السلام گناہان کبیرہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: کبیرہ گناہ میں سب سے بڑا گناہ، خدا کے بارے شرک کرنا ہے۔ اس کے بعد آپؑ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ (بحار، ج ۷۹، ص ۶؛ عیون اخبار الرضا، ج ۱، ص ۲۸۵)

پیغام:

۱۔ افراد میں خداوند کے حلول کا عقیدہ کفر ہے خواہ اس کی نسبت بہترین انسانوں کے ساتھ دی جائے۔ ''لَقَدۡ كَفَرَ الَّذِيۡنَ قَالُوۡۤا ۔۔۔''

۲۔ جسے کسی ماں نے جنم دیا ہے وہ کس طرح خدا ہو سکتا ہے؟ ''الۡمَسِيۡحُ ابۡنُ مَرۡيَمَ ؕ''

۳۔ اولیائے خدا، نیک و پاک افراد کے بارے میں ہمیں غلو نہیں کرنا چاہیے۔ خود جناب عیسیٰؑ خدا پرستی کی دعوت دیا کرتے تھے۔ ''وَقَالَ الۡمَسِيۡحُ ۔۔۔''

۴۔ مشرک، کبھی بھی جنت میں نہیں جائے گا۔ ''فَقَدۡ حَرَّمَ اللّٰهُ ۔۔۔''

۵۔ وہ لوگ جو حضرت عیسیٰؑ کو خدا مانتے ہیں وہ کافر، مشرک، ظالم ہیں اور جنت سے محروم ہیں۔ ''لَقَدۡ کَفَرَ الَّذِیۡنَ قَالُوۡۤا ۔۔۔ مَنۡ یُّشۡرِکۡ بِاللّٰہِ فَقَدۡ حَرَّمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِ الۡجَنَّۃَ وَ مَاۡوٰىہُ النَّارُ ؕ وَ مَا لِلظّٰلِمِیۡنَ مِنۡ اَنۡصَارٍ ﴿۷۲﴾''

۶۔ خدا تعالیٰ سے شرک کی نسبت دینا ظلم ہے۔ ''لِلظّٰلِمِیۡنَ''

۷۔ قیامت میں شفاعت ہے لیکن مشرکین کیلئے نہیں ہے۔ ''وَ مَا لِلظّٰلِمِیۡنَ مِنۡ اَنۡصَارٍ ﴿۷۲﴾''

آیت نمبر ۷۳

لَقَدۡ کَفَرَ الَّذِیۡنَ قَالُوۡۤا اِنَّ اللّٰہَ ثَالِثُ ثَلٰثَۃٍ ۘ وَ مَا مِنۡ اِلٰہٍ اِلَّاۤ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ ؕ وَ اِنۡ لَّمۡ یَنۡتَہُوۡا عَمَّا یَقُوۡلُوۡنَ لَیَمَسَّنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ﴿۷۳﴾

ترجمۃ الآیات

یقیناً وہ بھی کافر ہو گئے ہیں جنہوں نے کہا تھا کہ خدا تین میں سے ایک ہے کیونکہ معبود یگانہ کے سوا اور کوئی خدا نہیں ہے اور اگر وہ اپنے اس قول سے دستبردار نہ ہوئے تو ان میں سے (اس عقیدہ پر قائم رہنے والے اہل کتاب) کافروں کو دردناک عذاب پہنچے گا۔

نکات:

☆ گذشتہ آیت نے خدا تعالیٰ کا جناب عیسیٰؑ میں حلول کرنے کے گمراہ عقیدے کی نفی کر دی جبکہ یہ آیت تثلیث کے عقیدے کا انحراف بیان کر رہی ہے۔ کیونکہ دونوں شرک ہیں لہٰذا دونوں سے مقابلہ کیا جانا چاہیے۔

☆ تثلیث کے عقیدے میں خدا، مسیح اور روح القدس (باپ، بیٹا اور روح القدس) تینوں خدا تصور کیے جاتے ہیں۔ البتہ ابھی حال ہی میں بعض عیسائی دانشوروں نے کہا ہے کہ تثلیث کے عقیدے کی کوئی علمی بنیادیں نہیں ہیں۔ (تفسیر المیزان)

پیغام:

۱۔ دوسرے آسمانی مذاہب میں پائے جانے والے انحراف سے اسلام لاتعلق نہیں ہے۔ ''لَقَدۡ کَفَرَ الَّذِیۡنَ قَالُوۡۤا ۔۔۔''

۲۔شرک اور کئی خداؤں کو ماننا (تثلیث) کفر ہے۔''لَقَدۡ کَفَرَ ''

۳۔تمام ایسے افراد جو تثلیث کے عقیدے پر تھے، وہ سب عذاب الٰہی میں گرفتار نہیں ہوں گے۔''کَفَرُوۡا مِنۡہُمۡ ''

(ممکن ہے اس کی تفصیل یہ ہو کہ وہ افراد جو تثلیث کے عقیدے پر باقی رہے اور قرآن مجید نازل ہونے کے بعد بھی توحید کی طرف نہ پلٹے، ایسے افراد عذاب میں گرفتار ہوں گے۔)

۴۔عذاب سے پہلے آگاہ کرنا ضروری ہے۔''وَاِنۡ لَّمۡ یَنۡتَہُوۡا ''

۵۔کفر وشرک کا نتیجہ عذاب ہے۔''عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ﴿۷۳﴾ ''

آیت نمبر ۷۴

اَفَلَا یَتُوۡبُوۡنَ اِلَی اللّٰہِ وَیَسۡتَغۡفِرُوۡنَہٗ ؕ وَاللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۷۴﴾

ترجمۃ الآیات

کیا وہ خدا کے حضور توبہ نہیں کرتے اس کی طرف نہیں پلٹتے اور اس سے طلب بخشش نہیں کرتے ؟ جبکہ اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔

پیغام:

۱۔گمراہ عقائد سے توبہ کر لینی چاہیے۔''اَفَلَا یَتُوۡبُوۡنَ ''

۲۔منحرف لوگوں کو الٰہی بخشش و رحمت بیان کرنے سے صحیح راستے کی طرف دعوت دینی چاہیے۔''وَاللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۷۴﴾ ''

۳۔حتیٰ کافر ومشرک بھی توبہ اور توحید پر اعتقاد قائم کرنے سے معاف کر دیے جائیں گے۔''لَقَدۡ کَفَرَ ۔۔۔وَاللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۷۴﴾ ''

۴۔خدا تعالیٰ گذشتہ گناہوں کو بھی معاف فرما دیتا ہے اور اپنی رحمت میں بھی جگہ دیتا ہے۔''غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۷۴﴾ ''

۵۔گذشتہ آیت میں عذاب کا ذکر کرنے کے ساتھ توبہ کرنے والوں کیلئے رحمت کا بھی ذکر کیا گیا۔''وَاِنۡ لَّمۡ یَنۡتَہُوۡا ۔۔۔عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ﴿۷۳﴾ ۔۔۔وَاللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۷۴﴾ ''

آیت نمبر ۷۵

مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ؕ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۷۵﴾

ترجمۃ الآیات

مسیح ابن مریم فقط خدا کے بھیجے ہوئے تھے۔ ان سے پہلے اور دوسرے بھی خدا کے بھیجے ہوئے تھے اور ان کی ماں بہت سچی اور پاک کردار خاتون تھیں وہ دونوں (دوسرے انسانوں کی طرح) کھانا کھاتے تھے (لہٰذا ان میں سے کوئی بھی خدا نہیں ہے۔) غور کرو کہ ہم کس کس طرح سے نشانیوں کو کھول کھول کر بیان کرتے ہیں اور اس کے بعد یہ دیکھو کہ وہ حق سے کس طرح منہ موڑتے ہیں۔

نکات:

☆ اس آیت میں خدا تعالیٰ تین دلیلیں پیش کر رہا ہے کہ عیسیٰؑ خدا نہیں ہیں:

۱۔ وہ ماں سے پیدا ہوئے اور مریمؑ کے بیٹے ہیں۔

۲۔ ان کی طرح کے اور بھی پیغمبر تھے، وہ لاشریک نہیں ہیں۔

۳۔ انہیں بھی دوسروں کی طرح کھانے کی ضرورت تھی، وہ بھی اپنی جسمانی طاقت کو روٹی کے لقمے سے حاصل کرتے تھے۔ پس خود ان میں طاقت نہ تھی کہ وہ خدا ہوتے۔ جی ہاں! جسے کھانے کی احتیاج ہو وہ خالق نہیں ہوسکتا۔ یہ روشن بیان، سب کیلئے اور عام فہم سب قرآن مجید کے ذریعے ہے۔

☆ ''صدیق'' وہ ہوتا ہے جو بہت زیادہ سچا ہو اور اپنی سچائی کو اپنے صحیح کردار کے ساتھ ثابت کرے۔

☆ دوسری آیت میں حضرت مریمؑ کے سچے ہونے کے بارے میں بیان ہوا ہے کہ وہ کلمات الٰہی کی تصدیق کرتی ہیں اور وہ عبادت کرنے والوں میں سے ہیں۔ ''صَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ﴿۱۲﴾'' (تحریم۔ ۱۲)

پیغام:

۱۔بعض امتیازات کا حامل ہونے اور کچھ غیر معمولی امور کا جاننا، کسی کی الوہیت پر دلیل نہیں ہے۔حضرت آدمؑ بھی ماں باپ کے بغیر پیدا ہوئے تھے لیکن کسی نے انہیں خدا تصور نہیں کیا۔''قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِهِ الرُّسُلُ ؕ ''

۲۔جناب مریمؑ اولیائے اللہ میں سے ہیں، قرآن مجید نے ان کی تکریم اور قدردانی کی ہے اور انہیں ''صدیقہ'' شمار کیا ہے۔''وَاُمُّهٗ صِدِّيۡقَةٌ ''

۳۔تمام انبیا کیلئے موت حتمی ہے۔''قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِهِ الرُّسُلُ ؕ ''اس بنا پر جناب عیسیٰؑ فنا پذیر ہیں لیکن خدا تعالیٰ نہیں ہے۔

۴۔جہاں عناد و دشمنی درمیان میں آجائے وہاں واضح ترین دلیل و برہان بھی کام نہیں آتے۔''كَيۡفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الۡاٰيٰتِ ثُمَّ انْظُرۡ اَنّٰى يُؤۡفَكُوۡنَ ۝۷۵ ''

۵۔عورت بھی معنوی و روحانی بالاترین مقام حاصل کر سکتی ہے، یہانتک کہ خداوند اس کی ثنا کرتا ہوا نظر آتا ہے۔''اُمُّهٗ صِدِّيۡقَةٌ ؕ ''

۶۔گذشتہ لوگوں کی تاریخ سے آشنائی اور اس کا تجزیہ وتحلیل آئندہ نسلوں کیلئے بہت مفید ہے۔''ثُمَّ انْظُرۡ۔۔۔''

آیت نمبر ۷۶

قُلۡ اَتَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمۡلِكُ لَكُمۡ ضَرًّا وَّلَا نَفۡعًا ؕ وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ ۝۷۶

ترجمة الآيات

(اے پیغمبر! لوگوں سے) کہہ دیجئے کیا تم خدا کے سوا ایسی چیز کی عبادت کرتے ہو جو نہ تمہیں نقصان پہنچا سکتی ہے اور نہ ہی تمہارے نفع کی مالک ہے؟ جبکہ خدا سننے والا اور جاننے والا ہے۔

نکات:

☆اس آیت میں عیسائیوں کے ایک گروہ کو شرک کرنے اور حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں غلو کرنے پر خدا تعالیٰ نے ان کی تنبیہ کی ہے۔''قُلۡ اَتَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ۔۔۔''

پیغام:

۱۔شرک کے راستے کو باطل قرار دینے کیلئے اپنی عقل اور ضمیر کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔''اَتَعۡبُدُوۡنَ''

۲۔عبادت کی اساس اور اس کا محور، نفع کا حصول اور نقصان کو دور کرنا ہے اور غیر خدا نقصان کو دور نہیں کر سکتا اور نفع نہیں دے سکتا۔''مَا لَا یَمۡلِکُ لَکُمۡ ضَرًّا وَّلَا نَفۡعًا ؕ ---''

۳۔صرف خدا تعالیٰ ہی درخواست والتجا کا سننے والا ہے، وہی انسانوں کے نفع نقصان سے آگاہ ہے، دوسرے بنائے گئے معبود کسی بات سے آگاہ نہیں ہیں۔''وَاللّٰہُ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ ﴿۷۶﴾''

آیت نمبر ۷۷

قُلۡ یٰۤاَہۡلَ الۡکِتٰبِ لَا تَغۡلُوۡا فِیۡ دِیۡنِکُمۡ غَیۡرَ الۡحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوۡۤا اَہۡوَآءَ قَوۡمٍ قَدۡ ضَلُّوۡا مِنۡ قَبۡلُ وَاَضَلُّوۡا کَثِیۡرًا وَّضَلُّوۡا عَنۡ سَوَآءِ السَّبِیۡلِ ﴿۷۷﴾

ترجمۃ الآیات

(اے رسول!) کہہ دو کہ اے اہل کتاب! تم اپنے دین میں غلو (تجاوز) نہ کرو اور حق کے سوا کچھ نہ کہو اور ایسے لوگوں کی ہوا و ہوس کی پیروی نہ کرو جو اس سے قبل خود بھی گمراہ ہو گئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کر دیا اور سیدھے راستے سے منحرف ہو گئے۔

نکات:

☆اس آیت سے شاید اس بات کا استفادہ کیا جا سکتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کو خدا تصور کرنے والا غلو گذشتہ اقوام کے شرک آمیز افکار سے منتقل ہوا ہوگا۔ جیسا کہ سورہ توبہ کی آیت ۳۰ میں ہم پڑھتے ہیں: ''وَقَالَتِ الۡیَہُوۡدُ عُزَیۡرُۨ ابۡنُ اللّٰہِ وَقَالَتِ النَّصٰرَی الۡمَسِیۡحُ ابۡنُ اللّٰہِ ؕ ذٰلِکَ قَوۡلُہُمۡ بِاَفۡوَاہِہِمۡ ۚ یُضَاہِـُٔوۡنَ قَوۡلَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡ قَبۡلُ ؕ'' یہودی کہتے تھے کہ عزیرؑ، اللہ کے بیٹے ہیں جبکہ نصاریٰ یہ کہتے تھے کہ مسیح، اللہ کے بیٹے ہیں۔ یہ غلو بھری اور بے بنیاد قسم کی باتیں، پہلے والے کافروں کی طرح کی ہیں۔

پیغام:

۱۔تمام ادیان میں فکری وعقیدتی حدود کی حفاظت کی جانی چاہیے۔شخصیات کے بارے میں غلو کرنا منع ہے۔''قُلْ یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ لَا تَغْلُوْا''

۲۔الٰہی راہبروں کے بارے میں غلو کرنا، دین میں غلو کرنا ہے۔(گذشتہ آیات کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ جس میں حضرت عیسیٰؑ کو خدا تصور کرنے کے بارے میں بتایا گیا ہے۔)''لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِکُمْ''

۳۔اگر دین خدا اور اولیائے الٰہی کے بارے میں غلو منع ہے تو دوسروں کے بارے میں بھی مبالغہ کرنا جائز نہیں ہے۔''لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِکُمْ غَیْرَ الْحَقِّ''

۴۔اندھی تقلید کرنا منع ہے۔''وَلَا تَتَّبِعُوْٓا اَھْوَآءَ قَوْمٍ''

۵۔غلو، صرف حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں نہ تھا بلکہ بعض یہودی بھی جناب عزیرؑ کے بارے میں غلو کرتے تھے اور انہیں خدا کا بیٹا جانتے تھے۔''ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ''

۶۔قدیم علوم وفنون کی بہت قدر و قیمت ہے۔لیکن بزرگوں کے وہ افکار ونظریات اور عقائد جن کی کوئی اساس اور بنیاد نہیں ہے، جو نفس پرستی پر مبنی ہیں، ان کی کوئی قدر قیمت نہیں ہے۔اسے افکار ونظریات اور عقائد کو قبول نہیں کرنا چاہیے، ان میں بزرگوں کی پیروی نہ کی جائے۔''وَلَا تَتَّبِعُوْٓا اَھْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ''

۷۔گمراہی کے بھی مراحل ہیں: پہلے انسان خود گمراہ ہوتا ہے''ضَلُّوْا'' پھر دوسروں کو گمراہ کرتا ہے''اَضَلُّوْا'' اور آخر کار ہمیشہ کیلئے حق سے دور ہو جاتا ہے۔

آیت نمبر ۷۸

لُعِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْۢ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ عَلٰی لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ ؕ ذٰلِکَ بِمَا عَصَوْا وَّکَانُوْا یَعْتَدُوْنَ۝۷۸

ترجمۃ الآیات

جو لوگ بنی اسرائیل میں سے کافر ہو گئے انہیں حضرت داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبان سے لعنت کی گئی۔یہ(لعنت اور نفرین) اس بنا پر ہوئی کہ انہوں نے گناہ انجام دیے اور وہ خدا

تعالٰی کے فرمان سے تجاوز کرتے تھے۔

نکات:

☆ حضرت داودؑ نے ہفتے کی چھٹی کے حوالے سے خلاف ورزی کرنے پر بنی اسرائیل کو لعنت کی ہے اور حضرت عیسیٰؑ نے اس لیے بنی اسرائیل پر لعنت کی ہے کہ ان کی دعا سے جو آسمانی من وسلوٰی نازل ہوا اور وہ ان کے دل کو مطمئن کرنے کیلئے تھا، اس کے بعد پھر انہوں نے کفر اختیار کرلیا۔ (تفسیر نمونہ)

☆ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: حضرت داودؑ کی نفرین کے بعد وہ سور کی شکل کے ہوگئے اور حضرت عیسیٰؑ کی نفرین کے بعد وہ بندروں کی شکل کے ہوگئے۔ (تفسیر نور الثقلین وکافی، ج ۸، ص ۲۰۰)

پیغام:

۱۔ بنی اسرائیل میں سے کچھ نافرمان لوگوں پر ان کے انبیا نے لعنت کی۔ ''لُعِنَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا''

۲۔ گناہ اور تجاوز، انسان کو کفر کی طرف لے جاتا ہے۔ ''كَفَرُوۡا ۔۔۔ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوۡا يَعۡتَدُوۡنَ﴿۷۸﴾''

۳۔ انبیا، ہمیشہ دعا نہیں کرتے، کبھی لعنت اور نفرین بھی کرتے ہیں۔ ''لُعِنَ ۔۔۔ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيۡسَى ۔۔۔''

۴۔ گناہ اور تجاوز کی وجہ سے انبیا کی لعنت ملتی ہے۔ ''لُعِنَ ۔۔۔ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوۡا يَعۡتَدُوۡنَ﴿۷۸﴾''

۵۔ تجاوز اور قانون شکنی، بنی اسرائیل کا شیوہ ہے۔ ''وَّكَانُوۡا يَعۡتَدُوۡنَ﴿۷۸﴾''

آیت نمبر ۷۹

كَانُوۡا لَا يَتَنَاهَوۡنَ عَنۡ مُّنۡكَرٍ فَعَلُوۡهُ‌ؕ لَبِئۡسَ مَا كَانُوۡا يَفۡعَلُوۡنَ﴿۷۹﴾

ترجمۃ الآیات

وہ ان برے اعمال سے جنہیں وہ خود انجام دیتے تھے ایک دوسرے کو منع نہیں کیا کرتے تھے۔ (نہی از منکر نہیں کیا کرتے تھے۔) حقیقت میں کس قدر برا ہے جو وہ انجام دیا کرتے تھے۔

نکات:

☆ امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: اس آیت میں بنی اسرائیل کے جس گروہ کی خدا تعالیٰ نے مذمت کی ہے، وہ لوگ تھے جو گناہ کی محافل میں شرکت نہ کیا کرتے تھے لیکن جب بھی گنہگاروں سے ان کا سامنا ہوتا تو وہ مسکرا کر ان سے ملتے جس سے انس ومحبت کا اظہار ہوتا تھا۔ (تفسیر نور الثقلین)

☆ ایک اور روایت میں حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ بنی اسرائیل والے ظالموں کو منکرات پر عمل کرتے ہوئے دیکھتے لیکن ان سے کوئی مفاد پانے کی وجہ سے وہ نہی از منکر کا فریضہ انجام نہیں دیا کرتے تھے (تا کہ ان کا مفاد خطرے میں نہ پڑ جائے یا ان کیلئے کوئی مشکل کھڑی نہ ہو جائے۔) اسی وجہ سے خدا تعالیٰ نے ان کو برے الفاظ سے یاد کیا ہے۔ (وسائل، ج ۱۶، ص ۱۳۰)

پیغام:

۱۔ جو کوئی فساد اور بربادی کے حوالے سے پروا نہ کرے، اس کیلئے انبیا کی لعنت ہے۔ ''لُعِنَ۔۔۔لَا یَتَنَاهَوۡنَ''

۲۔ نہی از منکر، صرف دین اسلام سے مخصوص نہیں ہے۔ ''كَانُوۡا لَا يَتَنَاهَوۡنَ''

۳۔ نہی از منکر، سب کیلئے اور ایک عمومی فریضہ ہے۔ ''لَا يَتَنَاهَوۡنَ''

۴۔ بنی اسرائیل اور یہودی معاشرے میں ہر طرح کا فساد برپا تھا۔ ''مُّنۡكَرٍ فَعَلُوۡهُ ؕ''

۵۔ امر بالمعروف کو ترک کرنا، کفر کی راہیں ہموار کرتا ہے۔ ''لُعِنَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا ۔۔۔ كَانُوۡا لَا يَتَنَاهَوۡنَ۔۔۔''

آیت نمبر ۸۰

تَرٰى كَثِيۡرًا مِّنۡهُمۡ يَتَوَلَّوۡنَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا ؕ لَبِئۡسَ مَا قَدَّمَتۡ لَهُمۡ اَنۡفُسُهُمۡ اَنۡ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ وَفِى الۡعَذَابِ هُمۡ خٰلِدُوۡنَ ۝۸۰

ترجمۃ الآیات

تم ان (بنی اسرائیل) میں سے بہت سے لوگوں کو دیکھو گے کہ وہ کافروں کو دوست رکھتے ہیں (اور انہیں اپنا سرپرست قرار دیتے ہیں۔) انہوں نے کتنے برے اعمال اپنے (انجام و

آخرت) کے لیے آگے بھیجے ہیں جن کا نتیجہ اللہ کی ناراضگی تھی اور وہ ہمیشہ اور مسلسل عذاب الٰہی میں رہیں گے۔

نکات:

☆ اس آیت میں بنی اسرائیل پر نفرین کے اسباب میں سے ایک اور سبب بیان کیا جا رہا ہے کہ وہ کافروں کے ساتھ دائمی اور واضح دوستی کے منصوبے بنایا کرتے تھے۔ (''تَرٰی'' کا لفظ اس کے واضح ہونے پر دلیل ہے اور ''یَتَوَلَّوْنَ'' کا لفظ اس کے دائمی ہونے پر دلیل ہے۔)

☆ امام محمد باقر علیہ السلام اس آیت کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''یتولون الملوك الجبارین و یزینون لھم اھوائھم لیصیبوا من دنیاھم'' یہ وہ لوگ تھے جو ظالموں کو دوست رکھتے تھے اور ان کے نفس پرستی پر مبنی اعمال کو ان کے سامنے اچھا بیان کرتے تھے تاکہ ان کے وسائل و ذرائع سے استفادہ کریں۔ (تفسیر نور الثقلین)

پیغام:

۱۔ کافروں سے دوستی، خدا تعالیٰ کو غضب ناک کرنے کا موجب بنتی ہے۔ ''یَتَوَلَّوْنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ط ... اَنْفُسُھُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ''

۲۔ اہل کتاب، کافروں کے تسلط اور دوستی کو قبول کر لیا کرتے تھے؛ لیکن مسلمانوں کے ساتھ کسی بھی طرح سے تعاون کرنے کو تیار نہ تھے۔ ''یَتَوَلَّوْنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ط''

۳۔ خدا تعالیٰ، اہل کتاب کیلئے بھی چاہتا ہے کہ وہ استقلال رکھتے ہوں لہٰذا اس نے مشرکین سے وابستگی اور ان کی سرپرستی کے قبول کرنے کی مذمت کی ہے۔ ''تَرٰی کَثِیْرًا مِّنْھُمْ یَتَوَلَّوْنَ''

۴۔ منکرات میں سے ایک جو بنی اسرائیل میں رائج تھا اور اس سے منع نہیں کیا جاتا تھا، وہ کفار (اور مشرکین مکہ) سے ان کی سرپرستی کو قبول کرنے والا تعلق تھا۔ ''لَا یَتَنَاھَوْنَ عَنْ مُّنْکَرٍ فَعَلُوْهُ ط ...تَرٰی''

۵۔ ہر گناہ، بڑے گناہوں کو انجام دینے کا مقدمہ بنتے ہیں۔ گذشتہ آیات میں تین گناہ، عَصَوْا وَّکَانُوْا یَعْتَدُوْنَ﴿۷۸﴾ لَا یَتَنَاھَوْنَ کا ذکر کیا گیا ہے۔ جو کہ کفار کے تسلط کو قبول کرنے کا موجب اور مقدمہ بنے تھے۔ ''تَرٰی کَثِیْرًا مِّنْھُمْ یَتَوَلَّوْنَ''

آیت نمبر ۸۱

وَلَوْ کَانُوْا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِیِّ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مَا اتَّخَذُوْھُمْ

اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ﴿۸۱﴾

ترجمة الآيات

اور اگر وہ خدا پر اور پیغمبر پر اور وہ جو کچھ اس کے اوپر نازل ہوا ہے اس پر ایمان لے آتے تو (ہرگز) ان (کافروں) کو اپنا (سرپرست اور) دوست نہ بناتے لیکن ان میں سے بہت سے لوگ فاسق ہیں۔

نکات:

☆اس آیت کے معنی کے بارے میں چند احتمال دیے گئے ہیں، منجملہ:

الف: اگر یہودی مسلمان ہو جاتے تو کفار کو اپنا سرپرست نہ بناتے۔ (تفسیر نمونہ)

ب: اگر یہودی، حضرت موسیٰ اور تورات پر ایمان رکھتے ہوتے تو کبھی مشرکین کو اپنا ولی اور سرپرست قرار نہ دیتے۔ (تفسیر روح المعانی)

ج: اگر کافر اور مشرکین، مسلمان ہو جاتے تو یہودی انہیں اپنا دوست کبھی نہ بناتے۔ (تفسیر نمونہ)

ظاہر میں گذشتہ آیات کو ملحوظ رکھتے ہوئے، پہلا احتمال زیادہ معتبر ہے۔

پیغام:

۱۔اہل کتاب کا ایمان لانا، اتنا مشکل ہے کہ ایک آرزو کی مانند ہے۔''وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ ---''

(''لَوْ'' وہاں استعمال کیا جاتا ہے جہاں کام نہ ہونے والا ہو، جیسے اگر کوئی بوڑھا شخص کہے کہ کاش! میں جوان ہو جاتا۔)

۲۔اگر کوئی خدا اور پیغمبر پر دلی طور پر ایمان رکھتا ہو تو کبھی آمادہ نہ ہوگا کہ غیر الٰہی ولایت کو قبول کرے۔''لَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَآءَ'' (حقیقی استقلال و آزادی تک پہنچنے کیلئے اور کافروں کے تسلط سے رہائی کا واحد راستہ، ایمان ہے۔)

۳۔فسق و فجور اور بے ایمانی، کفار کے تسلط کو مان لینے کا موجب بنتا ہے۔''وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَآءَ''

۴۔ایمان، کافروں کی ولایت کو قبول کر لینے سے ہم آہنگ نہیں ہے۔تسلط قبول کرنے والا، سازشیں کرنے والا، بے دین اور فاسق ہے۔''وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ ---وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ﴿۸۱﴾''

۵۔فسق و فجور اور ایمان کے درمیان تضاد پایا جاتا ہے۔''وَلَوۡ کَانُوۡا یُؤۡمِنُوۡنَ ۔۔۔وَلٰکِنَّ کَثِیۡرًا مِّنۡہُمۡ فٰسِقُوۡنَ﴿۸۱﴾''

آیت نمبر ۸۲

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَۃً لِّلَّذِیۡنَ اٰمَنُوا الۡیَہُوۡدَ وَالَّذِیۡنَ اَشۡرَکُوۡا ۚ وَلَتَجِدَنَّ اَقۡرَبَہُمۡ مَّوَدَّۃً لِّلَّذِیۡنَ اٰمَنُوا الَّذِیۡنَ قَالُوۡۤا اِنَّا نَصٰرٰی ؕ ذٰلِکَ بِاَنَّ مِنۡہُمۡ قِسِّیۡسِیۡنَ وَرُہۡبَانًا وَّاَنَّہُمۡ لَا یَسۡتَکۡبِرُوۡنَ﴿۸۲﴾

ترجمۃ الآیات

یقینی طور پر تم یہود اور مشرکین کو مومنین کی دشمنی میں سب لوگوں سے بڑھا ہوا پاؤ گے لیکن وہ لوگ جو کہ خود کو مسیحی کہتے ہیں انہیں تم مومنین کے ساتھ دوستی میں قریب تر پاؤ گے۔اس (دوستی) کی وجہ یہ ہے کہ ان میں کچھ دانشمند اور دنیا سے دور افراد موجود ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے۔

نکات:

☆''قِسِّیۡسِیۡنَ'' پادریوں کے معنی میں ہے اور ایسے دینی علما کو کہا جاتا ہے جو عیسائیوں کے مذہبی راہنما کی حیثیت رکھتے ہیں۔''رُہۡبَانًا'' ایسے دنیا سے دور افراد کو کہتے ہیں جو عبادت گذار عیسائی ہیں۔

☆اس آیت کی اور ۸۵ ویں آیت تک کی شان نزول،حبشہ کے بادشاہ نجاشی اور اس ملک کے عیسائیوں کا مسلمان مہاجرین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا ہے۔مسلمان مہاجرین کا یہ گروہ بعثت کے پانچویں سال جعفر بن ابی طالبؑ کی قیادت میں مکہ سے ہجرت کر کے وہاں گیا تھا۔نجاشی کی حمایت کی وجہ سے یہ لوگ مشرکین اور حبشہ کی طرف بھیجے ہوئے ان کے نمائندوں سے بچے رہے۔ٹھیک ان حالات میں جب مدینہ کے یہودی،پیغمبر اکرمؐ کے معجزات اور آپؐ کے اعلیٰ اخلاق کو دیکھنے کے باوجود،ایمان نہیں لا رہے تھے،مزید یہ کہ مسلمانوں کے خلاف ہونے والی سازشوں کا حصہ بن رہے تھے۔عہد و پیمان توڑ دیتے تھے،فتنہ وفساد برپا کیا کررہے تھے؛وہاں حبشہ میں عیسائی علما،سورہ مریم کی آیات سننے پر گریہ کررہے تھے اور مسلمانوں کی طرفداری کررہے

تھے۔ (تفسیر مجمع البیان)

☆ امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس آیت کی تلاوت کرنے کے بعد فرمایا: ''أولئك كانوا قوما بين عيسیٰ و محمد و ينتظرون محمداً'' یہ عیسائی علما اور راہب وہ گروہ تھا جو حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمدؐ کے درمیانی دور میں زندگی گذارتے تھے اور پیغمبر اسلامؐ کے ظہور کے منتظر تھے۔ (تفاسیر نور الثقلین اور عیاشی)

پیغام:

۱۔ یہود کی مسلمانوں کے ساتھ دشمنی بہت گہری اور پرانی ہے۔ ''لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ''

۲۔ اسلام کے اور غیر مسلم کے دشمنوں کے ساتھ، ان میں سے ہر ایک کے اپنے رویے کے مطابق سلوک روا رکھا جانا چاہیے۔ ''اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً''

۳۔ اپنے دوست اور دشمن کو صحیح تجزیہ و تحلیل اور ان کے روحانی و اجتماعی عوامل کی مدد سے پہچانیں۔ ''اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً۔۔۔''

۴۔ معاشرے میں رشد و ہدایت کیلئے تین چیزیں اہم ہیں: دانشمند ہونا، خدا خوفی اور استکباری رویہ نہ رکھنا۔'' قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ۝۸۲ ''

۵۔ دینی علما اور خدا خوفی رکھنے والے عبادت گذار افراد، معاشرے کے عقائد اور اخلاق کی اصلاح میں مؤثر کردار رکھتے ہیں۔ ''ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ۝۸۲ ''

۶۔ اگر علم، عبادت اور اخلاق آپس میں مل جائیں تو انسان حق پرست ہو جاتا ہے اور تعصب کو ایک طرف رکھ دیتا ہے۔ ''ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ۝۸۲ ''

۷۔ اسلام میں بے جا تعصب نہیں ہے اسی لیے دوسرے تمام مذاہب کے خدا ترس اور انصاف پسند علما کی منصفانہ تعریف اور قدردانی کرتا ہے۔ ''ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ۝۸۲ ''

۸۔ عیسائیوں کے درمیان اسلام کی تبلیغ زیادہ مؤثر ہے۔ ''اَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ۝۸۲ ''

(اس کے باوجود کہ عیسائی تثلیث کا منحرفانہ عقیدہ رکھتے ہیں، لیکن بہتر روحانی کیفیت رکھنے کی وجہ سے حق کو قبول کرنے کیلئے زیادہ آمادگی رکھتے ہیں۔)

ساتواں پارہ

آیت نمبر ۸۳

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۳﴾

ترجمۃ الآیات

اور وہ (عیسائی) جس وقت پیغمبر پر نازل ہونے والی آیات سنتے ہیں تو تم دیکھو گے کہ ان کی آنکھوں سے (فرط شوق میں) آنسو جاری ہو جاتے ہیں کیونکہ انہوں نے حق کو پہچان لیا ہے اور وہ کہتے ہیں: پروردگارا! ہم ایمان لے آئے ہیں، بس تو ہمیں حق کی گواہی دینے والوں میں لکھ لے۔

نکات:

☆ عیسائیوں کا فرط شوق سے آنسو بہانا، ایک اس وقت تھا جب جعفر بن ابی طالبؑ نے سورہ مریم کی آیات کو حبشہ میں نجاشی کے سامنے پڑھ کر سنایا۔ دوسرا اس وقت جب جناب جعفر کے ہمراہ کچھ عیسائی مدینہ آئے اور انہوں نے سورہ یس کی آیات کو سنا۔ (تفسیر نمونہ)

پیغام:

۱۔ نرم دل اور متواضع افراد کی علامت یہ ہے کہ وہ جونہی حق کو سنتے ہیں، منقلب ہو جاتے ہیں۔ (لیکن نا اہل افراد حق کو دیکھنے کے باوجود جنبش تک نہیں کرتے۔) ''لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۸۲﴾ وَاِذَا سَمِعُوْا ۔۔۔ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا''

۲۔ آنسو اگر معرفت کے ساتھ ہوں تو کمال کی علامت ہیں۔ ''تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا''

۳۔ انسان کی روح اور فطرت، حقیقت کی فریفتہ ہے، جب معشوق کے پاس پہنچتی ہے تو اشک جاری ہو جاتے ہیں۔ ''تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ''

۴۔ ایمان اور اقرار، شناخت کی بنیاد پر ہونا چاہیے۔ ''مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا۔۔۔''

۵۔ دعا میں مقدس لفظ ''رَبَّنَآ'' کے ذریعے مدد طلب کرنی چاہیے۔ ''رَبَّنَآ اٰمَنَّا۔۔۔''

۶۔ شناخت و معرفت، آنسو بہانا اور اپنی کمیوں کوتاہیوں کا اعتراف، ہدایت اور معنوی تربیت کی علامت ہے۔ ''عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا''

۷۔ اقرار اور ایمان کے ساتھ دعا اثر رکھتی ہے۔ ''اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا''

۸۔ وقتی ایمان کارساز نہیں ہے، بلکہ دائمی، ثابت شدہ اور عاقبت بخیر کے ساتھ ہو۔ ''اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا''

۹۔ سو سال کے راستے کو ایک رات میں طے کرنا، قابل قدر ہے، اہمیت رکھتا ہے۔ سننا ''سَمِعُوْا'' پہچاننا ''عَرَفُوْا'' اقرار کرنا ''اٰمَنَّا'' اور ملحق ہونا ''مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۳﴾''۔

آیت نمبر ۸۴۔۸۵۔۸۶

وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ ۙ وَنَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۴﴾

فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۵﴾

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۸۶﴾

ترجمۃ الآیات

اور (وہ کہتے ہیں کہ) ہم خدا پر اور اس حق پر جو (اس کی طرف سے) ہم تک پہنچا ہے کیوں ایمان نہ لے آئیں؟ جبکہ ہماری آرزو ہے کہ ہمارا پروردگار ہمیں صالحین کے ہمراہ (بہشت) میں داخل کرے۔

پس اللہ نے انہیں ان ہی باتوں (اوران کی گواہی) کی وجہ سے جنت کے ایسے باغات ثواب وجزا کے طور پر دیئے ہیں جن کے درختوں کے نیچے نہریں جاری ہیں وہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے اور یہ نیکوکاروں کی جزا ہے۔

اور وہ لوگ جو کافر ہو گئے ہیں اور انہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا وہ اہل دوزخ ہیں۔

نکات:

☆ جو لوگ حق کو جاننے کے بعد، بہادری، صراحت اور سچائی کے ساتھ اس کا اقرار کریں اور وہم وگمان کے ماحول سے نہ گھبرائیں، ایسے لوگ بہترین نیکوکار ہیں۔ کیونکہ انہوں نے خود اپنے ساتھ بھی نیکی کی ہے اور خود کو جہنم کے عذاب سے بچا لیا ہے اور اقرار کرنے کے ذریعے دوسروں کیلئے راستہ بھی کھول دیا ہے۔

پیغام:

۱۔ حق کو جان لینے کے بعد ''مِمَّا عَرَفُوۡا'' اس کا انکار کرنے کیلئے کوئی عذر قابل قبول نہیں ہے۔ ''وَمَا لَنَا۔۔۔''

۲۔ صالح افراد کے ساتھ ہم نشینی ایک مقدس عادت اور اعلیٰ ہدف ہے۔ ''مَعَ الۡقَوۡمِ الصّٰلِحِيۡنَ﴿۸۴﴾''

۳۔ صحیح آرزو کی علامت، ایمان اور عملی اقدام ہے۔ ''وَمَا لَنَا لَا نُؤۡمِنُ۔۔۔وَنَطۡمَعُ''

۴۔ خداتعالیٰ پر ایمان، وحی پر ایمان سے الگ نہیں ہے۔ ''نُؤۡمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الۡحَقِّ ۙ''

۵۔ ایمان کی جزا، بہشت ہے۔ ''اَنۡ يُّدۡخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الۡقَوۡمِ الصّٰلِحِيۡنَ﴿۸۴﴾''

(اس بنا پر کہ اگر ''يُّدۡخِلَنَا'' میں حذف شدہ مفعول ''الجنة'' ہو)

۶۔ کمال کی راہوں میں سے ایک اپنے ضمیر کی طرف پلٹنا اور خود سے سوال کرنا ہے۔ ''وَمَا لَنَا۔۔۔فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوۡا'' دوسری آیت میں پڑھتے ہیں کہ ''وَمَا لِيَ لَاۤ اَعۡبُدُ الَّذِىۡ فَطَرَنِىۡ۔۔۔'' (یس۔۲۲)

۷۔ توحید، پیغمبر کی رسالت اور قرآن مجید کی حقانیت پر زبان کے ذریعے اقرار کرنا بھی ضروری ہے۔ ''فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوۡا۔۔۔''

آیت نمبر ۸۷

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُحَرِّمُوۡا طَيِّبٰتِ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَـكُمۡ وَلَا تَعۡتَدُوۡا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الۡمُعۡتَدِيۡنَ﴿۸۷﴾

ترجمۃ الآیات

اے ایمان والو! ان پاکیزہ چیزوں کو جو خدا نے تم پر حلال کردی ہیں اپنے اوپر حرام نہ کرو اور حد سے تجاوز نہ کرو کیونکہ اللہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

نکات:

☆ ایک دن رسولخداؐ قیامت اور محشر کے مناظر پر گفتگو فرما رہے تھے۔ لوگ منقلب ہوگئے اور رونے لگے، کچھ نے تو ارادہ کیا کہ آئندہ کبھی اچھا کھانا نہ کھائیں گے، آرام وسکون کو اپنے لیے حرام قرار دے دیں اور مسلسل روزے رکھیں، اپنی بیویوں کو چھوڑ دیں، راتوں کو کم سوئیں، اس بات پر انہوں نے قسم کھائی۔

جب پیغمبر اکرمؐ کو اس بات کی اطلاع دی گئی تو آپؐ نے لوگوں کو مسجد میں جمع کیا اور فرمایا: میں کھانا کھاتا ہوں، راتوں میں نیند کرتا ہوں، اپنی بیویوں کو چھوڑ نہیں دیا۔ ہمارا دین رہبانیت اور معاشرے سے کٹ جانے والا نہیں ہے۔ میری امت میں رہبانیت، جہاد ہے۔ جو کوئی میرے طریقے سے ہٹ جائے وہ مسلمان نہیں ہے۔ (وسائل، ج ۲۰ ص ۲۱)

کچھ لوگوں نے پوچھا: ہم نے جو قسم کھائی ہے اس کا کیا کریں؟ تو بعد والی آیات نازل ہوئیں۔

☆ حلال چیزوں کو اس اعتقاد کے ساتھ کہ اب یہ حرام ہیں، حرام جاننا، بدعت ہے جو کہ خود ایک حرام فعل ہے۔ یا اگر حرام ہونے کے اعتقاد کے بغیر ہی چیزوں کو حرام کرلیا جائے، تو یہ بھی ایک لغو کام ہے، جس سے منع کیا گیا ہے۔

☆ مسلمان، حکم الٰہی کے سامنے تسلیم ہوتا ہے۔ وہ خود سے کسی حلال کو حرام قرار نہیں دیتا اور نہ ہی حرام چیزوں کی نسبت اس کا رویہ اس طرح کا ہے۔

پیغام:

۱۔ اہل ایمان کو چاہیے کہ وہ پاکیزہ اور طاہر چیزوں کو استعمال کریں۔ ''یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ'' کی بجائے ''یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا'' کا ذکر ہے۔

۲۔ احکام الٰہی میں تبدیلی کرنا یا دست کاری کرنا، ایمان کے ساتھ سازگار نہیں ہے۔ ''یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُحَرِّمُوۡا ۔۔۔''

۳۔ اسلام، دین فطرت ہے اور فطرت کو قتل کرنا، منع ہے۔ ''لَا تُحَرِّمُوۡا طَیِّبٰتِ''

(لفظ ''طیب'' وہاں استعمال ہوتا ہے جہاں اس میں انسانی فطرت اور طبیعت شامل ہو۔)

۴۔ حلال لذتیں، کھانے کی چیزیں اور پہننے کی چیزیں، انسان کیلئے بنائی گئی ہیں۔ ''لَکُمۡ''

۵۔افراط اور تفریط (ایک حد سے بہت پیچھے ہٹ جانا یا بہت آگے نکل جانا)، ایمان کے ساتھ میل نہیں کھاتا۔ "یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۔۔۔وَلَا تَعْتَدُوْا ۔۔۔"

۶۔اسلام کے مکتب میں معاشرے سے کٹ جانا، رہبانیت اختیار کر لینا یا افراطی وتفریطی رویہ رکھنا ممنوع ہے۔ "لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ ۔۔۔وَلَا تَعْتَدُوْا"

۷۔اپنے آپ کو پاک چیزوں سے محروم کر لینا بھی ایک تجاوز اور حد کو پار کرنا ہے۔ "لَا تَعْتَدُوْا"

۸۔حلال چیزوں کو استعمال کرنے میں بھی زیادہ روی اور اسراف سے کام نہیں لینا چاہیے۔ "لَا تَعْتَدُوْا"

۹۔افراط وتفریط، انسان کا محبت خدا سے محروم ہونے کا موجب بنتا ہے۔ "اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ﴿۸۷﴾"

آیت نمبر ۸۸

وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۪ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾

ترجمۃ الآیات

اور خدا تعالیٰ نے حلال اور پاکیزہ نعمات میں سے جو رزق تمہیں دے رکھا ہے اسے کھاؤ اور اس خدا (کی مخالفت) سے پرہیز کرو جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔

نکات:

☆ قرآن پاک میں عام طور پر "کُلُوْا" کا حکم کسی دوسرے حکم کے ساتھ آیا ہے، جیسے:

"کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ وَاشْکُرُوْا" کھاؤ اور شکر بجالاؤ۔ (بقرہ۔۱۷۲)

"کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ وَلَا تَطْغَوْا" کھاؤ اور سرکشی نہ کرو۔ (طہٰ۔۸۱)

"کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا" کھاؤ اور اچھے کام انجام دو۔ (مومنون۔۵۱)

"کُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوْا" کھاؤ اور کھلاؤ۔ (حج۔۲۸)

"کُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا" کھاؤ اور اسراف نہ کرو۔ (اعراف۔۳۱)

"کُلُوْا مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ" کھاؤ اور شیطان کی کھینچی ہوئی لکیروں پر نہ چلو

شیطان کے وسوسوں کا شکار نہ ہو جاؤ۔ (انعام۔ ۱۴۲)

☆ حدیث شریف میں ہے کہ خدا تعالیٰ نے لوگوں کا رزق، حلال چیزوں سے معین فرمایا ہے، جو کوئی حرام چیز کا انتخاب کرے گا تو حلال میں سے اس کا رزق کم ہو جائے گا۔ (تفسیر اطیب البیان)

پیغام:

۱۔ مادی اشیا میں سے حلال چیزوں کا استعمال کرنا، ایمان کے ساتھ مخالف نہیں ہے۔ ''یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۔۔۔ وَكُلُوْا''

۲۔ کھانے پینے کے معاملے میں توجہ کریں۔ ''حَلٰلًا ،طَیِّبًا ،وَّاتَّقُوْا''

(انہیں حاصل کرنے کا طریقہ بھی جائز و حلال ہونا چاہیے اور انہیں استعمال کرنے کا طریقہ بھی صحیح ہونا چاہیے۔)

۳۔ ہر طرح کا رزق اُسی کے دست قدرت میں ہے لہٰذا جلد بازی، لالچ اور حرام خوری نہ کریں۔ ''رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَیِّبًا''

۴۔ تقویٰ، ایمان کا حتمی نتیجہ ہے۔ ''وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ﴿۸۸﴾''

آیت نمبر ۸۹

لَا یُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِیْٓ اَیْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ یُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَیْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِیْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِیْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ ؕ فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ ثَلٰثَةِ اَیَّامٍ ؕ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَیْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ؕ وَاحْفَظُوْٓا اَیْمَانَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰیٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴿۸۹﴾

ترجمۃ الآیات

خداوند تعالیٰ بے ہودہ اور لغو (بے ارادہ) قسموں کی وجہ سے مواخذہ نہیں کرے گا لیکن وہ قسمیں کہ جنہیں (ارادہ کے ساتھ) تم نے محکم کیا ہو، (ایسی قسموں کو توڑنے پر) ان کے بارے میں مواخذہ کرے گا۔ اس قسم کی قسموں کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے (اور وہ کھانا ایسا ہونا چاہیے) جو تم عام طور پر اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو، یا دس مسکینوں (یا فقیروں) کو لباس پہنانا ہے یا ایک غلام آزاد کرنا ہے۔ اور جسے (ان دس مسکینوں کو غذا، لباس دینا یا ایک غلام آزاد کرنا) کچھ میسر نہ ہو تو وہ تین دن کے روزے رکھے۔ یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسمیں کھاتے ہو (اور پھر ان کی مخالفت کرتے ہو) اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو اور انہیں مت توڑو، خداوند تعالیٰ اس طرح سے اپنی آیات کو تمہارے لیے بیان کرتا ہے تاکہ تم اس کا شکر بجالاؤ۔

نکات:

☆ ایسی قسمیں جو ارادے کے بغیر ہوں، یا ان پر توجہ نہ ہو، بے مقصد، عادت کے طور پر ہوں یا غصہ و ہیجان کی حالت میں کھائی ہوں یا غیر معقول بات پر، بے بنیاد بات پر قسم کھالی ہو، یا غیر اخلاقی، غیر شرعی، غیر قانونی امور کو انجام دینے کے بارے قسم کھائی ہو تو ایسی قسمیں لغو ہیں۔ ان کا کوئی کفارہ نہیں ہے۔ لیکن وہ قسمیں جن میں ارادہ شامل تھا اور کسی مفید کام کیلئے قسم کھائی تھی، تو ضروری ہے کہ قسم کے مطابق عمل کرے، ورنہ اس کا کفارہ ہے۔

☆ قسم کے معاملے میں لفظ ''لَّغْوِ'' کی تفسیر کرتے ہوئے امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ''لا واللہ'' اور ''بلیٰ واللہ'' کسی پکے ارادے کے بغیر کہنا، لَّغْوِ قسم ہے۔ (کافی، ج ۷، ص ۴۴۳ اور تفسیر نور الثقلین)

☆ لفظ ''اَوْسَطِ'' کی تفسیر بارے میں بعض نے لکھا ہے کہ اس سے مراد بہترین قسم کی غذا ہے۔ جیسے سورہ قلم آیت۔ ۲۸ میں ہے کہ ''قَالَ اَوْسَطُهُمْ'' یعنی ان میں سے بہترین اور سب سے بڑے نے یوں کہا۔

☆ قسم کے کفارے میں مسکین و فقیر کو جو لباس دینے کے بارے میں کہا گیا ہے، اس میں ہر طرح کا ضرورت پوری کرنے والا لباس شامل ہے، سردیوں کا ہو خواہ گرمیوں کا ہو، مردانہ ہو یا زنانہ ہو۔

☆ عالمی اور دائمی قانون کے قواعد وضوابط اور اس کے احکام میں وسعت کی گنجائش ہونی چاہیے۔ جس طرح غلام کا آزاد کرنا، فقیر کو کھانا کھلانا یا مساکین کو لباس دینا، ہر دور میں ہر فرد کیلئے اور ہر جگہ قابل عمل ہے۔

☆ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: کچھ لوگ ساڑھے تین کلو تک غذا کھا جاتے ہیں اور کچھ اس سے کم کھاتے ہیں ،اس بنا پر ایک کھانے کی درمیانی حد ساڑھے تین کلو (ایک مُد) شمار کی جائے۔ (کافی، ج ۷، ص ۴۵۳ اور تفسیر نور الثقلین)

☆ مذکورہ بالا آیت کی وضاحت کرتے ہوئے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا: اگر کسی کے پاس اپنے گھر والوں کے کھانے سے زیادہ کچھ نہیں ہے تو وہ ''لَمْ يَجِدْ'' کا مصداق ہے۔ (کافی، ج ۷، ص ۴۵۲ اور تفسیر نور الثقلین)

پیغام:

۱۔ بے مقصد قسموں پر سے جرمانہ ختم کرنا بھی فضل و لطف الٰہی ہے۔ ''لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ ---''

(ہم بھی ایسا ہی کریں اور جو لوگ غصے کی حالت میں ہمیں برا بھلا کہہ دیتے ہیں، اسے نظر انداز کر دیں۔)

۲۔ اسلام ایک آسان دین ہے لہٰذا غیر سنجیدہ قسموں پر کفارہ مقرر نہیں کیا گیا۔ ''لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ ---''

(گفتار و کردار میں ارادہ اور نیت اہم ہے۔)

۳۔ اسلام میں مالی جرمانے بھی موجود ہیں۔ ''اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ ---''

۴۔ اسلام کے قوانین معاشرے سے فقر و غربت کو ختم کر دینا چاہتے ہیں۔ اسلام کے انفرادی احکام بھی معاشرے سے ہم آہنگ ہیں۔ (کھانا کھلانا، لباس دینا اور غلام آزاد کرنا) ''فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ ---''

۵۔ حتیٰ جرمانوں میں بھی میانہ روی اختیار کرنا اور عدل سے کام لینا، قابل قدر ہے۔ ''مِنْ اَوْسَطِ ---'' (یہ اس بنا پر ہے کہ جب ''اَوْسَطِ'' سے مراد متوسط لی جائے نہ کہ بہترین۔)

۶۔ جرمانے کو افراد کی مالی صورت حال کے مطابق ہونا چاہیے۔ ''مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ''

۷۔ فریضے کی انجام دہی، قدرت اور توان ہونے پر منحصر ہے۔ ''فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ ---''

۸۔ جرمانے اور کفارے میں لوگوں کی معمولی زندگی کے حساب سے درمیانی سطح کو ملحوظ رکھا جائے اور معاشرے کے عام فرد کے حالات کو سامنے رکھا جائے نہ کہ غیر معمولی حالات کے مطابق فیصلہ کیا جائے۔ ''مِنْ اَوْسَطِ''

(اگر ''اَوْسَطِ'' سے مراد متوسط لی جائے۔)

۹۔ کفارہ ادا کرتے ہوئے فقیر و نادار افراد کی شخصیت کو خورد نہ کریں ان کی تحقیر نہ کریں انہیں نفسیاتی دباؤ میں نہ رکھیں ۔انہیں اپنے کنبے کا حصہ سمجھیں۔ ''مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ''

۱۰۔ اپنی قسموں کو توڑنے کی جرأت کو روزے کی سختی اور جرمانے کی ادائیگی کے ساتھ ازالہ کریں۔ (اسلام میں جرمانے اور کفارے کی ادائیگی میں بھی خودسازی کا پروگرام ہے۔ ''فَكَفَّارَتُهٗ ---''

۱۱۔غلاموں کی آزادی کیلئے اسلام نے ہر فرصت اور موقعہ سے استفادہ کیا ہے۔"تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ؕ"
(بعض اعمال کے ازالے اوران کے کفارے کی ادائیگی کے سلسلے میں غلاموں کو آزاد کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔)
۱۲۔خدا تعالیٰ کے مقدس نام کے بارے میں ہمیں احتیاط کرنی چاہیے اور اس کے تقدس کو پامال نہیں کرنا چاہیے۔ہمیں قسم نہیں کھانی چاہیے، اگر کھائیں تو اس پر عمل کریں اور یا پھر اس کا کفارہ ادا کرنے سے اس کا ازالہ کریں۔"وَاحْفَظُوْۤا اَيْمَانَكُمْ ؕ"
۱۳۔بعض لوگ یہ تصور نہ کریں کہ ہر لحہ انہیں قسم کھانے کا حق حاصل ہے، جسے وہ کفارہ ادا کر کے برابر کرلیں گے۔"وَاحْفَظُوْۤا اَيْمَانَكُمْ ؕ"(ہم اپنی قسموں کے حوالے سے ذمہ دار ہیں۔)
۱۴۔اگر کسی کے پاس مال نہیں ہے تو وہ اپنی جسمانی طاقت سے ادائیگی کرے۔"فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ؕ"
۱۵۔کوتاہیوں کا ازالہ کرنے کیلئے راستہ کھلا ہونا، الٰہی نعمت ہے اور شکر کے لائق ہے۔"ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ --- كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۸۹﴾"
۱۶۔احکام پر عمل کرنا، بہترین شکر ہے۔"لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۸۹﴾"
("يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۸۹﴾" کی بجائے فرمایا "لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۸۹﴾"۔اس سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ عمل کرنا ہی شکر کرنے کا بہترین انداز ہے۔)

آیت نمبر ۹۰

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۹۰﴾

ترجمۃ الآیات

اے ایمان والو! شراب، قمار بازی، بت اور ازلام (تیروں والی قرعہ اندازی) پلید اور عمل شیطان ہیں، ان سے اجتناب کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔

نکات:

☆ عرب، شعر اور شراب کو بہت پسند کرتے تھے۔اسی وجہ سے شراب کی حرمت کا حکم تدریجی طور پر آیا ہے۔آیت کی

ابتدا میں آیا ہے کہ کھجور اور انگور سے اچھا رزق تیار کیا جا سکتا ہے، ان سے مست کر دینے والی شراب بھی بنتی ہے۔ (نحل۔ ٦٧)

دوسری آیت میں جوئے اور شراب کے فائدوں کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے کہ اس میں نفع سے زیادہ برائی پائی جاتی ہے۔ (بقرہ۔ ٢١٩) کچھ عرصے بعد آیت نازل ہوئی کہ مستی کی حالت میں نماز نہ پڑھیں۔ (نساء۔ ٤٣) پھر مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی اور اسے نجس وشیطانی عمل قرار دیا اور اس سے اجتناب کرنے کا حکم صادر کیا۔

☆ ''خَمْرُ'' کے معنی ڈھانپنا ہے، لفظ ''خِمار'' اور اس کا مادہ ایک ہے۔ عورتوں کے مقنعہ کو بھی ''خِمار'' کہتے ہیں کیونکہ وہ سر کے بالوں کو ڈھانپتا ہے۔ شراب کو بھی خَمْرُ کہتے ہیں کیونکہ وہ عقل کو چھپا دیتی ہے۔

☆ ''مَیْسِرُ'' ''یُسر'' سے ہے جس کے معنی آسانی ہے۔ کیونکہ جوئے میں انسان کو بغیر کسی زحمت کے پیسہ ہاتھ میں آ جاتا ہے، لہٰذا اُسے مَیسر کہتے ہیں۔

☆ لفظ ''اَنْصَابُ'' جمع ہے ''نُصُب'' کی، جس کے معنی وہ پتھر ہیں جو کعبہ کے اطراف میں رکھے ہوئے تھے جن کے اوپر لوگ قربانی کیا کرتے تھے اور اس میں سے تبرک حاصل کرتے تھے۔ (تفسیر المیزان)

یا اس سے مراد خود وہ قربانی ہے، جسے وہ ان پتھروں پر رکھ کر ذبح کیا کرتے تھے۔ حدیث شریف میں ہم پڑھتے ہیں کہ رسولخداؐ نے انصاب کے معنی میں فرمایا: یہ ایسی چیز ہے جسے مشرکین بتوں کیلئے قربان کیا کرتے تھے۔ ''ما ذبحوہ لآلھتھم'' (کافی، ج ۵، ص ۱۲۳)

☆ ''اَزْلَامُ'' ایک طرح کی قرعہ اندازی تھی، لکڑی والا جو تھا جو کہ جاہلیت میں رواج رکھتا تھا۔

☆ امام محمد باقر علیہ السلام نے خمر کے بارے میں فرمایا: ''کل مسکر ۔ ۔ ۔ اذا أخمر فھو حرام'' ہر وہ چیز جو انسان کو مست کر دے، حرام ہے۔ (تفسیر نور الثقلین)

☆ رسولخداؐ نے فرمایا: جو کسی بھی چیز کے ذریعے ہو، خواہ اخروٹ کے ذریعے سے ہو، حرام ہے۔ (کافی، ج ۵، ص ۱۲۳)

☆ حدیث میں ہے کہ ''شارب الخمر کعابد الوثن'' شراب خور، بت کی پوجا کرنے والے کی مانند ہے۔ (بحار، ج ۷۶، ص ۲۳۴)

☆ شراب کے سلسلے میں ہر طرح کی مدد، خواہ اس کے بنانے کے حوالے سے ہو، تقسیم کرنے کے بارے میں ہو یا استعمال کرنے میں ہو، سب حرام ہے۔ امام محمد باقر علیہ السلام پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ دس ایسے گروہ جو شراب خوری میں مؤثر واقع ہوتے ہیں، آپؐ نے ان پر لعنت کی ہے: ''غارسھا و حارسھا و عاصرھا و شاربھا و ساقیھا و حاملھا و المحمول الیہ و بایعھا و مشتریھا و آکل ثمنھا'' جو انگور کا پودا لگاتا ہے، جو اس کو انگور بننے تک مدد کرتا ہے، بنانے والا، پینے والا، پیلانے والا، نقل وحمل کرنے والا، اس کا سودا کرنے والا، اسے فروخت کرنے والا اور ہر وہ

شخص جو اس سے حاصل ہونے والی کسی آمدنی سے استفادہ کرے، ملعون ہے۔

پیغام:

۱۔ایمان، شرابخوری اور جوئے بازی کے ساتھ میل نہیں کھاتا۔ ''یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ ۔۔۔ فَاجْتَنِبُوْهُ ۔۔۔''

۲۔شراب اور جوا، بت پرستی کی صف میں آتے ہیں۔ ''الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ'' (اگر ''اَنْصَابُ'' سے مراد ''بت'' لی جائے۔)

۳۔اسلام، نجاست سے منع کرتا ہے۔ ''رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ''

۴۔حلال کا لقمہ کھانا اور حرامخوری سے پرہیز کرنا، انسان کی سعادت اور کامیابی میں بہت مؤثر ہے۔ ''فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۝۹۰''

آیت نمبر ۹۱

اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ وَیَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ۝۹۱

ترجمۃ الآیات

بے شک شیطان چاہتا ہے کہ شراب اور قمار بازی کے ذریعے تمہارے درمیان دشمنی ڈال دے اور تمہیں ذکر خدا اور نماز سے باز رکھے۔ تو کیا تم (ان نقصانات اور تاکیدی نہی کے بعد) اس سے رک جاؤ گے؟

نکات:

☆اس کے باوجود کہ جو اعداد و شمار پیش کیے جاتے ہیں ان کے مطابق بہت سے قتل، جرائم، حادثات، طلاق، نفسیاتی اور جسمانی امراض، شراب کی وجہ سے ہوتے ہیں لیکن قرآن مجید نے اس آیت میں حرمت کے فلسفہ کو بیان کرتے ہوئے صرف دو نکات پر تاکید کی ہے: ایک معاشرتی نقصان ہے یعنی کینہ اور دشمنی جبکہ دوسرا معنوی نقصان ہے یعنی نماز اور یاد خدا سے غافل ہو جانا۔

☆اس آیت نے شراب اور جوئے کا سب سے واضح اثر اور نقصان یادخدا سے دوری اور نماز سے غفلت قرار دیا ہے۔
اب سوال یہ ہے کہ اگر دوسرے کام جیسے تجارت، ورزش، تعلیم، مطالعہ اور انہی کی طرح کے کاموں میں انسان مشغول ہو جائے اور یادخدا و نماز سے رہ جائے تو کیا وہ بھی شراب اور جوئے کی مانند ہیں؟ جی ہاں! ہر وہ چیز جو ہمیں خدا سے غافل کر دے، شراب اور جوئے کی مانند ناپسند ہے۔ اگرچہ اسلام نے اپنے لطف وکرم سے اور آسانی پیدا کرنے کی خاطر انہیں حرام قرار نہیں دیا۔

پیغام:

۱۔ جو کوئی بھی لوگوں کے درمیان کینہ اور دشمنی کا باعث بنے وہ شیطان کی مانند ہے۔ ''اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ ۔۔۔''

۲۔ شیطان کے وسوسے ہمیشہ ہیں۔ ''اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ''

۳۔ وہ معاشرہ جس میں دشمنی پائی جاتی ہو، شیطانی ہے۔ ''اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ ۔۔۔''

۴۔ معاشرے میں موجود الفت ومحبت اور اتحاد کی ہر اس چیز سے حفاظت کریں اور اس کے ساتھ جنگ کریں جو اسے ختم کر دینا چاہتی ہے۔ ''اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ''

۵۔ ایمان والوں کے درمیان محبت اور مہربانی کا ہونا، خدا تعالیٰ کی خاص عنایت ہے۔ ''اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ''

۶۔ جوا اور شراب، کینہ اور دشمنی کو پیدا کرنے کیلئے شیطان کے ہتھیار ہیں۔ ''اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ''

۷۔ نماز، یادخدا کی بہترین علامت ہے۔ (اس کے باوجود کہ نماز بھی ذکر خدا ہے اور اس کا نام الگ سے بھی آیا ہے۔)
''عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ''

۸۔ احکام کا فلسفہ بیان کرنا، کلام کیلئے دوسروں پر مؤثر ہونے کا اہم عامل ہے۔ ''الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ ۔۔۔ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ﴿۹۱﴾''

۹۔ ہر وہ ذریعہ جو کینہ ودشمنی پیدا کرنے کا باعث ہو، اس سے جنگ کی جانی چاہیے۔ ''يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ ۔۔۔ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ﴿۹۱﴾

۱۰۔ اسلام کے ابتدائی دنوں میں شراب اور جوا حرام ہونے کے باوجود بعض مسلمان ایسی لاپرواہی کی بنا پر ان میں مشغول تھے، جنہیں خدا تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ کی گئی ہے۔ ''فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ﴿۹۱﴾''

آیت نمبر ۹۲

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۹۲﴾

ترجمۃ الآیات

اور خدا کی اطاعت کرو اور پیغمبر کے فرمانبردار رہو اور اس (کے فرمان کی مخالفت) سے ڈرو اور اگر تم روگردانی کرو گے (اور اطاعت نہ کرو گے) تو جان لو کہ پیغمبر کے ذمہ واضح ابلاغ کے سوا کچھ نہیں ہے۔

پیغام:

۱۔ رسولخداؐ کے حکومتی فرامین، الٰہی احکام کی مانند ہیں، ان کی اطاعت واجب ہے۔ ''اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ'' (کلمہ ''اَطِيْعُوْا'' کا تکرار دو طرح کے احکام کی طرف اشارہ ہے یعنی خدا تعالیٰ کے تبدیل نہ ہونے والے ثابت احکام اور رسولخداؐ حکومتی فرامین)

۲۔ احکام خدا اور رسول کی مخالفت کے خطرے سے ڈریں۔ ''وَاحْذَرُوْا ۚ''

۳۔ انسان اپنے راستے کے انتخاب میں آزاد ہے۔ ''فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ''

۴۔ مخالفت کرنے اور منہ موڑنے سے ہم اپنے علاوہ کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچاتے۔ ''فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ ۔۔۔ اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۹۲﴾''

۵۔ احکام الٰہی کے ابلاغ کے لیے لوگوں کا اسے قبول کرنا ضروری نہیں ہے۔ ہمیں صرف اتمام حجت کرنا چاہیے۔ ''فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا ۔۔۔ اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۹۲﴾''

۶۔ صرف ابلاغ رسالت پیغمبر کا فریضہ ہے، زبردستی کرنا اور نافذ کرنا نہیں ہے۔ ''اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۹۲﴾''

آیت نمبر ۹۳

لَیۡسَ عَلَی الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِیۡمَا طَعِمُوۡۤا اِذَا مَا اتَّقَوۡا وَّ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوۡا وَّ اٰمَنُوۡا ثُمَّ اتَّقَوۡا وَّ اَحۡسَنُوۡا ؕ وَ اللّٰہُ یُحِبُّ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۹۳﴾

ترجمۃ الآیات

جو ایمان لا چکے ہیں اور نیک عمل بجالاتے ہیں انہوں نے (تحریم شراب کے حکم سے پہلے) جو کھایا ہے اس سلسلے میں ان پر کوئی گناہ نہیں ہے، اس شرط کے ساتھ کہ وہ اہل تقوی، اہل ایمان ہوں اور نیک اعمال انجام دیں پھر ان (محرمات) سے پرہیز کریں اور اس (حرمت) پر ایمان لائیں اور پھر (بھی ان حرام چیزیں سے) پرہیز کریں اور نیک کام انجام دیں اور اللہ نیک لوگوں کو دوست رکھتا ہے۔

نکات:

☆ شراب کی حرمت پر آیت نازل ہونے کے بعد بعض مسلمانوں نے اس کے بارے میں سوال کیا جو شراب پیتے تھے اور اب دنیا سے جا چکے تھے تو اس وقت مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی۔

☆ اس آیت میں دومرتبہ ایمان اور عمل صالح، دومرتبہ تقویٰ اور ایمان اور ایک مرتبہ تقویٰ اور احسان کا ذکر ہوا ہے۔ کچھ مفسرین کے مطابق کیونکہ ایمان، تقویٰ اور عمل صالح کے مواقع، مراحل اور درجات مختلف ہیں، اس لیے یہ تکرار ہوا ہے۔ (تفسیر نمونہ)

بعض کہتے ہیں: یہ تکرار، ایمان اور تقویٰ میں تسلسل رہنے کی خاطر ہے۔ (تفسیر قرطبی) کچھ اس تکرار کو تاکید تصور کرتے ہیں، جیسے ''کَلَّا سَیَعۡلَمُوۡنَ ﴿۴﴾ ثُمَّ کَلَّا سَیَعۡلَمُوۡنَ ﴿۵﴾'' (نباء۔ ۴ اور ۵)

☆ تقویٰ، انسان کی زندگی کے مختلف مراحل میں اہم کردار ادا کرتا ہے:

۔استعمال اور رویہ میں ''طَعِمُوۡۤا اِذَا مَا اتَّقَوۡا''

۔مکتب اور اعتقاد میں ''ثُمَّ اتَّقَوۡا وَّ اٰمَنُوۡا''

۔خدمت اور اخلاق میں ''ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا ط''

پیغام:

ا۔ مومنین کی گذشتہ غلطیاں، عدم تکرار اور آئندہ تقویٰ اختیار کرنے کی شرط کے ساتھ قابل معافی اور درگذر کے لائق لَیْسَ عَلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِیْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا''

۲۔ اگر حکم خدا سننے کے بعد پھر بھی گناہ کریں تو خدا تعالیٰ اس کے گذشتہ گناہوں پر بھی مؤاخذہ کرے گا۔ ''لَیْسَ عَلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِیْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا''

۳۔ احسان اور نیک اعمال کی انجام دہی، کمال کا بلندترین مرحلہ اور خدا تعالیٰ کے ہاں محبوبیت کا باعث ہے۔ پہلے لفظ'' اَحْسَنُوْا'' پھر اس کے بعد'' اٰمَنُوْا وَعَمِلُوْا۔۔۔ ثُمَّ اتَّقَوْا۔۔۔'' اور اس سے آگے خدا تعالیٰ کے ہاں محبوبیت کا ذکر آیا ہے ۔''وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۹۳﴾''

آیت نمبر ۹۴

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَیَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَیْءٍ مِّنَ الصَّیْدِ تَنَالُهٗٓ اَیْدِیْكُمْ وَرِمَاحُكُمْ لِیَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ یَّخَافُهٗ بِالْغَیْبِ ۚ فَمَنِ اعْتَدٰی بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۹۴﴾

ترجمۃ الآیات

اے ایمان والو! خدا تمہیں شکار میں سے اس چیز پر جس تک تمہارے ہاتھ اور نیزے پہنچ جاتے ہوں، آزمائے گا تاکہ معلوم ہو جائے کہ کون شخص باطنی طور پر اللہ سے ڈرتا ہے (اور اس کے حکم کے سامنے تسلیم ہے اور شکار کو چھوڑ دیتا ہے۔) اور جو شخص اس کے بعد تجاوز کرے گا تو اس کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔

نکات:

☆ حج کے ایام میں اور احرام کی حالت میں، حاجی کیلئے شکار کی اجازت نہیں ہے۔ انہی دنوں میں کبھی شکار انسان کے

قریب تک آجاتا ہے اور بہت آسانی کے ساتھ اسے قابو کیا جاسکتا ہے لیکن الٰہی آزمائش یہ ہے کہ وہ شکار کو ہاتھ نہ لگائے۔

حدیث شریف میں ہم پڑھتے ہیں کہ حُدیبیہ کے عمرے میں بہت سے شکار مسلمانوں کے قریب آ گئے، اور مسلمان بہت آسانی کے ساتھ انہیں شکار کر سکتے تھے۔(تفسیر نور الثقلین اور کافی، ج ۴، ص ۳۹۶)

☆ قرآن مجید میں شکم اور غذا کے مسئلہ کو الٰہی آزمائش کا ایک ذریعہ قرار دیا ہے، درج ذیل کی مثالوں پر توجہ کریں:

الف: جناب آدمؑ اور اماں حواؑ نے غذا کے مسئلہ میں شکست کھائی۔''لَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ''(بقرہ۔۳۵)

ب: بنی اسرائیل نے ہفتہ کے دن مچھلی کے شکار والے مسئلہ میں شکست کھائی۔''وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ''(بقرہ۔۶۵)

ج: بنی اسرائیل کے ایک سپہ سالار نے کسی علاقے میں جب وہ ایک نہر کے قریب پہنچے تو اپنی فوج کو اس میں سے پانی پینے سے منع کیا، لیکن سوائے چند ایک کے، سب نے وہاں سے پانی پی لیا۔''فَشَرِبُوْا مِنْهُ اِلَّا قَلِيْلًا''(بقرہ۔۲۴۹)

د: روزہ رکھنا بھی ایک بڑی آزمائش ہے۔

ھ: احرام کی حالت میں حجاج کے قریب شکار کا آ پہنچنا، جب حجاج کو انہیں شکار کرنے کی اجازت نہیں ہوتی، یہ خود ایک بڑی آزمائش ہے۔''تَنَالُهٗٓ اَيْدِيْكُمْ''

☆ سوال: انسان جب کسی کا امتحان لیتا ہے تو اطلاع یا علم حاصل کرنے کیلئے ایسا کرتا ہے، لیکن خدا تعالیٰ جو ہر چیز کو جانتا ہے وہ سب کا امتحان کیوں لیتا ہے؟

جواب: نہج البلاغہ میں حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: الٰہی آزمائشات اس لیے ہیں کہ انسان تلخ وشیرین حوادث میں اپنا عکس العمل ظاہر کرے، جس کی وجہ سے وہ سزا یا جزا کا مستحق قرار پائے۔(نہج البلاغہ، خ ۱۹۲)

جی ہاں! خدا تعالیٰ عمل کے بدلے میں سزا یا جزا دیتا ہے، نہ کہ اپنے علم کی بنیاد پر دیتا ہے۔ بالکل اُسی طرح جب ہم کسی ہنر مند کو اس علم کے ساتھ کہ وہ بہت ماہر ہے، کوئی چیز نہیں دیتے بلکہ جب وہ اپنے فن کا مظاہرہ کرتا ہے تو اس کے بدلے میں ہم اسے اجرت دیتے ہیں۔

☆ سوال: کیا خانہ خدا کا مہمان اور زائر صرف کسی جانور کے شکار کی خاطر دردناک عذاب میں مبتلا کیا جائے گا؟

جواب: شکار کرنا، دردناک عذاب کا موجب نہیں ہے بلکہ عذاب حرم خدا اور احرام کے تقدس کو پامال کرنے اور اس کے قانون کو توڑنے کی وجہ سے ہے۔''فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۹۴﴾''

پیغام:

۱۔ مؤمنین کا امتحان، پروردگار عالم کی طرف سے ایک حتمی فیصلہ اور سنت الٰہی ہے۔''يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

لَیَبْلُوَنَّکُمْ ''

(حرف ''لام''، فعل مضارع اور نون تاکید، حتمی ہونے کی علامت ہیں۔)

۲۔ خدا خوفی وہاں ظاہر ہوتی ہے جہاں گناہ کے مواقع ہوں اور انسان لغزش نہ کرے۔ ''تَنَالُهٗۤ اَیْدِیْكُمْ ''

۳۔ ہمارے پاس موجود نعمات الٰہی، ہماری آزمائش کا ذریعہ ہیں۔ ''لَیَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَیْءٍ مِّنَ الصَّیْدِ تَنَالُهٗۤ اَیْدِیْكُمْ ''

۴۔ جس چیز تک ہمارا ہاتھ پہنچ جائے، ضروری نہیں ہے کہ وہ چیز رزق اور حلال ہو۔ ''تَنَالُهٗۤ اَیْدِیْكُمْ ''

۵۔ تقویٰ کا معیار، باطنی خوف ہے نہ صرف ظاہری حیا۔ ''یَّخَافُهٗ بِالْغَیْبِ ''

۶۔ فرض کا عائد ہونا اور ذمہ داری کا آنا، پیغام کے ابلاغ کے بعد ہے۔ ''بَعْدَ ذٰلِكَ ''

۷۔ ایک حاجی میلوں تک صحرا اور بیابانوں میں عشق حق کی خاطر چلتا رہتا ہے، کبھی ایک چھوٹا سا شکار اسے اپنے راستے سے دور کر دیتا ہے اور نافرمانی کر لیتا ہے جس کا نتیجہ عذاب الٰہی ہے۔ ''فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۹۴﴾ ''

آیت نمبر ۹۵

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّیْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ یَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْیًۢا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِیْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِیَامًا لِّیَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ؕ وَمَنْ عَادَ فَیَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۹۵﴾

ترجمۃ الآیات

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! حالت احرام میں شکار کو قتل نہ کرو اور تم میں سے جو شخص جان بوجھ کر اسے قتل کرے گا تو اسے چاہیے کہ اس کا معادل کفارہ چوپایوں میں سے دے، ایسا کفارہ کہ جس کے معادل ہونے کی دو عادل گواہ تصدیق کریں اور وہ قربانی کی شکل میں (

حریم) کعبہ میں پہنچے یا (قربانی کے بجائے ساٹھ) مساکین وفقرا کو کھانا کھلائے یا اس کے بدلے میں روزے رکھے (یہ تین طرح کی سزا اس لیے ہے) تا کہ اپنے کام کی سزا کا مزہ چکھ سکے۔ جو کچھ (قانون کفارہ آنے سے پہلے) گذشتہ زمانے میں ہو چکا ہے خدا نے وہ معاف کیا اور جو شخص تکرار کرے، تو اللہ اس سے انتقام لے گا۔ اور اللہ توانا اور صاحب انتقام ہے۔

نکات:

☆ ''حُرُمٌ'' کے معنی ہیں کہ وہ شخص جو حج یا عمرہ کیلئے مُحرم ہوا ہو۔

☆ ''نَّعَمِ'' کی جمع ''اَنعام'' ہے، اونٹ، گائے اور گوسفند کو کہا جاتا ہے۔

☆ ''مَسٰكِيۡنَ'' ''سکن'' سے ہے، جس کے معنی ایسا شخص ہے جو تنگ دستی اور فقر کی وجہ سے گھر سے باہر نہیں نکلتا۔ یعنی غربت نے اس کی ایسی حالت بنا دی ہے کہ خانہ نشین ہو کر رہ گیا ہے۔

☆ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: شتر مرغ کا کفارہ ایک اونٹ ہے، جنگلی گدھے کا کفارہ ایک گائے ہے، ہرن کا کفارہ ایک گوسفند ہے اور ایک جنگلی گائے کا کفارہ ایک پالتو گائے ہے۔ (تہذیب، ج ۵، ص ۳۴۱؛ نور الثقلین، ج ۱، ص ۶۷۳؛ مزید وضاحت اور شکار کے کفارے، اس کے احکام اور خصوصیات کے بارے میں مزید معلومات کیلئے فقہ کی کتب اور توضیح المسائل کی طرف رجوع کیا جائے۔)

پیغام:

۱۔ احرام کی حالت میں ہر حوالے سے امن کی ضمانت ہونی چاہیے حتیٰ حیوانات بھی محفوظ رہنے چاہئیں۔ ''لَا تَقۡتُلُوا الصَّيۡدَ وَاَنۡتُمۡ حُرُمٌ ؕ''

۲۔ حلال و حرام ہونے کا فلسفہ ہمیشہ انہی اشیا سے متعلق نہیں ہوا کرتا بلکہ کبھی زمان و مکان کی صورت حال کو دیکھتے ہوئے، ایسا حکم صادر کیا جاتا ہے۔ لہٰذا حکم الٰہی میں زمان و مکان، تاریخ اور جغرافیہ بھی موثر ہیں۔ ''وَاَنۡتُمۡ حُرُمٌ ؕ''

۳۔ مخصوص حالات کیلئے اسلام کے مخصوص احکام ہیں۔ ''وَاَنۡتُمۡ حُرُمٌ ؕ''

۴۔ اسلامی قوانین سب کیلئے ایک جیسے ہیں۔ ''وَمَنۡ قَتَلَهٗ مِنۡكُمۡ''

۵۔ مخالفت کرنے سے زیادہ خطرناک، مخالفت کرنے کا محرک، مقصد اور جانتے بوجھتے ہوئے غلط ارادہ کرنا ہے۔ ''مَنۡ قَتَلَهٗ مِنۡكُمۡ مُّتَعَمِّدًا''

۶۔ سزا کو بھی عدل کے مطابق ہونا چاہیے۔ ''مِّثۡلُ مَا قَتَلَ''

۷۔ اسلام ہر موقعہ و مناسبت پر بھوکوں کے مسائل اور غربت کو ختم کرنے کی طرف توجہ رکھتا ہے۔ ''طَعَامُ مَسٰكِيۡنَ''

۸۔وہ جانور جو مکہ میں ذبح ہوتے ہیں، ہدیہ ہیں۔''ھَدْیًۢا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ''

۹۔مجرم کو جرمانہ (قربانی، اطعام، روزہ) انتخاب کرنے میں رعائت دی جانی چاہیے۔اس کی معاشی حالت اور جسمانی کیفیت کو نظرانداز نہ کریں۔''فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ ---اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا''

۱۰۔قانون توڑنے کی سزا اس قدر بھاری ہے کہ ساٹھ فقیروں کو کھانا کھلانا یا ساٹھ روزے رکھنا، اس کی ایک چھوٹی سی جھلک ہے، پوری تصویر نہیں ہے۔''لِّيَذُوْقَ''

۱۱۔باقاعدہ ابلاغ کرنے کے بعد قوانین کے نفاذ کا موقعہ آتا ہے۔''عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ؕ'' قانون کو نافذ کرتے وقت میں پہلے کے موارد شامل نہیں ہوتے۔

۱۲۔شکار کرنے کا فعل اگر تکرار کیا جائے تو جرمانے کے علاوہ، قہر خدا اور انتقام بھی ساتھ ہے۔''وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ''

۱۳۔گناہ پر اصرار اور اس کا تکرار بھیانک نتائج اور بری عاقبت کا موجب بنتا ہے۔''وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۹۵﴾''

۱۴۔خدا تعالیٰ کے خبردار کرنے کو سنجیدہ لیں۔''فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۹۵﴾''

آیت نمبر ۹۶

اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ۚ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۹۶﴾

ترجمۃ الآیات

(البتہ) دریا کا شکار اور اس کا کھانا تمہارے لیے حلال ہے تاکہ تم اور مسافر اس سے فائدہ اٹھائیں لیکن جب تک تم حالت احرام میں ہو تو صحرا کا شکار تم پر حرام ہے اور خدا کی نافرمانی سے جس کی طرف تم محشور ہوگے، ڈرتے رہو۔

نکات:

☆ تفسیر مجمع البیان، بعض دوسری تفاسیر اور فقہی کتب نے اس آیت سے استنباط کیا ہے کہ احرام کی حالت میں دریائی جانوروں کا شکار اور ان کا استعمال حلال ہے جبکہ صحرائی جانوروں کا شکار اور ان کا استعمال حرام ہے۔

دریائی جانور سے مراد وہ جانور ہیں جو ہمیشہ پانی میں ہی زندگی گذارتے ہیں خواہ وہ کسی ندی نالے میں پائے جائیں۔

☆ ''وَطَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ'' کے بارے میں امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: اس سے مراد نمک لگی ہوئی مچھلی ہے جو ہم کھاتے ہیں۔ (کافی، ج ۴، ص ۳۹۲)

(سفر میں زیادہ عرصے کیلئے مچھلی کو محفوظ کرنے کیلئے نمک لگایا جاتا تھا تاکہ وہ خراب نہ ہوجائے۔)

پیغام:

۱۔ مُحرم افراد کیلئے تمام راستے بند نہیں ہیں۔ (خدا تعالیٰ نے صحرائی شکار منع کرنے کے ساتھ، دریائی شکار کو جائز قرار دے دیا۔) ''اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ ...... وَحُرِّمَ''

۲۔ شکار اس وقت حلال ہے جب کھانے کیلئے ہو، تفریح یا بیہودہ مقصد کیلئے نہ ہو۔ ''مَتَاعًا لَّكُمْ''

۳۔ دریا و سمندر سے حاصل ہونے والی اشیا اور اس کے فائدے صرف ساحل نشین لوگوں کیلئے مخصوص نہیں ہیں۔ ''مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ''

۴۔ ساحل نشین لوگ دریا سے فائدہ اٹھانے میں ترجیح رکھتے ہیں۔ ''لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ''

(''لَّكُمْ'' لفظ ''لِلسَّيَّارَةِ'' سے پہلے آیا ہے۔)

۵۔ احرام کی حالت میں صحرائی جانور کا شکار یا اس کا کھانا، تقویٰ نہیں ہے۔ ''وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ''

۶۔ خلاف کاروں کو ضرور خبردار کرنا چاہیے۔ ''وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝۹۶''

۷۔ قیامت پر ایمان ہونا اور اپنے اعمال کا محاسبہ کرنا، گناہ سے روکنے کا ایک اہم عامل ہے۔ ''وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝۹۶''

آیت نمبر ۹۷

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ

وَالْهَدْیَ وَالْقَلَآئِدَ ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۹۷﴾

ترجمۃ الآیات

اللہ نے کعبہ، بیت الحرام کو لوگوں کے مسائل حل کرنے اور امر کے قیام کا ذریعہ قرار دیا ہے اور اس طرح حرمت والا مہینہ اور بے نشان قربانیاں اور نشاندار قربانیاں (کو لوگوں کے جمع ہونے کا ذریعہ بنایا ہے۔) نیز اس قسم کے احکام اس لیے ہیں کہ تمہیں معلوم ہو کہ جو کچھ (اسرار) آسمان اور زمین میں ہیں، خدا جانتا ہے۔

نکات:

☆ ''قیام'' مضبوطی اور پائیداری کا ذریعہ ہے جیسے عمارت کیلئے ستون ہوتا ہے اور خیمے کیلئے اس کا وسطی عمود ہوتا ہے۔(مفردات راغب)

☆ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: خانہ خدا کو بیت الحرام کہتے ہیں، اس لیے کہ وہاں کافروں کا داخل ہونا حرام ہے۔(تفسیر نور الثقلین)

☆ ''هَدْیَ'' بے نشان قربانی ہے، اور ''قَلَآئِدَ'' نشاندار قربانی ہوتی ہے۔

☆ مرکزیت، امنیت، تقدس، عبادت، وحدت، سیاست، برائت، معرفت، تاریخ، سادگی، صفا، خلوص، جھگڑے سے دوری، شہوت سے دوری اور برائیوں سے دوری، یہ سب حج میں ہے۔

☆ محترم مہینے یہ ہیں: رجب، ذیقعدہ، ذی الحجۃ اور محرم، جن میں جنگ کرنا منع ہے۔

☆ مکہ میں لاکھوں مسلمانوں کا اجتماع، بغیر کسی رکھ رکھاؤ اور نمایاں ہونے کے، لفظی بحث اور عملی جھگڑے کے بغیر، مقدس مکان پر ہونا، یہ سب اسلام کے امتیازات میں سے ہے۔ حج سے جو مختلف قسم کے فائدے حاصل ہوتے ہیں: جیسے سفر پر جانے سے پہلے سب رشتے داروں سے معافی تلافی کرنا، میل ملاقاتیں، کاروباری فائدے اور رونق، خمس و زکوٰۃ کی ادائیگی، معلومات میں اضافہ اور مختلف اقوام کے بارے میں آشنائی، سب سے پرانے مرکز توحید پر حاضری، انبیا کے راز و نیاز کی طرح خدا تعالیٰ کو پکارنا، جہاں انبیا نے قدم رکھا وہاں قدم رکھنا، صحرائے عرفات اور مشعر میں توبہ کرنا، قیامت کی یاد کرنا، سیاسی قوت کا مظاہرہ اور کفار سے اظہار نفرت اور بہت سی برکات کو دیکھیں تو ہم جان لیں گے کہ حج کا پروگرام خدا تعالیٰ کے بے نہایت علم سے متعلق ہے

جو کائنات کی ہر چیز سے آگاہی رکھتا ہے۔ اس قدر جامع اور جذاب حکم کا صدور ہر گز محدود علم کے ذریعہ سے نہیں ہو سکتا۔

پیغام:

۱۔ حج، مسلمانوں کیلئے مضبوطی اور پائیداری کا ذریعہ ہے۔ ''قِيٰمًا لِّلنَّاسِ''

۲۔ مسلمانوں کے مسائل کو دیکھنا، موجود اجتماع کی ضروریات کو پورا کرنا، وحدت، عبادت، احترام اور تقدس ''بیت الحرام'' امن اور سکون ''الشَّهْرَ الْحَرَامَ'' پوشیدہ اور بے نشان کام اور نشاندار کام ''وَالْهَدْيَ وَالْقَلَآئِدَ'' ضرورت کے مطابق کھانے کو پورا کرنا ''قِيٰمًا لِّلنَّاسِ''

۳۔ قانون بنانے کا حق صرف اسی کو ہے جو ساری کائنات و مخلوقات سے آگاہ ہو۔ ''يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ''

۴۔ مسجد اور مسلخ، لوگوں کے دین اور دنیا دونوں کیلئے ثبات کا ذریعہ ہے۔ ''الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَآئِدَ''

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: ''جعلها الله لدينهم و معيشتهم'' اللہ نے انہیں ان کے دین اور زندگی کیلئے قرار دیا ہے۔ (تفسیر برہان)

۵۔ ایسا حج جو معاشرے کے ثبات کا ذریعہ نہ بن سکے وہ حقیقی حج نہیں ہے۔ ''الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ''

۶۔ اگر معاشرے میں ثبات، امن و امان ہو تو اس میں خدا شناسی کیلئے راہ ہموار ہو جاتی ہے۔ ''قِيٰمًا لِّلنَّاسِ ... لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ ...''

آیت نمبر ۹۸_۹۹

اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۸﴾

مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۹۹﴾

ترجمۃ الآیات

جان لو کہ اللہ شدید سزا دینے والا ہے (اور اس کے باوجود) وہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔
پیغمبر کی ذمہ داری ابلاغ (احکام الٰہی پہنچانے) کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے اور اللہ جانتا ہے کہ تم کن چیزوں کو آشکار اور کن کو مخفی رکھتے ہو۔

نکات:

☆ اگر اس آیت کو گذشتہ آیت کا تسلسل سمجھیں، تو کہا جاسکتا ہے کہ کعبہ کا احترام پامال کرنا، احترام والے مہینوں کی حرمت کو پامال کرنا، قربانی اور احکام حج کی مخالفت کرنا، مناسک حج کو بے مقصد سمجھنے کا بہت شدید عذاب ہے۔ چنانچہ کعبہ، محترم مہینوں کا احترام کرنا، قربانی کرنا اور مناسک حج کے پیچھے مغفرت اور رحمت الٰہی ہے۔

(البتہ آیت کو گذشتہ آیت سے الگ مدنظر رکھتے ہوئے علیحدہ بھی ترجمہ کیا جاسکتا ہے، جیسا کہ مذکورہ بالا ترجمہ ہے۔)

پیغام:

ا۔ شوق دلانا اور خبردار کرنا، ساتھ ساتھ ہونا چاہیے۔ ''شَدِيۡدُ الۡعِقَابِ ،غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ؕ﴿۹۸﴾''

(انسان کو خوف اور اُمید کے درمیان ہونا چاہیے۔ کسی خلاف ورزی کی صورت میں یا کعبہ کی حُرمت کو پامال ہو جانے کے بعد کلی طور پر مایوس نہیں ہو جانا چاہیے۔ دوسری طرف اچھی گفتار اور رفتار کے باعث مغرور بھی نہیں ہو جانا چاہیے۔)

۲۔ پیغمبر کا فریضہ صرف دین کا ابلاغ (پہنچا دینا) ہے، قبول کروانے کیلئے کسی سے زبردستی کرنا یا زور زبردستی کے ساتھ اسے نافذ کرنا فرض نہیں ہے۔ ''مَا عَلَى الرَّسُوۡلِ اِلَّا الۡبَلٰغُ ؕ''

۳۔ لوگوں کی طرف سے دین کو قبول کرنا یا اس سے دوری اختیار کر لینا، پیغمبر کو کوئی نقصان نہیں پہنچاتا۔ ''مَا عَلَى الرَّسُوۡلِ اِلَّا الۡبَلٰغُ ؕ'' جیسا کہ سورہ آل عمران کی آیت ۲۰ میں ہم پڑھتے ہیں: ''وَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنَّمَا عَلَيۡكَ الۡبَلٰغُ ؕ''

۴۔ چونکہ علم الٰہی لامحدود ہے لہٰذا کسی بات کو چھپانا یا آشکار کرنا، اس کے سامنے ایک ہی جیسا ہے۔ ''يَعۡلَمُ مَا تُبۡدُوۡنَ وَمَا تَكۡتُمُوۡنَ ﴿۹۹﴾''

آیت نمبر ۱۰۰

قُلْ لَّا يَسۡتَوِى الۡخَبِيۡثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوۡ اَعۡجَبَكَ كَثۡرَةُ الۡخَبِيۡثِ ۚ

فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿١٠٠﴾

ترجمة الآيات

(لوگوں سے) کہہ دو کہ پاک و ناپاک برابر نہیں ہیں اگر چہ ناپاکوں کی کثرت تجھے حیران کر دے۔ اللہ (کی مخالفت) سے پرہیز کرو، اے صاحبان عقل و خرد تاکہ تم نجات پاؤ۔

نکات:

☆ طیب اور خبیث، اس میں انسانوں کی، مال، محصولات، غذاؤں اور مختلف طرح کی چیزوں کی ہر طرح سے پاکی اور ناپاکی شامل ہے۔

پیغام:

۱۔ اقدار میں معیار، حق و باطل ہے، کثرت اور قلت نہیں۔ ''وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ''

۲۔ ہوشیار رہنا چاہیے کیونکہ اکثریت میں ہونا اور زیادہ ہونا، فریب دینے والی چیز ہے۔ ''اَعْجَبَكَ''
(اکثریت نہ حقانیت کی علامت ہے اور نہ ہی برتری کی علامت ہے۔)

۳۔ ''اگر تم چاہتے ہو کہ رسوا نہ ہو جاؤ تو لوگوں کے ساتھ انہی جیسے بن جاؤ'' یہ منطق قرآنی نہیں ہے۔ ''وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ''

۴۔ تقویٰ کا نہ ہونا، بے عقلی کی علامت ہے۔ ''فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ''

۵۔ پاک اور ناپاک کی پہچان، تقویٰ اختیار کرنا اور لوگوں کے شور شرابے کے پیچھے نہ چل پڑنا، صرف عقلمندوں کا کام ہے۔ ''فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ''

۶۔ کامیابی کیلئے عقل و ہوش کے علاوہ تقوی الٰہی کی بھی ضرورت ہے۔ ''فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿١٠٠﴾''

آیت نمبر ۱۰۱۔ ۱۰۲

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْــَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ

تَسُؤْكُمْ ۚ وَاِنْ تَسْـَٔلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ ؕ عَفَا
اللّٰهُ عَنْهَا ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۰۱﴾
قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۲﴾

ترجمۃ الآیات

اے ایمان والو! تم ایسے مسائل سے متعلق سوال نہ کرو کہ اگر وہ تمہارے سامنے واضح ہو جائیں تو تمہیں برے لگیں اور اگر قرآن کے نزول کے وقت ان سے متعلق سوال کرو تو وہ تمہارے لیے آشکار ہو جائیں، اللہ نے تمہیں تمہارے بے جا سوالوں سے معاف کر دیا اور خدا بخشنے والا بُردبار ہے۔

بے شک (اس قسم کے سوالوں میں سے کچھ) تم سے پہلے گذرے ہوئے لوگوں میں سے ایک گروہ نے بھی سوال کیا تھا، (جب اس پر عمل نہیں کر سکے تو) پھر ان کے منکر ہوگئے اور ان کی مخالفت کے لیے کھڑے ہوگئے تھے۔

نکات:

☆ پیغمبر اکرمؐ حج کے بارے میں لوگوں سے گفتگو فرما رہے تھے کہ کسی نے پوچھا: کیا حج ہر سال واجب ہے یا پھر پوری زندگی میں صرف ایک ہی مرتبہ واجب ہے؟ پیغمبر اکرمؐ نے جواب نہیں دیا۔ اس نے چند مرتبہ سوال تکرار کیا۔ رسول خداؐ نے فرمایا: اس قدر اصرار کس لیے ہے؟ اگر کہیں کہ ہر سال، تو یہ آپ لوگوں کیلئے مشکل ہو جائے گا۔ جب تک میں موضوع کو آپ لوگوں کے سامنے نہ رکھوں، آپ بھی نہ پوچھا کرو۔ گذشتہ اُمتوں کی ہلاکت کے اسباب میں سے ایک ان کے بے جا قسم کے سوال تھے۔ (بحار، ج ۱، ص ۲۲۱)

☆ اگرچہ یہ بات ٹھیک ہے کہ جو ہم نہیں جانتے اس کے بارے میں اہل علم سے پوچھ لینا چاہیے ''فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۳﴾'' (نحل۔ ۴۳) لیکن کچھ سوال ایسے ہوتے ہیں کہ اگر ان کا جواب واضح ہو جائے تو فرد اور معاشرہ دونوں کیلئے نقصان دہ ہو سکتے ہیں۔ جیسے دوسروں کے عیب کے بارے میں سوالات یا ملکی عسکری معلومات۔

مثالیں اور مصادیق

☆ ذمہ دار افراد بعض باتیں جو وہ جانتے ہیں، عوام الناس میں بیان نہ کریں، جیسے ملکی معیشت کے مسائل، مثلاً اگر گندم کی کمی ہو جائے تو نہ بتائی جائے، وغیرہ۔

☆ سچائی اچھی چیز ہے لیکن صراحت اور وضاحت ہر جگہ مفید بات نہیں ہے۔

☆ خبریں اور معلومات کی درجہ بندی کی جائے، ان کیلئے ترجیحات کا تعین کیا جائے۔

(جابر جُعفی، امام باقر علیہ السلام سے ہزاروں احادیث جانتے تھے لیکن انہیں ہر کسی کے سامنے بیان کرنے کی اجازت نہ رکھتے تھے۔ (معجم رجال الحدیث، ج ۴، ص ۲۲))

☆ بعض خبریں، اخبار و جرائد اور میڈیا کے ذریعے نشر نہیں ہونی چاہئیں، کیونکہ اس میں عوام کا نقصان ہوتا ہے۔ (کبھی عاقلانہ خاموشی ضروری ہوتی ہے۔) ''اِنۡ تُبۡدَ لَكُمۡ تَسُؤۡكُمۡ ‌ۚ''

☆ معلمین اور کہنے والوں کو چاہیے کہ اپنے مخاطبین کے ظرف کے مطابق بات کریں۔

☆ بعض جگہوں پر تقیّہ کے طریقہ کار پر عمل کرتے ہوئے عقائد کو چھپایا جائے اور بعض سوالوں کا جواب نہ دیا جائے۔ اِنۡ تُبۡدَ لَكُمۡ تَسُؤۡكُمۡ ‌ۚ''

☆ انسان کو حق حاصل نہیں ہے کہ وہ لوگوں کے رازوں کو عیاں کرے یا ملکی عسکری رازوں کو فاش کرے۔

پیغام:

۱۔ ہر چیز کو جاننا نہ ضروری ہے اور نہ مفید ہے بلکہ مفید معلومات کے پیچھے جانا چاہیے۔ ''لَا تَسۡـَٔلُوۡا''

(جستجو کی حس میں بھی توازن قائم ہونا چاہیے۔ ایسی معلومات کے پیچھے نہیں جانا چاہیے جن کی بنیاد پر معاشرے میں کدورتیں، مشکلات پیدا ہونگی اور معاشرتی نظام میں خلل واقع ہو جائے گا۔)

۲۔ بعض احکام کو لوگوں پر فرض نہ کرنا بھی الٰہی عفو و درگذر کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے۔ ''لَا تَسۡـَٔلُوۡا ... عَفَا اللّٰهُ عَنۡهَا ‌ؕ''

۳۔ خدا تعالیٰ اپنے بندوں کو توبہ کی مہلت دیتا ہے۔ ''غَفُوۡرٌ حَلِيۡمٌ ﴿۱۰۱﴾''

۴۔ اگر لوگوں میں ظرفیت نہ ہو تو اس صورت میں بعض حقائق کو بیان کرنا، ان کیلئے کفر کا باعث بن جائے گا۔ ''قَدۡ سَاَلَهَا قَوۡمٌ مِّنۡ قَبۡلِكُمۡ ثُمَّ اَصۡبَحُوۡا بِهَا كٰفِرِيۡنَ ﴿۱۰۲﴾''

آیت نمبر ۱۰۳

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنۡۢ بَحِيۡرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيۡلَةٍ وَّلَا حَامٍ ۙ وَّلٰـكِنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا يَفۡتَرُوۡنَ عَلَى اللّٰهِ الۡـكَذِبَ‌ؕ وَاَكۡثَرُهُمۡ لَا يَعۡقِلُوۡنَ‏ ﴿۱۰۳﴾

ترجمۃ الآیات

اللہ نے کوئی بحیرہ، (کان میں چھید کیا گیا جانور) سائبہ، (زیادہ بچے پیدا کرچکنے والا جانور جسے اب آزاد چھوڑ دیا گیا ہے۔) وصیلہ (ایسا نر جانور جو مادہ جانور کے ہمراہ ایک ہی مادہ سے پیدا ہوا ہو۔) اور حام (ایسا اونٹ جس سے دس مرتبہ جفت کیلئے فائدہ اٹھایا جاچکا ہو۔) کیلئے کوئی حکم مقرر نہیں کیا۔ (تم لوگوں کو ان کے گوشت سے استفادہ کرنے یا وزن کی نقل و حمل میں استعمال کرنے سے منع نہیں فرمایا۔ اور یہ پابندیاں زمانہ جاہلیت کی خرافات ہیں۔) جو لوگ کافر ہوگئے انہوں نے اللہ پر جھوٹ باندھا اور ان میں سے زیادہ تر سمجھتے نہیں ہیں۔

نکات:

☆ قرب خداوندی، صحیح اور معقول راہوں کے ذریعے ہونا چاہیے۔ ہر طرح کی نذر نیاز کے ذریعے یا کسی بھی دوسرے راستے سے خدا کے قریب نہیں ہوا جاسکتا۔

زمانہ جاہلیت میں لوگ یہ تصور کرتے تھے کہ مذکورہ بالا جانور کو آزاد چھوڑ دینے سے خدا یا بتوں کا قرب حاصل ہو جائے گا۔ آج ہندوستان میں ہم گائے کے حوالے سے اسی قسم کا احترام دیکھتے ہیں۔

☆ آزاد چھوڑ دینا یا کسی جانور سے فائدہ نہ اٹھانا جائز نہیں ہے۔ لہٰذا انسان کا بیکار یا خالی رہنا تو بالکل بھی ٹھیک نہیں ہے۔ کوئی انسان خود کو آزاد اور بے مقصد خیال نہ کرے۔

☆ روایت میں ہے کہ ''بَحِيۡرَةٍ'' ایسی اونٹنی کو کہا جاتا تھا جس نے پانچ مرتبہ بچے کو جنم دیا ہو۔ اگر اس کا پانچواں بچہ مادہ ہوتی تو اس کا کان کاٹ دیا جاتا اور اس کا گوشت کھانے کو حرام تصور کرتے تھے۔ (وسائل، ج ۲۵، ص ۶۱)

☆ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: زمانہ جاہلیت میں اگر اونٹنی جڑواں بچے پیدا کرتی تو اس بچے کو ''وَصِيۡلَةٍ''

کہا کرتے تھے، اس اونٹ کو ذبح کرنا اور اس کا گوشت کھانا حرام تصور کیا کرتے تھے۔ اگر ایک اونٹنی دس مرتبہ بچے پیدا کر لیتی تو اسے ''سَآئِبَۃٍ'' پکارتے تھے اور اس پر سواری اور اس کا گوشت کھانے کو حرام جانتے تھے۔ ''حَامٍ'' وہ اونٹ تھا جس سے جفت گیری کا کام لیا جاتا تھا، اسے بھی ذبح کرنا حلال نہیں جانتے تھے۔ (وسائل، ج ۲۵، ص ۶۱)

پیغام:

۱۔ دین کو خرافات اور بدعتوں سے پاک کر دینا چاہیے۔ ''مَا جَعَلَ اللّٰہُ''

۲۔ جب تک خدا تعالیٰ کی طرف سے جانوروں میں سے کسی کے بارے حرام ہونے پر کوئی قانون نہ آ جائے، اصل قانون ان کا حلال ہونا ہے۔ ''مَا جَعَلَ اللّٰہُ''

۳۔ مال کو ضائع کرنا اور جانور کو بیکار چھوڑ دینا، ایک طرح کا خدا پر جھوٹ باندھنا ہے اور یہ حرام ہے۔ ''یَفۡتَرُوۡنَ عَلَی اللّٰہِ الۡکَذِبَ ؕ''

۴۔ الٰہی احکام کی بنیاد حقیقی مصلحت ہے لیکن خرافات کی جڑیں جہالت لاعلمی اور بے عقلی میں پائی جاتی ہیں۔ ''لَا یَعۡقِلُوۡنَ﴿۱۰۳﴾''

۵۔ اگر معاشرے کے اکثر افراد معقول سوچ رکھنے والے ہوں تو بدعتیں پھلتی پھولتی نہیں۔ ''وَاَکۡثَرُھُمۡ لَا یَعۡقِلُوۡنَ﴿۱۰۳﴾''

آیت نمبر ۱۰۴

وَاِذَا قِیۡلَ لَھُمۡ تَعَالَوۡا اِلٰی مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ وَاِلَی الرَّسُوۡلِ قَالُوۡا حَسۡبُنَا مَا وَجَدۡنَا عَلَیۡہِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوۡ کَانَ اٰبَآؤُھُمۡ لَا یَعۡلَمُوۡنَ شَیۡـًٔا وَّلَا یَھۡتَدُوۡنَ﴿۱۰۴﴾

ترجمۃ الآیات

جس وقت ان سے کہا جائے کہ جو کچھ خدا نے نازل کیا ہے اس کی طرف اور پیغمبر کی طرف آؤ تو وہ کہتے ہیں کہ جو کچھ ہم نے اپنے آباؤ اجداد سے پایا ہے ہمارے لیے کافی ہے، کیا ایسا نہیں ہے کہ ان کے آباؤ اجداد کچھ نہیں جانتے تھے اور انہوں نے (حق کی طرف) ہدایت

حاصل نہ کی تھی؟ (وہ غلط راستے پر تھے، تو کیا یہ ٹھیک ہے کہ یہ بھی انہی کی راہ پر چلے جائیں؟)

نکات:

☆ یہ آیت شاید ان خرافات سے متعلق ہو جن کا گذشتہ آیت میں ذکر کیا گیا ہے یعنی جب بھی ان سے کہا جاتا کہ ان خرافات سے ہاتھ کھینچ لو تو وہ کہتے: ''وَجَدۡنَا عَلَيۡهِ اٰبَآءَنَا ط''

پیغام:

۱۔قرآن، لوگوں کو خدا اور رسول کے فرامین پر عمل کرنے کی دعوت دیتا ہے۔''تَعَالَوۡا اِلٰی ۔۔۔''

۲۔اسلام کی دعوت کو قبول کر لینے میں عزت و افتخار اور ہدایت ہے۔(''تَعَالَوۡا'' بلندی اور ہدایت کی طرف سفر کرنے کے معنی میں ہے۔)

۳۔تہذیب و ثقافت کی اساس خدائی احکام ہونے چاہئیں، گذشتہ لوگوں کی تہذیب و ثقافت نہیں۔''مَآ اَنۡزَلَ اللّٰهُ''

۴۔صرف اکیلا قرآن کافی نہیں ہے بلکہ معیار عمل میں سنت، سیرت اور حکومت رسولخدا بھی شامل ہے۔''تَعَالَوۡا اِلٰی مَآ اَنۡزَلَ اللّٰهُ وَاِلَی الرَّسُوۡلِ''

۵۔خرافات پر عمل کرنے والے، رجعت پسند اور ہٹ دھرم لوگ حق بات کو سننے کیلئے تیار نہیں ہوتے۔''قَالُوۡا حَسۡبُنَا''

۶۔گذشتہ رسم و رواج پر باقی رہنا یا رسم و رواج کو توڑ کر کچھ نیا کرنا، اس میں سے اصل یہ ہے کہ علم و ہدایت پر عمل کیا جائے۔''لَا يَعۡقِلُوۡنَ۝۱۰۳، لَا يَهۡتَدُوۡنَ۝۱۰۴''

۷۔اپنے ضمیر کو خود پر حکمران بناؤ۔''اَوَلَوۡ كَانَ اٰبَآؤُهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ۔۔۔''

۸۔ان کے جاہلانہ افکار و نظریات کی پیروی اور بے جا وفاداری جائز نہیں ہے۔''اَوَلَوۡ كَانَ اٰبَآؤُهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ''

۹۔اندھی تقلید، بے عقلی کی دلیل ہے۔''لَا يَعۡقِلُوۡنَ۝۱۰۳'' کا ذکر گذشتہ آیت میں آیا ہے اور اس آیت میں گذشتہ لوگوں کے افکار و نظریات پر ڈٹے رہنا بیان کیا گیا ہے۔

۱۰۔جاہل کی جاہل سے تقلید کرنے کا کوئی معنی نہیں ہے۔''وَجَدۡنَا عَلَيۡهِ اٰبَآءَنَا ط ۔۔۔اَوَلَوۡ كَانَ اٰبَآؤُهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ''

آیت نمبر ۱۰۵

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا یَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَیْتُمْ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِیْعًا فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

ترجمة الآيات

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے اوپر نظر رکھو جب تمہیں ہدایت حاصل ہو جائے تو ان لوگوں کی گمراہی جو گمراہ ہو چکے ہیں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گی، تمام چیزوں کی بازگشت اللہ کی طرف ہے اور وہ تمہیں اس عمل سے جو تم کیا کرتے تھے آگاہ کرے گا۔

نکات:

☆ بعض نے اس آیت کو اپنے لیے سند بنالیا ہے اور وہ کہتے ہیں ہر کسی کا فرض صرف اس کی اپنی حفاظت کرنا ہے۔ ہم دوسروں کے گناہوں کے ذمہ دار نہیں ہیں لہٰذا امر بالمعروف اور نہی از منکر بھی ضروری نہیں ہے۔

ان کے جواب میں ہم یہ کہیں گے کہ متعدد آیات و روایات ایسی ہیں جو امر بالمعروف اور نہی از منکر کے وجوب پر دلالت کرتی ہیں، ان کی موجودگی میں کہنا چاہیے کہ اس آیت سے مراد ان دو فریضوں کو چھوڑ دینا نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ اگر امر و نہی کیا جائے اور مؤثر واقع نہ ہو تو پھر آپ کا فریضہ نہیں ہے سوائے اس کے کہ آپ اپنی حفاظت کریں۔ (اسی بات کو ایک حدیث میں بھی نقل کیا گیا ہے۔ تفسیر نور الثقلین)

اس کے علاوہ کسی معاشرے کو امر بالمعروف اور نہی از منکر کے ذریعہ گناہ سے بچانا بھی حقیقت میں خود کو بچانے کے مصادیق میں سے ایک ہے۔

پیغام:

۱۔ راہ حق پر اکیلے ہونے سے نہ گھبرائیں۔ ''عَلَیْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا یَضُرُّكُمْ''

۲۔ اگر دوسروں کا سامنا نہیں کر سکتے تو خود اپنا سامنا کریں۔ ''عَلَیْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا یَضُرُّكُمْ ۔۔۔''

۳۔ معاشرے میں گمراہی کا ہونا، کسی کیلئے اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ وہ گناہ میں ملوث ہو جائے۔ ''عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ ۔۔۔''

۴۔ قیامت میں ہر کوئی اپنے کام کا خود ذمہ دار ہے۔ ''عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ''

۵۔ دوسروں کے عیب اور راز افشا کرنے کے درپے نہیں ہونا چاہیے۔ ''عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ'' (تفسیر نور الثقلین)

۶۔ گمراہ افراد کے ناروا سلوک اور باطل عقائد پر اہل ایمان کا مؤاخذہ نہیں ہوگا۔ ''عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ''

۷۔ دوسروں کو نجات دلاتے ہوئے خود غرق نہ ہو جائیں۔ ''عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ''

۸۔ ایسی تربیت ہونی چاہیے کہ برا ماحول اور معاشرے کی برائیوں کے اثرات ہم پر نہ ہوں۔ ''لَا يَضُرُّكُمْ''

۹۔ دوسروں کی گمراہی کے باعث اپنی نفسیات کو اور خود کو خراب نہ کریں۔ ''عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ''

۱۰۔ اگرچہ منحرف افراد کمین گاہ میں بیٹھے ہوتے ہیں، ان سے بچنے کا راستہ ہدایت کو قبول کر لینا ہے۔ ''لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ؕ''

۱۱۔ قیامت پر ایمان، خود سازی کا عامل ہے۔ ''اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ''

۱۲۔ اپنے گذشتہ افراد کی پیروی کرنا اور دوسروں کی اندھی تقلید کرنا، قیامت میں انسان کیلئے نجات کا موجب نہ ہونگے بلکہ ہر کوئی اپنے راستے اور عمل کا خود جواب دے گا۔ ''عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ ۔۔۔ فَيُنَبِّئُكُمْ''

۱۳۔ دنیا میں انسان کی گفتار و رفتار، قیامت میں اس کے نتیجہ کو متعین کرتی ہے۔ ''فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۵﴾''

آیت نمبر ۱۰۶

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ
حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ اِنْ
اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِى الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ ؕ
تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ

لَا نَشْتَرِىْ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۙ وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ ۙ اللّٰهِ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ ﴿۱۰۶﴾

ترجمۃ الآیات

اے ایمان والو! جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آجائے تو وصیت کرتے وقت اپنے میں سے دو عادل افراد کو بلالو، یا اگر تم سفر میں ہو اور تمہیں موت آپہنچے (اور راستے میں تمہیں کوئی مسلمان نہ ملے) تو اغیار میں سے دو افراد کو گواہ کرلو اور اگر شہادت ادا کرتے وقت ان کے سچے ہونے میں شک کرو تو انہیں نماز کے بعد روک رکھو تاکہ وہ خدا کی قسم کھائیں کہ ہم حق کو کسی چیز کے بدلے فروخت کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں اگرچہ ہمارے رشتہ داروں کے بارے میں ہو اور ہم خدائی شہادت کو نہیں چھپاتے کہ مبادا ہم گنہگاروں میں سے ہو جائیں۔

نکات:

☆ ایک مسلمان بنام ''ابن ابی ماریہ'' دو عیسائی بنام تمیم اور عدی جو کہ بھائی تھے، ان کے ہمراہ کاروباری سفر پر گیا۔ مسلمان بیمار ہو گیا، اس نے وصیت نامہ لکھا اور اسے اپنے سامان میں چھپا دیا۔ اس نے اپنا سامان ان دو عیسائیوں کے حوالے کر دیا تاکہ واپسی پر اس کے ورثا کو دے دیں۔ اس کی موت کے بعد ان دونوں نے اس کے سامان میں قیمتی چیزیں دیکھیں اور اٹھا لیں۔ مدینہ واپس پہنچنے کے بعد انہوں نے باقی سامان اس کے ورثا کو لوٹا دیا۔ ورثا نے سامان کے درمیان اس وصیت نامے کو دیکھا تو اس پر سارے سامان کی تفصیل درج تھی۔ جب ان دو عیسائیوں سے باقی سامان کی واپسی کا مطالبہ کیا گیا تو انہوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اس بات کی شکایت پیغمبر اکرمؐ کی خدمت میں لے جائی گئی۔ اس موقعہ پر مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر المیزان)

اصول کافی کی ایک حدیث کے مطابق پیغمبرؐ ان دو سے قسم لی اور انہیں بری کر دیا۔ لیکن جب اس وصیت نامے کے ذریعے ان کا جھوٹ عیاں ہو گیا تو پیغمبر اکرمؐ نے دوبارہ انہیں بلوایا۔ وارثوں نے قسم کھائی کہ ہمیں وصول ہونے والے سامان کے علاوہ بھی کچھ چیزیں تھیں۔ یوں انہیں وہ سامان بھی واپس مل گیا۔ (تفسیر نمونہ)

پیغام:

۱۔ قریب المرگ انسان کے پاس وہی آخری فرصت ہوتی ہے کہ وہ وصیت کر دے۔ ''اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ

حِيْنَ الْوَصِيَّةِ''

۲۔ وصیت کرتے وقت مومن کو چاہیے کہ وہ ضروری مسائل پر پوری توجہ رکھنے کی کوشش کرے۔ ''الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ''

۳۔لوگوں کا حق ادا کرتے ہوئے دو عادل افراد کی گواہی لے لو۔ ''اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ''

۴۔لوگوں کا حق ادا کرنے کی خاطر اگر مسلمان موجود نہ ہوتو غیر مسلم سے کام کو پکا کرلو۔ ''غَيْرِكُمْ''

(لیکن ایسا غیر مسلم ہو جو خدا تعالیٰ کو قبول کرتا ہو تا کہ وقت آنے پر اس مقدس نام کی قسم کھا سکے۔) ''فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ''

۵۔عوام کے حقوق کا تحفظ اور ان کو ملحوظ رکھنا، ہر جگہ ضروری ہے، اس کیلئے کوئی جگہ مخصوص نہیں ہے۔ ''ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ''

۶۔حق ادا کرنے کیلئے ہر طرح کے شک کو دور کیا جانا چاہیے۔ ''تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ''

۷۔شک دور کرنے کا ایک ذریعہ قسم ہے۔ ''فَيُقْسِمٰنِ''

۸۔صرف ''اللہ'' کے نام کی قسم ہی معتبر اور قدر و قیمت کی حامل ہے۔ ''فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ''

۹۔حق کو ادا کرنے کی خاطر مذہبی، ملکوتی، مقدس جگہ یا وقت سے بھی مدد لی جاسکتی ہے۔ ''مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ''

(ایک شخص نے حضرت علیؑ سے بیت المال میں سے اپنے لیے زیادہ حصے کا مطالبہ کیا، وہ شخص اپنے مقرر شدہ حصے سے زیادہ مانگ رہا تھا۔ حضرت علی علیہ السلام نے اس شخص سے فرمایا: جمعہ کے دن میرے پاس آنا۔ جب وہ جمعہ کے دن پہنچا تو حضرت علیؑ اسے نماز جمعہ کیلئے اپنے ساتھ لے گئے۔ مسجد میں پہنچ کر لوگوں کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: تیرے بے جا مطالبے کا مطلب ان لوگوں کے حق پر ڈاکہ ڈالنا ہے۔

اس میں ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے نماز، لوگ اور جمعہ کو اس نورانی کلام کی تاثیر کو بڑھانے کیلئے استعمال کیا ہے۔)

۱۰۔گمراہی کے اسباب میں سے ایک دولت کا آجانا ہے۔ ''لَا نَشْتَرِيْ بِهٖ ثَمَنًا''

۱۱۔گمراہی کے اسباب میں سے ایک محبت اور خاندان والوں کی زیادہ طرفداری ہے۔ ''لَا نَشْتَرِيْ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى''

۱۲۔صرف اس صورت میں جب قسم نامے کا مسودہ وحی کے ذریعے لکھوایا گیا ہو تو حق الناس ہے۔ ''لَا نَشْتَرِيْ بِهٖ ثَمَنًا ۔۔۔''

۱۳۔حق کو چھپانا اور گواہی میں خیانت کرنے سے عادل، فاسق ہو جاتا ہے۔تمام الٰہی ادیان میں اسے حرام شمار کیا گیا ہے۔(''ذَوَا عَدْلٍ''، ''مِنَ الْاٰثِمِیْنَ﴿۱۰۶﴾''بن جاتا ہے۔)

آیت نمبر ۱۰۷

فَاِنْ عُثِرَ عَلٰۤى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّاۤ اِثْمًا فَاٰخَرٰنِ يَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيٰنِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَاۤ اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَاۤ ۖ اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴿۱۰۷﴾

ترجمۃ الآیات

پس اگر اطلاع حاصل ہوجائے کہ وہ دونوں (غیر مسلم) گواہ (سفر میں) گناہ اور خیانت کے مرتکب ہوئے ہیں (اور ان کی قسمیں ناحق تھیں) تو دو اور افراد (جو مسلمان ہیں اور گواہی سے ان کو نقصان ہوا ہے اور وہ مرنے والے کے قریبی ہیں) ان کی جگہ قرار پائیں گے اور خدا کی قسم کھائیں گے کہ ہم (وارثین مسلمانوں) کی گواہی ان دونوں (غیر مسلم جن کی خیانت واضح ہو چکی ہے) کی گواہی کی نسبت حق کے زیادہ قریب ہے اور (کہیں کہ) ہم (نے حدود اور حق سے) تجاوز و زیادتی کے مرتکب نہیں ہوئے اور اگر ہم نے ایسا کیا ہو تو ہم ظالمین میں سے ہونگے۔

نکات:

☆ ''عُثِرَ'' کا معنی بغیر تجسس کے آگاہی حاصل کرنا ہے۔(مفردات راغب)

☆ یہ بات پوشیدہ نہیں رہنی چاہیے کہ مرنے والے کے رشتہ داروں کی گواہی یا قسم، اس علم کی بنیاد پر ہوتی ہے، جو اپنوں کے سفر پر جانے یا سفر کے علاوہ انہیں ان کے سامان کے بارے میں معلوم ہوتا ہے۔

☆ آیت میں لفظ ''اَولیان'' کے دو معنی کیے جاسکتے ہیں:

الف: وارثوں میں سے دو فرد جن کے نقصان میں گواہی دی گئی ہے لیکن میت کے قریبی ہونے کی وجہ سے وہ دوسروں سے اولی ہیں۔

ب: اس سے مراد وہی دو گواہ ہیں جنہیں گواہی دینے کیلئے مرنے والے نے درخواست کی تھی اور وہ دونوں اس کی موت کے وقت میں وہاں موجود تھے۔اسی درخواست یا موجودگی کی وجہ سے انہیں اولویت حاصل ہوگئی ہے۔اس بنا پر ترجمہ یوں ہوگا: اگر معلوم ہو جائے کہ پہلے دو لوگ گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں تو دوسرے دو لوگ ان کی جگہ گواہی دیں۔ یہ دو لوگ وہ ہونے چاہئیں جن کے نقصان میں پہلے دو گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں۔

☆ گواہی دونوں سے ہو اور اللہ کے مبارک نام سے ہو۔قسم کا محتوا وہی ہونا چاہیے جو آیت میں آیا ہے کہ پہلی بات یہ ہے کہ ہماری گواہی سچ ہے اور ہم لوگوں کے حقوق پر تجاوز کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر ہماری قسم جھوٹی ہوئی تو ہم اپنے ظلم کا اقرار کرتے ہیں۔

پیغام:

ا۔جھوٹی گواہی، لوگوں کے حقوق پر ڈاکہ اور ان پر ظلم کے مترادف ہے۔''اعۡتَدَيۡنَآ ۖ اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيۡنَ﴿۱۰۷﴾''

آیت نمبر ۱۰۸

ذٰلِكَ اَدۡنٰٓى اَنۡ يَّاۡتُوۡا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجۡهِهَاۤ اَوۡ يَخَافُوۡۤا اَنۡ تُرَدَّ اَيۡمَانٌۢ بَعۡدَ اَيۡمَانِهِمۡ‌ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسۡمَعُوۡا‌ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الۡفٰسِقِيۡنَ﴿۱۰۸﴾

ترجمۃ الآیات

یہ کام زیادہ صحیح ہے کیونکہ وہ حق کی گواہی دیں یا ڈریں کہ ان کی قسمیں کھانے کے بعد ان کی قسموں کی جگہ دوسری طرف (میت کے وارثین کو) قسمیں پلٹا دی جائینگی (جو ان کی جگہ پھر قسمیں کھائیں گے۔) اور اللہ سے ڈرو اور (اُس کے احکام کو) کان دھر کر سنو اور اللہ فاسقین کی ہدایت نہیں فرماتا۔

نکات:

☆ گذشتہ آیات میں گواہی اور گواہ کے بارے میں جو سختی بیان ہوئی ہے، اس آیت میں اس کا فلسفہ بیان کیا جا رہا ہے

۔نماز کے بعد عوام کے سامنے قسم کھانا سبب بنتا ہے کہ گواہی سچی ہو۔ کیونکہ اگر ان کی گواہی کو قبول نہ کیا گیا تو معاشرے میں ان کی کوئی عزت باقی نہ رہے گی۔

پیغام:

۱۔ ہر وہ پروگرام اور محفل جس میں لوگوں کے حق کا تحفظ کیا جائے یا ان کا حق ثابت کیا جا سکے، بہت قدر و اہمیت کا حامل ہے۔ ''ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ۔۔۔''

۲۔ گناہوں سے روک جانے کا ایک سبب، یہ پریشانی ہے کہ کہیں معاشرے میں رسوائی نہ ہو جائے۔ ''اَوْ يَخَافُوْۤا اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌ''

۳۔ ہمیں اس طرح زندہ رہنا چاہیے کہ نااہل عادل نما افراد اپنی جھوٹی قسموں کے ساتھ ہماری قربانیوں کو ضائع نہ کر دیں اور وہ یہ جان لیں کہ ان کے غلط قسم کے اظہارات کا جواب کوئی دوسرا گروہ بہتر انداز میں دے گا۔ ''اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌۢ بَعْدَ اَيْمَانِهِمْ ؕ''

۴۔ وصیت، قسم اور گواہی کے معاملے میں تقویٰ اختیار کرنا چاہیے۔ ''وَاتَّقُوا اللّٰهَ''

۵۔ ناحق گواہی، فسق کی علامت ہے۔ ''وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ۝۱۰۸''

آیت نمبر ۱۰۹

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَاۤ اُجِبْتُمْ ؕ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ۝۱۰۹

ترجمۃ الآیات

ایک دن (آئے گا) جس دن اللہ پیغمبروں کو جمع کرے گا اور انہیں کہے گا کہ لوگوں نے تمہاری دعوت کا کیا جواب دیا تھا؟ تو وہ کہیں گے ہمیں تو (اصل حقیقت کا) پتہ نہیں، تو خود تمام پوشیدہ چیزوں کا جاننے والا ہے۔

نکات:

☆ امام محمد باقر علیہ السلام نے اس آیت کی تاویل کے بارے میں فرمایا: خدا تعالیٰ کا پیغمبروں سے سوال کرنا، اصل میں انبیا کے اوصیا کے بارے میں سوال ہے، جو کہ ان کے جانشین تھے۔ اللہ کے سبھی رسول جواب میں کہیں گے کہ ہمارے بعد

ہمارے اوصیا کے ساتھ کیا ہوا، ہمیں اس کی خبر نہیں ہے۔ (کافی، ج ۸، ص ۳۳۸)

☆ حقیقی علم خدا تعالیٰ کے پاس ہے۔ جس کسی کے پاس جس قدر علم ہے وہ اسی کی طرف سے عنایت ہے۔ بالکل اسی طرح کہ جیسے غیب کا علم صرف اُسی کے پاس ہے اور وہ جسے چاہتا ہے اس میں سے عطا فرماتا ہے۔

پیغام:

۱۔ قیامت کے دن انبیا کرام سے دریافت کیا جائے گا کہ لوگوں کا سلوک اور رویہ ان کے ساتھ کیسا تھا؟ ''مَاذَآ أُجِبْتُمْ ؕ''

۲۔ خدا تعالیٰ کے علم کے سامنے انبیا کا علم بھی ہیچ ہے۔ ''لَا عِلْمَ لَنَا ؕ''

آیت نمبر ۱۱۰

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ ۘ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۟ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا ۚ وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۚ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًۢا بِاِذْنِيْ وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ ۚ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ ۚ وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۱۰﴾

ترجمۃ الآیات

وہ وقت یاد کرو جب اللہ نے عیسیٰ بن مریم سے کہا کہ اس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم پر اور تمہاری والدہ پر کی ہے جب میں نے روح القدس (جبرائیل) کے ذریعے تیری تقویت کی کہ تو گہوارے میں (بواسطہ معجزہ) اور بڑے ہو کر لوگوں سے (وحی کے ذریعے) گفتگو کرتا تھا،

اور جب میں نے تجھے کتاب وحکمت اور توارت وانجیل کی تعلیم دی اور (اس وقت کو مت بھولنا) جب تو میرے حکم سے مٹی سے پرندے کی شکل بناتا اور اس میں پھونکتا اور وہ میرے حکم سے پرندہ بن جاتا، اور مادرزاد اندھے اور برص کی بیماری والے کو تو میرے حکم سے شفا دیتا اور مردوں کو بھی تو میرے حکم سے زندہ کرتا تھا۔ اور (وہ وقت یاد رکھو) جب میں نے بنی اسرائیل کو تجھے اذیت وتکلیف پہنچانے سے باز رکھا، جب تو ان کے پاس واضح دلائل لے کر آیا تھا لیکن ان میں سے کافروں کی ایک جماعت نے (تمہارے معجزات کے بارے میں) کہا کہ یہ تو کھلے ہوئے جادو کے سوا کچھ نہیں۔

نکات:

☆اس آیت سے سورت کے آخر تک حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں تفصیلات بیان ہوئی ہیں۔

☆اس آیت میں مختلف قسم کے الطاف الٰہی کا ذکر ہے، سب سے پہلے روح القدس کی طرف سے حضرت عیسیٰؑ کی تائید کا ذکر کیا گیا ہے۔

☆ آیت کے آغاز میں ہے کہ اے عیسیٰؑ! یاد کرو ان نعمات کو جو ہم نے تمہیں اور تمہاری والدہ کو دی ہیں۔ لیکن آیت میں جن نعمات کا ذکر کیا گیا ہے وہ سب حضرت عیسیٰؑ سے متعلق ہیں، ان کی والدہ سے متعلق نہیں ہیں۔ شاید اس لیے کہ بیٹے کے پاس نعمات اصل میں والدہ کے پاس ہی ہوتی ہیں۔ شاید اس آیت کی مراد وہ نعمات ہوں جن کا ذکر سورہ آل عمران میں حضرت مریمؑ کے بارے کیا گیا ہے۔ (آل عمران۔ ۴۲۔۴۵)

☆ کتاب سے مراد شاید توارت وانجیل سے علاوہ کوئی کتاب ہو اور تورات وانجیل کا الگ سے نام لینا اس کے باوجود کہ وہ بھی کتابیں ہیں، ان کی اہمیت کے پیش نظر ہو۔

☆ حضرت علیؑ سے پوچھا گیا کہ وہ جانور کونسا ہے جو ماں کے رحم سے یا انڈے سے پیدا نہیں ہوا؟ آپؑ نے فرمایا: وہ پرندہ جس کے مجسمے پر حضرت عیسیٰؑ نے پھونکا اور وہ ایک زندہ پرندہ بن گیا۔ (تفسیر نور الثقلین)

پیغام:

۱۔ خدا کے اولیائے پر کی جانے والی الطاف الٰہی کو دہرانے اور یاد کرنے سے، حق کے راستے پر چلنے والوں کو دلگرمی ملتی ہے۔ ''اِذْ''

۲۔ عورت بھی ایسا مقام پاسکتی ہے کہ اس کا ذکر انبیا کے ساتھ ساتھ کیا جائے۔ ''عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ ‘‘ بلکہ ایک عورت اور اس کے پیغمبر بیٹے کو ایک آیت شمار کیا جاتا ہے۔ ''وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰيَةً'' (انبیاء۔ ۹۱)

۳۔ حضرت عیسیٰ نے جھولے میں گفتگو کر کے اپنی نبوت اور اپنی والدہ کی عفت و پاکدامنی کو ثابت کر دیا۔ ''تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ''

۴۔ جناب عیسیٰ کی جھولے میں گفتگو وحی کا نمونہ تھی۔ ''اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ تُكَلِّمُ النَّاسَ ۔۔۔''

۵۔ تجربہ، قدرت اور وقت گذرنے کی ضرورت والے مسئلہ کو ارادہ الٰہی حل کر سکتا ہے۔ حضرت عیسیٰ بچوں والی باتیں نہیں کرتے بلکہ تجربے، مشق اور وقت صرف کیے بغیر اپنے بچپنے میں ویسی ہی صحیح باتیں کرتے ہیں جیسی کوئی بوڑھا اپنے بڑھاپے میں کرتا ہے۔ ''فِي الْمَهْدِ وَ كَهْلًا ''

۶۔ پیغمبروں کے پاس بھی علم ہونا چاہیے ''الْكِتٰبَ'' حکمت بھی ضروری ہے ''الْحِكْمَةَ'' گذشتہ لوگوں کی باتوں سے بھی آگاہ ہو ''التَّوْرٰىةَ'' نیز ان کے پاس کوئی نیا پیغام بھی ہونا چاہیے ''الْاِنْجِيْلَ ''۔

۷۔ خلق کرنے کی اصطلاح غیر خدا کیلئے بھی استعمال کی جا سکتی ہے۔ ''اِذْ تَخْلُقُ''

۸۔ پرندوں کا مجسمہ بنانے پر اذن خداوند سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عمل جائز ہے۔ ''تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ''

۹۔ اللہ کے خاص اولیا بھی ولایت تکوینی رکھتے ہیں۔ (حضرت عیسیٰ کو ان الفاظ سے نسبت دی گئی ہے۔ ''تَخْلُقُ، تَنْفُخُ، تُبْرِئُ اور تُخْرِجُ'')

۱۰۔ حضرت عیسیٰ کے معجزات میں ان کی مسیحائی اور مجسمہ سازی کے فن اور ہنرمندی کا بھی ہاتھ تھا۔ ''كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ''

۱۱۔ حضرت عیسیٰ کی مسیحائی نے مردوں کو زندگی دے دی، پتھروں کو پرواز دے دی لیکن بنی اسرائیل نے ہدایت نہ پائی۔ ''فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًا''

۱۲۔ جہاں شرک کا خطرہ زیادہ ہو وہاں توحید کا تکرار اتنا ہی ضروری ہے۔ (''تَخْلُقُ ۔۔۔ بِاِذْنِيْ ۔۔۔ تُبْرِئُ ۔۔۔ بِاِذْنِيْ ۔۔۔ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ'' ان صفات کا تکرار بیان ہوا ہے۔)

۱۳۔ جب خدا تعالیٰ، زندہ کرنے اور شفا دینے کی قدرت انبیا کو عطا فرماتا ہے، تو لوگوں کا انبیا سے توسل کرنا اور مدد طلب کرنا بھی جائز ہے۔ ''تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ ۔۔۔ فَتَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِيْ وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ ''

(کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ کسی شخص کو کوئی قدرت دے اور پھر لوگوں کو منع کر دے کہ اس شخص کی طرف رجوع نہ کریں؟!)

۱۴۔ مردوں کا زندہ ہونا اور ''رجعت'' اسی دنیا میں عملی طور پر انجام پایا ہے۔ ''تُخْرِجُ الْمَوْتٰى''

۱۵۔ بنی اسرائیل نے حضرت عیسیٰؑ کے خلاف جو قتل کی سازش تیار کی تھی، خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ سے اس سازش کو دور کیا۔ ''كَفَفْتُ بَنِيٓ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ''

آیت نمبر ۱۱۱

وَاِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِيْ وَبِرَسُوْلِيْ ۚ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

ترجمۃ الآیات

اور وہ وقت یاد کرو جب میں نے حواریوں (جنابِ عیسیٰؑ کے خاص ساتھیوں) کی طرف وحی کی کہ مجھ پر اور میرے بھیجے ہوئے پر ایمان لاؤ، تو انہوں نے کہا کہ ہم ایمان لائے اور تم گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔

نکات:

☆ حواریوں پر وحی کرنے سے مراد، ممکن ہے کہ ان کے قلب پر الہام ہو نہ کہ حضرت عیسیٰؑ پر وحی کے ذریعے ان کو پیغام دیا گیا۔ جیسا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے وحی کے بارے میں فرمایا: ''اُلھموا'' یعنی ان پر الہام کیا گیا۔ (تفسیر نور الثقلین)

☆ امام رضا علیہ السلام کے فرمان کے مطابق حواریوں کی تعداد بارہ تھی۔ ان کو حواری کہنے کی وجہ ان کے باطن کا پاک ہونا اور معاشرے کو وعظ و نصیحت کے ساتھ گناہوں سے پاک کرنا تھی۔ (تفسیر نور الثقلین)

پیغام:

۱۔ خدا تعالیٰ کبھی تیار دلوں کو الہام فرماتا ہے۔ ''اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ''

۲۔ خدا پر ایمان، رسول پر ایمان سے الگ نہیں۔ ''اٰمِنُوْا بِيْ وَبِرَسُوْلِيْ ۚ''

۳۔ جب ہدایت الٰہی اور باطنی ہو تو بہت جلد اور گہرا اثر کرتی ہے۔ ''اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِيْ وَبِرَسُوْلِيْ ۚ قَالُوْٓا اٰمَنَّا''

۴۔ اندرون سے نور الٰہی کے بغیر ہدایت، بے اثر ہوتی ہے یا کم اثر یا ناپائیدار ہوتی ہے۔ ''اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِيْ وَبِرَسُوْلِيْ ۚ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾''

۵۔ لوگوں کو الٰہی الہام ہونا، انبیا پر وحی کے ذریعہ کی تائید ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ الہام، وحی کے برابر ہے۔ ''اَوْحَیْتُ اِلَى الْحَوَارِیّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِیْ وَبِرَسُوْلِیْ ''

٦۔ باطنی ایمان کی علامت، اس کا اظہار، زبانی اقرار کرنا ہے کیونکہ ظاہری باتوں اور نعروں کے پیچھے قلبی ایمان کی اساس ہوتی ہے۔ ''وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ۝١١١''

آیت نمبر ۱۱۲۔ ۱۱۳

اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ ۭ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۝١١٢

قَالُوْا نُرِيْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا وَتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُنَا وَنَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَنَكُوْنَ عَلَيْهَا مِنَ الشّٰهِدِيْنَ۝١١٣

ترجمۃ الآیات

(وہ وقت کہ) جب حواریوں نے یہ کہا کہ اے عیسیٰ بن مریم کیا تیرا پروردگار (تیری دعا کے ساتھ) آسمان سے مائدہ نازل کرسکتا ہے؟ تو اس نے (جواب میں) کہا کہ اگر تم صاحب ایمان ہو تو اللہ سے ڈرو۔

وہ کہنے لگے (ہم یہ بات بری نیت سے نہیں کہتے اور کوئی بہانہ نہیں بنا رہے بلکہ) ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس میں سے کھائیں اور ہمارے دل مطمئن ہوجائیں اور ہم جان لیں کہ تو نے ہم سے سچی بات کہی ہے اور ہم اس پر گواہ ہوجائیں۔

نکات:

☆ اس سورت کا نام ''مَآئِدَةً'' اسی درخواست کی بنا پر رکھا گیا ہے۔

☆ ''مَآئِدَةً'' سے مراد غذا بھی ہے اور دسترخوان بھی ہے، جس پر کھانا رکھ کر کھاتے ہیں۔

☆ چونکہ حواریوں کا جناب عیسیٰؑ سے سوال کرنے کا طرز کچھ بے ادبانہ تھا، اس لیے انہوں نے ''یارسول اللہ'' کہنے کی بجائے ''یٰعِیۡسَی'' کہہ کر پکارا۔ دوسری جگہ اس کی بجائے کہ کہتے: کیا خدا یہ لطف کر سکتا ہے؟، کہتے ہیں کہ کیا وہ کر سکتا ہے؟۔ پھر کہا کہ تمہارا پروردگار، نہیں کہا کہ ہمارا پروردگار۔ اس سب کے جواب میں کہا گیا: ''اتَّقُوا اللّٰهَ''۔

پیغام:

۱۔ تقویٰ، ایمان کی علامت ہے۔ ''اتَّقُوا اللّٰهَ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ﴿۱۱۲﴾''

۲۔ اطمینان قلبی، ایمان سے بالاتر مرحلہ کا نام ہے۔ ''اتَّقُوا اللّٰهَ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ﴿۱۱۲﴾ قَالُوۡا نُرِيۡدُ اَنۡ نَّاۡكُلَ مِنۡهَا وَتَطۡمَئِنَّ قُلُوۡبُنَا''

خدا تعالیٰ نے جب فرمایا: ''اَوَلَمۡ تُؤۡمِنۡ ؕ'' کیا تم ایمان نہیں رکھتے؟ تو حضرت ابراہیمؑ نے جواب میں کہا: ''بَلٰى وَلٰـكِنۡ لِّيَطۡمَئِنَّ قَلۡبِىۡ ؕ'' (بقرہ۔۲۶۰)

آیت نمبر ۱۱۴

قَالَ عِيۡسَى ابۡنُ مَرۡيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَاۤ اَنۡزِلۡ عَلَيۡنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوۡنُ لَـنَا عِيۡدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنۡكَ‌ۚ وَارۡزُقۡنَا وَاَنۡتَ خَيۡرُ الرّٰزِقِيۡنَ﴿۱۱۴﴾

ترجمۃ الآیات

عیسیٰ ابن مریم نے عرض کیا: اے خدا! اے ہمارے پروردگار! ہم پر آسمان سے مائدہ نازل فرما تاکہ وہ ہمارے اول و آخر کے لیے عید قرار پائے اور تیری طرف سے نشانی ہو، اور ہمیں روزی عطا فرما، تو بہترین روزی دینے والا ہے۔

نکات:

☆ قرآن مجید کی دعائیں معمولاً ''رب'' کے اسم سے شروع ہوتی ہیں لیکن اس آیت میں ''اللّٰهُمَّ رَبَّنَاۤ'' آیا ہے، شاید واقعہ کی اہمیت اور آئندہ اس کے اثرات کو دیکھتے ہوئے ہے۔

پیغام:

۱۔ حاجات کی برآوری کیلئے اولیائے خدا سے توسل کرنا جائز ہے۔''اِذۡ قَالَ الۡحَوَارِیُّوۡنَ یٰعِیۡسَی۔۔۔قَالَ عِیۡسَی ابۡنُ مَرۡیَمَ اللّٰھُمَّ۔۔۔''

۲۔ پیغمبر، تاریخ، لوگ اور ان کی نسلوں بھی مدنظر رکھتے ہیں۔''لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا''

۳۔ خدائی علامتوں سے ہمیشہ سبق سیکھنا چاہیے۔''وَاٰیَةً مِّنۡكَ''

۴۔ قرآن کی نظر میں عید اور مذہبی جشن منانا صحیح فعل ہے۔''تَكُوۡنُ لَنَا عِیۡدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا''
(اولیائے خدا کی ولادت، بعثت پیغمبر کسی آسمانی مائدہ کے نزول سے کم نہیں۔)

۵۔ حضرت عیسیٰؑ دعا میں کھانے کے مسئلہ پر زیادہ توجہ نہیں کرتے بلکہ اس کے خدائی ہونے پر زیادہ تاکید کرتے ہیں۔''وَاٰیَةً مِّنۡكَ''

۶۔ دعا میں خدا تعالیٰ کو پورے ادب کے ساتھ اور اپنی درخواست کے مطابق اس کی صفت کا نام لے کر پکاریں۔ آیت کے شروع میں ''اللّٰھُمَّ رَبَّنَاۤ'' آیا ہے جبکہ آیت کے آخر میں ''خَیۡرُ الرّٰزِقِیۡنَ﴿۱۱۴﴾'' کا ذکر ہے۔

۷۔ مادی درخواست کو بھی معنوی جہت دے دیں۔ (حواریوں نے پہلے اپنا مقصد کھانا کھانا بتایا اور آخر میں ان کا مقصد اطمینان قلب تھا۔''نَّاۡکُلَ مِنۡهَا وَتَطۡمَئِنَّ'' لیکن حضرت عیسیٰؑ نے پہلے تاریخ میں خوشیوں کے باقی رہنے کا ذکر کیا:'' عِیۡدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا'' پھر خدا تعالیٰ کی قدرت سے نشانی کو بیان کیا:''وَاٰیَةً مِّنۡكَ'' اور تیسرے مرحلے میں رزق کے مسئلے کو زبان پر لائے:''وَارۡزُقۡنَا وَاَنۡتَ خَیۡرُ الرّٰزِقِیۡنَ﴿۱۱۴﴾''۔ اس طرح انہوں نے سب کو یہ بات سمجھا دی کہ معنوی اور معاشرتی مسائل، گروہی اور معاشی مسائل پر فوقیت رکھتے ہیں۔)

۸۔ خدا تعالیٰ کی طرف توجہ رکھیں اور دوسروں کے پیچھے نہ جائیں۔''وَاَنۡتَ خَیۡرُ الرّٰزِقِیۡنَ﴿۱۱۴﴾''

آیت نمبر ۱۱۵

قَالَ اللّٰهُ اِنِّیۡ مُنَزِّلُهَا عَلَیۡكُمۡ ۚ فَمَنۡ یَّكۡفُرۡ بَعۡدُ مِنۡكُمۡ فَاِنِّیۡۤ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّاۤ اُعَذِّبُهٗۤ اَحَدًا مِّنَ الۡعٰلَمِیۡنَ﴿۱۱۵﴾

ترجمة الآيات

خداوند تعالیٰ نے (دعا قبول فرمالی اور) فرمایا: میں اس (مائدہ کو) تم پر نازل کروں گا لیکن اس کے بعد تم میں سے جو شخص کافر ہو جائے گا (اور وہ انکار کی راہ اختیار کرے گا) اسے میں ایسی سزا دوں گا کہ عالمین میں ویسی سزا کسی کو نہ دی ہوگی۔

نکات:

☆ مائدہ کے نزول کی داستان جس طرح قرآن مجید میں بیان ہوئی ہے، انجیل میں یوں بیان نہیں ہوئی۔ (تفسیر نمونہ)

☆ روایات میں منقول ہے کہ مائدہ کے نزول کے بعد کچھ لوگ کافر ہو گئے اور وہ خنزیر کی شکل کے بن گئے۔ (تفسیر المیزان)

کچھ روایات میں ہم پڑھتے ہیں کہ مائدہ کی صورت میں جو چیز نازل ہوئی تھی وہ روٹی اور گوشت تھا۔ (تفسیر نور الثقلین اور تفسیر مجمع البیان)

☆ اگر جناب عیسیٰؑ کے حواریوں کیلئے آسمانی کھانے نازل ہوئے تو ہم روایات میں پڑھتے ہیں کہ رسول خداؐ کیلئے بھی جنتی پھل نازل ہوئے جو حضرت فاطمہ زہراؑ کی ولادت کا موجب بنے۔ (بحار، ج ۴۳، ص ۵)

پیغام:

۱۔ پیغمبروں کی دعا مستجاب ہوتی ہے۔ ''رَبَّنَآ اَنۡزِلۡ عَلَيۡنَا ۔۔۔ اِنِّیۡ مُنَزِّلُهَا''

۲۔ جو لوگ علم، یقین اور شہود تک پہنچ جاتے ہیں ان کی ذمہ داریاں زیادہ سنگین ہو جاتی ہیں، ان کی طرف سے خلاف ورزی انجام دیے جانے پر ان کیلئے سزا بھی اسی قدر سخت ہوتی ہے۔ ''فَمَنۡ يَّكۡفُرۡ بَعۡدُ مِنۡكُمۡ ۔۔۔'' لہٰذا وہ افراد جو علم و شہود کے مقام تک نہیں پہنچے، وہ قہر خدا سے دور ہیں۔

۳۔ عذاب خدا کے بھی درجے ہیں۔ ''اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّاۤ اُعَذِّبُهٗۤ''

۴۔ زیادہ توقع رکھنے والے اور آسمانی مائدہ چاہنے والے افراد کو بڑے وعدے بھی کرنے ہونگے۔ ''مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ ۔۔۔ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّاۤ اُعَذِّبُهٗۤ''

آیت نمبر ۱۱۶

وَاِذۡ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيۡسَى ابۡنَ مَرۡيَمَ ءَاَنۡتَ قُلۡتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوۡنِىۡ وَاُمِّىَ اِلٰهَيۡنِ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ‌ؕ قَالَ سُبۡحٰنَكَ مَا يَكُوۡنُ لِىۡۤ اَنۡ اَقُوۡلَ مَا لَيۡسَ لِىۡ بِحَقٍّ‌ ؕ اِنۡ كُنۡتُ قُلۡتُهٗ فَقَدۡ عَلِمۡتَهٗ‌ ؕ تَعۡلَمُ مَا فِىۡ نَفۡسِىۡ وَلَاۤ اَعۡلَمُ مَا فِىۡ نَفۡسِكَ‌ ؕ اِنَّكَ اَنۡتَ عَلَّامُ الۡغُيُوۡبِ ﴿۱۱۶﴾

ترجمۃ الآیات

وہ وقت یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے عیسی بن مریم سے کہے گا کہ (اے عیسی !) کیا تو نے لوگوں سے یہ کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے علاوہ معبود بنا لو؟، وہ (عیسیٰ) جواب دیں گے تیری ذات پاک ہے، مجھے کوئی حق نہیں کہ ایسی بات کہوں جو میرے لائق نہیں ہے۔ اگر میں نے ایسی کوئی بات کہی ہوگی تو اس کا تجھے ضرور علم ہوگا ،تو ان سب باتوں کو جانتا ہے کہ جو میرے نفس وروح میں ہیں لیکن میں جو کچھ تیری ذات پاک میں ہے، اسے نہیں جانتا کیونکہ تو تمام اسرار پوشیدہ چیزوں سے باخبر ہے۔

نکات:

☆ اسی سورت کی آیت ۱۰۹ میں ہم نے پڑھا کہ خدا تعالیٰ پیغمبروں کو قیامت میں اکٹھا کر کے فرمائے گا: آپ نے لوگ سے کیا جواب پایا؟ یہ آیت اس دن خدا تعالیٰ اور جناب عیسیٰؑ کے درمیان ہونے والی گفتگو کو بتارہی ہے۔

☆ اگرچہ آج عیسائی لوگ جناب مریمؑ کو خدا نہیں جانتے؛ لیکن ان میں سے ایک گروہ اس زمانے میں جناب مریمؑ کے خدا ہونے پر اعتقاد رکھتا تھا یا ان کے مجسمہ کے سامنے عبادت کرنا انہیں معبود قرار دینے کے مترادف تھا، اس لیے ان کے بارے میں ''الہ'' کی تعبیر استعمال کی گئی ہے۔ ''اتَّخِذُوۡنِىۡ وَاُمِّىَ اِلٰهَيۡنِ''

☆ ''دُوۡنِ اللّٰهِ'' خدا کی نفی نہیں بلکہ شرک کی علامت ہے۔ یعنی خدا کے علاوہ جناب عیسیٰؑ اور جناب مریمؑ کو معبود تصور کرنا، شرک ہے۔ البتہ عیسائیوں میں موجود تثلیث کا نظریہ باپ، بیٹا اور روح القدس ہے۔

☆ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: میرے بارے میں دو طرح کے گروہ ہلاک ہو جائیں گے جس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے: ایک وہ گروہ جو افراط کی حد تک محبت کا دعویدار ہوگا اور دوسرا گروہ بلا وجہ کینہ رکھنے والے لوگ ہیں۔ (تفسیر نور الثقلین)

☆ حضرت عیسیٰؑ کا خدا کی تسبیح کرنا، خود اس بات کی دلیل ہے کہ خدا تعالیٰ ہر طرح کے شریک سے پاک ہے۔ دوسری آیات میں ہے: ''وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحۡمٰنُ وَلَدًا سُبۡحٰنَهٗ'' (انبیاء۔۲۶)، ''وَيَجۡعَلُوۡنَ لِلّٰهِ الۡبَنٰتِ سُبۡحٰنَهٗ'' (نحل۔ ۵۷) ان میں خدا تعالیٰ کو ہر طرح کی اولاد، بیٹا یا بیٹی سے پاک بیان کیا گیا ہے۔

پیغام:

۱۔ کبھی کسی ایک بے گناہ سے سوال کرنا اور پھر اس پر اس کی سرزنش کرنا اصل میں دوسروں کو خبردار کرنے کیلئے ہے۔ ''ءَاَنۡتَ قُلۡتَ''، کبھی دروازے سے کہا جاتا ہے تا کہ دیوار سن لے یعنی کہنا بیٹی سے تا کہ بہو سن لے۔

۲۔ انبیا معصوم ہیں۔ ''مَا يَكُوۡنُ لِىۡۤ اَنۡ اَقُوۡلَ مَا لَيۡسَ لِىۡ بِحَقٍّ''

۳۔ انبیا اپنے پیروی کرنے والوں کی طرف سے غلو کرنے والوں سے بیزار ہوتے ہیں۔ ''اِنۡ كُنۡتُ قُلۡتُهٗ فَقَدۡ عَلِمۡتَهٗ''

۴۔ خدا تعالیٰ کو انسان کی تمام گفتار اور اس کے اندرونی راز معلوم ہیں اور سب خدا تعالیٰ پر واضح ہیں۔ ''فَقَدۡ عَلِمۡتَهٗ تَعۡلَمُ مَا فِىۡ نَفۡسِىۡ''

۵۔ خدا تعالیٰ کو ہر بے جا نسبت سے پاک جاننا چاہیے اور اس کی تسبیح کرنی ضروری ہے۔ ''سُبۡحٰنَكَ''

۶۔ انبیا کا علم محدود ہے۔ ''وَلَاۤ اَعۡلَمُ مَا فِىۡ نَفۡسِكَ''، جس کسی کا علم محدود ہے وہ خدائی کیلئے شائستہ نہیں ہے۔

۷۔ لوگوں کے افکار اور اسرار، غیبی امور میں سے ہیں، جن پر خدا تعالیٰ آگاہ ہے۔ ''تَعۡلَمُ مَا فِىۡ نَفۡسِىۡ ۔۔۔ اِنَّكَ اَنۡتَ عَلَّامُ الۡغُيُوۡبِ﴿۱۱۶﴾''

۸۔ تمام حقائق کے بارے میں مکمل اور وسیع آگاہی صرف خدا تعالیٰ سے مخصوص ہے۔ ''اِنَّكَ اَنۡتَ عَلَّامُ الۡغُيُوۡبِ﴿۱۱۶﴾''

آیت نمبر ۱۱۷

مَا قُلۡتُ لَهُمۡ اِلَّا مَاۤ اَمَرۡتَنِىۡ بِهٖۤ اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ رَبِّىۡ وَرَبَّكُمۡ ۚ وَ كُنۡتُ عَلَيۡهِمۡ شَهِيۡدًا مَّا دُمۡتُ فِيۡهِمۡ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيۡتَنِىۡ كُنۡتَ

اَنۡتَ الرَّقِیۡبَ عَلَیۡهِمۡ ؕ وَاَنۡتَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ شَهِیۡدٌ ﴿۱۱۷﴾

ترجمۃ الآیات

(حضرت عیسیٰ نے خداوند سے کہا:) مجھے تو نے جس کام پر مامور فرمایا تھا میں نے اس کے سوا ان سے کوئی بات نہیں کہی تھی، میں نے تو ان سے یہی کہا تھا کہ اس خدا کی پرستش کرو جو میرا بھی پروردگار ہے اور تمہارا بھی پروردگار ہے اور میں تو اس وقت تک ہی ان کا نگران اور گواہ تھا جب تک کہ میں ان کے درمیان تھا اور جب تو نے مجھے ان کے درمیان سے اٹھا لیا تو پھر تو ہی ان کا نگران تھا اور تو ہی ہر چیز پر گواہ ہے۔

نکات:

☆ ''تَوَفّیٰ'' کے معنی، اخذ کرنا، پوری طرح سے گرفت میں لینا اور کمال ہیں۔ موت اس کے مصادیق میں سے ایک ہے۔ خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو ان کی قوم کے درمیان سے اٹھا لیا اور قیام امام زمانہؑ کے دور تک انہیں زندہ رکھا جائے گا اور وہ حضرت امام زمانہؑ کے ظہور کے ساتھ ہی ظہور فرمائیں گے۔

پیغام:

۱۔ سب پیغمبر معصوم ہیں اور خدا تعالیٰ کے فرمان کے علاوہ کوئی کام انجام نہیں دیتے۔ وحی میں کوئی تبدیلی یا تصرف نہیں کرتے۔ ''مَا قُلۡتُ لَهُمۡ اِلَّا مَاۤ اَمَرۡتَنِیۡ بِهٖۤ''

۲۔ حضرت عیسیٰؑ بھی خود کو دوسرے انبیا کی طرح خدا تعالیٰ کے تربیت یافتہ جانتے ہیں۔ ''رَبِّیۡ وَرَبَّکُمۡ ۚ''

۳۔ انبیا، لوگوں کے اعمال پر ناظر ہیں۔ ''کُنۡتُ عَلَیۡهِمۡ شَهِیۡدًا''

۴۔ انبیا کا اہم ترین فریضہ ایک خدا کی عبادت کرنے کی دعوت دینا ہے۔ ''اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ''

(اس کے باوجود کہ جناب عیسیٰؑ کی ماموریت صرف توحید کے بارے میں نہیں تھی لیکن آیت میں صرف توحید کا ذکر کیا جا رہا ہے۔)

۵۔ عبادت خدا کی دلیل اور معیار اس کی ربوبیت ہے۔ ''اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ رَبِّیۡ وَرَبَّکُمۡ ۚ''

آیت نمبر ۱۱۸

اِنۡ تُعَذِّبۡهُمۡ فَاِنَّهُمۡ عِبَادُكَ‌ۚ وَاِنۡ تَغۡفِرۡ لَهُمۡ فَاِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ﴿۱۱۸﴾

ترجمۃ الآیات

(عیسیٰ نے کہا: خدایا!) اگر تو انہیں سزا دے گا تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو دانا و حکیم ہے۔

نکات:

☆ خدا تعالیٰ کی طرف سے کیے گئے سوال کہ کیا تم نے لوگوں سے کہا ہے کہ مجھے اور میری والدہ کو خدا بنالو؟ کے جواب میں حضرت عیسیٰؑ نے خود کو لوگوں سے الگ کرتے ہوئے اور اس بات کو واضح کرتے ہوئے کہ خدا تعالیٰ ہی ان کا مالک ہے، فرمایا: اپنی امت کے شرک آمیز رویے میں ان کا کوئی کردار نہیں ہے۔

☆ حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ ایک رات پیغمبر اکرمؐ صبح تک رکوع وسجود میں اس آیت کی تلاوت فرماتے رہے۔ میں نے حضورؐ سے سوال کیا کہ آپؐ نے صبح تک کیوں اسی آیت کی تلاوت فرمائی؟ آنحضرتؐ نے فرمایا: خدا تعالیٰ سے اپنی امت کیلئے طلب شفاعت کررہا تھا اور آخر کار خدا تعالیٰ نے مجھے عطا فرمادی۔ اگر میری امت نے شرک نہ کیا تو وہ اس تک پہنچ سکے گی۔ (تفسیر مراغی)

ایک اور روایت میں ہے کہ جب حضورؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی تو اپنے ہاتھ بلند کیے اور گریہ کی حالت میں فرمایا: ''اللھم امتی'' اور وہ اپنی امت کیلئے دعا کر فرما رہے تھے۔ خدا تعالیٰ نے جناب جبرائیلؑ کو نازل کیا اور فرمایا: ''انا سنرضیك فی امتك ولا نسوئك'' ہم تمہیں خوش کریں گے اور ناراض نہ ہونے دیں گے۔ (تفسیر ابن کثیر)

پیغام:

۱۔ انبیاء پروردگار کے سامنے تسلیم ہیں۔ ''اِنۡ تُعَذِّبۡهُمۡ فَاِنَّهُمۡ عِبَادُكَ‌ۚ وَاِنۡ تَغۡفِرۡ لَهُمۡ'' خدا تعالیٰ کے امور کے بارے میں سوال نہیں کیا جاسکتا۔ ''لَا يُسۡـَٔلُ عَمَّا يَفۡعَلُ'' (انبیاء۔ ۲۳)

۲۔ مشرکین کو عذاب دینا یا انہیں معاف کرنا، سب خدا تعالیٰ کے دست قدرت میں ہے۔ ''اِنۡ تُعَذِّبۡهُمۡ فَاِنَّهُمۡ

عِبَادُكَ ۚ وَاِنۡ تَغۡفِرۡ لَهُمۡ ''

۳۔ خداوند کی محبت یا قہر خدا، عزت اور حکمت کی بنیاد پر ہے۔ ''اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ﴿۱۱۸﴾''

آیت نمبر ۱۱۹۔ ۱۲۰

قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوۡمُ يَنۡفَعُ الصّٰدِقِيۡنَ صِدۡقُهُمۡ ؕ لَهُمۡ جَنّٰتٌ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَاۤ اَبَدًا ؕ رَضِىَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡهُ ؕ ذٰلِكَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ ﴿۱۱۹﴾

لِلّٰهِ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا فِيۡهِنَّ ؕ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ﴿۱۲۰﴾

ترجمۃ الآیات

خدا فرماتا ہے کہ یہ وہ دن ہے جس میں سچوں کو ان کی سچائی فائدہ بخشے گی۔ ان کے لیے جنت کے باغات ہیں جن کے (درختوں) کے نیچے پانی کی نہریں جاری ہیں، وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، خدا ان سے راضی اور خوشنود ہوگا اور وہ خدا سے راضی اور خوشنود ہونگے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

آسمانوں اور زمین میں اور انکے درمیان تمام چیزوں کی ملکیت وحکومت اللہ ہی کیلئے ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

نکات:

☆ گذشتہ آیات میں حضرت عیسیٰؑ کی خدا تعالیٰ کے حضور کی گئی گفتگو کا ذکر ہوا:

۱۔ میں حق کے علاوہ کچھ نہیں کہتا۔ ''مَا يَكُوۡنُ لِىۡۤ اَنۡ اَقُوۡلَ مَا لَيۡسَ لِىۡ ۚ بِحَقٍّ ؕ''

۲۔ اگر میں نے کوئی ناحق بات کی ہے تو آپ جانتے ہو۔ ''اِنۡ كُنۡتُ قُلۡتُهٗ فَقَدۡ عَلِمۡتَهٗ ؕ''

۳۔ سوائے یکتا پرستی کے، جس کا آپ نے مجھے حکم دیا، میں نے لوگوں سے کوئی بات نہیں کی۔ ''مَا قُلۡتُ لَهُمۡ اِلَّا مَاۤ

اَمَرۡتَنِیۡ بِہٖۤ اَنِ اعۡبُدُوا''

۴۔لوگ گمراہ نہ ہوجائیں اس لیے میں ان کانگران اور ناظر تھا۔''کُنۡتُ عَلَیۡہِمۡ شَہِیۡدًا''

اس آیت میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ عیسیٰ کی تمام باتیں صحیح اور سچ ہیں اور آج وہ دن ہے جب سچ کہنے والوں کا سچ نجات بخش ہے۔

پیغام:

ا۔دنیا میں سچ بولنے کی وجہ سے اگر مؤمنین کو مشکلات کا سامنا کرنے پڑے تو ان کی یہ سچائی اور صداقت قیامت میں ان کیلئے کارساز ہوگی۔''یَنۡفَعُ الصّٰدِقِیۡنَ صِدۡقُہُمۡ ؕ''

۲۔صرف سچے لوگ ہی فائدہ اٹھائیں گے، سچائی کے دعویدار، خالی نعرے لگانے والے یار یا کار لوگ کوئی فائدہ نہ اٹھا پائیں گے۔''یَنۡفَعُ الصّٰدِقِیۡنَ صِدۡقُہُمۡ ؕ ۔۔۔''

۳۔خدا تعالیٰ کی رضایت کے ساتھ بہشت کا ملنا، بہت بڑی کامیابی ہے۔''جَنّٰتٌ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہَا الۡاَنۡہٰرُ خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَاۤ اَبَدًا ؕ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡہُ ؕ ذٰلِکَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ ﴿۱۱۹﴾''

۴۔وہ لائق عبادت ہے جو عالمین کا سلطان ہے اور کائنات کی تمام قوتوں کا اختیار اس کے ہاتھ میں ہے نہ کوئی دوسرا، خواہ وہ پیغمبر ہی کیوں نہ ہو۔''لِلّٰہِ مُلۡکُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ''

وَالۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ

سُوْرَةُ الْاَنْعَامِ

پارہ: ۷ اور ۸، آیات: ۱۶۵

سورہ انعام کا تعارف

اس سورت میں ایک سو پینسٹھ آیات ہیں۔ یہ تمام آیات مکہ میں ایک خاص اہتمام کے ساتھ نازل ہوئی ہیں۔ جبرائیلؑ ان آیات کو پہنچانے کیلئے ستر ہزار فرشتوں کے ہمراہ پیغمبر خداؐ پر نازل ہوئے۔

اس سورہ کی آیات کا اصل پیغام شرک سے مقابلہ اور توحید کی طرف دعوت ہے۔ عرب کے مشرکین اپنے بنائے ہوئے عقیدے کے مطابق بعض جانوروں کو حلال اور بعض جانوروں کو حرام قرار دیتے تھے۔ قرآن نے اس قسم کی خرافات اور غلط عقائد کا مقابلہ کرنے کیلئے اس سورت کی آیت ۱۳۶ کے بعد سے جانوروں سے متعلق احکام بیان فرمائے ہیں۔ اسی وجہ سے اس سورت کا نام ''انعام'' رکھا گیا ہے۔

اس سورت کی فضیلت میں احادیث و روایات وارد ہیں نیز اس سورت کو تلاوت کرنے سے حاجات کی برآوری کا ذکر موجود ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو کوئی چار رکعت نوافل پڑھے اور اس سورت کو تلاوت کرنے کے بعد دعا مانگے تو اس کی حاجات پوری ہونگی۔ (تفسیر اطیب البیان)

کسی دوسری سورت میں لفظ ''قل'' اتنا استعمال نہیں ہوا جتنا اس سورت میں آیا ہے۔ ۴۴ بار اس لفظ کا تکرار اور پیغمبر اکرمؐ کو خطاب کرنا، شاید اس لیے ہے کہ اس سورت میں مشرکین کے باطل اور منحرف عقائد نیز بے جا توقعات کو بیان کیا گیا ہے لہٰذا ضروری تھا کہ قاطعیت کے ساتھ ان کا جواب دیا جاتا۔ یہ بات ہمیں بتاتی ہے کہ پیغمبر اکرمؐ مامور ہیں کہ وحی الٰہی کو بغیر کسی کمی بیشی کے بیان فرمائیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بخشنے والے اور مہربان خدا کے نام سے

آیت نمبر ۱

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ

وَالنُّوۡرَ ۬ؕ ثُمَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِرَبِّہِمۡ یَعۡدِلُوۡنَ ①

ترجمۃ الآیات

حمد و ستائش اس خدا کے لیے ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور تاریکیوں اور نور کو ایجاد کیا لیکن کافر (اور دوسرے لوگ) خدا کے لیے شریک وشبیہ قرار دیتے ہیں۔

نکات:

☆ تمام قرآن پاک میں ''نُوۡرَ'' کا لفظ مفرد اور ''ظُلُمٰتِ'' کا لفظ جمع کی صورت میں آیا ہے۔اصل میں حق ایک ہے اور باطل راستے بہت زیادہ ہیں۔ بلاشبہ نور وحدت کی علامت ہے اور ظلمات پراکندگی وتفرقہ کی علامت ہے۔''یَعۡدِلُوۡنَ'' لفظ ''عدل'' سے ہے، جس کے معنی شریک کے ہیں۔

☆ اس سورت کی پہلی آیت ''نظام کائنات کی خلقت'' دوسری آیت ''انسان کی خلقت'' اور تیسری آیت ''انسان کے اعمال اور کردار'' پر نظارت کی طرف اشارہ کررہی ہے۔

☆ حضرت علی علیہ السلام کے بقول یہ آیت تین منحرف گروہوں کے جواب میں ہے:

الف: ''مادیون'' جو خدا کی خلقت کے نظام اور خلقت کے حادث ہونے کے منکر ہیں۔''خَلَقَ السَّمٰوٰتِ۔۔۔''

ب: ''دو خداؤں کے ماننے والے'' یہ وہ لوگ ہیں جو نور اور ظلمت کیلئے الگ الگ خدا پر اعتقاد رکھتے ہیں۔''وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوۡرَ ۬ؕ''

(اَوستا قبیلہ اہریمن کو ظلمات کا خدا اور اہوار قبیلہ مزدا کو نور کا خدا مانتا ہے اور ان دو کے درمیان تضاد کے قائل ہیں۔ (تفسیر الکاشف))

ج: ''مشرکین'' یہ لوگ خدا تعالیٰ کیلئے شریک اور شبیہ کے قائل ہیں۔''ثُمَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِرَبِّہِمۡ یَعۡدِلُوۡنَ ①'' (تفسیر نور الثقلین)

☆ امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ''۔۔۔بِرَبِّہِمۡ یَعۡدِلُوۡنَ ①'' یعنی کافر لوگ ظلمات، نور، ظلم اور عدل کو یکسان جانتے ہیں۔(تفسیر عیاشی؛ بحار، ج ۹ص ۳۵۵)

پیغام

ا۔خدا تعالیٰ عدم سے وجود خلق فرماتا ہے اور موجودات میں نت نئی کیفیات قرار دیتا ہے۔(ابتدائی خلقت ''خَلَقَ''

تبعی خلقت ''جَعَلَ'')

۲۔خدا تعالیٰ کیلئے شریک کا قائل ہونا، ایک طرح سے خدا کا انکار اور اس کے بارے میں کفر اختیار کرنا ہے۔ ''الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِرَبِّہِمۡ یَعۡدِلُوۡنَ ①''

آیت نمبر ۲

هُوَ الَّذِیۡ خَلَقَكُمۡ مِّنۡ طِیۡنٍ ثُمَّ قَضٰۤی اَجَلًا ؕ وَ اَجَلٌ مُّسَمًّی عِنۡدَهٗ ثُمَّ اَنۡتُمۡ تَمۡتَرُوۡنَ ②

ترجمۃ الآیات

وہ وہی ذات ہے جس نے تمہیں گیلی مٹی سے پیدا کیا پھر اس نے (دنیا میں تمہاری زندگی کیلئے) ایک مدت مقرر کی اور حتمی اجل (جو کہ آخرت سے متعلق ہے یا دنیا میں نا قابل تبدیل ہے) اسی کے پاس ہے۔ (اور وہی اس سے آگاہ ہے۔) اس کے باوجود تم شک وشبہ رکھتے ہو اور اس کا انکار کرتے ہو؟

نکات:

☆ گذشتہ آیت میں آفاقی مسائل، زمین اور آسمانوں کی خلقت کو بیان کیا گیا ہے۔ یہاں انسان اور دنیا میں اس کی محدود زندگی کی خلقت کا بیان آیا ہے۔

☆ قرآن پاک میں ''اَجَلٌ مُّسَمًّی'' کا ذکر ۲۱ مرتبہ آیا ہے۔

☆ خدا تعالیٰ نے انسان کی زندگی کیلئے دو طرح کے وقت ذکر کیے ہیں: ایک حتمی ہے جس کے بارے خواہ جتنی بھی احتیاط کر لی جائے، انسان کی زندگی تیل کے دیے کی طرح ختم ہو جاتی ہے۔ دوسری غیر حتمی ہے، جس کا تعلق ہمارے کردار کے ساتھ ہے جیسے اگر ہمارے پاس تیل کا دیا ہو اور ہم اُسے تیز ہوا کے رخ پر رکھ دیں تو وہ بجھ جائے گا۔

☆ روایات میں صلہ رحم، صدقہ، زکوٰۃ اور دعا وغیرہ جیسے امور کو طول عمر کا موجب قرار دیا گیا ہے اور قطع رحم، ظلم وغیرہ جیسے اعمال کو زندگی کے کم ہونے کا سبب بتایا گیا ہے۔

☆ امام محمد باقر علیہ السلام ''اَجَلًا اور اَجَلٌ'' کے بارے میں فرماتے ہیں: یہ دو اجل ہیں، ایک محتوم قطعی اور دوسری

موقوف یعنی مشروط اور معلق۔ (کافی، ج۱، ص ۱۴۷)

☆ ابن عباس سے منقول ہے کہ خدا تعالیٰ نے انسان کیلئے دو طرح کی اجل قرار دی ہیں: ایک پیدائش سے موت تک ہے اور دوسری موت سے قیامت تک ہے۔ انسان اپنے اعمال کی وجہ سے کبھی ایک کو کم کر کے دوسری کو بڑھا لیتا ہے۔ کسی بھی اجل کا اختتام قابل تبدیل نہیں ہے۔ ''وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ'' (فاطر۔۱۱)

پیغام:

۱۔ زندگی کی معیاد اور اس کا اختتام، ہمارے ہاتھ میں نہیں ہے۔ صرف اسی ذات کے ہاتھ میں ہے۔ ''هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ قَضٰٓى اَجَلًا''

۲۔ صرف خدا تعالیٰ اجل مسمی (حتمی موت) کے بارے آگاہ ہے۔ ''وَاَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ''

۳۔ کیونکہ انسان کی پیدائش اور اس کی زندگی کا اختتام، سب کچھ خدا تعالیٰ کے دست قدرت میں ہے، تو پھر مبدا اور معاد کے بارے میں کیوں شک کریں؟ ''ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ۝۲''

آیت نمبر ۳

وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ ۭ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ۝۳

ترجمۃ الآیات

اور آسمانوں اور زمین میں خدا تو وہی ہے جو تمہاری پوشیدہ باتوں کو بھی جانتا ہے اور آشکار کو بھی اور جو کچھ تم (انجام دیتے ہو) اور قصد کرتے ہو اس سے بھی باخبر ہے۔

نکات:

☆ چند خدا (بارش کا خدا، جنگ، صلح کا خدا اور زمین کا خدا وغیرہ) کے بارے میں انحرافی عقیدے سے متعلق آیت فرماتی ہے کہ ہر چیز اور ہر جگہ کا خدا ایک ہی ہے۔

☆ اس آیت کے بارے میں امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: ''تمام مخلوقات پر وہ علم، قدرت، تسلط اور قدرت کے اعتبار سے احاطہ رکھتا ہے۔ (تفسیر نور الثقلین؛ توحید، صدوق، ص ۱۳۳)

پیغام:

ا۔ خدا تعالیٰ کے لازوال علم پر ایمان ہونا، نیک اعمال انجام دینے اور برے کاموں سے بچنے کا ایک تحرک ہے۔ ''یَعۡلَمُ سِرَّكُمۡ وَجَهۡرَكُمۡ''

آیت نمبر ۴۔ ۵

وَمَا تَأۡتِيۡهِمۡ مِّنۡ اٰيَةٍ مِّنۡ اٰيٰتِ رَبِّهِمۡ اِلَّا كَانُوۡا عَنۡهَا مُعۡرِضِيۡنَ ۴
فَقَدۡ كَذَّبُوۡا بِالۡحَـقِّ لَـمَّا جَآءَهُمۡ‌ؕ فَسَوۡفَ يَاۡتِيۡهِمۡ اَنۡۢـبٰۤـؤُا مَا كَانُوۡا
بِهٖ يَسۡتَهۡزِءُوۡنَ ۵

ترجمۃ الآیات

کوئی نشانی اور علامت، آیات خدا میں سے ان تک نہیں پہنچی مگر یہ کہ وہ (تصدیق اور ایمان کی بجائے) اس سے منہ پھیر لیتے ہیں۔

انہوں نے حق کا انکار کر دیا جب وہ ان کی طرف آیا لیکن جس بات کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے بہت جلد انہیں اس کی اطلاع مل جائیگی اور وہ اپنے اعمال کے (تلخ) نتائج سے آگاہ ہو جائیں گے۔

نکات:

☆ شاید یہاں اطلاع سے مراد فتح مکہ کی خبر یا جنگ بدر وغیرہ میں مشرکین کی خبر ہے۔ (تفسیر مراغی)

پیغام:

ا۔ ضدی لوگوں کیلئے دلیل کی نوعیت اور آیت میں کوئی فرق نہیں، ان سب کو وہ بغیر فکر کے رد کر دیتے ہیں۔ ''اٰيَةٍ مِّنۡ اٰيٰتِ رَبِّهِمۡ''

۲۔ مومنین کے حوصلے بڑھانے چاہیے کہ ان کا راستہ حق ہے، ''بالحق'' جبکہ کافروں کو دھمکانہ چاہیے کہ تمہارے لیے تلخ خبریں آنے والی ہیں۔ ''فَسَوۡفَ يَاۡتِيۡهِمۡ''

۳۔ تمسخر کرنا اور مذاق اڑانا، کفار کا ہمیشہ سے شیوہ رہا ہے۔ ''کَانُوْا بِہٖ یَسْتَھْزِءُوْنَ﴿۵﴾''

۴۔ انسان کے سقوط کے تین مرحلے ہیں: منہ پھیرنا، جھٹلانا اور مذاق اڑانا۔ ان دو آیات میں ان تینوں کا ذکر ہے۔'' مُعْرِضِیْنَ﴿۴﴾ ،مَا کَانُوْا بِہٖ یَسْتَھْزِءُوْنَ﴿۵﴾''

آیت نمبر ۶

اَلَمْ یَرَوْا کَمْ اَھْلَکْنَا مِنْ قَبْلِھِمْ مِّنْ قَرْنٍ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمَکِّنْ لَّکُمْ وَاَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَیْھِمْ مِّدْرَارًا ۠ وَّجَعَلْنَا الْاَنْھٰرَ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھِمْ فَاَھْلَکْنٰھُمْ بِذُنُوْبِھِمْ وَاَنْشَاْنَا مِنْ بَعْدِھِمْ قَرْنًا اٰخَرِیْنَ﴿۶﴾

ترجمۃ الآیات

کیا انہوں نے دیکھا نہیں ہے کہ ہم نے کتنی گذشتہ اقوام کو ہلاک کیا ہے، وہ قومیں جنہیں ہم نے زمین میں ایسے مقام اور ایسی توانائیاں عطا کی تھیں جو تمہیں نہیں دی ہیں؟ ہم نے ان کی طرف پے در پے بارشیں اور برکتیں بھیجیں اور ان کی آبادیوں کے نیچے نہریں جاری کیں۔ تو ہم نے انہیں ان کے گناہوں کی وجہ سے ہلاک کر دیا اور ان کے بعد ہم دوسری قوم کو وجود میں لائے۔

نکات:

☆ ''قرن'' ایسی امت کو کہا جاتا ہے جو ایک ہی دفعہ میں ہلاک ہوئی ہو۔ (اقرب الموارد)

ایسے لوگوں کو بھی قرن کہا جاتا ہے جو ایک ہی زمانے میں زندگی گذار رہے ہوں۔ کیونکہ معمولاً ایک نسل ۶۰ سے ۱۰۰ سال تک چلتی ہے اس وجہ سے ۶۰، ۸۰ یا ۱۰۰ سال کو قرن کہا جاتا ہے۔ (تفاسیر المیزان و کبیر فخر رازی)

☆ ''مِّدْرَارًا'' کے لفظ کا معنی ضرورت کے مطابق، مسلسل اور زیادہ بارش کا ہونا ہے۔ (تفسیر مجمع البیان، سورہ ہود کی آیت ۵۲ کے ذیل میں)

پیغام:

۱۔ جو لوگ تاریخ سے نصیحت حاصل نہیں کرتے ان کی سرزنش کی جاتی ہے۔ ''اَلَمْ یَرَوْا''

۲۔ صدر اسلام کے کافر گذشتہ امتوں کی تاریخ سے آگاہ تھے اور ان سے سبق حاصل کر سکتے تھے۔ ''اَلَمْ یَرَوْا''

۳۔ نعمتوں کے چھن جانے پر متوجہ ہونا اور گنہکاروں کا مبتلا ہونا، غفلت سے نکلنے کے اسباب میں سے ہے۔ ''اَلَمْ یَرَوْا۔۔۔ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ''

۴۔ اسلام سے پہلے بھی بعض تہذیبیں وجود رکھتی تھیں جو بعد میں مٹ گئیں۔ ''اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ''

۵۔ قرآن مجید کے تربیتی طریقہ کار میں ہے کہ سچی اور سبق آموز کہانیوں کو عبرت حاصل کرنے کی خاطر لوگوں کیلئے بیان کیا گیا ہے۔ ''اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ''

۶۔ خداداد صلاحیتوں اور وسائل ذرائع سے غلط استفادہ کرنے کی سزا، نابودی ہے۔ ''كَمْ اَهْلَكْنَا''

۷۔ ''ارسلنا من السماء'' کی بجائے ''اَرْسَلْنَا السَّمَآءَ'' فرمایا ہے یعنی آسمان کو ہم نے تمہارے لیے اتارا ہے۔ یہ جملہ لطف الٰہی کی نہایت کو بیان کرتا ہے۔

۸۔ لوگوں کا کردار اور ان کے اعمال تاریخی حادثات اور تبدیلیوں کا سبب ہوتے ہیں۔ ''فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ''

۹۔ لوگوں کے گناہوں کی وجہ سے ان کی ہلاکت سنت الٰہی میں سے ہے۔ ''فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ''

۱۰۔ عذاب آخرت کے علاوہ خدا تعالیٰ دنیا میں بھی کیفر دیتا ہے۔ ''فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ''

۱۱۔ اگر وسائل و ذرائع نیک اور صالح افراد کے اختیار میں ہوں تو وہ نماز قائم کرتے ہیں۔ ''اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ'' (حج۔۴۱) لیکن اگر بے ایمان نا اہل افراد کے اختیار میں ہوں تو وہ فساد اور گناہ کو عام کرتے ہیں۔ ''مَّكَّنّٰهُمْ۔۔۔ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ''

۱۲۔ دنیاوی اور مادی وسائل و ذرائع کا حامل ہونا، قہر الٰہی اور عذاب الٰہی کو روک نہیں سکتا۔ ''مَّكَّنّٰهُمْ۔۔۔ فَاَهْلَكْنٰهُمْ'' جیسا کہ کافر خیال کرتے تھے کہ ''نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۙ وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ۝۳۵'' (سبا۔۳۵)

۱۳۔ مادی وسائل و ذرائع کا حصول کامیابی کی ضمانت نہیں ہے۔ ''مَّكَّنّٰهُمْ۔۔۔ فَاَهْلَكْنٰهُمْ'' ایک دوسری جگہ ہم پڑھتے ہیں کہ ''اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى ۝۶ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ۝۷'' (انسان اپنی حد سے نکل گیا اور وہ یہ خیال کرنے لگا کہ اب اسے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔) (علق۔۶و۷)

۱۴۔ موت دو طرح کی ہے: ایک طبیعی موت ہے کہ جب اجل آن پہنچتی ہے اور انسان کی زندگی کا وقت پورا ہو جاتا ہے۔ دوسری موت غیر طبیعی ہے جو کیفر الٰہی کی وجہ سے اور اچانک ہو سکتی ہے۔ ''بِذُنُوْبِهِمْ''

۱۵۔ دولت مند اور قدرت کو اختیار میں رکھنے والے ہرگز یہ خیال نہ کریں کہ دنیا ہمیشہ ان کے اختیار میں رہے گی، خدا تعالیٰ دوسروں کو ان کی جگہ لے آئے گا۔ ''فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ۝۶''

آیت نمبر ۷

وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِيْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ۝۷

ترجمۃ الآیات

(ہٹ دھرم کافر جو بہانوں کی تلاش میں رہتے ہیں ان کیلئے) اگر ہم کاغذ پر (لکھی ہوئی کوئی) کتاب تجھ پر نازل کرتے (اور وہ دیکھنے کے علاوہ) اسے اپنے ہاتھوں سے چھوتے بھی تو پھر بھی کفار یہی کہتے کہ یہ تو کھلے جادو کے سوا اور کچھ نہیں۔

نکات:

☆ مشرکین میں سے ایک گروہ کہتا تھا: ہم اس شرط کے ساتھ ایمان لائیں گے کہ کاغذ پر لکھی ہوئی تحریر کے ساتھ ایک فرشتہ ہم پر نازل ہو۔لیکن وہ جھوٹ بولتے تھے اور صرف بہانوں کی تلاش میں تھے۔

☆ ''قرطاس'' ایسی چیز ہے جس پر لکھا جاتا ہے۔خواہ وہ کاغذ ہو یا لکڑی، کھال یا پتھر ہو لیکن آج کل کاغذ کو کہا جاتا ہے۔

پیغام:

۱۔ جب ضد اور ہٹ دھرمی درمیان میں آجائے تو کوئی بھی دلیل کارگر نہیں ہوتی۔حتیٰ طے شدہ حساب اور واضح باتوں سے بھی انکار کر دیتے ہیں۔ ''فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ - - - اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ۝۷''

۲۔مشرکین اور کفار کی طرف سے پیغمبروں کے ساتھ جادو کی نسبت دینا ایک رائج اور عام بات تھی۔ ''اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ۝۷''

آیت نمبر ۸

وَقَالُوْا لَوْلَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ؕ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ ﴿۸﴾

ترجمۃ الآیات

اور ان (بہانہ بنانے والے کافروں) نے کہا کہ (اگر محمدؐ رسول ہیں تو پھر) اس کے اوپر کوئی فرشتہ کیوں نازل نہ ہوا (تاکہ لوگوں کو خدا کی طرف دعوت دینے میں اسکی مدد کرتا) جبکہ اگر ہم کوئی فرشتہ بھیج دیتے تو (پھر بھی وہ ہٹ دھرمی کرتے اور) ان کا کام تمام ہو جاتا اور پھر انہیں مہلت نہ دی جاتی۔

نکات:

☆ کفار کی طرف سے فرشتے کے نزول کا تقاضا، اگر انسان کی شکل میں ہو تو وہی پیغمبر ہی ہے۔ اگر فرشتہ اپنی اصل میں سامنے آجائے تو لوگ اسے دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتے، انہیں دیکھنے سے ان کی جان نکل جائے گی۔ (تفسیر کبیر، فخر رازی اور تفسیر نور الثقلین)

☆ تکبر کی صفت انسان کو اپنے جیسے انسان کی پیروی کرنے سے روکتی ہے۔ وہ کہتا ہے: یہ انبیا کیوں ہماری طرح کھانا کھاتے ہیں، ہماری طرح بازاروں میں چلتے پھرتے ہیں، لباس بھی ہمارے جیسے پہنتے ہیں۔ ''وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ؕ '' (فرقان۔ ۷)

وہ ایک دوسرے سے کہتے کہ اگر ہم نے اپنے ہی جیسے پیغمبر کی اطاعت کریں تو ہم نقصان میں رہیں گے۔ ''وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ ۙ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۳۴﴾'' (مؤمنون۔ ۳۴)

پیغام:

۱۔ بہانہ گیر کفار، انسان کو مقام رسالت کے لائق نہیں سمجھتے تھے اور فرشتوں کے دیکھنے کا تقاضا کرتے تھے۔ ''لَوْلَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ؕ ''

۲۔ سنت الٰہی یہ ہے کہ اگر معجزہ لوگوں کی درخواست کے مطابق انجام پائے اور پھر انکار کر دیں تو یقینی ہلاکت ان کا

مقدر بن جاتی ہے۔ ''لَّقُضِيَ الْاَمْرُ '' (تفسیر مراغی)

(الٰہی دعوت کا طریقہ یہ رہا ہے کہ پہلے آزادی، تفکر، انتخاب اور مہلت دی جاتی ہے پھر اگر لوگوں کی طرف سے فرشتوں اور آسمانی کھانوں کے نزول کا تقاضا کیا جاتا ہوتو اُن سے فرصت اور مہلت کو سلب کر لیا جاتا ہے، اس صورت میں صرف دعوت کو قبول کرنے کا راستہ باقی رہ جاتا ہے ورنہ ہلاکت ہی ہلاکت ہے۔)

آیت نمبر ۹

وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ۝۹

ترجمۃ الآیات

اور اگر اس (پیغمبر) کو فرشتہ قرار دیتے تو یقیناً اسے بھی ایک مرد کی صورت میں ہی لاتے (پھر بھی وہ کہتے کہ یہ تو ہماری ہی طرح کا ایک انسان ہے اور وہ اُسی شبہ کو تکرار کرتے اس لیے) ہم نے اس بات کو ان کیلئے مشتبہ ہی چھوڑ دیا کہ جیسے وہ (اعتراضات کے ذریعے) دوسروں پر معاملہ مشتبہ بناتے ہیں۔

نکات:

☆ لفظ ''لَبَس'' (بروزن درس) پردہ پوشی اور کسی کام میں غلطی کے معنی میں ہے۔ لفظ ''لُبس'' (بروزن قفل) لباس پہننے کے معنی میں ہے۔ (تفسیر نمونہ)

☆ اگر پیغمبر یا انسانوں کیلئے نمونہ عمل شخصیت فرشتہ ہوتو وہ کس طرح ایسے انسانوں کیلئے نمونہ عمل ہو سکتے ہیں جو خواہشات نفسانی، شکم اور شہوت کا شکار ہوں؟

☆ ممکن ہے آیت کا معنی یوں ہو کہ اگر پیغمبر فرشتہ ہوتے تو ضرور کسی مرد کی شکل میں ظاہر ہوتے تا کہ انہیں دیکھا جا سکے اور یہ بات لوگوں کو پھر سے شک وشبہ میں ڈال دیتی، لوگوں کے ذہنوں میں سوال اٹھتے کہ یہ انسان ہے یا فرشتہ؟ ''لَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ''

پیغام:

۱۔الٰہی سنتیں حکیمانہ ہیں، اِن اُن کی خواہشات کے ساتھ تبدیل نہیں ہوا کرتیں۔ ''لَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا''

(''لَوْ '' کا حرف اس بات کی علامت ہے کہ ہم اپنا کام انجام دیں اور بے جاقسم کے تقاضے نہ کریں۔)

۲۔تربیت اور دعوت کی خاطر ضروری ہے کہ نمونہ عملی بشری ہوتا کہ وہ لوگوں کو دعوت اور عمل میں پیش قدم بن کر دکھائے۔ ''لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا''

۳۔پیغمبر، لوگوں میں سے ہی انتخاب ہوتے ہیں۔ ''لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا''

آیت نمبر ۱۰

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۰﴾

ترجمة الآيات

یقینا تجھ سے پہلے بھی بہت سے پیغمبروں کا مذاق اڑایا گیا تھا لیکن آخرکار جس چیز کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔اسی نے ان کے دامن کو پکڑا۔

نکات:

☆ یہ آیت پیغمبر اسلامؐ کیلئے تسلی خاطر ہے کہ آپؐ سے پہلے والے انبیا کا بھی مذاق اڑایا جاتا رہا ہے، دوسرا یہ کہ ان کیلئے صرف اخروی عذاب ہی نہیں ہے بلکہ انبیا کا مذاق اڑانے والے دنیا میں بھی قہر الٰہی کا شکار ہونگے۔

پیغام:

۱۔دوسروں کی مشکلات کو یاد کرنے سے انسان کا صبر وتحمل زیادہ ہوتا ہے۔دین کی تبلیغ کرنے والے کو چاہیے کہ مخالفین کی طرف سے مذاق اڑائے جانے پر پریشان نہ ہو۔ ''وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ''

۲۔مسخرہ کرنا اور مذاق اڑا دشمن کی طرف سے ایک نفسیاتی جنگ ہے جو کہ قائدین کے حوصلوں کو پست کرنے کیلئے ہوتا ہے، جس کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہیے۔ ''اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ''

۳۔حق کا مسخرہ کرنے والے آخر کار ذلیل ہوتے ہیں اور ان کا استہزا کرنا ان کے دامن گیر ہو جاتا ہے۔''فَحَاقَ بِالَّذِيۡنَ سَخِرُوۡا''

۴۔دین کا مذاق اڑانا، کبیرہ گناہوں میں سے ایک ہے،جس پر عذاب دینے کا وعدہ کیا گیا ہے۔''فَحَاقَ بِالَّذِيۡنَ سَخِرُوۡا۔۔۔)

۵۔خدا تعالیٰ انبیا کا حامی ہے اور(دین کا)مذاق اڑانے والوں کو ہلاک کرنے والا ہے۔''فَحَاقَ بِالَّذِيۡنَ سَخِرُوۡا۔۔۔)

٦۔مسخرہ کرنا اور مذاق اڑانا، کفار کا ہمیشہ سے وطیرہ رہا ہے۔''كَانُوۡا بِهٖ يَسۡتَهۡزِءُوۡنَ۝۱۰''

آیت نمبر ۱۱

قُلۡ سِيۡرُوۡا فِى الۡاَرۡضِ ثُمَّ انْظُرُوۡا كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الۡمُكَذِّبِيۡنَ۝۱۱

ترجمۃ الآیات

(اے رسولؐ! ان سے) کہہ دو کہ تم زمین میں چلو پھرو اسکے بعد (دیکھو اور) غور کرو کہ جو لوگ آیات خداوندی کو جھٹلاتے تھے ان کا انجام کیا ہوا؟

نکات:

☆''سِيۡرُوۡا فِى الۡاَرۡضِ'' کا حکم قرآن مجید میں چھ مرتبہ آیا ہے۔زمین کی سیر و سیاحت کے اس حکم کا مقصد عبرت حاصل کرنا اور انسان بننا ہے لیکن کفار اس آیت کے مقصد کے مطابق ہرگز عمل نہیں کرتے۔

پیغام:

۱۔علم حاصل کرنے، کچھ سیکھنے اور عبرت حاصل کرنے کیلئے سفر کرنا قابل ستائش اور مفید ہے۔''سِيۡرُوۡا فِى الۡاَرۡضِ ثُمَّ انْظُرُوۡا''

۲۔حق کے مخالفین کی شکست اور زوال یقینی ہے۔اگر شک ہو تو ان کی تاریخ کو پڑھیں اور سفر کرنے سے ان کے آثار کو دیکھیں اور عبرت حاصل کریں۔''سِيۡرُوۡا فِى الۡاَرۡضِ ثُمَّ انْظُرُوۡا''

۳۔معاشروں کی عزت اور زوال کے اسباب ایک قانون کے مطابق پیدا ہوتے ہیں۔اگر کسی زمانے میں حق کا انکار اور جھٹلانا، ہلاکت کا سبب تھا تو کسی دوسرے زمانے میں بھی اس کا سبب ہوگا۔''سِيۡرُوۡا فِى الۡاَرۡضِ ثُمَّ انْظُرُوۡا ''

۴۔تہذیبوں کے تباہ ہونے کا ایک سبب انبیا کو جھٹلانا ہے۔''عَاقِبَةُ الۡمُكَذِّبِيۡنَ﴿۱۱﴾ ''

۵۔گذر جانے والے واقعات اہم نہیں ہیں بلکہ آخر کار اہم ہے۔''عَاقِبَةُ الۡمُكَذِّبِيۡنَ﴿۱۱﴾ ''

آیت نمبر ۱۲

قُلْ لِّمَنْ مَّا فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ‌ؕ قُلْ لِّلّٰهِ‌ؕ كَتَبَ عَلٰى نَفۡسِهِ الرَّحۡمَةَ‌ؕ لَيَجۡمَعَنَّكُمۡ اِلٰى يَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ لَا رَيۡبَ فِيۡهِ‌ؕ اَلَّذِيۡنَ خَسِرُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ فَهُمۡ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ﴿۱۲﴾

ترجمۃ الآیات

کہہ دو کہ وہ چیزیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں کس کی ہیں؟ (جواب میں) کہہ دو کہ وہ سب خدا کی ہیں جس نے رحمت (اور بخشش) کو اپنے اوپر ضروری قرار دے لیا ہے (اور اسی دلیل سے) تم سب کو قطعی طور پر قیامت کے دن کہ جس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے، جمع کرے گا۔ صرف وہی لوگ ایمان نہیں لائیں گے جنہوں نے اپنا سرمایہ حیات ضائع کر دیا ہے (اپنی صلاحیتیں ضائع کر دی ہیں جس کی وجہ سے ترقی کی بجائے زوال کا شکار ہیں) اور خسارے کا شکار ہیں۔

نکات:

☆ خدا تعالیٰ پر رحمت کے وجوب کا بیان قرآن مجید میں دو مرتبہ آیا ہے اور وہ بھی اسی سورت کی آیت ۱۲ اور آیت ۵۴ میں بیان ہوا ہے۔

☆''لَا رَيۡبَ فِيۡهِ‌ؕ'' کا جملہ قرآن مجید کیلئے بھی آیا ہے اور قیامت کیلئے بھی آیا ہے۔

☆ استدلال کی بجائے اپنی خواہشات نفسانی کی پیروی کرنا، اولیائے خدا کی پیروی کرنے کی بجائے طاغوت کے پیچھے چلنا، ایمان کو قبول کرنے اور قیامت پر اعتقاد رکھنے کی بجائے اس کا انکار کرنا، نور کے سامنے تسلیم ہونے کی بجائے نار کو گلے

لگانا، کفار کیلئے عظیم خسارے کی بات ہے۔

☆ جس طرح خدا تعالیٰ نے ہم پر بعض فرائض کو واجب قرار دیا ہے اسی طرح خود اپنے اوپر بھی بعض باتوں کو واجب قرار دیا ہے: منجملہ ہدایت کرنا ''اِنَّ عَلَيۡنَا لَلۡهُدٰى ''(لیل۔۱۲) رزق دینا ''عَلَى اللّٰهِ رِزۡقُهَا'' (ہود۔٦) لطف وکرم ''كَتَبَ عَلٰى نَفۡسِهِ الرَّحۡمَةَ '' (انعام۔۱۲) دین خدا کا غلبہ اور کامیابی ''كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغۡلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِىۡ '' (مجادلہ۔۲۱)

لیکن الٰہی رحمت سے فائدہ اٹھانے کیلئے شرط ہے کہ بندگان خدا کے ساتھ رحم کیا جائے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ ''مَنۡ لَّا یَرۡحَمۡ لَا یُرۡحَمۡ'' (کنز العمال، ج ۳، ص ۱۶۲ اور تفسیر فی ظلال القرآن)

☆ جناب سلمانؓ، پیغمبر اکرمؐ سے نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: خدا کی رحمت کے سو درجے ہیں۔ اس کے ایک درجے سے دنیا اس کے لطف وکرم سے بھر گئی ہے۔ قیامت کے دن خدا تعالیٰ اپنی رحمت کے تمام سو درجات کے ساتھ اپنے بندگان سے معاملہ کرے گا۔ (تفسیر فی ظلال القرآن)

☆ قرآن مجید، الٰہی رحمت کو ہر چیز پر حاوی جانتا ہے۔ ''رَحۡمَتِىۡ وَسِعَتۡ كُلَّ شَىۡءٍ '' (اعراف۔۱۵٦) اس رحمت کی کئی ایک مصداق ہیں منجملہ:

بارش: ''يُنَزِّلُ الۡغَيۡثَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا قَنَطُوۡا وَيَنۡشُرُ رَحۡمَتَهٗ '' (شوریٰ۔۲۸)

دن رات: ''وَمِنۡ رَّحۡمَتِهٖ جَعَلَ لَـكُمُ الَّيۡلَ وَالنَّهَارَ'' (قصص۔۷۳)

پیغمبر: ''وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّـلۡعٰلَمِيۡنَ '' (انبیاء۔۱۰۷)

قرآن: ''هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحۡمَةٌ'' (جاثیہ۔۲۰)

تورات: ''كِتٰبُ مُوۡسٰۤى اِمَامًا وَّرَحۡمَةً '' (ھود۔۱۷)

آزادی: ''فَاَنۡجَيۡنٰهُ وَالَّذِيۡنَ مَعَهٗ بِرَحۡمَةٍ مِّنَّا'' (اعراف۔۷۲)

اپنے شریک حیات سے محبت: ''وَجَعَلَ بَيۡنَكُمۡ مَّوَدَّةً وَّرَحۡمَةً '' (روم۔۲۱)

سبزا، اناج اور پھل: ''فَانۡظُرۡ اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحۡمَتِ اللّٰهِ كَيۡفَ يُحۡىِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا '' (روم۔۵۰)

توبہ کی قبولیت: ''لَا تَقۡنَطُوۡا مِنۡ رَّحۡمَةِ اللّٰهِ '' (زمر۔۵۳)

پیغام:

۱۔ پیغمبر کی ایک تبلیغی روش جس پر وہ مامور ہوتے ہیں، سوال و جواب کرنا ہیں۔ ''قُلۡ لِّمَنۡ مَّا فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ قُلْ لِّلّٰهِ ''

۲۔ کائنات، رحمت کی بنیاد پر ہے۔ رحمت الٰہی ہر چیز پر ہر جگہ پر محیط ہے۔ ''كَتَبَ عَلٰى نَفۡسِهِ الرَّحۡمَةَ ''

۳۔جس طرح اس دنیا میں خدا تعالیٰ کی پیدا کردہ ہر چیز (ہوا، بارش، دن رات، سبزا۔ ۔ ۔) رحمت ہے، اسی طرح معاد (برزخ وقیامت) بھی رحمت ہے۔"لَيَجْمَعَنَّكُمْ"

۴۔اگر چہ رحمت الٰہی وسیع اور ضروری ہے لیکن پھر بھی کچھ لوگ خود کو اس سے محروم کر لیتے ہیں۔"خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ"

آیت نمبر ۱۳

وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ؕ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ⑬

ترجمۃ الآیات

اور جو کچھ رات اور دن میں ہے وہ بھی سب اسی کے لیے ہے اور وہ سننے والا جاننے والا ہے۔

نکات:

☆ دن رات، جھولے کی طرح انسان اور دیگر موجودات کو اپنے دامن میں سکون دیتی ہے۔ کچھ موجودات رات میں اور کچھ موجودات دن میں آرام کرتے ہیں۔

پیغام:

۱۔تمام کائنات کا نظام خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے"وَلَهٗ مَا سَكَنَ"اس نظام کا کنٹرول، اس کا اختیار اور اس کی تدبیر بھی خدا تعالیٰ کے دست قدرت میں ہے۔"وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ⑬"

آیت نمبر ۱۴

قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ ؕ قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ⑭

ترجمۃ الآیات

کہہ دو کہ کیا میں غیر خدا کو اپنا ولی بنا لوں جبکہ وہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے، وہ سب کو روزی دیتا ہے اور کوئی اُسے روزی نہیں دیتا۔ تم کہہ دو کہ میں اس بات پر مامور ہوں کہ میں سب سے پہلے اس کے حکم کو تسلیم کرنے والا (مسلمان) ہوں (اور خدا نے مجھے حکم دیا ہے) کہ مشرکین میں سے نہ ہونا۔

نکات:

☆ اس آیت کی شان نزول میں آیا ہے کہ مکہ کے کچھ لوگوں نے پیغمبر اکرمؐ سے کہا: آپؐ نے فقر و غربت کی خاطر بتوں سے ہاتھ کھینچ لیا ہے۔ ہم حاضر ہیں کہ تمہیں بے نیاز کر دیں تا کہ ہماری مخالفت نہ کرو۔ اس موقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی اور انہیں جواب دیا گیا۔

پیغام:

۱۔ انسان اپنی ضرورتوں اور محدودیت کی وجہ سے فطری طور پر کسی سرپرست اور پناہ گاہ کی تلاش میں ہوتا ہے۔ لیکن اصلی بحث یہ ہے کہ کس شخص کی تلاش میں جائیں۔ ''قُلْ اَغَيْرَ اللهِ اَتَّخِذُ۔ ۔ ۔''

۲۔ خداوند ایسا ہے جس نے آسمان و زمین کو بغیر کسی پہلے سے موجود مثال کے خلق فرمایا ہے۔ ''فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ'' فاطر یعنی بغیر کسی مثال کے تخلیقی کام کرنا۔

۳۔ ضرورتوں کو پورا کرنا الٰہی ولایت کی شان ہے۔ ''وَلِيًّا۔ ۔ ۔ وَلَا يُطْعَمُ ؕ''

۴۔ خدا تعالیٰ کے علاوہ سب معبود اور مخلوقات ضرورت مند ہیں۔ ''لَا يُطْعَمُ ؕ''

۵۔ خداوند کیونکہ بشر کا خالق بھی ہے اور اس کا رازق بھی ہے، اس کی ضرورتوں کو بھی پورا کرتا ہے، اسی وجہ سے انسان کو اس کی عبودیت کرنی چاہیے اور اس کی ولایت کو قبول کرنا چاہیے۔ ''فَاطِرِ۔ ۔ ۔ وَهُوَ يُطْعِمُ۔ ۔ ۔ اِنِّيْۤ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ''

۶۔ پیغمبر اکرمؐ اپنی اعتقادی جانبداری کو واضح کرنے پر مامور ہیں۔ ''قُلْ اِنِّيْۤ اُمِرْتُ۔ ۔ ۔''

۷۔ قانون پر عمل کرنے میں راہبر کو پیش قدم ہونا چاہیے، اس میں سب سے زیادہ اخلاص اور (پروردگار کے سامنے) تسلیم ہو جانے کا جذبہ ہونا چاہیے۔ ''اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ''

۸۔ غیر خدا کی ولایت و راہبری کو تسلیم کرنا، شرک ہے۔ ''اَغَيْرَ اللهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا۔ ۔ ۔ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ

الۡمُشۡرِكِيۡنَ ﴿۱۴﴾''

آیت نمبر ۱۵

قُلۡ اِنِّىۡۤ اَخَافُ اِنۡ عَصَيۡتُ رَبِّىۡ عَذَابَ يَوۡمٍ عَظِيۡمٍ ﴿۱۵﴾

ترجمۃ الآیات

کہہ دو کہ اگر میں بھی اپنے پروردگار کی نافرمانی کروں تو بڑے دن (قیامت) کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔

نکات:

☆ ڈر وخوف دو طرح کا ہے:

الف: ناپسندیدہ، جیسے جہاد سے خوف

پسندیدہ، جیسے عذاب الٰہی سے خوف

پیغام:

۱۔ اولیائے خدا کا ڈرنا، قہر الٰہی کی وجہ سے ہے، طاغوت اور لوگوں سے وہ نہیں ڈرتے۔ ''اَخَافُ اِنۡ عَصَيۡتُ رَبِّىۡ''

۲۔ خدا تعالیٰ کی ربوبیت پر توجہ کرنا، گناہ سے پرہیز کرنے کا تقاضا کرتا ہے۔ ''اِنۡ عَصَيۡتُ رَبِّىۡ''

۳۔ کیفر اور نتیجے سے خوف انسان کو انحراف اور خطا سے روکنے کا سبب ہے۔ ''اِنۡ عَصَيۡتُ رَبِّىۡ عَذَابَ يَوۡمٍ عَظِيۡمٍ ﴿۱۵﴾''

۴۔ رسول خداؐ کا قیامت سے ڈرنے کا اظہار کرنا دوسروں کی کردار سازی کیلئے بہت مؤثر ہے۔ ''قُلۡ اِنِّىۡۤ اَخَافُ اِنۡ عَصَيۡتُ رَبِّىۡ عَذَابَ يَوۡمٍ عَظِيۡمٍ ﴿۱۵﴾''

۵۔ دوسروں کی طرف سے لالچ دینے پر اور وعدے کرنے پر قیامت کے روز حساب کتاب کے خوف سے استفادہ کیا جائے۔

(گذشتہ کو سامنے رکھتے ہوئے کہ جس میں یہ تجویز دی گئی تھی کہ ہم آپ کو بے نیاز کر دیتے ہیں یعنی آپ کی ہر ضرورت پوری کر دیتے ہیں تا کہ آپ تبلیغ سے ہاتھ کھینچ لیں۔ پیغمبر اکرمؐ اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ میں قیامت سے ڈرتا ہوں۔)''

اِنِّیۡۤ اَخَافُ اِنۡ عَصَیۡتُ رَبِّیۡ عَذَابَ یَوۡمٍ عَظِیۡمٍ ﴿۱۵﴾‘‘

آیت نمبر ۱۶

مَنۡ یُّصۡرَفۡ عَنۡهُ یَوۡمَئِذٍ فَقَدۡ رَحِمَهٗ ؕ وَذٰلِكَ الۡفَوۡزُ الۡمُبِیۡنُ ﴿۱۶﴾

ترجمۃ الآیات

اس دن جس شخص کے اوپر سے عذاب الٰہی ٹل جائے (تو یوں سمجھو کہ) خدا نے اپنی رحمت اس کے شامل حال کردی ہے اور یہ واضح کامیابی ہے۔

نکات:

☆ رسول خداؐ نے فرمایا: خدا کی قسم جس کے اختیار میں میری جان ہے! قیامت کے دن کوئی بھی اپنے عمل کی وجہ سے جنت میں نہیں جائے گا۔ پوچھا گیا کہ کیا آپؐ بھی یارسول اللہؐ؟!

فرمایا: میں بھی، مگر یہ کہ خدا تعالیٰ کی رحمت اور اس کا فضل مجھے اپنے دامن میں لے لے۔ پھر آپؐ نے اپنے دونوں ہاتھ اپنے سر پر رکھے اور یہ آیت تلاوت فرمائی۔ (تفسیر مجمع البیان اور تفسیر نور الثقلین)

البتہ واضح ہے کہ رحمت الٰہی صرف اعمال صالح اور نیک افراد سے ہی متعلق ہوگی۔

پیغام:

۱۔ خطرہ سب کیلئے ہے اور عذاب الٰہی سے نجات کیلئے اس کا خاص لطف وکرم چاہیے۔ ’’مَنۡ یُّصۡرَفۡ عَنۡهُ یَوۡمَئِذٍ فَقَدۡ رَحِمَهٗ ؕ‘‘

۲۔ خدا کے سامنے تسلیم ہونے سے رحمت الٰہی کے راستے کھلتے ہیں، راہیں ہموار ہوتی ہیں۔ ’’اِنِّیۡۤ اُمِرۡتُ اَنۡ اَکُوۡنَ اَوَّلَ مَنۡ اَسۡلَمَ۔ مَنۡ یُّصۡرَفۡ عَنۡهُ یَوۡمَئِذٍ فَقَدۡ رَحِمَهٗ ؕ‘‘

۳۔ صرف اللہ کی رحمت اس کے قہر کو پلٹا سکتی ہے، ہمارے اعمال کا قبول ہونا اور اولیائے خدا کی شفاعت کا قبول کیے جانا بھی اس کی رحمت کا ایک پہلو ہے۔ ’’مَنۡ یُّصۡرَفۡ عَنۡهُ یَوۡمَئِذٍ فَقَدۡ رَحِمَهٗ ؕ‘‘

آیت نمبر ١٧۔ ١٨

وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ؕ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿١٧﴾

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿١٨﴾

ترجمۃ الآیات

اگر اللہ (آزمائش، ہدایت کی خاطر یا اعمال کی سزا کے طور پر) تجھے کوئی نقصان پہنچائے تو اس کے علاوہ کوئی بھی اسے برطرف نہیں کرسکتا اور اگر وہ تجھے کوئی بھلائی پہنچائے تو وہ تمام چیزوں پر قادر ہے۔

وہی ہے جو اپنے تمام بندوں پر قاہر اور مسلط ہے اور وہ حکیم و خبیر ہے۔

نکات:

☆''قھر''اس طرح کے غلبے کو کہا جاتا ہے کہ جس میں مقہور غلبہ کرنے والے کے سامنے ذلیل ہوجائے۔

☆ آیت ١٤ میں خدا تعالیٰ کی ولایت اور رزاقیت کا ذکر ہوا''ولیا۔۔۔ وَهُوَ يُطْعِمُ'' آیت ١٥ میں اس کی قہاریت اور قیامت کا ذکر ہوا''اِنِّيْٓ اَخَافُ۔۔۔ عَذَابَ'' آیت ١٦ میں نجات اور خدا کی رحمت کا ذکر کیا گیا''۔۔۔ فَقَدْ رَحِمَهٗ ؕ'' آیت ١٧ میں مشکلات کے حل اور نیکی تک پہنچنے کی بات کی گئی''فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ؕ''اور اس آیت میں خدا تعالیٰ کی مطلقہ قدرت کا ذکر کیا جارہا ہے۔''وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ؕ''

پیغام:

١۔ دوسروں سے نہیں ڈرنا چاہیے کیونکہ خدا تعالیٰ کی قدرت تمام قدرتوں پر حاوی ہے۔''وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ؕ''

٢۔ خدا تعالیٰ کی قدرت اور قہاریت اس کی حکمت اور اس کے علم کے ساتھ ہے۔''الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿١٨﴾''

٣۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے نفع نقصان کا ہونا، اس کی حکمت اور آگاہی کی بنیاد پر ہے۔''يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ۔۔۔

يَّمۡسَسۡكَ بِخَيۡرٍ - - - وَهُوَ الۡحَكِيۡمُ الۡخَبِيۡرُ ﴿۱۸﴾"

آیت نمبر ۱۹

قُلۡ اَىُّ شَىۡءٍ اَكۡبَرُ شَهَادَةً ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ شَهِيۡدٌۢ بَيۡنِىۡ وَبَيۡنَكُمۡ ۚ وَاُوۡحِىَ اِلَىَّ هٰذَا الۡقُرۡاٰنُ لِاُنۡذِرَكُمۡ بِهٖ وَمَنۡۢ بَلَغَ ؕ اَئِنَّكُمۡ لَتَشۡهَدُوۡنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخۡرٰى ؕ قُلۡ لَّاۤ اَشۡهَدُ ۚ قُلۡ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِىۡ بَرِىۡٓءٌ مِّمَّا تُشۡرِكُوۡنَ ﴿۱۹﴾

ترجمۃ الآیات

کہہ دو کہ سب سے بڑی گواہی کس کی ہے؟ کہہ دو کہ خدا میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے۔ اس نے یہ قرآن میرے اوپر وحی کیا ہے تا کہ تمہیں اور ان تمام افراد کو ڈراؤں جب تک یہ پیغام پہنچے۔ کیا سچ مچ تم یہ گواہی دیتے ہو کہ خدا کے ساتھ دوسرے خدا بھی ہیں؟ کہہ دو کہ میں ہرگز اس قسم کی گواہی نہیں دیتا۔ کہہ دو کہ خدا یگانہ و یکتا ہے اور میں اس سے جو اس کا شریک قرار دے بری و بیزار ہوں۔

نکات:

☆ مشرکین مکہ، پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے ان کی رسالت پر گواہ پیش کرنے کا مطالبہ کرتے تھے اور آنحضورؐ کی نبوت کو قبول نہیں کرتے تھے۔ وہ کہتے تھے: یہودی اور عیسائی بھی آپؐ کو پیغمبر تسلیم نہیں کرتے۔ یہ آیت اسلام کی غربت کو بیان کرتے ہوئے اسلام کے روشن مستقبل اور عالمی رسالت کی خبر دے رہی ہے۔

☆ "اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ" کی تفسیر میں حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: اگر کچھ اور بھی خدا ہوتے تو وہ بھی اپنے اپنے پیغمبر بھیجتے۔ (نہج البلاغہ، نامہ ۳۱)

☆ کچھ قیدیوں کو پیغمبر اکرمؐ کی خدمت میں پیش کیا گیا، آنحضورؐ نے ان سے پوچھا: کیا ابھی تک آپ کو اسلام کی دعوت دی گئی ہے؟ سب نے جواب لہٰذا دیا: نہیں۔ آنحضورؐ نے فرمایا: ان سب کو پرامن جگہ پر لے جائیں اور رہا کر دیں کیونکہ

جس نے ابھی تک اسلام کی صدا نہیں سنی، اسے قید نہیں کیا جانا چاہیے۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی: ''لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ؕ'' (تفسیر درالمنثور)

☆ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: ہمیشہ خدا کا خوف دلانے کیلئے کسی خوف دلانے والے کا ہونا ضروری ہے، لہٰذا امامت اور الٰہی راہبر کا بھی تا ابد قرآن کے ہمراہ ہونا ضروری ہے۔ (تفسیر صافی)

☆ عام طور پر انسان میں فائدہ حاصل کرنے سے زیادہ نقصان سے بچنے کیلئے مضبوط احساس پایا جاتا ہے۔ اس لیے قرآن مجید نے خوف دلانے والے مسئلے پر زیادہ تاکید کی ہے۔ ''لِاُنْذِرَكُمْ'' دوسری آیات میں بھی پڑھتے ہیں کہ ''اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِيْرٌ ۝۲۳'' (فاطر۔ ۲۳) ''اِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۵۰'' (عنکبوت۔ ۵۰)

☆ متعدد احادیث میں ''مَنْۢ بَلَغَ ؕ'' کی تفسیر میں ائمہ معصومین علیہم السلام کو اس کا مصداق بیان کیا گیا ہے۔ (تفسیر عیاشی)

امام جعفر صادق علیہ السلام بھی ''مَنْۢ بَلَغَ ؕ'' کے بارے فرماتے ہیں: اس سے مراد وہ ہے جس کو امامت کے فرائض سونپے گئے ہیں اور وہ پیغمبرؐ کی مانند لوگوں کو قرآن کے ذریعے خوف دلاتا ہے۔ (کافی، ج ۱، ص ۴۱۶)

پیغام:

۱۔ پیغمبر اسلام کی حقانیت اور سچائی کیلئے خدا تعالیٰ کافی ہے۔ ''قُلِ اللّٰهُ ۙ شَهِيْدٌ''

۲۔ غفلت، سہو ونسیان، فراموشی، محدودیت، انسان میں کسی بات کو ذہن نشین کرنے اور محفوظ کرنے کی قوت کو کمزور کر دیتی ہیں۔ اسی طرح ایسے شخص کے گواہ بننے کی صلاحیت کو بھی کم کر دیتی ہیں۔ چونکہ خدا تعالیٰ ان عوارض اور کمزوریوں سے مبرا اور دور ہے لہٰذا بہترین گواہ ہے۔ ''اَكْبَرُ شَهَادَةً ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ''

۳۔ پیغمبر اسلام کی رسالت پر قرآن مجید بھی ایک بڑا گواہ ہے۔ ''شَهِيْدٌۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۚ وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ''

۴۔ غافل لوگوں کیلئے خوف دلانے کے انداز میں باتیں کرنا زیادہ موثر ہے۔ ''لِاُنْذِرَكُمْ'

۵۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت تمام زمانوں کیلئے، تمام انسانوں اور تمام نسلوں کیلئے ہے۔ ''لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ؕ''

۶۔ جب تک لوگوں کو قانون سے آگاہ نہ کر دیا جائے، سزا اور سرزنش نہیں ہونی چاہیے۔ ''وَمَنْۢ بَلَغَ ؕ'' علم اصول کی اصطلاح کے مطابق عقاب بغیر بیان، قبیح ہے۔

۷۔ آسمانی راہبر کیلئے ضروری شرائط میں سے مکتب پر ایمان ہے: ''وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ'' آئندہ کے بارے میں اُمید رکھنا ''وَمَنْۢ بَلَغَ ؕ'' بے خوفی اور ثابت قدمی ''قُلْ لَّآ اَشْهَدُ ۚ'' اور شرک سے بیزاری ''اِنَّنِيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا

تُشْرِكُوْنَ﴿۱۹﴾ "

آیت نمبر ۲۰

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ؕ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴿۲۰﴾

ترجمۃ الآیات

وہ لوگ جنہیں ہم نے آسمانی کتاب دی ہے (یہود و نصاریٰ) اس (محمدؐ پیغمبر کو) اچھی طرح پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ (گذشتہ انبیا و آسمانی کتب کی بشارتوں کو آنحضورؐ کے بارے سچ جانتے ہیں لیکن اس بات کو قبول کرنے کیلئے تیار نہیں ہیں۔) پس وہ لوگ جو (فطرت، ہدایت اور آئندہ کی خوشبختی کے بارے) خود کو نقصان پہنچاتے ہیں، ایمان نہیں لائیں گے۔

نکات:

☆ یہ آیت سورہ بقرہ کی آیت ۱۴۶ سے شباہت رکھتی ہے۔

☆ تورات اور انجیل میں پیغمبر اسلامؐ کا نام اور علائم ذکر تھیں۔ اہل کتاب علما انہیں پیغمبر موعود کے عنوان سے لوگوں کے درمیان بیان کیا کرتے تھے، خوشخبری دیا کرتے تھے۔ ان کی کتابوں میں آنحضورؐ اور ان کے صحابہ کی اخلاقیات کا ذکر بھی ملتا ہے۔ "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ ۔ ۔ ۔ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِى التَّوْرٰىةِ ۛۚ وَمَثَلُهُمْ فِى الْاِنْجِيْلِ ۛۚ كَزَرْعٍ ۔ ۔ ۔ "(فتح۔۲۹)

پیغام:

۱۔ خدا تعالیٰ نے اہل کتاب پر اپنی حجت تمام کر دی اور وہ پیغمبر اسلام کو اچھی طرح سے جانتے اور پہچانتے تھے۔ " اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ "

۲۔ پیغمبر کو ایسا پہچانا جانا چاہیے کہ اس میں کوئی شک نہ رہ جائے۔ " يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ؕ "

۳۔صرف شناخت اور علم، انسان کی نجات کا ذریعہ نہیں ہے، کتنے ہی خدا شناس، پیغمبر شناس، دین شناس ایسے ہیں جو دشمنی اور ضد وہٹ دھرمی کی وجہ سے زیاں کار اور نقصان اٹھانے والے رہے ہیں۔''یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ۘ اَلَّذِیْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ''

۴۔حق کا انکار اور اسے چھپانا، بری عاقبت اور خود کو نقصان پہنچانے کا سبب ہے۔''خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ۠﴿۲۰﴾''

آیت نمبر ۲۱

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰیٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ﴿۲۱﴾

ترجمۃ الآیات

اس شخص سے زیادہ اور کون ظالم ہوگا جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا (اور اس کے لیے شریک کا قائل ہوا) یا اس کی آیات کو جھٹلایا؟ یقیناً ظالم نجات کا منہ نہ دیکھیں گے۔

نکات:

☆''وَمَنْ اَظْلَمُ'' کی تعبیر قرآن مجید میں پندرہ مرتبہ آئی ہے جو کہ خدا تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے، لوگوں کو مسجد سے روکنے، گواہی اور حق کو چھپانے سے متعلق ہے۔اس سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ لوگوں کو ہدایت سے روکنا، سمجھ بوجھ میں رکاوٹ کھڑی کرنا، ایک تہذیب پر اور ایک معاشرے پر بدترین ظلم ہے۔

پیغام:

۱۔کوئی چیز جتنی محترم ہو اور مقدس ہو، اس پر ظلم کا خطرہ اُسی قدر زیادہ ہے۔اسی بنا پر خدا تعالیٰ پر ظلم اور اس مقدس ذات الٰہی پر جھوٹ باندھنا بدترین ظلم ہے۔''وَمَنْ اَظْلَمُ''

۲۔فکر کے بارے میں ظلم، انسانوں کی تہذیب وثقافت کے ساتھ ظلم، بدترین مظالم میں سے ہے۔شرک، خدا تعالیٰ پر جھوٹ باندھنا، جھوٹی نبوت کا دعویٰ کرنا، بدعت ایجاد کرنا، تفسیر بہ رائے، یہ سب اِسی قسم کے مظالم کے نمونے ہیں۔''وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰیٰتِهٖ ؕ''

آیت نمبر ۲۲

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَيْنَ شُرَكَآؤُكُمُ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۲۲﴾

ترجمۃ الآیات

وہ دن جس میں ہم ان کو محشور کریں گے تو مشرکین سے کہیں گے کہ تمہارے وہ معبود کہاں ہیں، جنہیں تم خدا کا شریک خیال کرتے تھے (وہ تمہاری مدد کیوں نہیں کرتے)؟

نکات:

☆ قیامت کے دن مشرکین سے سخت اور ذلت آمیز پوچھ گچھ، اس بات کی علامت ہے کہ وہ کامیابی سے محروم ہیں۔ وہی محرومیت جس کا گذشتہ آیت میں ذکر کیا گیا ہے۔

☆ اگرچہ آیت شرک کے بارے میں بیان کر رہی ہے لیکن وہ لوگ جو اولیائے خدا کے علاوہ کسی اور کو راہبر بنا لیں اور خدا تعالٰی کے معصوم اولیا کی مخالفت کریں اور ان کے خلاف جنگ برپا کریں، ان کا یہ عمل ایک طرح سے شرک کے زمرے میں آتا ہے۔

زیارت جامعہ کبیر میں ہم پڑھتے ہیں کہ "ومن حاربکم مشرك" جو کوئی تم سے جنگ کرے وہ مشرک ہے۔ (مفاتیح الجنان)؛ حدیث میں وارد ہے: "الراد علینا کالراد علی الله وهو علی حد الشرك بالله" جو کوئی ہمارے کلام اور ہماری راہ کا انکار کرے، وہ اُس شخص جیسا ہے جس نے خدا کے کلام کو قبول نہ کیا ہوا اور ایسا شخص مشرک کے زمرے میں آتا ہے۔ (کافی، ج۱،ص ۶۷)

پیغام:

۱۔ قیامت کا دن مشرکین کیلئے توحید کے حق ہونے کا دن ہے۔ "اَيْنَ شُرَكَآؤُكُمْ" پوچھا جائے گا کہ تمہارے ساتھ شرک کرنے والے کہاں ہیں؟

۲۔ شرک سوائے ایک خیال کے کچھ نہیں ہے۔ "تَزْعُمُوْنَ ﴿۲۲﴾" وہ گمان کرتے ہیں۔

آیت نمبر ۲۳_ ۲۴

ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ﴿٢٣﴾

اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿٢٤﴾

ترجمۃ الآیات

(بتوں کو بہت زیادہ چاہنے کی وجہ سے خدا تعالیٰ کے حضور) پھر ان کے پاس جواب اور عذر نہیں ہوگا مگر یہ کہ (بتوں سے بیزاری کرتے ہوئے وہ) کہیں گے اس خدا کی قسم جو ہمارا پروردگار ہے ہم مشرک نہیں تھے۔

دیکھو وہ کس طرح خود اپنے آپ سے جھوٹ بولتے ہیں (وہ تمام بت اور شریک جنہیں وہ بنایا کرتے تھے، وہ سب مٹ گئے ہیں) اور جو کچھ خدا کے بارے میں جھوٹ کی نسبت دیا کرتے تھے سب کچھ ان کے ہاتھ سے نکل گیا ہے۔

نکات:

☆ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ''لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ'' میں ''فتنہ'' سے مراد مشرکین کی معذرت خواہی ہے۔ (تفسیر مجمع البیان)

☆ ''ضل الشیء'' کسی چیز کے ضائع ہونے، ہلاک اور نابودی کے معنی میں ہے۔ (لسان العرب)

☆ جھوٹوں کی دنیا میں جو عادت بن جائے گی اُسی کے مطابق وہ قیامت میں بھی جھوٹ ہی بولیں گے۔ ''وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ﴿٢٣﴾''

چنانچہ دوسری جگہ ارشاد ہے: ''يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ ؕ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿١٨﴾'' اس دن اللہ سب کو اکٹھا حاضر کرے گا پھر وہ قسم کھائیں گے جس طرح وہ تمہارے

لیے قسم کھاتے تھے۔؟؟ (مجادلہ۔ ۱۸)

☆ ایک روایت میں حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: اس جھوٹ کے بعد ان کے لبوں پر مہر لگا دی جائے گی اور اس کے دیگر اعضا حق کو بیان کریں گے۔ (تفسیر کنز الدقائق)

☆ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: قیامت کے دن خداوند تعالیٰ یوں عفو و درگذر فرمائے گا کہ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا، یہاں تک کہ مشرکین کہیں گے: کاش! ہم مشرک نہ ہوتے۔ (تاکہ خدا کی اس عفو و درگذر ہمارے بھی شامل حال ہو جاتی۔) (تفسیر عیاشی)

پیغام:

۱۔ قیامت اس طرح یقینی ہے کہ گویا ابھی موجود ہے۔ ''اُنْظُرْ'' نہیں فرمایا 'ستنظر''۔

(پیغمبر خدا دنیا میں بھی ملکوتی آنکھ کے ساتھ دیکھ سکتے ہیں اور قیامت کے واقعات کو اپنی ملکوتی بصیرت و بصارت سے ہمہ وقت مشاہدہ کر سکتے ہیں۔)

۲۔ غیر الٰہی سب سہارے نابود ہو جائیں گے۔ ''ضَلَّ عَنْهُمْ''

۳۔ اللہ کی بارگاہ میں نہ انسان کا جھوٹ کام آئے گا اور نہ ہی اس کی قسمیں کام آئیں گی۔ ''وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۲۴''

۴۔ غیر الٰہی سہارے پر اس قدر مان کرنا اور اصرار کرنا، سوائے ایک خیال کے کچھ نہیں ہے۔ ''وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۲۴''

آیت نمبر ۲۵

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْكَ يُجَادِلُوْنَكَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۲۵

ترجمۃ الآیات

ان میں سے کچھ لوگ (ظاہری طور پر) تیری بات کو سنتے ہیں لیکن ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں تاکہ وہ اسے نہ سمجھیں اور (حق کو سننے کے حوالے سے) ہم نے ان کے کانوں کو بوجھل کر دیا ہے اور وہ (اس قدر ہٹ دھرم ہیں) کہ اگر حق کی تمام نشانیاں اور معجزات کو دیکھ لیں تب بھی ایمان نہیں لائیں گے۔ یہاں تک کہ وہ جب تیرے پاس آتے ہیں تو تجھ سے جھگڑنے لگتے ہیں اور کافر کہتے ہیں کہ یہ تو پرانے لوگوں کے افسانوں کے سوا کچھ نہیں ہے۔

نکات:

☆ اس آیت کی شان نزول میں آیا ہے کہ ابوسفیان، ولید بن مغیرہ، عتبہ، شیبہ اور نضر بن حارث، کعبہ کے پاس پیغمبر اکرمؐ کی تلاوت قرآن سن رہے تھے۔ نضر سے پوچھتے ہیں: یہ کیا پڑھ رہا ہے؟ اس نے جواب دیا: کعبہ کے خدا کی قسم مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہی کہ یہ کیا پڑھ رہا ہے!! لیکن سوائے گذشتہ لوگوں کے افسانوں اور داستانوں کے کچھ نہیں ہے۔ میں نے کئی بار اس قسم کی کہانیاں تم لوگوں کو سنائی ہیں۔

اس موقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی اور ان کی آپس کی گفتگو کی طرف اشارہ کیا گیا۔

☆ ''اَكِنَّةً'' جمع ہے ''کن'' یا ''کنان'' کی، جس کے معنی ''پردہ'' ہیں۔ ''وقر'' کے معنی بھاری پن ہے۔ ''اَسَاطِيْرُ'' جمع ہے ''اسطورہ'' کی، جس کے معنی یکے بعد دیگرے اور خیالی ہونا ہے، ایسا خیال جو سننے میں دلچسپ ہے۔

☆ دل پر پردہ پڑ جانا اور کانوں کا بھاری ہو جانا، مشرکین کی ضد اور ہٹ دھرمی کے سبب ہے۔ قرآن فرماتا ہے: ''فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ؕ'' (صف۔۵)

☆ گذشتہ آیت میں مشرکین کے بارے میں بات کی گئی ہے۔ جبکہ اس آیت میں اُسی گروہ کو ''الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا'' کہا گیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مشرکین ہی کافر ہیں۔

پیغام:

۱۔ تمام انبیا اور ہر دور کے الٰہی راہبروں کو چاہیے کہ وہ کفار، مخالفین اور ان کی سازشوں سے آگاہ رہیں۔ ''وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ'' اور ان میں سے وہ جو تمہاری باتوں کو سنتے ہیں۔

۲۔ سارے کافروں سے مایوس نہ ہو جائیں۔ ان میں سے بعض ہٹ دھرم ہیں۔ ''وَمِنْهُمْ'' اور ان میں سے کچھ

اچھے ہیں۔

۳۔قرآن مجید کی تلاوت کو سننا اُس وقت اہمیت رکھتا ہے جب دل پر اثر کرے۔سیاہ دل اور سخت دل پر ہدایت کی آواز مؤثر نہیں ہوتی۔''اَکِنَّۃً اَنۡ یَّفۡقَهُوۡهُ''

۴۔کفار اپنے انکار پر مصر ہیں اور خدا تعالیٰ کا ان کے دل پر پردہ ڈال دینا، اسی دشمنی اور انہی کے اپنے اصرار کی وجہ سے ہے۔''اِنۡ یَّرَوۡا کُلَّ اٰیَۃٍ لَّا یُؤۡمِنُوۡا''اگر ساری آیات اور نشانیوں کو دیکھ لیں تب بھی ایمان نہیں لائیں گے۔

۵۔ضد اور ہٹ دھرمی کا کوئی علاج نہیں ہے، یہ لا علاج بیماری ہے، جس کا باعث خود انسان ہے۔آئینہ جس میں لہریں ہوتی ہیں، بہترین صورتوں کو بھی بدنما بنا کر دیکھا تا ہے۔''وَاِنۡ یَّرَوۡا کُلَّ اٰیَۃٍ لَّا یُؤۡمِنُوۡا''اگر ساری آیات اور نشانیوں کو دیکھ لیں تب بھی ایمان نہیں لائیں گے۔

۶۔جدل، بدظنی، منفی سوچ اور پہلے سے طے شدہ غلط فیصلوں کے ساتھ، اگر کوئی حتیٰ پیغمبر کے ساتھ بھی ملاقات کرے، آپ کی صحبت میں رہے، کوئی ہدایت اور فائدہ حاصل نہ کر پائے گا۔''جَآءُوۡکَ یُجَادِلُوۡنَکَ ۔ ۔ ۔''تمہارے پاس تمہارے ساتھ جدل کرنے کی خاطر آتے ہیں۔

۷۔کافروں کے پاس پیغمبر اسلامؐ کے ساتھ مقابلہ کرنے کیلئے کوئی معقول اور منطقی راستہ نہ تھا۔وہ جلد ہی منفی راستوں کا انتخاب کرنے کا فیصلہ کر لیتے تھے۔(جلد ہی جھگڑا کرنا اور تہمت لگانا، بتاتا ہے کہ وہ منطق اور درست فہم سے کوسوں دور تھے۔)''یُجَادِلُوۡنَکَ ۔ ۔ ۔''

آیت نمبر ۲۶

وَهُمۡ یَنۡهَوۡنَ عَنۡهُ وَیَنۡـَٔوۡنَ عَنۡهُ ۚ وَاِنۡ یُّهۡلِكُوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡفُسَهُمۡ وَمَا یَشۡعُرُوۡنَ ﴿۲۶﴾

ترجمة الآیات

وہ دوسروں کو اس (پیغمبر اور قرآن) سے روکتے ہیں اور خود بھی اس سے دوری اختیار کرتے ہیں لیکن وہ (جان لیں کہ) اپنے سوا کسی کو ہلاک نہیں کرتے لیکن سمجھتے نہیں۔

نکات:

☆ ''یَنْھَوْنَ'' کا لفظ ''ن ہ ی'' کے مادے سے ''دور کرنے'' کے معنی میں ہے۔

☆ بعض اہل سنت مفسرین نے اس آیت کو جناب ابو طالب سے متعلق قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ وہ پیغمبر اکرم کو اذیت کرنے سے لوگوں کو منع کیا کرتے تھے لیکن خود ایمان نہیں لاتے تھے اور مسلمان ہونے سے دور رہا کرتے تھے۔ بعض دوسری آیات کو بھی اسی زمرے میں لاتے ہیں جیسے سورہ توبہ کی ۱۱۳ اور قصص کی آیت ۵٦ ہے۔

مکتب اہلبیت کے پیروکار اہل تشیع جناب ابو طالب کو بہترین مسلمان تصور کرتے ہیں اور جناب ابو طالب کے ایمان پر دلائل میں سب سے اہم دلیل ان کا حضرت علی علیہ السلام کا والد گرامی ہونا ہے۔ ذیل میں بعض دلائل کا مختصر طور پر ذکر کیا جا رہا ہے:

۱۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور پیغمبر اکرمؐ کی اہلبیت علیہم السلام نے جناب ابو طالبؑ کے ایمان سے متعلق بہت سے بیانات ارشاد فرمائے ہیں جو کہ ان کے ایمان پر دلیل ہیں۔

۲۔ مشکل اور سخت ترین حالات میں بھی جناب ابو طالب کا بے باکی کے ساتھ پیغمبر اکرم کا دفاع کرنا۔

۳۔ جناب ابو طالب نے اپنے اشعار میں جا بجا پیغمبر اکرمؐ سے اپنی عقیدت کا اظہار کیا ہے اور خدا تعالیٰ پر اپنے عقیدے کو بیان کیا ہے۔

۴۔ جناب ابو طالب نے اپنی بیوی، اولاد اور بھائی حمزہ کے بارے میں وصیت کی ہے، جس میں دین اسلام کا دفاع، پیغمبر اکرمؐ کی حمایت اور نماز کی پابندی کرنے کے بارے میں تاکید موجود ہے۔

۵۔ جناب ابو طالبؑ کی وفات پر حضرت پیغمبر اکرمؐ کا اندوہ ناک ہونا اور غم و افسوس کا اظہار کرنا۔

٦۔ جناب ابو بکر اور جناب عباس نے گواہی دی ہے کہ حضرت ابو طالب نے حالت احتضار میں ''لا الہ الا اللہ و محمد رسول اللہ'' کا کلمہ پڑھا تھا۔

۷۔ رسول خداؐ جناب ابو طالبؑ کی وفات کے بعد منبر پر جا کر ان کیلئے دعا فرمائی، ان کے تشیع جنازہ میں شرکت فرمائی۔ حضرت علیؑ کو کفن اور دفن کا حکم دیا۔ صرف نماز جنازہ ادا نہ کی گئی کیونکہ اس وقت تک نماز جنازہ کے وجوب کا حکم نہیں آیا تھا، جیسا کہ حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کی نماز جنازہ بھی ادا نہیں کی گئی۔

۸۔ حضرت علی علیہ السلام نے معاویہ کو ایک خط میں لکھا ہے کہ میرے والد ابو طالب اور تمہارے باپ ابوسفیان کے درمیان بہت فرق ہے۔

۹۔ رسول خداؐ نے فرمایا: قیامت کے دن میں اپنے والدین اور چچا ابو طالب کی شفاعت کروں گا۔

۱۰۔ ایک حدیث میں ہم پڑھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے حضرت پیغمبر اکرم پر وحی نازل کی کہ آپ کے والدین اور آپ کی

کفالت کرنے والے آپ کے چچا پر آگ حرام ہے۔

۱۱۔جناب فاطمہ بنت اسد جو کہ پاک دامن، نیک سیرت اور مہاجرین میں سے ہیں، ان کے مسلمان ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ اگر ان کے شوہر جناب ابو طالب مسلمان نہ ہوتے تو رسول خداؐ ہرگز اجازت نہ دیتے کہ اس عورت کا شوہر ایک بے ایمان شخص ہو۔(الغدیر، ج ۷ و ۸؛ الصحیح من السیرہ، ج ۱، ص ۱۳۴ تا ۱۴۲)

پیغام:

۱۔کفار اور مشرکین ہمیشہ فساد برپا کرنے اور خراب کاری کرنے میں لگے رہتے تھے۔ لوگوں کو قرآن مجید کی آیات سننے سے روکا کرتے تھے۔''وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ۔۔۔''

۲۔حق کو قبول کرنے سے بچتے رہنا، اپنے آپ کو دور رکھنا، حقیقت میں انسان کا خود کو ہلاکت اور بربادی کی طرف لے کر جانا ہے۔''وَاِنْ يُّهْلِكُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ''

۳۔حقیقی شعور اور عقل مندی حق کا راستہ پا لینے میں ہے۔ کسی شخص کا راہ حق کو کھو دینا اور سچے راہبر کا ساتھ چھوڑ دینا، خواہ وہ کسی کی طرف سے یا کسی بھی وجہ سے ہو، ناسمجھی اور بے شعوری ہے۔''وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٢٦﴾''

آیت نمبر ۲۷

وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٢٧﴾

ترجمة الآيات

اگر تم (ان کی حالت) دیکھو جس وقت آگ کے سامنے کھڑے ہوئے کہتے ہیں کہ کاش ہم (دوبارہ دنیا کی طرف) پلٹ جاتے اور اپنے پروردگار کی باتوں کی تکذیب نہ کرتے اور (سچے) مومنین میں سے ہو جاتے۔

نکات:

☆ قرآنی آیات کی روشنی میں دنیا کی طرف پلٹنے کی خواہش، موت کے وقت بھی انسان کرتا ہے، قبر میں بھی اور قیامت کے دن بھی کرے گا۔''رَبِّ ارْجِعُوْنِ ﴿٩٩﴾ لَعَلِّيْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا'' اے میرے رب ہمیں واپس پلٹا دے شاید ہم نیک اعمال بجا

لائیں۔(مؤمنون۔۹۹۔۱۰۰)

جہنم میں بھی انسان دنیا میں پلٹ جانے کی خواہش کرے گا:"رَبَّنَآ اَخۡرِجۡنَا مِنۡهَا فَاِنۡ عُدۡنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوۡنَ﴿۱۰۷﴾" اے ہمارے رب ہمیں یہاں سے باہر نکال دے، اگر ہم ظالم ہوئے تو پھر ہمیں یہاں واپس پلٹا دینا۔(مؤمنون۔۱۰۷)

☆ ۲۳ ویں آیت میں مشرکین اپنے شرک کا انکار کرتے ہیں لیکن اس آیت میں وہ اس بات کا اعتراف کرتے ہیں اور واپسی کا تقاضا کر رہے اور اپنی غلطیوں کا ازالہ کرنے کی باتیں کر رہے ہیں۔

پیغام:

۱۔جب کافروں کو آگ میں ڈالا جائے گا تو وہ بہت زیادہ وحشت زدہ ہو کر ذلت کے ساتھ فریاد کریں گے۔"اِذۡ وُقِفُوۡا عَلَى النَّارِ فَقَالُوۡا" جب انہیں آگ کے قریب لے جایا جائے گا تو وہ بولیں گے۔قیامت کے مراحل اور اس میں ٹھہرنے کی بہت سے جگہیں ہیں، کچھ مراحل ایسے ہیں جہاں گنہکار فریاد کریں گے اور کچھ جگہیں ایسی ہیں جہاں ان کے لبوں پر مہر لگا دی جائے گی۔

۲۔آیات الٰہی کو جھٹلانے سے آخرت میں پشیمانی کا سامنا کرنا پڑے گا۔خدا تعالیٰ کی طرف سے دیکھائی جانے والی نشانیاں انسان کو شک کی حالت سے نکلنے میں مدد کرتی ہیں۔"اِذۡ وُقِفُوۡا عَلَى النَّارِ فَقَالُوۡا يٰلَيۡتَنَا" جب انہیں آگ کے پاس لے جایا جائے گا۔۔۔ تو وہ کہیں گے اے کاش!(ہم دنیا میں پلٹ جائیں)

۳۔جب تک فرصت ہے، ایمان لے آنا چاہیے کیونکہ آخرت میں سے واپسی کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔"يٰلَيۡتَنَا نُرَدُّ" قیامت کے دن کافروں کی آرزو اور حسرت ہوگی کہ وہ دنیا میں پلٹ جائیں، ایمان لے آئیں اور اطاعت کریں۔"وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوۡنَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ﴿۲۷﴾"

آیت نمبر ۲۸

بَلۡ بَدَا لَهُمۡ مَّا كَانُوۡا يُخۡفُوۡنَ مِنۡ قَبۡلُ‌ؕ وَلَوۡ رُدُّوۡا لَعَادُوۡا لِمَا نُهُوۡا عَنۡهُ وَاِنَّهُمۡ لَكٰذِبُوۡنَ﴿۲۸﴾

ترجمۃ الآیات

(وہ واقع میں پشیمان نہیں ہیں) بلکہ ان کے وہ (کفر اور نفاق پر مبنی) اعمال و نیات جنہیں وہ

پہلے (دنیا میں) چھپائے ہوئے تھے، (اس دن) آشکار ہو گئے۔ (وہ وحشت میں پڑ گئے ہیں) اگر وہ (اپنی مرضی اور آرزو کے مطابق) دنیا میں پلٹ جائیں تو بے شک پھر انہی اعمال کی طرف لوٹ جائیں گے جن سے انہیں روکا گیا ہے اور وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔

نکات:

☆ قیامت کا دن لوگوں کے پوشیدہ اسرار کے واضح ہو جانے والا دن ہے، اس دن ہر بات سامنے آجائے گی۔ قرآن مجید نے بارہا اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے، منجملہ: ''وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا'' (جاثیہ۔ ۳۳) جو برائیاں انہوں نے انجام دی ہیں سب سامنے آجائیں گی۔ ''وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا'' (زمر۔ ۴۸) جو برائیاں انہوں نے کمائی ہیں سب سامنے آجائیں گی۔

پیغام:

۱۔ قیامت کے دن انسان کے سارے اسرار، راز خواہ وہ ظاہر تھے یا خفیہ تھے، نیز انسان کی اندرونی کیفیات سب کھل کر سامنے آجائیں گی۔ ''بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ''

۲۔ آخرت سے دنیا میں واپس پلٹنا محال، ناممکن ہے۔ ''لَوْ رُدُّوْا'' اور اگر وہ پلٹا دیے جائیں'' یعنی ایسا ہونے والا نہیں ہے۔

۳۔ کچھ لوگوں کے بارے میں کسی قسم کی کوئی امید نہیں ہے کہ وہ اچھے ہو جائیں گے، ان کی اصلاح ہو جائے گی یا وہ اپنی اصلاح کر لیں گے اور اگر ان کو فرصت دی جائے (جس کی وہ خود تمنا کرتے ہیں) پھر بھی وہ وہی رہیں گے جو وہ پہلے تھے۔ ''لَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا''

(دنیا میں انسان مشکلات اور مصائب آنے پر خود کو ٹھیک کرنے کے بار بار فیصلے کرتا ہے لیکن جونہی حالات معمول پر آتے ہیں وہ ہر چیز کو بھول جاتا ہے۔)

۴۔ جب جھوٹ بولنا انسان کی عادت بن جائے تو وہ قیامت کے دن بھی جھوٹ ہی بولے گا۔ ''وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۲۸﴾'' چنانچہ ہم نے ۲۳ ویں آیت میں پڑھا ہے کہ قیامت کے دن مشرکین جھوٹی قسم کھائیں گے اور کہیں گے: ''وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ﴿۲۳﴾''

آیت نمبر ۲۹ ۔ ۳۰

وَقَالُوْٓا اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴿۲۹﴾

وَلَوۡ تَرٰۤی اِذۡ وُقِفُوۡا عَلٰی رَبِّہِمۡ ؕ قَالَ اَلَیۡسَ ہٰذَا بِالۡحَقِّ ؕ قَالُوۡا بَلٰی وَ رَبِّنَا ؕ قَالَ فَذُوۡقُوا الۡعَذَابَ بِمَا کُنۡتُمۡ تَکۡفُرُوۡنَ ﴿۳۰﴾

ترجمۃ الآیات

انہوں نے کہا ہے اس دنیاوی زندگی کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے اور ہم (موت کے بعد) ہرگز دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے نہیں جائیں گے۔

اگر تم انہیں اس وقت دیکھو جب وہ اپنے پروردگار (کی عدالت) کے سامنے کھڑے ہوں گے تو انہیں کہا جائیگا کہ کیا یہ (قیامت) حق نہیں ہے؟ تو وہ اس کے جواب میں کہیں گے جی ہاں! ہمارے پروردگار کی قسم (یہ حق ہے) وہ کہے گا جس بات کا تم انکار کیا کرتے تھے اس کی سزا میں اب عذاب کا مزہ چکھو۔

نکات:

☆ آیت نمبر ۲۷ اور ۳۰ میں دو مرتبہ ''وَلَوۡ تَرٰۤی'' تکرار ہوا ہے تا کہ قیامت کے منظر کو واضح کیا جا سکے اور لوگوں کی ہدایت کیلئے ایک قدم ہو جائے۔

☆ ۳۰ ویں آیت کے مطابق خدا تعالیٰ مجرمین سے گفتگو فرماتا ہے۔ لیکن بعض آیات خدا تعالیٰ کی گفتگو کرنے کو نفی کرتی ہیں۔ ''لا یکلمھم اللہ'' یہ بات قیامت کے مختلف مراحل اور مختلف مناظر کا بیان ہے یا اس سے مراد یہ ہے کہ خدا تعالیٰ ان کے ساتھ نرم اور لطیف لہجے میں بات نہیں کرے گا۔ خدا تعالیٰ کا جسم نہیں ہے کہ وہ گفتگو کیلئے اعضا کا محتاج ہو۔

☆ ۲۲ ویں آیت میں خدا تعالیٰ نے توحید کی نفی کرنے پر کافروں کا مؤاخذہ کیا ہے: ''اَیۡنَ شُرَکَآؤُکُمُ'' کہاں ہیں جنہیں تم شریک ٹھہراتے تھے؟

۲۷ ویں آیت میں نبوت کے انکار پر انہیں جھنجوڑا ہے کہ ''لَا نُکَذِّبَ بِاٰیٰتِ رَبِّنَا'' ہم اپنے رب کی آیات (انبیا) کی تکذیب نہ کریں گے۔

۳۰ ویں آیت قیامت کے انکار پر سرزنش کرتے ہوئے فرمایا: ''اَلَیۡسَ ہٰذَا بِالۡحَقِّ ؕ'' بتاؤ کیا یہ قیامت حق نہیں ہے؟

☆ اسلام نے انسان کیلئے کئی طرح کی حیات بیان کی ہے:

۱۔ دنیا کی زندگی ''زَہۡرَۃَ الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا ۬ۙ'' (طہ۔۱۳۱)

۲۔ برزخ کی زندگی ''وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ﴿۱۰۰﴾'' (مؤمنون۔۱۰۰)

۳۔روحانی اور ہدایت کی زندگی ''دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ'' (انفال۔۲۴)

۴۔اجتماعی معاشرتی زندگی ''وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ'' (بقرہ۔۱۷۹)

۵۔پاک زندگی (پرسکون دل کے ساتھ اور کفایت شعاری کے ساتھ زندگی) ''فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً'' (نحل۔۹۷)

پیغام:

۱۔مشرکین ظاہر بین ہیں، ان کی نظر مادی ہیں۔ وہ زندگی کو اسی دنیا میں محدود دیکھتے ہیں اور آخرت وقیامت کے منکر ہیں۔ ''اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا''

(قرآن مجید میں جہاں مشرکین بتوں کو اپنا شفیع قرار دیتے ہیں وہاں ان کی مراد دنیا میں حمایت اور شفاعت ہے۔'' هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا'' (یونس۔۱۸؛تفسیر المیزان)

۲۔خدا تعالی اپنے پیغمبر کو تسلی دے رہا ہے اور دلجوئی فرمارہا ہے کہ ان کی ضد اور ہٹ دھرمی کا جواب دیا جائے گا۔'' وَلَوْ تَرٰى''

۳۔مجرمین کو قیدیوں کی طرح گرفتار اور ذلیل کیا جائے گا،انہیں باندھ کر رکھا جائے گا۔وہ کبھی رہائی نہ پاسکیں گے۔'' اِذْ وُقِفُوْا''

۴۔قیامت کے دن کافروں اور مشرکوں کی طرف سے کیے جانے والے اعترافات کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔'' قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ؕ قَالَ فَذُوْقُوا''

۵۔کفار، قیامت کے دن کئی مرتبہ قسم کھائیں گے لیکن انہیں کوئی فائدہ نہ ہوگا۔'' وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ﴿۲۳﴾۔ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ؕ''

۶۔قیامت کی سزائیں، کفر پر باقی رہنے اور دنیا میں معاد کا انکار کرنے کی بنیاد پر ہیں۔'' وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ﴿۲۹﴾۔ ۔ ۔ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ﴿۳۰﴾''

آیت نمبر ۳۱

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ

بَغۡتَةً قَالُوۡا يٰحَسۡرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطۡنَا فِيۡهَا ۙ وَهُمۡ يَحۡمِلُوۡنَ اَوۡزَارَهُمۡ عَلٰى ظُهُوۡرِهِمۡ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوۡنَ ﴿۳۱﴾

ترجمۃ الآیات

جنھوں نے (قیامت کے دن) لقائے پروردگار کا انکار کیا مسلمہ طور پر انھوں نے نقصان اٹھایا (اور یہ انکار ہمیشہ رہے گا) یہاں تک کہ اچانک قیامت آجائیگی تو وہ کہیں گے کہ ہائے افسوس ہم نے اسکے بارے میں کوتاہی کی وہ اپنے گناہوں کا (بھاری بوجھ) اپنے کاندھوں پر اٹھائے ہونگے اور کیسا بڑا بوجھ ہے جو انھوں نے اپنے کاندھوں پر اٹھا رکھا ہوگا۔

نکات:

☆ ''لِقَآءِ اللّٰہِ ؕ'' سے مراد قیامت کے دن معنوی و روحانی ملاقات اور باطنی شہود ہے۔ کیونکہ قیامت کے دن انسان کی تمام وابستگیاں خواہ وہ مال سے ہوں، مقام و منصب سے ہوں اور عزیز واقارب سے ہوں، ٹوٹ جائیں گی اور منقطع کر دی جائیں گی۔ جب انسان الٰہی کیفر اور الٰہی جزا کو دیکھے گا تو اسے خدا تعالیٰ کی حاکمیت اعلیٰ اور قدرت مطلقہ کا صحیح ادراک ہو سکے گا۔

☆ حسرت اس بات پر ہوگی کہ دنیا کو ہاتھ سے گنوا بیٹھیں گے اور آخرت کے نقصانات سامنے آنے پر ندامت و پشیمانی ہوگی۔ (تفسیر اطیب البیان)

☆ قیامت کو ''ساعت'' بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ لحظوں کے اندر اور برق رفتاری کے ساتھ اچانک وقوع پذیر ہو جائے گی۔ (سورہ نحل کی آیت ۷۷ میں ہے: ''وَمَآ اَمۡرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمۡحِ الۡبَصَرِ اَوۡ هُوَ اَقۡرَبُ ؕ'' قیامت کا قیام آنکھ جھپکنے میں یا اس سے بھی جلدی ہو جائے گا۔)

☆ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث میں آیا ہے: (خدا تعالیٰ نے جنت میں ہر نیک شخص کیلئے جو مقام قرار دیا ہوگا) اہل جہنم اسے دیکھ کر خیال کریں گے کہ ان کی جگہ جنت میں ہونی چاہیے تھی، وہ یہ دیکھ کر سوچیں گے کہ ہم نے نقصان کیا ہے۔ ''يٰحَسۡرَتَنَا'' (تفسیر نور الثقلین)

پیغام:

ا۔ جو کوئی قیامت کو تسلیم نہ کرے، اس نے اپنے وجود کا معاملہ فانی دنیا کے ساتھ کیا ہے اور یہ سب سے بڑی خسارے کی بات ہے۔ ''قَدۡ خَسِرَ''

۲۔ قیامت، اچانک ہی آجائے گی۔ کسی کو اس کے وقت کے بارے میں معلوم نہیں ہے لہٰذا ہمیں ہر وقت اس کیلئے تیار رہنا چاہیے۔ ''جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً''

۳۔ قیامت کا دن، حسرت کا دن ہے۔ ''يٰحَسْرَتَنَا''

۴۔ اعتراف اور حسرت، عمل کرنے میں انسان کی آزادی کی علامت ہے کیونکہ وہ اچھا عمل کرسکتا تھا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔ ''يٰحَسْرَتَنَا''

۵۔ قیامت یاس وحسرت اور افسوس کرنے کا دن ہے۔ لیکن اس دن حسرت اور افسوس کسی کام آنے والے نہیں ہیں، سب بے نتیجہ ہوگا۔ ''قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا ۙ وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ۔۔۔''

۶۔ قیامت کے دن انسان کے تمام گناہ تجسیم (مختلف شکلوں میں جسم کی صورت میں) ہوجائیں گے اور انسان پر حاوی ہوجائیں گے۔ ''يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ''

۷۔ قیامت کو جھٹلانا اور اس کو بھول جانا، بعض ایسے گناہوں کے انجام دینے کا سبب بن جاتا ہے جو قیامت کے دن انسان کیلئے بوجھ اور وبال بن جائے گا۔ ''كَذَّبُوْا ... يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ''

آیت نمبر ۳۲

وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ؕ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۳۲﴾

ترجمۃ الآیات

اور دنیاوی زندگی سوائے کھیل کود کے کچھ نہیں ہے اور آخرت کا گھر ان لوگوں کے لیے بہتر ہے جو پرہیزگار ہیں۔ کیا تم سوچتے نہیں ہو؟

نکات:

☆ اگر دنیا، آخرت کیلئے کھیتی نہ ہو تو صرف ایک کھیل کود اور وقت گذرانی بن کر رہ جائے گی۔ لوگ بچوں کی مانند کھلونوں کے ساتھ کھیل میں مگن ہوجائیں گے۔ جیسے مال ودنیا اور مقام ومنصب میں مشغول ہوجانا۔ اسٹیج ڈرامے کی طرح جہاں کوئی بادشاہ کا لباس زیب تن کرتا ہے تو کوئی نوکروں کا لباس پہن لیتا ہے اور کوئی تیسرا شخص وزیر کے کپڑے پہن کر کھیل کرتا ہے۔

ہر کوئی اپنا خیالی کردار ادا کر رہا ہوتا ہے۔ کچھ ہی دیر بعد سب لباس بدل لیے جاتے ہیں اور سب کردار ختم ہو جاتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ سب کردار وقتی اور خیالی تھے۔

☆ آخرت کا خیر ہونا اس لیے ہے کہ وہاں کی لذتوں میں رنج والم شامل نہیں ہے، جلد گذر جانے والی لذتیں نہیں ہیں۔ وہاں کی لذتیں صرف وہم وگمان کی حد نہیں، خیالی نہیں بلکہ حقیقی ہیں۔

☆ قرآن مجید کی دیگر آیات کی روشنی میں اس آیت کو گوشہ نشینی، خلوت گزینی اور ترک دنیا کے بارے میں دعوت شمار نہیں کر لینا چاہیے۔

☆ ''لعب'' کا لفظ ایسے کام کیلئے استعمال کیا جاتا ہے، جس کام میں صحیح اور سنجیدہ ارادہ شامل نہ ہو۔ ''لھو'' ایسے کام کو کہا جاتا ہے جو انسان کو اہم اور اصل کام سے روک لے۔ (مفردات راغب)

☆ دنیا کو لہوولعب سے شباہت دینا بعض جہات کی وجہ سے ہے:

الف: دنیا کھیل تماشا ہے کیونکہ اس کا وقت مختصر ہے۔

ب: دنیا کھیل تماشا ہے کیونکہ اس میں تفریح اور تھکاوٹ ہے، اس میں کڑواہٹ اور مٹھاس ملی ہوئی ہے۔ کبھی خوشی ہوتی ہے تو کبھی انسان کو غم نصیب ہوتا ہے۔

ج: دنیا کھیل تماشا ہے کیونکہ غافل افراد جن کا کوئی مقصد نہیں ہوتا وہ کھیل کو اپنا کام سمجھ لیتے ہیں۔

د: دنیا کھیل تماشا ہے کیونکہ انسان کو کوئی دوسرے اہم کاموں سے روکے رکھتی ہے۔ دنیا انسان کو اہم کاموں سے دور کر دیتی ہے۔

پیغام:

١۔ دنیا کو اپنا مرکز ومحور قرار دینا، ایک بے کار اور بچگانہ سوچ ہے۔ (لہوولعب عام طور پر بچوں کا کھیل ہے۔ دنیا میں مشغول ہو جانا، انسان کو آخرت سے دور کر دیتا ہے۔ انسان آخرت کو بھول بیٹھتا ہے۔) ''لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ؕ''

٢۔ آخرت میں یاس وحسرت اور افسوس سے نجات کا راستہ فکر کرنا اور عقل مندی سے کام لینا ہے۔ ''يٰحَسْرَتَنَا ۔ ۔ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿٣٢﴾''

٣۔ کوئی بھی عقل مند شخص کبھی دنیا سے دھوکہ نہیں کھاتا۔ ''وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿٣٢﴾''

٤۔ فکر کی قوت کو استعمال نہ کرنا، دنیا کی توجہ اور آخرت سے غفلت کا موجب ہے۔ ''اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿٣٢﴾''

٥۔ آخرت سے غافل ہونا، سرزنش کا باعث ہے۔ ''اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿٣٢﴾''

٦۔ تعقل اور تقوا، ایک دوسرے کیلئے لازم وملزوم ہیں۔ (عقل کا استعمال ہوشیاری اور چالاکی نہیں ہے بلکہ پائیدار اور

اُخروی اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے فیصلے کرنا ہے۔)''یَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۝۳۲''

آیت نمبر ۳۳

قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ۝۳۳

ترجمۃ الآیات

ہم جانتے ہیں کہ تجھے ان لوگوں کی گفتگو غمگین کر دیتی ہے (مگر تم غم نہ کھاؤ اور جان لو کہ) وہ تمہاری تکذیب نہیں کرتے بلکہ (حقیقت میں) وہ ظالم تو آیات خداوندی کا انکار کرتے ہیں۔

نکات:

☆ آیت کی شان نزول میں بیان ہے کہ پیغمبر اکرمؐ کے دشمن بھی آنحضورؐ کو صادق اور امین جانتے تھے لیکن ساتھ ہی کہتے تھے کہ اگر ہم اس کی تصدیق کر دیں تو ہمارا قبیلہ ہمیں ذلیل کہے گا اور ہم اپنی حیثیت کھو بیٹھیں گے۔ کبھی کہتے تھے: وہ ہے تو سچا لیکن خیال کرتا ہے کہ اس پر وحی نازل ہوتی ہے۔ اس وجہ سے ایسی آیات الٰہی کو جھٹلایا کرتے تھے۔

☆ ''لَا يُكَذِّبُوْنَكَ'' کے بارے میں امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: وہ تمہاری باتوں اور دعووں کو باطل نہیں کر سکتے۔ (تفسیر عیاشی)

پیغام:

۱۔ کسی راہبر کو مخالفین کی طرف سے جھٹلائے جانے پر غم زدہ اور پریشان نہیں ہونا چاہیے، ہمت نہیں ہارنی چاہیے۔ اسی وجہ سے خدا تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کی دلجوئی اور حمایت کی ہے۔ ''قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ'' ہم جانتے ہیں کہ ان لوگوں کی گفتگو تمہیں غمگین کر دیتی ہے۔ (لیکن آپؐ غمگین نہ ہوں)

۲۔ پروردگار عالم انسان کے اندرونی حالات اور انسان کی اندرونی کیفیات سے ہر وقت آگاہ ہے۔ ''قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ''

۳۔ پیغمبر کو جھٹلانا، خدا تعالیٰ کو جھٹلانا ہے، بالکل ایسے جیسے پیغمبر کی بیعت خدا تعالیٰ کی بیعت ہے۔ ''لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ۝۳۳'' وہ تمہیں نہیں جھٹلاتے بلکہ وہ ظالم تو اللہ کی آیات کا انکار کر رہے ہیں۔

۴۔ مشکلات کے آنے، جھٹلائے جانے اور دوسروں کی طرف سے ذلت آمیز رویہ رکھے جانے پر ہمیں گھبرانا نہیں چاہیے بلکہ اگر ہم حق پر ہیں تو ہم اپنی مشکل کو آسان سمجھیں۔ ''لَا یُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِیْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ یَجْحَدُوْنَ۝۳۳''

۵۔ رسول خداؐ کے مخالفین اصل میں آنحضورؐ کے ساتھ ذاتی اختلاف نہیں رکھتے یعنی وہ شخص کے دشمن نہیں ہیں بلکہ وہ دین کے دشمن ہیں۔ ''لَا یُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِیْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ یَجْحَدُوْنَ۝۳۳''

۶۔ آیات الٰہی کو جھٹلانا، اپنے آپ پر ظلم ہے، رسول خدا پر ظلم ہے، دین کے ساتھ ظلم ہے اور آئندہ آنے والی نسلوں کے ساتھ بھی ظلم ہے۔ ''وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِیْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ یَجْحَدُوْنَ۝۳۳''

آیت نمبر ۳۴

وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰی مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰۤی اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِی الْمُرْسَلِیْنَ۝۳۴

ترجمۃ الآیات

تجھ سے پہلے پیغمبروں کی بھی تکذیب کی گئی ہے۔ پس انہوں نے تکذیب کیے جانے پر اور تکلیف دیے جانے پر صبر کیا اور استقامت سے کام لیا اور (اس راہ میں) انہوں نے رنج و تکلیف اٹھائی، یہاں تک کہ ہماری مدد ان کو آپہنچی، (آپ بھی ایسے رہو کیونکہ) یہ سنت الٰہی ہے، کوئی چیز اللہ کی سنتوں کو تبدیل نہیں کرسکتی اور تمہیں گذشتہ پیغمبروں کی خبریں تو پہنچ ہی گئی ہیں۔ (آپ ان کی تاریخ سے آگاہ ہیں۔)

نکات:

☆ ''کلمات'' سنت الٰہی کے معنی میں ہے۔ ''وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِیْنَ۝۱۷۱ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ۝۱۷۲ وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ۝۱۷۳ ''(صافات۔۱۷۱تا۱۷۳)

☆ واقعات کو جاننے کیلئے ایک قابل قبول ذریعہ تاریخ ہے۔ گذشتہ تاریخ میں انبیا کے صبر سے سبق حاصل کرنا چاہیے اور قوم ہود، قوم صالح اور قوم لوط جنہوں نے اپنے درمیان آنے والے انبیا کی تکذیب کی اور جس کی وجہ سے انہیں تباہ کر دیا گیا،

نیست ونابود کردیا گیا، ہمیں ان کی تباہی کی تاریخ سے عبرت حاصل کرنی چاہیے۔ پروردگار عالم کا ازل سے طریقہ کار یہ ہے کہ وہ ہدایت کیلئے اپنے پیغمبروں کو بھیجتا ہے اور لوگوں کو آزادی دیتا ہے کہ وہ اپنے اختیار کے ساتھ ان کو قبول کرتے ہوئے ان کی پیروی کریں۔ پروردگار عالم کافروں کو ان کے کیفر کردار تک پہنچاتا ہے اور اپنے پیغمبروں کی دعوت وارشاد کے راستے پر مدد فرماتا ہے۔

☆ متعدد آیات میں خدا تعالیٰ نے صبر کرنے والے قائدین اور مؤمنین کی مدد اور کامیابی کو اپنے اوپر لازم قرار دیا ہے ۔ان میں سے بعض کا ذکر درج ذیل میں ہے:

۔''لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ ؕ''(مجادلہ۔۲۱)

۔''وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۴۷''(روم۔۴۷)

۔''اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا''(غافر۔۵۱)

۔''وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ؕ''(حج۔۴۰)

پیغام:

۱۔راہ حق کبھی بھی ہموار نہیں رہی، اس میں بہت اونچ نیچ آتی رہی ہیں۔اسی طرح انبیا کے اہداف ومقاصد کی تکمیل میں بھی بہت مشکلات پیش آتی رہی ہیں۔ یہ سب مرحلے برداشت، صبر وتحمل کے ساتھ آگے بڑھتے رہے ہیں۔''فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا''

۲۔مشکلات اور سختیوں میں سب سے اہم ہتھیار، خدائی امداد کا ذکر ہے۔استقامت، پائیداری کیلئے امید کی ضرورت ہے۔خدا تعالیٰ کی طرف سے مدد کی امید سے بڑھ کر اور کیا ڈھارس ہوسکتی ہے۔''فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰٓى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ''

۳۔قائدین کو چاہیے کہ ہر ایک سے اطاعت کی امید نہ رکھیں۔''كُذِّبُوْا''

۴۔کامیابی کی اصل شرط، صبر ہے۔''فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰٓى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ''(صبر کرنے والوں کو پروردگار عالم کامیابی کی نوید دیتا ہے۔)

۵۔راہ حق اور راہ حق پر چلنے والوں کے دشمن مخالفت میں کوئی کوشش فروگذاشت نہیں کرتے، ہر روش اور طریقہ اپناتے ہیں۔کبھی جھٹلاتے ہیں اور کبھی تکلیف دیتے ہیں اور رکاوٹیں کھڑی کرتے ہیں۔''كُذِّبُوْا، اُوْذُوْا''

۶۔مسلسل صبر کرنے سے اللہ کی رحمت اور نصرت کیلئے راہ ہموار ہوتی ہے۔''فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰٓى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ''

۷۔حق، کامیاب ہے۔''اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ''

۸۔سنت الٰہی میں تبدیلی واقع نہیں ہوسکتی۔(اس کی بنیادیں طے شدہ فطری اور عقلی اصولوں پر رکھی گئی ہیں۔)

پروردگار عالم اپنے وعدوں کے خلاف نہیں کرتا۔ خداوند عالم کے کیے ہوئے وعدے پورے ہو کر رہیں گے۔ ''وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ ''

۹۔ ہر کسی کو چاہیے کہ تاریخ میں اپنی مثالیں تلاش کرے، ان سے آگاہی حاصل کرے۔ پروردگار عالم، پیغمبر سے فرما رہا ہے: ''وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِى الْمُرْسَلِيْنَ ۞ '' گذشتہ پیغمبروں کی خبریں تو آپ تک پہنچ ہی گئی ہیں یعنی آپ ان کی تاریخ سے آگاہ ہیں۔

۱۰۔ گذشتہ حق پرست افراد کی زحمتوں اور دکھوں کو یاد کرنا چاہیے اور ان کی قدردانی کرنی چاہیے۔ ''وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِى الْمُرْسَلِيْنَ ۞ ''

آیت نمبر ۳۵

وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِى الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِى السَّمَآءِ فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۞

ترجمۃ الآیات

اور اگر تم پر ان (کافروں) کا اعراض (روگردانی) کرنا گراں ہے (اور تم چاہتے ہو کہ کسی بھی طرح انہیں راہ راست پر لے آؤ) تو اگر تم سے ہو سکے تو زمین میں نقب لگا لو یا آسمان میں سیڑھی لگا لو (اور زمین و آسمان کی گہرائیوں میں جستجو کرو) تا کہ کوئی آیت (یا دوسری کوئی اور نشانی) ان کے لیے لاسکو (تو لے آؤ لیکن یہ جان لو کہ یہ ہٹ دھرم پھر بھی ایمان نہیں لائیں گے۔) لیکن اگر خدا چاہے تو انہیں جبراً ہدایت پر جمع کر سکتا ہے (لیکن سنت الٰہی میں جبری ہدایت نہیں ہے۔) پس تم ہرگز جاہلوں میں سے نہ ہونا۔

نکات:

☆ اس آیت کی شان نزول میں بیان ہوا ہے کہ کفار، رسولِ خدا سے کہتے تھے کہ ہم آپؐ پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے مگر یہ کہ زمین کو چیر کر اس میں سے ہمارے لیے چشمہ جاری کرو۔ ''لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ۞ ''

(اسراء۔۹۰) یا وہ کہتے کہ آسمان کی طرف جاؤ:''اَوۡ تَرۡقٰی فِی السَّمَآءِ ''(اسراء۔۹۳)

یہ آیت شاید ان کی ایسی ہی بے جا قسم کی خواہشوں کی طرف اشارہ کر رہی ہے کہ اگر آپؐ زمین کی تہوں میں چلے جائیں یا آسمان پر سیڑھی لگا کر چڑھ جائیں، حتیٰ خود کو پانی کی گہرائیوں میں لے جائیں یا آگ میں چلے جائیں، تب بھی کوئی فائدہ نہیں ہے، یہ لوگ کسی بھی طرح سے ایمان لانے والے نہیں ہیں۔آپؐ کی دعوت میں کوئی کمی یا نقص نہیں ہے، یہ لوگ ضدی اور نافرمان ہیں۔بس آپؐ ان کی ہدایت کیلئے اس قدر دلسوزی نہ کریں اور ان کی خاطر خود کو مشقت میں نہ ڈالیں۔

پیغام:

۱۔پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کی ہدایت کے بارے فکر مند رہتے تھے اور ان کے ہدایت کے راستے پر نہ آنے اور منہ موڑ لینے سے غمگین ہوا کرتے تھے۔''وَاِنۡ کَانَ کَبُرَ عَلَیۡكَ اِعۡرَاضُهُمۡ''

۲۔پیغمبر کو چاہیے کہ وہ اپنے مخاطبین کی نفسیات کو پہچانتے ہوں اور یہ بات پہلے سے ہی انہیں معلوم ہو کہ وہ جو بھی معجزہ پیش کریں گے، کچھ لوگ اس کی مخالفت کریں گے اور ایمان نہیں لائیں گے۔''اِعۡرَاضُهُمۡ''

۳۔پیغمبر اکرمؐ چاہتے تھے کہ کسی بھی طرح سے لوگ ہدایت پا جائیں اور نجات حاصل کر لیں لیکن کفار کے ضدی رویہ میں مشکل پائی جاتی تھی، جس کے بارے میں پروردگار عالم نے آگاہ فرمایا ہے۔''تَبۡتَغِیَ نَفَقًا فِی الۡاَرۡضِ اَوۡ سُلَّمًا فِی السَّمَآءِ''

۴۔خدا تعالیٰ سب کو یکساں ہدایت عطا فرما سکتا ہے لیکن اس کی حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ انسان آزاد رہیں اور وہ ہدایت کا راستہ وہ اپنے اختیار سے انتخاب کریں۔''وَلَوۡ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمۡ عَلَی الۡهُدٰی''

۵۔بہانے بنانے والوں کی طرف سے کیے جانے والے بے جا قسم کے اعتراضات اور انہیں پورا کرنا نیز تبلیغ کرنے والوں کی طرف سے اس بات پر صبر نہ کرنا، جہالت کے زمرے میں آتا ہے۔''فَلَا تَکُوۡنَنَّ مِنَ الۡجٰهِلِیۡنَ ﴿۳۵﴾'' (بہت سی بے جا توقعات کی بنیاد جہالت ہے۔)

آیت نمبر ۳۶

اِنَّمَا یَسۡتَجِیۡبُ الَّذِیۡنَ یَسۡمَعُوۡنَ ؕ وَالۡمَوۡتٰی یَبۡعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَیۡهِ یُرۡجَعُوۡنَ ﴿۳۶﴾

ترجمۃ الآیات

صرف وہ لوگ تیری دعوت قبول کرتے ہیں جو سننے والے کان رکھتے ہیں لیکن وہ مردے ہیں اور (وہ لوگ جو روح انسانی سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں ایمان نہیں لائیں گے اور) خدا انہیں قیامت کے دن مبعوث کرے گا پھر سب اس کی طرف پلٹ جائیں گے۔

نکات:

☆ قرآن مجید میں ایسی تعبیرات کئی مرتبہ استعمال ہوئی ہیں جیسے مردے، بہرے، یقین نہ کرنے والے وغیرہ۔ سورہ نمل کی ۸۰ اور سورہ روم کی ۵۲ میں ہم پڑھتے ہیں: ''اِنَّكَ لَا تُسۡمِعُ الۡمَوۡتٰى وَلَا تُسۡمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوۡا مُدۡبِرِيۡنَ۝۸۰''

پیغام:

۱۔ انسان راہ کے انتخاب میں آزاد ہے۔ ''اِنَّمَا يَسۡتَجِيۡبُ۔ ۔ ۔''

۲۔ حق کو سننا اور پھر اسے قبول کر لینا حیات معنوی اور دل و روح کے زندہ ہونے کی علامت ہے۔

(جی ہاں! اگر کوئی روحانی اور معنوی لحاظ سے زندہ نہیں ہے اور وہ حق کو قبول نہیں کرتا تو وہ مردہ ہے کیونکہ کھانے پینے اور سونے جاگنے کے اعتبار سے جانور بھی حیات رکھتے ہیں۔ انسان اگر اسی حد تک خود کو محدود کر لے تو وہ انسانی حیات سے خارج ہو جاتا ہے۔) ''وَالۡمَوۡتٰى۔ ۔ ۔''

۳۔ یہاں ہم ایک بات یوں بھی کر سکتے ہیں کہ جیسے خدا تعالیٰ فرما رہا ہو کہ حق کی تلاش کرنے والے، حق کے راہی آپؐ کے ذمے ہیں اور کافر میرے ذمے ہیں تاکہ قیامت کے روز ہم ان سے حساب لے سکیں۔ آپؐ ایمان والوں کی شفاعت کرے گا اور میں ان کفار کو ان کے اعمال کی جزا دوں گا۔ ''وَالۡمَوۡتٰى يَبۡعَثُهُمُ اللّٰهُ''

آیت نمبر ۳۷

وَقَالُوۡا لَوۡلَا نُزِّلَ عَلَيۡهِ اٰيَةٌ مِّنۡ رَّبِّهٖ ؕ قُلۡ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰۤى اَنۡ يُّنَزِّلَ اٰيَةً وَّلٰـكِنَّ اَكۡثَرَهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ۝۳۷

ترجمۃ الآیات

اور انہوں نے کہا کہ کوئی نشانی (اور معجزہ جو ہم چاہتے ہیں) اس کے پروردگار کی طرف سے اس (محمدؐ) پر کیوں نازل نہیں ہوتا؟ تم کہہ دو کہ بے شک خداوند تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ کوئی نشانی (اور معجزہ جو تم چاہتے ہو) نازل کرے لیکن ان میں سے اکثر (بہانے بنانے والوں) کو اس کا علم نہیں ہے۔

نکات:

☆ شان نزول میں یوں بیان ہوا ہے کہ قریش کے بعض سرداروں نے غلط پراپیگنڈہ کے ذریعے فضا بناتے ہوئے، بہانے بنائے اور پیغمبر اسلامؐ سے کہا: معجزے کے طور پر صرف قرآن کافی نہیں ہے بلکہ جناب عیسیٰ، جناب موسیٰ اور جناب صالح وغیرہ کے جیسے معجزات لے کر آئیں۔ (تفسیر مجمع البیان)

یقیناً ایسا ہے کہ جو پیغمبر لوگوں کو گذشتہ انبیا کے معجزات بیان کر رہا ہے وہ ضرور ان معجزات کی مانند معجزات بھی دیکھا سکتا ہے، ورنہ وہ لوگوں کے سامنے ان معجزات کا ذکر نہ کرتا، جسے سن کر لوگ ان جیسے معجزات لانے کا تقاضا کرنے لگے۔ علاوہ ازایں شیعہ سنی روایات کے مطابق پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن مجید کے علاوہ دیگر معجزات کے حامل بھی تھے۔

☆ معجزہ پیش کرنے کا مقصد خدا تعالیٰ اور رسول کے درمیان خاص رابطے کا اعلان ہے نیز معجزہ پروردگار عالم کے بے انتہا قدرت کی نشانی ہے۔ معجزہ ضدی لوگوں کی بے جا قسم کی توقعات کو پورا کرنے کیلئے نہیں ہوتا۔ البتہ کبھی اتمام حجت کی خاطر لوگوں کی درخواست کے مطابق بھی معجزات ظاہر کیے جاتے رہے ہیں۔ جسے دیکھنے کے بعد ایمان نہ لانے کی صورت میں ایسے لوگ تباہی و بربادی اور عذاب الٰہی کا شکار ہوتے رہے ہیں۔

☆ تاریخ کی گواہی کے مطابق مسلسل معجزات آنے کے بعد بھی یہ معجزات کج فہم اور ہٹ دھرم لوگوں کی ہدایت کا سبب نہیں ہو سکے بلکہ ان کیلئے خدا کے غضب اور عذاب کا سبب بنتے رہے ہیں۔ قرآن مجید کا بیان ہے کہ اگر ہم ان لوگوں پر فرشتے نازل کر دیں یا مردے ان کے ساتھ بات کریں پھر بھی یہ ہٹ دھرم لوگ ایمان نہیں لائیں گے۔ (انعام۔ ۱۱۱)

پیغام:

۱۔ مخالفین کے بہانوں کا جواب دیا جانا چاہیے۔ ''وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ''

۲۔ پروردگار عالم قادر مطلق ہے اور حکیم بھی ہے۔ اس کی قدرت اس وقت جلوہ گر ہوتی ہے جب تقاضا کرنے والوں کا کام حکیمانہ ہو۔ ''اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يُّنَزِّلَ اٰيَةً وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۷﴾''

آیت نمبر ۳۸

وَمَا مِنۡ دَآبَّةٍ فِى الۡاَرۡضِ وَلَا طٰۤـئِرٍ يَّطِيۡرُ بِجَنَاحَيۡهِ اِلَّاۤ اُمَمٌ اَمۡثَالُكُمۡ‌ ؕ مَا فَرَّطۡنَا فِى الۡكِتٰبِ مِنۡ شَىۡءٍ‌ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمۡ يُحۡشَرُوۡنَ‏ ﴿۳۸﴾

ترجمۃ الآیات

کوئی زمین پر چلنے والا جانور اور کوئی دو پروں سے اڑنے والا پرندہ نہیں ہے مگر یہ کہ وہ بھی تمہاری طرح کی امت ہیں۔ ہم نے کسی چیز کو اس کتاب (قرآن یا لوح محفوظ) میں فرو گذاشت نہیں کیا ہے پھر وہ سب کے سب اپنے پروردگار کی طرف محشور ہوں گے۔

نکات:

☆ قرآن مجید حیوانات کی زندگی کے بارے میں خاص توجہ اور عنایت رکھتا ہے، ان کی خلقت، شعور اور ان کی خصوصیات کو بیان کرنے کے ذریعے لوگوں کی ہدایت فرماتا ہے۔ ''وَفِىۡ خَلۡقِكُمۡ وَمَا يَبُثُّ مِنۡ دَآبَّةٍ اٰيٰتٌ لِّقَوۡمٍ يُّوۡقِنُوۡنَۙ‏ ﴿۴﴾'' (جاثیہ۔۴)

روایات میں اور انسانی تجربات میں ایسے بہت سے نمونے مل جاتے ہیں جو حیوانات کے درک وشعور اور فہم وفراست کے بارے میں بتاتے ہیں۔ جانوروں کی زندگی سے آگاہی حاصل کرنے کیلئے اور ان کے درمیان شباہتوں کو تلاش کرنے میں بہت باریک بینی اور فکر کی ضرورت ہے۔ (تفسیر مراغی)۔ ''اُمَمٌ اَمۡثَالُكُمۡ‌ ؕ''

☆ آیت میں ''کتاب'' سے مراد، قرآن مجید ہے یا لوح محفوظ ہے جو کہ حقیقت میں کتاب خلق ہے۔ ہر طرح کی خلقت اس کتاب خلق کا حصہ ہے خواہ وہ کسی بھی حالت میں ہو۔

☆ دوسری آیات میں بھی ایسی تعبیرات دیکھنے میں ملتی ہیں: ''تِبۡيَانًا لِّـكُلِّ شَىۡءٍ'' (نحل۔۸۹)؛ ''كُلٌّ فِىۡ كِتٰبٍ مُّبِيۡنٍ‏ ﴿۶﴾'' (ہود۔۶)۔ یہ آیات قرآن مجید کے کامل ہونے کی علامات ہیں۔

امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: قرآن مجید کے کامل ہونے کی نشانی یہ ہے کہ قرآن، رسول اللہ اور ائمہ کے تمام کلام کا سرچشمہ ہے۔ پس جب بھی ہم کوئی حدیث بیان کریں، آپ ہم سے اس کی قرآنی سند مانگ سکتے ہیں۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث میں ہے کہ ''خواہ مخواہ کی گفتگو، بیان بازی، مالیات میں ہیرا پھیری اور یکے بعد دیگرے سوالات کرنا منع ہے۔'' امام محمد باقر علیہ السلام سے اس حدیث کی قرآنی سند پوچھی گئی تو آپؑ نے فرمایا: بے جا گفتگو اور بیان بازی کی نہی کیلئے یہ آیت ''لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۭ بَيْنَ النَّاسِ ؕ'' ہے۔(نساء۔۱۱۴) اور مالیات میں فساد کرنے کی نہی کیلئے یہ آیت ''وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِيْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا '' ہے۔(نساء۔۵) اور مسلسل بیکار میں سوال کرنے کی نہی پر یہ آیت ''لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ۚ'' ہے۔(مائدہ۔۱۰۱؛ تفسیر نور الثقلین)

جانوروں کا شعور

☆ آیات و روایات اور تجربات یہ بتاتے ہیں کہ شعور صرف انسان سے مخصوص نہیں ہے۔درج ذیل کی مثالوں پر توجہ کریں:

۱۔حضرت سلیمانؑ اپنے سپاہیوں کے ہمراہ ایک علاقے سے گذر رہے تھے کہ وہاں ایک چیونٹی نے دوسری چیونٹیوں کو متوجہ کرتے ہوئے ان سے کہا: جلد از جلد اپنے بلوں میں گھس جائیں تاکہ جناب سلیمانؑ کی فوج کے پاؤں تلے نہ روندے جاؤ۔(نمل۔۱۸)

دشمن کی پہچان، چیونٹیوں کے فطری غریزہ میں شامل ہے۔لیکن یہاں جناب سلیمانؑ اور ان کی فوج کا نام اس غریزہ سے بلندتر ہے۔

۲۔ ہُدہُد، لوگوں کے شرک سے آگاہ ہوگیا اور اس نے حضرت سلیمانؑ کو اطلاع دی کہ سبا کے علاقے کے لوگ خدا پرست نہیں ہیں۔اس کے بعد اسے ایک اور خاص قسم کی ماموریت دی گئی۔توحید کی شناخت، شرک اور شرک کی برائی کو جاننا، پیغمبر جناب سلیمانؑ کو خبر دینے کی ضرورت کو محسوس کرنا اور پھر پیغام پہنچانے کی خصوصی ماموریت، فطری غریزہ سے بلندتر چیز ہے۔(نمل۔۲۲)

۳۔ ہُدہُد کے غائب ہونے پر جناب سلیمانؑ نے جب اس کے غائب ہونے کی وجہ دریافت کی تو اس نے جواب میں جائز اور قابل قبول وجہ بیان کی تھی، یہ بات اس کے اعلیٰ شعور کی دلیل ہے جو کہ صرف ایک غریزہ نہیں ہے۔(نمل۔۲۲ تا ۲۶)

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ تمام موجودات خدا تعالیٰ کی تسبیح کہتے ہیں لیکن تم اس بات کا شعور نہیں رکھتے۔(اسراء۔۴۴) یہ تسبیح تکوینی نہیں ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو ہم اس کی طرف ضرور متوجہ ہو جاتے لہٰذا قرآن مجید کی مراد اس کے علاوہ کوئی دوسری تسبیح ہے۔

۵۔قرآن مجید کی آیات میں خدا تعالیٰ کو سجدہ کرنے کے بارے تمام موجودات کا ذکر ہے۔یعنی کائنات میں تمام

موجودات پروردگار عالم کو سجدہ کرتے ہیں۔ ''وَلِلّٰہِ یَسْجُدُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ۔ ۔ ۔ ''(نحل۔۴۹)

۶۔ حضرت سلیمانؑ کی فوج میں پرندے بھی شامل تھے۔ ''وَحُشِرَ لِسُلَیْمٰنَ جُنُوْدُہٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّیْرِ ''(نمل۔۱۷)

۷۔ پرندوں کا ایک دوسرے سے بات کرنا اور حضرت سلیمانؑ کا اس بات پر فخر کرنا کہ خدا تعالیٰ نے انہیں پرندوں کی بولی سکھائی ہے۔ ''عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّیْرِ ''(نمل۔۱۶)

۸۔ ''وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ۝ ''(تکویر۔۵) کے مطابق بعض جانوروں کو قیامت کے دن بارگاہ خداوندی میں محشور کیا جائے گا۔

۹۔ ''وَالطَّیْرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ کُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَہٗ وَتَسْبِیْحَہٗ ؕ ''(نور۔۴۱) جانوروں کے شعور اور ان کی آگاہانہ عبادت کی روشن دلیل ہے۔

۱۰۔ بعض جانوروں میں وفا کرنے کی صفت کا پایا جانا، جیسے پالتو کتے کا اپنے مالک کیلئے وفادار ہونا۔

۱۱۔ شکاری کتے کو تربیت دینا، چوری کی چیزیں تلاش کرنے کیلئے پولیس کے کتے کو تربیت دینا یا اُسے بازار سے چیز خریدنے کی تربیت دینا، سب اس بات کی علامت ہیں کہ اس جانور میں خاص قسم کی ذہانت پائی جاتی ہے۔ جس کے ذریعے اس جانور سے مختلف اہم کام لیے جاسکتے ہیں۔

۱۲۔ اسلام نے ایک جانور کو دوسرے جانور کی آنکھوں کے سامنے ذبح کرنے سے منع فرمایا ہے۔ یہ دلیل ہے کہ ایک جانور بھی کسی دوسرے جانور کے ذبح ہونے یا مارے جانے کو سمجھ رہا ہوتا ہے۔

پیغام:

۱۔ نظم اور معاشرتی زندگی، صرف انسانوں سے مخصوص نہیں ہے بلکہ جانوروں کی زندگی میں ایسی کئی مثالیں ملتی ہیں کہ وہ بھی اجتماعی زندگی کو اہمیت دیتے ہیں۔ ''اُمَمٌ اَمْثَالُکُمْ ؕ ''

۲۔ انسانوں اور جانوروں میں سب کو الٰہی تدبیر کی ضرورت ہے۔ پروردگار عالم اپنی مصلحت کے مطابق انہیں شعور عطا فرماتا ہے، لہٰذا ہر ایک مخلوق میں ان کی ضرورت کے مطابق نظم اور ایک معقول انتظام پایا جاتا ہے۔ ''اُمَمٌ اَمْثَالُکُمْ ؕ ''

۳۔ قرآن کریم، آسمانی کتابوں میں جامع ترین اور کامل ترین آسمانی کتاب ہے۔ ''مَا فَرَّطْنَا فِی الْکِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ ''

۴۔ انسانوں کی ہدایت، تربیت اور ظاہری و باطنی ترقی، رشد کیلئے جو کچھ ضروری ہے سب کے بارے میں قرآن مجید میں آیا ہے۔ (قرآن مجید میں پیغمبر اسلامؐ کی سچائی کو ثابت کرنے کیلئے اور لوگوں کی ہدایت کیلئے کسی بھی طرح کی کمی نہیں ہے۔)

''مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ''

۵۔ معاد اور حشر صرف انسانوں کیلئے مخصوص نہیں ہے۔ ''وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ . . . ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ۝۳۸''

۶۔ تمام موجودات کی خدا تعالیٰ کی طرف حرکت تکاملی ہے اور ربوبیت الٰہی کا ایک جلوہ ہے۔ ''اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ۝۳۸''

آیت نمبر ۳۹

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا صُمٌّ وَّبُكْمٌ فِي الظُّلُمٰتِ ۭ مَنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يُضْلِلْهُ ۭ وَمَنْ يَّشَاْ يَجْعَلْهُ عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۝۳۹

ترجمۃ الآیات

اور وہ لوگ جو ہماری آیات کی تکذیب کرتے ہیں تاریکیوں میں بہرے اور گونگے قرار پاتے ہیں۔ جسے خدا چاہتا ہے (اور وہ اس کا مستحق ہوتا ہے) اسے وہ گمراہ کرتا ہے اور جسے وہ چاہتا ہے (اور اس کو اس بات کے لائق پاتا ہے) اسے سیدھے راستے پر قرار دیتا ہے۔

نکات:

☆ اگرچہ ہدایت وضلالت خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے لیکن خدا تعالیٰ نے انسان کیلئے ارادہ واختیار بھی عطا فرمایا ہے۔ خدا تعالیٰ کے افعال حکمت پر مبنی ہیں، مثلاً راہ خدا میں جہاد کرنا، اس شخص کیلئے ہدایت الٰہی کا سبب ہے۔ ''وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۭ'' (عنکبوت۔۶۹) جو لوگ ہمارے راستے میں جہاد کرتے ہیں، کوشش کرتے ہیں ہم ان کیلئے راستے کھول دیتے ہیں۔

اسی طرح انسانوں پر ظلم وستم کرنا، اس شخص کیلئے گمراہی وضلالت کا باعث بن جاتا ہے: ''يُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ'' اللہ ظالمین کو گمراہ کر دیتا ہے۔ (ابراہیم۔۲۷)

پروردگار عالم کی آیات کو جھٹلانا بھی اس چیز کا باعث قرار پاتا ہے کہ خدا تعالیٰ اس شخص کی نسبت گمراہ کرنے کا ارادہ فرمائے: ''كَذَّبُوْا . . . يُضْلِلْهُ''

پیغام:

۱۔کفر وعناد (حق کے ساتھ دشمنی)، ایسی تاریکی اور ظلم ہے جس کے باعث انسان شناخت کے ذرائع سے محروم ہو جاتا ہے اور وہ شناخت کے ذرائع سے استفادہ نہیں کر پاتا۔کیونکہ انکار اور دشمنی اسے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے محروم کر دیتی ہے۔" كَذَّبُوْا ۔ ۔ ۔ صُمٌّ وَّبُكْمٌ فِي الظُّلُمٰتِ ؕ "

۲۔حق کو جھٹلانا، حق بات کو چھپانا اصل میں گونگا پن ہے اور حق کو نہ سننا، حق کی صدائیں بلند ہونے کے باوجود اس کی طرف متوجہ نہ ہونا اصل میں بہرہ ہونے کی علامت ہے۔" وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا صُمٌّ وَّبُكْمٌ "

۳۔آیات الٰہی کو جھٹلانے کا نتیجہ، گمراہی اور قہر الٰہی وعذاب الٰہی ہے۔" كَذَّبُوْا ۔ ۔ ۔ يُضْلِلْهُ "

۴۔راہ مستقیم پر چلنے کیلئے، سننے والے کان، حق بات کرنے والی زبان اور باطنی روشنی کی ضرورت ہے۔" يَجْعَلْهُ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۳۹ "

آیت نمبر ۴۰

قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ ۚ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۴۰

ترجمۃ الآیات

کہہ دو کیا تم نے کبھی سوچا بھی ہے کہ اگر خدا کا عذاب تم پر نازل ہو جائے یا قیامت آ جائے تو کیا خدا کے سوا کسی اور کو بلاؤ گے اگر تم سچے ہو؟

نکات:

☆ آسائش اور معمول کی زندگی میں انسان غافل رہتا ہے لیکن جونہی اس پر کوئی مشکل آتی ہے، وہ کسی پریشانی کا شکار ہوتا ہے تو غفلت کے پردے چھٹ جاتے ہیں، انسان کی فطری خداجوئی، یکتا پرستی اور فطری توحید ظاہر ہو جاتی ہے۔ان حالات میں انسان ایک خدا کی عبادت کرنے لگتا، اسی کو پکارنے لگ جاتا ہے اور اسی کی تلاش میں مارا مارا پھرتا ہے۔(مشکلات و پریشانیوں میں انسان کیلئے لطف خفی موجود ہوتا ہے۔)

پیغام:

١۔تجربات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ تمام انسانوں میں فطری طور پر خدا کو تلاش کرنے اور اسے حاصل کر لینے کی جستجو موجود ہوتی ہے۔(خواہ وہ ظاہری طور پر کفر اختیار کرتا ہو۔)انسان کی یہ فطرت حادثات میں زیادہ نمایاں ہو کر ظاہر ہوتی ہے ۔پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بات پر مامور ہیں کہ وہ لوگوں کے اندر موجود اس پوشیدہ فطرت کو عیاں کریں اور لوگوں کو اس کی طرف متوجہ کریں۔"قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ ۔ ۔ ۔"

٢۔حادثات اور مشکلات میں حجابات ختم ہو جاتے ہیں اور انسان صرف خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کرتا ہے۔ان حالات میں دوسرے نام نہاد خداؤں کی طرف توجہ نہ کرنا، اس بات کی دلیل ہے کہ وہ ہیچ و پوچ ہیں۔"اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ ۚ"

آیت نمبر ۴۱

بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ ﴿٤١﴾

ترجمۃ الآیات

نہیں بلکہ تم صرف اسی کو بلاؤ گے اور اگر وہ چاہے گا تو اس مشکل کو جس کے لیے تم نے اسے پکارا ہے برطرف کر دے گا اور جسے آج تم (خدا کا) شریک قرار دیتے ہو (اسے قیامت کے دن) بھول جاؤ گے۔

نکات:

☆ عذاب کا اٹھالینا، اتمام حجت کیلئے ہوتا ہے یا قوم کی حالت بدل جانے کی وجہ سے ہوتا۔جیسا کہ سورہ یونس کی آیت ٩٨ میں ہے:"لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ" جب وہ ایمان لے آئے تو ہم نے ذلیل وخوار کر دینے والا عذاب ان سے اٹھالیا۔

پیغام:

١۔جب کبھی انسان پر مصائب آتے ہیں اور وہ مشکلات کا شکار ہوتا ہے تو تمام خیالی معبودوں کو بھول جاتا ہے۔"بَلْ

اِیَّاهُ تَدْعُوْنَ فَیَکْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَیْهِ اِنْ شَآءَ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِکُوْنَ﴿۴۱﴾ ''انہیں صرف بھلایا ہی نہیں جاتا بلکہ ان کا انکار کر دیا جاتا ہے۔

چنانچہ ایک دوسری آیت میں ہم پڑھتے ہیں: ''وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا کُنَّا مُشْرِکِیْنَ﴿۲۳﴾ ''قسم ہے کہ اللہ ہی ہمارا رب ہے ہم تو مشرکین میں سے نہیں ہیں۔(انعام۔۲۳) قیامت کے دن مشرکین قسم کھا کر اپنے شرک کا انکار کردیں گے۔

۲۔خلوص نیت اور سچے دل کے ساتھ کی گئی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔''بَلْ اِیَّاهُ تَدْعُوْنَ فَیَکْشِفُ''

۳۔غیر خدا سے مایوس ہو جانے سے دعا کی قبولیت میں سرعت آجاتی ہے یعنی دعائیں جلد قبول ہوتی ہیں کیونکہ انسان کی توجہ صرف حقیقی خدا کی طرف ہو جاتی ہے۔(''فَیَکْشِفُ''میں موجود حرف''فا''اس پر دلیل ہے۔)

۴۔خدا تعالیٰ کے ارادے اور حکیمانہ مشیئت میں دعا کی قبولیت پائی جاتی ہے۔خدا تعالیٰ کی مشیئت ہے کہ مخلوق کی دعا قبول کی جائے۔''فَیَکْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَیْهِ اِنْ شَآءَ''

آیت نمبر ۴۲

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰۤی اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِکَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ یَتَضَرَّعُوْنَ﴿۴۲﴾

ترجمۃ الآیات

ہم نے ان امتوں پر جو تم سے پہلے تھیں (پیغمبر بھیجے اور جب وہ ان کی مخالفت کیلئے اٹھ کھڑے ہوئے) تو ہم نے ان کو شدت و تکلیف و رنج و بے آرامی میں مبتلا کر دیا کہ (شاید وہ بیدار ہو جائیں اور حق کے سامنے) سر تسلیم خم کریں۔

نکات:

☆''بَاْسَآءِ''جنگ،فقر،قحط،سیلاب،زلزلہ اور پھیلنے والی بیماری کے معنی میں ہے جبکہ''ضَرَّآءِ''غم والم،دکھ و رنج، آبروریزی،جہالت اور دیوالیہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

☆حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:غم والم میں اور مصائب میں انسان سچے دل سے خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں گریہ و زاری،نالہ و فریاد کرے تو ضرور پروردگار عالم کی طرف سے اس پر لطف و کرم ہوگا۔(تفسیر صافی؛تفسیر نور الثقلین)

مولوی اس حقیقت کو اپنے اشعار میں یوں بیان کرتا ہے:

پیش حق یک نالہ از روی نیاز
بہ کہ عمری در سجود و در نماز
زو را بگذار و زاری را بگیر
رحم سوی زاری آید ای فقیر

پریشانی کے وقت حق کی بارگاہ میں ایک آہ و زاری ساری عمر سجدہ اور نماز سے زیادہ اثر رکھتی ہے۔ اپنی طاقت کو آزمانہ چھوڑ دو اور اس کی بارگاہ میں گریہ وزاری کرو، اے فقیر، اے محتاج، یہ بات یاد رکھ کہ خضوع وخشوع سے پروردگار کو پکارنے والے کی طرف اس کی رحمت لپک کر آتی ہے۔

پیغام:

۱۔ لوگوں کے درمیان انبیا کا مبعوث کیے جانا، پوری تاریخ میں ایک سنت الٰہی رہی ہے۔ ''وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ''

۲۔ گذشتہ لوگوں کی تاریخ آئندہ آنے والوں کیلئے عبرت ہے۔ ''قَبْلِكَ''

۳۔ تربیت اور ہدایت کے مراحل میں کبھی دباؤ ڈالنا اور سختی کرنا بھی ضروری امر ہے۔ ''فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ''

۴۔ مشکلات، اصل میں فطرت کو بیدار کرنے اور لوگوں کی خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ ''يَتَضَرَّعُوْنَ﴿۴۲﴾''

۵۔ ہر لطف ومہربانی آسانی کیلئے نہیں اور ہر قہر وغضب میں صرف رنج والم نہیں۔ ''لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ﴿۴۲﴾''

آیت نمبر ۴۳

فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴿۴۳﴾

ترجمۃ الآیات

جب ہمارا عذاب ان کے پاس پہنچا تو انہوں نے (خضوع کیوں نہیں کیا اور) سر تسلیم کیوں خم نہ کیا؟ اور (حقیقت یہ ہے کہ) ان کے دل سخت ہو گئے اور شیطان نے ہر اس کام کو جو وہ کرتے تھے ان کی نظروں میں پسندیدہ کر کے دکھایا۔

پیغام:

۱۔ پروردگار عالم کی بارگاہ میں تضرع کرنا، گڑگڑانا، اس میں ہی ہماری رشد و ہدایت ہے اور اس کے ساتھ قرب کا موجب ہے جبکہ اس عمل کو ترک کرنا، سنگدلی اور لاپرواہی وغفلت کی علامت ہے۔ ''فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا''

۲۔ فطرتاً انسان خوبصورتی کو پسند کرتا ہے، یہ چیز اس حد تک ہے کہ شیطان اسی بات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انسان کو غفلت میں ڈال دیتا ہے اور اسے شکار بنالیتا ہے۔ ''زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ''

۳۔ ہٹ دھرم افراد پر نہ تبلیغ اثر کرتی ہے اور نہ ہی سرزنش سودمند ہوتی ہے۔ ''قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ''

۴۔ غرور کرنا اور بارگاہ خداوندی میں گریہ نہ کرنا، شیطانی آرائش وزیبائش میں غرق ہو جانے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ ''فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا۔ ۔ ۔ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ''

آیت نمبر ۴۴

فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ؕ حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ﴿۴۴﴾

ترجمۃ الآیات

جب (نصیحتوں نے کوئی فائدہ نہ دیا اور) جو کچھ انہیں یاد دہانی کرائی گئی تھی وہ اسے بھول گئے تو ہم نے (نعمتوں میں سے) تمام چیزوں کے دروازے ان پر کھول دیئے (تاکہ وہ آسائش اور مادیات میں غرق ہو جائیں) یہاں تک کہ وہ (کامل طور پر) خوشحال ہو گئے (اور انہوں نے ان کے ساتھ دل لگالیا) تو ہم نے یکایک انہیں دھر پکڑا (اور سخت سزا دی) تو

اس وقت وہ سب کے سب مایوس ہو گئے۔

نکات:

☆ ''مُّبْلِسُوْنَ'' کا لفظ اصل میں ''ابلاس'' سے ہے جس کے معنی غم واندوہ کا مایوسی کے ساتھ ہونا ہے۔ یہ کسی مجرم کی ایسی حالت ہے جب عدالت میں اس سے کوئی سوال پوچھا جائے اور وہ جواب نہ دے سکے۔ (تفسیر المیزان)

☆ دو آیات میں فرمایا: ہم افراد کو سختیوں میں گرفتار کرتے ہیں تاکہ وہ آہ وزاری کریں۔ اس آیت میں فرمایا: بعض افراد ایسے ہیں جو سختی کی اس حالت میں بھی خدا کو بھلائے ہوتے ہیں، اللہ کو یاد نہیں کرتے۔ ''نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا۔۔۔''

☆ قرآن مجید میں ہے: ''وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔـا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ط'' ہوسکتا ہے کہ جس چیز کو تم پسند کرتے ہو وہ تمہارے لیے اچھی نہ ہو، تم اُسے خیر سمجھ رہے ہو اور وہ تمہارے لیے شر ہو۔ (بقرہ۔۲۱۶)

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: ''اذا رأيت سبحانه يتابع عليك نعمه وانت تعصيه فاحذره'' اگر تم یہ دیکھو کہ خدا تعالیٰ تم پر مسلسل اپنی نعمات کر رہا ہے اور تم گناہ کیے چلے جا رہے ہو، تو آگاہ ہو جاؤ، ہوسکتا ہے اس لطف وکرم کی عاقبت اچھی نہ ہو۔ (نہج البلاغہ، حکمت ۲۵)

☆ دنیا اور اس کی سہولیات، انسان کیلئے نعمت بھی ہوسکتی ہیں اور زحمت یا آزمائش بھی ہوسکتی ہیں۔ مورد بحث آیت میں دنیا انسان کیلئے ایک آزمائش اور سختی کے طور پر بیان ہوئی ہے۔ ایمان اور تقویٰ، اہل افراد کیلئے زمین وآسمان کی نعمات کے نزول کا باعث بنتا ہے۔ چنانچہ سورہ اعراف کی آیت ۹۶ میں آیا ہے: ''وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ''

اگر آبادی والے ایمان لے آئیں اور تقویٰ اختیار کریں تو یقیناً ہم ان پر زمین وآسمان میں سے برکات کے دروازے کھول دیں گے۔

لہٰذا انسان کو چاہیے کہ غفلت سے بیدار ہو کیونکہ غفلت خیر اور بھلائی کے دروازے انسان پر بند کرنے کا سبب بنتی ہے۔

☆ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: ''اذا رأيت الله يعطى على المعاصى فان ذلك استدراج منه'' اگر تم دیکھو کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے گنہگاروں کو دنیا دی جا رہی ہے، تو (کسی کو خوش نہیں ہو جانا چاہیے کیونکہ) یہ اس کی آہستہ آہستہ ہلاکت کا سبب ہے۔ اس کے بعد آنحضورؐ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ (تفسیر مجمع البیان)

امام محمد باقر علیہ السلام نے اس آیت کی تاویل میں ارشاد فرمایا: جب لوگوں نے علی بن ابی طالب علیہ السلام کی ولایت کو ترک کر دیا جبکہ انہیں اس بات کا حکم دیا گیا تھا، ''فَلَمَّا نَسُوْا۔۔۔'' تو دنیا میں ان کی دولت کو بڑھا دیا گیا ''فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ۔۔۔'' یہاں تک حضرت قائم علیہ السلام ظہور فرمائیں۔ ''حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً'' (تفسیر عیاشی)

پیغام:

۱۔زندگی میں ہمیشہ آسائش، رحمت کی علامت نہیں ہے۔کبھی عقوبت اور سختی کا موجب بھی ہو جاتی ہے۔''نَسُوۡا مَا ذُکِّرُوۡا بِهٖ فَتَحۡنَا''

۲۔مجرمین کو مہلت دینا اور خراب کاروں کو ان کے کاموں میں مشغول کر دینا، سنت الٰہی میں سے ہے۔''فَلَمَّا نَسُوۡا مَا ذُکِّرُوۡا بِهٖ فَتَحۡنَا''

۳۔خدا تعالٰی کا غضب، اتمام حجت کے بعد ہی ہوتا ہے۔''نَسُوۡا مَا ذُکِّرُوۡا بِهٖ۔۔۔ اَخَذۡنٰهُمۡ''

۴۔مشکلات، سختیاں اور آسانیاں سب پروردگار عالم کے دست قدرت میں ہے۔''اَخَذۡنَا۔۔۔ فَتَحۡنَا''

۵۔موت اور غضب الٰہی، ناگہانی طور پر ہی آتا ہے۔ لہٰذا ہمیں ہمیشہ تیار رہنا چاہیے۔''بَغۡتَةً''

۶۔تعشیات میں مگن رہنے والوں کی زندگی اچانک سے مایوسی کا شکار ہو جاتی ہے۔''فَرِحُوۡا۔مُّبۡلِسُوۡنَ﴿۴۴﴾''

آیت نمبر ۴۵

فَقُطِعَ دَابِرُ الۡقَوۡمِ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا ؕ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ﴿۴۵﴾

ترجمۃ الآیات

اور (اس طرح سے) جن لوگوں نے ظلم کیا ان کی زندگی کا خاتمہ کر دیا گیا (اور ان کی نسل منقطع ہوگئی۔) اور حمد مخصوص ہے اس اللہ کے لیے جو عالمین کا پروردگار ہے۔

نکات:

☆ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: اگر کوئی یہ چاہے کہ ظالم باقی رہے، حقیقت میں وہ چاہتا ہے کہ پروردگار کی معصیت اور نافرمانی ہوتی رہے۔خدا تعالٰی نے ظالمین کو ہلاک کرنے پر خود کی تعریف کی ہے۔''فَقُطِعَ دَابِرُ الۡقَوۡمِ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا ؕ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ''(معانی الاخبار، ۲۵۲)

پیغام:

۱۔ظلم وستم ہمیشہ رہنے والا نہیں ہے۔''فَقُطِعَ''

۲۔ظلم، آئندہ نسلوں تک اثر رکھتا ہے۔''دَابِرُ''

۳۔ظالمین کا خاتمہ اوران کی نابودی حتمی ہے۔(ظلم، تہذیبوں کو جڑ سے اکھاڑ دیتا ہے۔)''فَقُطِعَ دَابِرُ'' جیسا کہ دوسری جگہ پر فرمایا: ''فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ﴿۸﴾''(حاقہ۔۸)

۴۔توجہ دلانے اور آگاہی دینے کے باوجود انبیا کی طرف لاپرواہی کرنا بھی انبیا کے ساتھ ظلم ہے۔''نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا۔۔۔ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ؕ''

۵۔کبھی بہت زیادہ آسائش والی زندگی، ظلم کی راہ ہموار کرتی ہے۔''فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ؕ۔۔۔ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ؕ''

۶۔تاریخ میں ایسی بہت سی قومیں گذری ہیں کہ جن کا اب کوئی اثر باقی نہیں رہا۔''فَقُطِعَ دَابِرُ''

۷۔ظالم کا خاتمہ کرنا، پسندیدہ کام ہے۔''وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ''

۸۔ظالموں کی نابودی کے وقت خدا تعالیٰ کا شکرادا کرنا چاہیے۔''فَقُطِعَ دَابِرُ۔۔۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ''

۹۔ظالموں کی ہلاکت، دوسروں کیلئے عبرت کا باعث ہے۔''رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴿۴۵﴾''

آیت نمبر ۴۶

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ﴿۴۶﴾

ترجمۃ الآیات

کہہ دو کہ کیا تم نے اس بات پر بھی غور کیا ہے کہ اگر خدا تمہارے کان اور آنکھیں تم سے لے لے اور تمہارے دلوں پر مہر لگا دے (کہ تم کوئی بات نہ سمجھ سکو) تو خدا کے سوا اور کون ہے جو یہ چیزیں تمہیں دے دے دیکھو ہم آیات کی کس طرح مختلف طریقوں سے تشریح کرتے ہیں اس کے بعد وہ لوگ (ایمان لانے اور تسلیم ہونے کی بجائے) منہ پھیر لیتے ہیں۔

نکات:

☆ سورت کی ابتدا سے لے یہاں تک تقریباً دس مرتبہ خدا تعالیٰ نے مخالفین کو سوال کے ذریعے فکر کرنے کی دعوت دی ہے۔ نعمات میں غور وفکر کرنا، ان میں ممکنہ تبدیلی پر غور فکر کرنا، خدا شناسی کیلئے راہ ہموار کرتا ہے۔

مثلاً اگر کوئی یہ سوچے کہ

اگر درختوں کے پتے سبز نہ ہوں تو ''لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا'' (واقعہ۔ ٦٥)

اگر پانی کڑوا یا میٹھا نہ ہو تو ''لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا'' (واقعہ۔ ٧٠)

اگر پانی زمین میں جذب ہو جائے تو ''اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا'' (ملک۔ ٣٠)

اگر رات یا دن، ہمیشہ رہ جائے تو ''اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا۔ ۔ ۔ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا'' (قصص، ٧١۔ ٧٢)

اگر آنکھ، کان اور انسان کی عقل کام کرنا چھوڑ دے تو ''اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ ۔ ۔ ۔'' (انعام ۔ ٤٦)

☆ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: اگر پروردگار آپ کی ہدایت کو واپس لے لے تو کون ہے جو دوبارہ تمہیں ہدایت دے؟ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ (تفسیر نور الثقلین)

پیغام:

١۔ قرآن کے تبلیغی اور تربیتی طریقہ کار میں انسانی ضمیر سے سوال کیا جاتا ہے۔ ''اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ''

٢۔ خدا تعالیٰ کیلئے آسان ہے کہ وہ دی ہوئی نعمتوں کو واپس لے لے، لہٰذا ہمیں آگاہ رہنا چاہیے۔ ''اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ ۔ ۔ ۔''

٣۔ خلقت پروردگار کی طرف سے ہے اور اسی طرح نعمت کا کارآمد ہونا بھی پروردگار کی طرف سے ہے۔ ''اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ''

٤۔ کان، آنکھ اور عقل، انسان کیلئے شناخت کے ذرائع ہیں اور پروردگار کی اہم ترین نعمات ہیں۔ ''سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ''

٥۔ خیالی معبود نہ کسی چیز کو خلق کرنے کی قدرت رکھتے ہیں اور نہ ہی ایسی نعمات کو پلٹانے کی قدرت رکھتے ہیں، جو انسان سے چھن چکی ہوں۔ ''مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ'' (جی ہاں! عبادت کے لائق وہ ہے جو نعمت عطا کرسکتا ہے اور پھر نعمت

کو واپس لے سکتا ہے۔)

۶۔اس قدر زیادہ اور واضح دلائل ہونے کے باوجود مشرکین کی غیر خدا پر توجہ ہونا حیران کن ہے۔''اُنْظُرْ کَیْفَ۔ ''

۷۔ضدی اور ہٹ دھرم انسانوں پر ہر طرح کی بات بے اثر ہوتی ہے۔''نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ ثُمَّ هُمْ یَصْدِفُوْنَ۝۴۶''

آیت نمبر ۴۷

قُلْ اَرَءَیْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ یُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ۝۴۷

ترجمۃ الآیات

کہہ دو کہ کیا تم نے یہ بھی غور کیا کہ اگر خدا کا عذاب اچانک (اور پوشیدہ) یا آشکار تمہارے پاس آجائے تو کیا ظالموں کے گروہ کے سوا اور کوئی ہلاک ہوگا؟

نکات:

☆''بَغْتَةً'' سے مراد شاید رات نیند کا وقت ہے اور''جَهْرَةً'' سے مراد شاید دن میں کام کرنے کا وقت ہے۔ جیسے یہ آیت''اَتٰىهَاۤ اَمْرُنَا لَیْلًا اَوْ نَهَارًا''(یونس۔۲۴؛تفسیر روح المعانی)

شاید''بَغْتَةً'' سے مراد بغیر مقدمے کے عذاب ہے۔''جَهْرَةً'' سے مراد شاید ایسا عذاب ہے جس کے آثار پہلے دن سے ہی واضح ہوں۔جیسے خطرناک بادل عاد قوم کے سر پر نازل کیے گئے۔

ہم دوسری جگہ پڑھتے ہیں:''قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ؕ بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ ؕ رِیْحٌ فِیْهَا عَذَابٌ اَلِیْمٌ۝۲۴'' (احقاف۔۲۴؛تفسیر اطیب البیان)

☆سوال: یہ آیت کہتی ہے: صرف ظالمین عذاب الٰہی سے ہلاک ہونگے۔دوسری آیت میں ہے کہ''وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِیْبَنَّ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ'' (انفال۔۲۵) فتنہ کو پھیلانے اور عذاب کے شعلوں کی نسبت سب کے ساتھ دی گئی ہے اور خبردار کیا گیا ہے۔کس طرح ان دو آیات کا مفہوم جمع کیا جا سکتا ہے؟

جواب: ہر فتنہ ہلاکت نہیں ہے۔سخت حالات میں ظالمین تک جو چیز پہنچے گی وہ ہلاکت و غضب ہے اور مومنین کیلئے آزمائش اور ہدایت و رشد ہے۔

پیغام:

۱۔لوگوں کے ضمیر کو زندہ کرنے کیلئے پیغمبر سوال جواب کرنے پر مامور ہیں۔سوال کرنے سے دوسرے کا ذہن بیدار ہوتا ہے۔''قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ ''

۲۔سرکشی کرنے اور پروردگار کی طرف سے مہلت ملنے پر انسان کو مغرور نہیں ہو جانا چاہیے، شاید خدا تعالیٰ کا عذاب اچانک آجائے۔''بَغْتَةً''

۳۔جب خدا کا عذاب پہنچے گا تو ہلاکت یقینی ہے، نہ ہم خود اور نہ کوئی اور اس چیز کا مقابلہ کرسکتا ہے۔کسی میں اتنی قدرت نہیں ہے کہ وہ اپنا بچاؤ کر سکے۔''عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ''

۴۔خدا کی طرف سے انسان کو ملنے والا کیفر، لوگوں کے اپنے ظلم کا نتیجہ ہے جو کہ عین عدل کے مطابق ہے۔''يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ﴿۴۷﴾ ''

۵۔انبیا کی دعوت سے منہ موڑنا ظلم ہے۔''هُمْ يَصْدِفُوْنَ﴿۴۶﴾ ۔الظّٰلِمُوْنَ﴿۴۷﴾''

آیت نمبر ۴۸ ۔ ۴۹

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴿۴۸﴾
وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ﴿۴۹﴾

ترجمۃ الآیات

اور ہم پیغمبروں کو نہیں بھیجتے سوائے اس کے کہ وہ بشارت دینے والے اور ڈرانے والے ہوتے ہیں، پس جو لوگ ایمان لے آئیں اور اپنی اصلاح کرلیں تو ان کے لیے نہ تو کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔

وہ لوگ جو ہماری آیات کو جھٹلاتے ہیں ان کی نافرمانیوں کے سبب خداوند تعالیٰ کا عذاب پہنچے گا۔

نکات:

☆ سوال: قرآن مجید کی متعدد آیات میں بیان ہوا ہے کہ اولیائے خدا کو کسی قسم کا کوئی خوف نہیں ہے "لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ" تو پھر کیوں اولیائے خدا کی خصوصیات میں ہے کہ انہیں خدا کا خوف ہوتا ہے۔ "اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا۔ ۔ ۔ "؟

جواب: پہلی بات تو یہ ہے کہ جب بیمار علاج یا آپریشن سے ڈرتا ہے تو ڈاکٹر اسے اطمینان دیتا ہے، تسلی دیتا ہے کہ پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے، ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ڈاکٹر کی نصیحت کے مطابق نہ گھبرانا اور بیمار کا خوف کھانا ایک دوسرے سے متضاد نہیں ہیں۔

پیغام:

۱۔ انبیا کے کام کا دائرہ کار صرف خدا تعالیٰ معین فرماتا ہے۔ "وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ۔ ۔ ۔ "

۲۔ انبیا کی ذمہ داری خوشخبری دینا اور خبردار کرنا ہے، لوگوں پر زور زبردستی کرنا نہیں ہے۔ "اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ"

۳۔ انبیا کے طریقہ کار کے مجموعی اصول ایک ہی جیسے تھے۔ "مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ"

۴۔ ہدایت اور تربیت کے نظام دو اہم ستونوں پر کھڑے ہوتے ہیں اور وہ خوف ورجا (امید) اور جزا وسزا ہیں۔ "مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ"

۵۔ ایمان اور عمل صالح ایک دوسرے سے الگ نہیں ہیں۔ ایمان سے خالی عمل کسی کام کا نہیں ہے۔ "اٰمَنَ وَاَصْلَحَ"

۶۔ مومنین کے کام ہمیشہ اصلاح کے حوالے سے ہونے چاہئیں۔ "اٰمَنَ وَاَصْلَحَ"

۷۔ نیک ہونا ہی کافی نہیں ہے بلکہ نیکی پھیلانا اور بہتری لانا بھی ضروری ہے۔ "اَصْلَحَ"

۸۔ ایمان اور عمل، انسان کو روحانی ونفسیاتی بیماریوں سے نجات دیتے ہیں جیسے خوف اور غم واندوہ کو دور کر دیتے ہیں۔ "اٰمَنَ وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝۴۸" (نفسیاتی صحت، ایمان اور عمل صالح کے سایہ میں ہے۔)

۹۔ نبوی معاشرے کی خصوصیات میں ایک متوازن نظام اور امن عامہ ہے۔ ترقی وکمال کا سفر ہے۔ "فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ۔ ۔ ۔ "

۱۰۔ فسق وفجور اور گناہ کے عمل کو بار بار جاری رکھنا، عذاب الٰہی کی راہ کو ہموار کرتا ہے۔ "يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۝۴۹"

آیت نمبر ۵۰

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۗ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۗ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ۝۵۰

ترجمۃ الآیات

(اے پیغمبر! لوگوں سے) کہہ دو کہ میں یہ تو نہیں کہتا کہ خدا کے خزانے میرے پاس ہیں اور نہ میں غیب سے آگاہ ہوں (سوائے اس کے جو خدا مجھے تعلیم دیتا ہے) اور میں تمہیں یہ بھی نہیں کہتا کہ میں فرشتہ ہوں میں تو صرف اس کی پیروی کرتا ہوں جو خدا کی طرف سے مجھ پر وحی ہوتا ہے۔ کہہ دو کہ کیا نابینا اور بینا برابر ہیں؟ تم اس پر غور کیوں نہیں کرتے؟

نکات:

☆ ایمان نہ لانے والے افراد یہ خیال کرتے تھے کہ پیغمبر وہ ہو سکتا ہے جس کے پاس الٰہی خزانے موجود ہوں، یا وہ یہ سوچتے تھے کہ پیغمبر اپنا سارے کام غیب کے ذریعے حل کرتا ہے۔ اس آیت میں پیغمبر اکرمؐ مامور ہوئے ہیں کہ وضاحت کے ساتھ لوگوں کی بے جا توقعات اور غلط افکار و نظریات کا راستہ روکیں اور اپنے فرائض کی محدودیت کو بیان کریں اور یہ کہیں کہ میرے معجزات بھی وحی الٰہی کے دائرے میں ہوتے ہیں، تم لوگوں کی خواہشات اور سوچوں کے مطابق نہیں ہوتے۔ اے لوگو! جان لو کہ جب مجھ پر وحی آئے گی تو میں معجزہ پیش کروں گا، نہ کہ تم لوگوں کے مطابق کہیں بھی اور کسی بھی وقت یا جو تم چاہتے ہو۔

☆ اس آیت میں الگ سے پیغمبر اکرمؐ کے غیب کا علم جاننے کے بارے میں نفی کی گئی ہے۔ لیکن بعض دوسری آیات میں پیغمبر اکرمؐ کو غیب کی خبریں عطا کیے جانے کے بارے میں بیان فرمایا گیا ہے، جیسے پروردگار عالم نے کئی مرتبہ حضرت یوسفؑ، جناب مریمؑ اور حضرت نوح کے قصے مختلف آیات میں پیغمبر اسلامؐ سے بیان فرمائے ہیں: ''ذلك من انباء الغيب نوحيه اليك'' یہ خبریں، غیب کی ہیں جو ہم نے آپ کو وحی کی ہیں۔

سورہ جن کی آخری آیات میں فرمایا: علم غیب پروردگار عالم کے پاس ہے اور وہ اس میں سے کچھ سوائے اپنے اولیا کے کسی کو عطا نہیں فرماتا ہے۔ پس علم غیب خدا تعالیٰ سے مخصوص ہے اور اگر وہ چاہے تو اس میں کچھ اپنے اولیا کے اختیار میں دے دیتا ہے۔

☆ ہر دور میں لوگوں کے ساتھ تمام انبیا کا رویہ ایک جیسا رہا ہے۔ یہی باتیں حضرت نوح نے بھی اپنی قوم سے کی تھیں۔ (ہود۔۳۱)

پیغام:

۱۔ انبیا کی سچائی یہاں تک ہے کہ اگر ان کے پاس کوئی قوت وقدرت نہیں ہے تو وہ لوگوں کے درمیان اس بات کا اعلان کر دیتے ہیں۔ ''قُلۡ لَّاۤ اَقُوۡلُ''

۲۔ پیغمبروں سے بے جا توقعات نہ رکھو۔ ''لَّاۤ اَقُوۡلُ لَکُمۡ عِنۡدِیۡ خَزَآئِنُ اللّٰہِ''

۳۔ راہبر کی زندگی، اہداف اور طریقہ کار واضح طور پر بغیر کسی ابہام کے لوگوں کے درمیان بیان ہونا چاہیے۔ ''قُلۡ لَّاۤ اَقُوۡلُ۔۔۔''

۴۔ لوگوں کو اس بات کی اجازت نہ دیں کہ آپ جو کچھ ہیں اس سے زیادہ کے بارے میں سوچنے لگ جائیں۔ (اگر شخصیات ایسے کاذب القابات کو روکیں جو اُن کے ناموں کے ساتھ لگائے جاتے ہیں تو غلو اور انحرافات کو روکا جاسکتا ہے۔) ''لَّاۤ اَقُوۡلُ لَکُمۡ عِنۡدِیۡ خَزَآئِنُ اللّٰہِ۔۔۔''

۵۔ انبیا، دولت، دھمکی اور لالچ کے ذریعے کام نہیں کرتے تاکہ دوسرے خوف اور لالچ کی وجہ سے ان کے گرد جمع نہ ہو جائیں اور یہ خیال نہ کریں کہ اگر پیغمبر کے ہمراہ ہونگے تو علم غیب یا الٰہی خزانے کی وجہ سے ان کی مشکلات حل ہو جائیں گی۔ ''قُلۡ لَّاۤ اَقُوۡلُ۔۔۔''

۶۔ پیغمبر بھی عام لوگوں کی طرح اپنی شخصی زندگی اور حکومتی معاملات کیلئے معمولی ذرائع استعمال کرتے ہیں۔ شخصی زندگی کیلئے علم غیب یا الٰہی خزانوں سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔ اگرچہ نبوت کے اثبات کیلئے ضروری ہے کہ اس چیز سے استفادہ کریں۔ ''لَاۤ اَعۡلَمُ الۡغَیۡبَ''

۷۔ پیغمبروں کے پاس اگرچہ الٰہی خزانے اور علم غیب ہر وقت نہیں ہوتا لیکن کیونکہ ان پر وحی الٰہی نازل ہوتی ہے، لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم ان کی پیروی کریں۔ ''یُوۡحٰۤی اِلَیَّ ؕ''

۸۔ پیغمبروں کے افعال، خیالات کی بنیاد پر یا کسی ایک خاص طریقہ سلیقہ کی بنیاد پر نہیں، نہ ہی معاشرتی رجحان یا جاری فضا کے مطابق ہوتے ہیں بلکہ صرف اور صرف وحی کی پیروی کرنے کی بنیاد پر ہوتے ہیں۔ ''اِنۡ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوۡحٰۤی اِلَیَّ ؕ''

۹۔ انبیا کا کردار اور ان کے ارشادات ہمارے لیے حجت ہیں کیونکہ وہ وحی کی بنیاد پر ہوتے ہیں۔ ''اِنۡ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوۡحٰۤی اِلَیَّ ؕ''

۱۰۔ انبیا کی پیروی کرنا، بصیرت ہے اور ان سے منہ موڑنا، اندھا پن اور نابینا ہونا ہے۔ ''قُلۡ ہَلۡ یَسۡتَوِی الۡاَعۡمٰی

وَالْبَصِیْرُ ؕ ''

۱۱۔صحیح فکر انسان کو انبیا کی پیروی کرنے پر ابھارتی ہے اور انسان کو بہانے بازی اور توقعات رکھنے سے دور کرتی ہے۔

''اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ۝۵۰''

آیت نمبر ۵۱

وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِیْنَ یَخَافُوْنَ اَنْ یُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ لَیْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِیٌّ وَّلَا شَفِیْعٌ لَّعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ۝۵۱

ترجمة الآیات

اس (قرآن) کے ذریعہ ان لوگوں کو ڈراؤ جو خدا تعالیٰ کے حضور حشر ونشر سے ڈرتے ہیں کیونکہ (اس دن کہ جس میں) ان کیلئے کوئی یار و یاور، سرپرست اور شفاعت کرنے والا سوائے اس (خدا) کے نہ ہوگا۔شاید کہ وہ پرہیزگاری کریں۔

نکات:

☆ قرآن مجید میں خدا تعالیٰ نے پیغمبر اکرمؐ سے کئی مرتبہ فرمایا ہے کہ آپؐ کا خبردار کرنا صرف ایسے لوگوں پر اثر انداز ہوگا جن کے دل میں خدا کا خوف ہوگا: ''اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِیَ الرَّحْمٰنَ'' بے شک آپ انہیں خبردار کریں جو ذکر کی پیروی کریں اور رحمن سے ڈریں۔(یٰس ۔۱۱) اور ''اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَیْبِ'' بے شک آپ انذار کریں ان لوگوں کو جو غیب کی بنیاد پر اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔(فاطر ۔۱۸)

پیغام:

۱۔انبیا کی ہدایت مؤثر ہونے کیلئے افراد کا آمادہ ہونا لازمی شرط ہے۔''الَّذِیْنَ یَخَافُوْنَ''

۲۔ معاد پر اعتقاد، تقویٰ کی کلید ہے۔''یَخَافُوْنَ اَنْ یُّحْشَرُوْٓا ۔ ۔ ۔لَعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ۝۵۱''

آیت نمبر ۵۲

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ؕ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۲﴾

ترجمۃ الآیات

ان لوگوں کو جو صبح وشام خدا کو پکارتے ہیں اوراس کی ذات پاک کے علاوہ کسی پر نگاہ نہیں رکھتے اپنے سے دور نہ کر، نہ ان کا حساب تجھ پر ہے اور نہ تیرا حساب ان پر ہے، اگر تو ان کو دھتکارے گا تو ظالموں میں سے ہو جائے گا۔

نکات:

☆ اس آیت کی شان نزول میں ہے کہ بعض مالدار کافروں نے جب دیکھا کہ جناب عمارؓ، جناب بلالؓ اور جناب خبابؓ وغیرہ جیسے غریب افراد پیغمبر اکرمؐ کے گرد جمع ہیں، انہوں نے آنحضورؐ کو تجویز دی کہ ان لوگوں کو اپنے سے دور کر دیں تو ہم آپؐ کے قریب آجائیں گے۔ تفسیر المنار کے مطابق خلیفہ دوم نے کہا کہ انہیں آزمانے کی خاطر، ان کی تجویز کو قبول نہ کر لیں۔ اس موقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اس آیت کے مشابہ سورہ کھف میں بھی آیت ۲۸ موجود ہے۔

☆ تفسیر قرطبی میں ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد پیغمبر اکرمؐ فقرا کی محفل سے اس وقت تک نہیں اٹھتے تھے جب تک وہ سب نہ چلے جائیں۔

☆ صبح وشام خدا کو پکارنے سے مراد ہو سکتا ہے کہ نماز پنجگانہ کی طرف اشارہ ہو۔ (تفسیر المیزان)

پیغام:

۱۔ بہ نسبت مالدار اور سرمایہ دار کافروں کے؛ مخلص، غریب اور مجاہد افراد کو اپنے سے قریب کرنا زیادہ اہم اور مفید ہے۔ ''لَا تَطْرُدِ''

۲۔ ہدف وسیلے کی توجیہ نہیں کرتا۔ یہ ایک اصول ہے کہ اگر کسی کا مقصد نیک ہو تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ اس

مقصد کو کسی بھی طریقے سے حاصل کر لے۔ کافر سرداروں کو اپنے سے قریب کرنے کیلئے، موجود مسلمانوں کی توہین نہیں کر دینی چاہیے۔ ''لَا تَطْرُدِ''

۳۔ آیت کی شان نزول کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اسلام گروہ بندی، نسل پرستی اور خودغرضی کے خلاف ہے۔ اسلام ایسی خصوصیات کے خلاف مقابلہ کرتا ہے۔

۴۔ انبیا کرام کے پیروکار زیادہ تر غریب غربا ہوا کرتے تھے۔ (شان نزول کو دیکھتے ہوئے)

۵۔ آیت کی شان کو سامنے رکھتے ہوئے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ بہانے بنانے والے افراد کسی دوسرے راہبر اور اس کے مکتب پر اگر کوئی اعتراض نہ کر سکیں تو ان کے پیروکاروں اور ان کی معاشی و اقتصادی صورتحال پر اعتراض کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

۶۔ ایمان کے برابر کوئی صفت نہیں ہو سکتی۔ ''يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ؕ''

۷۔ افراد کی موجودہ حالت معیار قرار پاتی ہے۔ اگر غریب مومنین نے گذشتہ میں کوئی خلاف ورزی انجام دی ہو تو اس کا حساب خدا تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ ''مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ''

۸۔ تمام افراد کے معاملات خدا تعالیٰ کے ساتھ ہیں۔ حتیٰ رسول اکرمؐ بھی اس بات کے ذمہ دار نہیں ہیں کہ دوسرے افراد کس بات کا انتخاب کرتے ہیں اور کیا عمل کرتے ہیں۔ ''مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ'' آپؐ کا اپنا معاملہ بھی خدا تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ ''وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ''

۹۔ مخلص غریب اور فقیر افراد کو اپنے سے دور کرنا، ظلم ہے۔ ''فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴿۵۲﴾''

آیت نمبر ۵۳

وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّيَقُوْلُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ بَيْنِنَا ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ﴿۵۳﴾

ترجمۃ الآیات

اور اس طرح ہم نے ان میں سے بعض کو دوسرے بعض کے ساتھ آزمایا ہے۔ (تونگروں کو فقیروں کے ذریعہ) تاکہ وہ یہ کہیں کہ کیا یہ ہیں کہ جنہیں خدا نے ہمارے درمیان سے (چنا ہے) ان پر احسان کیا ہے تو کیا خدا شکر کرنے والوں کو بہتر طور پر پہچانتا نہیں ہے؟

نکات:

☆ قرآن مجید میں کئی جگہوں پر مالدار کافروں کی بڑی بڑی توقعات اور خیالی اونچی اڑان کو بیان کیا گیا ہے اور اس کی مذمت کی گئی ہے۔ ان کی توقع تھی کہ قرآن اور وحی ان پر نازل ہونی چاہیے تھی جیسے کہ یوں بیان ہوا ہے: ''ءَ اُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْۢ بَيْنِنَا'' کیا ہم میں سے صرف اس پر وحی نازل ہوئی ہے؟ (قمر۔ ۲۵)

''لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ۞'' اُن دو علاقوں میں سے کسی بلند مرتبہ مرد پر یہ قرآن نازل کیوں نہیں ہوا؟ (زخرف۔ ۳۱)

☆ سچا مومن، ایمان کی نعمت پر شکر گذار رہتا ہے۔ روایت میں ہے کہ ایک شخص نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے سامنے اپنی غربت پر شکایت کی۔ امامؑ نے فرمایا: تمہاری نظر میں سب سے زیادہ غنی شخص کون ہے؟ اس نے جواب دیا: ہارون الرشید۔ امامؑ نے اس شخص سے سوال پوچھا: کیا تم اس بات پر آمادہ ہو کہ اپنا ایمان اسے دے دو اور اس کی ساری دولت لے لو؟ اس نے جواب دیا: نہیں۔ امامؑ نے فرمایا: بس تو پھر تم اس سے زیادہ غنی ہو کیونکہ تمہارے پاس ایسی چیز ہے جسے تم اس کی ساری دولت کے بدلے میں بھی فروخت کرنے پر تیار نہیں ہو۔ (تفسیر اطیب البیان)

پیغام:

۱۔ معاشرتی فرق، کبھی آزمائش کا ذریعہ ہوتے ہیں اور کبھی صلاحیتوں کے ابھرنے اور پھلنے پھولنے کا موجب بن جاتے ہیں۔ مالداروں کا غربا کے ذریعے امتحان لیا جاتا ہے۔ ''فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ''

۲۔ کچھ صاحب حیثیت افراد غریب افراد کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ان کی توہین کرتے ہیں جبکہ خود کو صاحب عزت اور اہم تصور کرتے ہیں۔ ''اَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ بَيْنِنَا ط''

۳۔ باایمان فقرا، خدا کے برگزیدہ اور نیک افراد ہیں۔ ''مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ''

۴۔ کافروں کی طرف سے کی جانے والی توہین کا جواب، خدا کی طرف سے مومنوں کے ساتھ محبت کرنے کے ذریعے دیا جارہا ہے۔ ''اَهٰٓؤُلَآءِ۔ ۔ ۔ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ ۞''

۵۔ فقیروں پر مہربانی، ان کے شکر گذار ہونے کی وجہ سے ہوتی ہے۔ ''مَنَّ اللّٰهُ۔ ۔ ۔ بِالشّٰكِرِيْنَ ۞''

۶۔ خدا تعالیٰ اپنی حکمت کے مطابق عمل کرتا ہے، لوگوں کی توقع کے مطابق نہیں۔ ''اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ ۞''

۷۔ شکر کرنے والوں کا بہترین نمونہ انبیا کرام ہیں۔ ''بِالشّٰكِرِيْنَ ۞''

''(وہ فقرا جنہوں نے ہدایت کی نعمت کو قبول کیا ہے وہ بھی نعمت ہدایت پر شکر گذار ہیں۔)'' بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ ۞''

آیت نمبر ۵۴ ـ ۵۵

وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيۡنَ يُؤۡمِنُوۡنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلۡ سَلٰمٌ عَلَيۡكُمۡ كَتَبَ رَبُّكُمۡ عَلٰى نَفۡسِهِ الرَّحۡمَةَ ۙ اَنَّهٗ مَنۡ عَمِلَ مِنۡكُمۡ سُوۡٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنۡۢ بَعۡدِهٖ وَاَصۡلَحَ ۙ فَاَنَّهٗ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۵۴﴾
وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الۡاٰيٰتِ وَلِتَسۡتَبِيۡنَ سَبِيۡلُ الۡمُجۡرِمِيۡنَ ﴿۵۵﴾

ترجمۃ الآیات

جب وہ لوگ جو ہماری آیات پر ایمان لائے ہیں تمہارے پاس آئیں تو ان سے کہو تم پر سلام ہو، تمہارے پروردگار نے اپنے اوپر رحمت فرض کر لی ہے۔ تم میں سے جو کوئی نادانی سے کچھ برا کام کرے، اس کے بعد توبہ اور اصلاح (وتلافی) کر لے تو وہ بخشنے والا مہربان ہے۔
اور ہم اس طرح سے (لوگوں کیلئے) آیات کو تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں (اور واضح کرتے ہیں) تاکہ (حق ظاہر اور) گنہگاروں کا راستہ آشکار ہو جائے۔

نکات:

☆ آیت کی شان نزول میں آیا ہے کہ بعض گنہگار، پیغمبر اکرمؐ کی خدمت میں آئے اور کہا: ہم نے بہت سے غلط کام کیے ہیں۔ حضورؐ خاموش ہو گئے۔ اس موقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی۔

☆ اس سورت میں پروردگار نے دوبارہ یہ جملہ ''كَتَبَ رَبُّكُمۡ عَلٰى نَفۡسِهِ الرَّحۡمَةَ ۙ'' فرمایا ہے۔ ایک مرتبہ اسی آیت میں اس دنیا میں مومنین کو خوش اور پرجوش کرنے کیلئے ذکر فرمایا ہے۔ دوسرا آیت ۱۲ میں قیامت کے بارے فرمایا: ''كَتَبَ عَلٰى نَفۡسِهِ الرَّحۡمَةَ ؕ لَيَجۡمَعَنَّكُمۡ''

☆ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ ایک حدیث میں امام جعفر صادق علیہ السلام نے جہالت کے بارے میں فرمایا: جہالت، گناہ کے باطن کو نہ جاننا ہے، یہ بات تمام گنہگاروں کیلئے ہے۔

پیغام:

۱۔الطاف الٰہی حاصل کرنے کیلئے، پیغمبر خدا کی زیارت کرنے والے کیلئے با ایمان ہونا لازمی شرط ہے۔''وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِیۡنَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِاٰیٰتِنَا فَقُلۡ۔ ۔ ۔''

۲۔پیغمبر کی زیارت کرنا، الطاف الٰہی کے حصول کا ذریعہ ہے۔''جَآؤُكَ۔ ۔ ۔ فَقُلۡ سَلٰمٌ عَلَیۡكُمۡ كَتَبَ''

۳۔عوام اور راہبر کے درمیان رابطہ، گہرے اُنس ومحبت کی بنیاد پر ہوتا ہے۔''اِذَا جَآءَكَ۔ ۔ ۔ فَقُلۡ سَلٰمٌ عَلَیۡكُمۡ''

۴۔تحیت کیلئے بہترین الفاظ''سَلٰمٌ عَلَیۡكُمۡ''ہیں۔''فَقُلۡ سَلٰمٌ عَلَیۡكُمۡ''

۵۔اگر مومنین کی بے عزتی اور توہین کی جائے تو اس کا ازالہ کیا جانا چاہیے۔(آیت ۵۳ میں ذکر ہوا کہ تکبر کرنے والے حقارت بھرے لہجے میں مومنو سے مخاطب ہوتے ہیں کہ''اَهٰۤؤُلَآءِ۔ ۔ ۔'' آیت ۵۴ میں پروردگار اس توہین کی تکلیف کو کم کرنے کیلئے اور مومنین کے دلوں کو مضبوط کرنے کی خاطر اپنے پیغمبر کو حکم دے رہا ہے کہ مومنین کو سلام کرو۔''فَقُلۡ سَلٰمٌ عَلَیۡكُمۡ''

۶۔''سلام'' دین اسلام کا شعار ہے۔ بڑا شخص اپنے سے چھوٹوں کو بھی سلام کرتا ہے۔''فَقُلۡ سَلٰمٌ عَلَیۡكُمۡ كَتَبَ''

۷۔تربیت کرنے والے اور تبلیغ کرنے والے فرد کو چاہیے کہ محبت وشفقت بھرے رویوں کے ساتھ عوام کو حیثیت اور شخصیت دے۔''سَلٰمٌ عَلَیۡكُمۡ''

۸۔اگر گناہ ہٹ دھرمی اور غرور وتکبر کی بنیاد پر نہ ہو تو پھر توبہ قابل قبول ہوگی۔''مَنۡ عَمِلَ مِنۡكُمۡ سُوۡٓءًۢا بِجَهَالَةٍ''

۹۔خدا تعالیٰ نے رحمت کو خود پر واجب قرار دیا ہے لیکن اس کے حصول کیلئے شرط، عذر خواہی اور توبہ ہے۔''كَتَبَ۔ ۔ ۔ ثُمَّ تَابَ''

۱۰۔توبہ، صرف ایک لفظ نہیں ہے بلکہ ارادے کے ہمراہ اصلاحی اعمال بھی ہیں۔''تَابَ مِنۡۢ بَعۡدِهٖ وَاَصۡلَحَ''

۱۱۔مومن کی توبہ ضرور قبول کرلی جائے گی۔''عَمِلَ مِنۡكُمۡ''

۱۲۔الٰہی عفو وبخشش، رحمت کے ہمراہ ہے۔''غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۵۴﴾''(گنہگار کو مایوس نہیں ہونا چاہیے۔)

۱۳۔مجرموں کو بے نقاب کرنا، منحرف کرنا اور سازش کرنے والے افراد کی سازشوں کو بے نقاب کرنا بھی مکتب کے اہداف میں سے ہے۔''لِتَسۡتَبِیۡنَ سَبِیۡلُ الۡمُجۡرِمِیۡنَ ﴿۵۵﴾''

آیت نمبر ۵۶

قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قُلْ لَّاۤ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ ۙ قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِیْنَ۝۵۶

ترجمة الآیات

(اے رسولؐ) تم (ان مشرکین سے) کہہ دو کہ مجھے ان کی پرستش سے منع کیا گیا ہے جنہیں تم خدا کے سوا پکارتے ہو (نیز) کہہ دو کہ میں تمہاری ہوا و ہوس کی پیروی نہیں کرتا۔ اگر میں ایسا کرونگا تو گمراہ ہو جاؤں گا اور ہدایت پانے والوں میں سے نہ ہوں گا۔

پیغام:

۱۔ مشرکین کی طرف سے بت پرستی اور مشرکانہ رویوں کی بنیاد پر کیے جانے والے مطالبات اور ان کی خواہشات پر واضح طور سے نفی میں جواب دیا جانا چاہیے۔ ''نُهِیْتُ، لَّاۤ اَتَّبِعُ۔ ضَلَلْتُ'' (جی ہاں! شرک کسی بھی حالت میں قابل قبول نہیں۔)

۲۔ پیغمبر خداؐ کا سلوک اور آپؐ کا موقف سب وحی کی بنیاد پر اختیار کیے جاتے ہیں۔ ''قُلْ، قُلْ''

۳۔ شرک سے اظہار نفرت اور دوری اختیار کرنا اسلام کا جزو ہے۔ ''نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ''

۴۔ شرک کی جڑ، نفس پرستی ہے۔ ''لَّاۤ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ ۙ''

۵۔ تبلیغ کرنے والے کو چاہیے کہ وہ لوگوں کی خواہشات کو تکمیل کرنے کے پیچھے نہ جائے۔ ''لَّاۤ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ ۙ''

۶۔ نفس پرستی، انسان کے اندر ہدایت کو قبول کرنے کی صلاحیت کو ختم کر دیتی ہے۔ ''لَّاۤ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ ۙ قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِیْنَ۝۵۶''

آیت نمبر ۵۷

قُلْ اِنِّیْ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَكَذَّبْتُمْ بِهٖ ؕ مَا عِنْدِیْ مَا

تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ يَقُصُّ الْحَقَّ وَهُوَ خَيْرُ الْفٰصِلِيْنَ ﴿۵۷﴾

ترجمۃ الآیات

تم کہہ دو میں اپنے پروردگار کی طرف سے ایک واضح اور روشن دلیل رکھتا ہوں اور تم نے اس کی تکذیب کی ہے، وہ چیز (یعنی عذاب الٰہی) کہ جس کے بارے میں تمہیں زیادہ جلدی ہے، وہ میرے ہاتھ میں نہیں ہے اور حکم وفرمان جاری کرنا صرف اللہ ہی کے اختیار میں ہے، جو حق کو باطل سے جدا کرتا ہے اور وہ (حق کو باطل سے) بہترین (طریقہ پر) جدا کرنے والا ہے۔

نکات:

☆ ''بَيِّنَةٍ'' کا لفظ ''بینونۃ'' سے جدائی کے معنی میں ہے۔ایسی دلیل کو کہا جاتا ہے جو مکمل طور پر اور واضح طور پر حق کو باطل سے الگ کر دے۔

انبیا کے معجزات اور دلائل نہ بہت بھاری تھے اور نہ مبہم تھے، ایسے کہ ہر کوئی سمجھ سکتا تھا۔اگر وہ لوگ ہٹ دھرمی نہ کرتے تو دل وجان سے قبول کر لیتے۔اسی وجہ سے انبیا خود کو ''صاحب بینہ'' کہا کرتے تھے۔

☆ کافر کہتے تھے کہ اگر تم سچ کہہ رہے ہو تو ہم پر خدا کا قہر نازل کیوں نہیں ہوتا؟ ''تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ؕ'' اسی آیت کی مانند ہے کہ وہ کہتے تھے: اگر یہ بات سچ ہے تو اے خدا! ہم پر پتھر برسا۔ ''فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ'' (انفال۔۳۲) ''استعجال'' یعنی جلد بازی کرنا اور عذاب چاہنا، دوسری اقوام میں بھی تھا۔حضرت ہودؑ، حضرت صالحؑ اور حضرت نوحؑ سے بھی کہتے تھے: اگر تم سچ کہتے ہو تو جس عذاب کا وعدہ کیا گیا ہے، ہمارے لیے وہ عذاب جلد از جلد لے آؤ۔ ''فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ'' (اعراف۔۷۰ اور ۷۷؛ ہود۔۳۲)

پیغام:

۱۔انبیا کی دعوت ''بینہ'' یعنی دلیل کی بنیاد پر ہوتی ہے، ان کے خیال یا اندھی تقلید کی بنیاد پر نہیں ہوتی۔ ''عَلٰى بَيِّنَةٍ''

۲۔پیغمبر کو بینہ عطا کرنا، خدا تعالیٰ کی ربوبیت کا سایہ ہے۔ ''بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ''

۳۔انبیا کو لوگوں کی ہر روز بدلتی خواہشات کے مطابق عمل نہیں کرنا چاہیے بلکہ ان کے پاس خدائی بینہ ہونا چاہیے۔ ''بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ'' (قرآن، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے بینہ، روشن دلیل اور آپؐ کی حقانیت پر گواہ ہے۔)

۴۔قرآن جو پیغمبر اسلامؐ کیلئے ایک بینہ ہے، آپؐ اس پر مکمل تسلط رکھتے ہیں۔(''عَلٰى بَيِّنَةٍ '' تمام قرآن کے مفاہیم پر تسلط اور احاطہ کے معنی دے رہا ہے۔)

۵۔کافر لوگ پیغمبرؐ کے دلائل کو جھٹلاتے ہیں لیکن آپؐ سے یہ اُمید رکھتے ہیں کہ آپؐ ان کی نفسانی خواہشات کی پیروی کریں۔''لَآ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ ۙ ۔ وَ كَذَّبْتُمْ بِهٖ ؕ ''

۶۔پیغمبر، صرف منطق اور دلائل کے ہمراہ بھیجے گئے ہیں جبکہ کائنات کا نظام خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔(پیغمبر سے قہر الٰہی کے جلد نازل ہوجانے کے تقاضے سے، خود کی اور اس ہستی کی بربادی نہ چاہیں۔)''مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ؕ ''

۷۔اس آیت میں کافروں کیلئے دھمکی ہے اور پیغمبر اکرمؐ کیلئے تسلی خاطر ہے۔''وَهُوَ خَيْرُ الْفٰصِلِيْنَ ﴿۵۷﴾''

آیت نمبر ۵۸

قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِىْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِىَ الْاَمْرُ بَيْنِىْ وَبَيْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۸﴾

ترجمۃ الآیات

تم کہہ دو اگر وہ چیز جس کے بارے میں تمہیں جلدی ہے میرے پاس ہوتی (اور میں تمہاری درخواست پر عمل کرتا تو عذاب الٰہی تم پر نازل ہو جاتا) اور تمہارے اور میرے درمیان کام انجام کو پہنچ جاتا اور اللہ ظالموں کو اچھی طرح سے پہچانتا ہے۔(اور وقت آنے پر انہیں سزا دے گا۔)

پیغام:

۱۔لوگوں کا جلدی کرنا، خدا تعالیٰ کی حکمت کو بدل نہیں سکتا۔''تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِىَ الْاَمْرُ بَيْنِىْ وَبَيْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ ''

۲۔کیفر اور سزا دینا خدا تعالیٰ کے دست قدرت میں ہے، اگر کافروں کے کہنے پر وہ عذاب میں جلدی کرے تو کوئی بھی باقی نہ رہے۔''لقضی الامر'' جیسا کہ سورہ یونس کی آیت ۱۱ میں آیا ہے: وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقُضِىَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ ؕ ''

۳۔ پروردگار عالم اپنی حکمت اور سنت کے مطابق عمل کرتا ہے، وہ ظالموں کو مہلت دیتا ہے۔ ''قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِیَ ۔ ۔ ۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِیْنَ ﴿۵۸﴾''

۴۔ عذاب الٰہی اور قہر خداوندی میں تاخیر کی وجہ سے کافر یہ خیال نہ کریں کہ ان کا کفر بھلا دیا گیا ہے۔ ''وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِیْنَ ﴿۵۸﴾''

آیت نمبر ۵۹

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ؕ وَیَعْلَمُ مَا فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا یَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِیْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ﴿۵۹﴾

ترجمۃ الآیات

غیب کی چابیاں صرف اسی کے پاس ہیں اور اس کی علاوہ اسے کوئی نہیں جانتا، خشکی اور دریا میں جو کچھ ہے وہ اسے جانتا ہے کوئی پتا (کسی درخت سے) نہیں گرتا مگر یہ کہ وہ اس سے آگاہ ہے اور نہ زمین کی پوشیدہ وتاریک جگھوں میں کوئی دانہ ایسا ہے اور نہ ہی کوئی خشک وتر میں ایسی چیز وجود رکھتی ہے مگر یہ کہ وہ اس کا علم واضح کتاب میں موجود ہے۔

نکات:

☆ ''مَفَاتِحُ'' یا جمع ''مِفْتَح'' کے معنی خزانہ ہے۔ ''مفتاح'' جمع ہے جس کے معنی چابی ہے، جبکہ پہلا معنی زیادہ مناسب ہے۔ (تفسیر المیزان)

☆ خشک وتر کی تعبیر ''ہر چیز'' کیلئے کنایہ استعمال ہوا ہے، جیسے موت وحیات، بیماری اور صحت، امیری اور غریبی، اچھا برا، مادی ومعنوی۔ یہی مطلب آیت ''وَكُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰهُ فِیْٓ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ ﴿۱۲﴾'' (یٰسٓ ۔ ۱۲) میں بھی بیان ہوا ہے۔

☆ پتوں کے گرنے سے مراد شاید نزولی حرکات ہیں اور دانوں سے مراد زمین کے اندر سے رُشد وترقی کرنا ہے یعنی صعودی حرکات ہیں۔ (تفسیر فی ظلال القرآن)

پیغام:

١۔کافروں کی طرف سے جلدی پہنچ جانے والا عذاب نہ آنے کی وجہ، اسرارِ ہستی کے بارے میں خدا تعالیٰ کا علم ہے۔'' مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ۔ ۔ ۔وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ''

٢۔غیب اور شہود پر علم کی بنیاد پر احکام الٰہی صادر ہوتے ہیں۔''اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۔وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ''

٣۔علم غیب کا دائرہ معمولی روزمرہ علوم سے کہیں زیادہ وسیع ہے۔(کیونکہ قرآن مجید میں اس کے بارے میں جو تعبیر استعمال کی گئی ہے اس میں حصر موجود ہے۔)''لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ''یعنی کوئی نہیں جانتا سوائے اس کے۔

٤۔ان لوگوں کے برخلاف کہ جو یہ کہتے ہیں کہ خدا صرف کلیات کے بارے میں علم رکھتا ہے، خدا تعالیٰ ہر چیز کے بارے دانا اور ہستی کی جزئیات سے آگاہ ہے۔ لہٰذا ہمیں اپنے اعمال کے بارے میں محتاط رہنا چاہیے۔''مَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ ۔ ۔ ۔''

٥۔سوائے پروردگار عالم کے کوئی بھی خود سے علم غیب نہیں رکھتا۔''وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ''

٦۔کائنات میں معلومات کیلئے ایک مرکز وجود رکھتا ہے۔''فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ۝٥٩''

٧۔نظام کائنات، پہلے سے طے شدہ ایک پروگرام کے تحت چل رہا ہے۔''كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ۝٥٩''

آیت نمبر ٦٠

وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰٓى اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۝٦٠

ترجمۃ الآیات

اور وہ وہی ذات ہے کہ جو تمہاری روح کو رات کے وقت (نیند میں) لے لیتا ہے اور جو کچھ تم نے دن میں کسب کیا (اور انجام دیا) ہے اس سے باخبر ہے پھر وہ دن میں (نیند سے) تمہیں اٹھاتا ہے (اور یہ کیفیت ہمیشہ جاری رہتی ہے) یہاں تک کہ معین گھڑی آپہنچے (اور تمہاری زندگی پوری ہو جائے۔) اسکے بعد تمہاری بازگشت اس کی طرف ہوگی اور جو کچھ تم عمل کرتے

ہو وہ اس کی تمہیں خبر دے گا۔

نکات:

☆ ''جَرَحْتُمْ ''،''جارحة '' سے عضو کے معنی میں ہے۔ ایسے اعضا جن کے ذریعے کچھ کسب کیا جاتا ہے یا کام کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ کسی کام یا عمل کو بھی کہا جاتا ہے۔

☆ باوجود اس کے کہ خدا تعالیٰ نیند میں انسان کی روح کو لے لیتا ہے لیکن فرماتا ہے: ہم تمہیں لے لیتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ انسان کی روح اس کی تمام حقیقت ہے۔

پیغام:

۱۔ نیند، ایک وقتی موت ہے اور ہر دفعہ کا جاگنا، ایک طرح کا دوبارہ زندہ ہونا ہے۔ ''يَتَوَفّٰىكُمْ ،يَبْعَثُكُمْ ''

۲۔ فطری قانون یہ ہے کہ رات نیند کرنے کیلئے ہو اور دن کام کرنے کیلئے ہو۔ ''يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ، جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ''

۳۔ ہماری زندگی کی ایک مقرر تاریخ، پروگرام اور معین مدت پائی جاتی ہے۔ ''اَجَلٌ مُّسَمًّى ''

۴۔ ہمیں خود کو قیامت میں جواب دینے کیلئے تیار کرنا چاہیے۔ ''اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ''

۵۔ اس کے باوجود کہ پروردگار عالم ہمارے برے کاموں کو جانتا ہے لیکن پھر بھی ہمیں مہلت عطا کرتا ہے اور ہماری لی گئی روح کو ہمارے جسم میں واپس لوٹا دیتا ہے۔ ''يَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ ''

۶۔ قیامت کا دن، اعمال کی حقیقت کا واضح ہونے کا دن ہے۔ ''يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۝۶۰ ''

آیت نمبر ۶۱

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ۝۶۱

ترجمۃ الآیات

وہ اپنے بندوں پر مکمل تسلط رکھتا ہے اور تمہارے اوپر نگہبان بھیجتا ہے۔ یہاں تک کہ تم میں سے کسی کی موت کا وقت آجائے تو ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) اس کی جان لے لیتے ہیں اور وہ کوتاہی نہیں کرتے۔

نکات:

☆ رات میں روح لے لینا اور دن میں واپس پلٹا دینا، پروردگار عالم کا انسان پر قاہر اور مسلط ہونے کی ایک مثال ہے

☆ روح کو قبض کرنے کے مسئلے کو قرآن مجید میں خدا تعالیٰ سے نسبت دی گئی ہے۔ ''اللہ یتوفی الانفس'' علاوہ ازاین ملک الموت اور فرشتوں سے بھی اس مسئلے کی نسبت دی گئی ہے۔ان دوطرح کی تعبیر میں فرق کی وجہ شاید یہ ہے کہ عام انسانوں کی جان کو فرشتے قبض کرتے ہیں جبکہ مخصوص اور اہم افراد کی جان کو ملک الموت قبض کرتے ہیں اور اولیائے خدا کی جان کو خود ذات مقدس قبض کرتے ہیں۔

شاید اس کی ایک دلیل یہ بھی ہوسکتی ہے کہ پہلے فرشتے لوگوں کی روح کو قبض کرتے ہیں اور آگے ملک الموت کے حوالے کردیتے ہیں۔اس کے بعد ملک الموت (عزرائیل) وصول شدہ ارواح کو خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کردیتے ہیں۔اسی لیے روح کو قبض کرنے کے کام کی نسبت فرشتوں، ملک الموت اور خدا تعالیٰ سے دی گئی ہے یعنی روح قبض کرنے کا کام فرشتوں کا بھی ہے، ملک الموت کا بھی کام ہے اور خدا تعالیٰ کا فعل بھی شمار کیا جاتا ہے۔جی ہاں! پروردگار عالم مسبب ہے اور فرشتے مباشر ہیں، اس لیے کسی بھی فعل کو کبھی مسبب اور کبھی مباشر سے نسبت دی جاتی ہے۔یعنی فرشتوں کے پیچھے بھی اصل طاقت خدا تعالیٰ کی ہے۔

☆ محافظ فرشتوں سے مراد ہوسکتا ہے ایسے فرشتے ہوں جو انسان کو حادثات میں حفاظت کرتے ہیں۔(تفسیر المیزان)

''لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ۭ ''(رعد-١١)''حفظہ'' سے مراد ہوسکتا ہے یہ ہو کہ یہ ایسے فرشتے ہیں جو انسان کے اعمال کو لکھتے ہیں اور محفوظ کرتے ہیں۔''رُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُوْنَ۝'' (زخرف-٨٠)

☆ انسان کی حفاظت کیلئے فرشتوں کے مامور ہونے پر ایمان رکھنا، خدا تعالیٰ کا شکر کرنے کا باعث ہے۔جس طرح انسان کے اعمال کا فرشتوں کے ذریعے لکھے جانے پر ایمان ہونا، انسان کیلئے شرم وحیا اور تقویٰ کا موجب ہوسکتا ہے۔

پیغام:

١۔ پروردگار عالم کامل تسلط اور قدرت رکھتا ہے، اس نے اگر ہمیں آزاد چھوڑ رکھا ہے تو یہ صرف اس مہلت کی وجہ سے ہے جو اس نے ہمیں اپنے لطف وکرم سے عطا کررکھی ہے۔''وَهُوَ الْقَاهِرُ۔۔۔''

٢۔ بندوں پر خدا تعالیٰ کا تسلط ایسا ہے کہ کوئی اس کے مقابلے کی سکت نہیں رکھتا۔''وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ''

٣۔ خلقت کے کارخانے میں کئی طرح کے حفاظتی انتظامات موجود ہیں۔''حَفَظَةً ''

٤۔ محافظ فرشتوں کا نزول مسلسل ہو رہا ہے۔''يُرسل''

٥۔ فرشتوں میں سے ہر ایک گروہ کی اپنی مخصوص ذمہ داری ہے۔''حَفَظَةً ۔ تَوَفَّتْهُ''

٦۔ ایک شخص کی روح کو قبض کرنے کیلئے چند ایک فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔''اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ

رُسُلُنَا ''

۷۔فرشتے اپنی ذمہ داری کو انجام دینے میں کوئی سستی نہیں کرتے اور وہ معصوم ہیں۔''لَا يُفَرِّطُوْنَ ۝٦١ ''ایک دوسری آیت میں ہے کہ''لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ ''(تحریم۔٦)

آیت نمبر ٦٢

ثُمَّ رُدُّوْۤا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ؕ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ ۫ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ ۝٦٢

ترجمۃ الآیات

اس کے بعد (تمام بندے) اللہ کی طرف جو ان کا مولائے حقیقی ہے، پلٹ جائیں گے جان لو کہ حکم کرنا اسی کے ساتھ مخصوص ہے وہ سب سے جلدی حساب کرنے والا ہے۔

نکات:

☆ روایات میں آیا ہے کہ بندوں کا حساب کرنے میں خدا تعالیٰ اتنا ہی وقت لگائے گا جتنا ایک بکری کا دودھ دھونے میں وقت صرف ہوتا ہے بلکہ اس سے بھی کہیں کم وقت صرف ہوگا۔(تفسیر مجمع البیان اور تفسیر نور الثقلین)

☆ امام علی علیہ السلام سے سوال پوچھا گیا:''کیف یُحاسبُ اللہ الخلق علی کثرتھم ؟فقال: کما یرزقھم علی کثرتھم۔ فقیل: کیف یُحاسبھم ولا یرونہ ؟فقال: کما یرزقھم ولا یرونہ''کس طرح خدا تعالیٰ اس قدر زیادہ مخلوق کے ساتھ حساب کرے گا؟ فرمایا: جس طرح وہ سب کو روزی دیتا ہے۔سوال کیا گیا کہ خدا تعالیٰ کس طرح لوگوں سے حساب لے گا جبکہ لوگ اسے نہیں دیکھ پائیں گے؟ فرمایا: بالکل اُسی طرح جس طرح وہ ان کو روزی دیتا ہے اور وہ اُسے نہیں دیکھ پاتے۔(نہج البلاغہ، کلام ٣٠٠)

☆ سوال: اللہ تعالیٰ کا سریع الحساب ہونے پر اتنی زیادہ آیات و روایات ہونے کے باوجود قیامت کا دن طویل ہونے کی وجہ کیا ہے؟

جواب: قیامت کے دن کا طویل ہونا ایک طرح کا عذاب ہے۔کام کے زیادہ ہونے یا جلد حساب نہ کر پانا، اس کی وجہ نہیں ہے۔(تفسیر اطیب البیان)

(انسان جو کہ اللہ تعالٰی کی مخلوق ہے، اس نے یہ بات ثابت کر دکھائی ہے کہ کمپیوٹر کے ذریعے ایک منٹ سے بھی کم وقت میں بڑے سے بڑے حسابات کیے جاسکتے ہیں۔ بڑے بڑے سٹوروں میں موجود چیزوں کی تعداد، ان کی قیمتیں اور ان کی خرید وفروخت کا حساب وکتاب، ہر چیز کو الگ الگ حساب کر سکتے ہیں۔)

پیغام:

۱۔ ہر کسی نے اُسی کی طرف پلٹنا ہے اور قیامت کے دن وہی واحد قاضی ہے۔ (وہ اکیلا ہی فیصلہ کرنے والا ہے۔) ''رُدُّوۡۤا اِلَى اللّٰهِ مَوۡلٰٮهُمُ الۡحَـقِّ‌ؕ اَلَا لَهُ الۡحُكۡمُ‌ قف''

۲۔ حقیقی مولا وہی ہے جس کے ہاتھ میں خلق کرنا، نظارت کرنا، نیند اور بیداری، موت اور دوبارہ اٹھایا جانا، عدالت لگانا اور حساب کتاب لینا، صرف اُسی کے ہاتھ میں ہو۔ ''اِلَى اللّٰهِ مَوۡلٰٮهُمُ الۡحَـقِّ‌ؕ''

۳۔ تمام طرح کے مولا اور والی یا باطل ہیں یا عارضی بنائے گئے ہیں۔ حقیقی مولا صرف پروردگار عالم ہے۔ ''اللّٰهِ مَوۡلٰٮهُمُ الۡحَـقِّ‌ؕ'' انبیا اور اولیا کی ولایت، الٰہی ولایت کا پرتو ہے۔

۴۔ خدا تعالٰی کے حساب کرنے کی رفتار، ہر طرح کی مشین اور ہر طرح کے تیز ترین وسیلے سے زیادہ تیز ہے۔ ''وَهُوَ اَسۡرَعُ الۡحٰسِبِيۡنَ ۝۶۲''

آیت نمبر ۶۳۔ ۶۴

قُلۡ مَنۡ يُّنَجِّيۡكُمۡ مِّنۡ ظُلُمٰتِ الۡبَرِّ وَالۡبَحۡرِ تَدۡعُوۡنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفۡيَةً‌ ۚ لَئِنۡ اَنۡجٰٮنَا مِنۡ هٰذِهٖ لَنَكُوۡنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيۡنَ ۝۶۳
قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيۡكُمۡ مِّنۡهَا وَمِنۡ كُلِّ كَرۡبٍ ثُمَّ اَنۡتُمۡ تُشۡرِكُوۡنَ ۝۶۴

ترجمۃ الآیات

(اے رسولؐ) کہہ دو کہ وہ کون ہے جو تمہیں خشکی اور سمندروں کی تاریکیوں سے (لاچاری کے وقت) رہائی بخشتا ہے جب تم اسے آشکار اور پوشیدہ طور پر (دل ہی دل میں) پکارتے ہو (اور کہتے ہو کہ) اگر تو نے ہمیں ان (خطرات اور تاریکیوں) سے رہائی بخش دی تو ہم شکر گزاروں میں سے ہو جائیں گے؟

کہہ دو کہ اللہ تمہیں ان چیزوں سے اور ہر مشکل و پریشانی سے نجات بخشتا ہے۔ پھر بھی تم (شکر کی بجائے) اس کے لیے شریک قرار دیتے ہو۔

نکات:

☆ ''تَضَرُّعًا'' کا لفظ واضح دعا کے معنی میں ہے۔ ''خُفْيَةً'' کا لفظ پوشیدہ دعا کے معنی میں ہے۔

☆ پیغمبر اکرمؐ فرماتے ہیں: بہترین دعا، آہستہ اور دھیمی آواز کے ساتھ ہے۔ آپؐ نے اس گروہ کے بارے جو اونچی آواز میں دعا کر رہے تھے، اعتراض کرتے ہوئے فرمایا: پروردگار سننے والا اور قریب ہے۔ (تفسیر نور الثقلین)

☆ سورت یونس کی آیت ۱۲ میں آیا ہے: خطرے کے دوران اور مشکلات میں انسان، خدا تعالیٰ کو یاد کرنے لگتا ہے اور اُسے پکارتا ہے، لیکن ''فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَآ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ ؕ'' جونہی اس کی مشکل دور ہو جاتی ہے، سر کو نیچے کر لیتا ہے اور چپکے سے نکل جاتا ہے، ایسے کہ جیسے اس نے ہمیں پکارا ہی نہیں۔

☆ مشکل اور سخت حالات انسان کیلئے چار قسم کی کیفیات وجود میں لاتے ہیں:

۱۔ سب سے پہلے انسان کو ضرورت مندی کا احساس ہوتا ہے۔

۲۔ دوسرا یہ کہ انسان میں تضرع کی حالت پیدا ہوتی ہے۔

۳۔ تیسرا یہ کہ انسان میں اخلاص پیدا ہوتا ہے۔

۴۔ چوتھی کیفیت یہ ہے کہ انسان کے اندر شکر گذاری کی کیفیت آ جاتی ہے۔ بالکل ایسا ہی ہے کہ سختیوں اور مشکلات کے آنے سے، مادی وسائل اور ذرائع کے منقطع ہو جانے سے، انسان کے اندر خدا کی جستجو پیدا ہوتی ہے اور اس میں شدت آتی ہے۔ مشکلات میں انسان خدا کی قدرت کو قریب سے دیکھتا ہے۔

پیغام:

۱۔ لوگوں کے ضمیر سے سوال کرنا، ان کے سوئے ہوئے ضمیر کو جگانے کیلئے، سوال کرنا، وعظ و نصیحت اور تبلیغ کا ایک موثر انداز ہے۔ ''مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ''

۲۔ انسان کو صفت خلوص کی طرف متوجہ کرنا، اخلاص کی تاکید کرنا، خدا شناسی کی بہترین روش میں سے ہے۔ ''تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ''

۳۔ سختیوں اور مشکلات میں، انسان کفر اور شرک سے ہاتھ کھینچ لیتا ہے اور یکتا پرست ہو جاتا ہے۔ ''تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ''

۴۔ مشرک انسان، خدا تعالیٰ کے ساتھ کیے گئے وعدوں کے تناظر میں ایک بے وفا انسان قرار پاتا ہے۔ ''ثُمَّ اَنْتُمْ

تُشْرِکُوْنَ﴿۶۴﴾"

۵۔ انسان میں ناشکری کی بدترین قسم، شرک کرنا ہے۔ "لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ﴿۶۳﴾ ۔ ۔ ۔ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ﴿۶۴﴾"

۶۔ آرام طلبی، بہت زیادہ آزاد ہونے کا احساس اور خود کو بے نیاز تصور کرنا، پروردگار سے غفلت اور اس کے ساتھ شرک کرنے کیلئے راہ ہموار کرتا ہے۔ "قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ﴿۶۴﴾"

آیت نمبر ۶۵ ۔ ۶۶

قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ﴿۶۵﴾

وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ ؕ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ؕ﴿۶۶﴾

ترجمة الآيات

تم کہہ دو کہ وہ اس بات پر قادر ہے کہ کوئی عذاب تم پر اوپر سے نازل کردے یا تمہارے پاؤں کے نیچے کی طرف سے بھیج دے یا تمہیں مختلف گروہوں کی صورت میں ایک دوسرے کے ساتھ بھڑا دے اور جنگ (و ناراحتی) کا ذائقہ تم میں سے ہر ایک کو دوسرے کے ذریعے چکھا دے۔ دیکھو ہم طرح طرح کی آیات کو کس طرح ان کے لیے واضح کرتے ہیں شاید وہ سمجھ لیں (اور پلٹ آئیں)۔

تیری قوم نے اس (قرآن) کی تکذیب کی اور انکار کیا حالانکہ وہ حق ہے۔ (ان سے) کہہ دو کہ میں تمہارے بارے میں وکیل اور (قبول کرنے اور ایمان لانے کا) جوابدہ نہیں ہوں۔

نکات:

☆ "لَبس" کے معنی ملانا ہے۔ "شیعہ" لفظ کی "شِیع" ہے، جس کا معنی گروہ ہے۔

☆ گذشتہ آیت میں پروردگار کی نجات دینے کی قدرت کا ذکر آیا ہے جبکہ اس آیت میں قہر اور عذاب کی قدرت کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

☆ امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: آسمانی عذاب سے مراد، دھواں، خوفناک آواز ہے، زمینی عذاب سے مراد اس میں دھنس جانا ہے۔ ''يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا'' سے مراد دین میں تفرقہ، ایک دوسرے کے خلاف بری زبان استعمال کرنا اور ایک دوسرے کو قتل کرنا ہے۔ (تفسیر نور الثقلین)

اس موقعہ پر شاید امامؑ مثال کے طور پر صرف بعض مصادیق کو بیان فرما رہے تھے، کیونکہ عذاب فوق میں وہ دباؤ بھی شامل ہے جو عوام پر حکمران کی طرف سے آتا ہے۔ اسی طرح عذاب تحت کے مصادیق میں وہ مشکلات بھی شامل ہیں جو اُس قوم کیلئے آتی ہیں، جو اپنے سچے راہبر کی اطاعت نہیں کرتی، ایسا راہبر جو انہی میں سے ہے، ان ہی کی طرح کا ہے، انہی کی مانند معاشرتی سطح رکھتا ہے۔

☆ قرآن مجید میں پیغمبر اکرمؐ کو خطاب کرتے ہوئے مختلف تعبیروں کے ساتھ اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ پیغمبر صرف دین خدا کو پہنچا دینے کی ذمہ داری رکھتے ہیں، لوگوں کو ایمان لانے پر مجبور کرنے کی ذمہ داری نہیں رکھتے۔ جیسے: ''وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۚ '' (انعام۔۱۰۷) ''لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ﴿۲۲﴾ '' (غاشیہ۔۲۲) ''مَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ ۣ '' (ق۔۴۵) ''مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ ۭ '' (مائدہ۔۹۹) ''اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ '' (یونس۔۹۹) ''لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۣ '' (بقرہ۔۲۵۶) ''اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِيْرٌ ﴿۲۳﴾ '' (فاطر۔۲۳) اور ''قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ ''

پیغام:

۱۔ پیغمبر کے فرائض میں سے ایک یہ ہے کہ وہ پروردگار عالم کی بے انتہا قدرت کو بیان کرے۔ ''قُلْ هُوَ الْقَادِرُ ''

۲۔ شرک، مختلف قسم کے عذاب الٰہی کے نازل ہونے کا موجب بنتا ہے۔ ''ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴿۶۴﴾ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ ۔ ۔ ۔ ''

۳۔ خدا تعالیٰ، نجات دہندہ بھی ہے اور عذاب دینے والا بھی ہے۔ جو کوئی جانتے بوجھتے ہوئے غیر خدا کی طرف جائے گا، پس اُسے چاہیے کہ عذاب الٰہی کا منتظر رہے۔ ''قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓي اَنْ يَّبْعَثَ ۔ ۔ ۔ ''

۴۔ تفرقہ اور پراکندگی، عذاب الٰہی میں سے ہے، جس کا ذکر آسمانی اور زمینی عذاب کے ساتھ کیا گیا ہے۔ ''يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا ''

۵۔ کبھی لوگ، لوگوں کے ذریعے اور ایک دوسرے کے ہاتھ سے عذاب کا شکار ہوتے اور اُن کو متنبہ کیا جاتا ہے۔ ''يُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ۭ ''

٦۔ دینی تبلیغ کرنے والوں کو چاہیے کہ لوگوں کی ہدایت کرنے کیلئے مختلف ذرائع اور انداز اپنائیں۔ ''اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ''

٧۔ اگر ہم نے کسی بات کو کوئی ایک مختلف انداز میں پیش کر دیا تو ہمیں اس کے وسیع تر اچھے اثرات کیلئے پُر امید رہنا چاہیے۔ ''نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ﴿۶۵﴾''

٨۔ کیونکہ آپ کا راستہ حق ہے لہٰذا لوگوں کے جھٹلانے کی وجہ سے پریشان نہ ہوں۔ ''وَهُوَ الْحَقُّ''

٩۔ آپ اپنے فرائض کے ذمہ دار ہیں، اس کے نتائج کے ذمہ دار نہیں ہیں۔ ''لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ﴿۶۶﴾''

آیت نمبر ٦٧

لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ ۡ وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ﴿۶۷﴾

ترجمة الآیات

ہر خبر (جو خدا نے یا پیغمبر نے تمہیں دی ہے آخر کار اس) کی ایک قرارگاہ ہے (جس میں وہ واقع ہوگی) اور تم جلد ہی جان لوگے۔

نکات:

☆ گذشتہ آیت میں کہا گیا ہے کہ پروردگار عالم کی قدرت ہے کہ وہ ہر طرف سے تم پر عذاب نازل کرے۔ اس آیت میں بیان ہو رہا ہے کہ اگر ہٹ دھرم کافروں پر عذاب نازل نہیں ہوا تو جلد بازی نہ کریں کیونکہ ہر بات کے واقع ہونے کیلئے ایک وقت معین ہے۔

پیغام:

١۔ خدا تعالیٰ کی ہر بات اور ہر پروگرام، یقینی ہے، حکمت کی بنیاد پر ہے اور اس کیلئے ایک وقت مقرر ہے۔ (کوئی بھی واقعہ بغیر کسی منظم پروگرام یا کسی مقصد کے بغیر نہیں ہے۔ کوئی بھی واقعہ اتفاقی یا اچانک نہیں ہے۔) ''لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ ۡ''

٢۔ اگرچہ آپ ایمان لے آنے کیلئے مجبور نہیں ہیں لیکن اپنی عاقبت اور اپنے کاموں کے حتمی نتائج کو سامنے رکھیں۔ ''وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ﴿۶۷﴾''

٣۔ جلد فیصلہ مت کریں اور خدا تعالیٰ کی طرف سے مہلت دیے جانے کو یہ تصور نہ کرلیں کہ آپ سے خدا تعالیٰ کی توجہ

ہٹ گئی ہے۔ ''سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ﴿۶۷﴾''

آیت نمبر ٦٨

وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ؕ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴿۶۸﴾

ترجمۃ الآیات

جس وقت تم ان لوگوں کو دیکھو جو ہماری آیات میں (خرابی کی نیت سے) جستجو کرنے لگیں تو ان سے منہ پھیر لو یہاں تک کہ وہ دوسری باتوں میں مشغول ہو جائیں اور اگر شیطان تمہیں بھلا دے تو جونہی (اس) ظالم گروہ کی طرف تمہاری توجہ ہو جائے تو ان کے پاس بیٹھنے سے کنارہ کشی کرو۔

نکات:

☆ ''خوض'' کے معنی میں ایسی جستجو ہے جو مذاق اڑانے کیلئے ہو یا کسی کی تحقیر کرنے کیلئے ہو۔ ایسی جستجو نہیں ہوتی جس میں حقیقت کو سمجھنے کی لگن پائی جاتی ہے۔ (تفسیر مجمع البیان)

☆ ''بَعْدَ الذِّكْرٰى'' سے مراد ہو سکتا ہے کہ کسی کی طرف سے یاد دہانی کروائے جانا ہو، یا انسان کا خود ہی متوجہ ہونا ہو۔

☆ سوال: اللہ کے تمام پیغمبر معصوم ہیں، تو پھر آیت میں پیغمبر پر شیطان کے نفوذ کا کیا معنی ہے؟ ''يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ''

جواب: اس آیت میں شیطان کا بات کو بھلا دینے میں مؤثر ہونے والی بات، ایک فرضی مسئلہ ہے۔ جیسے کہ اس آیت میں ہے: ''لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ'' اگر تم نے شرک کیا تو تمہارے اعمال حبط ہو جائیں گے۔ (زمر۔ ٦٥) یا یہ آیت: ''وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ﴿۴۴﴾'' اور اگر تم نے ہمارے ساتھ ناروا نسبت دی۔ (حاقہ۔ ۴۴) ان دو آیات میں جس بات کا ذکر کیا گیا ہے ایسا کچھ نہیں ہوا، صرف فرضی طور پر ذکر کیا گیا ہے۔

ممکن ہے کہ اصل میں آیت کی مراد پیغمبر نہیں بلکہ پیغمبر کی پیروی کرنے والے افراد ہوں۔ جیسا کہ فارسی کا محاورہ ہے: بہ درمی گو تیم کہ دیوار بشنود۔ دروازے سے کہتے ہیں تاکہ دیوار سن لے۔

☆ اس جیسی بات سورت نساء کی آیت ۱۴۰ میں بھی بیان ہوئی ہے: ''اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ۔ ۔ ۔ ''اگر سنتے ہیں کہ وہ الٰہی آیات کا انکار کرتے ہیں یا مذاق اڑاتے ہیں تو ان کے ساتھ نہ بیٹھیں تاکہ وہ بات کو بدل نہ دیں۔

☆ پیغمبر اکرمؐ اور ائمہ معصومینؑ سے منقول متعدد احادیث اور روایات میں گنہگار کے ساتھ ہم نشینی سے منع کیا گیا ہے اور ایسی محفل جس میں گناہ ہو رہا ہو اور انسان اُسے روکنے کی طاقت نہ رکھتا ہو، چاہے وہ قریبی رشتہ داروں کی محفل ہو، اس میں شرکت سے منع کیا گیا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام اپنے بیٹے کو وصیت کرتے ہیں: خدا تعالیٰ نے کان پر واجب کیا ہے کہ وہ گناہ اور غیبت کو سننے پر راضی نہ ہو۔ (تفسیر نور الثقلین)

☆ اس آیت سے استناد کرتے ہوئے رسول خداؐ نے فرمایا: جو کوئی خدا پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ ایسی محفل میں نہیں بیٹھے گا جس میں اس کے سامنے کسی امام پر سب وشتم کیا جا رہا ہو یا کسی مسلمان کے بارے غیبت کی جا رہی ہو۔ (وسائل، ج ۱۶، ص ۲۶۶)

☆ حضرت علیؑ فرماتے ہیں: ''مجالسة الاشرار تورث سوء الظن بالاخيار'' بروں کے ساتھ بیٹھنا، اچھوں کے بارے میں سوء ظن (برے گمان) کرنے کا موجب ہوتا ہے۔ (وسائل، ج ۱۶، ص ۳۶۵)

پیغام:

۱۔ دشمنوں کے سامنے مقدسات کی نسبت اپنی دینی غیرت وحمیت کا اظہار کرنا چاہیے۔ ''وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ''

۲۔ برائیوں سے منہ موڑنا، برے افراد سے مقابلہ کرنا، نہی از منکر کے طریقوں میں سے ایک ہے۔ ''فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ''

۳۔ باطل گفتگو کو سننا اور توجہ کرنے کی مذمت کی گئی ہے۔ '' يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ'' (گمراہی پھیلانے والی کتابیں پڑھنے اور گمراہ قسم کی محافل میں شرکت کرنے کی بھی مذمت کی گئی ہے۔)

(شاید اسی سے استفادہ کرتے ہوئے کتب ضالہ اور غیر اخلاقی محافل پر پابندی کا قانون بنایا جا سکتا ہے۔)

ماہرین کے توسط سے گمراہ افراد کو یا عوام کو جواب دینے کیلئے، ان کے سوالوں کی وضاحت کیلئے شرکت کرنے میں کوئی

حرج نہیں ہے۔

۴۔ کسی گمراہ معاشرے میں، گروہ یا محفل میں خود گم ہوجانے کی بجائے اُن کی اصلاح کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ ''حَتّٰى يَخُوۡضُوۡا فِىۡ حَدِيۡثٍ غَيۡرِهٖ ؕ''

۵۔ نفرت کا اعلان کر دینا اور الفاظ کی صورت میں مذمت کر دینا ہی کافی نہیں ہے بلکہ برائی کے ساتھ عملی طور پر مقابلہ کرنا چاہیے۔ ''فَاَعۡرِضۡ۔ ۔ ۔ فَلَا تَقۡعُدۡ''

٦۔ ظالموں کے ساتھ ہمنشینی ناپسندیدہ عمل ہے لہٰذا اس سے پرہیز کیا جائے۔ ''فَلَا تَقۡعُدۡ''

٧۔ فرض کا عائد ہونا، توجہ اور شعور کی بنا پر ہے۔ ''اِمَّا يُنۡسِيَنَّكَ الشَّيۡطٰنُ'' (بھول جانا، قابل قبول ہے۔)

٨۔ قرآن کی آیات کے بارے میں ناحق بات کرنا ظلم ہے۔ (جیسے کہ تفسیر برائے کرنا، مذاق اڑانا، بدعت ایجاد کرنا یا تحریف کرنا۔) ''الظّٰلِمِيۡنَ ۝۶۸''

آیت نمبر ٦٩

وَمَا عَلَى الَّذِيۡنَ يَتَّقُوۡنَ مِنۡ حِسَابِهِمۡ مِّنۡ شَىۡءٍ وَّلٰـكِنۡ ذِكۡرٰى لَعَلَّهُمۡ يَتَّقُوۡنَ ۝۶۹

ترجمة الآیات

جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا ہے ان پر گنہگاروں کے حساب (وگناہ) میں سے کوئی چیز عائد نہیں ہوگی لیکن وہ انہیں ضرور وعظ ونصیحت کریں شاید وہ پرہیزگار ہوجائیں۔

نکات:

☆ بے ہودہ گفتگو کرنے والوں اور مذاق اڑانے والوں کے ساتھ مل بیٹھنے کے بارے جب آیت تحریم نازل ہوئی تو بعض نے کہا: اس کا مطلب ہے کہ پھر ہم مسجد الحرام میں بھی نہ جائیں اور طواف بھی انجام نہ دیں کیونکہ وہ لوگ تو وہاں پر بھی بے ہودہ باتیں کرتے ہیں اور مذاق اڑاتے پھرتے ہیں۔

اس موقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی کہ تقویٰ اختیار کرنے والے مسلمانوں اور دوسرے افراد کا حساب کتاب الگ الگ ہے، باتقویٰ افراد کو چاہیے کہ وہ اپنی استطاعت کے مطابق دوسرے افراد کو نصیحت کریں اور مسجد الحرام میں جانا ترک نہ کریں۔(

تفسیر نور الثقلین)

☆ نہی از منکر اور وعظ ونصیحت کی خاطر گنہگاروں کی محفل میں شرکت کرنا منع نہیں ہے۔ یہ رعایت ایسے افراد کیلئے ہے جو تقویٰ میں محکم اور اثر قبول نہ کرنے میں مضبوط ہیں۔ ورنہ بہت سے ایسے ہیں جو دوسروں کو ڈوبنے سے بچانے کی خاطر خود غرق ہو جاتے ہیں۔

شد غلامی کہ آب جو آرد

آب جو آمد غلام ببرد

(غلام سے کہا گیا کہ آب جو لے کر آئے، آب جو تو آ گیا لیکن غلام کو لے چلا گیا۔)

پیغام:

ا۔ معاملات میں اہم اور مہم کا لحاظ کرنا، عقلی اور اسلامی اصولوں کے عین مطابق ہے۔ جواب دینے کی خاطر یا گمراہ لوگوں کو نجات دینے کی خاطر بے ہودہ گفتگو کرنے والوں کی باتیں سننا جائز ہے۔ ''وَمَا عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ''

۲۔ تقویٰ انسان کیلئے گناہ کے مقابلے میں حفاظت کا ذریعہ ہے، تقویٰ انسان کیلئے ایک قسم کا بیمہ ہے۔ (جیسے آگ بجھانے والوں کے پاس آگ کی حرارت سے بچنے کیلئے لباس ہوتا ہے۔) ''وَمَا عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ''

۳۔ بے ہودہ باتیں کرنے والوں کے ساتھ مل بیٹھنے سے پرہیز کریں اور ان کی باتوں کو نہ سنیں، لیکن اگر مجبوری میں ان کی باتیں کانوں تک پہنچ جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ ''وَمَا عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ''

۴۔ خود تقویٰ اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ چاہیے کہ دوسروں کو بھی متقی بنانے کی کوشش کریں۔ ''وَّلٰكِنْ ذِكْرٰى لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ۝۶۹''

آیت نمبر ۷۰

وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَذَكِّرْ بِهٖٓ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌۢ بِمَا كَسَبَتْ ۖ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ ۚ وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا ۗ اُولٰٓئِكَ

الَّذِيْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا ۚ لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ﴿۷۰﴾

ترجمۃ الآیات

تم ایسے لوگوں کو جنہوں نے اپنے فطری دین کو کھیل تماشا (اور استہزا) بنا لیا ہے اور دنیوی زندگی نے انہیں مغرور کر دیا ہے، چھوڑ دو اور انہیں (قرآن کے ذریعے) نصیحت کرو تا کہ وہ اپنے اعمال کے کمائے ہوئے (برے نتائج) میں گرفتار نہ ہوں۔ جبکہ اللہ کے سوا نہ ان کا کوئی یار و مددگار ہے اور نہ ہی کوئی شفاعت کرنے والا اور (اس دن ایسے انسان سے اس کے گناہ کے بدلے میں) خواہ کسی بھی قسم کا عوض کیوں نہ ہو اس سے قبول نہیں کیا جائے گا۔ وہ ایسے لوگ ہیں جو ان اعمال میں گرفتار ہوئے ہیں جو انہوں نے انجام دیئے ہیں۔ ان کے پینے کے لیے گرم پانی ہے اور دردناک عذاب ہے۔ یہ اس سبب سے ہوگا کیونکہ انہوں نے کفر اختیار کیا ہے۔

نکات:

☆ اس جملے ''وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ ۔ ۔ ۔'' میں گمراہ افراد کو آزاد چھوڑ دینے سے مراد ان کے ساتھ نفرت کا اظہار اور رابطہ توڑنا ہے۔ یہ سلسلہ کبھی کبھی ان کے ساتھ لڑائی کی صورت بھی اختیار کر جاتا ہے۔ اس کے معنی صرف ان کے ساتھ ترک جہاد کرنا نہیں ہے۔

☆ ''تُبْسَلَ'' کے معنی اچھائیوں سے محروم ہونے کے بعد ہلاکت تک جا پہنچنا ہے۔

☆ دین کا کھیل بنانا، ہر زمانے میں کسی نہ کسی شکل میں سامنے آتا ہے، کبھی خرافات پر مبنی عقائد کے ذریعے، کبھی دینی احکام کو ناقابل اجرا کہہ کر، کبھی گناہوں کیلئے دلیلیں بنا بنا کر، کبھی بدعت اور تفسیر برائے کے ساتھ اور کبھی شکوک وشبہات کی پیروی کرتے ہوئے۔

پیغام:

ا۔ دینی غیرت وحمیت سبب بنتی ہے کہ بے دین افراد کو دور کر دیا جائے۔ اسی کی وجہ سے دین کے مخالفین دینی افراد سے معاشرے میں تعلق نہیں رکھنا چاہتے۔ ''ذَرِ الَّذِيْنَ ۔ ۔ ۔'' چنانچہ ہم دوسری آیات میں پڑھتے ہیں: ''فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ''

(سجدہ۔۳۰)، ''ذَرْهُمْ يَاْكُلُوْا وَيَتَمَتَّعُوْا'' (حجر۔۳)، ''لَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ'' (نحل۔۱۲۷)

۲۔ دین کے ساتھ کھیل تماشا کرنے کی وجہ، دنیا کے ساتھ وابستگی کر لینا اور اس کیلئے فریفتہ ہو جانا ہے۔'' الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا''

۳۔ یاددہانی اور وعظ ونصیحت، قہر الٰہی اور عذاب الٰہی سے نجات کا سبب ہو سکتے ہیں۔''وَذَكِّرْ بِهٖٓ''

۴۔ یاددہانی کرانے میں اور خبردار کرنے کیلئے قرآن مجید سے استفادہ کرنا چاہیے۔''وَذَكِّرْ بِهٖٓ''

۵۔ دنیا پر غرور نہ کریں کیونکہ قیامت کے دن سوائے خدا تعالی کے کوئی ہماری مدد کو نہیں آئے گا۔''لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ''

۶۔ انسان کی بدبختی کی وجہ وہ خود اور اس کے اعمال ہیں۔''بِمَا كَسَبَتْ۔۔۔ بِمَا كَسَبُوْا۔۔۔ عَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ﴿۷۰﴾''

آیت نمبر ۷۱۔۷۲

قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلٰٓى اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ كَالَّذِى اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِى الْاَرْضِ حَيْرَانَ ۖ لَهٗٓ اَصْحٰبٌ يَّدْعُوْنَهٗٓ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا ۗ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ۗ وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴿۷۱﴾ وَاَنْ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّقُوْهُ ۗ وَهُوَ الَّذِىٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ﴿۷۲﴾

ترجمۃ الآیات

کہہ دو کہ کیا ہم خدا کے سوا کسی اور چیز کو پکاریں کہ جو نہ ہمارے لیے کوئی فائدہ دینے والی ہے اور نہ ہی کوئی نقصان پہنچانے والی ہے اور (اس طرح) ہم (کافر ہو کر) پیچھے کی طرف پلٹ جائیں؟ جبکہ خدا نے ہمیں ہدایت کر دی ہے، اس شخص کی مانند کہ جسے شیاطین کے وسوسوں نے گمراہ کر دیا ہو، اور وہ حیران و پریشان ہو، حالانکہ اس کے ایسے بھی مددگار ہیں کہ جو اسے

ہمدردی کے ساتھ ہدایت کی طرف بلاتے ہیں (اور یہ کہتے ہیں) کہ ہماری طرف آ و (حق کو قبول کرلو لیکن ان کے کان سننے والے نہیں ہیں۔) کہہ دو کہ صرف خدا کی ہدایت ہی (در اصل) ہدایت ہے اور ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم عالمین کے پروردگار کے سامنے سر تسلیم خم کریں۔

اور (ہمیں حکم دیا گیا ہے) کہ نماز قائم کرو اور اس سے ڈرو اور وہی ہے وہ ذات کہ جس کی طرف تم محشور ہو گے۔

نکات:

☆ آیت ۷۲ میں تمام فرائض میں سے نماز کا ذکر آیا ہے اور تمام عقائد میں سے معاد کا ذکر ہوا ہے، یہ بات ان کی اہمیت کی طرف اشارہ ہے۔

☆ یکتا پرستی میں انسان کیلئے سکون اور تمرکز ہے جبکہ شرک اور چند خداؤں کی پرستش میں بے آرامی اور حیرانی ہے۔ ''ءَاَرۡبَابٌ مُّتَفَرِّقُوۡنَ خَيۡرٌ اَمِ اللّٰهُ الۡوَاحِدُ الۡقَهَّارُ ؕ۝۳۹'' کیا مختلف قسم کے ارباب (مالک، رب) بہتر ہیں یا ایک خدائے قہار؟ (یوسف۔۳۹) پروردگار عالم ایک ہی ہے: ''قُلۡ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝۱'' اور وہ جلد خوش ہو جانے والا ہے: ''یا سریع الرضا''۔ غیر خدا کی تعداد بھی زیادہ ہے اور ان میں سے ہر ایک کی توقعات بھی زیادہ ہیں، لہٰذا وہ جلدی راضی ہونے والے نہیں ہیں۔

پیغام:

۱۔ سوال کے ذریعے انسانوں کے ضمیر کو جگائیں۔ ''قُلۡ اَنَدۡعُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ''

۲۔ شرک کرنا ایک غیر منطقی فعل ہے کیونکہ عبادت کرنے کی وجہ فائدہ حاصل کرنا یا نقصان سے بچنا ہے جبکہ کوئی بھی بت کسی قسم کا فائدہ یا کوئی بھی نقصان پہنچانے کی قدرت نہیں رکھتا۔ ''لَا يَنۡفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا''

۳۔ فائدہ حاصل کرنے کی انسانی فطرت سے انسانوں کی تربیت اور انہیں تبلیغ کرنے کیلئے استفادہ کرنا چاہیے'' لَا يَنۡفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا''

۴۔ شرک، ایک طرح کا پیچھے پلٹنا اور عقیدتی رجعت پسندی ہے۔ ''نُرَدُّ عَلٰٓى اَعۡقَابِنَا''

۵۔ شرک، ایک حیرت اور بے نتیجہ پریشانی کا سبب ہے۔ ''حَيۡرَانَ''

۶۔ گمراہی اور انحراف کے مقابل میں واضح مؤقف اختیار کیا جانا چاہیے اور صحیح بات کا تکرار ہونا چاہیے۔ ''قُلۡ اَنَدۡعُوۡا۔۔۔ قُلۡ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ۔۔۔''

٧۔ خدا تعالیٰ کے سامنے تسلیم ہوجانا، خود ہماری ترقی اور اصلاح کا موجب ہے۔ ''لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴿۷۱﴾''

٨۔ نماز، تقویٰ کے ساتھ فائدہ دیتی ہے اور کام بناتی ہے۔ ''اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاتَّقُوْہُ ؕ''

٩۔ معاد اور دوبارہ زندہ ہونے پر اعتقاد ہونا، انسان کے اندر تقویٰ پیدا کرنے کا باعث بنتا ہے۔ ''وَاتَّقُوْہُ ؕ وَھُوَ الَّذِیْۤ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ﴿۷۲﴾''

آیت نمبر ٧٣

وَھُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ وَیَوْمَ یَقُوْلُ کُنْ فَیَکُوْنُ ۬ؕ قَوْلُهُ الْحَقُّ ؕ وَلَهُ الْمُلْكُ یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ ؕ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَۃِ ؕ وَھُوَ الْحَکِیْمُ الْخَبِیْرُ﴿۷۳﴾

ترجمۃ الآیات

اور وہی ہے وہ ذات کہ جس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا اور جس دن وہ کہے گا ''حاضر ہوجا'' تو (جس بات کا ارادہ کیا ہے) وہ حاضر ہو جائے گا، اس کا قول حق ہے۔ اور جس دن (روز قیامت) صور پھونکا جائے گا، اس دن تو حکومت اس کے ساتھ مخصوص ہوگی وہ (تمام) پوشیدہ اور ظاہر و آشکار (چیزوں) سے باخبر ہے اور وہ حکیم و خبیر ہے۔

نکات:

☆ قرآن مجید میں دو طرح سے صور پھونکنے کا ذکر کیا گیا ہے:

١۔ پہلی مرتبہ جب صور پھونکا جائے گا تو سب طرف تباہی پھیل جائے گی۔

٢۔ دوسری مرتبہ قیامت میں لوگوں کے دوبارہ زندہ ہونے کیلئے صور پھونکا جائے گا۔

اس آیت میں ایک طرح کا صور پھونکا جانے کا ذکر کیا گیا ہے جبکہ سورت زمر کی آیت ٦٨ میں دونوں طرح کے صور پھونکے جانے کا ذکر موجود ہے: ''وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ ثُمَّ نُفِخَ فِیْهِ اُخْرٰی فَاِذَا هُمْ قِیَامٌ یَّنْظُرُوْنَ﴿۶۸﴾''

☆ گذشتہ آیت میں پروردگار عالم کے سامنے تسلیم ہونے اور نماز قائم کرنے کا بیان آیا ہے اور اس آیت میں اس کی

وجہ بیان کی جارہی ہے کہ تمام طرح کی خلقت صرف اُسی ذات کے دست قدرت میں ہے، جو کہ آگاہ، حکمت والا اور ہر چیز سے باخبر ہے۔

☆ ''عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ ؕ'' کے بارے میں امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: غیب وہ ہے جو ابھی نہیں آیا اور شہادہ وہ ہے جو موجود رہ چکا ہے۔ (معانی الاخبار، ص ۱۴۶)

پیغام:

۱۔ خلقت، باحکمت اور بامقصد ہے۔ ''بِالْحَقِّ'' اس بات پر کئی ایک آیات میں اشارہ کیا گیا ہے، جیسے: وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا بَاطِلًا ؕ ''(صٓ۔ ۲۷)

۲۔ پروردگار عالم کے ارادے میں کوئی چیز رکاوٹ نہیں بن سکتی۔ ''کُنْ فَیَکُوْنُ ؕ''

۳۔ غیب اور شہود، پوشیدہ اور آشکار، سب پروردگار عالم کیلئے ایک جیسا ہے۔ ''عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ ؕ''

۴۔ الٰہی حکومت کی بنیاد علم وحکمت پر ہے۔ ''لَهُ الْمُلْكُ ۔ ۔ ۔ وَهُوَ الْحَکِیْمُ الْخَبِیْرُ ﴿۷۳﴾''

۵۔ قیامت میں قدرت الٰہی کا جلوہ اور اظہار سب پر آشکار ہوجائے گا۔ کیونکہ وہاں اسباب اور وسائل کا کوئی عمل دخل نہ ہوگا۔ ''لَهُ الْمُلْكُ''

آیت نمبر ۷۴

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّیْۤ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۷۴﴾

ترجمۃ الآیات

(اور یاد کرو) جب ابراہیم نے اپنے مربی (چچا) آزر سے یہ کہا کہ کیا تم بتوں کو اپنا خدا بناتے ہو؟ میں تو تمھیں اور تمہاری قوم کو واضح گمراہی میں پاتا ہوں۔

نکات:

☆ ''أب'' کا لفظ طبعی طور پر باپ کیلئے استعمال ہوتا ہے لیکن نانا، چچا اور تربیت کرنے والے کیلئے بھی بولا جاتا ہے۔ چنانچہ جناب یعقوبؑ کی اولاد نے اپنے آباؤ واجداد اور اپنے والد کے چچا جناب اسماعیلؑ کو ''اب'' کہہ کر پکارا ہے: ''نَعْبُدُ

اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ ‘‘(بقرہ۔۱۳۳)

پیغمبر اکرمؐ نے بھی ارشاد فرمایا : ’’انا و علی ابوا هذه الامة‘‘میں اور علیؑ اس اُمت کے باپ ہیں۔ (بحار ،ج۱۶،ص۳۶۴)

آزر، جناب ابراہیمؑ کے والدنہیں بلکہ چچا تھے کیونکہ جناب ابراہیمؑ کے تمام اباؤاجداد یکتا پرست تھے۔

اہل سنت علما، طبری، آلوسی اور سیوطی بھی کہتے ہیں: آزر، جناب ابراہیمؑ کے والد نہ تھے۔اس کے علاوہ جناب ابراہیمؑ نے اپنے والدین کیلئے دعا کی ہے:’’رَبَّنَا اغْفِرْلِيْ وَلِوَالِدَيَّ۔ ۔ ۔‘‘(ابراہیم۔۴۱) جبکہ اصولی طور پر مسلمان کیلئے جائز نہیں ہے کہ وہ کسی مشرک کیلئے مغفرت کی دعا کرے،خواہ اُس کے قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔

مذکورہ بالا گفتگو سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت میں’’اب‘‘ سے مراد باپ نہیں۔تاریخ کی کتابوں میں جناب ابراہیمؑ کے والد کا نام آزر نہیں بلکہ’’تارخ‘‘ ذکر کیا گیا ہے۔(تفسیر المیزان)

☆ جناب ابراہیمؑ کا اپنے چچا کیلئے استغفار کرنا،اُن کے کفر کا اظہار ہونے سے پہلے تھی، دوسری بات یہ ہے کہ یہ استغفار اُس وعدے کی بنا پر تھی جو انہوں نے اپنے چچا سے رکھا تھا۔جب وہ یہ جان گئے کہ وہ حق کو قبول کرنے والے نہیں ہیں تو انہوں نے چچا سے دوری کا اعلان کر دیا اور الگ ہو گئے۔’’فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ؕ‘‘(توبہ۔۱۱۴)

پیغام:

۱۔رشتہ داری، نہی از منکر کرنے سے نہیں روکتی۔’’وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ۔ ۔ ۔‘‘

۲۔رویوں اور سلوک میں حق کو بنیاد بنانا چاہیے،سن وسال کو نہیں دیکھنا چاہیے۔’’قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ‘‘

(حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے چچا کو جو کہ عمر میں اُن سے بڑے تھے،واضح طور پر حق بیان کیا اور خبردار کیا۔)

۳۔حق کی طرف دعوت دینے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے اپنے قریبیوں سے دعوت کو شروع کیا جائے۔’’لِاَبِيْهِ‘‘اس کے علاوہ گفتگو کو واضح ہونا چاہیے،اصل بات کرنی چاہیے۔’’اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ‘‘

۴۔شرک اور بت پرستی کی تاریخ،حضرت ابراہیمؑ کی رسالت سے بھی پہلے کی ہے۔’’اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا‘‘

۵۔کسی کی تعداد،سابقہ یا عمر زیادہ ہونا، باطل کو حق میں تبدیل نہیں کر سکتا اور ہر جگہ ایسے موضوعات اہمیت نہیں رکھتے۔’’اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِيْ ضَلٰلٍ‘‘

۶۔بت پرستی ایسی گمراہی ہے کہ صحیح وسالم فطرت وعقل والا شخص،اسے تنقید کی نگاہ سے دیکھے گا اور قبول نہیں کرے گا۔’’اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا۔ ۔ ۔ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۷۴﴾‘‘

۷۔اگرچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بردبار اور حلیم تھے:’’اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۱۴﴾‘‘(توبہ۔۱۱۴) اللہ کے

پیغمبر کو فرعون کے ساتھ بھی نرم لہجے میں بات کرنی چاہیے لیکن اس آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا سخت لہجہ ان کے چچا کا کفر پر اصرار کرنے کی وجہ سے تھا۔ ''اِنِّیْٓ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ﴿۷۴﴾''

آیت نمبر ۷۵

وَ كَذٰلِكَ نُرِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لِیَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ﴿۷۵﴾

ترجمۃ الآیات

اور اس طرح ہم نے آسمانوں اور زمین کے ملکوت ابراہیم کو دکھائے تاکہ وہ (یقین حاصل کرے اور) اہل یقین میں سے ہو جائے۔

نکات:

☆ ملکوت کے بارے میں بزرگوں نے مختلف باتیں کی ہیں، جن میں سے کچھ کو ہم بیان کر رہے ہیں:

''ملکوت'' کا لفظ ''ملک'' سے ہے۔ اس میں ''واؤ'' اور ''تاء'' تاکید اور مبالغہ کیلئے اضافہ کیے گئے ہیں۔ آسمانوں کے ملکوت سے مراد ان پر خدا تعالیٰ کی حقیقی اور مطلق ملکیت ہے۔ ملکوت کا مشاہدہ کرنے سے مطلب یہ ہے کہ ان چیزوں کو خدا تعالیٰ سے نسبت دے کر دیکھنا۔ ملکوتی نگاہ سے مراد توحید کو درک کرنا ہے اور شرک کو باطل جاننا ہے۔ (تفسیر المیزان)

کائنات میں عالم کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے:

لاھوت (یہ عالم الوہیت ہے جس کے بارے سوائے پروردگار عالم کے کوئی آگاہ نہیں ہے۔)

جبروت (یہ مجرادات کا عالم ہے۔)

ملکوت (یہ اجسام کا عالم ہے۔)

ناسوت (یہ عالم کون، تبدیلی اور ایک حالت سے دوسری حالت میں بدلنے کا عالم ہے۔) (تفسیر اطیب البیان)

عالم ملکوت: عالم اسرار، عالم غیب اور حیرانی کا عالم ہے۔ (قاموس، معجم الوسیط)

آسمانوں کا ملکوت، وہاں کے عجائب ہیں۔ (تفسیر روح المعانی)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے زمین و آسمان کے ملکوت کو دیکھا، جس سے وہ سنت، خلقت، حکمت اور الٰہی ربوبیت کے

بارے زیادہ آگاہ ہو گئے۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: خدا تعالیٰ نے جناب ابراہیمؑ کی آنکھوں کو قوت اور نور عطا فرمایا، جس کے ذریعے وہ آسمانوں اور زمین کی گہرائیوں کو دیکھ سکتے تھے۔ (تفسیر نور الثقلین)

☆ دوسروں کے ساتھ محکم اور علمی استدلال کرنے کیلئے قلبی ایمان کی ضرورت ہوتی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی محکم یقین کے بعد استدلال کرتے ہیں: ''لِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ۝'' اس کا ذکر بعد والی آیت میں آئے گا۔ (تفسیر المیزان)

☆ ''وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ۝'' میں حرف واو کا راز یہ ہے کہ ملکوتی نگاہ کے چند ایک اہداف تھے، جس میں سے ایک حضرت ابراہیمؑ کا یقین پر پہنچنا ہے۔

پیغام:

ا۔ جس نے حق کو جان لیا اور اس کی طرف دعوت کی اور کسی سے نہ ڈرا، تو پروردگار عالم اسے ملکوتی نگاہ عطا فرماتا ہے۔ (جس طرح آیت کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ملکوتی نگاہ عطا کی گئی۔) ''وَكَذٰلِكَ نُرِيٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ۔۔۔''

کوئی بھی شخص کوئی بھی جوان روحانی پاکیزگی کے ذریعے ملکوتی نگاہ حاصل کر سکتا ہے۔ کیونکہ متعدد تفاسیر کے مطابق اس دور میں جناب ابراہیمؑ نوجوان تھے۔

۲۔ یقین، ایمان کے بلند ترین درجوں میں سے ایک ہے۔ ''وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ۝''

۳۔ یقین پر پہنچنے کیلئے، الٰہی امداد کی ضرورت ہے۔ ''نُرِيٓ۔۔۔ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ۝''

آیت نمبر ۷۶

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ۝

ترجمۃ الآیات

لیکن جب رات کی (تاریکی) نے اسے ڈھانپ لیا تو اس نے ایک ستارے کو دیکھا تو کہا کیا یہ میرا خدا ہے؟ لیکن جب وہ غروب ہو گیا تو کہا کہ میں غروب ہو جانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

نکات:

☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دور میں ستارہ پرستی رائج تھی اور ستاروں کو کائنات کی تدبیر میں مؤثر جانتے تھے۔

☆ سوال: کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسے عظیم المرتبت پیغمبر ایک لمحے کیلئے بھی ستارے، چاند یا سورج کی عبادت کر سکتے ہیں؟

جواب: حضرت ابراہیمؑ کا مشرکین کے ساتھ مجادلہ اور بحث وگفتگو کرنا اور رویے میں نرمی دیکھانا، انہیں اپنی طرف متوجہ کرنے اور ان کے عقیدے کو غلط ثابت کرنے کیلئے تھا۔ یہ سب جناب ابراہیمؑ کا اعتقاد نہ تھا کیونکہ شرک کا انبیا کی عصمت کے ساتھ دور کا واسطہ بھی نہیں ہے، شرک عصمت کے منافی ہے۔

دو آیات بعد "یٰقَوْمِ" کہنا اور "هٰذَا رَبِّیْ" کہنا بھی اسی طرز عمل اور اسی بنیاد کے مطابق ہے۔ لہٰذا جب سورج اور چاند غروب ہو گئے تو آپ نے کہا: میں تم لوگوں کے شرک سے بیزار ہوں، یہ نہیں کہا کہ میں اپنے شرک سے بیزار ہوں۔ (آیت: ۷۸)

گذشتہ آیت میں ہم نے پڑھا ہے کہ خدا تعالیٰ نے جناب ابراہیم کو زمین و آسمان کے ملکوت دیکھائے اور وہ یقین کی منزل تک پہنچ گئے۔ اس آیت کا آغاز "فاء" کے حرف سے ہوا ہے یعنی اس استدلال کا نتیجہ ملکوت کو دیکھنا اور یقین پر پہنچنا ہوا ہے۔

☆ جو چیز طلوع اور غروب ہوتی ہے، اس پر قوانین حاکم ہوتے ہیں، وہ چیزیں کسی پر حاکم نہیں ہو سکتیں۔ حضرت ابراہیم نے شروع میں وقتی طور پر ان کے نظریے کو قبول کرنے کا اظہار کیا تا کہ بعد میں دلیل لا کر اس نظریے کو غلط ثابت کریں۔

پیغام:

۱۔ لوگوں کو دلیل سمجھانے کیلئے، پھر آخر میں اس عقیدے کو باطل قرار دینے کیلئے ایک طریقہ کار یہ بھی ہے کہ وقتی طور پر باطل عقیدے کا ساتھ دیں اور اس کا اظہار کریں۔ "هٰذَا رَبِّیْ"

۲۔ فطرت کو بیدار کرنا، فکر کو فعال کرنا اور احساسات پر متوجہ کرنا بھی تبلیغ کے طریقہ میں سے ایک ہے۔ "لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ ﴿۷۶﴾"

۳۔ حقیقی محبوب وہ ہوتا ہے جو کسی زمان و مکان میں محدود نہ ہو۔ جسے کبھی زوال نہ ہو اور وہ وقتی نہ ہو۔ "لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ ﴿۷۶﴾"

۴۔ اپنے معبود کو اپنا محبوب جانو اور اس کی عبادت عاشقانہ کرنی چاہیے کیونکہ دین کی روح، عشق ہے۔ "لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ ﴿۷۶﴾"

آیت نمبر ۷۷

فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّاۤ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّاۤلِّيْنَ ۝۷۷

ترجمۃ الآیات

اور (پھر ایک مرتبہ) جب اس نے چاند کو دیکھا کہ وہ نکلا ہے اور چمک رہا ہے تو اس نے کہا یہ میرا خدا ہے لیکن جب وہ بھی غروب ہو گیا تو کہا کہ اگر میرا پروردگار میری راہنمائی نہ کرے تو میں یقینی طور پر گمراہوں میں سے ہو جاؤں گا۔

نکات:

☆ ''بَازِغ'' کا لفظ ''بزغ'' سے ہے، جس کے معنی ہیں چیرنا اور خون کا جاری کرنا ہے۔ یہاں اس کے معنی ہیں کہ سورج اور چاند، رات کی تاریکی کا پردہ چاک کر کے طلوع کرتے ہیں اور ان کے گرد ایک سرخی ظاہر ہو جاتی ہے۔ (تفسیر نمونہ)

☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ستارہ پرستوں کے ساتھ چل کر انہیں سمجھایا اور اسی طرح چاند اور سورج پرستوں کے ساتھ چل کر بھی ان کیلئے استدلال کیا۔ (تفسیر نور الثقلین) بہت سے مفسرین کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مشرکین کے ساتھ یہ تمام گفتگو بابل کے علاقے میں ہوئی۔

☆ انسان جب بھی کسی مسئلہ میں بند راہوں تک پہنچ جائے تو اُسے بغیر کسی ضد کے راستے کو بدل لینا چاہیے۔ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ مرد وہ ہے جو اپنی بات پر ڈٹ جائے اور اصرار کرتا رہے جبکہ آیت ہمیں یہ کہتی ہے کہ مرد وہ ہے جو حق بات کو قبول کر لے چاہے اپنی پہلی بات کو چھوڑنا پڑے۔

پیغام:

گذشتہ آیت کے ذیل میں ذکر شدہ پیغام نمبر ایک، دو اور تین، یہاں بھی قابل ذکر ہیں۔

۴۔ تنقید کرنے کیلئے قدم بہ قدم آگے بڑھنے کا طریقہ اختیار کرنا چاہیے۔ گذشتہ آیت میں فرمایا: میں ''اٰفِلِيْنَ ۝۷۶'' کو پسند نہیں کرتا۔ لیکن یہاں فرمایا: چاند کی پرستش، انحراف اور ضلالت ہے۔

۵۔ شناخت کی راہ میں الٰہی فیض اور ہدایت پر انحصار کرنا چاہیے کیونکہ اس کے بغیر معارف کے پاک و پاکیزہ سرچشمہ

تک نہیں پہنچا جا سکتا۔(تفسیر المیزان)''لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ''

٦۔انبیا کو بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت کی ضرورت ہے۔''لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ''

٧۔ہدایت کرنا،شان ربوبیت ہے۔''يَهْدِنِيْ رَبِّيْ''

آیت نمبر ٧٨

فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿٧٨﴾

ترجمۃ الآیات

اور جب اس نے سورج کو دیکھا کہ وہ (سینہ افق کو چیر کر) نکل رہا ہے تو کہا کہ یہ میرا خدا ہے، یہ تو چاند اور ستاروں سے بڑا ہے لیکن جب وہ بھی غروب ہو گیا تو کہا اے قوم! میں ان شریکوں سے جنہیں تم (خدا کیلئے) قرار دیتے ہو بیزار ہوں۔

نکات:

☆اس آیت میں بھی حضرت ابراہیمؑ مشرکوں سے بحث وگفتگو کر رہے ہیں نہ کہ اپنا ذاتی عقیدہ بیان کر رہے ہیں۔جیسا کہ پہلے بھی گذر چکا ہے کہ''يٰقَوْمِ''اور''مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿٧٨﴾''(میں شرک نہیں کرتا،تم شرک کرتے ہو)،اس بات کی دلیل ہے کہ جناب ابراہیمؑ،سورج،چاند،ستاروں کی عبادت نہیں کیا کرتے تھے۔(تفسیر اطیب البیان)

پیغام:

آیت ٧٦ کے پیغام نمبر ایک، دو اور تین سے یہاں بھی استفادہ کیا جا سکتا ہے۔

٤۔اجسام کا بڑا یا چھوٹا ہونا اہم نہیں ہے۔وہ تمام اجسام کیونکہ قابل تغیر اور ناپائیدار ہیں لہٰذا خدا نہیں ہو سکتے۔''هٰذَآ اَكْبَرُ ۚ''

٥۔حق کی تعلیم دینے کا انداز یا باطل پر تنقید کا طریقہ کار مرحلہ وار ہونا چاہیے۔پہلے چاند اور ستاروں کی نفی کی گئی ہے اور آخر میں سورج کا انکار کیا ہے۔''فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ۔۔۔قَالَ''

٦۔شرک سے دوری اور نفرت کا اظہار''ابراہیمی پکار''ہے۔''اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿٧٨﴾''

۷۔شرک سے نفرت کا اظہار ہے،شرک کرنے والوں سے نہیں ہے۔''مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ﴿۷۸﴾ ''نہ کہ''مِنْكُمْ''

۸۔دوری اور نفرت کا اظہار کرنا، دلیل لانے اور برہان پیش کرنے کے بعد ہونا چاہیے۔(پہلے افول یعنی غروب ہونے کو واضح کریں پھر شرک سے دوری اور نفرت کا اعلان کریں۔)''فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ۔ ۔ ۔''

آیت نمبر ۷۹

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ﴿۷۹﴾ۚ

ترجمۃ الآیات

میں نے تو اپنا رخ اس ہستی کی طرف کر لیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے۔ میں اپنے ایمان میں مخلص ہوں اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں۔

نکات:

☆ افول اور نا پائیداری سے گذر کر استحکام تک پہنچنا، ملکوتی نگاہ کا ایک جلوہ ہے جو پروردگار عالم نے حضرت ابراہیمؑ کو عطا فرمایا۔

☆''حَنِیْفًا'' کا لفظ''حنف'' سے ہے، جس کے معنی اخلاص، گمراہی سے دور، راہ حق وراہ مستقیم کی طرف مائل ہونا ہے۔

☆''فَطَرَ''جس کے معنی خلق کرنا ہے، اصل میں اس کا مفہوم''چیرنا'' ہے۔ یہاں اس کے معنی شاید وہ ہیں جس کی طرف آج کے علوم اشارہ کر رہے ہیں کہ ابتدا میں یہ سب اجسام اکٹھے ایک مادہ تھے، پھر ایک دھماکے کے ساتھ اس کے ٹکڑے ہو گئے اور مختلف آسمانی سیارے وجود میں آ گئے۔(تفسیر نمونہ)

پیغام:

۱۔جونہی راہ حق ہمارے لیے واضح ہو جائے تو ہمیں چاہیے کہ محکم انداز میں اس کا اعلان کریں اور اکیلے رہ جانے سے نہ گھبرائیں۔''اِنِّیْ وَجَّهْتُ''

۲۔جو کوئی مادی، محدود اور فانی بتوں کو چھوڑ کر آگے بڑھ جائے، وہ معنوی، لامتناہی اور ابدی معبود تک پہنچ جائے گا۔

''لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ''

۳۔ مادی جلوؤں میں نہ ڈوب جائیں کیونکہ جلد یا بدیر ان جلوؤں کے رنگ ختم ہو جاتے ہیں۔ خدا کی طرف توجہ کریں کیونکہ وہ نئے سے نئے جلوؤں کو تخلیق کرتا ہے۔ ''لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ''

۴۔ انسان اس جگہ پہنچ سکتا ہے کہ نسلوں میں پائے جانے والے باطل عقائد اور کسی بھی زمانے میں پائے جانے والے منحرف عقائد کو جڑ سے ختم کر دے۔ ''وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ﴿۷۹﴾''

۵۔ خالص توحید کے ہمراہ شرک سے دوری اور نفرت کا اظہار ضروری ہے۔ ''وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ﴿۷۹﴾''

آیت نمبر ۸۰

وَحَآجَّہٗ قَوْمُہٗ ؕ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّیْ فِی اللّٰہِ وَقَدْ ھَدٰىنِ ؕ وَلَآ اَخَافُ مَا تُشْرِکُوْنَ بِہٖٓ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ رَبِّیْ شَیْـًٔا ؕ وَسِعَ رَبِّیْ کُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا ؕ اَفَلَا تَتَذَکَّرُوْنَ ﴿۸۰﴾

ترجمۃ الآیات

اس کی قوم نے اس سے حجت بازی شروع کر دی تو انہوں نے کہا کہ تم مجھ سے خدا کے بارے میں حجت بازی کیوں کرتے ہو؟ حالانکہ خدا نے مجھے (واضح دلائل کے ساتھ) ہدایت کی ہے اور جسے تم خدا کا شریک قرار دیتے ہو میں اس سے نہیں ڈرتا مگر یہ کہ میرا پروردگار کچھ چاہے (اور اگر مجھے کوئی نقصان پہنچے گا تو خدا کی مرضی ہے، بتوں کی نہیں) میرے پروردگار کی آگاہی اور علم اس قدر وسیع ہے کہ وہ تمام چیزوں پر حاوی ہے اور کیا تم متذکر (اور بیدار) نہیں ہوتے؟

پیغام:

۱۔ باطل لوگ تعصب رکھتے ہیں۔ ''حَآجَّہٗ قَوْمُہٗ ؕ'' (اس طرح کہ جیسے اگر کسی قرض ادا کرنے والے شخص کو ڈھیل دی جائے تو وہ اس کی بجائے کہ قرض ادا کرنے کی فکر کرے، سینہ زوری کرنے لگتا ہے۔ اسی طرح گمراہ قوم جو شرک کرتی ہے، اپنے اس فعل پر شرم محسوس کرنے کی بجائے، علم اٹھا لیتے ہیں اور حجت بازی شروع کر دیتے ہیں۔)

۲۔ اہل باطل کا تعصب اور ان کی ہٹ دھرمی پر حیرانی ہوتی ہے۔ ''اَتُحَآجُّوْٓنِّیْ فِی اللّٰہِ''

۳۔ ایک خدا کو ماننے والا شخص اگر اکیلا بھی ہو تو وہ اپنے مقابلے میں آنے والے بڑے سے بڑے گروہ سے بھی نہیں ڈرتا۔ ''اَتُحَآجُّوْٓنِّيْ فِي اللّٰهِ۔ ۔ ۔ وَلَآ اَخَافُ۔ ۔ ۔ ۔''

۴۔ انسان کا کام ہے کہ وہ حق کی تلاش کرے، ہدایت پروردگار عالم کی طرف سے ہے۔ ''هَدٰىنِ ؕ'' (حتیٰ انبیا کو بھی الٰہی ہدایت کی ضرورت رہتی ہے۔)

۵۔ جو شخص پروردگار عالم کی ہدایت کے دائرے میں آ جائے اسے کسی کا خوف نہیں رہتا۔ ''هَدٰىنِ ؕ وَلَآ اَخَافُ''

۶۔ غیر خدا سے نہ ڈرنا، توحید پر ہونے کی علامت ہے۔ ''لَآ اَخَافُ'' (مشرکین، جناب ابراہیم علیہ السلام کو برے انجام اور انتقام کی دھمکیاں دیا کرتے تھے۔)

۷۔ طاغوت اور بتوں کی طرف سے نقصان پہنچنے کا خوف ہونا، شرک کی بنیادوں میں سے ایک ہے۔ ''لَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ'' (بتوں سے خوف، بت پرستی پر اصرار اور تعصب کا موجب تھا۔)

۸۔ ہر وجود کی تاثیر اور کردار، خدا تعالیٰ کے ارادے سے وابستہ ہے۔ ''وَلَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ رَبِّيْ''

۹۔ ربوبیت، اس کیلئے سزاوار ہے جو علمی طور پر مکمل ہو۔ ''وَسِعَ رَبِّيْ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ؕ''

۱۰۔ حقیقت ایک فطری امر ہے، حقیقت انسانی اندرونی کیفیت ہے، جس کو جاننے کیلئے ایک تذکر کافی ہے۔ ''اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۸۰﴾''

آیت نمبر ۸۱

وَكَيْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا ؕ فَاَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ۚ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۱﴾

ترجمۃ الآیات

میں تمہارے بتوں سے کس طرح ڈروں جبکہ تم اس بات سے نہیں ڈرتے کہ تم نے خدا کا ایسا شریک قرار دیا ہے کہ جس کے بارے میں اس نے تم پر کوئی دلیل واضح نہیں کی (سچ بتاؤ) ان

دونوں گروہوں (بت پرستوں اور خدا پرستوں) میں سے کونسا گروہ (قیامت کے دن سزا سے) امن میں رہنے کے زیادہ لائق ہے اگر تم جانتے ہو؟

نکات:

☆ لفظ ''سُلۡطٰنًا'' کا معنی دلیل، حجت اور برہان ہے۔

☆ جو لوگ ڈر کو وجہ قرار دیتے ہیں کہ ڈر کی وجہ سے لوگ خدا پر ایمان رکھتے ہیں، یہ آیت بتا رہی ہے کہ شرک اختیار کرنے کی وجہ ڈر ہے۔

پیغام:

۱۔ بے بنیاد اور خالی قسم کی دھمکیوں سے نہیں ڈرنا چاہیے۔ ''كَيۡفَ اَخَافُ مَاۤ اَشۡرَكۡتُمۡ''

۲۔ روح کا سکون، صرف توحید کے سایے میں حاصل ہو سکتے ہے۔ ''وَكَيۡفَ اَخَافُ مَاۤ اَشۡرَكۡتُمۡ''

۳۔ دینی عقائد دلیل و برہان کی بنیاد پر ہونے چاہئیں۔ ''وَكَيۡفَ اَخَافُ مَاۤ اَشۡرَكۡتُمۡ وَلَا تَخَافُوۡنَ اَنَّكُمۡ اَشۡرَكۡتُمۡ بِاللّٰهِ مَا لَمۡ يُنَزِّلۡ بِهٖ عَلَيۡكُمۡ سُلۡطٰنًا ؕ''

۴۔ بحث اور مناظرے میں لوگوں کے تعصب کو نہیں ابھارنا چاہیے۔ ''فَاَىُّ الۡفَرِيۡقَيۡنِ'' یہ نہیں فرمایا کہ ہم امان میں ہیں اور تم خطرے میں ہو۔

۵۔ صحیح علم، خدا تک پہنچنے کا ایک ذریعہ ہے، اگر اسے صحیح استعمال کریں تو درست نتائج تک پہنچ سکتے ہیں۔ ''اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ۘ﴿۸۱﴾''

آیت نمبر ۸۲ ۔ ۸۳

اَلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَلَمۡ يَلۡبِسُوۡۤا اِيۡمَانَهُمۡ بِظُلۡمٍ اُولٰۤـئِكَ لَهُمُ الۡاَمۡنُ وَهُمۡ مُّهۡتَدُوۡنَ ﴿۸۲﴾

وَتِلۡكَ حُجَّتُنَاۤ اٰتَيۡنٰهَاۤ اِبۡرٰهِيۡمَ عَلٰى قَوۡمِهٖ ؕ نَرۡفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنۡ نَّشَآءُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيۡمٌ عَلِيۡمٌ ﴿۸۳﴾

ترجمۃ الآیات

وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اور انہوں نے اپنے ایمان کو شرک کے ساتھ مخلوط نہیں، ان کا انجام (عذاب سے) امن ہے اور وہ ہدایت یافتہ ہیں۔

یہ ہمارے دلائل تھے جو ہم نے ابراہیم کو اس کی قوم کے مقابلے میں دیئے تھے۔ ہم جس شخص کے درجات کو چاہتے ہیں (اور اس کو لائق دیکھتے ہیں) اوپر لے جاتے ہیں۔ تیرا پروردگار حکیم اور دانا ہے۔ (اپنے علم وحکمت کی بنیاد پر انسان کے مقام کو بلند فرماتا ہے۔)

نکات:

☆ گذشتہ آیات توحید اور شرک کے بارے میں تھیں اور یہ آیات ان کے مطالب کو اکٹھا کر کے بیان کر رہی ہیں، چنانچہ امام علیہ السلام فرماتے ہیں: اس آیت میں ظلم سے مراد شرک ہے۔ (تفسیر نور الثقلین)

☆ بعض روایات میں ظلم سے مراد شک وتردید کو کہا گیا ہے۔ (تفسیر نور الثقلین؛ کافی، ج ۲، ص ۳۹۹)

البتہ کبھی شک غیر اختیاری اور تحقیق کی ابتدا کیلئے ہوتا ہے۔ لیکن کبھی شک، بہانے کیلئے یا شک کی کیفیت کو دوسروں میں ایجاد کرنے کیلئے کیا جاتا ہے، اس قسم کے شک، ظلم کے زمرے میں آتے ہیں۔ (تفسیر راہنما)

☆ امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: یہ آیت حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو اپنی زندگی میں ایک لمحے کیلئے بھی شرک کی طرف نہیں گئے۔ (بحار، ج ۲۳، ص ۳۶۷)

☆ ''لبس'' کا معنی ڈھانپنا ہے۔ اس بنا پر کیونکہ ایمان فطری ہے، وہ تباہ ہونے والا نہیں ہے بلکہ اس کی گرد وغبار کو ڈھانپتا ہے۔

پیغام:

۱۔ ایمان کیلئے آفت، ظلم وشرک اختیار کرنا اور غیر الٰہی راہبروں کے پیچھے جانا ہے۔ ''اٰمَنُوۡا وَلَمۡ یَلۡبِسُوۡۤا اِیۡمَانَہُمۡ بِظُلۡمٍ''

۲۔ ایمان اختیار کر لینا ہی کافی نہیں ہے بلکہ ایمان پر باقی رہنا اور آگے بڑھتے رہنے بھی ضروری ہے۔ ''لَمۡ یَلۡبِسُوۡۤا اِیۡمَانَہُمۡ بِظُلۡمٍ اُولٰٓئِکَ لَہُمُ الۡاَمۡنُ''

۳۔ حقیقی امن اور ہدایت، ایمان کے سایہ میں اور شرک سے دوری میں ہے۔ ''اٰمَنُوۡا۔ ۔ ۔ لَہُمُ الۡاَمۡنُ وَہُمۡ مُّہۡتَدُوۡنَ ﴿۸۲﴾''

۴۔ جب تک ایمان خالص نہ ہو، دل بے چین ہی رہتا ہے۔ ''وَلَمۡ یَلۡبِسُوۡۤا اِیۡمَانَہُمۡ بِظُلۡمٍ اُولٰٓئِکَ لَہُمُ الۡاَمۡنُ''

۵۔تدبیر اور مدیریت کیلئے علم اور حکمت دو ضروری اصول ہیں۔ ''اِنَّ رَبَّکَ حَکِیۡمٌ عَلِیۡمٌ ﴿۸۳﴾''

(''رب'' کا لفظ لغت میں مدیر اور مربی کے معنی میں آیا ہے۔)

۶۔ ایسا موحد جو دلیل و برہان کے ساتھ معاشرے کی گمراہی کے برابر کھڑا ہو جاتا ہے، اس کے بہت زیادہ درجات ہیں۔ ''دَرَجٰتٍ''

۷۔ الٰہی درجات، جن افراد کو دیے جاتے ہیں، اس میں حکمت پائی جاتی ہے۔ ''نَرۡفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنۡ نَّشَآءُ ؕ اِنَّ رَبَّکَ حَکِیۡمٌ''

آیت نمبر ۸۴

وَوَهَبۡنَا لَهٗۤ اِسۡحٰقَ وَيَعۡقُوۡبَ ؕ كُلًّا هَدَيۡنَا ۚ وَنُوۡحًا هَدَيۡنَا مِنۡ قَبۡلُ وَمِنۡ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيۡمٰنَ وَاَيُّوۡبَ وَيُوۡسُفَ وَمُوۡسٰى وَهٰرُوۡنَ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجۡزِى الۡمُحۡسِنِيۡنَ ۙ﴿۸۴﴾

ترجمۃ الآیات

اور ہم نے اسے (ابراہیم کو) اسحاق اور یعقوب عطا فرمائے اور ہم نے ہر ایک کو ہدایت کی اور نوح کو (بھی) ہم نے (ان سے) پہلے ہدایت کی تھی اور اس (ابراہیم) کی ذریت اور اولاد میں سے داؤد، سلیمان، ایوب، یوسف، موسیٰ اور ہارون کو (ہم نے ہدایت کی) ہم نیکو کاروں کو اس طرح سے جزا دیتے ہیں۔

نکات:

☆ اس آیت میں اور دو آیت بعد میں کل ۱۷ پیغمبروں کے نام ذکر ہوئے ہیں۔

☆ ''ذُرِّيَّتِهٖ'' کی ضمیر میں دو احتمال ہیں: ایک یہ کہ ضمیر حضرت ابراہیمؑ پر پلٹے گی، کیونکہ پہلے والی آیات انہی کے بارے میں ہیں اور ان میں سے اکثر افراد انہی کی اولاد میں سے ہیں۔ روایت میں بھی یہی ہے۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ حضرت نوحؑ

پر پلٹے گی، کیونکہ یہ ضمیر اُن کے نام سے بہت قریب ہے اور اُن کی نسل سے انبیا کا نام بھی ذکر ہے، جیسے حضرت لوطؑ کا نام ہے۔

پیغام:

۱۔ نیک اولاد، خدا تعالیٰ کی طرف سے ہدیہ ہے، موہبت الٰہی ہے۔ ''وَهَبْنَا۔ نَجْزِي''

۲۔ ہدایت کا سلسلہ اور انبیا کا بھیجے جانا، ہمیشہ سے رہا ہے، سنت الٰہی کا حصہ ہے۔ ''وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ''

۳۔ خدائی لطف و کرم، بغیر حساب و کتاب کے کسی پر نہیں کیا جاتا۔ ''كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۴﴾''

آیت نمبر ۸۵۔۸۶۔۸۷

وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ۭ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۵﴾

وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا ۭ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۶﴾

وَمِنْ اٰبَآىِٕهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ ۚ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۸۷﴾

ترجمۃ الآیات

اور (اسی طرح) زکریا، یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس (کو ہم نے ہدایت عطا کی اور) سب کے سب صالحین میں سے تھے۔

اور اسماعیل اور الیسع، یونس اور لوط کو (بھی ہم نے ہدایت عطا فرمائی) اور ہر ایک کو ہم نے عالمین پر فضیلت دی۔

ان کے آبا و اجداد، ان کی اولاد اور ان کے بھائیوں میں سے کچھ افراد کو (ہم اپنے لطف کے دائرے میں لے آئے اور ان کی اہلیت کے مطابق انہیں نبوت عطا فرمائی) ہم نے انہیں برگزیدہ کیا اور انہیں راہ راست کی ہدایت کی۔

نکات:

☆ کچھ لوگوں نے یہ خیال کیا کہ ''ذریت'' صرف مرد کی طرف سے آگے بڑھنے والے اولاد کے سلسلے کو کہا جاتا ہے جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے والد نہ تھے اور وہ اپنی والدہ کے ساتھ منسوب ہو کر جناب ابراہیم علیہ السلام کی نسل میں شامل ہوتے ہیں۔اس آیت میں بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل میں ذکر کیا گیا ہے۔''وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ۔ ۔ ۔ عِيْسٰى''

امام جعفر صادق علیہ السلام اور امام موسیٰ کاظم علیہ السلام، اسی آیت سے استناد کرتے ہوئے اہل بیت علیہم السلام کو جو والدہ کی طرف سے پیغمبر اکرمؐ سے نسبت رکھتے ہیں، ذریت رسول اللہ اور ابناء رسول اللہ قرار دیتے ہیں۔(تفسیر نور الثقلین)

فخر رازی بھی اپنی تفسیر میں اسی بات کو تسلیم کرتا ہے۔''تفسیر المنار'' میں بھی ایک حدیث صحیح بخاری سے نقل ہوئی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذریت کا لفظ جناب امام حسن علیہ السلام کیلئے استعمال فرمایا ہے۔

☆ کچھ نے یہ چاہا ہے کہ ''مِنْ اٰبَآئِهِمْ'' میں حرف ''من'' سے یہ بات ثابت کریں کہ انبیا کے اجداد میں سے کچھ لوگ گمراہ بھی تھے جبکہ آیت کا لب ولہجہ یہ ہے کہ وہ ثابت کر رہی ہے: انبیا کے اجداد کو نبوت کیلئے چنا گیا، وہ مقام نبوت کے اہل تھے، وہ مقام کفر وایمان میں نہ تھے۔(تفسیر نمونہ)

آیت نمبر ۸۸

ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۸۸﴾

ترجمۃ الآیات

یہ خدا کی ہدایت ہے کہ جو اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے، اس کی ہدایت کرتا ہے۔اگر وہ مشرک ہو جائیں تو انہوں نے جو کچھ عمل کیا تھا وہ سب کا سب (ضائع) اور نابود ہو جائے گا۔

پیغام:

۱۔حقیقی اور سچی ہدایت صرف پروردگار عالم کی طرف سے ہے، باقی ہدایت کے ظاہری سلسلے ہیں، ایک سراب کے سوا کچھ نہیں ہیں۔''ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ''

۲۔ہدایت کرنا، صرف خدا تعالی کا کام ہے، حتیٰ انبیا بھی اپنی طرف سے کوئی ہدایت نہیں رکھتے۔''يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ

يَّشَآءُ‘‘

۳۔شرک، اعمال کو مٹا دینے اور باطل کر دینے کا موجب ہے۔’’وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ‘‘

۴۔سنت الٰہی میں تبعیض نہیں ہے، یعنی الٰہی اصولوں میں کسی کو خواہ مخواہ رعایت نہیں دی جاتی، بالفرض محال حتیٰ اگر انبیا بھی شرک کی طرف جائیں، تو ان کی بھی تنبیہ وسرزنش ہوگی۔اصالت حق کیلئے ہے افراد کیلئے نہیں۔(اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ گذشتہ آیات انبیا سے متعلق ہیں۔)’’لَوْ اَشْرَكُوْا‘‘

۵۔انبیا معصوم ہوتے ہیں اور شرک کی گرد وغبار ان کے دامن پر نہیں بیٹھ سکتی۔آیت میں شرک کا فرض کیے جانا، فرض محال کے طور پر آیا ہے۔’’لَوْ‘‘

۶۔الٰہی نظریہ کائنات میں اعمال کی قدر و قیمت، ان میں پائے جانے والے اخلاص کی بنیاد پر ہے۔اگر ان میں اخلاص باقی نہ رہے تو کچھ بھی باقی نہیں بچتا۔’’وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ‘‘

آیت نمبر ۸۹

اُولٰٓىِٕكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَاۗءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ ۝۸۹

ترجمۃ الآیات

وہ ایسے لوگ ہیں جنہیں ہم نے آسمانی کتاب، حکم، حکومت اور نبوت عطا کی ہے، اگر وہ مشرکین اس کا انکار کریں اور قبول نہ کریں (تو آپ پریشان نہ ہوں کیونکہ) ہم نے دوسرے گروہ کو اس کا نگہبان بنایا ہے جو اس کا کفر وانکار کرنے والے نہیں ہیں۔

نکات:

☆’’حُكْمِ‘‘ کے معنی حکومت اور سرپرستی ہیں۔اس کے معنی میں قضاوت اور فیصلہ کرنا بھی ہے اور سمجھ بوجھ، عقل وفہم کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔مفردات راغب میں اس کے اصلی معنی منع کرنا اور روکنا، ذکر ہوئے ہیں، چونکہ عقل، قضاوت اور حکومت، لوگوں کو غلطیوں اور خلاف کاریوں سے روکتی ہے، اس لیے انہیں حکم کہا گیا ہے۔

☆تفسیر المنار اور روح المعانی میں مفسرین کہتے ہیں کہ وہ قوم جو کفر نہیں کرے گی اور حق کو قبول کرلے گی اور حمایت

کرے گی، وہ ایرانی قوم ہے۔ (تفسیر نمونہ)

☆ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: صاحب الامر کے اصحاب محفوظ ہیں، اگر تمام افراد ان سے دور ہو جائیں، تو پروردگار عالم ان کے اصحاب کو لے آئے گا۔ وہ وہی لوگ ہیں جن کے بارے میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے: ''فَاِنۡ یَّکۡفُرۡ بِہَا ہٰۤؤُلَآءِ فَقَدۡ وَکَّلۡنَا ۔ ۔ ۔'' (غیبت نعمانی، ص ۳۱۶)

پیغام:

۱۔ پیغمبروں کو حکومت اور قضاوت کا حق حاصل ہے۔ ''اٰتَیۡنٰہُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحُکۡمَ وَالنُّبُوَّۃَ ۚ''

۲۔ نیکی، پرہیزگاری اختیار کرنا اور صراط مستقیم کو پالینا، انبیا کے خصوصیات میں سے ہے۔ ''نَجۡزِی الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۸۴﴾ ۔ ۔ ۔ کُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِیۡنَ ﴿۸۵﴾ ۔ ۔ ۔ ہَدَیۡنٰہُمۡ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ﴿۸۷﴾ ۔ ۔ ۔ اٰتَیۡنٰہُمُ الۡکِتٰبَ''

۳۔ ہر مکتب و مذہب میں کچھ طرفدار ہوتے ہیں اور کچھ مخالفین ہوتے ہیں۔ ان میں کمی زیادتی اور تبدیلی ہوتی رہتی ہے، کبھی طرفدار مخالف ہو جاتا ہے اور کبھی مخالف حمایتی بن جاتا ہے۔ کبھی مسلمان مرتد ہو جاتا ہے اور کبھی کافر اسلام قبول کر لیتا ہے۔ ''فَاِنۡ یَّکۡفُرۡ بِہَا ہٰۤؤُلَآءِ فَقَدۡ وَکَّلۡنَا بِہَا قَوۡمًا''

۴۔ کسی گروہ کے کفر اختیار کرنے سے ایسا نہیں ہوتا کہ راہ حق کے طرفدار ہی ختم ہو جائیں۔ جب راستہ حق اور الٰہی ہو تو لوگوں کے آنے جانے سے کسی کو اثر نہیں لینا چاہیے۔ ''فَاِنۡ یَّکۡفُرۡ بِہَا ہٰۤؤُلَآءِ فَقَدۡ وَکَّلۡنَا بِہَا قَوۡمًا''

آیت نمبر ۹۰

اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ ہَدَی اللّٰہُ فَبِہُدٰىہُمُ اقۡتَدِہۡ ؕ قُلۡ لَّاۤ اَسۡـَٔلُکُمۡ عَلَیۡہِ اَجۡرًا ؕ اِنۡ ہُوَ اِلَّا ذِکۡرٰی لِلۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۹۰﴾

ترجمۃ الآیات

وہ ایسے لوگ ہیں جنہیں خدا نے ہدایت کی ہے، پس تم ان کی ہدایت کی اقتدا (پیروی) کرو (اور اے پیغمبر! لوگوں سے) یہ کہو کہ میں اس (رسالت و تبلیغ) کے بدلے میں تم سے کوئی اجر اور بدلہ نہیں مانگتا۔ یہ قرآن تو عالمین کے لیے ایک یاد دہانی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ (اور اہل عالم نصیحت حاصل کر لیں، میری خواہش اس کے سوا کچھ نہیں۔)

نکات:

☆ ''اقْتَدِهْ'' میں حرف ''ہ'' ضمیر نہیں ہے بلکہ ''ھاء'' سکتہ ہے جو کہ وقف کیلئے استعمال ہوتی ہے۔

☆ اولیائے خدا کا نام، ان کی یاد اور راستہ زندہ رہنا چاہیے۔ نئی آنے والی چیزیں گذشتہ لوگوں کی یادیں بھلا نہ دیں۔ ''فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ؕ''

پیغام:

۱۔ پیغمبروں کی ہدایات کی پیروی کرنا، ہدایت الٰہی کی اقتدا کرنا ہے۔ ''هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ؕ''

۲۔ انسان کی قدر و قیمت اس کی فکری سمت اور عملی کردار کے مطابق ہوتی ہے۔ (فرمایا: ''فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ؕ'' نہیں فرمایا: ''فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ؕ'')

۳۔ گذشتہ ادیان کے نسخ ہو جانے سے مراد یہ نہیں ہے کہ ان کے اصول و قواعد بھی باطل ہو گئے ہیں۔ راہ انبیا کے کلی اصول باقی رہتے ہیں۔ ''فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ؕ''

۴۔ کامیاب ترین شخص بننے کیلئے گذشتہ لوگوں کے انسانی کمال، نیک اخلاق اور اچھی سیرت سے استفادہ کرنا اور انہیں اپنانا چاہیے۔ ''فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ؕ''

۵۔ تمام انبیا کے اہداف و مقاصد ایک ہی ہیں۔ (کیونکہ ایسے انبیا کی اقتدا کرنا جن کے اہداف و مقاصد الگ الگ اور ایک دوسرے سے مخالف ہوں، ناممکن ہے۔) ''فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ؕ''

۶۔ پیروی کا نتیجہ اور اس کی دلیل، صرف ہدایت کا حصول ہونا چاہیے۔ ''هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ؕ''

۷۔ تبلیغ کرنے والے شخص کو دنیا کی خواہش نہیں کرنی چاہیے تا کہ وہ دنیا طلبی کے الزام سے دور رہ سکے۔ ''قُلْ لَّاۤ اَسْـَٔلُكُمْ''

۸۔ پیغمبروں اور دوسرے مذاہب کے دعویداروں میں فرق یہ ہے کہ پیغمبروں کا مقصد دنیا نہیں ہوتا۔ ''لَّاۤ اَسْـَٔلُكُمْ''

۹۔ بھول جانے والے اور غافل انسانوں کیلئے یاد آوری کا ذریعہ انبیا ہیں۔ ''ذِكْرٰى''

۱۰۔ اسلام، عالمی دین ہے۔ ''ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِیْنَ ۟۹۰''

آیت نمبر ۹۱

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖۤ اِذْ قَالُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ

شَيۡءٍ ؕ قُلۡ مَنۡ اَنۡزَلَ الۡكِتٰبَ الَّذِىۡ جَآءَ بِهٖ مُوۡسٰى نُوۡرًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ تَجۡعَلُوۡنَهٗ قَرَاطِيۡسَ تُبۡدُوۡنَهَا وَتُخۡفُوۡنَ كَثِيۡرًا ۚ وَعُلِّمۡتُمۡ مَّا لَمۡ تَعۡلَمُوۡۤا اَنۡتُمۡ وَلَاۤ اٰبَآؤُكُمۡ ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرۡهُمۡ فِىۡ خَوۡضِهِمۡ يَلۡعَبُوۡنَ ﴿۹۱﴾

ترجمۃ الآیات

انہوں نے اللہ کو جیسا پہچاننا چاہیے تھا نہیں پہچانا کیونکہ انہوں نے یہ کہا کہ اس نے کسی انسان پر کوئی چیز نازل نہیں کی۔ تم یہ کہہ دو وہ کتاب جو موسیٰ لائے تھے کس نے نازل کی تھی وہ کتاب جو لوگوں کے لیے نور اور ہدایت تھی؟ (لیکن تم لوگوں نے) اسے پراگندہ (صفحات میں تبدیل) کر دیا۔ تم (اپنی مرضی سے) اس کے کچھ حصے کو آشکار کرتے ہو اور بہت سا حصہ (لوگوں سے) پوشیدہ کرتے ہو اور تمہیں (اسی آسمانی کتاب تورات کے ذریعے) ایسے مطالب کی تعلیم دی گئی ہے جن سے تم اور تمہارے آبا و اجداد باخبر نہیں تھے۔ (اے رسول!) کہہ دو کہ خدا (تھا جس نے انہیں نازل کیا) پھر انہیں ان کی ہٹ دھرمی میں چھوڑ دو تا کہ وہ کھیل کود میں پڑے رہیں۔

نکات:

☆ یہود میں سے ایک گروہ جو حضرت موسیٰؑ پر وحی کے نزول کا یقین رکھتے تھے لیکن اپنی ہٹ دھرمی کی وجہ سے کہنے لگے کہ خدا نے کسی پیغمبر پر کوئی کتاب نازل نہیں کی۔

یہ آیت کہتی ہے کہ تمہاری بات تمہارے عقیدے سے مطابقت نہیں رکھتی، اگر خدا تعالیٰ کسی پر وحی نازل نہیں کرتا تو پھر یہ تورات کیا ہے جس پر تم لوگ عقیدہ رکھتے ہو، یہ کتاب کس نے نازل کی ہے؟

پیغام:

۱۔ انبیا علیہم السلام کو بھیجنا اور آسمانی کتابیں نازل کرنا، بندوں پر پروردگار عالم کا لطف و کرم اور خاص عنایت ہے۔ جو کوئی انبیا علیہم السلام کا انکار کرے، وہ حقیقت میں الٰہی حکمت، رحمت اور اس خاص لطف و کرم کا منکر ہے۔ ''مَا قَدَرُوا اللّٰهَ۔

"۔"

۲۔ ابھرنے والے شکوک وشبہات کا جواب دیا جانا چاہیے۔ "قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍ ؕ قُلْ "

۳۔ اصل آسمانی کتاب تورات، نور اور ہدایت تھی۔ "نُوْرًا وَّهُدًى "

۴۔ تورات میں کچھ ایسی باتیں تھیں، جن کا یہودی علما انکار کیا کرتے تھے۔ "تُخْفُوْنَ كَثِیْرًا ۚ "

۵۔ دین کی تبلیغ کرنے والوں کو بے جا اور خواہ مخواہ مصلحت اندیشی سے پرہیز کرتے ہوئے، دین کے معارف اور حقائق کو لوگوں کے سامنے بیان کرنا چاہیے۔ "مَا قَدَرُوا اللّٰهَ ۔ ۔ ۔ وَتُخْفُوْنَ كَثِیْرًا ۚ "

۶۔ وحی کے بغیر، بہت سے حقائق تک انسان کی دست رس ممکن نہیں ہے۔ "وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا ۔ ۔ "

۷۔ انبیا کا فرض، تبلیغ کرنا ہے، لوگوں کو بات قبول کرنے پر مجبور کرنا نہیں۔ "قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ "

۸۔ دلیل کا پیش کیے جانا بھی ایک حد تک ہونا چاہیے، ضرورت سے زیادہ دلیل نہیں دی جانی چاہئیں۔ یہ آیت بھی ایک دلیل ہے، جس میں فرمایا جا رہا ہے کہ اب اگر قبول نہیں کرتے تو انہیں چھوڑ دو۔ "ذَرْهُمْ "

آیت نمبر ۹۲

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا ؕ وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ ﴿۹۲﴾

ترجمۃ الآیات

اور یہ وہ کتاب ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے، یہ ایک ایسی بابرکت کتاب ہے کہ جو کتابیں اس سے پہلے آئی ہیں ان سب کی تصدیق کرتی ہے (اور اسے ہم نے اس لیے بھیجا ہے) تاکہ تم (لوگوں کو خوشخبری دو اور) ام القریٰ (مکہ) اور اس کے ارد گرد لوگوں کو (عذاب خدا سے) ڈراؤ (اور ذمہ داریوں سے آگاہ کرو) جو لوگ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں وہ اس (قرآن) پر بھی ایمان لے آتے ہیں اور نمازوں کی حفاظت اور نگرانی کرتے ہیں۔

نکات:

☆اس آیت میں "لِتُنۡذِرَ" واو کے ہمراہ ذکر ہوا ہے،"وَلِتُنۡذِرَ" شاید یہ اس بات کی طرف اشارہ ہو کہ قرآن مجید میں انذار کے علاوہ دوسرے بھی اہداف موجود ہیں۔

پیغام:

۱۔قرآن مجید میں ہر دور کیلئے ہر طرح کی برکات پائی جاتی ہیں۔(جیسے: ہدایت، عبرت، شفا، رشد، عزت) "مُبٰرَكٌ"

۲۔قرآن مجید دوسری آسمانی کتابوں کے ساتھ ہم آہنگ اور ان کی تصدیق کرتا ہے۔ یہ بات ہدف کے ایک ہونے اور ان کا الٰہی ہونے کی علامت ہے۔"مُّصَدِّقُ"

۳۔تبلیغ کیلئے پہلے اُم القریٰ اور اہم مراکز سے ابتدا کرنی چاہیے، اس کے بعد دوسری اطراف میں جانا چاہیے۔"لِتُنۡذِرَ اُمَّ الۡقُرٰى وَمَنۡ حَوۡلَهَا ؕ"

۴۔قرآن مجید اور قیامت پر ایمان، ایک دوسرے کے ساتھ ہے۔"يُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَةِ يُؤۡمِنُوۡنَ بِهٖ"

۵۔ایمان کا واضح ترین اظہار، نماز ہے۔"عَلٰى صَلَاتِهِمۡ يُحَافِظُوۡنَ ﴿۹۲﴾"

۶۔آخرت پر ایمان، نماز کی حفاظت کا باعث ہے۔"يُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَةِ - - عَلٰى صَلَاتِهِمۡ يُحَافِظُوۡنَ ﴿۹۲﴾"

آیت نمبر ۹۳

وَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنِ افۡتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوۡ قَالَ اُوۡحِىَ اِلَىَّ وَلَمۡ يُوۡحَ اِلَيۡهِ شَىۡءٌ وَّمَنۡ قَالَ سَاُنۡزِلُ مِثۡلَ مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ ؕ وَلَوۡ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوۡنَ فِىۡ غَمَرٰتِ الۡمَوۡتِ وَالۡمَلٰۤئِكَةُ بَاسِطُوۡۤا اَيۡدِيۡهِمۡ ۚ اَخۡرِجُوۡۤا اَنۡفُسَكُمۡ ؕ اَلۡيَوۡمَ تُجۡزَوۡنَ عَذَابَ الۡهُوۡنِ بِمَا كُنۡتُمۡ تَقُوۡلُوۡنَ عَلَى اللّٰهِ غَيۡرَ الۡحَقِّ وَكُنۡتُمۡ عَنۡ اٰيٰتِهٖ تَسۡتَكۡبِرُوۡنَ ﴿۹۳﴾

ترجمۃ الآیات

اس شخص سے بڑھ کر ظالم اور کون ہوگا جو خدا پر جھوٹ باندھے یا یہ کہے کہ مجھ پر وحی نازل کی گئی ہے حالانکہ اس پر وحی نازل نہ ہوئی ہو اور وہ شخص کہ جو یہ کہے کہ میں بھی ایسا ہی (کلام) جیسا کہ اللہ نے نازل کیا ہے، نازل کروں گا اور (اے رسول!) اگر تم ان ظالموں کو اس وقت دیکھو جبکہ یہ موت کے سختیوں میں گھرے ہوئے ہونگے اور فرشتے (روح قبض کرنے کی خاطر) ہاتھ پھیلائے انہیں کہہ رہے ہوں گے کہ اپنی جان (اور روح) کو باہر نکالو، آج تم ان جھوٹ اور بہتان کے بدلے جو تم نے خدا پر باندھی تھیں اور اس کی آیات کے سامنے جو تکبر تم کیا کرتے تھے ان کے بدلے ذلیل کرنے والے عذاب دیکھو گے۔

نکات:

☆ اس آیت کی شان نزول میں یوں آیا ہے کہ ایک شخص ''عبد بن سعد'' وحی لکھنے والوں میں سے تھا۔ رسول خداؐ نے اُسے کسی خیانت کی وجہ سے دور کر دیا تھا۔ اُس نے لوگوں کو اپنے گرد جمع کیا اور کہنے لگا: میں بھی قرآن جیسی آیات لاسکتا ہوں۔

کچھ نے اس کی شان نزول ''مسیلمہ کذاب'' کے جھوٹے پیغمبری دعوے کو قرار دیا ہے۔ یہ واقعہ پیغمبر اکرمؐ کے آخری ایام میں پیش آیا۔ اس آیت کو مدنی تصور کرتے ہیں کہ جسے بعد میں پیغمبر اکرمؐ کے حکم سے اس سورت میں یہاں تحریر کیا گیا۔

☆ ''غَمَرٰتِ'' کا لفظ ''غمرہ'' سے ہے، جس کے معنی موت کے وقت کی سختی ہے جسے ہر انسان اپنی موت کے وقت میں چکھے گا۔

☆ پیغمبری کا جھوٹا دعویٰ کرنے والوں میں یمن سے مسیلمہ اور اسود عنسی، جبکہ بنی اسد سے طلیحہ اسدی شامل تھا۔ (تفسیر مراغی)

☆ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ''عَذَابَ الْهُوْنِ'' سے مراد، موت کے وقت شدید پیاس کا لگنا ہے۔ (تفسیر نور الثقلین)

☆ جو لوگ بغیر دلیل کے امامت کا دعویٰ کرتے ہیں، امام محمد باقر علیہ السلام انہیں اس آیت کا مصداق قرار دیتے ہیں۔ (تفسیر عیاشی)

پیغام:

۱۔ خدا تعالیٰ پر جھوٹ باندھنا بہت بڑا ظلم ہے۔ نا اہل افراد کی طرف سے راہبری کا دعوی بھی بڑے گناہوں میں سے

ہے۔ ''وَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنِ افۡتَرٰی۔ ۔ ۔اَوۡ قَالَ اُوۡحِیَ اِلَیَّ''

۲۔ ایسا شخص جو حق کا دشمن ہو، یا وہ حق کو نیچا دیکھانے کی کوشش کرے، یا خود کو اونچا دیکھائے، وہ کہتا ہے: قرآن تو صرف ایک افسانہ ہے۔ اگر اس بات میں وہ کامیاب نہ ہو تو کہتا ہے: میں بھی قرآن کی طرح دلچسپ باتیں کر سکتا ہوں۔ ''سَاُنۡزِلُ مِثۡلَ مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ ؕ'' (جلد ہی میں بھی وہی چیز نازل کروں گا جو اللہ نے نازل کی ہے۔) ایک دوسری جگہ ہم پڑھتے ہیں کہ ''لَوۡ نَشَآءُ لَقُلۡنَا مِثۡلَ'' (اگر ہم چاہیں تو یقیناً ہم بھی ایسا ہی سب کچھ کہہ سکتے ہیں۔) (انفال۔۳۱)

۳۔ جھوٹے دعوے کرنے والے نا اہل افراد اور دینی منصب پر اپنی جھوٹی نسبت دینے والے افراد، موت کے وقت میں سخت مشکل میں ہوں گے۔ ''وَلَوۡ تَرٰۤی اِذِ الظّٰلِمُوۡنَ۔ ۔ ۔''

۴۔ آخرت کی سزائیں موت کے ابتدائی لمحوں سے ہی شروع ہو جاتی ہیں۔ کافروں سے کہا جاتا ہے: اپنی جان دو اور مر جاؤ۔ ''اَخۡرِجُوۡۤا اَنۡفُسَكُمۡ ؕ'' اس جملے میں تحقیر آمیز لہجہ پایا جاتا ہے۔

۵۔ انسان کی روح اس کے جسم سے الگ اور مجرد چیز ہے۔ ''اَخۡرِجُوۡۤا اَنۡفُسَكُمۡ ؕ''

۶۔ وحی اور دین کی توہین پر سزا، ذلت آمیز اور ذلیل خوار کر دینے والا عذاب ہے۔ ''تُجۡزَوۡنَ عَذَابَ الۡهُوۡنِ''

آیت نمبر ۹۴

وَلَقَدۡ جِئۡتُمُوۡنَا فُرَادٰی كَمَا خَلَقۡنٰكُمۡ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَكۡتُمۡ مَّا خَوَّلۡنٰكُمۡ وَرَآءَ ظُهُوۡرِكُمۡ ۚ وَمَا نَرٰی مَعَكُمۡ شُفَعَآءَكُمُ الَّذِيۡنَ زَعَمۡتُمۡ اَنَّهُمۡ فِيۡكُمۡ شُرَكٰٓؤُا ؕ لَقَدۡ تَّقَطَّعَ بَيۡنَكُمۡ وَضَلَّ عَنۡكُمۡ مَّا كُنۡتُمۡ تَزۡعُمُوۡنَ ۝۹۴

ترجمۃ الآیات

(موت کے وقت یا روز قیامت خدا فرمائے گا آج) تم سب اکیلے ہماری بارگاہ میں لوٹ کر آئے ہو اسی طرح جیسا کہ پہلے دن ہم نے تمہیں پیدا کیا تھا اور جو کچھ ہم نے تمہیں عطا کیا تھا اسے اپنے پس پشت ڈال کر آئے ہو اور جنہیں تم اپنی تقدیر میں خدا کا شریک سمجھتے تھے ہم انہیں تمہارے ساتھ نہیں دیکھتے، تمہارے (پیوند اور) رشتے ختم ہو گئے ہیں اور وہ تمام

چیزیں کہ جنہیں تم (اپنا سہارا اور اپنے فائدے کیلئے شفیع) خیال کرتے تھے، وہ تمہارے ہاتھوں سے دور اور گم ہو گئے ہیں۔

نکات:

☆ یہ خطاب، موت کے وقت یا قیامت کے موقعہ پر مشرکین سے ہوگا۔

☆ ''خَوَّلْنَا'' کا لفظ ''خَوَل'' سے ایسی چیز کے معنی میں ہے جس کے لیے کسی سرپرست کی ضرورت ہو، عام طور پر مال واموال کو کہا جاتا ہے۔ ''خَوَّلْنٰكُمْ'' ملکیت اور اعطا کے معنی میں ہے۔

پیغام:

۱۔ قیامت میں انسان اکیلا ہوگا۔ ''جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى''

۲۔ معاد، جسمانی ہے۔ ''كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ''

۳۔ مشرکین چار چیزوں پر انحصار کرتے تھے: قوم وقبیلہ، مال ودولت، قوم کے بڑے اور مالکان، مختلف بت اور معبود۔

یہ آیت قیامت میں ان چاروں چیزوں کی بے وُقتی بیان کررہی ہے:

''فُرَادٰى'' بغیر قوم وقبیلہ کے،

''تَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ'' مال ودولت کے بغیر،

''مَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ'' کسی مدد اور مددگار کے بغیر،

''ضَلَّ عَنْكُمْ'' تمام خیالی طاقتوں کا ختم ہوجانا۔

۴۔ بے بنیاد قسم کے گمان بہت سی گمراہیوں کی دلیل قرار پاتے ہیں۔ ''شُفَعَآءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ''

۵۔ قیامت میں حقائق ظاہر ہوجائیں گے اور تمام سراب وغیر حقیقی چیزیں مٹ جائیں گی۔ ''ضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ۝۹۴''

آیت نمبر ۹۵

اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى ؕ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۝۹۵

ترجمۃ الآیات

بے شک اللہ دانے اور گٹھلی کو چیرنے والا ہے اور زندہ کو مردے سے پیدا کرتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے۔ یہ ہے تمہارا خدا پس تم حق سے کیسے منحرف ہوتے ہو؟

نکات:

☆ ''فَالِقُ'' کا لفظ ''فلق'' سے، چیرنے کے معنی میں ہے۔ ''حَبِّ'' اور ''حبہ'' کھانے والے اور غذا میں استعمال ہونے والے دانوں کو کہا جاتا ہے، جیسے گندم اور جو کے دانے ہیں۔ ''نَّوٰی'' کے معنی گٹھلی کے ہیں۔

☆ بے جان گھاس سے جاندار حیوان اور جاندار حیوان سے بے جان دودھ بنتا ہے۔ بے جان بیج سے جاندار درخت اور جاندار درخت سے بے جان گٹھلی بنتی ہے۔

☆ روایات کے مطابق آیت کے مصادیق میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کبھی کبھی بے ایمان افراد سے مومن فرد پیدا ہوتا ہے اور کبھی مومن افراد کے ہاں ان کی اپنی اولاد کافر ہو جاتی ہے۔ ''یُخۡرِجُ الۡحَیَّ مِنَ الۡمَیِّتِ وَمُخۡرِجُ الۡمَیِّتِ مِنَ الۡحَیِّ ؕ'' (تفسیر نور الثقلین؛ کافی، ج ۲، ص ۵)

پیغام:

۱۔ دانے اور بیج کو زمین میں لگانا، انسان کا کام ہے لیکن اسے زمین کے تہوں کے اندر چیرنا اور اُگانا، خدا کا کام ہے۔ ''اِنَّ اللّٰہَ فَالِقُ الۡحَبِّ وَالنَّوٰی ؕ''

۲۔ طبیعی آثار اور خلقت کی رنگینیوں میں غور و فکر کرنا، خدا شناسی کی راہوں میں سے بہترین راہ ہے۔ ''فَالِقُ الۡحَبِّ وَالنَّوٰی ؕ یُخۡرِجُ الۡحَیَّ مِنَ الۡمَیِّتِ وَمُخۡرِجُ الۡمَیِّتِ مِنَ الۡحَیِّ ؕ ذٰلِکُمُ اللّٰہُ''

۳۔ انسان کیلئے رزق و روزی انہی دانوں اور بیجوں سے ہے جنہیں پروردگار عالم نے اُگایا ہے، پس ہم کس طرف جا رہے ہیں؟ ''فَاَنّٰی تُؤۡفَکُوۡنَ ﴿۹۵﴾''

آیت نمبر ۹۶

فَالِقُ الۡاِصۡبَاحِ ۚ وَجَعَلَ الَّیۡلَ سَکَنًا وَّالشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ حُسۡبَانًا ؕ ذٰلِکَ تَقۡدِیۡرُ الۡعَزِیۡزِ الۡعَلِیۡمِ ﴿۹۶﴾

ترجمة الآیات

وہ (خدا) صبح کو شگافتہ کرنے والا ہے اور اس نے رات کو سکون کا باعث اور آفتاب و ماہتاب کو (ایام کے) حساب کا ذریعہ قرار دیا ہے، یہ دانا و توانا خدا کی تقدیر ہے۔

نکات:

☆ ''اِصۡبَاح'' کے معنی صبح، رات گذارنے کے بعد صبح میں داخل ہونا ہیں۔ یہاں اس سے مراد صبح کی سفیدی کا ظاہر ہونا ہے۔

☆ گذشتہ آیت میں زمین میں خدا تعالیٰ کی قدرت کی تین علامتیں بیان ہوئی ہیں۔ اس آیت میں آسمان میں پائی جانے والی خدا تعالیٰ کی نشانیاں ذکر کی گئی ہیں۔ دن اور رات کا آنا، قدرت الٰہی کی دو نشانیاں ہیں جو سورج اور چاند کی منظم گردش سے وجود میں آتی ہیں۔

☆ رات کو سکون اور آرام کا ذریعہ بنایا گیا ہے۔ اس میں کام، تگ و دو اور سفر کرنے کی ممانعت کی گئی ہے۔ (تفسیر نور الثقلین) (اس آیت میں رات کو جو سکون اور آرام کا ذریعہ بتایا گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دن کام کاج کرنے کیلئے ہے۔)

☆ امام علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام نے فرمایا: ازدواج کے مراسم کو شب میں انجام دیں کیونکہ رات اور زوجہ انسان کیلئے سکون و آرام کا ذریعہ قرار دیے گئے ہیں۔ (تفسیر نور الثقلین)

پیغام:

۱۔ دن و رات کا بنانا، اس کے لیے کسی صاحب قدرت اور صاحب علم و دانش و جود کی ضرورت ہے جو اس کام کو صحیح اور ٹھیک ٹھیک حساب و کتاب کے مطابق بنائے۔ ''فَالِقُ الۡاِصۡبَاحِ ۚ وَجَعَلَ الَّیۡلَ سَکَنًا وَّالشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ حُسۡبَانًا ؕ ذٰلِکَ تَقۡدِیۡرُ الۡعَزِیۡزِ الۡعَلِیۡمِ ﴿۹۶﴾''

۲۔ سورج اور چاند، زندگی میں اپنے امور کو منظم کرنے کا ایک ذریعہ ہیں۔ بہت سے حسابات کو ان کے ذریعے حل کیا جاسکتا ہے اور منظم کیا جاسکتا ہے۔ ''حُسۡبَانًا''

(اس آیت میں سورج اور چاند دونوں کو حسابات منظم کرنے کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے، اس سے مراد شاید یہ بھی ہو کہ شمسی سال اور قمری سال دونوں ہی قابل اعتبار ہیں۔ شاید یہ بہت ہی منظم اور ایک جیسے حسابات کی طرف اشارہ ہو، جیسے ''زیدٌ عدل'' یعنی زید ہر طرح سے عادل ہے۔

۳۔ انتہائی منظم پروگرام ترتیب دینا اور اس پر پوری طرح سے عمل درآمد کروانے کیلئے علم و قدرت کی ضرورت ہے۔''

تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿٩٦﴾‘‘

۴۔ آسمانی سیاروں ستاروں میں پائے جانے والے نظام کے بارے غور وفکر کرنا بھی خداشناسی کی راہوں میں سے ایک راہ ہے۔ ’’فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿٩٥﴾ ۔ ۔ ۔ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ‘‘

آیت نمبر ۹۷

وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿٩٧﴾

ترجمۃ الآیات

اور وہی ہے وہ ذات جس نے تمہارے لیے ستارے قرار دیئے تاکہ تم ان کے ذریعے خشکی اور دریا کے راستوں کی تاریک راتوں میں راستہ پالو، ہم نے ان لوگوں کے لیے جو جانتے ہیں (اور اہل فکر ونظر ہیں) اپنی نشانیاں کھول کر بیان کردی ہیں۔

نکات:

☆ علم ہیئت، سب سے قدیم بشری علوم میں سے ہے۔ انسان اپنی صحرائی اور دریائی سفر میں ستاروں سے مدد لیا کرتا تھا۔ یہ ایک ایسا ذریعہ ہے، جس میں اطمینان پایا جاتا ہے، جو ہمیشہ کیلئے ہے، کسی کے خراب کرنے سے خراب ہونے والا نہیں ہے یعنی کسی کی مجال نہیں ہے کہ اس میں تبدیلی کرسکے۔ یہ ذریعہ قدرتی، طبیعی، بغیر خرچ کے اور سب کیلئے ایک جیسا قابل استفادہ ہے۔

☆ دنیا میں موجود طبیعی وقدرتی مظاہر پر غور وفکر کرنے کے بارے میں اسلام نے بہت زیادہ تاکید کی ہے۔ قرآن مجید میں بعض سورتوں کے نام بھی طبیعی مظاہر میں سے بعض چیزوں کے نام ہیں۔ دینی عبادات بھی طبیعیات کے ساتھ منسلک ہیں، مثلاً: وقت شناسی، قبلہ شناسی، سورج گرہن، چاند گرہن، نماز آیات، قمری مہینہ کی پہلی تاریخ اور چاند کا بڑھنا کم ہونا۔ یہ تمام امور موجب بنے کہ مسلمان علم ہیئت سے آشنا ہوں اور اسی وجہ سے بغداد، دمشق، قاہرہ، مراغہ، اندلس میں رصدخانے بنائے گئے۔ بعد میں اسی موضوع پر مسلمانوں نے اپنی کئی ایک قابل قدر تحقیقی کتب تصنیف کی ہیں۔

☆ دریا اور صحرا میں ہمیشہ انسان سفر نہیں کرتا، ہر انسان دریائی یا صحرائی سفر اختیار نہیں کرتا، ایسے سفر میں بھی پروردگار عالم نے انسان کی راہنمائی کیلئے ذرائع پیدا کیے ہیں تو کیا جس حق کے راستے پر انسان نے ہمیشہ چلنا ہے وہاں انسان کے گم نہ

ہونے اور ہمیشہ سیدھے راستے پر رہنے کیلئے پروردگار عالم نے کوئی راہنما قرار نہ دیا ہوگا؟

یہ بات واضح کرتی ہے کہ انسان کی ہدایت کیلئے رسالت اور امامت کا سلسلہ ضروری ہے۔ لطف پروردگار کا تقاضا ہے کہ انسان کیلئے راہنما قرار دیے جائیں۔

☆ روایات اور احادیث میں ہدایت کرنے والے ستاروں کے بارے میں بیان ہوا ہے کہ یہ خدا کے بھیجے ہوئے، صاحب عصمت راہنما اور اولیائے خدا ہیں۔ (تفسیر کنز الدقائق)

پیغام:

ا۔ ستارے، خدا تعالیٰ کی مخلوق اور راستہ تلاش کرنے کا ذریعہ ہیں۔ (بعض لوگوں کے غلط گمان کے مطابق یہ خالق اور مدبر ہیں۔ یقیناً ایسا نہیں ہے۔) ''جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا''

۲۔ آسمان کے ستاروں کا نظام ایسا گہرا اور درست ہے کہ زمین کے راستوں کو اس کے ذریعہ تلاش کیا جا سکتا ہے۔'' لِتَهْتَدُوْا بِهَا''

۳۔ ستاروں کے وزن، حجم، فاصلہ، مسافت، رفتار اور مدار کے بارے میں جاننا، ستارہ شناسی اور علم نجوم کی باریکیوں سے آگاہی کافی نہیں ہے کہ انسان خدا تک پہنچ جائے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ انسان ارادہ کرے اور چاہے کہ اس راستے سے خدا تعالیٰ تک پہنچ جائے۔''لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝۹۷''

(جی بالکل ایسا ہی ہے کہ صرف آئینہ میں دیکھتے رہنا کافی نہیں ہے، دیکھنے سے بالوں میں کنگھی نہیں ہوجائے گی بلکہ ارادہ اور عمل قدم اٹھانا بھی ضروری ہے، جس کے ذریعے چہرے کی اصلاح ہوجائے۔ بہت سے لوگ ایسے ہیں جو آئینہ فروش ہوتے ہیں، دن بھر آئینہ میں اپنا چہرہ دیکھتے رہتے ہیں لیکن اُن کی قمیض کا اپنا کالر سیدھا نہیں ہوتا، بالوں میں کنگھی تک نہیں کی ہوتی۔)

آیت نمبر ۹۸

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ ۝۹۸

ترجمۃ الآیات

اور وہی ہے وہ ذات جس نے تمہیں ایک ہی نفس سے پیدا کیا حالانکہ بعض انسان پائیدار رہیں

(دنیا میں ایمان یا خلقت کامل کے لحاظ سے) اور بعض ناپائیدار ہیں (اور اپنے باپ کی پشت میں اور ماں کے رحم میں امانت رکھ دیے گئے ہیں۔) ہم نے اپنی آیات ان لوگوں کے لیے جو سمجھتے ہیں، بیان کردی ہیں۔

نکات:

☆ ''انشاء'' کے لفظ میں دو معنی پوشیدہ ہیں: ا۔تخلیق، ۲۔مسلسل تربیت

انسان کی خلقت میں تازگی اور جدت ہے اور دائمی تربیتی نظام ہے۔کسی کو دیکھ کر کچھ بنانا، تخلیق کرنا اور پھر بنا کر چھوڑ دینا اور پروانہ رہنا، قابل قدر بات نہیں ہے۔

☆ دو لفظ ''مُسْتَقَرٌّ'' اور ''مُسْتَوْدَعٌ'' کے کچھ اور معنی بھی بیان کیے گئے ہیں، منجملہ یہ کہ انسان میں روح ہمیشہ رہنے والی اور جسم ختم ہوجانے والا ہے۔آپ میں پائیدار اور مستحکم ایمان بھی پایا جاتا ہے اور بعض افراد میں غیر مستحکم اور ناپائیدار ایمان پایا جاتا ہے۔تم لوگ مرد کی پشت میں موجود ناپائیدار نطفے اور عورت کے رحم میں موجود پائیدار نطفے سے وجود میں آئے ہو۔ تم زمین میں محدود مدت کیلئے مستقل ہو اور قبر میں ہمیشہ کے رہائشی ہو۔کچھ نعمتیں پائیدار اور کچھ نعمتیں ناپائیدار ہیں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک دعا میں نقل ہوا ہے کہ عید غدیر کی نماز کے خدا تعالیٰ سے چاہا جائے کہ ہمارے لیے نعمتوں کو پائیدار قرار دے کیونکہ خود اس نے فرمایا ہے: ''فمستقر ومستودع'' (تفسیر نور الثقلین)

پیغام:

۱۔تم سب لوگوں کی اصل اور جڑ ایک ہی ہے تو پھر اس قدر اختلافات، تکبر، بڑا پن اور طبقہ بندیاں کیوں ہیں؟ ''مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ''

۲۔نفس واحد کے ذریعے خلقت انسان میں اس قدر تنوع اور نوآوری، عظمت پروردگار عالم پر دلیل ہے۔ ''وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ''

۳۔اس دنیا میں کچھ بھی پائیدار نہیں ہے، جب تک نعمات اور امکانات ہیں، اپنی حدود میں رہتے ہوئے بہترین استفادہ کریں۔ ''فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ ۭ''

۴۔انسان جب تک لائق اور اہل ''فہم'' نہ ہو معارف سے صحیح استفادہ نہیں کرسکتا۔ ''قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ ۹۸''

آیت نمبر ۹۹

وَهُوَ الَّذِيٓ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخۡرَجۡنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَيۡءٍ فَاَخۡرَجۡنَا مِنۡهُ خَضِرًا نُّخۡرِجُ مِنۡهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَمِنَ النَّخۡلِ مِنۡ طَلۡعِهَا قِنۡوَانٌ دَانِيَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنۡ اَعۡنَابٍ وَّالزَّيۡتُوۡنَ وَالرُّمَّانَ مُشۡتَبِهًا وَّغَيۡرَ مُتَشَابِهٍ ؕ اُنۡظُرُوۡۤا اِلٰى ثَمَرِهٖۤ اِذَاۤ اَثۡمَرَ وَيَنۡعِهٖ ؕ اِنَّ فِيۡ ذٰلِكُمۡ لَاٰيٰتٍ لِّقَوۡمٍ يُّؤۡمِنُوۡنَ ۝۹۹

ترجمۃ الآیات

اور وہی ہے وہ ذات جس نے آسمان سے پانی نازل کیا اور اس کے ذریعے طرح طرح کے نباتات اگائے، اُن سے سبز تنے اور شاخیں نکالیں اور ان سے ترتیب کے ساتھ چنے ہوئے دانے اور کھجور کے سے باریک دھاگوں کے ساتھ جڑے ہوئے خوشے باہر نکالے اور طرح طرح کے انگور، زیتون اور انار کے باغ (پیدا کیے) جو ایک دوسرے سے مشابہ بھی ہیں اور (بعض) غیر مشابہ (ہیں)۔ جب ان میں پھل آتا ہے تو تم اس میں پھل لگنے اور پکنے کی طرف نگاہ کرو کہ بے شک ان میں صاحبان ایمان کے لیے نشانیاں ہیں۔

نکات:

☆ گذشتہ آیت میں فرمایا کہ سب انسان ایک نفس سے ہیں اور اس آیت میں فرمایا کہ تمام سبزا اور درخت اور پھل بھی ایک ہی سرچشمہ سے ہیں اور وہ بارش کا پانی ہے۔

☆ ''متراکب'' کا لفظ ''رکوب'' کے مادہ سے ہے، جس کے معنی ایسے پھل ہیں جو ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں، ایسے دانے جو بہت دباؤ کے ساتھ ایک دوسرے کے ساتھ ملے ہوئے ہیں۔

''طَلۡع'' کھجور کا وہ خوشہ ہے جس کا منہ بند ہو۔ ''قِنۡوَانٌ'' وہ باریک دھاگہ نما چیز ہے جو بعد میں کھجور کے خوشوں کو تشکیل دیتی ہے۔ ''دَانِيَةٌ'' ایسا جو بہت قریب قریب ہوتا ہے یا اپنے وزن کی وجہ سے زمین کے قریب ہو جاتا ہے۔ ''متشابہ''

سے مراد ایسے درخت ہیں جو قد و قامت اور شکل و ظاہر میں ایک دوسرے سے بہت مشابہ ہیں، جیسے زیتون اور انار کے درخت ہیں، یا ایسے پھل ہیں جو ایک دوسرے سے بہت ملتے جلتے ہیں۔

☆ اس آیت میں اور گذشتہ آیت میں تین تعبیریں مسلسل آئی ہیں: ''لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ۝۹۷ ''، ''لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ۝۹۸ '' اور ''لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ۝۹۹ ''اس کا راز ہم پیغام نمبر چار میں بیان کریں گے۔

پیغام:

۱۔ ہر طرح کی نباتات اور ہر طرح کے سبزے کے اگنے اور نمو پانے کی وجہ بارش کا پانی ہے۔''مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ ''

۲۔ بارش کا نازل ہونا، پھل اور پودوں کا اُگنا، سب خدا تعالیٰ کا کام ہے۔''اَنْزَلَ ۔ ۔ ۔ نُّخْرِجُ ''

۳۔ انسان کا پھل اور ہرا اُگنے والی چیز کے ساتھ صرف مادی اور غذائی رابطہ نہیں ہونا چاہیے بلکہ ان کے ساتھ فکری اور توحیدی رابطہ ہونا چاہیے۔''اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ ''

۴۔ ستاروں سے فائدہ اٹھانے کیلئے علم اور طریقہ کار کا جاننا ضروری ہے۔''لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ۝۹۷ ''علاوہ ازیں یہ بات سمجھنے کیلئے کہ بشری کاروان ایک ہی نفس سے ہے اور یہ کاروان پائیدار اور ناپائیدار صورت میں چل رہا ہے، بہت گہری سوچ اور گہری سوجھ بوجھ کی ضرورت ہے۔''لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ۝۹۸ ''اس کے بعد مرحلہ اس بات کا آتا ہے کہ ہر طرح کی نباتات، تمام میوہ جات اور ہر جڑی بوٹی کا بارش کے ساتھ تعلق صرف مادی نہیں بلکہ ایک معنوی رابطہ بھی ہے۔ اس تمام سلسلے میں ساری کائنات کی نسبت پروردگار عالم کے ساتھ دینے میں غفلت نہیں برتنی چاہیے، جس کیلئے ایمان کی ضرورت ہے۔''لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ۝۹۹ ''

آیت نمبر ۱۰۰

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَاۗءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ۝۱۰۰ۧ

ترجمۃ الآیات

انہوں نے جنوں میں سے خدا کے شریک قرار دیئے ہیں حالانکہ خدا نے ان سب کو پیدا کیا اور انہوں نے خدا کے لیے بیٹے اور بیٹیاں جھوٹ اور جہالت سے بنا رکھے ہیں۔ خدا اس بات

سے منزہ و برتر ہے جو یہ اس کی توصیف (بیان) کرتے ہیں۔

نکات:

☆ ''خلق'' کسی کو حساب کتاب کے ساتھ ایک اندازے پر بنانا ہے۔ ''خرق'' کسی چیز کو بغیر حساب کتاب کے لاپرواہی کے ساتھ ٹکڑے ٹکڑے کر دینا ہے۔

''خَرَقُوۡا'' یعنی بغیر سوچے اور بغیر مطالعہ کے کسی مطلب کا اظہار کر دینا۔ بغیر حساب کتاب کے کچھ بنانا اور بغیر دلیل کے دعویٰ کرنا۔ (تفسیر نمونہ)

☆ قرآن مجید کے مطابق عیسائی حضرت عیسیٰؑ کو اور یہودی حضرت عزیرؑ کو خدا تعالیٰ کا بیٹا مانتے ہیں۔ (توبہ۔ ۳۰)

کچھ لوگ فرشتوں کو خدا کی اولاد تصور کرتے ہیں۔ زرتشتی لوگ اہریمن کو جو کہ ایک جن تھا، خدا کا رقیب خیال کرتے ہیں اور تمام برائیوں کو اس سے نسبت دیتے ہیں۔

بعض عرب، خدا تعالیٰ اور جنوں کے درمیان رشتہ داری کے قائل ہیں۔ ''وَجَعَلُوۡا بَیۡنَہٗ وَبَیۡنَ الۡجِنَّۃِ نَسَبًا ؕ'' (صافات۔ ۱۵۸)

یہ آیت ان تمام خیالات اور تصورات کو باطل قرار دیتے ہوئے فرماتی ہے: پروردگار عالم ان تمام اوصاف سے منزہ اور برتر ہے۔

پیغام:

۱۔ جہالت، خرافات کی جڑ ہے۔ ''وَخَرَقُوۡا لَہٗ بَنِیۡنَ وَبَنٰتٍۭ بِغَیۡرِ عِلۡمٍ ؕ'' (خدا تعالیٰ کی نسبت انسان کے اعتقادات علم کی بنیاد پر ہونے چاہئیں۔)

۲۔ مخلوق کس طرح خالق کے کاموں میں شریک بن سکتی ہے؟ ''شُرَکَآءَ الۡجِنَّ وَخَلَقَہُمۡ''

۳۔ شادی کرنا اور اولاد پیدا کرنا، کسی کمی اور خواہش کو پورا کرنے کیلئے ہے، خدا تعالیٰ ان نقائص اور عیبوں سے منزہ ہے۔ ''سُبۡحٰنَہٗ''

آیت نمبر ۱۰۱۔ ۱۰۲

بَدِیۡعُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ اَنّٰی یَکُوۡنُ لَہٗ وَلَدٌ وَّلَمۡ تَکُنۡ لَّہٗ صَاحِبَۃٌ ؕ وَخَلَقَ کُلَّ شَیۡءٍ ۚ وَہُوَ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ ﴿۱۰۱﴾

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿۱۰۲﴾

ترجمۃ الآیات

آسمانوں اور زمین کی ابداع کرنے والا (اور انہیں تازہ اور نیا وجود عطا کرنے والا) وہی ہے کیسے ممکن ہے کہ اس کا کوئی بیٹا ہو حالانکہ اس کی کوئی بیوی نہیں ہے اور سب چیزوں کو اسی نے پیدا کیا اور وہ سب چیزوں کو جانتا ہے۔

ہاں! ایسا ہی ہے تمہارا خدا، تمہارا پروردگار، اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ تمام چیزوں کا خالق ہے۔ (تم صرف) اسی کی عبادت کرو۔ وہ تمام موجودات کا حافظ اور مدبر ہے۔

نکات:

☆ ''بدیع'' کے معنی بغیر کسی پیشگی مثال کے خلق کرنا ہے، کسی کی تقلید کرتے ہوئے نہیں۔

☆ جس نے آسمانوں اور زمین کو بغیر کسی کی تقلید اور پیشگی مثال کے بغیر خلق کیا ہو، کیسے ممکن ہے اُسے اولاد اور بیوی کی ضرورت ہو؟ وہ ایک ارادے کے ساتھ جو چاہتا ہے خلق کرتا ہے۔

پیغام:

۱۔ کائنات کو خلق کرنے والا قدرت مند ہے اور اُسے بیوی اور اولاد کی احتیاج نہیں ہے۔ ''بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ''

۲۔ قرآن مجید جس خدا کی پہچان کروا رہا ہے اور دوسرے افراد جس خدا پر عقیدہ رکھتے ہیں، ان کے درمیان موازنہ کریں۔ ''ذٰلِكُمُ اللّٰهُ''

۳۔ اسلامی عقیدہ کے مطابق خالق اور پروردگار ایک ہی ہے۔ ''رَبُّكُمْ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ''
(مشرکین، اللہ کو ہی خالق مانتے ہیں لیکن رب کے معاملے میں کئی ارباب پر عقیدہ رکھتے ہیں۔)

۴۔ خدا تعالیٰ کی مطلقہ خالقیت، اس کی توحید پر دلیل ہے۔ ''لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ''

۵۔ خلق کرنا بھی اُسی کے دست قدرت میں ہے، ہر چیز کی بقا اور استحکام بھی اُسی کے ہاتھ میں ہے، اُسی کے ارادے کے ساتھ ہے۔ ''خَالِقُ - وَّكِيْلٌ ﴿۱۰۲﴾''

۶۔ خدا تعالیٰ کی ربوبیت اور خالقیت، اس کی عبادت کا فلسفہ ہے۔ ''رَبُّكُمْ ۔ ۔ ۔ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ''

آیت نمبر ۱۰۳

لَا تُدۡرِكُهُ الۡاَبۡصَارُ وَهُوَ يُدۡرِكُ الۡاَبۡصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيۡفُ الۡخَبِيۡرُ ﴿۱۰۳﴾

ترجمۃ الآیات

آنکھیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں، لیکن وہ سب آنکھوں کا ادراک رکھتا ہے اور وہ نہ دیکھنے والا، دقیق، باریک بین (اور چھوٹے چھوٹے کاموں سے باخبر ہے) اور تمام (چیزوں) سے آگاہ ہے۔

نکات:

☆ ''بَصَر'' کے معنی آنکھ اور بصارت ہیں۔ (مفردات راغب) اس لیے آیت کا ترجمہ یوں ہوسکتا ہے: نہ ظاہری آنکھ اُسے دیکھ سکتی ہے اور نہ دل اُس کی معرفت کی گہرائیوں میں جا سکتا ہے۔

☆ ''لطیف'' کے چند ایک معنی ہیں:

۱۔ ایسا جو اپنی عطا کو کم حساب کرے اور مخلوق کی اطاعت کو زیادہ شمار کرے۔

۲۔ دقیق، باریک بین، پوشیدہ امور کی نگرانی، حفاظت اور تکمیل کرنا۔

۳۔ ظریف اور نظر نہ آنے والی اشیا کا خالق۔

۴۔ اہل وفا کو پاداش دینے والا اور اہل جفا کو درگذر کرنے والا۔

۵۔ دوستی کرنے اور نبھانے والا۔

☆ امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں: ''لا یقع الاوھام و لا یُدرك کیف ھو'' افکار اور خیالات خدا تعالیٰ پر احاطہ نہیں کر سکتے، اس کی ذات ایسی ہے کہ جسے درک نہیں کیا جا سکتا۔ (تفسیر برہان)

☆ خدا تعالیٰ دیکھے جانے والے چیز نہیں ہے۔ جونہی حضرت موسیٰؑ نے لوگوں کی زبانی خدا تعالیٰ کو دیکھنے کی درخواست کی تو جواب آیا: ''لَنۡ تَرٰىنِيۡ'' (اعراف۔ ۱۴۳) ہرگز مجھے نہ دیکھ پاؤ گے۔

بعض اہل سنت کہتے ہیں: خدا تعالیٰ قیامت میں دیکھائی دے گا، اس بات پر دلیل کیلئے آیت ''اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿۲۳﴾''

(قیامت۔ ۲۳) سے استدلال کرتے ہیں۔ (تفسیر المنار)

وہ اس بات سے غافل ہیں کہ خدا تعالیٰ جسم اور جسمانیت سے مبرہ ہے، خدا پر نگاہ کرنے سے مراد آنکھ کی نگاہ نہیں بلکہ دل کی نگاہ ہے، کیونکہ آنکھ سے دیکھنا وہاں صحیح ہے جہاں سامنے کوئی جسم ہو، کوئی جگہ، محدودیت اور رنگ وغیرہ ہو، اور یہ سب کچھ عجز وناتوانی کی دلیل ہے جبکہ خدا تعالیٰ ان نقائص سے مبرہ ہے۔

☆امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں: صرف یہ ہی نہیں کہ آنکھ اُسے نہیں دیکھ سکتی بلکہ خیال اور فکر بھی اس تک نہیں پہنچ سکتا، اُسے احاطہ نہیں کر سکتے۔ (تفسیر صافی)

سعدی اس مطلب کو یوں بیان کرتا ہے:

ای برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم
و از آنچہ گفتہ اند و شنیدیم و خواندہ ایم

اے وہ جو خیال، قیاس، گمان اور وہم سے برتر ہو اور اُس سے جو کہا گیا، جو ہم نے سنا اور ہم نے پڑھا

مجلس تمام گشت و بہ آخر رسید عمر
ما ہمچنان در اول وصف تو ماندہ ایم

محفل ختم ہوگئی اور زندگی آخر کو پہنچ گئی ہم ابھی تک تمہاری پہلی صفت میں ہی رہ گئے ہیں

☆''یُدۡرِكُ الۡاَبۡصَارَ'' اس جملے سے مراد یہ ہے کہ وہ انسان کی آنکھ اور اس کی حرکت سے آگاہ ہے، جیسے ''سمیع'' اور ''بصیر'' یعنی وہ انسان کی سنی ہوئی اور دیکھی ہوئی چیزیں کے بارے میں جانتا ہے۔

پیغام:

۱۔ پروردگار عالم، مادی جسم نہیں رکھتا۔ ''لَا تُدۡرِكُهُ الۡاَبۡصَارُ''

۲۔ کوئی بھی خدا تعالیٰ کی ذات سے آگاہ نہیں۔ ''وَهُوَ اللَّطِيۡفُ''

۳۔ کوئی پردہ اور رکاوٹ علم خدا کے سامنے بند نہیں باندھ سکتا۔ ''وَهُوَ اللَّطِيۡفُ الۡخَبِيۡرُ﴿۱۰۳﴾''

۴۔ اس کے باوجود کہ خدا تعالیٰ ہماری برائیوں اور کوتاہیوں کو جانتا ہے لیکن پھر بھی ہم پر اپنا لطف و کرم جاری رکھتا ہے۔ ''وَهُوَ اللَّطِيۡفُ الۡخَبِيۡرُ﴿۱۰۳﴾''

۵۔ پروردگار عالم ہر چیز کے وجود، اس کے اسرار و رموز سے آگاہ ہے۔ ''هُوَ اللَّطِيۡفُ الۡخَبِيۡرُ﴿۱۰۳﴾''

آیت نمبر ۱۰۴

قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا ؕ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ﴿۱۰۴﴾

ترجمۃ الآیات

بے شک تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے لیے آگاہی اور بصیرت کے ذرائع (آسمانی کتابیں اور واضح دلیلیں) آئی ہیں، پس جو شخص صاحب بصیرت ہوگیا تو یہ اُسی کے فائدہ میں ہے۔ اور جو شخص ان کو دیکھنے سے آنکھیں بند کرلے تو خود اسی کا نقصان ہے اور میں (زبردستی) تمہارے (ایمان کا) محافظ اور ضامن نہیں ہوں۔

نکات:

☆ آیت ۹۵ سے یہاں تک پروردگار عالم کا تعارف اور مشرکین پر تنقید کی جارہی تھی۔ اس آیت میں اس ساری بحث کا نتیجہ بیان کیا جارہا ہے۔

☆ اس آیت کے مشابہ آیات قرآن مجید میں بہت ہیں جو ایمان وکفر، اچھائی وبرائی، بصیرت اور عدم بصیرت، انسان کے دل کے اندھے ہونے کا نتیجہ ہیں، جو انسان کو خود اُس کی اپنی طرف متوجہ کررہی ہیں۔ منجملہ:

۔ ''لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ؕ'' (بقرہ۔ ۲۸۶)

۔ ''مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ؕ'' (فصلت۔ ۴۶)

۔ اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ ۟ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا ؕ'' (اسراء۔ ۷)

پیغام:

۱۔ قرآن مجید کے نازل ہوجانے کے بعد کسی کے لیے بھی عذر اور بہانے کا راستہ باقی نہیں رہا۔ ''قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ''

۲۔ لوگ راستہ کے انتخاب میں آزاد ہیں۔ ''مَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ عَمِيَ''

۳۔ لوگوں کو ہدایت دینا، شان ربوبیت الٰہی میں سے ہے۔ ''بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ''

۴۔ لوگوں کے ایمان کا فائدہ اور ان کے کفر کا نقصان، خدا تعالیٰ کی طرف نہیں جائے گا بلکہ خود اُن کی طرف پلٹ کر

آئے گا۔ ''فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا ۭ ''

۵۔ کچھ لوگوں کا کفر اختیار کرنا، انبیا کی تعلیمات کے باطل ہونے پر دلیل نہیں ہے بلکہ خود اُن کے اپنے دلوں کے اندھے ہونے پر دلیل ہے۔ ''وَمَنْ عَمِيَ''

٦۔ پیغمبر کا فرض، ابلاغ ہے اجبار نہیں۔ ''وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ﴿١٠٤﴾''

آیت نمبر ۱۰۵

وَكَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ وَلِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ وَلِنُبَيِّنَهٗ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿١٠٥﴾

ترجمۃ الآیات

اور ہم آیات کو اس طرح مختلف شکلوں میں بیان کرتے ہیں (تاکہ ان کیلئے ہدایت کا ذریعہ ہو لیکن کافر ایمان نہ لائے) اور وہ کہتے ہیں: تو نے (کسی کے پاس) سبق پڑھا ہے! (چھوڑ دو، انہیں کہنے دو) ہمارا ہدف یہ ہے کہ علم و آگاہی رکھنے والوں کے لیے اسے واضح کر دیں۔

نکات:

☆ کافر لوگ، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹ باندھنے کیلئے کہتے تھے کہ یہ سب باتیں اس کی نہیں ہیں بلکہ کسی سے سیکھ کر آیا ہے۔ ''دَرَسْتَ''؛ جیسا کہ بعض دوسرے مورد میں بھی آیا ہے: ''اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ۭ'' کسی انسان نے اُسے تعلیم دی ہے۔ (نحل۔ ۱۰۳) ''اَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ۚ'' کسی دوسرے گروہ نے اس کی مدد کی ہے۔ (فرقان۔ ۴)

پیغام:

۱۔ طرز بیان، نوعیت استدلال اور روش تدریس کے ذریعے قبولیت کے امکانات زیادہ ہو جاتے ہیں۔ ''نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ''

۲۔ بعض لوگ تہمت لگا کر اور انکار کر کے خدا تعالیٰ کی آیات کے سامنے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ''دَرَسْتَ'' لیکن بعض لوگ جو اہل ہیں، ہدایت پاتے ہیں۔ ''لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿١٠٥﴾''

باران کہ در لطافت طبعش خلاف نیست
در باغ ، لالہ روید و در شورہ زار ، خس

بارش، جس کی طبیعت میں بھلائی ہے فائدہ دیتا ہے لیکن جب بارش گلستان میں ہوتی ہے تو وہاں پھول اُگاتی ہے اور جب ویران جگہ پر ہوتی ہے تو وہاں گھاس اور کانٹے اُگاتی ہے۔

آیت نمبر ۱۰۶

اِتَّبِعۡ مَاۤ اُوۡحِیَ اِلَيۡكَ مِنۡ رَّبِّكَ‌ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ‌ۚ وَاَعۡرِضۡ عَنِ الۡمُشۡرِكِيۡنَ۝۱۰۶

ترجمۃ الآیات

جو کچھ تیرے پروردگار کی طرف سے تجھ پر وحی ہوئی ہے اس کی پیروی کر۔ اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے اور مشرکین سے منہ پھیر لے۔

نکات:

☆ گذشتہ آیت میں پیغمبر اکرم پر مشرکین کی طرف سے لگائی گئی تہمت کا ذکر ہے، جس میں وہ کہتے ہیں: تمہارا کلام وحی نہیں ہے، بلکہ یہ دوسروں سے سیکھی ہوئی باتیں ہیں۔ یہاں اس آیت میں پیغمبر اکرم کو تسلی دی جا رہی ہے، آپؐ کی ہمت بندھائی جا رہی ہے کہ آپؐ اپنا کام کرتے رہیں اور اپنے مخالفین کی باتوں کی پروانہ کریں۔

☆ مخالفین کے ساتھ مقابلہ کرنے کیلئے مختلف موقعوں پر مختلف قسم کے رویے اپنانے چاہئیں، منجملہ:

کبھی سلام کی حد تک رہیں۔ ''اِذَا خَاطَبَهُمُ الۡجٰهِلُوۡنَ قَالُوۡا سَلٰمًا۝۶۳'' (فرقان۔ ۶۳)

کبھی خاموشی اختیار کرلیں۔ ''ذَرۡهُمۡ'' (حجر۔ ۳) ، ''حَسۡبُنَا اللّٰهُ'' (آل عمران۔ ۱۷۳)

کبھی نظر انداز کریں اور پروانہ کریں۔ ''اَعۡرِضۡ عَنۡهُمۡ‌ۚ'' (مائدہ۔ ۴۲)

کبھی سختی اور غصہ دیکھائیں۔ ''وَاغۡلُظۡ عَلَيۡهِمۡ‌ؕ'' (توبہ۔ ۷۳)

کبھی ترکی بہ ترکی جواب دیں۔ ''فَاعۡتَدُوۡا عَلَيۡهِ بِمِثۡلِ مَا اعۡتَدٰى عَلَيۡكُمۡ‌ ۖ'' (بقرہ۔ ۱۹۴)

پیغام:

۱۔ الٰہی راہبروں کو تہمت، تحقیر، توہین، دشمنوں کی طرف سے بے جا الزامات لگانے اور تفصیلات گھڑنے سے گھبرانا نہیں چاہیے۔ جس راستے پر خدائی سلسلے کو لے کر بڑھ رہے ہیں، ان باتوں کی وجہ سے اُس میں سست نہ ہو جائیں۔ ''اِتَّبِعۡ مَاۤ اُوۡحِیَ اِلَیۡكَ ''

۲۔ انسان کبھی اتنا گر جاتا ہے کہ اللہ کے رسول بھی فرمان الٰہی کے ذریعے اس شخص سے منہ موڑ لیتے ہیں۔ ''وَاَعۡرِضۡ عَنِ الۡمُشۡرِكِیۡنَ﴿۱۰۶﴾ ''

آیت نمبر ۱۰۷

وَلَوۡ شَآءَ اللّٰهُ مَاۤ اَشۡرَكُوۡا ؕ وَمَا جَعَلۡنٰكَ عَلَیۡهِمۡ حَفِیۡظًا ۚ وَمَاۤ اَنۡتَ عَلَیۡهِمۡ بِوَكِیۡلٍ﴿۱۰۷﴾

ترجمۃ الآیات

اگر اللہ چاہتا (تو سب جبری طور پر ایمان لے آتے اور کوئی بھی) مشرک نہ ہوتا (لیکن سنت الٰہی اس پر قائم نہیں ہے۔) اور ہم نے تجھے ان کے اعمال کا جواب دہ قرار نہیں دیا اور تیری یہ ذمہ داری نہیں ہے کہ انہیں (ایمان لانے پر) مجبور کرے۔

نکات:

☆ مشیت خداوندی دو طرح سے ہے: ۱۔ تشریعی اور ۲۔ تکوینی ہے۔ پروردگار عالم نے تشریعی اعتبار سے سب کیلئے یکساں طور پر ہدایت کا ارادہ فرمایا ہے۔ اسی تناظر میں انبیا اور آسمانی کتابوں کو بھیجا ہے۔ دوسری طرف تکوینی اعتبار سے خدا تعالیٰ نے چاہا ہے کہ لوگ اپنے ارادے اور اختیار کے ساتھ صحیح راستے کا انتخاب کریں، اُنہیں دین کو قبول کرنے کیلئے مجبور نہ کیا جائے۔

پیغام:

۱۔ خدا تعالیٰ کے ارادے اور مشیت میں کوئی دوسری رائے نہیں ہوسکتی، جو وہ چاہتا ہے وہ ضرور انجام پاتا ہے۔ ''لَوۡ شَآءَ اللّٰهُ مَاۤ اَشۡرَكُوۡا ؕ ''

۲۔ اللہ کا ارادہ یہ ہے کہ انسان کو آزاد رکھا جائے، مشرکین کا وجود اس بات پر دلیل ہے کہ خدا تعالیٰ نے انسان کو آزادی دے رکھی ہے۔ ''وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا ؕ''

۳۔ انبیائے الٰہی لوگوں کیلئے استاد اور تربیت کرنے والے ہیں، انہیں قید کر کے زور زبردستی کے ساتھ دین سکھانے پر مامور نہیں ہیں۔ ''مَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۚ''

۴۔ مشرکین کے سر سے بلا ومصیبت کو دور کرنے یا انہیں نفع پہنچانے پر بھی انبیا مامور نہیں ہیں۔ ''مَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۱۰۷﴾''

۵۔ انبیا اپنے فرض کو ادا کرنے کے پابند ہیں، رونما ہونے والے نتائج کے ذمہ دار نہیں ہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ انبیا کی ان تھک کوششوں کے باوجود بہت سے لوگ مشرک رہے ہیں۔ ''وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۱۰۷﴾''

۶۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، لوگوں کی ہدایت کے بارے میں ہمدرد اور فکر مند رہتے تھے۔ ''وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۱۰۷﴾''

آیت نمبر ۱۰۸

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ۪ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۸﴾

ترجمۃ الآیات

ایسے لوگوں (کے معبود) کو جو خدا کے علاوہ کسی کو پکارتے ہیں گالیاں نہ دو کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ بھی ظلم وجہالت کی وجہ سے خدا کو گالیاں دینے لگ جائیں، ہم نے ہر امت کے لیے ان کے عمل کو اسی طرح زینت دی ہے۔ اس کے بعد ان کی بازگشت تو ان کے پروردگار کی طرف ہی ہے اور وہ تمہیں ان کے اس عمل سے جو وہ کیا کرتے تھے آگاہ کرے گا (اور اس کی سزا یا جزا دے گا۔)

نکات:

☆ خدا تعالیٰ نے انسان کو ایسا بنایا ہے کہ اگر وہ نیک اعمال انجام دے گا یا برے اعمال انجام دے گا تو دونوں طرح کے اچھے برے اثرات اُس پر اور اس کی روح پر مرتب ہونگے۔ یہ اعمال اس کی عادت بن جائیں گے۔ اس لیے بسا اوقات ان اعمال کی نسبت خدا تعالیٰ سے دی گئی ہے۔ ''زینا'' خدا تعالیٰ تمام اثرات کا خالق ہے۔

کبھی شیطان سے نسبت دی گئی ہے جو کہ وسوسے اور جھوٹے وعدوں کے ذریعے برائیوں کو اچھا بنا کر انسان کے سامنے پیش کرتا ہے۔ ''زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ'' (انعام۔ ۴۳)

☆ حضرت علی علیہ السلام جنگ صفین میں اپنے ساتھیوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: معاویہ کے پیروکاروں کو گالی مت دو، انہیں برا بھلا نہ کہو، بلکہ ان کے چہروں سے نقاب ہٹانا گالی دینے سے زیادہ بہتر ہے۔ (نہج البلاغہ، کلام ۲۰۶)

☆ امیر المومنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں: خدا کو گالی دینے کے مصادیق میں سے ہے کہ کوئی ولی خدا کو گالی دے۔ (تفسیر المیز ان)

☆ گالی دینا، برا بھلا کہنے کا معاملہ، لعنت اور نفرین کرنے کے معاملہ سے الگ ہے۔ قرآن مجید کی دوسری آیات میں خدا تعالیٰ کی طرف سے جو لعنت اور نفرین کا ذکر آیا ہے، اصل میں وہ ظالمین اور مشرکین کے سامنے اپنی موقعیت کا اظہار اور اپنی سمت کا اعلان ہے، یعنی ہم ظالمین اور مشرکین کے راستے سے الگ کھڑے ہیں اور ان کے راستے سے دوری اور بیزاری کا اعلان کرتے ہیں۔ ''لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ﴿۱۸﴾'' (ہود۔ ۱۸)، ''بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ۔۔۔'' (توبہ۔ ۱)

پیغام:

۱۔ مخالفین کے بارے میں پائے جانے والے جذبات کو کنٹرول کرنا چاہیے۔ ہر طرح سے زبان نہیں کھولنی چاہیے، زبان کو برائی کرنے سے بچانا چاہیے۔ ''لَا تَسُبُّوا''

۲۔ اپنے رویے کے نتائج پر بھی غور کرنا چاہیے۔ ''لَا تَسُبُّوا۔۔۔ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ''

۳۔ گالی دینے یا برا بھلا کہنے سے لوگوں کو غلط راستے سے نہیں ہٹایا جا سکتا۔ ''لَا تَسُبُّوا''

۴۔ کسی کی برائی کرنا، دشمنی اور کینہ ایجاد کرنے کا موجب بنتا ہے اور خود بھی برا بھلا سننا پڑتا ہے۔ ''لَا تَسُبُّوا۔۔۔ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ۔۔۔ عَدْوًا''

۵۔ گالی دینا، دلیل کے نہ ہونے، منطق صحیح نہ ہونے، ادب سے عاری ہونے اور صبر کی خصلت سے دور ہونے کی علامت ہے۔ (مسلمان کو چاہیے کہ گالی دینے سے پرہیز کرنے سے، اس بات کا اظہار کرے کہ وہ صبر، منطق اور ادب کا حامل ہے۔) ''لَا تَسُبُّوا''

٦۔ ہر وہ کام جس کے ذریعے مقدسات کی توہین ہو، وہ حرام ہے۔ ''فَيَسُبُّوا اللّٰهَ''

٧۔ نہی از منکر، تبلیغ اور مناظرہ کرنے میں گالی دینا اور ناسزا کہنا ممنوع ہے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے نصیحت کا اثر زائل ہو جاتا ہے۔ ''لَا تَسُبُّوا''

٨۔ ہر ایسا کام جس کی وجہ سے دوسرے لوگ گناہ یا حرام کی طرف چلے جائیں، حرام ہے۔ ''لَا تَسُبُّوا ۔۔۔ فَيَسُبُّوا'' (تفسیر مجمع البیان)

٩۔ کبھی انسان ناچاہتے ہوئے دوسروں کے گناہ میں شریک ہو جاتا ہے، جس کی وجہ سے دوسروں کے گناہ کرنے کی بنیاد فراہم ہو جاتی ہے۔ ''فَيَسُبُّوا اللّٰهَ''

١٠۔ اُمتوں کے اعمال کو ان کی نظر میں اچھا کر کے دیکھانا، سنت الٰہی میں سے ہے۔ ''زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ'' (ہر قوم اپنے اعمال و کردار کو اچھا ہی کہتی ہے، چاہے اس میں ہزار برائیاں پائی جاتی ہوں۔)

١١۔ اچھا ظاہر کرنا اور خود کو صحیح تصور کرنا، حقانیت کی علامت نہیں ہے۔ ''زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ''

١٢۔ قیامت میں لوگوں کے کیے ہوئے افعال و کردار کو پیش کرنا، اللہ کی ربوبیت کا حصہ ہے۔ ''اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ ۔۔۔''

آیت نمبر ١٠٩

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا يُشْعِرُكُمْ ۙ اَنَّهَآ اِذَا جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿١٠٩﴾

ترجمۃ الآیات

انہوں نے بہت ہی اصرار سے اللہ کی قسم کھائی کہ اگر کوئی نشانی (معجزہ) ان کے لیے آجائے تو وہ یقینی طور پر ایمان لے آئیں گے۔ (اے رسول تم یہ) کہہ دو کہ معجزات خدا کی طرف سے ہوتے ہیں۔ (اور یہ میرے اختیار میں نہیں ہے کہ میں تمہاری خواہش پر معجزہ لے آؤں) اور تم نہیں جانتے کہ وہ معجزات کے آجانے کے باوجود ایمان نہیں لائیں گے۔

نکات:

☆ قریش کے کافروں میں سے ایک گروہ پیغمبر اکرم کے پاس آیا اور کہا: آپؐ بھی موسیٰ اور عیسیٰ کی مانند معجزات لائیں تا کہ ہم آپؐ پر ایمان لائیں۔حضورؐ نے پوچھا: میں کیا کروں؟ کہنے لگے: کوہ صفا کو سونے کے پہاڑ میں بدل دیں، ہمارے مردوں کو زندہ کر دیں، خدا اور اس کے فرشتوں کو ہماری آنکھوں کے سامنے لائیں۔اس کے بعد انہوں نے قسم کھائی کہ ہم ضرور ایمان لے آئیں گے۔

اس موقعہ پر آیت نازل ہوئی کہ معجزہ تو صرف خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور وہ حکمت کے تحت انجام پاتا ہے، لوگوں کی ہوس کی بنیاد پر نہیں ہوتا۔(تفسیر مجمع البیان اور تفسیر نمونہ)

معجزہ اتمام حجت کیلئے ضروری ہے، ہر فرد کی ذاتی اور نفسانی خواہش کو پورا کرنے کیلئے نہیں ہے۔خدا تعالیٰ کو دیکھنے والی بات تو عقل کے خلاف ہے۔یہ کائنات، مشرکین کی ہوس کو پورا کرنے کا بازیچہ نہیں ہوسکتی۔

پیغام:

۱۔مکہ کے مشرکین، اللہ تعالیٰ کو قبول کرتے تھے، اسی لیے اُس کے نام کی قسم کھاتے تھے۔''اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ''

۲۔مخالفوں کی جھوٹی قسموں کے دھوکے میں نہ آجائیں۔''وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ''

۳۔اگر کوئی دلیل طلب کرے تو خوشی سے قبول کریں لیکن اگر کوئی صرف اپنی نفسانی خواہش کو پورا کرنے کیلئے اپنا کوئی مطالبہ سامنے رکھے تو ہرگز قبول نہیں کرنا چاہیے۔''اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ''

۴۔انبیا کے معجزات بھی خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہیں۔''اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ''

۵۔ضد اور ہٹ دھرمی کا کوئی علاج نہیں ہے، ایسے لوگ کسی بھی طرح کا معجزہ دیکھنے کے باوجود ایمان نہیں لاتے۔''لَا يُؤْمِنُوْنَ۝۱۰۹''

آیت نمبر ۱۱۰

وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖٓ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ۝۱۱۰

ترجمة الآيات

اور ہم ان کے دلوں اور آنکھوں کو اوندھا کر دیں گے، کیونکہ وہ ابتدا میں ایمان نہیں لائے تھے اور انہیں طغیانی و سرکشی کے عالم میں خود ان کی حالت میں چھوڑ دیں گے تاکہ وہ سرگرداں ہو جائیں۔

پیغام:

۱۔ ہٹ دھرم لوگوں کے دلوں کا الٹا ہو جانا، سنت الٰہی میں سے ہے۔ ''وَنُقَلِّبُ اَفۡـِٕدَتَهُمۡ''

۲۔ خدا اور رسول پر ایمان کیلئے قلب سلیم کی ضرورت ہے۔ ''وَنُقَلِّبُ اَفۡـِٕدَتَهُمۡ''

۳۔ گناہ اور ہٹ دھرمی، انسان کی نگاہ اور فکر کو اُلٹا کر دیتی ہے۔ ''وَنُقَلِّبُ اَفۡـِٕدَتَهُمۡ''

۴۔ جس کسی نے پہلے والے معجزات دیکھ کر بھی ایمان قبول نہیں کیا، اُسے مزید معجزات کا مطالبہ نہیں کرنا چاہیے۔ ''لَمۡ يُؤۡمِنُوۡا بِهٖۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ''

۵۔ اگرچہ خدا تعالیٰ ''مقلب القلوب'' ہے، لیکن یہ انسان ہے کہ جو ایمان اور کفر کو قبول کرنے سے اپنے لیے کجی (الٹے پن) کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ ''نُقَلِّبُ --- كَمَا لَمۡ يُؤۡمِنُوۡا''

۶۔ طغیان اور سرکشی کرنے سے کفر کی بنیادیں فراہم ہوتی ہیں۔ ''لَمۡ يُؤۡمِنُوۡا - - طُغۡيَانِهِمۡ''

۷۔ جس شخص کو خدا تعالیٰ چھوڑ دے وہ دربدر اور سرگرداں ہو جاتا ہے۔ ''نَذَرُهُمۡ فِىۡ طُغۡيَانِهِمۡ يَعۡمَهُوۡنَ ۝۱۱۰''

آٹھواں پارہ

آیت نمبر ۱۱۱

وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ ﴿١١١﴾

ترجمۃ الآیات

اور اگر ہم ان پر فرشتوں کو نازل کر دیتے اور مردے ان سے بات کرتے اور تمام چیزوں کو (سچائی پر گواہی کے طور پر معجزے کی صورت میں) ان کے سامنے جمع کر دیتے تو بھی وہ ہرگز ایمان نہ لاتے مگر یہ کہ خدا چاہے (کہ انہیں مجبور کر کے ایمان قبول کروائے) ،لیکن ان میں سے اکثر نادان ہیں۔

نکات:

☆ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مشرکین کی خواہشات میں سے ایک فرشتوں کا نزول اور دوسری ان کا اپنے مردوں سے باتیں کرنا، شامل تھا۔ مشرکین کی یہ باتیں اس قدر بیہودہ اور بے معنی تھی کہ لگتا یوں تھا کہ وہ خود بھی اس بات سے لا پرواہ ہو کر اور بے خبر ہ کر ایسا مطالبہ کر رہے تھے۔ وہ اس قدر ضدی اور ہٹ دھرم تھے کہ اگر یہ غیبی امور، جیسے فرشتوں کا محسوس شکل میں سامنے آ جانا حقیقت میں ایسا ہو بھی جاتا، تب بھی وہ ایمان لانے والے نہیں تھے، انہوں نے ایمان نہیں لانا تھا۔

سعدی کہتا ہے:

چون بود اصل گوہری قابل
تربیت را در او اثر باشد

اگر اصل گوہر میں قابلیت پائی جاتی ہو تو تربیت کے ذریعے اس میں تبدیلی لائی جا سکتی ہے۔

ہیچ صیقل نکو نداند کرد
آہنی را کہ بد گہر باشد

کوئی بھی ڈھالنے والا، کسی بھی ایسے لوہے کو کسی شکل میں نہیں ڈھال سکتا، جس میں ڈھلنے کی صلاحیت ہی موجود نہ ہو۔

سگ بہ دریای ہفتگانہ مشوی
چون شود تر، پلید تر باشد

کتے کو دریا میں سات مرتبہ بھی دھونے سے کوئی فائدہ نہیں ہے کیونکہ جب وہ بھیگ جائے گا تو پہلے سے بھی زیادہ نجس ہو جائے گا۔

خر عیسیٰ گرش بہ مکہ بری
چون بیاید ہنوز خر باشد

اگر جناب عیسیٰ علیہ السلام کے گدھے کو مکہ لے جاؤ اور جب اُسے واپس لاؤ گے تو وہ گدھا ہی رہے گا۔

☆ ''قُبُل''اس کا معنی ''سامنے'' ہے یا اس کا معنی قبیلہ کی جمع ''قبیل'' ہے یعنی گروہ گروہ۔

☆ دو آیات پہلے مشرکین کا جھوٹا دعویٰ بیان کیا گیا، جس میں انہوں نے کہا کہ اگر معجزہ لے آؤ تو ہم ایمان لے آئیں گے۔ یہاں ان معجزات کا نمونہ پیش کیا گیا ہے۔

☆ اس آیت کے مشابہ آیات سورہ حجر میں ۱۴، ۱۵ نمبر پر ذکر ہوئی ہیں۔ ''وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ ﴿۱۴﴾ لَقَالُوْٓا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ ﴿۱۵﴾'' یعنی اگر آسمان میں سے ایک دروازہ کھولا جائے اور اس میں سے گذر کر کفار اوپر آجائیں تب وہ کہیں گے کہ ہماری آنکھوں پر جادو کر دیا گیا ہے۔

پیغام:

۱۔ ٹیڑھے دل اور کج فکر والے لوگوں کیلئے کوئی بھی آیت اور دلیل، ایمان لانے کیلئے قابل قبول نہیں۔ ''مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا''

۲۔ اگر خدا تعالیٰ چاہے تو اختیار قبط کر کے سب کو مومن بنا سکتا ہے لیکن یہ کام اس کی حکمت کے خلاف ہے۔ ''مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ''

۳۔ جہالت، آیات الٰہی پر ایمان نہ لانے کی وجہ بنتی ہے۔ ''مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا۔۔۔ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ

یَجۡهَلُوۡنَ﴿۱۱۱﴾‘‘

آیت نمبر ۱۱۲

وَ کَذٰلِکَ جَعَلۡنَا لِکُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا شَیٰطِیۡنَ الۡاِنۡسِ وَ الۡجِنِّ یُوۡحِیۡ بَعۡضُهُمۡ اِلٰی بَعۡضٍ زُخۡرُفَ الۡقَوۡلِ غُرُوۡرًا ؕ وَ لَوۡ شَآءَ رَبُّکَ مَا فَعَلُوۡهُ فَذَرۡهُمۡ وَ مَا یَفۡتَرُوۡنَ﴿۱۱۲﴾

ترجمۃ الآیات

(اے رسول! یہ لوگ صرف آپؐ کے سامنے ہی ہٹ دھرمی نہیں کر رہے بلکہ) اس طرح ہم نے ہر نبی کے مقابلے میں شیاطین جن وانس میں سے کچھ دشمن قرار دیئے ہیں کہ جو پُرفریب اور بے بنیاد باتیں (لوگوں کو غافل رکھنے کیلئے) مخفی طور پر (اور کانوں میں) ایک دوسرے سے کہتے ہیں اور اگر تیرا پروردگار چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے۔ (لیکن سنت الٰہی، انسانوں کی آزادی پر مبنی ہے) لہٰذا ان کی تہمتوں کو ان کی حالت پر چھوڑ دو۔

نکات:

☆ دو آیات پہلے آیا کہ ہم نے ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دیا ہے۔ ’’نَذَرُهُمۡ فِیۡ طُغۡیَانِهِمۡ یَعۡمَهُوۡنَ‘‘ یہاں فرمایا جارہا ہے کہ آپؐ بھی ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دیں۔ ’’فَذَرۡهُمۡ‘‘

☆ انسان کی تباہی کا سلسلہ، شیطان کے وس وسوں کو مان لینے سے شروع ہوتا ہے۔ ’’ یُوَسۡوِسُ فِیۡ صُدُوۡرِ النَّاسِ﴿۵﴾‘‘ (ناس۔۵)

پھر جو کوئی بھی اس کے وسوسے میں اضافے کرے گا وہ شیطان کا ساتھی ہوگا، ’’اِخۡوَانَ الشَّیٰطِیۡنِ ؕ ‘‘ (اسراء۔۲۷) اور آخر کار خود شیطان بن جائے گا۔ ’’شَیٰطِیۡنَ الۡاِنۡسِ‘‘

☆ انسان کے اندر دو مختلف جہت میں کش مکش اور جنگ، اس کے اختیاری تکامل کا موجب ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے خدا تعالیٰ نے دنیا کو اختیاری تزاحم اور تضاد کی جگہ قرار دیا ہے۔ ’’وَ کَذٰلِکَ‘‘

پیغام:

١۔ تاریخ سے آگاہی ہونا اور دوسروں کی مشکلات کو جاننا، انسان کی استقامت اور پائیداری کا باعث بنتا ہے۔ ''وَ کَذٰلِکَ''

٢۔ پوری تاریخ میں حق و باطل کے درمیان جنگ رہی ہے۔ ''وَ کَذٰلِکَ''

٣۔ کسی بھی معاشرے کے راہنما کو ہر طرح کی مخالفت کیلئے تیار رہنا چاہیے۔ ''وَ کَذٰلِکَ''

٤۔ مخالفوں، برا سوچنے والوں اور دشمنوں کے ختم ہو جانے کے منتظر نہ رہیں۔ ''وَ کَذٰلِکَ جَعَلْنَا''

٥۔ انبیا کا مختلف طرح کے مخالفین کا مقابلہ کرنا اور ان کا سامنا کرنا، سنت الٰہی رہی ہے۔ ''وَ کَذٰلِکَ جَعَلْنَا لِکُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا''

٦۔ کافر، ضدی اور شیطان ہیں۔ ''شَیٰطِیْنَ الْاِنْسِ۔۔۔''

٧۔ جن و انس میں پائے جانے والے شیاطین ایک دوسرے کو القا کرنے (خبریں دینے) کے ذریعے رابطے میں رہتے ہیں۔ ''یُوْحِیْ بَعْضُهُمْ اِلٰی بَعْضٍ۔۔۔''

٨۔ شیاطین، شیطنت کے طریقے ایک دوسرے سے سیکھتے ہیں۔ ''یُوْحِیْ بَعْضُهُمْ اِلٰی بَعْضٍ''

٩۔ انبیا کے مخالفین، مختلف گروہوں کے اندر اپنی تبلیغات انجام دیتے ہیں۔ ''یُوْحِیْ بَعْضُهُمْ اِلٰی بَعْضٍ''

١٠۔ خوبصورت اور فریب دینے والے جملے انسان کو غافل کرنے کا باعث ہو سکتے ہیں۔ ''یُوْحِیْ۔۔۔ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ؕ''

١١۔ خدا تعالیٰ نے انسان کو آزاد پیدا کیا ہے اور دنیا کو مقابلے کا میدان قرار دیا ہے۔ جس میں نیکی کا بدی سے مقابلہ ہے۔ ''وَلَوْ شَآءَ رَبُّکَ مَا فَعَلُوْهُ''

١٢۔ انسان کا اختیار اور اس کی آزادی، اس کی ترقی اور تربیت کیلئے ہے۔ ''وَلَوْ شَآءَ رَبُّکَ مَا فَعَلُوْهُ''

١٣۔ کائنات کے نظام میں صرف ایک ارادہ حاکم ہے دو قدرتیں نہیں ہیں۔ یزدان اور اہریمن ایک دوسرے کے مقابلے میں نہیں ہیں۔ جدا کرنے کی کوششیں، خدا تعالیٰ کی قدرت اور تسلط سے باہر نہیں ہیں۔ ''وَلَوْ شَآءَ رَبُّکَ مَا فَعَلُوْهُ''

آیت نمبر ١١٣

وَلِتَصْغٰۤی اِلَیْهِ اَفْـِٕدَةُ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَلِیَرْضَوْهُ

وَلِيَقْتَرِفُوا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُونَ ﴿١١٣﴾

ترجمۃ الآیات

(اور شیطان اپنے فریب بھرے جملے لوگوں کیلئے کہتا ہے تاکہ) نتیجہ کے طور پر ان لوگوں کے دل جو روز قیامت پر ایمان نہیں رکھتے انکی طرف مائل ہو جائیں اور وہ اس پر راضی ہو جائیں اور جو گناہ بھی وہ انجام دینا چاہتے ہیں، وہ انجام دیں۔

نکات:

☆ ''لِتَصۡغٰۤی'' کا لفظ 'صَغو'' سے ہے، جس کے معنی مائل ہونا ہے۔ یعنی سننے کے ذریعے مائل ہونا۔

☆ ''اقتراف'' کے معنی حاصل کرنا، کسب کرنا ہے۔

پیغام:

۱۔ وسوسے اور جھوٹی تبلیغ ہی انسان کے انحراف کا باعث نہیں ہے بلکہ اسے سننا، دل سے پسند کرنا، اس میں کھو جانا، یہ سب کچھ مؤثر ہے۔ ''تَصۡغٰی۔ - - لِيَرۡضَوۡهُ''

۲۔ آخرت پر ایمان نہ رکھنا، باعث بنتا ہے کہ شیطان انسان کو تسخیر کرلے اور اس پر نفوذ حاصل کرلے۔ ''لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَةِ''

آیت نمبر ۱۱۴

اَفَغَيۡرَ اللّٰهِ اَبۡتَغِىۡ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِىۡۤ اَنۡزَلَ اِلَيۡكُمُ الۡكِتٰبَ مُفَصَّلًا ؕ وَالَّذِيۡنَ اٰتَيۡنٰهُمُ الۡكِتٰبَ يَعۡلَمُوۡنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنۡ رَّبِّكَ بِالۡحَـقِّ فَلَا تَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡمُمۡتَرِيۡنَ ﴿١١٤﴾

ترجمۃ الآیات

کیا میں (اس حال میں) غیر خدا کو منصف کے طور پر اپناؤں حالانکہ (وہی وہ ہستی) ہے کہ جس نے آسمانی کتاب کو جس میں ہر چیز کا تفصیلی ذکر ہے نازل کیا ہے اور وہ لوگ جنہیں ہم نے آسمانی کتاب دی ہے وہ جانتے ہیں کہ یہ کتاب تیرے پروردگار کی طرف سے حق کے ساتھ نازل ہوئی ہے۔ اس بنا پر تم ہرگز شک و تردد کرنے والوں میں سے نہ ہونا۔

نکات:

☆ بعض لوگوں نے ''حَکَمًا'' کے معنی اور ''حاکم'' ایک ہی قرار دیے ہیں لیکن بعض نے کہا ہے: ''حکم'' سے مراد فیصلہ کرنے والا ایسا شخص ہے جسے دعوے کے طرفین نے انتخاب کیا ہو لیکن حاکم ہر طرح کا فیصلہ کرنے والا ہے۔ (تفسیر نمونہ ؛ تفسیر المنار)

مجمع البیان میں ہے کہ ''حکم'' وہ ہے جو حق و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرے لیکن حاکم ہر قاضی کو کہا جاتا ہے۔

☆ آیت ۱۱۱ میں تھا کہ اگر مردے بھی ان سے بات کریں اور فرشتے نازل ہو جائیں تب بھی وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ اس آیت میں فرمایا: اہل کتاب قرآن مجید کے وحی ہونے کو جانتے ہیں اور اس کے علاوہ دوسرے معجزات کا مطالبہ صرف ایک بہانہ ہے۔

☆ پیغمبر اکرمؐ اپنے راستے پر کسی طرح کا شک و شبہ نہیں رکھتے لہٰذا یہ خطاب ''فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ﴿۱۱۴﴾'' اُن مسلمانوں کو آگاہ کرنے اور تسلی دینے کیلئے ہے، جنہیں اپنے راستے کے حق ہونے کا یقین نہیں ہے۔

پیغام:

۱۔ قرآن مجید جیسی کتاب کے ہوتے ہوئے، فیصلے کیلئے کسی دوسرے کی طرف جانا صحیح نہیں اور قابل مذمت ہے۔ ''اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا'' (پروردگار عالم ہی کو قانون بنانے اور فیصلہ کرنے کا حق حاصل ہے۔)

۲۔ خدا تعالیٰ نے قرآن مجید کو تفصیل کے ساتھ نازل کیا ہے۔ ''وَّهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا ؕ''

۳۔ اسلام کی حقانیت پر ایک دلیل، تورات اور انجیل میں گذشتہ انبیا کا بشارت دینا ہے۔ ''الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ'' چنانچہ ایک دوسری آیت میں فرمایا: ''يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ؕ'' وہ اہل کتاب، انہیں یوں جانتے تھے جیسے اپنی اولاد کو جانتے ہوں۔ (بقرہ۔۱۴۶؛ انعام۔۲۰)

۴۔ راہبر کو اپنی دعوت میں غیر متزلزل ارادے کا مالک ہونا چاہیے۔ ارادے کی پختگی اُسے استحکام دیتی ہے۔ ''

فَلَا تَکُوْنَنَّ۔ ۔ ۔ ''

۵۔ اہل کتاب کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کے اندر شک وشبہ پیدا ہو جائے، کیونکہ وہ قرآن مجید کی حقانیت کو خوب اچھی طرح سے جانتے ہیں جبکہ ان کا انکار کرنا صرف ان کی ہٹ دھرمی کی وجہ سے ہے۔ ''یَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ ''

آیت نمبر ۱۱۵

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ۭ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۱۵﴾

ترجمة الآيات

اور تیرے پروردگار کا کلام صدق وعدل کے ساتھ انجام کو پہنچا، کوئی شخص اسکے کلمات کو دگرگوں نہیں کرسکتا اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

نکات:

☆ گذشتہ آیت کی دلیل پر اس آیت میں ''كَلِمَتُ'' سے مراد قرآن کی آیات ہیں، جبکہ لغت قرآن اور روایات میں لفظ ''کلمۃ'' سے مراد کبھی حتمی وعدہ ہے، جیسے ''وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ڏ بِمَا صَبَرُوْا ۭ ''(اعراف ۔ ۱۳۷) اس میں بنی اسرائیل کے صبر کی وجہ سے وعدہ الٰہی کے محقق ہونے کو بیان کیا جارہا ہے۔

کبھی دین کے معنی میں آیا ہے، جیسے ''کلمت اللہ'' یعنی دین خدا۔ کبھی پیغمبر اور اولیائے خدا پر اطلاق ہوا ہے۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ کے بارے میں ہم پڑھتے ہیں: ''كَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰىهَآ اِلٰى مَرْيَمَ ''(نساء۔۱۷۱)

روایات میں ائمہؑ کے اقوال سے نقل ہوا ہے کہ ہم کلمات الٰہی ہیں۔ ''نحن الکلمات''(بحار، ج ۲۴، ص ۱۷۴)

پیغام:

۱۔ قرآن مجید آخری آسمانی کتاب ہے اور اسلام آخری الٰہی دین ہے۔ ''تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ ''

۲۔ قرآن مجید، پیغمبر اکرمؐ کی رسالت کے اثبات کیلئے ایک کامل معجزہ ہے۔ ''تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ ''

۳۔ انسانی معاشروں کی ہدایت کیلئے ہر ضروری بات اور ہر ضروری سوال کا جواب قرآن مجید میں موجود ہے۔ ''تَمَّتْ

كَلِمَتُ رَبِّكَ ''

۴۔اسلام، گذشتہ ادیان کو مکمل کرنے والا ہے۔''تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ ۔ ۔ ۔''

۵۔ بعثت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے دین کو اتمام کرنا ربوبیت خداوندی کا ایک جلوہ ہے۔''وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ ''

٦۔کائنات کے نظام میں سنت الٰہی اور قوانین الٰہی کا مبنیٰ، سچائی اور انصاف ہے۔''وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ؕ ''

۷۔قرآن مجید کی خبریں سچی اور اس کے احکام عدل پر قائم ہیں۔''وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ؕ ''ایک دوسری آیت میں ہم پڑھتے ہیں:''وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ﴿۸۷﴾ '' اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی ہے؟(نساء۔۸۷)

۸۔قرآن مجید میں تحریف نہیں ہوسکتی۔''لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ ''

۹۔ پروردگار عالم انسانی ضروریات کو خوب اچھی طرح سے جانتا ہے، اسی بنا پر اُس نے قرآن مجید کو نازل کیا ہے۔''وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۱۵﴾ ''

آیت نمبر ۱۱٦

وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِى الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿۱۱٦﴾

ترجمۃ الآیات

اگر زمین پر رہنے والے لوگوں میں سے اکثر لوگوں کی اطاعت کرو گے تو وہ تمہیں راہ خدا سے گمراہ کر دیں گے۔ وہ تو صرف ہوا و ہوس سے آلودہ ظن و گمان کی پیروی کرتے ہیں اور اپنے جھوٹ فریب اور تخمینے پر عمل کرتے ہیں۔

نکات:

☆''خَرص '' کا معنی تخمینہ لگانا اور گمان کرنا ہے۔ کیونکہ بعض تخمینے غلط بھی ثابت ہو جاتے ہیں اس لیے اس کے معنی میں کہا گیا ہے کہ اس سے مراد جھوٹ ہے۔(تفسیر نمونہ)

پیغام:

۱۔ ہدایت اور قرآن پاک کا راستہ ایک معیار ہے، لوگوں کی رائے اور اکثریت کی باتیں کوئی معیار نہیں ہیں۔ ''وَتَمَّتۡ كَلِمَتُ رَبِّكَ۔ ۔ ۔ وَاِنۡ تُطِعۡ اَكۡثَرَ۔ ۔ ۔ ''

۲۔ اکثریت، سچائی کی دلیل نہیں ہے۔ معیار، حق ہونا ہے نہ کہ تعداد میں زیادہ ہونا۔ پس راہ حق پر چلتے ہوئے افراد کی کمی کو ملحوظ نہ رکھیں۔ ''وَاِنۡ تُطِعۡ اَكۡثَرَ۔ ۔ ۔ ''

۳۔ اکثریت کی رائے حاصل کرنے کی خاطر کبھی کبھار انسان اپنی تباہی، نابودی اور گمراہی تک جا پہنچتا ہے۔ ''وَاِنۡ تُطِعۡ اَكۡثَرَ۔ ۔ ۔ يُضِلُّوۡكَ '' (ہمیشہ اللہ کے راستے پر چلتے رہنا چاہیے خواہ اکثریت کی رائے اس بات کے خلاف ہو۔)

۴۔ اکثریت کا اصول، اس قدر انسانی دل کو بھاتا ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے پاک پیغمبر کو اس کی پیروی کرنے سے باز رہنے کی تاکید فرمارہا ہے۔

۵۔ گمراہی کی جڑیں، حدس وگمان پر اعتماد کرنے میں ہیں۔ ''يُضِلُّوۡكَ ۔اِنۡ يَّتَّبِعُوۡنَ اِلَّا الظَّنَّ''

۶۔ ایسی اکثریت جو حق کی بجائے اپنی ہوا و ہوس کے پیچھے ہو، قابل پیروی نہیں ہے۔ ''وَاِنۡ تُطِعۡ اَكۡثَرَ ۔ ۔ ۔ يُضِلُّوۡكَ ۔ ۔ ۔ يَخۡرُصُوۡنَ﴿۱۱۶﴾''

۷۔ راہ کے انتخاب میں تخمینے اور گمان کی بجائے دلیل و برہان ضروری ہے۔ ''اِنۡ يَّتَّبِعُوۡنَ اِلَّا الظَّنَّ ۔ ۔ ۔ يَخۡرُصُوۡنَ﴿۱۱۶﴾''

آیت نمبر ۱۱۷

اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعۡلَمُ مَنۡ يَّضِلُّ عَنۡ سَبِيۡلِهٖ‌ۚ وَهُوَ اَعۡلَمُ بِالۡمُهۡتَدِيۡنَ﴿۱۱۷﴾

ترجمۃ الآیات

تیرا پروردگار ان لوگوں سے بھی خوب اچھی طرح آگاہ ہے کہ جو اس کی راہ سے گمراہ ہو گئے ہیں اور ان لوگوں سے بھی کہ جو ہدایت یافتہ ہیں۔

نکات:

☆ ''مهدی ''یعنی وہ شخص جو ابتدا ہی سے الٰہی ہدایت کے راستے پر تھا جیسے ائمہ معصومین علیہم السلام ہیں، لیکن '' مُهْتَدِیْ ''ایسا شخص ہے جو پہلے گمراہی کے راستے پر تھا پھر راہ ہدایت پر آ گیا ہو۔ (تفسیر اطیب البیان)

پیغام:

۱۔ انسان بھی علم رکھتا ہے لیکن صرف خدا تعالیٰ اعلم ہے۔ ''هُوَ اَعْلَمُ ''(''هُوَ '' کی ضمیر مبتدا اور اس کی خبر انحصار پر دلیل ہے۔)

۲۔ تربیت کیلئے گہری معلومات کی ضرورت ہے۔ ''رَبَّكَ۔ ۔ ۔ اَعْلَمُ ''

۳۔ تظاہر کرنے اور نفاق کے ذریعے نہ خود کو دھوکہ دیں اور نہ دوسروں کو دھوکہ دیں کیونکہ خدا تعالیٰ سب سے بہتر ہر ایک کے بارے میں آگاہ ہے۔ ''هُوَ اَعْلَمُ مَنْ يَّضِلُّ۔ ۔ ۔ ''

۴۔ اکثریت کی نہیں بلکہ اعلم شخص کی پیروی کریں۔ ''وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ۔ ۔ ۔ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ ''

آیت نمبر ۱۱۸

فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۸﴾

ترجمۃ الآیات

اور جس (ذبیحہ) پر اللہ کا نام لیا گیا ہے اس سے کھاؤ، اگر تم اسکی آیات پر ایمان رکھتے ہو۔

نکات:

☆ دین اسلام کی جامعیت کی علائم میں سے ایک یہ ہے کہ جانور کو ذبح کرنے کا چھوٹا سا مسئلہ بھی تمام جہات سے ذکر کیا گیا ہے۔ دین کا ذکر یعنی نام خدا لینا، آلے کا ذکر یعنی تیز دھار لوہے کے ساتھ، رگوں کو کاٹنے کا طریقہ تک بیان ہوا ہے، ذبح کرنے والے کا مسلمان ہونا یعنی اُمت کا ذکر ہے، سمت قبلہ کی طرف ہونی چاہیے، پھر آخر میں اس کا مصرف بھی بیان ہوا ہے۔ ''فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ ''

پیغام:

۱۔مومن کا کھانا اور خوراک میں الٰہی رنگ ہونا چاہیے، یعنی خدا کا نام ذکر ہو، خدا تعالیٰ کی یاد ہو۔''فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ''

۲۔خدا تعالیٰ کا نام لینا، قابل استفادہ جانوروں کے گوشت کو استعمال کرنے کا جواز ہے۔''فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ۔۔۔''

۳۔توحید کی بنیادیں مستحکم کرنے کیلئے، ہر فرصت سے استفادہ کرنا چاہیے، حتیٰ جانوروں کے ذبح کے وقت بھی خدا کو یاد کرنا چاہیے۔جی ہاں! توحید ایک عقلی مسئلہ نہیں ہے۔''فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ''

۴۔حلال غذا اور احکام پر عمل کرنا، ایمان کی شرط ہے۔''اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ﴿۱۱۸﴾''

آیت نمبر ۱۱۹

وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا لَّيُضِلُّوْنَ بِاَهْوَآئِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِيْنَ﴿۱۱۹﴾

ترجمۃ الآیات

تم ان چیزوں میں سے کیوں نہیں کھاتے جن پر خدا کا نام لیا گیا ہے؟ (بلا وجہ ہمارے حلال کو خود پر حرام کرتے ہو۔) حالانکہ (خدا نے) جو کچھ تم پر حرام کیا تھا اسے بیان فرما دیا ہے مگر یہ کہ (محرمات میں سے کھانے پر) تم مجبور ہو جاؤ اور بہت سے لوگ (دوسروں کو) ہوا و ہوس اور بے علمی کی وجہ سے گمراہ کر دیتے ہیں۔بے شک تیرا پروردگار تجاوز کرنے والوں کو بہتر طور پر جانتا ہے۔

نکات:

☆ بعض افراد شبہ ایجاد کرنے کے ذریعے، اور ذبح شدہ جانور اور مردہ جانور کے درمیان موازنہ کرنے کے ذریعے

لوگوں کو گمراہی کی طرف دھکیلتے ہوئے کہتے: یہ کیسی بات ہے کہ جس جانور کو ہم ماریں وہ حلال ہے اور جس جانور کو خدا مارے وہ حرام ہے؟

یہ آیت اس شبہ کا جواب دیتے ہوئے، لوگوں کو خبردار اور ہوشیار کر رہی ہے۔

پیغام:

١۔ جو کوئی بھی خدا کی حلال کردہ چیزوں کو خود پر حرام قرار دے، اس کی مذمت کی جانی چاہیے۔ ''وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا ۔ ۔ ۔ '' (گویا مسلمانوں میں سے بعض افراد جہالت کے زمانے کی رسوم کے زیر اثر ہو گئے تھے، جس کی وجہ سے حلال چیزوں کو بھی خود پر حرام کر رہے تھے۔)

٢۔ جانور کا گوشت کھانے میں بھی اگر خدا کا نام اور ذکر ہو یعنی خدائی رنگ ہو تو وہ حلال ہے ورنہ حرام ہو جائے گا۔ ''ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ''

٣۔ تمام وہ چیزیں جو خدا تعالیٰ کی طرف سے حرام کی گئی ہیں آسمانی دین اسلام میں بیان کی گئی ہیں۔ ''وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ '' (یہ تفصیلی بیان، سورہ نحل کی آیت ١١٩ کی طرف اشارہ ہے۔ تفسیر المیزان)

٤۔ کھانے پینے کی اشیا میں اصل قانون، ان کا حلال ہونا ہے، جو کچھ بھی حرام قرار پائے گا، ضرور اس کی تفصیل خدا تعالیٰ کی طرف سے بیان کی جائے گی۔ ''فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ''

٥۔ اسلامی احکامات میں کوئی راہ بند نہیں ہے۔ ''اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ ؕ''

٦۔ اضطرار، انسان پر سے عائد فرض کو ساقط کر دیتا ہے۔ ''اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ ؕ''

٧۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے عائد فرائض انسانی، زمان و مکان اور انسانی طاقت کے مطابق ہیں۔ ''اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ ؕ''

٨۔ اضطرار کی حالت میں مضطر شخص کیلئے کھانے پینے کی حرام چیزوں سے استفادہ کرنا جائز ہے۔ ''اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ ؕ''

٩۔ حلال و حرام کا تعین، الٰہی دستورات کے مطابق کیا جانا چاہیے۔ ''حَرَّمَ''

١٠۔ جہالت اور ہوا پرستی، گمراہی کے اسباب میں سے ہے۔ ''لَّيُضِلُّوْنَ بِاَهْوَآئِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ''

١١۔ لوگوں کو گمراہ کرنا، ان کے حقوق پر ڈاکہ ڈالنا ہے۔ ''اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِيْنَ ۝١١٩''

آیت نمبر ۱۲۰

وَذَرُوۡا ظَاهِرَ الۡاِثۡمِ وَبَاطِنَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيۡنَ يَكۡسِبُوۡنَ الۡاِثۡمَ سَيُجۡزَوۡنَ بِمَا كَانُوۡا يَقۡتَرِفُوۡنَ ﴿۱۲۰﴾

ترجمۃ الآیات

آشکار اور مخفی گناہوں کو چھوڑ دو، کیونکہ جو لوگ گناہ کرتے ہیں انہیں ان کے بدلہ میں سزا دی جائے گی۔

نکات:

☆ خواہ گذشتہ زمانے میں یا موجودہ زمانے میں لوگ صرف آشکار اور ظاہری گناہ کرنے سے ڈرتے ہیں، اور ڈرایا کرتے تھے۔

پیغام:

۱۔ گناہ میں ظاہری خوبصورتی اور ایسی کشش پائی جاتی ہے کہ جس سے دوری کیلئے مضبوط ارادے کی ضرورت ہے۔ ''وَذَرُوۡا ظَاهِرَ الۡاِثۡمِ وَبَاطِنَهٗ ؕ''

۲۔ اسلام، انسان کی ظاہری طہارت پر بھی توجہ رکھتا ہے اور باطنی طہارت کا بھی سامان کرتا ہے۔ عملی گناہوں سے دوری کی بھی تاکید کرتا ہے اور قلبی گناہوں جیسے سوءظن کرنے سے بھی منع فرماتا ہے۔ ''ظَاهِرَ الۡاِثۡمِ وَبَاطِنَهٗ ؕ''

۳۔ الٰہی کیفر، ایسے گناہوں کیلئے ہے جو علم اور عمد (ارادے) کے ساتھ انجام دیے جائیں۔ ''اِنَّ الَّذِيۡنَ يَكۡسِبُوۡنَ الۡاِثۡمَ''

۴۔ اگرچہ شیطان وسوسہ کرتا ہے لیکن انسان اپنے ارادے سے گناہ کرتا ہے۔ ''يَكۡسِبُوۡنَ الۡاِثۡمَ''

۵۔ قیامت اور آخرت کے نتائج دور نہیں ہیں۔ ''سَيُجۡزَوۡنَ''

۶۔ الٰہی کیفر، ہمارے ہی اعمال کا نتیجہ ہے۔ ''بِمَا كَانُوۡا يَقۡتَرِفُوۡنَ ﴿۱۲۰﴾''

آیت نمبر ۱۲۱

وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ ؕ وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓـئِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ ۚ وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ ﴿۱۲۱﴾

ترجمۃ الآیات

اور اس (ذبیحہ) سے کہ جس پر خدا کا نام نہیں لیا گیا، نہ کھاؤ، اور یہ فعل گناہ ہے (خروج از بندگی ہے)۔ اور شیاطین اپنے دوستوں کو مخفی طور پر کچھ مطالب اور القا کرتے رہتے ہیں تا کہ وہ تم سے مجادلے اور جھگڑے کیلئے کھڑے ہو جائیں (مثلا کہتے ہیں کہ کیا فرق ہے ذبحہ شدہ جانور میں اور مردہ جانور میں) اور اگر تم ان کی اطاعت کرو گے تو تم بھی مشرک ہو جاؤ گے۔

نکات:

☆ حرام خوری، قساوت قلب کا باعث ہے، انسان کو سنگ دل بنا دیتی ہے، دوسرے گناہوں کا پیش خیمہ بن جاتی ہے۔ اسلام نے حرام خوری سے سختی سے منع کیا ہے۔ امام حسین علیہ السلام نے عاشور کے دن اپنے مخالف لشکر سے فرمایا: ''قد ملئت بطونکم من الحرام''

☆ سورہ مائدہ کی آیت ۵ میں ہے کہ اہل کتاب کا کھانا تمہارے لیے حلال ہے۔ یہ آیت کہتی ہے کہ ہر ایسے جانور کا گوشت جس پر خدا کا نام نہ لیا گیا ہو، اُس کا کھانا حرام ہے۔ کیونکہ اہل کتاب جانور کو ذبحہ کرتے وقت اللہ کا نام نہیں لیتے، اس لیے ان کے ہاتھ کا ذبیحہ کھانا جائز نہیں ہے۔ سورہ مائدہ کی آیت ۵ میں کھانے سے مراد، خشک میوہ جات اور اس جیسی چیزیں ہیں، گوشت نہیں ہے۔ (تفسیر المیزان)

☆ شیطان اس طرح وسوسہ کرتا ہے کہ مردہ جانور خدا کا ذبحہ کردہ جانور ہے، اور خدا کا ذبحہ کردہ انسان کے ذبحہ کردہ سے بہتر ہے تو پھر کیوں مردہ جانور حرام ہے اور انسان کے ہاتھ کا ذبحہ شدہ حلال ہے؟!

انسان کو جاننا چاہیے کہ فرمان الٰہی پر عمل کرنا اس کیلئے بہتر ہے۔

پیغام:

۱۔مسلمان کو اپنے کھانے پینے کے معاملات میں بھی دینی احکامات کا خیال رکھنا چاہیے۔''وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ''

۲۔جانور کو ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لینا صرف رسم و رواج کے طور پر نہیں ہے بلکہ یہ ایک لازمی حکم ہے جس پر عمل درآمد کرنا ضروری ہے اور اس کی خلاف ورزی کرنا گناہ ہے۔''اِنَّهٗ لَفِسْقٌ ؕ''

۳۔جس جگہ پر غیر یقینی صورت ہو وہاں پر اُسی قدر تاکید بھی ضروری ہے۔ذبیحہ کا حلال ہونا کیونکہ جاہل قوم کیلئے قبول کرنا مشکل تھا، اسی وجہ سے خدا تعالیٰ کئی ایک تاکیدات کے ساتھ مسئلہ کو بیان کیا ہے۔''اِنَّهٗ لَفِسْقٌ ؕ''

(''ان'' کے ساتھ جملہ اسمیہ اور حرف ''لام'' الگ الگ تاکید کی علامت ہیں۔)

۴۔انسان، حرام کا استعمال کر کے، خود کو شیطانی وسوسوں کیلئے تیار کر لیتا ہے۔''وَلَا تَاْكُلُوْا ۔۔۔ وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ''

۵۔شیطانوں کے پاس وسوسہ ڈالنے اور گمراہ کرنے کی طاقت موجود ہے۔''اِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ''

۶۔شیطانی وسوسے صرف ان لوگوں پر اثر انداز ہوتے ہیں جو شیطان کیلئے نرم گوشہ رکھتے ہیں ورنہ اولیائے خدا پر شیطانی وسوسے کارگر ثابت نہیں ہوتے۔''لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓـئِهِمْ''

۷۔انسان کی لڑائیوں کے بنیاد، وسوسے اور انسانی ہوا و ہوس ہے۔''لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓـئِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ ۚ''

۸۔احکام الٰہی میں جھگڑا کرنا، اصل میں شیطانی چالیں اور اس کے بڑکاوے ہیں۔''اِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓـئِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ ۚ''

۹۔دینی احکام میں جدل کرنا، انسان کو شرک کی طرف لے جاتا ہے۔''لِيُجَادِلُوْكُمْ ۚ وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ ﴿۱۲۱﴾''

۱۰۔ایسے خدا پرست جو عمل میں غیر خدا کے مطیع فرمان ہوں، وہ مشرک ہیں۔''اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ ﴿۱۲۱﴾''

آیت نمبر ۱۲۲

اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِى النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِى الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ زُيِّنَ

لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴿۱۲۲﴾

ترجمۃ الآیات

وہ جو (جہالت یا شرک کی وجہ سے) مردہ تھا پھر ہم نے اسے (اپنی ہدایت کے ذریعے) زندہ کیا اوراس کے لیے (ایمان سے) ایک نور قرار دیا کہ جس کے ذریعے وہ لوگوں کے درمیان چلتا پھرتا ہے، کیا اس شخص کی مانند ہے جو (جہالت اور شرک کی) تاریکیوں میں ہو اور اس سے باہر نہ نکلے؟ اسی طرح کفار کے لیے وہ (برے اعمال) جو وہ انجام دیتے تھے زینت دیئے گئے ہیں (اور خوبصورت دکھائی دیتے ہیں۔)

نکات:

☆ یہ آیت پیغمبر اکرمؐ کے چچا حضرت حمزہ کے اسلام قبول کرنے کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ ابوجہل، رسول خداؐ کو تکلیف پہنچاتا ہے اور جب آپؐ کے دین سے متعلق آگاہ ہوئے تو پیغمبر اکرمؐ کی حمایت میں ابوجہل کے پیچھے گئے، اُسے دیکھتے ہی اس کے سر پر ایک مکا دے مارا۔ پھر اس کے کہا: آج سے میں محمد (ص) پر ایمان لاتا ہوں۔ اس دن کے بعد سے اپنی شہادت تک اسلام کے ایک باایمان عظیم مجاہد کی حیثیت سے اسلام اور حضورؐ کا دفاع کرتے رہے۔

☆ قرآن مجید کی تعبیر میں نطفہ سے پہلے کے مرحلے کو بھی موت کہا گیا ہے۔ ''كُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ'' تم مردہ تھے پھر ہم نے تمہیں زندہ کیا۔ (بقرہ۔ ۲۸) گمراہی کو بھی موت قرار دیا گیا ہے۔ ''اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا'' کیا اور جو مردہ تھے؟ غیر آباد اور خشک زمین کو بھی مردہ کہا گیا ہے۔ ''فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّيِّتٍ'' پھر ہم نے اس مردہ جگہ کو سیراب کیا۔ (فاطر۔ ۹) وقتی موت کو بھی مردگی قرار دیا گیا۔ ''فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ثُمَّ اَحْيَاهُمْ'' پھر اللہ نے ان سے کہا مرجاؤ اور پھر انہیں زندہ کیا گیا۔ (بقرہ۔ ۲۴۳) اس کے بعد حقیقی موت کو بھی مرگ کہا گیا۔ ''اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ﴿۳۰﴾'' (زمر۔ ۳۰)

☆ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: وہ نور جس کے ذریعے راستے سے گڑھوں کو الگ کیا جاتا ہے، امام اور آسمانی راہبر ہے۔ (تفسیر المیزان)

☆ کفار کے پُرکشش کام (جیسے نئی نئی ایجادات، ٹیکنالوجی اور تمدن) نے اس قدر ان کے اذہان کو متاثر کیا ہے اور ان کی نگاہوں میں ایسے خوشنما ہیں کہ اپنی گمراہی نظر ہی نہیں آتی۔ ان کے اندر پیدا ہونے والے غیر انسانی رویے، انہیں دیکھائی ہی نہیں دیتے۔ ''زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴿۱۲۲﴾''

پیغام:

۱۔انسان کی حقیقی زندگی اور موت،اس کے ایمان وکفر سے منسلک ہے۔''مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ''

۲۔ ہدایت و راہنمائی کا سلسلہ، خدا تعالیٰ کا کام ہے اگرچہ انسان اپنی ہدایت کیلئے خود ہی راہ ہموار کرتا ہے۔'' فَاَحْيَيْنٰهُ''

۳۔تبلیغ اور تربیت میں تمثیل، سوال، موازنہ سے استفادہ کرنا، بہت مؤثر واقع ہوتا ہے۔''اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ ۔۔۔''

۴۔مومن، مسائل ومشکلات میں کبھی بھی بند راستہ پر نہیں پہنچتا، وہ معاشرے میں آگاہی وشعور کے ساتھ آگے بڑھتا رہتا ہے۔''نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ''

۵۔جب نور اور نورانیت نہ ہو تو انسان پر ظلمتوں کا سایہ ہوجاتا ہے۔''فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ؕ ''

۶۔حق، ایک ہی ہے اور باطل، تعداد میں زیادہ ہیں۔(''نُوْرًا'' کا لفظ مفرد استعمال ہوا ہے جبکہ ''الظلمات'' کا لفظ جمع استعمال ہوا ہے۔)

۷۔ایمان کے نور اور الٰہی ہدایت کے سوائے انسان کی نجات کا کوئی راستہ نہیں ہے۔''لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ؕ ''

۸۔صرف اپنے ہی اعمال کو خوبصورت اور اچھا تصور کرتے رہنا، انسان کی ہدایت میں رکاوٹ اور ظلمات سے نہ نکلنے کا باعث بنتا ہے۔''لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۱۲۲''

۹۔بے ایمان شخص کے کام اس کی فکر ونگاہ پر اثر رکھتے ہیں اور اس کیلئے ایک حجاب بن جاتے ہیں۔''كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۱۲۲''

آیت نمبر ۱۲۳

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا ؕ وَمَا يَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝۱۲۳

ترجمۃ الآیات

اور ہم نے اسی طرح سے ہر شہر اور ہر ہر بستی میں بڑے بڑے مجرم قرار دیئے ہیں اور آخر کار

ان کا معاملہ اس حد تک پہنچ گیا کہ وہ مکر (کرنے اور لوگوں کو دھوکا دینے) میں مشغول ہو گئے لیکن (فی الحقیقت) وہ صرف اپنے آپ کو ہی (دھوکا اور) فریب دیتے ہیں اور سمجھتے نہیں ہیں (کہ ان کے مکر وفریب کا نتیجہ انہی کی طرف لوٹ کر آئے گا۔)

نکات:

☆ پہلے والی آیت میں پیغمبر اسلامؐ کے ساتھ ابوجہل کے جنگ وجدل کرنے کی طرف اشارہ کیا گیا تھا۔ اس آیت میں فرمایا جا رہا ہے کہ ابوجہل جیسے لوگوں کا ہونا کوئی نئی بات نہیں بلکہ ہر جگہ اور ہر زمانے میں ایسے گمراہ اور فسادی لوگ ہوتے ہیں جو حق کے راستے کی رکاوٹ بننے کی کوشش کرتے ہیں۔ ''وَ كَذٰلِكَ''

پیغام:

۱۔ سنت الٰہی ہے کہ دشمنوں کے مکر وفریب کا جواب دیا جائے۔ ''وَ كَذٰلِكَ''

۲۔ اچھے لوگ اور برے لوگوں کی کوششیں ہمیشہ قدرت الٰہی کے دائرے میں ہی رہتی ہیں۔ ''جَعَلْنَا ۔۔۔ مُجْرِمِيْهَا''
(یہ آیت جو کہ مجرمین سے متعلق ہے اور گذشتہ آیت جو مومنین سے متعلق تھی، دونوں میں ''جَعَلْنَا'' کی تعبیر استعمال کی گئی ہے۔)

۳۔ فاسد گمراہ راہبران ہی معاشرے میں فساد پھیلانے کی وجہ ہوتے ہیں۔ ''اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا ؕ''

۴۔ مکر وفریب اور سازشیں کرنا، فساد اور گمراہی پھیلانے والے راہبروں کے حربے ہوتے ہیں۔ ''لِيَمْكُرُوْا''

۵۔ پاکیزگی، سچائی کو گنوا دینا اور قہر الٰہی میں گرفتار ہو جانا، سب سے بڑی مصیبت ہے، جس میں مکر وفریب کرنے والا خود ہی پھنس جاتا ہے۔ ''مَا يَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ''

۶۔ بیماری سے زیادہ بری حالت یہ ہے کہ بیماری کے بارے میں علم ہی نہ ہو، ایسی طرح مکر وفریب کرنے والے شخص کیلئے زیادہ بری حالت یہ ہے کہ اُسے خبر ہی نہ ہو کہ اس مکر وفریب کے نتائج وآثار خود اُسی کی طرف پلٹ کر آئیں گے۔ ''مَا يَشْعُرُوْنَ۝۱۲۳''

آیت نمبر ۱۲۴

وَاِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ ؔؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ

اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ﴿١٢٤﴾

ترجمۃ الآیات

اور جس وقت ان کے لیے (اللہ کی طرف سے ان کی ہدایت کیلئے) کوئی آیت آتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو ہرگز ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ ہمیں بھی ویسی ہی چیز نہ دی جائے جیسی کہ خدا کے پیغمبروں کو دی گئی ہے۔ (کہہ دو) خدا ہی بہتر طور پر جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کو کہاں (اور کس کے پاس) قرار دے، وہ لوگ جو گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں وہ بہت جلد اپنے مکر (اور فریب اور چالبازی) کے بدلے میں جو وہ کیا کرتے تھے بارگاہ خداوندی میں ذلیل ہوں گے اور عذاب شدید میں گرفتار ہوں گے۔

نکات:

☆ آیت کی شان نزول میں بیان ہوا ہے کہ ولید بن مغیرہ جو کہ کفار کیلئے ایک تیز دماغ کی حیثیت رکھتا تھا، وہ کہتا تھا: کیونکہ میری عمر اور دولت محمد (ص) سے زیادہ ہے اس لیے میرے پر بھی وحی ہونی چاہیے۔ ایسی ہی باتیں ابوجہل سے بھی نقل ہوئی ہیں۔

☆ غزوہ بدر میں مارے جانے والے بعض کافر سرداروں کے بارے میں اللہ کا وعدہ پورا ہوا اور وہ ذلیل وخوار ہو گئے۔

پیغام:

۱۔ سردار لوگ اپنی طاقت کے نشے میں ڈوبے ہونے اور خود کو بڑا تصور کرنے کی وجہ سے تکبر کرتے ہوئے اسلام کی دعوت کو قبول نہیں کرتے۔ ''قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ''

۲۔ کسی شخص میں موجود اہلیت وصلاحیت اور بزرگی کا علم پروردگار عالم کے پاس ہے اور یہی علم خدا تعالیٰ کی طرف سے انتخاب کیے جانے کا معیار ہے۔ ''اَللّٰهُ اَعْلَمُ''

۳۔ حق کے مقابلے میں تکبر اختیار کرنا، ذلت وخواری کا باعث ہے۔ ''لَنْ نُّؤْمِنَ ۔۔۔ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ''

آیت نمبر ۱۲۵

فَمَنۡ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنۡ يَّهۡدِيَهٗ يَشۡرَحۡ صَدۡرَهٗ لِلۡاِسۡلَامِ‌ ۚ وَمَنۡ يُّرِدۡ اَنۡ يُّضِلَّهٗ يَجۡعَلۡ صَدۡرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِى السَّمَآءِ‌ ؕ كَذٰلِكَ يَجۡعَلُ اللّٰهُ الرِّجۡسَ عَلَى الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۱۲۵﴾

ترجمۃ الآیات

جس شخص کیلئے خدا چاہتا ہے کہ اسے ہدایت کرے اس کے سینہ کو (اسلام قبول کرنے کیلئے) کشادہ کر دیتا ہے اور جس شخص کو (اس کے بُرے اعمال کی وجہ سے) گمراہ کرنا چاہے اس کے سینہ کو (ایمان قبول کرنے کیلئے) اس طرح تنگ کر دیتا ہے گویا وہ آسمان پر چڑھ رہا ہے، اسی طرح خدا (کفر کی) پلیدی ایسے افراد کے لیے قرار دیتا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔

نکات:

☆ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شرح صدر کی علامتیں چند چیزیں ہیں: ''الانابۃ الی دار الخلود و التجافی عن دار الغرور و الاستعداد للموت قبل نزول الفوت'' پہلی علامت: آخرت کے بارے میں فکر مندی، دوسری علامت: دھوکہ دینے والی دنیا سے دوری اور تیسری علامت: فرصت کو کھو دینے سے پہلے اپنی موت کیلئے تیاری کرنا۔ (تفسیر المیزان)

امام علی زین العابدین علیہ السلام ماہ رمضان کی ۲۷ ویں شب میں دعا کرتے ہوئے اسی مطلب کو بیان فرماتے ہیں۔ (مفاتیح الجنان)

☆ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہدایت وضلالت سے مراد یہ ہے کہ اہل افراد کیلئے ہدایت کے اسباب مہیا ہو جاتے ہیں اور نااہل افراد کیلئے ہدایت کے اسباب ختم ہو جاتے ہیں۔

☆ ''صدر'' سے مراد روح اور دل ہے۔ شرح صدر سے مراد عقل اور فکر کی سمتوں میں اضافہ، اور حق و ہدایت کو قبول کرنے کیلئے روح کی بلند پروازی ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ انسان اپنی ہوا و ہوس کو دل سے نکال دے۔ جس کا سینہ کشادہ نہ ہو وہ ہمیشہ اپنے ہی خول میں بند رہتا ہے اور کبھی باہر نہیں آتا یہاں تک کہ وہیں مر جاتا ہے۔ شرح صدر کا نتیجہ نرم دل ہونا، حق پذیر

ہونا اور صاحب نورانیت وبصیرت ہونا ہے۔

☆ یہ آیت قرآن مجید کے علمی معجزات میں سے ایک ہے۔اس آیت میں آسمان کی طرف جانے والے کیلئے پیش آنے والی مشکلات کا ذکر کیا جارہا ہے۔جوشخص حق کو قبول نہ کرے،اس کی روح تنگ ہوجائے گی اوراس کی ظرفیت کم ہوجائے گی،بالکل اس شخص کی طرح جوآسمان کی طرف جانا چاہے تو وہاں آکسیجن نہ ہونے کی بنا پراس کا سینہ بھاری ہونے لگے گا اور سانس گھٹنے لگے گا۔

☆ امام علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام نے فرمایا: شرح صدر کی علامت یہ ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے سامنے تسلیم ہوجائے، وعدہ الٰہی سے پُرجوش ہواوراس پراطمینان رکھتا ہو،جبکہ سینے کی تنگی کی علامت یہ ہے کہ وہ شک وتردید میں مبتلا ہواور دل میں اضطراب کی کیفیت رکھتا ہو۔(تفسیر کنزالدقائق)

☆ یہ سنت الٰہی میں سے ہے کہ وہ پاک دل اور حق کو قبول کرنے والے افراد کیلئے شرح صدر فرمادے اور ضدی وہٹ دھرم اور ایمان سے فراری لوگوں سے توفیقات کوسلب کرلے اورانہیں پلیدیوں میں گرفتار کردے۔

☆ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تبلیغ پر مامور کیا گیا تو انہوں نے خدا تعالیٰ سے اپنی پہلی درخواست میں عرض کیا:''رَبِّ اشۡرَحۡ لِیۡ صَدۡرِیۡ ﴿۲۵﴾ ''(طٰہٰ۔۲۵)لیکن پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدا تعالیٰ نے بغیر دعا کے شرح صدر عطا فرمادیا: ''اَلَمۡ نَشۡرَحۡ لَکَ صَدۡرَکَ ۙ﴿۱﴾ ''(انشراح۔۱)

پیغام:

۱۔حق کو قبول کرنے کیلئے ظرفیت اوراندرونی آمادگی کی ضرورت ہوتی ہے۔''یَشۡرَحۡ صَدۡرَہٗ لِلۡاِسۡلَامِ ۚ''

۲۔شرح صدر کا ہونا،خدا کی عنایت ہے۔''یَشۡرَحۡ صَدۡرَہٗ لِلۡاِسۡلَامِ ۚ''

۳۔فطرت اور عقل کے دائرے سے نکل جانا باعث بنتا ہے کہ انسان کا سینہ تنگ ہوجائے،اس کی روح اضطراب کا شکار ہوجائے اور اس کی سانس گھٹنے لگے۔''یَصَّعَّدُ فِی السَّمَآءِ ؕ''

۴۔منحرف لوگ چاہے خود کو آرام اور آسائش میں رکھنے کی کوشش کریں لیکن حقیقت میں وہ سینے کی تنگی اور دباؤ کا شکار ہوتے ہیں۔''ضَیِّقًا حَرَجًا''

۵۔کم ہمتی اور کم ظرفی،ایک طرح سے روحی رجس اور ناپاکی ہے۔''یَجۡعَلۡ صَدۡرَہٗ ضَیِّقًا حَرَجًا ۔۔۔ الرِّجۡسَ''

۶۔جوکوئی حق کو قبول نہ کرے،اس پرایمان نہ لائے،ایسا شخص رفتہ رفتہ آلودہ ہوجاتا ہے۔''کَذٰلِکَ یَجۡعَلُ اللّٰہُ الرِّجۡسَ عَلَی الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۱۲۵﴾''

آیت نمبر ۱۲۶

وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيْمًا ۭ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۲۶﴾

ترجمۃ الآیات

اور یہ صراط مستقیم (اور ہمیشہ کی سنت) تیرے پروردگار کی ہے۔ہم ایسے افراد کے لیے جو پند ونصیحت حاصل کرتے ہیں اپنی آیات کھول کر بیان کردیتے ہیں۔

نکات:

☆ ''هٰذَا'' کے لفظ سے ہوسکتا ہے مراد ''اسلام'' ہو۔جس کی طرف گذشتہ آیت میں اشارہ کیا گیا ہے۔

پیغام:

۱۔ خدا کے راستے کے علاوہ دوسرے تمام راستے گمراہی کے راستے ہیں جو کہ ناتمام ہیں۔ ''وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيْمًا ۭ''

۲۔ تذکر کیلئے تفصیل کا بیان کرنا، بات میں تنوع لے کر آنا اور تکرار کرنا ضروری ہے۔'' فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۲۶﴾''

۳۔ پروردگار عالم نے حجت کو سب پر تمام کردیا ہے، اگر کوئی توجہ کرنے والا ہو تو حق کی آیات اور علائم، مختلف اور روشن بیان کے ساتھ پہنچادی گئی ہیں۔''لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۲۶﴾''

۴۔ اگر کوئی غور وفکر کرنے والا ہو تو خدا تعالیٰ کی طرف سے دیے جانے والا تذکر اور بار بار یاددہانی، صراط مستقم تک پہنچنے کا بہترین ذریعہ ہے۔''وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ۔ ۔ ۔فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۲۶﴾''

آیت نمبر ۱۲۷

لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۷﴾

ترجمۃ الآیات

ان کے لیے ان کے پروردگار کے پاس امن وامان کا گھر ہوگا اور وہ ان کا ولی، دوست اور مددگار رہے ان (نیک) اعمال کی وجہ سے جو وہ انجام دیتے ہیں۔

پیغام:

ا۔ جنت میں کسی طرح کی سخت گیری، رقابت، حسرت، تہمت، حسد، کینہ، جھوٹ، غم واندوہ اور کسی بھی طرح کی موت، بیماری اور فقر داخل نہیں ہوسکتا۔ ''دَارُ السَّلٰمِ''

۲۔ امن وسلامتی سے زیادہ بڑھی نعمت، پروردگار عالم کے خاص لطف وکرم کے سایہ میں رہنا ہے۔ ''دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ''

۳۔ راہ مستقیم پر چلنے والوں کے امور کو خود خدا تعالیٰ اپنے ذمہ لیتا ہے۔ ''وَهُوَ وَلِيُّهُمْ''

۴۔ ولایت الٰہی تک پہنچنے کیلئے صرف ایک ہی راستہ، انسان کا عمل اور اس کی کوشش ہے۔ ''وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴿۱۲۷﴾''

آیت نمبر ۱۲۸

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ۚ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ ۚ وَقَالَ اَوْلِيٰٓؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَّبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِيْٓ اَجَّلْتَ لَنَا ۭ قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اِلَّا مَا شَاۗءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ﴿۱۲۸﴾

ترجمۃ الآیات

اور اس دن (کو یاد کرو) کہ جس میں ان سب کو جمع اور محشور کرے گا تو ان سے کہے گا کہ اے گروہ شیاطین وجن تم نے بہت سے انسانوں کو گمراہ کیا ہے، تو انسانوں میں سے ان کے

دوست اور پیروکار کہیں گے: اے ہمارے پروردگار! ہم دونوں انسان اور شیاطین میں سے ہر ایک نے دوسرے سے فائدہ اٹھایا ہے اور جو انجام تو نے ہمارے لیے مقرر کر دیا تھا ہم اس تک پہنچ گئے (خدا) کہے گا تمہارے رہنے کی جگہ آگ ہے۔ تم ہمیشہ کیلئے اسی میں رہو گے مگر جو کچھ خدا چاہے (کہ تم میں سے ایک گروہ کو بخش دے) تیرا پروردگار حکیم و دانا ہے۔

نکات:

☆ گذشتہ آیات میں شیاطین کے کام اور اس کے وسوسوں کے بارے میں ذکر تھا، یہاں شیاطین کے وسوسوں کو قبول کرنے کا نتیجہ جہنم بیان ہوا ہے۔ ضمناً قرآن مجید کے بقول شیطان جن میں سے اور وہ جن جو لوگوں کو گمراہ کرے وہ شیطان ہے۔

پیغام:

۱۔ اپنے افعال و کردار کی عاقبت پر نگاہ ہونی چاہیے۔ ''وَيَوْمَ'' (جہاں کہیں ''يَوْمَ'' کے لفظ کے ساتھ آیت شروع ہو، اس سے مراد ایسے ہی دن کی یاد آوری ہے۔)

۲۔ جن بھی مکلف اور مختار ہوتے ہیں، اسی لیے انہیں خطاب کیا گیا ہے، ان کی مذمت کی گئی ہے، سزا دی جائے گی اور جزا کے مستحق قرار پائیں گے۔ ''يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ''

۳۔ کم لوگوں کو گمراہ کرنے پر شیطان راضی نہیں ہوتا۔ شیطان نے بہت سے انسانوں کو گمراہ کیا ہے۔ ''قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ'' ایک دوسری آیت میں فرمایا: ''وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا ؕ اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ ۝۶۲ '' (یٰس۔ ۶۲)

۴۔ گمراہ کرنے والے جن کے پاس قیامت کے روز کوئی جواب نہ ہوگا، صرف اس کی پیروی کرنے والے انسان پکار رہے ہوں گے۔ ''يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ ۚ وَقَالَ اَوْلِيٰٓؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ''

۵۔ انسان اور جن ایک دوسرے سے استفادہ کرتے ہیں۔ ''اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ''

۶۔ قیامت میں، انسان اور جن سب محشور ہونگے۔ ''جَمِيْعًا''

۷۔ شیطانی وسوسوں کی پیروی کے ذریعے آہستہ آہستہ انسان شیطان کی سرپرستی کو قبول کرنے پر تیار ہو جاتا ہے۔ ''اَوْلِيٰٓؤُهُمْ''

۸۔ تمام خلاف کاروں کیلئے ایک جیسا کیفر نہیں ہے اور آگ میں باقی رہنا، خداوند کے ارادے سے متعلق ہے۔ ''اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ''

۹۔ خدائی عدالت کے احکام، علم و حکمت پر مبنی ہیں۔ ''حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ۝۱۲۸''

آیت نمبر ۱۲۹

وَ كَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًۢا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۝۱۲۹

ترجمۃ الآیات

اور اس طرح سے ہم بعض ظالموں کو بعض (دوسرے ظالموں) کے سپرد کر دیتے ہیں (تاکہ یہ ان کی سزا قرار پائے) یہ ان اعمال کی وجہ سے ہے جو وہ انجام دیتے ہیں۔

نکات:

☆ ۱۲۷ ویں آیت میں ہم نے پڑھا کہ جو لوگ صراط مستقیم پر چلتے ہیں، ان کا سرپرست صرف خدا تعالیٰ ہے۔ اس آیت میں ہم پڑھتے ہیں کہ لوگوں کے اپنے اعمال کی وجہ سے ان میں سے بعض کا سرپرست ظلم ہوتا ہے۔

☆ روایات کے مطابق، امر بالمعروف و نہی عن المنکر ترک کرنے والوں خمس و زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں اور ظالموں کا ساتھ دینے والوں کی سزا یہ ہے کہ ان پر ستمگر کو مسلط کر دیا جاتا ہے۔ (تفسیر اطیب البیان)

حدیث میں ہے کہ پروردگار عالم جب کسی قوم سے راضی ہو تو ان کے امور کو نیک لوگوں کے سپرد فرما دیتا ہے۔ اگر پروردگار عالم کسی قوم سے ناراض ہو تو ان کے امور کو برے افراد کے سپرد فرما دیتا ہے۔ (تفسیر کشف الاسرار)

پیغام:

۱۔ جس طرح بعض جن شیاطین، انسانوں پر قابض ہو جاتے ہیں، اسی طرح بعض ظالم بعض دوسروں پر مسلط ہو جاتے ہیں۔ ''كَذٰلِكَ''

۲۔ لوگوں میں حرام کی عادات عام ہو جانے سے، باطل کی حکومت اور ظالمین کے تسلط کی راہ ہموار ہوتی ہے۔ ''اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ ۔ ۔ ۔ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًا''

۳۔ صرف حاکم ہی ظالم نہیں ہوتے بلکہ ایسے محکوم افراد جو ڈرتے ہیں، خاموش رہتے ہیں اور اپنی ہی زندگی میں مست ہوتے ہیں، وہ بھی ظالم ہیں۔ ''بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًا''

۴۔ ستمگروں کے تسلط کی وجہ عوام کا اپنا کردار ہے۔ ''نُوَلِّيْ ۔ ۔ ۔ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۝۱۲۹''

آیت نمبر ۱۳۰

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰۤى اَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ۝۱۳۰

ترجمۃ الآیات

(قیامت کے دن ان سے کہا جائے گا) اے گروہ جن وانس! کیا تم ہی میں سے (ہمارے بھیجے ہوئے) رسول تمہارے پاس نہیں آئے تھے جو ہماری آیات تمہارے سامنے بیان کرتے تھے اور اس قسم کے دن کی ملاقات سے تمہیں ڈراتے تھے؟ وہ کہیں گے کہ ہم خود اپنے خلاف گواہی دیتے ہیں (ہاں ہم نے برا کیا) اور انہیں دنیا کی (زرق وبرق) زندگی نے فریب دیا اور وہ خود اپنے خلاف گواہی دیتے ہیں کہ وہ کافر تھے۔

نکات:

☆ قرآن مجید کی آیات سے استفادہ ہوتا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، جنوں کیلئے بھی رسول ہیں اور وہ بھی قرآن مجید کو سمجھتے ہیں، ان میں سے بعض ایمان بھی لائے ہیں۔ (سورہ جن کی ابتدائی آیات اور سورہ احقاف کی ۲۸ ویں آیت)

بعض مفسرین (آلوسی، قرطبی، طبرسی اور سید قطب) کے مطابق جنوں کے رسول، وحی کو انسانوں کے انبیا کے ذریعے سے دریافت کرتے ہیں اور اپنے ہم مذہب افراد تک پہنچاتے ہیں۔ کیونکہ ''رسول'' کا لفظ غیر انسان کیلئے بھی استعمال ہوتا ہے۔'' اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا ''(حج۔۷۵)

☆ اس آیت میں کافروں کی طرف سے دو اقرار ذکر ہوئے ہیں: ایک نبی کے آنے کی گواہی اور دوسرا اپنے کفر پر اعتراف۔

☆ قیامت کے مختلف مقامات ہیں۔ کچھ مقام ایسے ہیں جہاں کافر پہلے اپنے کفر کا اقرار کریں گے، جیسے اسی سورت کی

۲۳ ویں آیت ہے: ''وَاللّٰہِ رَبِّنَا مَا کُنَّا مُشْرِکِیْنَ﴿۲۳﴾'' جب انہیں یقین ہو جائے گا کہ قیامت ایسی جگہ ہے جہاں انکار کرنا ممکن نہیں ہے تو اپنے گناہوں کا اعتراف کرلیں گے۔

پیغام:

۱۔جن وانس دونوں مکلف ہیں کہ انبیا کی دعوت کو قبول کریں۔ دونوں قسم کی مخلوق میں سے انبیا آئے ہیں۔ ''الْجِنِّ وَالْاِنْسِ''

۲۔انذار کرنا، انبیا کے فرائض میں سے ہے نیز تربیت کیلئے ایک اہم ذریعہ ہے۔ ''وَیُنْذِرُوْنَکُمْ''

۳۔معاد پر ایمان کا ہونا، معاشرے اور فرد کی اصلاح کیلئے الٰہی احکام کے نفاذ کی ضمانت ہے۔ ''یُنْذِرُوْنَکُمْ لِقَآءَ یَوْمِکُمْ ھٰذَا ؕ''

۴۔قیامت کو جھٹلایا نہیں جاسکتا، قیامت انکار کرنے کی جگہ نہ ہوگی لہٰذا انسان خود اپنے خلاف اقرار کرلے گا۔ ''شَهِدْنَا عَلٰٓى اَنْفُسِنَا''

۵۔دنیا کی خواہش، دنیا کی محبت باعث بنتی ہے کہ انسان انبیا کی دعوت سے لاپروا ہو جائے اور توجہ نہ کرے۔'' غَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ۔ ۔ ۔'' (دنیا کا فریفتہ ہونا، آخرت کو بھلا دیتا ہے۔)

۶۔دنیا سے شدید محبت، انسان کو کفر تک لے جاتی ہے۔'' غَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ۔۔۔اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ﴿۱۳۰﴾''

آیت نمبر ۱۳۱

ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ﴿۱۳۱﴾

ترجمۃ الآیات

یہ (اتمام حجت اور خبردار کرنا) اس بنا پر ہے کہ تیرا پروردگار کبھی بھی شہر اور آبادیوں (کے لوگوں) کو ان کے ظلم وستم کی وجہ سے (حق سے) غفلت کی وجہ سے، بے خبری کی حالت میں ہلاک نہیں کرتا (بلکہ خدا تعالیٰ پہلے انہیں غفلت اور جہالت سے باہر نکالتا ہے پھر اپنے کچھ رسولوں کے ذریعے انہیں باخبر کرتا ہے، پھر بھی اگر وہ قبول نہ کریں تو انہیں ہلاک کر دیتا ہے۔)

نکات:

☆ سنت الٰہی ہے کہ خدا تعالیٰ انبیا کے ذریعے اور مختلف طریقوں سے لوگوں کو حق کا راستہ دکھلاتا ہے اور حقائق کو بیان فرماتا ہے، اور یوں اتمام حجت کرتا ہے۔ اس کے بعد اگر لوگ لاپروائی کریں، توجہ نہ کریں تو انہیں اس کا انجام دیا جاتا ہے۔ یہ قانون اور ایک عام سنت الٰہی، قرآن مجید کی مختلف آیات میں ذکر ہوئی ہے، منجملہ: ''وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ۝۲۰۸'' ہم نے کسی جگہ کو تباہ نہیں کیا (اہل قریہ کو ہلاک نہیں کیا) مگر یہ کہ ان کے درمیان آگاہ کرنے والے اور ڈرانے والے موجود تھے۔ (شعراء-۲۰۸)؛ ''وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا۝۱۵'' ہم جب تک پیغمبر نہ بھیجیں، عذاب نہیں کرتے۔ (اسراء-۱۵)

پیغام:

۱۔ گنہکاروں کو ان کے اعمال پر سزا دینا، پروردگار عالم کی ربوبیت کے ازلی طریقہ وقانون میں سے ہے۔ ''رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ''

۲۔ پہلے بیان کرنے اور خبردار کیے بغیر عذاب، ظلم وقبیح ہے۔ ''مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ۝۱۳۱''

آیت نمبر ۱۳۲

وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ۝۱۳۲

ترجمۃ الآیات

اور (ان دونوں گروہوں میں سے) ہر ایک کے درجات (اور مراتب) ہیں ہر اس عمل کے بدلے میں جو انہوں نے انجام دیا ہے۔ اور تیرا پروردگار ان اعمال کی وجہ سے جو انہوں نے انجام دیئے غافل نہیں ہے۔

نکات:

☆ آیت میں ''دَرَجٰتٌ'' سے مراد صرف نیک اور ہدایت کے درجات نہیں ہیں بلکہ درکات سقوط یعنی گنہکاروں کی سزا کے مراحل بھی شامل ہیں۔

پیغام:

۱۔ خدا تعالیٰ عادل ہے لہٰذا ہر کسی کے عمل کے مطابق اُسے درجات عطا فرماتا ہے، نیک افراد کیلئے نیک درجات میں اضافہ ہوتا ہے اور گنہکاروں کیلئے ان کے سقوط کرنے کے مراحل میں اضافہ ہوتا ہے۔ ''دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ؕ''

۲۔ انسان کی سعادت اور شقاوت کا انحصار اس کے اپنے اعمال پر ہے۔ ''مِّمَّا عَمِلُوْا''

۳۔ انسان کو متوجہ رہنا چاہیے کیونکہ ہر لحظہ انسان، پروردگار عالم کے زیر نظر ہے۔ ''وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ۝۱۳۲''

آیت نمبر ۱۳۳۔ ۱۳۴

وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ؕ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِنْۢ بَعْدِكُمْ مَّا يَشَآءُ كَمَآ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ۝۱۳۳ اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ ۙ وَّمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝۱۳۴

ترجمۃ الآیات

اور تیرا پروردگار بے نیاز اور مہربان ہے اگر وہ چاہے تو تم سب کو لے جائے اور تمہارے بعد تمہاری بجائے جو کچھ چاہے (اور جسے چاہے) تمہارا جانشین بنا دے جیسا کہ تمہیں دوسری قوموں کی نسل سے وجود میں لایا ہے۔

بے شک جو کچھ تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے وہ آ کر رہے گا اور تم (خدا کو) عاجز و ناتواں نہیں کر سکتے (کہ اس کی عدالت سزا سے بچ کر بھاگ جاؤ)

پیغام:

۱۔ صرف خدا تعالیٰ ہی مطلقاً بے نیاز ہے لہٰذا خود کو کبھی بھی بے نیاز تصور نہیں کرنا چاہیے۔ ''رَبُّكَ الْغَنِيُّ'' ایک دوسری جگہ فرمایا: ''يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝۱۵'' اے لوگو! تم اللہ کے محتاج ہو اور صرف اللہ ہی ہے بے نیاز اور تعریف کیے جانے والا۔ (فاطر۔ ۱۵)

۲۔ گنہگاروں کو اس دنیا میں بھی ڈرنا چاہیے کیونکہ خدا تعالیٰ کی قدرت کے ساتھ ان کا محو ہو جانا بہت آسان ہے۔ ''یُذْهِبْكُمْ''

۳۔ ظلم کی جڑ (کہ جن کا ذکر دو آیات پہلے کیا گیا ہے۔) یا ضرورت ہوتی ہے یا سنگدلی ہوتی ہے، ان دونوں میں سے کوئی بھی ذات خدا کے اندر موجود نہیں ہے۔ ''الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ط''

۴۔ بشری اجتماعی حالت کا باقی رہنا صرف مشیئت الٰہی سے متعلق ہے۔ ''اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ''

۵۔ انسانوں کا ہونا یا نہ ہونا، خدا تعالیٰ کو کوئی نفع یا نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ ''الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ط اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ''

۶۔ ہماری عبادتوں کی پروردگار عالم کو کوئی ضرورت نہیں ہے بلکہ عبادات کے احکام خود ہمارے ہی فائدے میں ہیں، جو ہماری رشد و ہدایت کا باعث ہیں۔ ''الْغَنِيُّ''

۷۔ پروردگار عالم کی رحمت بہت وسیع ہے لیکن کبھی انسان ایسے کام کرتا ہے کہ اس کے نتیجہ میں پروردگار عالم سب کو نابود کر دیتا ہے۔ ''ذُو الرَّحْمَةِ ط اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ''

۸۔ خدا تعالیٰ کے سب وعدے حتمی ہیں، ان کوئی مذاق نہیں ہے۔ ''اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ لا''

۹۔ قیامت میں قدرت الٰہی کے ساتھ مجرمین مقابلہ نہ کر سکیں گے۔ ''وَّمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۱۳۴﴾''

آیت نمبر ۱۳۵

قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ لا مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ط اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾

ترجمۃ الآیات

(اے رسولؐ) کہہ دو! اے قوم جو کام (تم سے ہوسکتا ہے اور) تمہاری قدرت میں ہے کر گذرو، میں (بھی اپنے فریضہ پر) عمل کرونگا۔ لیکن بہت جلد تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ کونسا شخص نیک انجام رکھتا ہے (اور کامیابی کس کیلئے ہے لیکن) یہ بات مسلم ہے کہ ظالم فلاح و نجات حاصل نہیں کریں گے۔

پیغام:

۱۔ کیونکہ پیغمبر اکرمؐ اپنی راہ پر یقین رکھتے ہیں، اس لیے وہ مامور ہیں کہ اپنے رویے میں ثابت قدمی اور مضبوطی کو دوسروں کیلئے ظاہر کریں۔ ''قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّیْ عَامِلٌ ۔۔۔''

۲۔لوگوں کا انکار کرنا اور احکام کو نہ ماننا، انبیا کے فرائض کو تبدیل نہیں کرتا۔ ''اِنِّیْ عَامِلٌ''

۳۔لوگوں کی تقدیر، ان کے اپنے اعمال پر منحصر ہے۔ ''اعْمَلُوْا ۔۔۔ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ''

۴۔کامیابی کا معیار، اچھی نیک عاقبت اور نیک کام کا سرانجام ہے۔ ظاہر نمائی، ظاہری جلوے اور جلد ختم ہو جانے والی کوششیں معیار نہیں قرار پا سکتیں۔ ''عَاقِبَةُ الدَّارِ''

۵۔ظالم کبھی کامیاب نہ ہوگا۔ ''اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ﴿۱۳۵﴾''

۶۔راہ خدا و انبیا کے انکار کرنا ظلم ہے۔ ''الظّٰلِمُوْنَ﴿۱۳۵﴾''

آیت نمبر ۱۳۶

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا ۚ فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ﴿۱۳۶﴾

ترجمۃ الآیات

اور (مشرکین نے) ان چیزوں میں سے جو خدا نے پیدا کی ہیں (یعنی) زراعت اور چوپایوں میں سے کچھ حصہ خدا کیلئے (بھی) قرار دیا ہے اور انہوں نے یہ کہا کہ (انکے گمان کے مطابق) یہ خدا کا مال ہے اور یہ ہمارے شرکا (یعنی بتوں) کا مال ہے جو ان کے شریک بت خدا کا مال تھا وہ تو خدا تک نہیں پہنچتا تھا، لیکن جو خدا کا مال تھا وہ انکے شرکا تک پہنچ جاتا تھا (یعنی اگر بتوں کا حصہ کم ہو جاتا تھا تو خدا کا مال انہیں دے دیتے تھے لیکن اسکے برعکس کو جائز

نہیں سمجھتے تھے) وہ کیسا برا فیصلہ کرتے ہیں!

نکات:

☆ جو لوگ انبیا کی تربیت کے دائرے سے باہر نکل جاتے ہیں اور خیالات کی دنیا میں کھو جاتے ہیں، ان کی باتیں اور فیصلے بھی خیالی اور غیر منطقی ہوتے ہیں۔ خود کو ہر چیز کا مالک قرار دے لیتے ہیں اور پھر تقسیم بندی کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ بیٹوں کو اپنا حصہ اور بیٹیوں کو خدا کا حصہ جانتے ہیں۔ ''اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى ﴿۲۱﴾'' کیا تمہارے لیے لڑکے ہیں اور اس کیلئے لڑکیاں؟ (نجم۔۲۱) پھر ایک مرتبہ زراعت اور جانوروں کو خدا تعالیٰ اور بتوں کے درمیان تقسیم کرتے ہیں۔ مشرکین خیال کرتے تھے کہ بتوں کا حصہ تبدیل نہیں کیا جاسکتا لہٰذا اُسے بت خانوں اور وہاں کے خادمین کے لیے استعمال کرتے تھے۔ خدا کے حصے کو اس بہانے کے ساتھ کہ آسمانوں کا خدا بے نیاز ہے، تمام آمدن کو بت خانوں کیلئے خرچ کر لیا کرتے تھے۔ بچوں، فقیروں اور مہمانوں کیلئے استعمال نہیں کرتے تھے۔

پیغام:

۱۔ اگرچہ زراعت اور جانوروں کی نگہداری میں انسان کا کردار ہے لیکن اصل زارع اور خالق خدا تعالیٰ ہے۔ ''مِمَّا ذَرَاَ'' ایک اور آیت میں فرمایا: ''ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ﴿۶۴﴾'' کیا تم نے بیجوں کو اُگایا ہے یا ہم ہیں زراعت کرنے والے؟ (واقعہ۔۶۴)

۲۔ مشرکین اس کے باوجود کہ بتوں کو خدا کا شریک ٹھہراتے تھے لیکن پروردگار عالم کیلئے بھی ایک خاص مقام کے قائل تھے، خاص احترام بجالاتے تھے۔ وہ قائل تھے کہ خدا تعالیٰ بے نیاز ہے لہٰذا جتنا بھی نقصان ہوتا وہ خدا کے حصے سے کم کر لیا کرتے تھے اور کہتے اُسے کیا ضرورت ہے؟ ''مَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ ؕ''

۳۔ انبیا کی رسالت، خرافات کے ساتھ مقابلہ کرنا ہے۔ ''سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾''

آیت نمبر ۱۳۷

وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳۷﴾

ترجمۃ الآیات

اور اسی طرح ان کے شرکا (یعنی بتوں اور بتوں کے خادمین جو کہ ان کے اموال میں حصہ دار شمار کیے جاتے تھے انہوں) نے ان کی اولاد کے قتل کو (بتوں پر قربانی کے عنوان سے) انکی نظروں میں پسندیدہ کر رکھا تھا اور اس کام کا انجام یہ ہوا کہ بتوں نے انہیں ہلاکت میں ڈال دیا اور انکے دین کو دگرگوں کر دیا اور اگر خدا (جبراً) چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے (لیکن جبر کا کوئی فائدہ نہیں ہے) اس بنا پر انہیں اور ان کی تہمتوں اور جھوٹ کے ساتھ چھوڑ دو (اور انکے اعمال کی پرواہ نہ کرو۔)

نکات:

☆ جس طرح زراعت اور دامداری کے بارے میں خدا اور اس کے شریکوں کے درمیان تقسیم، مشرکین کی نظروں میں مقدس تھی، اسی طرح شیطانی وسوسوں نے ان کے دلوں میں بتوں سے محبت ڈال دی تھی اور بتوں کے قدموں پر اپنی اولاد کی قربانی کو مقدس کر دیا تھا۔

☆ ''یُرْدُوْھُمْ'' کا لفظ ''ارداء'' سے ہے، جس کے معنی ہلاک کرنے کے ہیں۔

☆ مشرکین کہتے تھے: لڑکی کا ہونا، ننگ و عار ہے اس لیے اُسے زندہ دفن ہو جانا چاہیے۔ ''اَمْ یَدُسُّهٗ فِی التُّرَابِ ط'' (نحل۔۵۹) یا وہ کہتے کہ ہمارے پاس اس کے لیے خرچ واخراجات نہیں ہیں۔ ''خَشْیَةَ اِمْلَاقٍ'' (اسراء۔۳۱) یا انہیں بتوں سے قریب ہونے کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ یہ سب کچھ ایک طرح سے ان کی نگاہوں میں جلوہ کر رہی تھیں۔

پیغام:

۱۔ غلط اور خرافات پر مبنی تصورات، انسان کو یہانتک لے جاتے ہیں کہ وہ اپنی اولاد کو پتھر اور لکڑی کے بنے ہوئے بتوں کیلئے قربان کر دیتا ہے!! اور پھر اس بات پر فخر کرتا ہے۔ ''زَیَّنَ لِكَثِیْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ''

۲۔ مجرمین، حتی اپنی اولاد کو قتل کرنے کے بارے میں بھی کوئی جائز وجہ گھڑ لیا کرتے تھے تا کہ اپنے ضمیر کو مطمئن رکھ سکیں۔ ''زَیَّنَ''

۳۔ تنقید کرنے میں بھی انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔ ''لِكَثِیْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ'' مشرکین میں سے اکثر ایسے ہیں لیکن سب اس طرح کے نہیں ہیں۔

۴۔ گناہوں کی توجیہ کرنا اور گناہوں کو خوبصورت بنانا، ہلاکت اور سقوط کا باعث ہے۔ ''زَیَّنَ۔ ۔ ۔ لِیُرْدُوْھُمْ''

۵۔خرافات کی طرف رجحان سبب بنتا ہے کہ دین میں شبہات پیدا ہوں، جس سے دین کی بنیادیں کمزور پڑتی ہیں۔''وَلِيَلْبِسُوْا''

٦۔پیغمبر کی ذمہ داری پیغام پہنچا دینا ہے، زبردستی کرنا نہیں ہے۔اگر لوگ اطاعت نہ کریں، بات نہ سنیں تو وہ انہیں چھوڑ کر آمادہ تر دل کی تلاش میں آگے بڑھ جاتے ہیں۔''فَذَرْهُمْ''

۷۔منحرف، گمراہ لوگوں کے افکار اور رویوں کی وجہ سے حق پرست افراد ست نہ ہو جائیں۔''فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳۷﴾''

۸۔خدا تعالیٰ کیلئے کسی شریک کا قائل ہونا، خدا پر جھوٹ باندھنے کے مترادف ہے۔''فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳۷﴾''

آیت نمبر ۱۳۸

وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ ۖ لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً عَلَيْهِ ؕ سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳۸﴾

ترجمۃ الآیات

اور ان (مشرکین) نے (اپنے وہم وگمان کی بنا پر) کہا کہ چوپایوں اور زراعت کا یہ حصہ ممنوع ہے اور سوائے (بتوں کے خادمین میں سے) ان لوگوں کے جنہیں ہم چاہیں، انکے گمان کے مطابق (وہ یہ کہتے تھے کہ یہ) ایسے چوپائے ہیں جن پر سوار ہونا حرام قرار دے دیا گیا ہے اور وہ چوپائے کہ جن پر (ذبح کے وقت) خدا کا نام نہیں لیتے تھے اور (ان احکام کو) خدا پر جھوٹ بولتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ یہ احکام خدا کی طرف سے ہیں۔عنقریب خداوند انکے جھوٹ کی سزا انہیں دے گا۔

نکات:

☆''حِجْرٌ'' کے معنی منع کرنا ہے، ''تحجیر'' کے معنی ایسا علاقہ ہے جہاں پتھر لگا کر نشان لگا دیا گیا ہو اور اس میں جانا اور اس جگہ کو استعمال میں لانا ممنوع ہو۔''حجر اسماعیل'' بھی وہ جگہ ہے جسے پتھروں کی دیوار کے ساتھ الگ کیا گیا ہے۔

عقل کو بھی ''حجر'' کہتے ہیں کیونکہ وہ انسان کو برائیوں سے روکتی ہے۔ ''ھَلۡ فِیۡ ذٰلِکَ قَسَمٌ لِّذِیۡ حِجۡرٍ'' (فجر۔۵)

☆ دو آیات پہلے، زراعت اور جانوروں کے بارے میں خدا اور بتوں کے درمیان تقسیم پر مشرکین کے خرافات پر مبنی عقائد بیان ہوئے ہیں۔ اسی سلسلے میں اس آیت میں بتوں کے حصے کو مصرف کرنے کے بیہودہ احکام بتائے جا رہے ہیں کہ بتوں اور بت خانوں کے خادمین کے علاوہ کسی کو یہ حصہ استعمال کرنے کا حق حاصل نہیں۔

☆ اس آیت کے مطابق مشرکین میں چار طرح کے انحرافات پائے جاتے تھے:

۱۔ بعض جانوروں کے استعمال کو ممنوع قرار دینا۔

۲۔ زراعت سے حاصل ہونے والی بعض فصلوں کو بھی ممنوع تصور کرنا۔

۳۔ بعض جانوروں پر سواری نہ کرنے کا عقیدہ اپنا رکھا تھا۔

۴۔ جانوروں کو ذبح کرتے وقت خدا کا نام نہ لینا۔

☆ قرآن مجید، جانوروں کی تخلیق کے مقاصد بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ ان پر سواری کرنے اور ان کا گوشت استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ''جَعَلَ لَکُمُ الۡاَنۡعَامَ لِتَرۡکَبُوۡا مِنۡهَا وَمِنۡهَا تَاۡکُلُوۡنَ'' (غافر۔۷۹)

جانوروں سے استفادہ کو حرام قرار دینا، دور جاہلیت کی بدعتیں ہیں جیسے سورہ مائدہ کی آیت ۱۰۳ میں بیان کیا گیا ہے۔

☆ اسلام ایک ایسا جامع دین ہے کہ جو جانوروں کے استفادہ کے بارے پائے جانے والے انحرافات کو بھی بحث کرتا ہے اور اسے قبول نہیں کرتا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جب قرآن مجید جانوروں کے بارے میں بعض خرافات کی بنا پر ان کے بیکار ہو جانے کے خلاف آواز بلند کرتا ہے، ان خرافات کی مذمت کرتا ہے، اس صورت میں کسی انسان کے بیکار رہنے، وسائل کو ضائع کرنے، سرمایہ کو خراب کرنے یا صلاحیتوں کو پھلنے پھولنے سے روکنے کی بھی مذمت کرتا ہے۔

پیغام:

۱۔ دین کے احکام خدا سے منسوب ہونے چاہئیں، گمان، خیال، قیاس آرائیوں اور استحسان کی بنیادوں پر نہیں بنانے چاہئیں۔ ''وَقَالُوۡا هٰذِهٖۤ اَنۡعَامٌ وَّحَرۡثٌ حِجۡرٌ لَّا یَطۡعَمُهَاۤ اِلَّا مَنۡ نَّشَآءُ بِزَعۡمِهِمۡ۔ ۔ ۔ افۡتِرَآءً عَلَیۡهِ''

۲۔ انبیا کے بنیادی اور اہم فرائض میں سے خرافات کے ساتھ مقابلہ کرنا ہے۔ ''افۡتِرَآءً عَلَیۡهِ سَیَجۡزِیۡهِمۡ''

۳۔ حلال چیزوں کو حرام قرار دینا اور حرام چیزوں کو حلال کرنا، خدا تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے کے مترادف ہے۔ ''هٰذِهٖۤ اَنۡعَامٌ وَّحَرۡثٌ حِجۡرٌ۔ ۔ ۔ افۡتِرَآءً''

۴۔ بدعت ایجاد کرنے والے، اپنے وہم و گمان کے بنیاد پر بنائے ہوئے قوانین کی سزا وصول کرنے کیلئے تیار رہیں۔ ''سَیَجۡزِیۡهِمۡ''

آیت نمبر ۱۳۹

وَقَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰۤى اَزْوَاجِنَا ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَآءُ ؕ سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ ؕ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۳۹﴾

ترجمۃ الآیات

اور (مشرکین کے انحرافی عقائد میں سے یہ بھی تھا کہ) انہوں نے کہا کہ جو کچھ (نذر کیا گیا ہوا) ان حیوانات کے شکم میں (جنین اور بچہ میں سے) موجود ہے (اگر وہ زندہ پیدا ہوا تو) وہ تو ہمارے مرد حضرات کے ساتھ مخصوص ہے اور وہ ہماری بیویوں پر حرام ہے لیکن اگر وہ مردہ ہو (یعنی مردہ پیدا ہو) تو پھر سب (مرد اور عورتیں) اس میں شریک ہیں اور عنقریب (خدا) اس توصیف (اور جھوٹے احکام) کی سزا انہیں دے گا۔ وہ حکیم و دانا ہے۔

نکات:

☆ جاہلیت کے دور میں پائی جانے والی خرافات کو جاننے سے اندازہ ہوتا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انسانی معاشرے کی ہدایت کیلئے کس قدر زحمات اٹھائی ہیں۔ یہ بات انسان کے اندر قدر دانی کی روح کو زندہ کرتی ہے اور انسان کے دل میں حضورؐ کے لیے عزت و احترام بڑھ جاتا ہے۔

پیغام:

۱۔ عورت اور مرد کے درمیان بے بنیاد قسم کے فرق کا قائل ہونا، جاہلیت کے دور کا نمونہ ہے، جسے اسلام نے رد کیا ہے۔ ''خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰۤى اَزْوَاجِنَا ۚ''

۲۔ جاہلیت کے دور میں عورت اس قدر ذلیل اور حقیر تھی کہ بعض موقعوں پر اسے صحیح و سالم جانور کے گوشت میں شریک نہ کیا جاتا تھا بلکہ صرف مردہ جانوروں کے گوشت میں ان کو شامل کیا جاتا تھا۔ ''شُرَكَآءُ''

۳۔ الٰہی سزا و جزا، اس کے علم و حکمت کی بنیاد پر ہے۔ ''سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ ؕ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۳۹﴾''

آیت نمبر ۱۴۰

قَدۡ خَسِرَ الَّذِیۡنَ قَتَلُوۡۤا اَوۡلَادَهُمۡ سَفَهًۢا بِغَیۡرِ عِلۡمٍ وَّحَرَّمُوۡا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افۡتِرَآءً عَلَی اللّٰهِ ؕ قَدۡ ضَلُّوۡا وَمَا کَانُوۡا مُهۡتَدِیۡنَ ﴿۱۴۰﴾

ترجمۃ الآیات

یقینا جنہوں نے اپنی اولاد کو حماقت و نادانی کی بنا پر قتل کر دیا، انہوں نے نقصان اٹھایا ہے اور جو کچھ خدا نے انہیں رزق دے رکھا تھا اسے اپنے اوپر حرام قرار دے دیا اور خدا پر انہوں نے افترا باندھا ہے وہ گمراہ ہو گئے ہیں اور (وہ ہرگز) ہدایت نہیں پائیں گے۔

نکات:

☆ صدر اسلام کے بزرگان میں سے ابن عباس کہتے ہیں: جو کوئی چاہتا ہے کہ جاہلیت کے دور میں بسنے والی اقوام کی جہالت کا اندازہ کرے تو اسے چاہیے کہ سورہ انعام کی ان آیات کو پڑھے، جس میں مشرکین کی خرافات، بے بنیاد اعتقادات کو بیان کیا گیا ہے۔ (تفسیر نمونہ)

☆ عرب کے جاہل، بتوں کا تقرب حاصل کرنے کی خاطر، یا اپنی عزت و آبرو کی حفاظت کے عنوان سے، اپنی بیٹوں کو بتوں کے چڑھاوے کے طور پر قربان کر دیا کرتے تھے، یا کبھی انہیں زندہ درگور کر دیا کرتے تھے۔

پیغام:

۱۔ جہالت اور نادانی، بڑے نقصان کا سبب بن جاتا ہے۔ (جیسے: اولاد کو کھو دینا، محبت اور نرمی کا ختم ہو جانا، حلال نعمتوں کو گنوا دینا، جہنم اور کیفر الٰہی تک جا پہنچنا۔) ''قَدۡ خَسِرَ''

۲۔ حقیقی نقصان یہ ہے کہ انسان باطل راستے پر قربان ہو جائے۔ (خواہ بتوں کیلئے قربانی ہو جانا ہو، یا اپنے بیہودہ خیالات اور بے جا غیرت پر قربان ہو جانا۔) ''قَدۡ خَسِرَ''

۳۔ حلال چیزوں کو بلاوجہ حرام قرار دینا، پروردگار عالم پر افترا باندھنے کے مترادف ہے۔ ''وَّحَرَّمُوۡا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افۡتِرَآءً''

۴۔ کسی کام کو انجام دینے کیلئے یا کسی چیز کو حرام قرار دینے کیلئے شرعی یا عقلی دلیل کی ضرورت ہوتی ہے۔ ''بِغَیۡرِ عِلۡمٍ

وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ ؕ ''

۵۔خرافات کے ساتھ، انتہائی سخت رویہ اپنانا چاہیے اور بھر پور مقابلہ کرنا چاہیے۔''قَدْ خَسِرَ ۔سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ، افْتِرَآءً ، ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ۝۱۴۰ ''

آیت نمبر ۱۴۱

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ ۖ وَلَا تُسْرِفُوْا ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ۝۱۴۱

ترجمۃ الآیات

اور خدا وہ ہے جس نے معروش باغات اور غیر معروش باغ پیدا کیے۔ اسی طرح کھجور کے نخلستان اور طرح طرح کی کھیتیاں پیدا کیں جو میوہ اور مزے کے لحاظ سے آپس میں مختلف ہیں، نیز زیتون اور انار کے درخت پیدا کیے ہیں جو ایک جہت سے باہم مشابہ ہیں اور دوسری جہت سے مختلف ہیں۔ ان کے میووں کو جب ان میں پھل آئیں تو کھاؤ، ان (محروموں) کا حق، محصول لینے کے وقت ادا کر دو۔ اسراف نہ کرو کیونکہ خدا اسراف کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

نکات:

☆''جَنّٰتٍ'' ایسے باغات کو کہا جاتا ہے جس میں زیادہ درخت ہوں، ایسی زمین کو کہا جاتا ہے جو زراعت سے پُر ہو۔ ''معروش'' ایسے درخت کو کہا جاتا ہے جس کے لیے چھت اور سہارے کی ضرورت ہوتی ہے۔''اُکل'' کے معنی کھائی ہوئی چیز اور کھانے کی چیز کو کہتے ہیں۔

☆اسی سورت کی آیت ۹۹ میں ہم نے پڑھا: ''اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ '' جب درخت پر پھل لگے تو اس کی

طرف دیکھو۔ اس آیت میں ہم پڑھتے ہیں: ''کُلُوْا مِنْ ثَمَرِہٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ'' جب درخت پر پھل لگ جائے تو اُسے کھالیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ کچھ بھی کھانا ہو تو غور و فکر اور توجہ کے ساتھ ہونا چاہیے، غافل اور لاپرواہیں رہنا چاہیے۔

☆ امام محمد باقر علیہ السلام نے اس آیت کی تلاوت کرنے کے بعد فرمایا: ایک شخص تھا جو اپنی زراعت کا تمام محصول صدقہ میں دے دیا کرتا تھا، خود اور اس کے اہل و عیال خالی ہاتھ ہو جایا کرتے تھے۔ خدا تعالیٰ نے اس عمل کو اسراف قرار دیا۔ (تفسیر نور الثقلین)

☆ اس آیت میں خدا شناسی کا درس دیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ غذائی اشیا کے استعمال کی اجازت ہے اور معاشرے کے محروم نادار طبقات کی دیکھ بھال کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ انفاق کرنے اور میانہ روی اختیار کرنے پر تاکید موجود ہے نیز چیزوں کے استعمال اور انفاق کرنے میں اسراف نہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ''اَنْشَاَ، کُلُوْا، اٰتُوْا، لَا تُسْرِفُوْا ط''

ہم ایک دوسری جگہ بھی پڑھتے ہیں: ''وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ﴿۶۷﴾'' (فرقان۔ ۶۷)

☆ امام جعفر صادق علیہ السلام اس آیت کے ذیل میں فرماتے ہیں: اگر مسلمان نہ ملے تو محصول میں سے محرومین کا حق کسی مشرک فقیر کو بھی دیا جاسکتا ہے۔ (بحار، ج ۹۳، ص ۹۶)

ایک اور روایت میں ہے کہ آپؑ نے فرمایا: محصول کے وقت کسی کا یہ حق ادا کرنا، غیر از زکوٰۃ ہے۔

(برہان، ج ۱، ص ۵۵۷)

☆ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: فصل سے دانوں کو رات کے ایسے وقت میں الگ نہ کریں جس میں فقیر نہ پہنچ سکیں بلکہ ایسے وقت میں محصول کو کاٹیں اور الگ کریں جس وقت میں فقرا، غربا پہنچ پائیں اور کچھ حاصل کرسکیں۔ (کافی، ج ۳ ص ۵۶۵)

سورت ''ن والقلم'' میں ہے کہ خدا تعالیٰ نے ایسے شخص کے باغ کو جلا دیا جو چاہتا تھا کہ رات کے پہر میں، فقیر لوگوں کی نظروں سے دور رہتے ہوئے، پھل کو اتار کر جمع کرلے اور انہیں کچھ نہ دے۔

پیغام:

۱۔ پھل کا مختلف ہونا اور فصلوں کا کئی طرح کا ہونا، وہ بھی ایک ہی مٹی اور ایک ہی جیسے پانی سے، یہ سب قدرت الٰہی کی علامتیں ہیں۔ ''اَنْشَاَ ۔ ۔ ۔ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ''

۲۔ محصولات میں سے خدا تعالیٰ نے اپنا حق قرار دیا ہے۔ ''اٰتُوْا حَقَّهٗ''

(روشنی اور ہوا، مٹی اور خاک، انسانی توان، طاقت، فکری اور جسمانی صلاحتیں، سب کچھ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے،

اس لیے وہ ہر چیز میں سے حق رکھتا ہے۔)

۳۔ انفاق کرنے میں بھی ہمیں میانہ روی اختیار کرنی چاہیے۔ ''وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ ۖ وَلَا تُسْرِفُوْا ؕ''

۴۔ اسلام، اعتدال کا دین ہے: بلا وجہ قسم کی پابندیوں کو بھی منع فرمایا ہے۔ (گذشتہ آیت) میانہ روی کے بغیر چیزوں کو استعمال کرنے سے بھی منع فرمایا گیا ہے۔ ''لَا تُسْرِفُوْا''

۵۔ چیزوں کو استعمال کرنے کی شرط یہ ہے کہ پہلے ان میں سے محروموں کا حق ادا کیا جائے۔ ''كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖۤ اِذَاۤ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ''

۶۔ چیزوں کو استعمال کرنے کی حد یہ ہے کہ اسراف نہ کیا جائے۔ ''كُلُوْا ۔۔۔ لَا تُسْرِفُوْا''

۷۔ محصولات کو وصول کرتے وقت محروم افراد کو یاد رکھیں۔ ''يَوْمَ حَصَادِهٖ ۖ''

۸۔ کاشت کے بعد محصول وصول کرتے وقت انفاق کیلئے آمادگی زیادہ ہوتی ہے۔ لہٰذا فرصت کو ہاتھ سے نہیں گنوا چاہیے۔ ''وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ ۖ''

۹۔ کچے پھل نہ کھاؤ۔ ''كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖۤ اِذَاۤ اَثْمَرَ''

۱۰۔ اسراف کرنے والا، خدا کا مبغوض ہے۔ (اللہ کے غضب کا شکار ہوتے ہیں۔) ''اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۱۴۱﴾''

آیت نمبر ۱۴۲

وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا ؕ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۴۲﴾

ترجمۃ الآیات

(یہ خدا وہ ہے کہ جس نے) چو پایوں میں سے تمہارے لیے بوجھ اٹھانے والے حیوانات اور بوجھ نہ اٹھانے والے چھوٹے حیوانات پیدا کیے (جن کی پشم سے فرش بنتا ہے۔)، اس نے تمہیں جو روزی عطا کی ہے اس سے کھاؤ اور شیطان کے (وسوسہ انگیز) نقش قدم پر نہ چلو کیونکہ وہ تمہارا کھلم کھلا دشمن ہے۔

نکات:

☆ گذشتہ آیت میں فصل کی کاشت کے محصول میں نعمات خدا کی طرف اشارہ کیا گیا اور یہاں جانوروں کو پالنے اور انسان کو ان سے حاصل ہونے والے مختلف فائدوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

☆ ''فَرش'' کے لفظ سے مراد ایسے جانور ہیں جن کے جسم زمین سے قریب ہونے کی وجہ سے فرش کی مانند ہیں، جیسے گوسفند وغیرہ، یا یہ کہ ان کی اون اور بال سے قالین اور فرش بنائے جاتے ہیں جس کی وجہ سے انہیں ''فرش'' کہا گیا ہے۔

☆ اکثر مفسرین نے لفظ ''حَمُوْلَۃً'' کا معنی وزن اٹھانے والے جانور کیا ہے اور ''فرش'' سے وزن نہ اٹھانے والے جانور مراد لی ہے۔

پیغام:

۱۔ یہ کائنات اور اس کی مخلوقات، انسان کیلئے قابل تسخیر ہیں۔ ''حَمُوْلَۃً وَّفَرْشًا ط''

۲۔ جانوروں کے بارے میں اسلام کا قانون کلی، ان کا حلال ہونا ہے۔ ان کا گوشت حلال ہے مگر یہ کہ ان کی حرمت پر کوئی دلیل موجود ہو۔ ''کُلُوْا مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰہُ''

۳۔ حلال چیزوں کو حرام قرار دینا، شیطانی اقدام میں سے ایک ہے۔ ''کُلُوْا۔ ۔ ۔ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ط''

۴۔ ہر چیز کو بغیر توجہ کیے کھا جانے کے بارے میں آج کل جو عام رویہ مل رہا ہے اور اکثر عوام کے درمیان رواج پا چکا ہے، ٹھیک نہیں ہے۔ اسی طرح گوشت کو استعمال کرنے سے منع کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ ''وَمِنَ الْاَنْعَامِ۔ ۔ ۔ کُلُوْا مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰہُ''

۵۔ اپنی غذا اور کھانے پینے کی تمام چیزوں کے بارے میں محتاط رہیں۔ ''کُلُوْا۔ ۔ ۔ وَلَا تَتَّبِعُوْا'' حضرت آدم علیہ السلام کو گمراہ کرنے کیلئے شیطان کا سب سے پہلا حملہ اور ہتھیار بھی کھانے کی چیز کے بارے میں تھا۔

۶۔ خدا تعالیٰ کے دسترخوان پر اس کے دشمن کی پیروی نہ کریں۔ ''کُلُوْا مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰہُ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ط''

۷۔ شیطان کی چالیں اور اس کی سیاست تدریجی طور پر ہوتی ہے، شیطان ایک ہی مرتبہ میں اپنی پوری چال نہیں چلتا۔ ''خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ط''

آیت نمبر ۱۴۳ـ ۱۴۴

ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۚ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ؕ قُلْ
ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ
الْاُنْثَيَيْنِ ؕ نَبِّـُٔوْنِيْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۴۳﴾
وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ ؕ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ
اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ اَمْ
كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى
عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي
الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۴﴾

ترجمۃ الآیات

آٹھ جوڑے چوپایوں میں سے (تمہارے لیے پیدا کیے) بھیڑ کے دو جوڑے (نر اور مادہ) اور بکری کے دو جوڑے، ان سے (جو اپنے تئیں بعض جانوروں کو حرام قرار دیتے ہیں) کہو کہ اللہ نے ان کے نر کو حرام قرار دیا یا مادہ کو؟ یا اسے جو مادہ کے رحم میں ہے۔ اگر تم سچ کہتے ہو (اور ان کی حرمت پر کوئی دلیل تمہارے پاس ہے) تو مجھے بتاؤ۔

اور اونٹ کے بھی دو جوڑے (نر اور مادہ) اور گائے کے بھی دو جوڑے (نر اور مادہ سے) (تمہارے لیے پیدا کیے ہیں۔) کہو کہ اللہ نے ان میں سے کیا حرام کیا ہے، نر کو یا مادہ کو؟ یا اسے جو مادہ کے رحم میں ہے؟ اور کیا تم (اس تحریم کے) گواہ تھے جب اللہ نے تمہیں یہ حکم دیا تھا؟ بنا بریں کون شخص اس سے زیادہ ظالم ہے جو خدا پر جھوٹ باندھے تاکہ لوگوں کو از روئے جہل گمراہ کرے؟ اللہ کبھی بھی ظالموں کو ہدایت نہیں کرے گا۔

نکات:

☆ ''زوج'' کا لفظ نر اور مادہ دونوں کیلئے کہا جاتا ہے۔ ان میں سے ہر ایک کیلئے الگ الگ اور اکٹھا بھی استعمال ہوتا ہے۔ اس آیت میں ہر ایک کیلئے الگ الگ استعمال ہوا ہے اور آٹھ جوڑوں سے مراد آٹھ عدد جانور ہیں۔ چار نر جانور اور چار مادہ جانور ہیں کہ جن میں سے چار آیت نمبر ۱۴۳ میں اور چار آیت نمبر ۱۴۴ میں بیان ہوئے ہیں۔ سورت نجم کی آیت نمبر ۴۵ میں بھی لفظ ''زوج'' دو کیلئے نہیں بلکہ ایک عدد کیلئے استعمال ہوا ہے۔ ''خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ﴿۴۵﴾''

☆ سورت زمر کی آیت نمبر ۶ میں آٹھ قسم کے نر اور مادہ جانوروں کی خلقت کے ساتھ انسان کی خلقت کا ذکر موجود ہے۔ ''خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ط ''

☆ احتمال یہ ہے کہ چار قسم کے جانوروں کے نام جس ترتیب سے بیان ہوئے ہیں، ان سے مراد ان کے استعمال میں ترجیح ہو۔ (گوسفند، بکری، اونٹ اور گائے)

☆ بعض روایات میں ''ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ'' کے بارے تفسیر میں بیان ہوا ہے کہ یہ آٹھ عدد جانور ہیں، یعنی چار نر اور چار مادہ جانور، نیز ان میں سے چار جنگلی اور چار پالتو جانور ہیں۔ امام ہادی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ مادہ گائے سے مراد جنگلی گائے ہے۔ (تفسیر برہان، ج ۱، ص ۵۵۸)

پیغام:

۱۔ جانوروں کے بارے فتویٰ دینے کیلئے اور ان کے حلال وحرام کا عقیدہ بنانے کیلئے بھی علم کا ہونا ضروری ہے۔ ''نَبِّئُوْنِيْ بِعِلْمٍ''

۲۔ کسی چیز کے حلال ہونے کیلئے دلیل کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ چیزوں کے کھانے کیلئے اصل قانون ان کا حلال ہونا ہے جبکہ حرام ہونے کیلئے دلیل کی ضرورت ہے۔ ''قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ ۔ ۔ ۔ نَبِّئُوْنِيْ بِعِلْمٍ''

۳۔ خدا تعالیٰ کے بارے میں جھوٹ کی نسبت دینا، سب سے بڑا ظلم ہے۔ ''فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ''

۴۔ خدا تعالیٰ کے بارے میں جھوٹ بولنا، لوگوں کو گمراہ کرنے کا باعث ہے۔ ''لِّيُضِلَّ النَّاسَ''

۵۔ جھوٹ انسان کو ہدایت قبول کرنے کے راستے سے دور کر دیتا ہے۔ ''لَا يَهْدِي'

۶۔ یقین اور عقائد یا علم اور عقل کی بنیاد پر ہونے چاہئیں، جیسا کہ گذشتہ آیت میں بیان ہوا ''نَبِّئُوْنِيْ بِعِلْمٍ' یا شریعت کی بنیاد پر ہونے چاہئیں۔ ''اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ''

آیت نمبر ۱۴۵

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴۵﴾

ترجمۃ الآیات

کہیے مجھ پر جو وحی آئی ہے اس میں کسی غذا کھانے والے کے لیے کوئی چیز حرام نہیں پاتا سوائے اس کے کہ وہ چیز مردار ہو یا خون ہو جو (حیوان یا انسان کے بدن سے) باہر نکلے یا سور کا گوشت ہو کہ یہ سب چیزیں نجس ہیں یا وہ حیوانات جن پر بطور گناہ سر جدا کرنے میں غیر اللہ (بتوں) کا نام لیا گیا ہو لیکن وہ لوگ جن کا مقصود لذت نہ ہو اور نہ وہ حد سے تجاوز چاہتے ہوں، مجبور ہو کر کچھ کھالیں تو (ان پر کوئی گناہ نہیں ہے) تیرا پروردگار بخشنے والا مہربان ہے۔

نکات:

☆ ''مَيْتَةً'' صرف وہ جانور نہیں ہے جو خود بخود مر گیا ہو بلکہ ایسا جانور بھی شامل ہے جو اسلامی دستور کے مطابق ذبح نہ کیا گیا ہو، وہ مردار کے حکم میں ہے اور وہ حرام ہے۔

☆ خون اور مردار کی حرمت کے بارے میں قرآن مجید میں چار مرتبہ بیان کیا گیا ہے۔ دو مرتبہ مکی سورتوں میں ہے۔ (انعام۔ ۱۴۵؛ نحل۔ ۱۱۵) اور دو مرتبہ مدنی سورتوں میں اس کا ذکر ہے۔ (بقرہ۔ ۱۷۳؛ مائدہ۔ ۳)

☆ ''اُهِلَّ'' کا لفظ ''اِهلال'' سے ہے، جس کے معنی ہر مہینے کی پہلی تاریخ کے چاند (ہلال) کو دیکھنے کے بعد بلند آواز سے پکارنا ہے۔ بعد میں ہر اونچی آواز کو کہا گیا۔ مشرکین جانوروں کو ذبح کرتے وقت اونچی آواز میں بتوں کے نام پکارا کرتے تھے، اس لیے اُسے ''اُهِلَّ'' کہا گیا ہے۔

☆ ''لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً'' کا جملہ مشرکین کی جاہلانہ تحریم

کے بارے میں کہا گیا ہے ورنہ بعض اور بھی پرندے اور جانور ایسے ہیں جن کا گوشت حرام کیا گیا ہے۔ اس آیت میں ان کا نام نہیں آیا اس لیے آیت میں ذکر حصر اضافی ہے، حقیقی نہیں۔

☆ اسلام میں مضطر کے احکام اُس شخص کیلئے ہیں، جس نے ستم، ضد یا گناہ کی وجہ سے خود کو مضطر نہ کیا ہو۔ ''غَیۡرَ بَاغٍ'' اگر مضطر ہو تو اس صورت میں صرف اسی حد تک استفادہ جائز ہوگا جس سے اضطرار ختم ہو جائے، اس سے زیادہ جائز نہیں ہے۔ ''وَّلَا عَادٍ''

پیغام:

۱۔ احکام دین کو بیان اور واضح کرنے کیلئے پیغمبر اکرمؐ کے علم کا واحد ذریعہ وحی الٰہی ہے۔ ''لَّآ اَجِدُ فِیۡ مَاۤ اُوۡحِیَ اِلَیَّ''

۲۔ اصلی اور پہلا قانون، جانور کا حلال ہونا ہے۔ ''لَّآ اَجِدُ''

۳۔ آیات اور روایات، احادیث میں بیان شدہ محرمات ہی سے کسی پر فرض عائد ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر جستجو اور تحقیق کے ساتھ بھی کسی چیز کی حرمت پر ہمیں کوئی دلیل نہ ملے تو وہ چیز ہمارے لیے حلال ہوگی۔ ''لَّآ اَجِدُ''

۴۔ کھانے پینے کے معاملے میں جب پیغمبر جیسی شخصیت کو بھی وحی کا تابع ہونا ضروری ہے تو ایک عام انسان کس طرح خود سے ہی کسی چیز کو حرام یا حلال قرار دے سکتا ہے؟ ''مَاۤ اُوۡحِیَ اِلَیَّ''

۵۔ خنزیر کے گوشت کا حرام ہونا، اس میں پائی جانے والی نجاست کی وجہ سے ہے۔ ''فَاِنَّهٗ رِجۡسٌ''

۶۔ غذا کے بارے احکام، سب مرد اور عورتوں کیلئے ایک جیسے ہیں۔ طَاعِمٍ یَّطۡعَمُهٗۤ' یہ آیت اس بات کے مقابل میں آئی ہے جو آیت نمبر ۱۳۹ میں بیان ہوئی ہے کہ تمام جانوروں کا گوشت مردوں کیلئے حلال ہے اور اور عورتوں کیلئے بعض موقعوں پر حرام ہے۔ ''خَالِصَةٌ لِّذُکُوۡرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰۤی اَزۡوَاجِنَا ۚ'

۷۔ قانون میں اہم اور مہم کا خیال رکھا جائے، لہٰذا حرام چیز کے استعمال سے زیادہ ضروری جان کی حفاظت کرنا ہے۔ ''فَمَنِ اضۡطُرَّ''

۸۔ اسلام میں بند راہیں نہیں، ہر مشکل کا کوئی نہ کوئی حل موجود ہے، اس لیے جب کبھی کوئی مضطر (لاچار) ہو جائے تو حرام کا استعمال بھی جائز ہو جاتا ہے۔ ''فَمَنِ اضۡطُرَّ''

۹۔ استثنائی موقعوں کیلئے بنائے گئے قانون سے مختلف موقعوں پر ناجائز استفادہ کرنا منع ہے، لہٰذا صرف اُسی مقدار چیز سے استفادہ کیا جائے جس سے اضطرار کی کیفیت ختم ہو جائے۔ ''غَیۡرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ''

۱۰۔ جانور کو شرعی طریقہ پر ذبح کرنے کے بعد اس کے گوشت میں جو خون باقی رہ جاتا ہے، وہ حرام نہیں ہے۔ جو خون اس سے پہلے نکل چکا ہو، وہ حرام ہے۔ ''دَمًا مَّسۡفُوۡحًا''

۱۱۔ جہاں کہیں غیر اختیاری طور پر انسان مضطر ہو جائے، وہاں حرام گوشت سے استفادہ کیا جا سکتا ہے لیکن جہاں کہیں انسان خود اپنی ہی اختیاری غلطی کی بنا پر مضطر ہو جائے تو حرام سے استفادہ کرنا جائز نہیں ہے۔ ''اُضْطُرَّ'' (فعل مجہول کا صیغہ آیا ہے۔)

۱۲۔ رعائتی قوانین اور اضطراری حالت میں چھوٹ دینا، پروردگار عالم کی رحمت اور مغفرت کی ایک جھلک ہے۔ ''فَمَنِ اضْطُرَّ۔ ۔ ۔ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴿۱۴۵﴾''

آیت نمبر ۱۴۶

وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ ۚ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَآ اَوِ الْحَوَايَآ اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ؕ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ ۫ۖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ﴿۱۴۶﴾

ترجمۃ الآیات

اور ہم نے یہودیوں پر ہر ناخن دار (حیوان جس کے کھر بغیر شگاف کے ہوتے ہیں) کو حرام کیا اور گائے بھیڑ میں سے ان کی چکتی اور چربی کو حرام کیا سوائے اس چربی کے جو ان کی پیٹھ پر یا آنتوں کی تہوں میں اور دونوں پہلوؤں میں ہو یا وہ چربی جو ہڈیوں میں ملی ہوئی ہوتی ہے یہ حکم بطور سزا کے اس ظلم و ستم کی وجہ سے تھا جو کہ وہ کیا کرتے تھے اور ہم سچ کہتے ہیں۔

نکات:

☆ گذشتہ آیت میں اسلام میں موجود محرمات کا ذکر تھا اور اس آیت میں یہودیوں میں موجود محرمات کو بیان کیا گیا ہے تا کہ معلوم ہو سکے کہ مشرکین کے خرافات پر مبنی عقائد کسی بھی آسمانی دین سے نہیں ملتے۔ (تفسیر نمونہ)

☆ ''ظُفُرٍ'' کا معنی ناخن ہے لیکن ایسے جانوروں کے کھر جن میں شگاف نہیں ہوتا، اسے بھی ظُفر کہا جاتا ہے۔ (جیسے گھوڑے کا کھر یا اونٹ کا نوکیلا پاؤں)۔ اس لیے ایسے جانور جن کے کھر شگاف نہیں رکھتے خواہ وہ چار پائے ہوں یا پرندے ہوں، یہودیوں کیلئے حرام ہیں۔ (تورات، سفر لاویان، فصل ۱۱)

☆ ''حَوَايَآ'' کا لفظ ''حاویۃ'' کی جمع ہے، اس کا معنی شکم کا اندرنی حصہ ہے۔ (تفسیر نمونہ)

☆ سورت نساء کی آیت نمبر ۱۶۰ میں ہم نے پڑھا: ''فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ

اُحِلَّتْ لَهُمْ ''بعض طیب وحلال چیزیں کا یہود پر حرام ہونا، خود ان کے اپنے مظالم کی وجہ سے تھا۔ یہود نے مشرکین کی طرح کچھ چیزوں کو خود پر حرام کر رکھا تھا۔

قرآن مجید فرماتا ہے: ''كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيٓ اِسْرَآءِيْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِيْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ '' بنی اسرائیل پر ہر طعام حلال تھا مگر وہ کچھ جو انہوں نے اپنے اوپر خود ہی حرام کر رکھا تھا۔ (آل عمران۔ ۹۳)

☆ یہودیوں پر بعض چیزیوں کی حرمت وقتی تھی، جو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذریعے ختم کر دی گئی تھی۔ لہٰذا ایک دوسری جگہ ہم پڑھتے ہیں: ''لِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ ' (آل عمران۔ ۵۰)

☆ احکام الٰہی تین طرح کے ہیں:

۱۔ جن میں کوئی حقیقی مصلحت یا نقصان (مفسدہ) پایا جاتا ہے، جیسا کہ اکثر احکام ایسے ہی ہیں۔

۲۔ جن میں امتحانی پہلو پایا جاتا ہے، جیسے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کا حکم تھا۔

۳۔ جن میں سزا دی جارہی ہوتی ہے، جیسا کہ اسی آیت میں فرمایا گیا ہے۔

بالکل ایسا ہی ہے کہ اللہ کے عذاب میں سے ایک یہ ہے کہ انسان پر اس کے معاشی حالات تنگ ہو جائیں۔

پیغام:

۱۔ مجرمین اور قانون شکن افراد پر کبھی غذائی پابندی لگانا، جائز ہے۔ ''حَرَّمْنَا ۔ ۔ ۔ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ ''

۲۔ عذاب الٰہی صرف آخرت میں ہی نہیں بلکہ دنیا میں بھی ہے۔ ''جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ ''

آیت نمبر ۱۴۷

فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ ۚ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُهٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۴۷﴾

ترجمۃ الآیات

(اے رسول!) اگر یہ تیری تکذیب کریں (اور ان حقائق کو نہ مانیں) تو ان سے کہہ دو کہ تمہارا پروردگار بڑی وسیع رحمت والا ہے لیکن اس کے باوجود مجرموں سے اس کی سزا دور ہونے والی نہیں۔

پیغام:

۱۔کسی بھی قائد کو اس بات کیلئے آمادہ رہنا چاہیے کہ بعض لوگوں کی طرف سے اس پر تہمتیں لگائی جائیں گی اور اس کی باتوں اور اس کی شخصیت کا انکار کیا جائے گا۔''فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ۔۔۔''

۲۔تکذیب کرنے والوں کے ساتھ پہلے نرم رویہ رکھنا چاہیے، جس میں خیر خواہی پائی جاتی ہو، اگر اس کا کچھ اثر نہ ہو تو پھر دھمکایا جائے۔''ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ ۚ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُهٗ''

۳۔خوف اور اُمید دونوں پہلو ایک ساتھ ہونے چاہئیں۔''ذُوْ رَحْمَةٍ، بَاْسُهٗ''

۴۔رحمت الٰہی کے دروازے کسی کیلئے بھی بند نہیں ہوتے حتیٰ خلاف کاروں کیلئے بھی بند نہیں ہیں۔''فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ''

۵۔رحمت الٰہی اس کے غضب سے پہلے ہے۔''ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ ۚ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُهٗ''

۶۔اللہ کی رحمت کا وسیع ہونا، اس کے عذاب کو نہیں روک سکتا۔''رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ ۚ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُهٗ''یہ الگ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والی سزا میں بھی انسانی تربیتی اور آزمائشی پہلو ہوتے ہیں۔اس میں اللہ تعالیٰ کی رحمت خفی اور ربوبیت پوشیدہ ہوتی ہے۔

آیت نمبر ۱۴۸

سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتّٰى ذَاقُوْا بَاْسَنَا ؕ قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا ؕ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ ﴿۱۴۸﴾

ترجمۃ الآیات

عنقریب مشرک لوگ (خود کو بری الذمہ قرار دینے کیلئے) یہ کہیں گے کہ اگر خدا چاہتا تو نہ ہم مشرک ہوتے نہ ہمارے باپ دادا اور نہ ہی ہم (خود اپنی طرف سے) کسی چیز کو حرام کرتے

(حقیقت تو یہ ہے کہ) ان سے قبل جو لوگ تھے وہ بھی اسی طرح (کے جھوٹ بولتے تھے اور) گذشتہ انبیا کو جھٹلایا کرتے تھے۔ اور بالآخر انہوں نے ہمارے عذاب کا مزہ چکھا۔ ان سے پوچھیئے کہ اس بارے میں تم کوئی یقینی دلیل رکھتے ہو؟ اگر ہو تو ہمیں بھی دکھلاؤ۔ تم فقط بے بنیاد خیالات کی پیروی کرتے ہو اور بلاوجہ اندازے قائم کرتے ہو۔

نکات:

☆ اس آیت میں ایک غیبی خبر دی جا رہی ہے کہ آئندہ مشرکین کیا کہیں گے: ''سیقول الذین اشرکوا'' جس چیز کی پیشگوئی کی گئی تھی اور جو واقعہ پیش آیا، انہوں نے کہا: ''وَقَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا'' (نحل۔ ۳۵)

☆ یہ بہانہ کہ (اگر خدا چاہتا تو ہم اور ہمارے اجداد مشرک نہ ہوتے) کئی مرتبہ مشرکین کی طرف سے بنایا گیا ہے۔ جیسا کہ سورت نحل کی آیت نمبر ۳۵ اور سورت زخرف کی آیت ۲۰ میں آیا ہے۔

☆ سوال: آیت مشرکین کے قول کو بیان کر رہی ہے کہ اگر خدا ہمارے شرک کرنے سے راضی نہیں ہے تو پھر ہمیں اس بات سے روکتا کیوں نہیں؟ اس کا مطلب ہے کہ ہمارا شرک کرنا، اس کی مرضی کے ساتھ ہے۔!

جواب: کسی کا کوئی بھی کام انجام دینا، خدا تعالیٰ کی قدرت سے باہر نہیں ہے، لیکن مشیئت الٰہی اور ارادہ الٰہی یہ ہے کہ انسان اپنی راہ کو خود آزادانہ طور پر انتخاب کرے۔ حکومت پانی، بجلی اور گیس کے کنکشن ہمارے گھروں تک پہنچاتی ہے تو اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ ہماری طرف سے ان ذرائع کے غلط استعمال پر حکومت ہم سے راضی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل اور وحی کی نعمت عطا فرمائی ہے، راہ حق و باطل دکھلایا اور انتخاب کیلئے اسے آزاد چھوڑ دیا لیکن یہ ارادے اور اختیاری کی آزادی، اس بات کی علامت نہیں ہے کہ وہ ہمارے ہر غلط کام پر بھی راضی ہے۔

☆ پروردگار عالم، انسانوں کے اختیاری ایمان کو چاہتا ہے، زبردستی ایمان لانے کو نہیں چاہتا۔ قرآن مجید میں کئی ایک مقام پر آیا ہے کہ اگر خدا چاہتا تو سب کو ہدایت کے راستے پر لے آتا اور اس سلسلے میں کسی پیغمبر کو بھی اجازت نہیں ہے کہ لوگوں کو ایمان لانے پر مجبور کرے یا ان کے ساتھ سختی سے پیش آئے۔

پیغام:

۱۔ دینی قائدین اور متفکرین کو آئندہ پیدا ہونے والے شبہات اور لوگوں کے بہانوں پر جواب دینے کیلئے تیار رہنا چاہیے۔ ''سَيَقُوْلُ''

۲۔ انبیا کو بھیجنا اور آسمانی کتابوں کا نازل کرنا اس لیے ہے کہ لوگ آزادی و اختیار کے ساتھ اللہ کو ایک مانیں، یکتا پرست بن جائیں۔ لہٰذا مشرکین کی یہ منطق کہ اگر خدا چاہتا تو اپنی قدرت اور غلبہ کے ساتھ ہمیں شرک کرنے سے روک دیتا،

غلط ہے۔ ''لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا''

۳۔ گناہ کرنے سے زیادہ برا یہ ہے کہ انسان اس کی توجیہ کرے، دلیل بنائے۔ مشرکین نے بھی ایسا ہی کیا اور اپنے شرک کیلئے دلیل گھڑنے لگ گئے اور اسے مشیئت الٰہی قرار دینے لگے۔ ''لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا'' (جبر کا قائل ہونا، اصل میں ذمہ داریوں سے فرار کا ایک بہانہ ہے۔)

۴۔ مشرکین اپنے انحراف اور گمراہی کو جائز اور صحیح قرار دیتے تھے، اور اس کی دلیل یہ بناتے تھے کہ ان کے بزرگان و گذشتگان اچھے سابقے کے مالک ہیں، ان کے اچھے دور گذرے ہیں۔ ''لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا''

۵۔ جبر پر عقیدہ رکھنا، گمراہ افراد کی بے بنیاد قسم کی توجیہات میں سے ہے۔ ''لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا'' شیطان جو کہ خود بھی گمراہ افراد کا راہبر و سردار ہے، اپنی گمراہی کو خدا تعالیٰ کے ساتھ نسبت دیتا ہے اور کہتا ہے: ''رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ'' (حجر۔۳۹)

۶۔ مخالفین نے ہمیشہ عقیدہ جبر کے ہتھیار کو استعمال کرتے ہوئے، انبیا کو جھٹلایا ہے۔ ''كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ''

۷۔ قرآن مجید نے مخالفین سے بھی دلیل طلب کی ہے۔ ''قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ''

۸۔ جو لوگ تقدیر کے بہانے سے اپنی ذمہ داریوں سے فرار کرتے ہیں وہ غضب الٰہی کا مزہ چکھنے کیلئے تیار رہیں۔ ''ذَاقُوْا بَاْسَنَا ؕ''

۹۔ عقیدہ جبر کے طرفداروں کے پاس کوئی منطق اور دلیل نہیں ہے اور وہ خیالات میں گم رہتے ہیں۔ ''اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ''

۱۰۔ اگر علم و یقین حاصل کرنے کی بجائے ہم ظن و گمان کے پیچھے رہیں گے تو گمراہ ہو جائیں گے۔ ''اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ''

آیت نمبر ۱۴۹

قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۚ فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۴۹﴾

ترجمۃ الآیات

کہیے کہ خدا کیلئے دعوے کو ثابت کرنے والی یقینی دلیل ہے۔ اگر وہ چاہے تو تم سب کو (اجباری

طور پر) ہدایت کر دے۔

نکات:

☆ پروردگار عالم نے انسان میں جو توحیدی فطرت رکھی ہے، اس کے ذریعے اور انبیا وعقل کے ذریعے لوگوں پر حجت کو تمام کیا ہے۔ خیر اور شر کے راستوں کو الگ الگ بیان فرما دیا ہے اور اچھے و برے کے انجام کی خبر پہنچا دی ہے۔

خدا تعالیٰ نے خطا کاروں، گنہگاروں کیلئے توبہ اور ازالہ کرنے کا راستہ کھلا رکھا ہے۔ انبیا کو روشن اور واضح معجزات عطا فرمائے، ہدایت اور دعوت کے نیک راستوں، محکم استدلال، دین وفطرت اور عقل کے توازن کے ذریعے لوگوں پر اپنی حجتیں تمام کی ہیں۔

اس سب کچھ کے باوجود مشرکین کے پاس شرک کرنے پر اپنے بے بنیاد گمان کے علاوہ کوئی دلیل نہیں ہے۔ اگر وہ غیر خدا کے راستے پر چلے ہیں تو انہوں نے اپنی خطاؤں، کمزوریوں اور علمی فکری محدودیت اور ہوا وہوس کی پیروی کی ہے۔

☆ روایات میں ہے کہ قیامت میں خدا تعالیٰ انسان سے فرمائے گا: کیا تم راہ حق کو جانتے تھے یا نہیں جانتے تھے؟ اگر وہ کہے گا کہ جانتا تھا، تو سوال ہوگا پھر عمل کیوں نہیں کیا؟ اگر کہے گا کہ نہیں جانتا تھا، تو سوال کیا جائے گا: پھر اسے حاصل کرنے کیلئے کیوں نہیں نکلے؟ یہ ہے لوگوں پر خدا تعالیٰ کی حجت بالغہ۔ (تفسیر نور الثقلین)

پیغام:

۱۔ صرف پروردگار عالم کی ذات ہے جس کے پاس حجت بالغہ ہے، ورنہ ہم سب جواب دینے میں عاجز ہیں، خالی ہاتھ ہیں اور قصوروار ہیں۔ ''فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ''

۲۔ راہ خدا میں کوئی شک وشبہ باقی نہیں اور مخالفوں کیلئے کوئی چیز ایسی نہیں ہے جسے وہ اپنے انکار اور بہانوں کی دستاویز بنا سکیں، نہ استدلال میں، نہ گذشتہ میں، نہ انبیا کی صفات میں اور نہ ہی لوگوں کے ساتھ انبیا کے رویہ اور سلوک میں، وہ کوئی ایسی چیز تلاش کر سکتے ہیں۔ ''فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ''

۳۔ مشیت پروردگار یہ ہے کہ انسان آزادنہ طور پر، اپنے ارادے کے ساتھ ہدایت کو انتخاب کرے۔ اگر وہ اس راستے پر نہ آئے تب بھی اس کی آزادی اور اختیار باقی رہے۔ ''فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ''

۴۔ خدا تعالیٰ کے ارادے کے خلاف کچھ نہیں کیا جا سکتا۔ ''فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ''

آیت نمبر ۱۵۰

قُلۡ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ الَّذِيۡنَ يَشۡهَدُوۡنَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا‌ ۚ فَاِنۡ شَهِدُوۡا فَلَا تَشۡهَدۡ مَعَهُمۡ‌ ۚ وَلَا تَتَّبِعۡ اَهۡوَآءَ الَّذِيۡنَ كَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِنَا وَالَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَةِ وَهُمۡ بِرَبِّهِمۡ يَعۡدِلُوۡنَ ۞۱۵۰

ترجمۃ الآیات

(اے رسول! وہ لوگ جو جانوروں اور کھیتی کے استفادہ کو بغیر دلیل کے خود پر حرام کیے ہوئے ہیں، ان سے) کہہ دو تم اپنے گواہوں کو جو اس بات کی گواہی دے سکیں کہ اللہ نے ان چیزوں کو حرام کیا ہے، لے آؤ اگر وہ (جھوٹی) گواہی دے بھی دیں تو تم ان کے ساتھ (ہم آواز نہ ہونا) گواہی نہ دینا۔ اور ان لوگوں کی ہوا و ہوس کی پیروی نہ کرنا جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتے ہیں اور روز آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور خدا کا شریک ٹھہراتے ہیں۔

نکات:

☆ اسلام، منطقی دین ہے، اسلام، آزادی کا دین ہے۔ دو آیات پہلے ہم نے پڑھا کہ مشرکین سے پوچھا گیا: کیا تم کسی ایسی چیز کے بارے میں جانتے ہو، جس کے متعلق ہمیں کوئی خبر نہیں ہے؟ ''هَلۡ عِنۡدَكُمۡ مِّنۡ عِلۡمٍ'' یہاں فرمایا: اگر تمہارے پاس کوئی گواہ ہے تو لے آؤ۔ ''هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمۡ''

☆ آیت کے شروع میں فرمایا: اگر دلیل یا گواہ ہے تو لے آؤ۔ پھر فرمایا: اگر وہ کوئی گواہی (بنا کر) لے آئیں تو آپ قبول نہ کریں۔ (کیونکہ یقیناً وہ سچی نہ ہوگی۔)

☆ ''يَعۡدِلُوۡنَ'' کا لفظ 'عِدل'' سے ہے، جس کا معنی شریک ہے۔ ''بِرَبِّهِمۡ يَعۡدِلُوۡنَ ۞۱۵۰'' یعنی خدا تعالیٰ کیلئے شریک اور شبیہ بنا لیتے ہیں۔

پیغام:

۱۔ دینی مبلغین کے فرائض میں سے ایک یہ ہے کہ بدعتوں کا مقابلہ کرتے ہیں۔ ''قُلۡ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ الَّذِيۡنَ

يَشْهَدُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا ۚ ''

۲۔ ہر گواہی اور ہر ثبوت قابل اعتبار نہیں ہوا کرتا۔ ''فَاِنْ شَهِدُوْا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ ۚ ''

۳۔ ہمیں ہوشیار اور خبردار رہنا چاہیے کہ معاشرتی حالات و واقعات ہم پر اتنے اثر انداز نہ ہوں کہ ہم غلط فہمی کا شکار ہو جائیں۔ ''فَاِنْ شَهِدُوْا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ ۚ '' (تصدیق کرنا اور جھوٹے گواہوں کا ساتھ دینا، حرام ہے۔)

۴۔ بشری قوانین اگر انسانی ہوا و ہوس کا نتیجہ ہوں، تو ان کی پیروی کرنا ضروری نہیں ہے۔ ''لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۔ ۔ ۔ ''

۵۔ باایمان افراد کو مشرکین کے رسم و رواج نہیں اپنانے چاہئیں۔ ''لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۔ ۔ ''

☆ مشرکین بھی خدا تعالیٰ کو خالق جانتے ہیں لیکن کائنات کے امور کی تدبیر، ان کو چلانے میں شریک کے قائل ہیں۔'' وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ۝۱۵۰ ''

آیت نمبر ۱۵۱

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْۤا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝۱۵۱

ترجمۃ الآیات

کہو کہ آؤ جس چیز کو تمہارے پروردگار نے تمہارے اوپر حرام قرار دیا ہے تمہیں پڑھ کر سناؤں اور وہ یہ کہ کسی چیز کو خدا کا شریک نہ ٹھہرانا اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا اور اپنی اولاد کو تنگدستی (کے خوف) سے ہلاک نہ کرنا۔ ہم تمہیں اور انہیں دونوں کو روزی دیتے ہیں اور برے کاموں کے پاس بھی نہ جانا چاہے وہ نمایاں ہوں یا چھپے ہوئے۔ جس جان کو اللہ

نے محترم قرار دیا ہے اسے نہ مارنا مگر یہ کہ حق (دفاع یا قصاص کی بنا پر) ہو۔ یہ وہ (حکم) ہے جس کی اللہ نے تمہیں تاکید کی ہے تاکہ تم اسے سمجھو۔

نکات:

☆ اس آیت میں اور دو آیات بعد میں بعض اہم اصول کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو کہ تمام آسمانی ادیان میں مشترکات ہیں، تورات کے حصہ سفر خروج، باب ۲۰ میں بھی اس کے مشابہ اصول بیان ہوئے ہیں۔

☆ مدینہ کے سرداروں میں سے دو لوگ حضور پاکؐ کی خدمت میں آئے، جونہی رسول خداؐ نے یہ آیات تلاوت فرمائیں، وہ مسلمان ہو گئے اور اپنے ہاں تبلیغ اسلام کیلئے کسی مبلغ کو بھیجنے کی درخواست کی۔ پیغمبر اکرمؐ نے ''مصعب بن عمیر'' کو ان کے ہمراہ کر دیا۔ یہی بات باعث بنی کہ مدینہ کے لوگ دین اسلام کی طرف متوجہ ہوئے اور اسلام قبول کرنے لگے۔

☆ قرآن مجید میں چار جگہ پر والدین کے بارے میں سفارش کی گئی ہے۔ چاروں جگہ پر توحید اور شرک سے نفی کے ساتھ اسے ذکر کیا گیا ہے۔ اس آیت میں چونکہ محرمات کا شمار کیا جا رہا ہے اس لیے والدین کے ساتھ احسان ترک کرنا بھی حرام ہے۔ (بقرہ۔ ۸۳؛ نساء۔ ۳۶؛ انعام۔ ۱۵۱؛ اسراء۔ ۲۳)

☆ اس آیت کے پانچ حکم اس طرح ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں کہ ایک ہی قانون لگتے ہیں۔ ''وَصّٰكُمْ بِهٖ'' اس میں موجود ضمیر ''بہ'' مفرد ہے۔

☆ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: والدین کے ساتھ احسان کرنے کا مطلب یہ ہے کہ کوئی ایسا کام نہ کریں، جس کی وجہ سے وہ ہم سے درخواست کریں یا کوئی سوال کریں۔ (کافی، ج ۲، ص ۱۵۷؛ بحار، ج ۱۷، ص ۳۹)

پیغام:

۱۔ لوگوں کیلئے خدا تعالیٰ کے احکام بیان کرنا، انبیا کے فرائض میں سے ہے۔ ''اَتْلُ مَا حَرَّمَ''

۲۔ چونکہ ہر چیز میں اصل اس کا حلال ہونا ہے، اس لیے حلال چیزوں کو شمار نہیں کیا گیا اور صرف حرام چیزوں کو شمار کیا گیا ہے۔ ''اَتْلُ مَا حَرَّمَ''

۳۔ دین میں محرمات، خدا کی طرف سے ہیں۔ پیغمبر اپنی طرف سے کسی چیز کو حرام قرار نہیں دے سکتے۔ ''حَرَّمَ رَبُّكُمْ''

۴۔ جن چیزوں سے منع کیا گیا ہے، یہ ممنوعیت انسان کے تکامل اور تربیت کیلئے ہے۔ ''حَرَّمَ رَبُّكُمْ''

۵۔ فساد اور برائی کی جڑ کیونکہ شرک ہے، اس لیے محرمات کی فہرست میں سب سے پہلے شرک کا ذکر کیا گیا ہے۔ ''اَلَّا تُشْرِكُوْا''

۶۔توحید کے بیان کے بعد، والدین کے ساتھ احسان کرنے کا ذکر آیا ہے۔"بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ "

۷۔مذکورہ بالا آیت کے تمام احکامات، نہی کی صورت میں بیان ہوئے ہیں جبکہ والدین کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم امر کی صورت میں آیا ہے یعنی صرف یہ ہی نہیں کہ انہیں تکلیف نہ دو بلکہ ان کے ساتھ نیکی بھی کرو۔"وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ "

۸۔غربت اور فقر کے خوف سے اولاد کو قتل کرنا، سقط حمل کرنا، جہالت پر مبنی عمل ہے۔اگر پروردگار عالم رزق وروزی کا ضامن ہے تو پھر کس بات کا خوف ہے؟"نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ "

۹۔معاشرے کو برائیوں سے پاک کرنا ضروری ہے اور روح کو بھی رذائل (اخلاقی برائیوں) سے پاک کرنا ضروری ہے۔"مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ "

۱۰۔بعض گناہ اتنے خطرناک ہیں کہ ان کے قریب بھی نہیں جانا چاہیے۔"لَا تَقْرَبُوا "

۱۱۔تمام الٰہی احکام، عقل کے مطابق ہیں اور عقل کے پھلنے پھولنے کا موجب ہیں۔"لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ۝۱۵۱ "

آیت نمبر ۱۵۲

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۝۱۵۲

ترجمۃ الآیات

اور یتیم کے مال کے پاس بھی نہ جانا (اس میں تصرف نہ کرنا) مگر یہ کہ بطریق احسن (اصلاح کے لیے) یہاں تک کہ وہ سن تمیز کو پہنچ جائے اور انصاف کے ساتھ (لین دین میں) ناپ تول کو پورا کرنا۔ہم کسی (بندے) پر اس کی استطاعت سے زیادہ ذمہ داری عائد نہیں کرتے۔ اور جس وقت کوئی بات کرنا (خواہ فیصلہ کرتے وقت یا گواہی دیتے وقت) تو عدالت کا خیال رکھنا چاہیے وہ عزیز واقربا کے (نقصان کے) بارے میں ہی کیوں نہ ہو اور اللہ سے کیے ہوئے عہد کو پورا کرو۔یہ وہ چیز ہے جس کی خدا تمہیں تاکید کرتا ہے تاکہ تم اسے یاد رکھو۔

نکات:

☆ خدا تعالیٰ اپنے کاموں کو بطور احسن انجام دیتا ہے: '' اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ '' (مؤمنون ۔ ۱۴) '' اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ '' (التین ۔ ۴) '' نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ '' (زمر ۔ ۲۳) ہم سے بھی چاہتا ہے کہ ہم بھی اپنے کاموں کو سب سے اچھے طرز پر انجام دیں ۔ '' لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا '' (ہود ۔ ۷) خواہ چیزوں کو استعمال کرنے سے متعلق ہو یا معاشی و اقتصادی مسائل ہوں ۔ '' اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ '' (انعام ۔ ۱۵۲) خواہ مخالفین کے ساتھ بحث و گفتگو ہو ، '' جَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ '' (نحل ۔ ۱۲۵) چاہے دوسروں کے دلائل کو قبول کرنے کی بات ہو، '' يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ '' (زمر ۔ ۱۸) یا لوگوں کی طرف سے برائی کرنے پر اچھے طریقے سے جواب دینا ہو، '' اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ '' (مؤمنون ۔ ۹۶) ان تمام مواقع پر '' احسن '' کے لفظ سے استفادہ کیا گیا ہے۔

☆ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم لین دین کے معاملات میں کم فروشی کی عادت کی وجہ سے عذاب کا شکار ہوئی ۔ قرآن مجید میں تین مرتبہ کم فروشی سے منع فرمایا گیا ہے۔

☆ لفظ '' كَيْلَ '' کا معنی تولنا اور تولنے کی چیز ہے ۔ '' قِسْطِ '' کا لفظ '' اوفوا '' سے متعلق ہوسکتا ہے، جس کے معنی عادلانہ طور پر ادائیگی کرنا ہے، علاوہ ازیں '' کیل و میزان '' سے متعلق بھی ہوسکتا ہے، یعنی پیمانہ اور ترازو بھی ٹھیک ہونا چاہیے، البتہ دونوں کا نتیجہ ایک ہی ہے۔

پیغام:

۱۔ یتیم کا دفاع کرنے والا عام طور پر کوئی نہیں ہوتا اور اس کا مال ضائع ہو جانے کا خطرہ ہوتا ہے، اس لیے محتاط رہنا چاہیے۔ '' لَا تَقْرَبُوْا ''

۲۔ یتیموں کے حقوق کی حفاظت کیلئے بہترین طریقہ انتخاب کرنا چاہیے تاکہ ان کے مال و اموال ضائع نہ ہوں۔ '' بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ '' جو لوگ معاشی مسائل کو بہتر طور پر حفاظت کر سکتے ہیں اور تقویٰ رکھتے ہیں، ان کے علاوہ دوسرے افراد کو یتیم کے مال سے نزدیک بھی نہیں ہونا چاہیے۔ '' لَا تَقْرَبُوْا ۔ ۔ ۔ اِلَّا ''

۳۔ جس وقت یتیم افراد بالغ ہو جائیں اور اموال کی حفاظت میں تجربہ حاصل کر لیں تو ان کے سر سے اپنا تسلط ختم کرتے ہوئے، ان کے امور کو انہی کے حوالے کر دیں۔ '' حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ''

۴۔ اسلامی معاشرے کا اقتصادی نظام، عدل و انصاف کی بنیاد پر قائم ہونا چاہیے۔ '' بِالْقِسْطِ ''

۵۔ اگر عدالت کا قائم کرنا بہت اعلیٰ سطح پر ممکن نہ ہو تو کم از کم ممکنہ حد تک اور ممکنہ وسائل میں رہتے ہوئے، عدل و انصاف کو قائم کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ '' لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ''

٦ ۔ پروردگار عالم کا بیان کردہ اور نافذ کردہ امر اور نہی، انسان کی طاقت اور وسعت سے باہر نہیں ہے ۔ ''لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ ''

٧ ۔ استطاعت کے بغیر کوئی فرض عائد نہیں ہوتا۔ ''لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ '

٨ ۔ گفتار اور کردار دونوں صورت میں عدل ایک مسلم اصول ہے، جس کا پاس کرنا چاہیے ۔ ''اَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا '' (گواہی میں، وصیت کرتے وقت اور فیصلہ دیتے وقت میں، حکم جاری کرتے ہوئے، تنقید کرنے میں اور کسی کی تعریف کرتے وقت بھی عدل وانصاف کا خیال رکھنا چاہیے ۔)

٩ ۔ خدا تعالیٰ سے کیے ہوئے تمام وعدوں پر وفادار رہنا ضروری ہے ۔ (جس میں عقل، وحی، انسانی ضمیر اور فطرت کے احکام شامل ہیں ۔ ''عَهْدِ اللّٰهِ '' (اس میں وہ عہد و پیمان بھی شامل ہیں جو خدا تعالیٰ نے انسان سے کیے ہیں اور وہ عہد و پیمان بھی ہیں جو انسان نے اپنے پروردگار سے کیے ہیں ۔) ''بِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ؕ ''

١٠ ۔ اپنی رشتہ داری، قربت داری کو عدل وانصاف کے تقاضوں پر ترجیح نہ دیں ۔ ''فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ ''

آیت نمبر ۱۵۳

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۵۳﴾

ترجمۃ الآیات

اور یہ کہ یہ (دستورات ہی) میرا سیدھا راستہ ہیں ان کی پیروی کرو اور دوسرے مختلف (ٹیڑھے) راستوں کی پیروی مت کرو کیونکہ وہ تمہیں راہ حق سے ہٹا دیں گے ۔ یہ وہ بات ہے کہ جس کی خدا تمہیں تاکید فرماتا ہے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔

نکات:

☆ پیغمبر اکرمؐ نے اس آیت کو واضح کرنے کیلئے نمائشی طریقہ کار سے استفادہ فرمایا، آپؐ نے اپنے دست مبارک کے ساتھ زمین پر ایک سیدھی لکیر کھینچی اور فرمایا: یہ سیدھا راستہ ہے جو ایک سے زیادہ نہیں ہے ۔ پھر اس لکیر کے اردگرد، دائیں بائیں

چند ایک اور لکیریں کھینچی اور آپؐ نے فرمایا: یہ وہ راستے ہیں جن کی طرف شیطان دعوت دیتا ہے۔ (تفسیر مراغی)

☆ آخری تین آیات میں تین مختلف تعبیریں استعمال ہوئی ہیں:

۱۔ آیت نمبر ۱۵۱ کے آخری حصہ میں شرک، قتل اور فحشا سے منع کیا گیا ہے۔ یہاں "لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ" سے مراد یہ ہے کہ ذرا سے عقل وفہم اور غور وفکر سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ شرک، قتل اور فحشا جیسے اعمال میں کس قدر برائی پائی جاتی ہے۔

آیت نمبر ۱۵۲ میں یتیم کے مال کی حفاظت، عدل وانصاف قائم کرنے اور وعدہ پورا کرنے کا حکم دیا جارہا ہے۔ اس کے لیے "لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ" کی تعبیر استعمال ہوئی ہے یعنی عدالت کے قیام کو انسانی فطرت بھی پسند کرتی ہے اور ہر معاشرہ اسے چاہتا ہے، اس کی خاطر اگر صرف تذکر دیا جائے اور تھوڑی سی توجہ دلائی جائے تو کافی ہے۔

اس آیت میں بھی پروردگار عالم کے احکام کی پیروی کا ذکر موجود ہے۔ "لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ" میں تقویٰ سے مراد یہی ہے کہ فرمان الٰہی کی اطاعت کی طرف قدم بڑھایا جائے۔

☆ جس طرح "نور" ایک ہے اور "ظلمات" کئی ایک ہیں، اسی طرح سیدھی راہ بھی ایک ہے اور ٹیڑھے وگمراہ راستے متعدد ہیں۔ ("صراط" مفرد آیا ہے لیکن "سبل" جمع استعمال ہوئی ہے۔)

☆ متعدد روایات میں آیا ہے کہ سیدھی راہ کا مصداق، رسول خداؐ اور اہلبیت میں سے ائمہ معصومینؑ ہیں۔ (تفسیر نور الثقلین)

پیغام:

۱۔ تمام ادیان الٰہی کی بنیاد، پروردگار عالم کی پیروی کرنا اور دوسری راہوں سے دوری اختیار کرنا ہے۔ "صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ"

۲۔ اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرنا، وحدت کا باعث ہے۔ غیر الٰہی احکام کے پیچھے جانا، تفرقہ کا باعث ہے۔ "صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ"

۳۔ آخری تین آیات کے مطابق شاید یہ نتیجہ لیا جاسکتا ہے کہ انسان کی ترقی ورشد اور کمال حاصل کرنے کے مراحل یہ ہیں: انسان اپنے تمام امور میں عقل وفہم سے کام لے "لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ" ایک دوسرے کو تذکر دیں "لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ" اور تقویٰ اختیار کریں۔ "لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ"

آیت نمبر ۱۵۴

ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى الَّذِيْٓ اَحْسَنَ وَتَفْصِيْلًا

لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ﴿۱۵۴﴾

ترجمۃ الآیات

اس کے بعد ہم نے موسیٰ کو (آسمانی) کتاب (تورات) دی، جو نیک تھے ان پر (اپنی نعمت) کو تمام کیا اور تمام چیزیں (جن کی ان کو ضرورت تھی) ان پر واضح کر دیں۔ یہ کتاب (بنی اسرائیل کیلئے) ہدایت و رحمت کا سرمایہ تھی تا کہ وہ (قیامت کے دن) اپنے پروردگار کی ملاقات پر ایمان لے آئیں۔

نکات:

☆ قرآن مجید اور تورات کے درمیان بہت سی باتیں مشابہ ہیں۔ انجیل میں وعظ ونصیحت پر تاکید ہے اور زبور میں دعا پر تاکید ہے۔ لیکن قوانین کے اعتبار سے تورات اور قرآن میں شباہت زیادہ ہے۔ اس لیے تورات کو امام بھی کہا گیا ہے۔ ''وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا '' (ہود۔ ۱۷) اس آیت میں بھی تورات کو رحمت، ہدایت بتایا گیا اور ہر کو بیان کرنے والی کتاب قرار دیا گیا ہے۔

پیغام:

۱۔ ہر آسمانی کتاب اپنے زمانے کے لحاظ سے کامل ہے۔ ''تَمَامًا ''

۲۔ صرف نیک اعمال انجام دینے والے اور سیدھی و نیک فکر رکھنے والے افراد، آسمانی کتب اور الٰہی قوانین کو بہتر طور پر حاصل کرتے ہیں۔ ''عَلَى الَّذِيْٓ اَحْسَنَ''

۳۔ بنی اسرائیل کیلئے تمام ایسے احکام اور ہدایات جو اُن کے تکامل کیلئے ضروری تھیں، تورات میں بیان ہوئی ہیں۔ ''تَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ''

۴۔ آسمانی کتاب، انسان کی ہدایت کیلئے اور رحمت الٰہی ہے۔ ''وَهُدًى وَّرَحْمَةً''

۵۔ انبیا اور آسمانی کتابوں کا ایک مقصد یہ ہے کہ انسان آخرت پر ایمان لے آئے۔ (اس ایمان کے ذریعے اپنی دنیا کو سنوار لے۔) ''لَّعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ﴿۱۵۴﴾''

آیت نمبر ۱۵۵۔ ۱۵۶

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝۱۵۵
اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا۪ وَاِنْ
كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ ۝۱۵۶

ترجمۃ الآیات

اور یہ (قرآن) ایک بابرکت کتاب ہے جو ہم نے (تجھ پر) نازل کی ہے اس کی پیروی کرنا اور پرہیزگاری کو اپنانا تاکہ اللہ کی رحمت کے مستحق ہو جاؤ۔

(ہم نے اُن خصوصیات کی حامل کتاب قرآن نازل کی) تاکہ یہ نہ کہو کہ ہم سے پہلے جو دو قومیں (یہود و نصاریٰ) تھیں ان پر کتاب آسمانی نازل ہوئی تھیں اور ہم اس کے مطالعہ سے بے بہرہ تھے۔

نکات:

☆ ''مبارک'' کا لفظ جو کہ مادہ ''برکت'' سے ہے، دو باتوں پر تاکید کر رہا ہے:

۱۔ مستحکم اور مضبوط جڑیں

۲۔ مسلسل رشد و ہدایت

قرآن مجید میں بنیادی اصول پائے جاتے ہیں جو کہ غیر متغیر اور مستحکم ہیں۔ وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ اس میں پائے جانے والے اسرار سے پردہ اٹھ رہا ہے اور ہر روز اس کی تجلیاں نمایاں ہو رہے ہیں۔

☆ ''اَنْ تَقُوْلُوْٓا'' کے معنی ''لِئَلَّا تَقُوْلُوْا'' ہیں، یعنی جب تک تم نہ کہو گے اور بہانے نہ بناؤ گے۔۔۔

☆ ''دِرَاسَتِهِمْ'' کے معنی تلاوت اور علم ہیں۔

پیغام:

۱۔ قرآن مجید صرف نظریاتی کتاب نہیں ہے، قرآن صرف تھیوری کو پیش نہیں کرتا بلکہ یہ انسان کیلئے سعادت و کامیابی کی

کتاب ہے اور انسان کو تمام زندگی کیلئے عملی پروگرام پیش کرتا ہے۔ ''کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ''

۲۔ انسان کی خوشبختی دو چیزوں میں ہے: حق کی اطاعت اور باطل سے دوری اختیار کرنا۔ ''فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا''

۳۔ خدا تعالیٰ نے لوگوں پر حجت تمام کردی ہے۔ ''كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا''

۴۔ مسلمانوں کا تبلیغی انتظام ہر ملک میں، ہر قوم کیلئے، ہر زبان کے ذریعے، عالمی سطح پر ہونا چاہیے۔ بہت منظم اور واضح تبلیغی سلسلے ہوں تا کہ لوگوں پر حجت تمام ہو جائے، کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ ہم حق سے بے خبر رہے ہیں۔ ''اَنْ تَقُوْلُوْٓا . . . وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ ﴿۱۵۶﴾''

آیت نمبر ۱۵۷

اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّآ اَهْدٰى مِنْهُمْ ۚ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنْهَا ؕ سَنَجْزِى الَّذِيْنَ يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيٰتِنَا سُوْٓءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ ﴿۱۵۷﴾

ترجمۃ الآیات

یا یہ نہ کہو کہ اگر ہم پر بھی آسمانی کتاب نازل ہوئی ہوتی تو ہم ان لوگوں (یہود و نصاریٰ) سے زیادہ ہدایت یافتہ ہوتے۔ (تمہارے بہانوں کو روکنے کیلئے لو) اب یہ آیتیں اور روشن دلیلیں تمہارے پروردگار کی طرف سے آگئی ہیں، اسی طرح اس کی ہدایت و رحمت بھی (آگئی ہے) اس صورت میں ان لوگوں سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جو آیات الٰہی کی تکذیب کرنے لگیں اور ان سے روگردانی کریں؟ لیکن عنقریب ہم ان لوگوں کو جو ہماری آیتوں سے روگردانی کرتے ہیں، ان کی اس بلاوجہ کی روگردانی کے سبب سخت سزا دیں گے۔

نکات:

☆ ''يَصْدِفُوْنَ'' کا لفظ ''صدف'' سے ہے، جس کا معنی شدید قسم کی روگردانی ہے، جس میں کوئی سوچ اور فکر شامل

نہیں ہے۔ یعنی کوئی شخص بغیر سوچے سمجھے کسی بات کا سختی سے انکار کرے۔

پیغام:

١۔ مکہ کے مشرکین، اس بات کا اعتراف کرتے تھے کہ تورات وانجیل کے پیروکار ہدایت یافتہ ہیں لیکن آسمانی کتاب کو وصول کرنے کیلئے ان سے زیادہ خود کو حقدار سمجھتے تھے۔ کہتے ہیں کہ ہم ہیں وہ جن پر کتاب نازل ہونی چاہیے تھی۔ ''لَكُنَّآ اَهْدٰى مِنْهُمْ ''

٢۔ قرآن مجید کا نزول، سب کیلئے اتمام حجت ہے۔ ''فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ''

٣۔ پروردگار عالم کی ربوبیت کا ایک نمونہ قرآن مجید ہے۔ ''بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ''

٤۔ قرآن، ہدایت اور رحمت کی کتاب ہے۔ ''هُدًى وَّرَحْمَةٌ ''

٥۔ آزمائش سے پہلے دعویدار بہت ہوتے ہیں لیکن امتحان کے وقت سچائیاں کھل کر سامنے آجاتی ہیں۔ ''لَكُنَّآ اَهْدٰى ۔ ۔ ۔ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ ۔ ۔ ۔ ''

٦۔ انسانیت پر کیے جانے والے مظالم میں سے سب سے بڑا ظلم، آسمانی کتابوں کا انکار ہے۔ ''فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ'

٧۔ دین حق سے روگردانی اور آیات الٰہی کو پشت کرنے کی سزا، سخت ترین عذاب ہے۔ ''الَّذِيْنَ يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيٰتِنَا سُوْٓءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ۝١٥٧ ''

٨۔ انسان کی تباہی اور بدبختی کی سب سے اہم وجہ خود انسان کے اپنے اعمال ہیں۔ ''بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ۝١٥٧ ''

آیت نمبر ١٥٨

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ ؕ يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ؕ قُلِ انْتَظِرُوْٓا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ۝١٥٨

ترجمۃ الآیات

کیا (اس قدر آیات، روشن دلائل اور معجزات دیکھنے کے بعد بھی) انہیں صرف اس بات کا انتظار ہے کہ فرشتے ان کے پاس آئیں، یا خدا (خود) ان کے پاس آئے، (یہ توقع کیسی محال ہے) یا خدا کی آیتوں میں سے کچھ آیتیں (جو روز قیامت کی نشانی ہوں) ان کے پاس آئیں لیکن (یہ نہیں جانتے کہ) جس روز یہ آیتیں اور نشانیاں آ جائیں گی اس روز ان لوگوں کا ایمان لانا جو اس سے پہلے ایمان نہ لائے ہونگے یا انہوں نے کوئی نیک عمل نہ کیا ہوگا، انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گا۔ اے ہمارے رسولؐ! ان سے کہہ دو کہ (اب قہر الٰہی کا) انتظار کرو، ہم بھی انتظار کرتے ہیں۔

نکات:

☆ سورت اسراء کی آیت نمبر ۹۲ میں کافروں کی بلاوجہ توقعات کا ذکر موجود ہے کہ وہ کہتے تھے: ہم تم پر ایمان نہ لائیں گے مگر یہ کہ آسمان کو ہمارے سروں پر گرا دو، یا خدا اور اس کے فرشتوں کو ہمارے پاس لے آؤ۔ اس آیت میں اس قسم کی توقعات کی نفی کرتے ہوئے، منع کیا گیا ہے۔

پیغام:

۱۔ضدی اور ہٹ دھرم کافر، الٰہی معجزات کو دیکھنے کے بعد بھی تسلیم نہیں ہوا کرتے تھے۔ ''هَلْ يَنْظُرُوْنَ۔ ''

۲۔ایمان کے بارے میں ٹال مٹول کرنے کا نتیجہ، ناکامی ہے۔ ''لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا''

۳۔آزاد اور معمولی حالات میں ایمان لانا اور اس کے مطابق اعمال بجالانے کی اہمیت ہے، اور انسان کیلئے کارساز ہے۔ اضطرار کی کیفیت میں اور جان کے خوف سے ایمان قبول کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ ''يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ''

۴۔ایمان کے بغیر نیک اعمال بے سود ہیں۔ ''اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ؕ''

آیت نمبر ۱۵۹

اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ ؕ

اِنَّمَاۤ اَمۡرُهُمۡ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمۡ بِمَا كَانُوۡا يَفۡعَلُوۡنَ ﴿۱۵۹﴾

ترجمۃ الآیات

وہ لوگ جنہوں نے اپنے آئین کو پراگندہ کر دیا اور مختلف جہتوں (اور مختلف مذہبوں) میں بٹ گئے تمہیں (اے رسولؐ) ان سے کوئی واسطہ نہیں۔ (آپ ان کے کاموں کے ذمہ دار نہیں) ان کا معاملہ خدا کے سپرد ہے۔ لہٰذا خدا ہی انہیں ان کے کرتوتوں سے آگاہ کرے گا۔

نکات:

☆ دین میں تفرقہ ڈالنا یعنی بدعت ایجاد کرنا اور اپنی رائے کے مطابق دین کی تفسیر کرنا، ان امور کی قرآن و حدیث میں سخت ترین الفاظ میں مذمت کی گئی ہے۔ ان جیسے افراد کے بارے میں استعمال ہونے والی بعض تعبیرات کی مثال درج ذیل ہے:

☆ قرآن میں ہے کہ وائے ہو ان افراد پر جو اپنے ہاتھوں سے (آسمانی کتاب میں) کچھ اضافی مطالب لکھتے ہیں۔ پھر فرمایا: یہ پروردگار عالم کی طرف سے ہے۔ (بقرہ۔۷۹)

☆ حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: جہاں کہیں بدعت آجاتی ہے وہاں سے سنت چلی جاتی ہے۔ (بحار، ج ۲، ص ۲۶۴) انبیا اور علما کے فرائض میں سے ایک یہ ہے کہ وہ بدعت کو ختم کرنے اور گمراہی کو مٹانے کی کوشش کرتے رہیں۔ (الحیاۃ، ج ۲، ص ۳۴۴)

☆ روایات میں ہے کہ بدعت پیدا کرنے والے کی توبہ قبول نہ کی جائے گی۔ (بحار، ج ۷۲، ص ۲۱۶)

☆ اگر کوئی بدعت ایجاد کرنے والے کا احترام کرے یا اس کیلئے مسکرائے تو اس نے دین کو منہدم کرنے میں ایک قدم بڑھایا ہے۔

☆ رسول خداؐ نے فرمایا: جب اقوام کے درمیان اختلاف ہو جائے تو جو کوئی میری سنت اور میری گفتار کے مطابق عمل کرے گا اور دوسروں کی راہ و روش پر عمل نہ کرے گا تو وہ سو شہیدوں کا ثواب پائے گا۔ (بحار، ج ۲، ص ۲۶۲)

☆ قرآن مجید میں کئی مرتبہ یہودیوں کو دین میں اپنے عمل کے ذریعے تحریف کرنے پر تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: جب وہ کوہ طور سے واپس آئے اور اپنی قوم کو گمراہی میں پایا، گوسالہ پرستی کرتے ہوئے دیکھا تو غم واندوہ کی وجہ سے آسمانی کتاب تورات کی الواح کو زمین پر گرا دیا، اپنے بھائی جو کہ ان کے جانشین تھے، ان کی داڑھی پکڑی اور پوچھا: میری اُمت کیونکر گمراہ ہوگئی؟ ہارون نے جواب میں کہا: میں اس بات سے ڈر گیا تھا کہ اگر میں نے انہیں سختی سے روکا تو کہیں یہ متفرق نہ ہو جائیں۔ نیز آپ سے نہ کہیں کہ لوگوں کو کیوں فرقہ فرقہ کر دیا ہے؟! (ایسا تفرقہ جو آپ

کی واپسی سے بھی ٹھیک ہونے والا نہ تھا۔)

یہ آیت اور روایات بتاتی ہیں کہ دین شناس افراد کی بہت بھاری ذمہ داری ہے کہ وہ اصل دین کی حفاظت کریں، فکری کجی کے ساتھ مقابلہ کریں اور امت میں وحدت کو قائم رکھیں۔

پیغام:

۱۔ دینی معارف و تعلیمات میں کوئی فرق نہیں ہے، تمام ادیان پر ایمان رکھنا چاہیے اور اس کے مطابق عمل انجام دینا چاہیے۔ صرف بعض پر ایمان رکھنا اور بعض پر ایمان نہ رکھنا صحیح نہیں ہے۔ ''اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ ''

۲۔ تفرقہ اور گروہوں میں تقسیم ہو جانے کی ایک وجہ دین میں تحریف اور تبدیلی کرنا ہے۔ ''اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا ''

۳۔ جو لوگ اسلام کے تمام احکام کو قبول نہیں کرتے، ان کے ساتھ تعاون نہیں کرنا چاہیے۔ وہ لوگ امت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں شمار نہیں کیے جائیں گے۔ ''لَسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ ؕ '' ایسے لوگ خدا تعالیٰ کی مذمت میں شامل ہیں۔ ''اِنَّمَآ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ''

آیت نمبر ۱۶۰

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۶۰﴾

ترجمۃ الآیات

جو شخص بھی کوئی نیک کام کرے گا اُسے دس گنا صلہ ملے گا۔ جو شخص برا کام کرے گا اسے اتنی ہی سزا ملے گی، جتنا برا کام کیا تھا، اور ان پر کسی قسم کا ظلم نہیں کیا جائے گا۔

نکات:

☆ ''جاء'' کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت میں ذکر سزا اور جزا کا تعلق قیامت میں لگنے والی عدالت سے ہے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ کوئی ایسا گناہ جو توبہ کے ذریعے مٹا دیا جائے یا کسی نیکی میں بدل دیا جائے۔ ''يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ '' (فرقان۔۷۰) یا معاف کر دیا جائے، ''يَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ؕ '' (مائدہ۔۱۵)

ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ کسی کی نیکیاں، ریا اور تکبر کی وجہ سے، یا دوسرے گناہوں کی وجہ سے مٹ جائیں یا حبط ہو جائیں لہٰذا یہاں وہ عمل معیار ہے جسے قیامت میں پیش کیا جائے۔ ''جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ''

☆ اگرچہ آیت نیک اور برے عمل سے متعلق ہے جبکہ روایات کے مطابق یہ ہے کہ اگر کوئی اچھی اور نیک نیت کرے تو اس کیلئے ثواب لکھ لیا جاتا ہے لیکن اگر کوئی بری نیت کرتا ہے تو اس وقت تک اس کے نامہ اعمال میں کچھ نہیں لکھا جاتا جب تک وہ برا عمل انجام نہ دے۔ ایسے ہی برے عمل پر سزا ہے، اور یہ فضل الٰہی ہے۔

☆ احادیث و روایات میں ہے کہ اگر کوئی ایک مہینہ میں تین دن روزے رکھے تو ایسا ہے کہ جیسے اس نے پورا مہینہ روزے رکھے ہیں، کیونکہ ہر روزہ دس روزوں کے برابر حساب کیا جائے گا۔ ''عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ''

☆ دس برابر جزا کا ملنا کم از کم ہے کیونکہ کچھ اعمال ایسے ہیں کہ بعض حالات میں بعض افراد کیلئے، ان کی جزا سات سو برابر تک ہے بلکہ کہیں تو جزا بے حساب بیان کی گئی ہے۔

☆ پروردگار عالم کی طرف سے دی جانے والی جزا میں سے ایک حصہ اجر کا ہے اور باقی نو حصے خدا تعالیٰ کا فضل ہے۔ ''فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۚ'' (نساء۔ ۱۷۳)

☆ سوال: اگر گناہ کرنے والے کیلئے اس کی سزا، اس کے گناہ کے برابر ہے تو پھر ایک روزہ چھوڑنے کی سزا اور کفارے کے طور پر کیوں ساٹھ روزے رکھنے کا حکم ہے؟

جواب: آیت میں ''مثل'' سے مراد عدد کے اعتبار سے حساب کتاب نہیں ہے بلکہ کیفیت اور نسبت کا اعتبار ہے۔ ماہ رمضان کے ایک روزے کی اہمیت، دوسرے دونوں میں ساٹھ روزے کے برابر ہے۔ جیسے شب قدر کی اہمیت ایک ہزار ماہ سے بھی زیادہ ہے۔ اس آیت میں اہمیت کو بیان کیا جارہا ہے، عددی برتری کو بیان نہیں کیا جارہا ہے۔

پیغام:

۱۔ اسلام کے تربیتی نظام میں قدردانی کرنے اور شوق دلانے کے بارے میں، سرزنش کرنے سے دس گنا زیادہ تاکید موجود ہے۔ ''عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ''

۲۔ کئی گنا زیادہ قدردانی کرنا، ظلم نہیں ہے لیکن حد سے زیادہ سزا دینا ظلم ہے۔ ''فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝۱۶۰''

۳۔ اجر دینے میں خدا تعالیٰ اپنے فضل و کرم کے مطابق عمل کرتا ہے جبکہ سزا دینے میں عدل کے مطابق عمل کرتا ہے۔ ''عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا''

۴۔ انسان کا عمل ہر جگہ اور ہمیشہ اس کے ساتھ رہتا ہے۔ اس کا اثر دائمی ہوتا ہے۔ ''مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ

اَمْثَالِهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّیِّئَةِ ''

آیت نمبر ۱۶۱

قُلْ اِنَّنِیْ هَدٰىنِیْ رَبِّیْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۚ دِیْنًا قِیَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۱۶۱﴾

ترجمۃ الآیات

(اے ہمارے نبیؐ) کہہ دیجئے میرے رب نے مجھے راہ راست کی ہدایت کی ہے (وہ راہ راست جو) ایک مضبوط اور ثابت رہنے والا آئین ہے، یہ اس ابراہیم کا آئین ہے جس نے اپنے ماحول کے تمام خرافاتی آئینوں سے روگردانی کی تھی اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے۔

نکات:

☆ لفظ ''قِیَمًا'' اور ''قیم'' کے معنی سیدھا ہونا، پائیدار اور مستحکم ہونا ہیں۔ جی ہاں! ایسا ہی دین پائیدار اور زندہ رہتا ہے جو اس دنیا میں اور اس کے علاوہ دوسرے جہان میں لوگوں کے مادی اور معنوی تمام مسائل پر توجہ رکھتا ہو۔

☆ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: ہمارے علاوہ اور ہمارے شیعوں کے سوا کوئی بھی دین ابراہیم کا پیرو کار نہیں ہے۔ (تفسیر نور الثقلین)

پیغام:

۱۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرامین اور آپ سرکار کی تعلیمات، ذاتی اور شخصی نہیں بلکہ عین وحی الٰہی ہیں، جنہیں لوگوں تک پہنچانا اور اعلان کرنا ضروری تھا۔ ''قُلْ''

۲۔ سیدھا راستہ، مصطفویؐ راستہ ہے۔ پیغمبر اکرمؐ کا راستہ ہی صراط مستقیم ہے۔ ''هَدٰىنِیْ رَبِّیْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۚ''

۳۔ ہدایت دینا، صرف پروردگار عالم کا کام ہے۔ انبیا بھی خدا تعالیٰ کے ہدایت سے صراط مستقیم کو حاصل کر پاتے ہیں۔ ''هَدٰىنِیْ رَبِّیْٓ''

۴۔ ہدایت، شان ربوبیت ہے۔ ''هَدٰىنِیْ رَبِّیْٓ''

۵۔ جناب ابراہیم علیہ السلام کا راستہ بھی وہی یکتا پرستی (توحید) کا راستہ ہے، شرک آلود افکار کا راستہ نہیں ہے۔'' حَنِيْفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿١٦١﴾ '' (مشرکین اپنے انحرافی عقائد کو جناب ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ نسبت دیا کرتے تھے۔)

٦۔ بت شکنی اور شرک سے دوری اختیار کرنا، صرف پیغمبر اسلام (ص) کا ہی عمل نہیں ہے بلکہ آپ سرکار نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیروی میں ایسا عمل انجام دیا۔'' مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۚ ''

۷۔ بتدائے تاریخ سے توحیدی ادیان کی اساس اور اصل ایک ہی رہی ہے۔ اسلام، وہی جناب ابراہیمؑ کا آئین ہے نیز شرک سے نفرت کرنا، تمام انبیا کا شیوہ رہا ہے، شرک سے دوری، تمام انبیا کا راستہ ہے۔'' قُلْ اِنَّنِيْ ۔ ۔ مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿١٦١﴾ ''

آیت نمبر ۱۶۲۔ ۱۶۳

قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٦٢﴾
لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿١٦٣﴾

ترجمۃ الآیات

کہہ دیجئے میری نماز میری تمام عبادتیں میری زندگی میری موت، یہ سب تمام جہانوں کے پالنے والے کے لیے ہیں۔

اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کی طرف سے (جسم و روح کو تسلیم کرنے، خلوص اختیار کرنے اور عبادت کا) ہمیں حکم دیا گیا ہے اور میں پہلا مسلمان ہوں اور اپنے پروردگار کے سامنے تسلیم ہوں۔

نکات:

☆ روایت میں ہے کہ رسول اکرم (ص) نماز شروع کرنے سے پہلے اس آیت کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ (تفسیر قرطبی)

☆ موت، زندگی کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ زندگی، عبادت پر اور عبادت، نماز پر احاطہ رکھتی ہے، اسی وجہ سے عبادات میں مرکزی حیثیت نماز کی ہے۔

☆ اسلام، کا معنی امر خدا کے سامنے تسلیم ہو جانا ہے۔ اسلام کی نسبت تمام انبیا کے ساتھ دی گئی ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے خود کو مسلمان کہا ہے۔ ''وَاُمِرۡتُ اَنۡ اَكُوۡنَ مِنَ الۡمُسۡلِمِيۡنَ﴿۷۲﴾'' (یونس۔ ۷۲) میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ مسلمین میں سے رہنا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا تعالیٰ سے درخواست کی انہیں اور ان کی اولاد کو اپنا مسلمان قرار دیں۔ ''وَاجۡعَلۡنَا مُسۡلِمَيۡنِ لَكَ وَمِنۡ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسۡلِمَةً لَّكَ'' مجھے اپنے تسلیم شدہ بندوں میں سے قرار دے اور میری اولاد میں سے اپنی تسلیم شدہ اُمت قرار دے۔ (بقرہ۔ ۱۲۸)

حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی خدا تعالیٰ سے دعا کی: جب میں دنیا سے جاؤں تو مسلمان ہوں۔ ''تَوَفَّنِىۡ مُسۡلِمًا'' (یوسف۔ ۱۰۱) پیغمبر اسلام (ص) بھی اولین مسلمان ہیں۔ ''وَاَنَا اَوَّلُ الۡمُسۡلِمِيۡنَ﴿۱۶۳﴾'' اس کا معنی یہ ہوسکتا ہے کہ حضورؐ اپنے زمانے میں اولین مسلم ہیں، یا رتبے اور مقام تسلیم میں دوسروں پر مقدم ہیں۔

پیغام:

۱۔ اپنے مقاصد، راستے اور اپنے طرز عمل کو سب منحرفین کے سامنے پوری وضاحت اور فخر کے ساتھ عیاں کر دینا چاہیے۔ ''قُلۡ''

۲۔ اس کے باوجود کہ نماز، عبادات کا جزو ہے لیکن یہاں اس کا الگ سے ذکر کیا گیا ہے تا کہ اس کی اہمیت کو بیان کیا جاسکے۔ ''صَلَاتِىۡ وَنُسُكِىۡ''

۳۔ مخلص انسان، اپنے تکوینی راستہ (موت وحیات) اور اپنے تشریعی راستہ (نماز ونسک) کو صرف پروردگار عالم کیلئے جانتا ہے۔ ''اِنَّ صَلَاتِىۡ وَنُسُكِىۡ وَمَحۡيَاىَ وَمَمَاتِىۡ''

۴۔ جس طرح ہم نماز میں قصد قربت کرتے ہیں، اس طرح سانس لینے میں، زندگی گذارنے میں اور مرتے وقت میں بھی قصد قربت کیا جاسکتا ہے۔ ''مَحۡيَاىَ وَمَمَاتِىۡ لِلّٰهِ۔ ۔ ۔''

۵۔ موت وحیات اہم نہیں ہے، اہم بات یہ ہے کہ ہر کام خدا کیلئے ہو اور خدا کے راستے میں ہو۔ ''مَحۡيَاىَ وَمَمَاتِىۡ لِلّٰهِ''

۶۔ جو کچھ خدا کیلئے ہو، وہ رشد کرتا ہے، بڑھتا اور ترقی کرتا ہے۔ ''لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ﴿۱۶۲﴾''

۷۔ موت اور زندگی ہمارے ہاتھ میں نہیں ہے لیکن ان کی سمت معین کرنا ہمارے ہاتھ میں ہے۔ ''لِلّٰهِ''

۸۔ کاموں میں اور تمام امور میں اخلاص اختیار کرنا، حکم الٰہی ہے۔ ''بِذٰلِكَ اُمِرۡتُ''

۹۔ معاشرے کے راہنما کو چاہیے کہ معین شدہ راستے پر چلنے اور احکام الٰہی پر عمل کرنے میں سب سے سبقت رکھے۔ تمام اصول وقوانین پر پہلے خود عمل کرے۔ ''اَوَّلُ الۡمُسۡلِمِيۡنَ﴿۱۶۳﴾''

آیت نمبر ۱۶۴

قُلۡ اَغَیۡرَ اللّٰہِ اَبۡغِیۡ رَبًّا وَّ ہُوَ رَبُّ کُلِّ شَیۡءٍ ؕ وَ لَا تَکۡسِبُ کُلُّ نَفۡسٍ اِلَّا عَلَیۡہَا ۚ وَ لَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزۡرَ اُخۡرٰی ۚ ثُمَّ اِلٰی رَبِّکُمۡ مَّرۡجِعُکُمۡ فَیُنَبِّئُکُمۡ بِمَا کُنۡتُمۡ فِیۡہِ تَخۡتَلِفُوۡنَ ﴿۱۶۴﴾

ترجمۃ الآیات

(اے ہمارے نبیؐ) کہہ دیجئے کہ کیا میں اللہ کے علاوہ کوئی اور پروردگار مان لوں جبکہ وہ تمام چیزوں کا پروردگار ہے اور کوئی شخص (برا) عمل بجا نہیں لاتا سوائے اس کے کہ وہ جو کچھ کرتا ہے اپنے لیے کرتا ہے اور کوئی گنہگار دوسرے کے گناہ اپنے ذمہ نہیں لے گا، اس کے بعد تمہاری واپسی تمہارے پروردگار کی جانب ہے پس وہ تمہیں اس چیز کی خبر دے گا جس میں تم اختلاف کرتے تھے۔

نکات:

☆ کیفر میں عدل الٰہی کا موضوع اور یہ کہ کوئی بھی کسی کے گناہ کو اپنے ذمے نہیں لے گا، یہ بات صرف اسلام میں ہی نہیں ہے بلکہ قرآن مجید کی وضاحت کے مطابق صحف ابراہیم وموسیٰ میں بھی اس کا ذکر آیا ہے۔''اَمۡ لَمۡ یُنَبَّاۡ بِمَا فِیۡ صُحُفِ مُوۡسٰی ﴿۳۶﴾

وَ اِبۡرٰہِیۡمَ الَّذِیۡ وَفّٰۤی ﴿۳۷﴾ اَلَّا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزۡرَ اُخۡرٰی ﴿۳۸﴾ ''(نجم۔۳۶۔۳۷۔۳۸)

☆ سوال: اگر کوئی کسی کا گناہ اپنے ذمے نہیں لے گا تو پھر یہ جو قرآن مجید میں ہے کہ گمراہ اور منحرف قائدین جو اپنے پیروکاروں کو گمراہ کرتے ہیں، ان کے تمام گناہ انہی قائدین کے ذمہ ہونگے ،تو یہ کیا ہے؟''لِیَحۡمِلُوۡۤا اَوۡزَارَہُمۡ کَامِلَۃً یَّوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ ۙ وَ مِنۡ اَوۡزَارِ الَّذِیۡنَ یُضِلُّوۡنَہُمۡ بِغَیۡرِ عِلۡمٍ ؕ ''(نحل۔۲۵)

جواب: یہ بات بغیر دلیل نہیں ہے کیونکہ گمراہ قائدین دوسروں کی گمراہی کا سبب ہوتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ اس کو گمراہ کرنے کا گناہ انہی قائدین کے ذمے ہوگا۔

☆ ایک حاملہ عورت جس نے زنا کیا تھا، اسے سزا کیلئے جناب عمر کے پاس لایا گیا تو اس نے سنگسار کا حکم جاری کیا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: اس کے شکم میں موجود بچے کا کیا گناہ ہے؟ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:''وَ لَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزۡرَ

اُخْرٰی ۚ ’’(بحار، ج۶۷،ص۴۹)

پیغام:

۱۔منکروں اور مشرکوں کے سامنے جب کبھی حق بیان کرنے کی بات ہوتو اپنے موقف کو مضبوطی کے ساتھ واضح طور پر اعلان کرنا چاہیے۔’’قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ‘‘

۲۔زندہ ضمیر، انسان کے اندرونی سوالات کا جواب دینے کیلئے بہترین ذریعہ ہے۔’’اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْ‘‘

۳۔کیونکہ پروردگار عالم ہی ہم سب کا اور تمام ہستی اور مخلوقات کا رب ہے، اس لیے میرا بھی وہی رب ہے۔’’وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ؕ‘‘

۴۔لوگوں کا کفر، شرک کرنا یا نیک اعمال انجام دینا، یا برائی کے ذریعے فساد برپا کرنا، خدا تعالٰی کو نقصان نہیں دیتا بلکہ ایسا کرنے والے خود ہی اس میں گرفتار ہوتے ہیں۔’’لَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا ۚ‘‘

۵۔پروردگار عالم کے حضور میں ہر کسی کے عمل کی ذمہ داری خود اس کے اپنے کندھوں پر ہوگی۔’’وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ۚ‘‘

۶۔قیامت کا برپا ہونا اور انسان سے سوالات کیے جانا بھی خدا تعالٰی کی ربوبیت کا ایک پہلو ہے۔’’ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ‘‘

۷۔دنیا کا اختتام ہو جائے گا،’’ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ‘‘ آخرکار اس بات سے آگاہ ہو جائیں گے جس کا ہٹ دھرمی کے ساتھ انکار کرتے رہے ہیں۔’’فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۶۴﴾‘‘

آیت نمبر ۱۶۵

وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ ؕ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ ۖ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۶۵﴾

ترجمۃ الآیات

وہ (خدا) وہی ہے جس نے تمہیں زمین پر (ایک دوسرے کا) جانشین بنایا اور بعض افراد کو دوسرے

افراد پر درجات کی رو سے برتری عطا فرمائی تا کہ تمہیں ان چیزوں سے جو تمہارے اختیار میں دی ہیں، آزمائے۔ یقیناً تمہارا پروردگار بہت جلد حساب کرنے والا اور بخشنے والا، مہربان ہے۔

نکات:

☆ سورت انعام کا آغاز حمد باری تعالیٰ کے ساتھ ہوا ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ ۔ ۔ ۔ '' اور رحمت الٰہی کے ساتھ اختتام ہو رہا ہے۔ ''اِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۠ ﴿۱۶۵﴾''

☆ ''خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ'' سے مراد زمین پر خدا کے جانشین ہونا ہے یا اس سے مراد آج انسان کا گذشتہ امتوں کا جانشین ہونا ہے۔

پیغام:

۱۔ انسان، زمین پر پروردگار عالم کا خلیفہ ہے اور اس زمین کا امیر ہے نہ کہ اس کا اسیر۔ ''وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ''

۲۔ لوگوں کا آپس میں مختلف ہونا اور الٰہی آزمائش کا پایا جانا، حکیمانہ ہے۔ اس کے پیچھے حکمت کارفرما ہے جو انسان کے رشد اور اس کی تربیت کیلئے انتہائی ضروری ہے۔ یہ حکمت خدا تعالیٰ کی ربوبیت سے منسلک ہے۔ ''وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَیْءٍ ؕ ۔ ۔ ۔ رَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ ۔ ۔ ۔ ''

۳۔ خدا تعالیٰ کی عطا کردہ چیزوں میں فرق ہونا یا برتری کا حاصل ہونا، کوئی معیار نہیں ہے بلکہ آزمائش کا ایک ذریعہ ہے۔ ''لِّیَبْلُوَكُمْ فِیْ مَاۤ اٰتٰىكُمْ ؕ''

۴۔ ہمارے اختیار میں جو کچھ بھی ہے اُسے خدا تعالیٰ کی ہی عطا سمجھیں ''فِیْ مَاۤ اٰتٰىكُمْ ؕ''

۵۔ آزمائش کی مقدار اور اس کا معیار، عطا شدہ چیزوں اور موجود ممکنات کے مطابق ہے۔ ''لِّیَبْلُوَكُمْ فِیْ مَاۤ اٰتٰىكُمْ ؕ''

۶۔ آزمائش کے بعد، رد ہو جانے والوں کی نسبت خدا تعالیٰ ''سَرِیْعُ الْعِقَابِ ۖؗ'' ہے اور قبول ہو جانے والوں کی نسبت وہ ''غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۠ ﴿۱۶۵﴾'' ہے۔

۷۔ خوف اور اُمید ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ ہونی چاہیے۔ ''سَرِیْعُ الْعِقَابِ ۖؗ ۔ ۔ ۔ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۠ ﴿۱۶۵﴾''

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

❁❁❁❁❁